



ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

**DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY**

JAMIA MILLIA ISLAMIA  
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

CALL NO . . . . .

Accession No . . . . .

915 4

58

Call No.

915.4  
583

Acc. No.

25145

Late fine rate :-

- (1) Ordinary Book 5 p. per day
- (2) TBS Book 25 p. per day
- (3) Over night Book 1 Re. per day

---

--	--	--



# ہفتاد و گویا

۱۱

سیمہ سوم

مستطیل و مربع و گویا  
مستطیل و مربع و گویا  
مستطیل و مربع و گویا



مستطیل و مربع و گویا  
مستطیل و مربع و گویا  
مستطیل و مربع و گویا

کتابخانه مرکزی

(جلد حق محفوظ ہیں)

کتابخانه مرکزی

## فہرست مضامین حصہ سوم واقعات دارالحکومت دہلی

باب	مضمون	صفحہ	تاصغہ
۱	۲	۳	۴
	اتماس ص ۱۱ - قطعہ تاریخ حکیم لطیف احمد صاحب (۳) - پہلا ہلالی سے قبل کوٹے کی منڈی (۴) - انگیزوں کی مسجد ص ۱۲ - چوتھے والوں کا گنبد - نئی بنی ہوئی مسجد - شیر اعلیٰ کی باغیچہ - راجہ بھورام کا بارخ - (۵) لیڈی ہارڈنگ کا طبیعہ کالج ص ۱۳ - گورنگ ہاؤسی کی رپورٹ ص ۱۴ - کالج کے حالات ص ۱۵ - امتحانات ص ۱۶ - سٹاف ص ۱۷ - طالبات (۱۸) ہاسپٹل کی رپورٹ ص ۱۹ - میڈیکل سٹاف ص ۲۰ - ایک اور چھوٹی مسجد ص ۲۱ گلشن شاہ صاحب کا مزار ص ۲۲ - درگاہ حضرت عبدالسلام اور مسجد - - ماع خانہ ص ۲۳ - چوکھنڈی ص ۲۴ - سنگ مرمر کی دوسری چوکھنڈی (۱۹) شمس العمارتشی ڈکار الدخاں کی قبر ص ۲۵ - دوسرے دو کتبے - مسجد (۲۰) ہنومان جی کا مندر ص ۲۶ - گینش کی گٹھی کا برج - راجہ کے بازار کی مسجد (۲۱) کھنڈیل وال جینیوں کا بڑا مندر ص ۲۷ - شوالا - تال کٹورا (۲۲) اگر وال جینیوں کا چھوٹا مندر (۲۳) مہا دیو کا شوالا - نسیان کا مٹھ (۲۴) جتر منتر ص ۲۵ - رکاب گنج حال مادھو گنج (۲۵) ٹیلے پر کی مسجد ص ۲۶ - نئی چھاؤنی کی مسجد - ایک نامعلوم گنبد گٹھی دلی دروازے سے قطب روڈ کی عمارتیں (۲۷) گھوگس پھوٹی مسجد (۲۸) اگر سین کی باولی اور مسجد ص ۲۹ - مسجد (۲۹) محل جگمہا ہر ص ۳۰ - مسجد سی پائنت - سی پائنت اور اکس پائنت (۳۰) ایک دھکا ہٹا ٹیلہ ص ۳۱ - قطب روڈ اور ریلوے لین کے بیچ کے میدان کی عمارتیں (۳۱) منہدم مسجد (۳۲) دوسری منہدم مسجد (۳۳) ہیجڑوں کا گنبد ص ۳۴ - اسی لین میں تیسری مسجد ص ۳۵ - منشی طوطا رام خزانچی کی حویلی (۳۶) نالی یا جام کی حویلی ص ۳۷ -	۳۲۳	۲

باب	مضمون	صفحہ	تالیف
۱	۲	۳	۴
	<p>باب پور کا ڈیرہ ٹوچ ۳۳ - برہنس سنگہ کی کچھری اور حویلی - جگتا کی حویلی (۳۷) دو گنبد ۳۳ - چھالرا باغ (۳۸) مسجد ۳۳ - باب پور سے قطب روڈ تک کی عمارتیں (۳۹) ایک عالی شان نامعلوم مسجد اور پل ۳۳ - ڈھائی محرابیں (۴۰) صفدر جنگ کا مقبرہ ۳۳ - موضع خیر پور کے حدود میں نو دھویوں کے مقبرہ (۴۱) مقبرہ سلطان محمد شاہ ۳۳ - مسجد (۵۰) خیر پور کا نامعلوم گنبد اور مسجد ۳۳ - گنبد کے چاروں دروازوں کے کتبے ۳۳ - مسجد کے اندر کے کتبے پہلے درے اندر دوسرے درے اندر تیسرے درے اندر (۵۳) چوتھے درے اندر پانچویں درے اندر پہلی محراب کے بیرونی رخ پر (۵۴) مسجد کی روکار کے پانچوں دروں کے کتبے ۳۳ کا شانی ٹیلیوں والا نامعلوم عالی شان گنبد (۵۵) سکندر لودھی کا مقبرہ اور مسجد ۳۳ - باولی - بانچی پوری اور دونا معلوم گنبد (۵۸) کریلا ۳۳ - ماہ خانم کی قبر ۳۳ - غالب اشرف بیگ کی قبر (۶۰) - شاہ مرداں یا علی جی یا علی گنج ۳۳ علی گنج کا شمالی صدر وازہ (۶۱) مسجد ۳۳ - کنواں اور شیرھی دار باولی قلعہ کا دروازہ (۲۵۹) برس کی ایک پرانی قبر (۶۲) کوکا کی مسجد ۳۳ - درگاہ حضرت سید عارف علی شاہ صاحب عرف چٹے بٹے کی درگاہ ۳۳ قطعہ تاریخ وصال (۶۴) درگاہ قدم مبارک ۳۳ - برج کاسہ حضرت فاطمہ (۶۵) جہاز ۳۳ - نواب ابراہیم بیگ خاں کی قبر (۶۶) درگاہ کے احاطے کے اندر مسجد ۳۳ - سنگ مرمر کا پہلا چوترا چار قبروں کے کتبے (۶۷) امر کو مرزا صاحب کے بزرگوں کی پڑواڑ ۳۳ - ایک سدرہ دالان (۶۸) مہر النساء بیگم کی چوکنڈی ۳۳ - شاہ نعمت الہی کی چوکنڈی ۳۳ مجلس خانہ ۳۳ - مجلس خانے کے اندر کی قبروں کے کتبے ۳۳ - عیسیٰ خاں کی بانچی ۳۳ - علی گنج کی فیصل (۶۷) نوا</p>		

باب	مضمون	صفحہ	تصفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>مرزا نجات خان کا مقبرہ ۲۹ - نجات خاں کی قبر کا کتبہ (۷۹) - نجات کی بیٹی کی قبر کا کتبہ ۳۹ - شہر مبارک آباد ۳۱ - سلطان مبارک شاہ ثانی کا مقبرہ ۳۴ - تین جیاں اور باغی مسجد (۸۵) تبرج (۸۶) کالا گنبد ۳۵ - گھاسنوالی گری چھوٹا گنبد (۸۷) مقبرے کے باہر کتبہ ۳۶ - گنبد کے اندر کے کتبے (۸۸) بڑا گنبد ۳۷ - دریا خاں کی درگاہ (۸۹) محراب پور کا نامعلوم گنبد ۳۸ - یوسف سرائے (۹۰) مکتبہ کی مسجد ۳۹ - درگاہ حضرت روشن چراغ دہلی ۴۰ - دونا معلوم گنبد ۴۱ جلال الدین خلجی کی ناقام مسجد (۹۹) مقبرہ سلطان بہلول لودھی ۴۲ گیارہویں (۱۰۰) مزار - سرنالہ ۴۳ - بھوٹا گنبد ۴۴ - ست پلہ ۴۵ - کھڑکی کی مسجد ۴۶ - درگاہ شیخ یوسف قتال (۱۰۶) لاف گنبد یعنی مقبرہ کبیر الدین اولیا ۴۷ - مسروق کا مقبرہ ۴۸ - دو حیات پورائیں (۱۰۷) دو برہی مسجد ۴۹ - درگاہ حضرت شیخ صلاح الدین ۵۰ - میں نے کیا دیکھا ۵۱ - درگاہ شیخ علاء الدین ۵۲ - چوکھنڈی مدرسہ مدرسہ ایک پراقی مسجد (۱۱۲) بارہ کھمبا - اکیس دری - کالا گنبد اور حمام (۱۱۳) شکر خاں کا مقبرہ (۱۱۴) پنج برجہ زمر و پور کپڑا - پہلا برج (۱۱۵) دوسرا برج ۵۳ - تیسرا چوتھا پانچواں برج - بستی خاں کی باؤلی - مسجد دروازہ اور مقبرہ (۱۱۶) باؤلی (۱۱۷) مسجد ۵۴ - دروازہ (۱۱۸) بستی خاں کا مقبرہ ۵۵ - ایک منہدم مسجد ۵۶ - ایک چھوٹی سی مسجد - شیخ علی کی گتھی دولت بیگ کا باغ (۱۲۱) ایک ہشت پہل برہی ۵۷ - دو طرفہ عمارات کے کھنڈر (۱۲۲) بیوی باندی کا گنبد ۵۸ - ایک محراب کھنڈ (۱۲۳) ایک نفیس محل نامقبرہ ۵۹ - باجی والی گتھی ۶۰ - کھنڈ پیر کا برج ایک پختہ کھواں اور حمام (۱۲۵) بے قیمت کی مسجد - بیوتا - گری اور دو چوتھ (۱۲۶) ایک برج کی مسجد ۶۱ - ایک نامعلوم برج ایک</p>		

باب	مضمون	اصولہ	تصفحہ
۱	۲	۳	۴
	<p>نامعلوم گنبد۔ خاص خاص کے گرد و قراچ کے متعدد مقبرے (۱۲۷) کھڑے  کی حدود کے مقبرے (۱۲۷) بیوی ہانڈی کے مقبرے ۱۲۷ - بارہ کھمیا  ستیوں کے وسط (۱۲۸) گزری اور دو نامعلوم گنبد (۱۲۹) گنبد شیخ  یعنی شیخ شہاب الدین تاج خاں اور سلطان ابوسعید کا مقبرہ ۱۲۹ - قاتی  مسجد ایک اور قاتی مسجد توپوں والا گنبد (۱۳۰) حوض علانی یا حوض خاص  اور مدرسہ ۱۳۱ - فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ ۱۳۱ - حوض خاص کی او۔  عجارتیں (۱۳۵) دو گنبد (۱۳۵) مدرسے کے مکانات ۱۳۵ - فیروز شاہ  کے مقبرے کے شرقی چاروں طرف کے برج و دالان (۱۳۶) تالاب کے کنار  کی مسجد ۱۳۶ - نگینہ گشتی بجلی خاں کا گنبد (۱۳۷) پھول گنبد حاجی لنگیا کا  مقبرہ اور مسجد ایک ہی - موضع منیر کے حدود کے گنبد قاتی  (۱۳۸) - موضع منیر کے گنبد - بستی کا اندر والا گنبد (۱۳۹) مولوی  پہاڑی کے چار گنبد ۱۳۹ - وزیر کے مقبروں کا گروپ - دو قاتی  مسجدیں (۱۴۰) موضع محمد پور کے تین مقبرے (۱۴۰) محمد خاں  کا مقبرہ ۱۴۰ - گاؤں کے اندر ایک اور گنبد اور مسجد - ایک اور گنبد (۱۴۱)  ہمایوں پور کا مقبرہ - موضع کھڑک (۱۴۲) مسجد ۱۴۲ - دروازہ فصیح  نبلی مسجد (۱۴۳) عید گاہ (۱۴۵) عید گاہ کے پیچھے کی دو عمارتیں ۱۴۵ -  ایک برج اور قاتی مسجد (۱۴۶) شاہ پور - ۱۴۶ - چوکھنڈی اور مسجد  حضرت نذوم سہواری ۱۴۶ - بیگم پور کی عمارتیں - ہر دم خیالی کی  درگاہ (۱۴۹) بیگم پور کی مسجد ۱۴۹ - مقبرہ شیخ فرید بخاری ۱۵۱ - منگلہ  اور چھوٹی بارہ درسی (۱۵۲) بارہ کھمیا اونٹنی کوٹھی ۱۵۲ - بچے منڈلی یا  بیڑی منزل یا بدیع منزل ۱۵۲ - بچے منڈلی کے واسن میں ایک مسجد ۱۵۲ -  کالوہرے کی مسجد (۱۵۵) شیخ ضیاء الدین رومی کا گنبد ۱۵۵ - اٹھ جہی  یا بی بی نسیہ ۱۵۵ - بی بی فاطمہ سام کا حال ۱۵۵ - حضرت نجیب الدین متوکل</p>		

باب	مضمون	صفحہ	صفحہ
۱	۲	۳	۴
	کی درگاہ اور مسجد ۱۵۹ - شیخ عین الدین قصاب کی قبر قاتی مسجد اور گنبد (۱۶۰) درگاہ پیچہ شریف ۱۶۱ - موضع اڑھ چنی کا کتبہ ۱۶۱ - مسجد جامع یا قوت الاسلام ۱۶۵ - سلطان التمش کے عہد کی توسیعات ۱۶۵ - سلطان علاء الدین خلجی کی توسیعات ۱۶۸ - علائی دروازہ ۱۶۸ - مغرطی محراب کا کتبہ ۱۶۸ - جنوبی محراب کا کتبہ ۱۶۸ - شرقی محراب کا کتبہ ۱۶۸ - قطب صاحب کی لاٹ ۱۶۸ - پہلی سطر (۱۸۸) دوسری سطر ۱۶۹ - تیسری سطر ۱۶۹ - چوتھی سطر ۱۶۹ - پانچویں سطر ۱۶۹ - چھٹی سطر پہلے کھنڈ کے دروازے پر کا کتبہ (۱۶۲) دروازے کے پاس کا ایک اور کتبہ ۱۶۲ - دوسرا کھنڈ ۱۶۲ - پہلی سطر - دوسری سطر - کتبہ بالائے دروازہ درجہ دوم (۱۶۴) تیسرا کھنڈ ۱۶۴ - کتبہ بالائے دروازہ درجہ سوم - کتبہ برپاؤ کے دروازہ درجہ سوم - چوتھا کھنڈ (۱۶۵) - پانچواں کھنڈ (۱۶۶) - چھٹا کھنڈ ۱۶۶ - ساتواں کھنڈ ۱۶۶ - لاٹ ہندو نقطہ خیال سے ۱۶۶ - مسٹر کننگھم اور مسٹر بگلر کا اختلاف رائے کے بعد قول فیصل ۱۶۶ - مسٹر بگلر کی رپورٹ پر جنرل صاحب کے ریمارک ۱۶۶ - مسٹر بگلر کا آخری نوٹ ۱۶۶ - جنرل صاحب کا آخری نوٹ (۲۱۶) ادھوری لاٹ ۲۱۶ - عام حالات ۲۱۶ - امام ضامن کا مقبرہ ۲۱۹ - آرنی ستون یا نوپے کی لاٹ ۲۲۰ - کتبہ بزبان سنسکرت (۲۲۰) سرسید کا اردو ترجمہ (۲۲۰) ڈاکٹر نیپ کے انگریزی ترجمے کی اردو ۲۲۸ - ڈاکٹر بھٹاؤ داجی کے انگریزی ترجمے کی اردو ۲۲۹ - ترجمہ پنڈت بانگے راجی صاحب دہلوی (۲۳۲) سلطان شمس الدین التمش کی قبر ۲۳۳ - تعویذ قبر ۲۳۳ - مسجد قوت الاسلام کی شکستہ محرابوں پر کے کتبے ۲۳۴ - تین بڑی شکستہ محرابوں پر کے کتبے (۲۳۸) - سوا چار محرابوں پر کے کتبے ۲۳۸ -		



باب	مضمون	صفحہ
۱	۲	۳
	<p>بقیہ سلطان علاء الدین خلجی ۲۳۹ - ادبم خاں کا مقبرہ یا بھولہ علی</p> <p>اور مسجد ۲۴۱ - ادبم خاں کے بھائی کا مقبرہ - عمر خاں کا مقبرہ -</p> <p>طاس صاحب کی شکار گاہ (۲۴۵) - کوٹھی و لکشا ۲۴۶ -</p> <p>جوگ مایہ کامندر ۲۴۷ - راجوں کی بائیں (باولی) اور مسجد ۲۴۸ -</p> <p>دو برج (۲۴۹) مولنا جہالی اور کمالی کی درگاہ اور مسجد ۲۵۰ -</p> <p>سنگ سرخ کی چوکھنڈی - دوسرا احاطہ (۲۵۵) مسجد ۲۵۶ -</p> <p>ایک برج (۲۵۶) حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رم کی درگاہ</p> <p>۲۵۷ - دروازہ متصل مجلس خانہ ۲۵۸ - دروازہ کی جانب احاطہ</p> <p>تذکوت (۲۶۳) نوابان جھمر کی ہڑواڑ ۲۶۴ - شاکر خاں کا دروازہ (۲۶۵)</p> <p>خواجہ نور المظاہر کی قبر ۲۶۶ - مراد بخش کا حجر (۲۶۷) شاکر خاں</p> <p>کی مسجد (۲۶۸) مولنا فخر الدین کا مزار ۲۶۹ - دوا در مزار علی خانہ (۲۶۸)</p> <p>ضابطہ خاں کی قبر ۲۷۰ - سماع خانے کے صحن کی دوسری قبریں (۲۶۹)</p> <p>نواب علاء الدین خاں کی ہڑواڑ ۲۷۱ - فرخ سیر بادشاہ کا دروازہ مسجد</p> <p>کا کپڑا (۲۷۰) قاضی حمید الدین ناگوری کا مزار ۲۷۲ - باندے کے نوابوں</p> <p>کی ہڑواڑ (۲۷۱) حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کی تعمیر کردہ مسجد ۲۷۲ -</p> <p>قطب صاحب کی مسجد ۲۷۳ - صحن مسجد کی قبور ۲۷۴ - منی جنبل کا مزار</p> <p>احاطہ اولاد فرخ سیر (۲۷۳) حافظ داؤد کی باولی ۲۷۴ - موتی مسجد ۲۷۵ -</p> <p>شاہ عالم بہادر شاہ کا حجر ۲۷۶ - شاہ عالم ثانی کی قبر (۲۷۷) اکبر شاہ ثانی</p> <p>کی قبر (۲۷۸) صرف سردایہ ۲۷۹ - شاہ آبادی بیگم کی قبر (۲۷۹) -</p> <p>حضرت خواجہ صاحب کے بعض حالات ۲۸۰ - عزالت اور وفات ۲۸۱ -</p> <p>خواجہ صاحب کی درگاہ کے باہر کی عمارتیں (۲۸۲) بادشاہی دروازہ</p> <p>۲۸۳ - مرے شاہی ۲۸۴ - شیخ سلیمان دیہوی کا مقبرہ - مینا بازار اور</p> <p>باولی (۲۸۵) مسجد و مکان حکیم احسن الدخاں ۲۸۶ - گندھک کی باولی</p>	

باب	مضمون	صفحہ	تصغیر
۱	۲	۳	۴
	<p>بسنقی دروازے کے سامنے کے دو نقارخانے ۲۸۹ - راجوں کی بائیں کے پاس کا ایک اور مقبرہ (۲۹۰) ناظر کا باغ ۲۹۱ - بیچ کی بارہ دری ۲۹۱ - مشرق کی طرف کا بیچ در (۲۹۲) جنوب کی طرف کا بیچ در ۲۹۲ - مولانا محمد الدین حاجی رحمہ کا مزار اور مسجد ۲۹۳ - پاس پاس دو گنبد اور ایک قناتی مسجد ۲۹۴ - قناتی مسجد ۲۹۴ - چھترہ (۲۹۶) مکانات جانب غرب ۲۹۶ - مکانات جانب شمال ۲۹۶ - مکانات جانب جنوب - مکانات جانب مشرق (۲۹۹) دریاں ۲۹۹ - چھوٹے والوں کی سیر ۳۰۰ - گورگاہوں کی سڑک پر کی عمارتیں (۳۰۱) بادشاہ پندرہ سرائے (۳۰۱) جہاز محل یا لال محل یا شیش محل ۳۰۱ - بارہ درہ - گورگاہوں کی مسجد (۳۰۳) اولیاء ۳۰۳ - مقبرہ شیخ عبدالحی محمد علی بیگ ۳۰۳ - خانقاہ سیدنا محمد صاحب رحمہ (۳۰۴) حوض شمسی ۳۰۴ - مولانا وجیہ الدین پانچولی کا مزار ۳۰۴ - شیخ آدھن دہلوی کا مزار - چہل تن چہل سن (۳۱۱) شہرچ یادشت محل ۳۱۱ - دونامعلوم مقبرے (۳۱۲) بڑا دروازوں کا جمع غفر ۳۱۲ - قلعہ راجی پھورا ۳۱۲ - بابا حاجی روزیہ کا مزار (۳۱۲) شیخ شہاب الدین عاشق رحمہ کا مزار ۳۱۲ - بنی بی سرخ بے نام کا مزار عیدگاہ شمس الدین التمش - اوجہ الدین کرمانی - چہل بیہیوں کے مزار - جنادرہ پتیاں - شیخ جلال الدین قمری - تالاب پیراں (۳۲۳) بصیر کی چٹنکی (۳۲۴) چھوٹا ناصرہ ۳۲۴ - قصر سفید ۳۲۴ - کوشک فیروز می ۳۲۴ - کوشک سبز (۳۲۴) کوشک لعل یا قلعہ مژن یادار الامان اور شاہ غیاث الدین بلبن کی قبر ۳۲۴ - لال کوٹ ۳۲۴ - انیک تالی (۳۲۴) انیک پور ۳۲۴ - سورج کنڈ ۳۲۴ - قلعہ تاریخ شہانہ محمد چند اصیغی صاحب (۳۲۶) قلعہ سزرغن قلعہ علاول</p>		

۱/۱۱۱  
پہلوں والے

۱/۱۱  
۱/۱۱

۱/۱۱

۱/۱۱

۱/۱۱



باب	مضمون	صفحہ	صفحہ
۱	۲	۳	۴
(دوسرا)	۳۳۴ - قصر نزارستون ۳۳۴ - جہاں پناہ ۳۳۴ - باد منڈل (۳۳۲) ۳۳۴ - دوسرا باب سلطان غاری مقبرہ سلطان غاری ۳۳۴ - بہشت ۳۳۴ - ورہ ۳۳۴ - منہدم مکانات - بڑی مسجد (۳۵۳) و محلوں کے کھنڈ ۳۳۴ رکن الدین فیروز شاہ اور معز الدین بہرام شاہ کے مقبرے ۳۳۴ -	۳۳۲	۳۵۶
(تیسرا)	۳۵۶ - تیسرا باب قطب صاحب سے تغلق آباد - حضرت قطب صاحب کا چلہ ۳۵۶ - لاڈ و سراسر عرف چندال پور (۳۵۵) شیخ شہاب الدین کی مسجد ۳۵۶ - شیخ مخدوم حیدر کا مقبرہ (۳۶۰) سید العجائب یاسید الحجاب ۳۶۱ - قلعہ اور شہر تغلق آباد ۳۶۱ - مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ ۳۶۵ - مقبرے کے دروازے کے پاس کا نامعلوم مقبرہ ۳۶۵ - فصیل مقبرہ ۳۶۶ - مقبرے کا پل ۳۶۶ - عادل آباد یا محمد آباد یا عمارت ہزار ستون ۳۶۶ - ستیوں کے مٹھ (۳۸) حصہ سوم تمام ہوا -	۳۵۶	۳۸۰
ضمیمہ (۱)	۳۸۱ - ضمیمہ اول فرامین شاہی و غیرہ فرمان سلطان علاء الدین خلجی بنام راجہ رتن سین راجہ چٹوڑ (۳۸۱) عرطی جوابی راجہ رتن سین عرضداشت خان اعظم مرزا کو کلتاش درجواب فرمان اکبر بادشاہ کہ از مکہ معظمہ فرستادہ ہو و منقول از دربار اکبری ۳۸۱ - فرمان شہنشاہ جہانگیر ۳۸۱ - فرمان شہنشاہ شاہ جہاں ۳۸۱ - فرمان شاہزادہ داراشکوہ سوسومہ راجہ ٹوڈرمل ۳۸۱ - فرمان عالمگیری ۳۸۱ - فرمان علی عادل شاہ ثانی (۳۸۸) ششور شہنشاہ اورنگ زیب (۳۸۹) - فرمان اورنگ زیب (۳۹۰) فرمان اورنگ زیب ۳۹۱ - سند مطلق محمد شاہ بادشاہ (۳۹۱) فرمان محمد شاہ بادشاہ (۳۹۲) سند مطلق نام نجیب الدولہ ۳۹۲ - فرمان شاہ عالم ثانی (۳۹۵) نکاح نامہ مرزا شہاب الدین و مداری بیگم ۳۹۵ خط فارسی من جانب لارڈ مینٹون نام مہاراجہ رنجیت سنگھ ۳۹۵ - لارڈ اکھینڈ کا انگریزی خط اکبر شاہ ثانی کے نام مع ترجمہ ۳۹۹ - فرمان مطلق	۳۸۱	۴۱۲

باب	مضمون	صفحہ	صفحہ
۶	<p>۱۹ اکبر شاہ ثانی ۱۵۵۵ء - تصدیق نامہ ۱۵۵۵ء - سرچارلس مکنان کا خط تحریر  انگریزی مع ترجمہ ۱۵۵۵ء - خط فارسی لارڈ آئن براموسومہ بہادر شاہ ثانی  بادشاہ (۱۵۶۶ء) خط بہادر شاہ بادشاہ موسومہ ملکہ مغظمہ کو ملین و کٹوریا  ۱۵۵۵ء - خط انگریزی لارڈ کالون موسومہ بہادر شاہ بادشاہ مع ترجمہ  ۱۵۵۵ء - سہ قطعات تاریخی نوشتہ مولوی محمد عبدالحکیم صاحب (۱۵۱۲ء)</p>	۳۰	۳۰
ضمیمہ (۲)	<p>ضمیمہ دوم - قیصر ہند ملکہ مغظمہ و کٹوریا دی گڈ آنجنائی کے مختصر حالات  پیدائش (۱۵۱۴ء) تخت نشینی ۱۵۱۹ء - شادی سمیت آبادی ۱۵۱۶ء -  پرنس کنسٹ کا انتقال ۱۵۱۶ء - ولی عہد کی خطرناک علالت اور دیگر حوادث  ۱۵۱۶ء - اتفاقی حوادث ۱۵۱۶ء - اولاد ۱۵۱۶ء - ٹیوک آف یارک کی  شادی (۱۵۲۳ء) کچھ بچپن کی چٹپٹی باتیں ۱۵۱۶ء - ملکہ کی کام کی ہمت  (۱۵۲۴ء) انوار کادون ۱۵۱۶ء - قصاص کا حکم ۱۵۱۶ء - زخمیوں سے  بمدر دی ۱۵۱۶ء - کچھ خوشی کی باتیں (۱۵۲۳ء) قیصر ہند کا خطاب (۱۵۲۳ء)  جولائی ۱۵۱۶ء - دوسرے سلاطین ہم عصر سے طرز مراسلت (۱۵۲۳ء) ہندو  پر مہر کی نظر ۱۵۱۶ء - زندگی کے آخری دن ۱۵۱۶ء - آخری حالت اور وفات  حسرت آیات ۱۵۱۶ء - حضور عالیہ کے جانشین ۱۵۱۶ء - ہندوستان  میں ماتم ۱۵۱۶ء - وائسرائے کا تار مع جواب ۱۵۱۶ء - تجہیز و تکفین  ۱۵۱۶ء - ضمیمہ دوم ختم ہوا (۱۵۱۶ء) قطعہ تاریخ نوشتہ حافظ محمد حسین  صاحب (۱۵۱۶ء) ضمیمہ سوم شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم (ایڈورڈ وی)</p>	۳۱۳	۳۱۱
ضمیمہ (۳)	<p>پہلیں میکیک کے حالات - شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے حالات (۱۵۲۳ء) تعلیم  و تربیت ۱۵۱۶ء - سپاہیانہ زندگی ۱۵۱۶ء - شادی ۱۵۱۶ء - زندگی اور  موت کے سچے میں ۱۵۱۶ء - سفر و سیاحت ۱۵۱۶ء - آپ کی اولادیں  ۱۵۱۶ء - شہنشاہ و عبادت (۱۵۲۳ء) پابندی مضابطہ (۱۵۲۳ء) -  یہ ایک چھوٹا اور پرستی آف ویلز ہے - نئی پرانی چھوٹا کالیفرنیا</p>	۳۱۴	۳۱۲

باب	صفحہ	صفحہ	مضمون
۱	۳	۳	۲
			<p>(۴۴) تاج پوشی ۱۰۱۲ھ - حضور کی نگہبانی علالت اور عین وقت پر          جشن کا التوا ۱۰۱۳ھ - تاج پوشی کا مبارک دن ۱۰۱۳ھ - مراسم تاج پوشی          (۴۵) بادشاہ سلامت کا پیام رعایا کے نام - قصر آسبورن کا قوم کو          عطا کیا جانا - قوم کی طرف سے چوبیس لاکھ کا پیشکش - ہندوستانی روساء          کی باریلی (۴۵۹) ہندی فوج کا سلام - حوری رویو - پرس آف ویلز کا          ہندوستان بھیجنا - (۴۶۰) پیام شاہی ۱۰۱۳ھ - انتقال پر ملال (۴۶۱)          ملکہ معظمہ انگریزوں کا قوم سے درد بھر خطاب بزبان انگریزی مع ترجمہ          ۱۰۱۳ھ - تجیز و تدفین ۱۰۱۳ھ - پیام ملک معظمہ جارج پنجم (۴۶۰) ایام          ماتم (۴۶۱) پارلیمنٹ میں سب سے پہلی تقریر ۱۰۱۳ھ -          ضمیمہ چہارم - ملک معظمہ جارج پنجم و ام سلطنت کے مختصر حالات          ابتدائی حالات ۱۰۱۳ھ - اسٹولیف یعنی کاروباری زندگی ۱۰۱۳ھ -          شہزادہ ایلبرٹ و کٹر کا انتقال اور پرس جارج کی ولی عہدی ۱۰۱۳ھ -          شادی ۱۰۱۳ھ - حضور ملکہ معظمہ کا اعلان ۱۰۱۳ھ - اولاد (۴۶۲)          شادی سے ولی عہدی تک ۱۰۱۳ھ - ولی عہد کی حیثیت سے ہندوستان          کی سیاحت ۱۰۱۳ھ - ذاتی حالات ۱۰۱۳ھ - اعلان شاہی و بارہ تقریر          تاج پوشی ۱۰۱۳ھ - شہزادہ کا پیغام شاہی و جانب ملک معظمہ جارج پنجم ۱۰۱۳ھ - اعلان شاہی          ۱۹۱۹ء - ضمیمہ چہارم تمام جولاء ۱۹۰۶ء خاتمہ ۱۰۱۳ھ - انگریزی سلطنت کے بعض تاریخی          واقعات ۱۰۱۳ھ - گورنر جنرل صاحبان کی فہرست ۱۰۱۳ھ - انگلستان کے بادشاہوں کی          فہرست ۱۰۱۳ھ - نظم ۱۰۱۳ھ - فہرست آن اردو و فارسی کتابوں کی جن مدلی گئی          فہرست آن انگریزی کتابوں کی جن سے مدلی گئی ۱۰۱۳ھ - تقاریر          اور قطعات تاریخی ۱۰۱۳ھ - حصہ سوم مع ضمیموں کے ختم ہوا (۴۶۳) نقد          فہرست نقشہ جات عمارات و غیرہ بہ قید صفحہ          لیڈی بارونک زنانہ ٹریکل کالج کا دروازہ (۵) - بکتر منتر یعنی حوسنگ کی جگہ - جنت سفیاس</p>

مقبورہ محمد دوم بمقبرہ قوسی دواڑہ العظام - مقبرہ دواڑہ النمل (۶۳۳) - مقبرہ جنگ کا مقبرہ (۶۴۰) - مقبرہ  
 فیروز - مقبرہ محمد شاہ لودھی (۶۹۹) - مقبرہ نور کا نامہ حاج محمد اور مسجد (۵۰) - مقبرہ سلطان سکند  
 لودھی (۵۵) - شاہ مردان (۶۰) - سلطان مبارک شاہ ثانی کا مقبرہ (۸۲) - مقبرہ (۸۶) - مقبرہ  
 کی مسجد (۹۰) - درگاہ حضرت روشن چراغ دہلی (۹۱) - نقشہ دروازہ درگاہ (۹۳) - مقبرہ سلطان  
 بہلول لودھی (۹۹) - مزار سرنالہ (۱۰۰) - شہت پلہ (۱۰۲) - کھڑکی کی مسجد (۱۰۴) - درگاہ شیخ  
 یوسف قتال (۱۰۶) - درگاہ شیخ صلاح الدین (۱۰۹) - مقبرہ لنگر خاں پنج برجہ نیم دیو پور (۱۱۲) - مقبرہ  
 باوڑی (۱۱۶) - فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ (۱۳۲) - بچے منڈل یا بدیع منزل (۱۵۳) - قلعہ شرقی مسجد  
 قوۃ الاسلام یعنی اصل بیت خانہ راجہ پتھورا (۱۶۵) - دروازہ شرقی مسجد قوۃ الاسلام (۱۶۶) - دواڑہ  
 شمالی مسجد قوۃ الاسلام (۱۶۸) - توسیعات مسجد قوۃ الاسلام (۱۷۵) - درجہ سوم مسجد قوۃ الاسلام -  
 درجہ اول مسجد قوۃ الاسلام (۱۷۷) - قطب صاحب کی لاٹ (۱۸۵) - آویٹھوری لاٹ (۱۸۶) - درگاہ  
 امام خاسن (۲۱۹) - درجہ دوم مسجد قوۃ الاسلام مع آہنی ستون یا لوہے کی لاٹ کے (۲۲۰) -  
 مقبرہ سلطان شمس الدین التمش (۲۳۳) - مقبرہ سلطان علاء الدین خلجی (۲۳۹) - درجہ خاں  
 کا مقبرہ یا بھول بھلیاں (۲۴۱) - کوٹھی دکنشا صاحب کلاں بہادر (۲۴۵) - جوگ مایا کا مندر (۲۴۶)  
 راجوں کی بابیں (۲۴۸) - درگاہ مولنا جمالی مسجد و گاہ مولنا جمالی (۲۵۰) - حضرت قطب صاحب  
 کی درگاہ (۲۵۶) - دروازہ ہاسے درگاہ (۲۶۲) - مسجد اور حافظ داؤد کی باولی (۲۶۴) - موتی مسجد  
 (۲۷۵) - شاہ عالم ہیا در شاہ کا حجر (۲۷۶) - مسجد و مکان حکیم احسن الدخاں (۲۸۸) - بلخ ناظر (۲۹۰)  
 حجر (۲۹۶) - درگاہ حضرت شیخ عبدالحق (۳۰۲) - حوض شمسی (۳۰۷) - قلعہ راجہ پتھورا نقشہ قلعہ  
 راجہ پتھورا (۳۱۴) - مقبرہ سلطان غیاث الدین بلبن (۳۱۶) - مقبرہ راجہ ستون (۳۲۰) - مقبرہ  
 سلطان غازی (۳۴۵) - دروازہ سلطان محمود غوری غازی (۳۵۲) - شہر تغلق آباد (۳۶۲)  
 قلعہ تغلق آباد (۳۶۴) - مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ برج مقبرہ - برج کا اندرونی حصہ  
 (۳۶۸) - مقبرے کا پیل (۳۷۷) - ستیوں کے محلہ (۳۸۰) - ہاف ٹون فوٹو فرمان اورنگ آباد  
 شور پور (۳۸۵) - ہاف ٹون فوٹو فرمان علی عادل شاہ ثانی (۳۸۸) - شہزادہ ولیز (۳۸۹)

### غلط نامہ

کاتب بالعموم جیسے کہ سواد ہوتے ہیں محتاج بیان نہیں ان میں بھی جو جتنے زیادہ خوش قلم  
 آئے ہیں زیادہ پر تم - کاتب کتابت کی دھن میں عبارت کی طرف توجہ نہیں کرتا - پردن

کی غلطیاں سنگ ساز کے سرکاری ہیں ابر سہڑ بنا بنو چھٹی پائی۔ بہر حال اسباب کچھ بھی ہیں غلطیاں بہت رہ جاتی ہیں۔ لوگ ایچ شکلات پر تو نظر کرتے نہیں کتاب کو دعتہ ضرورت لگاتا ہے اگر غلط نامہ غور سے بنایا جائے تو ناظرین اکتا جائیں۔ چھوٹی چھوٹی غلطیاں نوں غنتہ میں نقطہ دینے ایک آدھ نقطہ یا کہیں کہیں شوشہ یا مرکز چٹ کر جانے کی نظر انداز کی گئی ہیں کہ سیاق عبارت اور طرز کتابت و نوں رہ نمائی کرتے ہیں باقی رہیں بڑی بڑی غلطیاں جن سے نفس کتاب کے مضمون پر اثر پڑتا ہو ان کو کسی طرح ویدہ و دانستہ چھوڑنا نہیں چاہئے ہاں میری ہی نظر ان پر نہ پڑے تو دوسری بات ہے۔ متوقع ہوں کہ ناظرین باتمکین اگر اس کتاب کو اس طرح ملاحظہ فرماتے ہیں جس طرح کہ ایک تاریخ کی کتاب کو نظر غائر سے دیکھنا چاہیئے تب ضرور ہر کہ کتاب شروع کرنے سے پہلے ان غلطیوں کو درست فرمالیں اور اگر محض قصہ کہانی سمجھ کر سرسری نظر مد نظر ہو تو یہ غلطیاں تو درکنار اتنی ہی اور بچوں تو بھی۔ ایں ہم برسر علم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳	۱۵	دُوت	دُوت	۱۶	۲	جائیں لے	جائیں گے
۱۹	۱۹	حر رکھے	حر رکھے	۲۳	۶	مطرہ	مطرہ
۲	آخر	بج	بج	۱۶	۱۶	مسجد	مسجد
۷	۷	رغبت	رغبت	۲۱	۲۱	دوائر العطل	دوائر العطل
۸	۸	کشتش	کشتش	۲۴	۱	سمت مینہ	سمت منتر
۱۱	۱۲	قطع	قطع	۲۶	۷	کے	کے
۱۱	۷	اسی	اسی	۳۰	۲۱	لشانات	لشانات
۱۵	۱۵	صیغہ	صیغہ	۳۳	۷	تھوا	تھوا
۱۹	۱۹	تھیر	تھیر	۳۸	۳	او	اور
۱۴	۱۴	جو تیر	جو تیر	۴۰	۳	صرح	صرح
۸	۸	چیتا ش	چیتا ش	۱۱	۱۱	کیے	کیے
۱۵	۱۵	فزیالوجی	فزیالوجی	۴۲	۶	بریں	بریں
۱۵	۱۵	حالات	حالات	۱۶	۱۶	اویچی	اویچی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۴۲	۱۳	نقش	نقش	۹۰	۸	ہوایا	ہوایا-۱۲
۱۹	۱۹	زیست	زیست	۹۳	۵	علیہ	علیہ
۴۶	۵	ہیں	ہیں	۱۱	۱۱	چرمہا	چرمہا
۱۱	۱۱	بیچ محراب	بیچ کی محراب	۹۴	۶	قبریں	قبریں
۴۸	۲	حیر پور	خیر پور	۱۱	۱۱	علاقہ	علاقہ
۸	۸	چندیا	چندیا	۹۷	۳	نصیر الدین	نصیر الدین
۴۹	۲۲	ویسپاں	ویسپال پور	۱۸	۱۸	کھنڈری	کھنڈری
۵۲	۱۱	بڑھ	بڑھ کر	۱۱	۱۱	گئیں	گئیں
۵۸	۱۰	گنبد	گنبد	۹۸	۸	دستے	دستے
۸	۸	گنبدیاں	گنبدیاں	۱۶	۱۶	سے	سا
۵۹	۱۱	پلو بچتے	پلو بچتے	۲۱	۲۱	سجد	آبادی
۶۳	۱۴	ربالین	ربالین	۹۹	۱۶	شہدہ	شہدہ
۱۵	۱۵	انا	انا	۲۰	۲۰	طرف	طرف
۶۴	۱۷	دیواریں	دیواریں	۱۰۰	۲۲	تالے	تالے
۶۹	۱۲	کی بنا	کی بھی بنا	۱۰۳	۱۲	مجرایں	مجرایں
۷۳	۱۰	دوائی	دوائی	۱۸	۱۸	ہوتا تھا	ہوتا تھا
۷۴	۱۶	مرزا نجف	مرزا نجف	۱۰۴	۱۰	لے	لے
۷	۲۲	کا خاتمہ	کا بھی خاتمہ	۱۳	۱۳	فیروز شاہی	فیروز شاہی
۷۹	۱۳	ان	آں	۱۳	۱۳	۱۳۸۹ھ	۱۳۸۹ھ
۸۱	۶	۱۳۸۱-۱۳۸۲ھ	۱۳۸۱-۱۳۸۲ھ	۸	۸	۱۳۸۱ھ	۱۳۸۱ھ
۸	۱۳	کروا ڈالا	کروا ڈالا	۱۰۸	۱۲	کوکوں	کوکوں
۸۵	۲۳	کھسکی	کھسکی	۲۲	۲۲	دوبرجی	دوبرجی
۸۸	۱۰	وَلَقَدْ	وَلَقَدْ	۱۱۰	۱۶	شیخ صا	شیخ صلا
۸۹	۱۹	منقوش ہیں	منقوش ہیں	۱۱۱	۷	نفیس صوٹ	نفیس صوٹ



صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۵	۶	ولا	ویا قانجا بلا	۱۵۵	۱	لا پروائی	نلے پروائی
نمازی	نقشہ	کنگر خان	کنگر خان	۱۵۴	۱۳	با	بابا
۱۱۵	۱۲	بودہ	بودا	۱۵۸	۲	ادیان	ادیان
۱۱۰	۳	تیرھ	چڑھ	۱۵۱۰	۱۰	سید	سید
۱۳۱	۲	کھنڈ مون	کھنڈ روں	۱۱	۱۱	ود	وودرود
۱۱۵	۲۰	ہنچ	ہنچ	۱۳	۱۳	فرو	فرو
۱۲۲	۲	باقی	باقی	۱۵	۱۵	دار	دار
۱۲۳	۱۵	گزد	گزد	۳	۳	الضمرار	الضمرار
۱۱۳	۱۸	سپاٹ بوگر	سپاٹ بجر	۲۲	۲۲	ماند	ماندند
۱۱۱	۲۱	پر	پرٹ	۱۶۳	۳	(دوکان)	(دوکان)
۱۲۵	۹	بنایا	بنایا	۴	۴	سنگیت	سنگیت
۱۲۹	۵	رفیق	رفیق	۱۱	۱۱	دور	دور
۱۳۳	۷	ظاہر	ظاہر	۱۷	۱۷	اشر	اشر
۱۳۷	۲۰	ا۸	ا۸	۱۹	۱۹	زیارت	زیارت
۱۱۱	۱۱	کو	کا	۱۹۳	۱	غازی	غازی
۱۴۲	۶	کیوں	کیوں	۲	۲	باسہ	باسہ
۱۴۳	۸	وقت	وقت بائیں طرف	۵	۵	نیض	نیض
۱۴۷	۲	دودو	دو	۲۰	۲۰	لستہ	لستہ
۱۴۸	۷	یصفون	یصفون	۱۳	۱۳	اُرسی	اُرسی
۱۱۱	۲	او پچی	او پچی	۲	۲	زرہ	دہ
۱۱۱	آخر	اور	او	۱۲	۱۲	حالت	حالت میں
۱۵۱	۲۲	عدلت	عدالت	۱۶	۱۶	بار	بارہ
۱۵۲	۱۰	کچھ قبریں	ایک قبر	۱۹	۱۹	سگین	سگین
۱۵۳	۱۵	جنگ	جنگ	۱۸	۱۸	ماکیوں	پاکھوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۳	۵	جو	۲	۱۸۴	۲	۲	۲
۱۴۵	۱۸	دستے	۲	۱۸۵	۲	حسروان	حسروان
۱۴۶	۲۱	سجد	۳	۱۸۶	۳	العدل	العدل
۱۴۷	۱۲	دروازے	۱۲	۱۸۷	۱۲	وہیں	وہیں
۱۴۸	۲۲	چوکوں	۱۴	۱۸۸	۱۴	العالم	العالم
۱۴۹	۲	یہ	۱۵	۱۸۹	۱۵	المعبد	المعبد
۱۵۰	۱۶	اعلیٰ	۱۶	۱۹۰	۱۶	فی	فی
۱۵۱	۲۰	محمدی	۱۷	۱۹۱	۱۷	العمارة	العمارة
۱۵۲	۲۱	مسجد	۱۸	۱۹۲	۱۸	۱۳۸۳	۱۳۸۳
۱۵۳	۲۳	رفع فی	۱۹	۱۹۳	۱۹	برجی	برجی
۱۵۴	۲	محمد شاہ	۲۰	۱۹۴	۲۰	چکر دار	چکر دار
۱۵۵	۱۰	الخلافۃ	۲۱	۱۹۵	۲۱	اور	اور
۱۵۶	۱۰	بتوفیق ایزد	۲۲	۱۹۶	۲۲	بادشاہ	بادشاہ
۱۵۷	۱۳	اللہ	۲۳	۱۹۷	۲۳	اگر	اگر
۱۵۸	۱۵	معاہر	۲۴	۱۹۸	۲۴	بانی	بانی
۱۵۹	۱۹	قلاع	۲۵	۱۹۹	۲۵	کیا	کیا
۱۶۰	۲۰	فجرہ	۲۶	۲۰۰	۲۶	چوکوں	چوکوں
۱۶۱	۲۰	بجلال	۲۷	۲۰۱	۲۷	ان	ان
۱۶۲	۲	مشہور	۲۸	۲۰۲	۲۸	پتھیں	پتھیں
۱۶۳	۵	علاء	۲۹	۲۰۳	۲۹	آگے	آگے
۱۶۴	۶	بصدق	۳۰	۲۰۴	۳۰	بنا	بنا
۱۶۵	۱۱	بر	۳۱	۲۰۵	۳۱	کے علاوہ جو کسی	کے علاوہ جو کسی
۱۶۶	۱۱	و	۳۲	۲۰۶	۳۲	معمولی	معمولی





صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
باقی پر بعد اس کے	دوسرے بادشاہوں نے اپنے اپنے	۲۸۵	۱۶	آئم	۳	۲	آئم
ہندیش چار دیواری کو مختصر کر کے چودہ دروازے بنوا دیے	۲۸۶	۴	۲	عالم	۳	۲	عالم
۲۹۱	۱۲	روشن	روشن	۴	۴	تخت	تخت
۲۹۲	۲۳	ببازی	ببازی	۲۸۸	۲	۲۸۸	۲۸۸
۲۹۵	۱۰	دوین	دوین	۲۰	۲۰	اب	لوگ اب
۲۹۶	۱۳	چبوترتا	چبوترتا	۲۹۰	۶	طرح	طرح کے
۲۹۷	۱۷	عقل	عقل	۲۹۱	۹	دیکھا	دیکھ
۲۹۹	۲۴	رفت	رفت	۲۹۳	۵	رفت	رفت
۳۰۰	۳	کے	کی	۲۹۴	حاشیہ	حفظتہ	حفظتہ
۳۰۱	۹	اراسعی کٹر بیان	از سب کٹر بیان	۲۹۵	۲۱	۹	۹
۳۰۲	آخر	گوارا کیا	گوارا نہ کیا	۲۹۶	۹	جنت	جنت کی
۳۰۳	۷	ممراد	ممراد	۲۹۵	۱۵	نہر	نہر
۳۰۴	۱۰	اور	او	۲۹۹	۱۹	پلچھ بچھ	پلچھ بچھ
۳۰۵	۱۷	سقری	سقری	۲۰۱	۶	اوکھ	روکھ
۳۰۶	۱۸	باولی اور اور	باولی اور	۳۰۲	۲	آپ	اب
۳۰۷	۳	بہادر شاہ	شاہ عالم بہادر شاہ	۳۰۳	۲۳	کہرا	اکہرا
۳۰۸	۱۰	خمنز	جنز	۳۰۴	۷	گردانہ	گردورز
۳۰۹	۱۳	ذکریا	ذکریا	۳۰۴	۱۹	دلی	دلی
۳۱۰	۱	گشتی	گشتی	۳۰۵	۷	بنادر کے	بنادر کے لیے
۳۱۱	۲	حدیثش	حدیثش	۳۰۶	۲۳	دلی میں	آپ کی اولاد دلی میں
۳۱۲	۱۳	شوربست در	شوربست در	۳۰۵	۱۰	مدلے	مدستے
۳۱۳	۱۴	کن	کن	۳۰۶	۱۱	غریب	غریب
۳۱۴	۵	مولینا	مولینا	۳۰۷	۱۷	گفت	گفت
۳۱۵	۱۶	قوال	قوال	۳۰۸	۲۳	دآپ	آپ

صفحہ	سطر	فعل	صحیح	صحفہ	سطر	فعل	صحیح
۳۰۶	۲	روید بپنے و بڑ	۲	۱	۲۲	شمس	۳
۳۰۷	۱	آواز	۲۲۳	۲	۱	میں	۱
۳۰۹	۵	تھوڑا سا	۲۲۴	۳	۱	کہاں	۱
۳۱۰	۱۳	ہی	۲۲۵	۱۵	۱	اجاٹے	۱
۳۱۱	۱۴	بار	۲۲۶	۱۶	۱	قلعے	۱
۳۱۲	۲	سیر ہوا	۲۲۷	۱۷	۱	کے	۱
۳۱۳	۱۵	مہنگی	۲۲۸	۱۸	۱	اگرچہ	۱
۳۱۴	۲	غلیظہ	۲۲۹	۱۹	۱	میں ہیں قتل	۱
۳۱۵	۲۱	اجداں	۲۳۰	۲۰	۱	بنایا	۱
۳۱۶	۱۴	وغیرہ آں	۲۳۱	۲۱	۱	میں	۱
۳۱۷	۲	لڑا لڑا	۲۳۲	۲۲	۱	خاص میں	۱
۳۱۸	۱۳	مردور	۲۳۳	۲۳	۱	خود	۱
۳۱۹	۸	حالت میں	۲۳۴	۲۴	۱	تھی	۱
۳۲۰	۲۲	پلٹا	۲۳۵	۲۵	۱	شکم کو	۱
۳۲۱	۱۴	ساتھ	۲۳۶	۲۶	۱	تا	۱
۳۲۲	۱۱	دورو	۲۳۷	۲۷	۱	بچھ	۱
۳۲۳	۲	جاسے	۲۳۸	۲۸	۱	اندپت	۱
۳۲۴	۱۱	سے	۲۳۹	۲۹	۱	سکتا	۱
۳۲۵	۱	پہنائی	۲۴۰	۳۰	۱	ضرور شہر	۱
۳۲۶	۱۳	بنائے	۲۴۱	۳۱	۱	ہوں گے	۱
۳۲۷	۱۲	کے	۲۴۲	۳۲	۱	آباد	۱
۳۲۸	۱۴	بنائے گئے	۲۴۳	۳۳	۱	اور	۱
۳۲۹	۲۰	درست	۲۴۴	۳۴	۱	ذیل	۱
۳۳۰	۱	بھی	۲۴۵	۳۵	۱	لکھتے	۱

صغیر	سفر	نماط	صحیح	صفیہ	سط	غلط	صحیح
۳۴۴	۱۹	غازی	غازی	۳۹۶	۵	اللیام	اللیالی
۳۵۰	۲	شعبویہ	شعبوۃ	۶	۶	نما سلوا	نما سلوا
۳۵۱	۱۳	غازی	غازی	۱۳	۱۳	موبل	موبل
۳۵۲	۱۴	عزت	حضرت رب العزت	۱۵	۱۵	نافذہ	نافذہ
۳۵۳	۱۵	لوک	لوک	۱۹	۱۹	علی طریق	علی طریق
۳۵۹	۱	برگر	برگر	۳۹۶	۸	عوالیہ تب	عوالیہ تب
۳۶۰	۹	بر	بر	۱۱	۱۱	مخلص	مخلص
۳۶۲	۱۳	یہ	یا	۳۹۸	۲	مزبور	مزبور
۳۶۳	۱۴	پاندار	پاندار	آخر	آخر	دری صورت	دری صورت
۳۶۴	آخر	شیر منڈال	شیر منڈال	۴۰۱	۱۳	سہ	سہ
۳۶۵	۱۱	سما	سما	۲۲	۲۲	بتصرف	بتصرف
۳۶۶	۱۳	قلعہ	قلعہ	۴۰۳	۱۳	بابستہ	بابستہ
۳۶۸	۶	طلانی	طلانی	۱۹	۱۹	منفخر	منفخر
۳۶۹	۲۰	ہر ہر	ہر ہر	۱۲	۱۲	۱۴	۱۴
۳۷۶	۷	عظما	عظیما	۴۰۵	۱۴	سلطنت کے	سلطنت کے بعد
۳۸۲	۱۳	و	و	۴۰۶	۳	خط	خط
۳۸۳	۱۴	خود راں	خود راں	۴۰۷	۱۱	کی تصویر	کی تصویر
۳۸۴	۲۲	بندہ راں	بندہ راں	۴۰۸	۱۳	افروز	افروز
۳۸۵	۲۱	بدلیوان	بدلیوان	۴۰۸	۸	وینم	وینم
۳۸۶	۳	نوارد	نوارد	۴	۹	وخم	وخم
۳۸۹	آخر	ازاد	آزاد	۴	۴	نغر	نغر
۳۹۰	۴	غالیشان	غالیشان	۴۰۹	۴	مجامع	مجامع
۳۹۵	۱	دوام	دوام	۱۱	۱۱	نالمق	نالمق
۳۹۶	۲۵	لنچ	لنچ	۴۱۳	۲۰	اردو	اردو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳۱۷	۱۰	کرونی	کرنی	۳۲۰	۱۳	کرونی	کرنی
۳۱۸	۲۱	تھے	تھے کہ	۳۲۱	۱۵	بجایا	بجائی
۳۱۹	۲	انتقال	انتقال	۳۲۲	۱۰	ولی عہد	ولی عہد کے
۳۲۰	۱۹	نہ جاے	جاے	۳۲۳	۲	مانسٹر ٹیل	مانسٹر ٹیل
۳۲۱	۱۷	کوبرک	کوبرک	۳۲۴	۱۳	لومبر	نومبر
۳۲۲	۱۳	ایڑش	ایڑش	۳۲۵	۱۸	چنانچہ	چنانچہ
۳۲۳	۲۳	متول	متول	۳۲۶	۱۳	خفیف	خفیف سی
۳۲۴	۸	واقع	واقعے	۳۲۷	۷	بروشلم	بروشلم
۳۲۵	۲۰	ستہ اعلا	ستہ اعلا	۳۲۸	۲۳	سلطنت	سلطنت مغلیہ
۳۲۶	۱	داماد	اولاد	۳۲۹	۱۱	نربیت	نربیت
۳۲۷	۵	بیائرس	بیائرس	۳۳۰	۱۸	اس	اس
۳۲۸	۱۷	ہوسے	ہوسے ہیں	۳۳۱	۲۲	ولایا	ولایا
۳۲۹	۱۲	کرس	کرس	۳۳۲	۵	نہ	نہ
۳۳۰	۱۸	تو تو	تو	۳۳۳	۷	آپ	آپ
۳۳۱	۱۷	بدولت	خ	۳۳۴	۱	شعفت	شعفت
۳۳۲	۱۸	پروگرام	پروگرام کا	۳۳۵	۱۶	آرچ بشپ	آرچ بشپ
۳۳۳	۷	آسمان	اکثر آسمان	۳۳۶	۱۰	عظم	عظم
۳۳۴	۱۵	تھا	تھا کہ	۳۳۷	۱۳	کوستان	کوستان
۳۳۵	۱۵	بادشاہوں کو	بادشاہوں سے	۳۳۸	۲	چنانچہ	چنانچہ
۳۳۶	۵	شعب	شعب	۳۳۹	۳	عائد	عائد
۳۳۷	۲۱	جو مذاہب	جو دیگر مذاہب	۳۴۰	۷	خواب	خواب
۳۳۸	۲۲	ہو گیا	ہو گئے	۳۴۱	۹	اپنی	اپنی
۳۳۹	۲۳	دوسرے	دوسرے دن	۳۴۲	۲۲	دفعہ	دفعہ
۳۴۰	۱۰	کیا	کیا تھا	۳۴۳	۸	ولادت	ولادت سیانی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷۲	۱۵	آر ج لبسپا	آر ج لبسپا	۱	۲	۳	۴
۴۷۳	۲۲	سہزادوں	سہزادوں	۱۲	۱۲	ہو	ہیں
۴۷۵	۱۱	اسٹریلیا	اسٹریلیا	۲۱	۲۱	سرزمین	قوسر زمین
۴۷۶	۱۳	احرام مصر	احرام مصر	۶	۶	وئے	وئے
۴۷۷	۲۰	گو	گو	۵۰۲	۵۰۲	مطالعہ لے	مطالعہ لے
۴۷۷	۳	کا	کا	۱۱	۱۱	اثبات علمہ	اثبات علمہ
۴۷۸	۱۳	شکریہ	شکریہ ادا	۱۰	۱۰	انیند	ایند
۴۷۸	۱۱	و	و	۱۸	۱۸	مائیرا	مائیرا
۴۸۱	۲۲	رستے	رستے لوگوں سے	۲۳	۲۳	سوری	سواری
۴۸۵	۴	ملبورن	ملبورن	۸	۸	و رسی	وتری
۴۸۷	۲۳	گہ	گا	۹	۹	وخل	وخلق
۴۸۷	۱۱	بنا	بنا	۱۳	۱۳	رالبشری	والبشری
۴۸۷	آخر	گلڈ ہال	گلڈ ہال	۱	۱	سستوہم	سستوہم
۴۸۹	۳	رکھدی	رکھدی	۶	۶	الامضاء	الاحضاء
۴۹۰	۳	بڑی	کی بڑی	۸	۸	فی ا	فی
۴۹۱	۱	دوسرے	دوسرے دن	۹	۹	الجابیہا	لجائیہا
۴۹۱	۵	محنت	محبت	۱۶	۱۶	الجیبہا	الجیبہا
۴۹۳	۱۳	کو	کو	۲۰	۲۰	بعثتہا	بعثتہا
۴۹۵	۱۰	م	م	۲۲	۲۲	تمکنوا	تمکنوا
۴۹۷	۱۱	ہو گئے	کو	۲۲	۲۲	اتجددنا	اتجددنا
۴۹۷	۷	کابیوں	کابوں	۷	۷	بشیر الدین صاحب	بشیر الدین احمد
۴۹۷	۱۳	پنا	اپنا	۲	۲	۱۳۲۸	۱۳۲۸
۴۹۸	آخر	لحل	گھل	۱۸	۱۸	انتشار	انتشار
۴۹۹	۷	ضرور	ایہم	۱۳	۱۳	خس	جس

- غلط نامہ تمام ہوا -







کیں گہرا زخمت بر آرد مسام

از خوسے پیشانی و خون جگر

کہ میسر گاہ بہ پیشانی

کمرچ شناسد کہ چرخ خورد ام

ساخته ام این ہمہ لعل و گہر

تا ہم از مسکرت پنهانیش

جس وقت ولی کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا یہ کام بہت آسان معلوم ہوا کہ سر سید مرحوم کی کتاب لا جواب آثار الصنادید اندھے کی لکڑی تھی اور خیال تھا کہ کچھ تھوڑی بہت کتر بیونت اور اضافہ سے بیڑا پار ہو جائے گا مگر تصورات اور واقعات میں آسان زمین کا فرق ہو۔ انسان سوچتا کچھ ہو اور ہوتا کچھ ہو۔ میں تاریخ کی کتاب لکھنے کی مشکلات سے واقف تھا کہ اس فن میں سیر فی تیسری تالیف ہو امتداد زمانے کی وجہ سے کچھ تو ان تکالیف کا جو میں تھیں چکا تھا احساس کم ہو گیا تھا اور کچھ شوق تالیف نے بردہا وے چڑھا وے کر بہت بند بانی اور سمجھا کہ جب ملازمت کی بیڑی پڑی تھی تب تو باوجود ہجوم مشاغل تو نے دفتر کے دفتر لکھ لکھا اور اب کہ پنشن لے کر خانہ نشین ہو اور ہاتھ بڑھ کر سب خالی بیٹھا ہو تیرا ہجر مچھ کرنا محض خدع نفس اور کم ہمتی ہو۔ غرض کہ - ع - ہرچہ بادا بادا کشتی در آب انداختیم۔ دو برس سے اس جھنجھٹ میں پھنسا ہوں۔ کسی دن کی چٹنی نہ لی۔ کوئی تیر تہوار نہ منایا۔ اپنے سارے مشاغل تہ کر کے رکھ دیئے۔ باہر کا آنا جانا۔ سیر تماشا۔ ہوا غوری۔ لوگوں سے ملنا جلنا سب ترک۔ دن کا سونا چھوڑ دیا۔ رات کا بھی ایک حصہ اس کے بیٹے وقف کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ ہر طرف سے منہ موڑ لیا اور اسی ایک مشغے میں سارا وقت کھپایا۔ جان لڑا دی مگر اب تک بھی اس بھروسہ قرار



اور دریا سے تپید کنار کا سائل مراد نظر نہ آیا۔ پہلے خیال تھا کہ دو حصوں میں کتاب تمام ہو جائے گی۔ اب معلوم ہوا کہ وکی میں اس کثرت سے آثار قدیمہ کا وجود ہے کہ اگر اُس کو لاقتنا ہی کہوں تو بجا ہو۔ دوسرا حصہ جس میں عمارات کا ذکر ہو بڑے حصے پر ایک طومار ہو گیا سانپ کے منہ کی جھجھو ندر ہو نہ نگلی جائے نہ اگلی جائے نہ کتاب کو چھوڑتے بن پڑتا ہو نہ ختم ہونے ہی کی صورت نظر آتی ہو۔ چوں کہ حصہ دوم کی ضخامت نہایت توقع بہت بڑھ گئی اس لیے اُس کے دو ٹکڑے کرنے پڑے اور اس طرح دو حصوں کے دو نام سے یہ تیسرا بچ پیدا ہوا۔ ناظرین خود ملاحظہ فرمائیں گے کہ آیا اس میں نری آخو کی بھرتی ہو یا یہ کہ کام کی باتیں ہیں۔

لازم نہیں اپنے منہ سے تعریف انیس  
ناس ہو ہو شک آپ ہو دیتا ہو

تقریباً نوادہ اور دیگر کتب کے مطالعہ سے نہ تو میرے ذہن میں عمارت کا نقشہ کا حلقہ بنتا ہو نہ میری تخیل خاطر ہوتی ہو۔ ع۔ شنیدہ کی بودا مانند دیدہ۔ یہ بڑی بے شمار و ہر می ہوئی اگر میں یہ کہوں کہ دوسرے لایق مصنفین کی بے بہا تصانیف سے سمجھو جو نہیں ملی۔ میں تو ہانسنے بکا۔ کے کہتا ہوں کہ میں تو ان کا نام ہی نہیں سیکے نقش قدم پر چلنے والا اور نقان نہیں ہوں۔ آل وہ میں اور نقل میں۔ اپنے حق کو پورا کرنے اور کتاب کو تاباں کرانے کی غرض سے ایک دفعہ ہمیں کی گئی دفعہ مجھے ان ساری عمارتوں کو نظر غور اور تعمق سے دیکھنا پڑا اور جب کچھ نہ کچھ مونی بھولی میں بھر لایا۔ بہت سی عمارتیں تو ایسی تھیں جن کا ذکر کسی کتاب میں نہ ہونڈے بھی نہیں ملتا مگر زمین پر دو ٹھہری آسان سے باتیں کر رہی ہیں ان کا ذکر نہ کرنا ایک صریح ظلم کے علاوہ کتاب کے نقص کا بھی باعث ہو گا۔ حجم بڑھے تو بڑھے۔ وقت زیادہ صرف ہو تو ہو۔ دعا و دوش کی رحمت ہے تو ہو چشم مارشون دل ماشاد مگر محنت کی داد ملے کتاب پر وہاں چڑھے۔ کتاب جس قدر چھپ گئی ہو بعض صاحبوں کی رائے ہو کہ اس میں سارے کے سارے ہاف ٹون فوٹو ہوتے ہیں جانتا ہوں کہ جتنا گڑاؤ اتنا ہی بیٹھا ہوتا ہو میں ہاف ٹون فوٹو تو دور کنار ان بلق عمارتوں کے نقشے سونے کے پتھر پر پھپھوانے کو طیار ہوں مگر شکل ان پڑی

کر قیمت کون دے گا اور مول کون سے گا؟ - ناچار یہ طریقہ اختیار کیا کہ وکی کے بہترین مسطور سے نقشہ بنواسے جو ہاٹ ٹون کو نہیں پوچھتے مگر اس کے لگ بھگ ضرور ہیں اور مقصود اصلی یعنی عمارت کا نقشہ پیش نظر ہونا جو وہ اس سے بھی بہ احسن الوجود حاصل ہوتا ہو۔ پھر بھی اس میں چند ہاٹ ٹون بلاک بھی ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی - غرض یہ کہ ہر چیز کی گرائی نے میری ہمت پست کر دی جو خریدار تو اپنی جگہ رہے۔ ۵

شد سخن ختم قبولے کہ خدائش دادہ است  
تا اب باقی باد او مبادش پایاں  
دہلی - دسمبر ۱۹۳۹ء خاکسار  
کریشیرالدین احمد خاں

قطعہ تاریخ از جناب لوی حکیم لطیف احمد صاحب کس قصبتہ تہلی ضلع سدری بہار  
کیوں ٹھپا میں ہم جو بچی بات ہو  
واقعی لکھا ہوا یہ گیت ہو  
ہیں بہت اس کی ظلم فرسائیاں  
تصفیہ کر لیں گے خود اہل تہیز  
ایک ہی گھر کے ہیں گو یہ واقعات  
تا ہم اتنا تو کہیں گے ہم ضرور  
کام یاب اس میں اگر پورے ہو  
ایک بھاری مرحلہ چھپے کا تھا  
کیا ہو لکھنا ان کا کیا حسدیاں  
ہو بہت کچھ اور لکھنے کو ابھی  
صد بھی کچھ جو فکر سال طبع کی  
آئیے ہم آپ کے کہیں لطیف

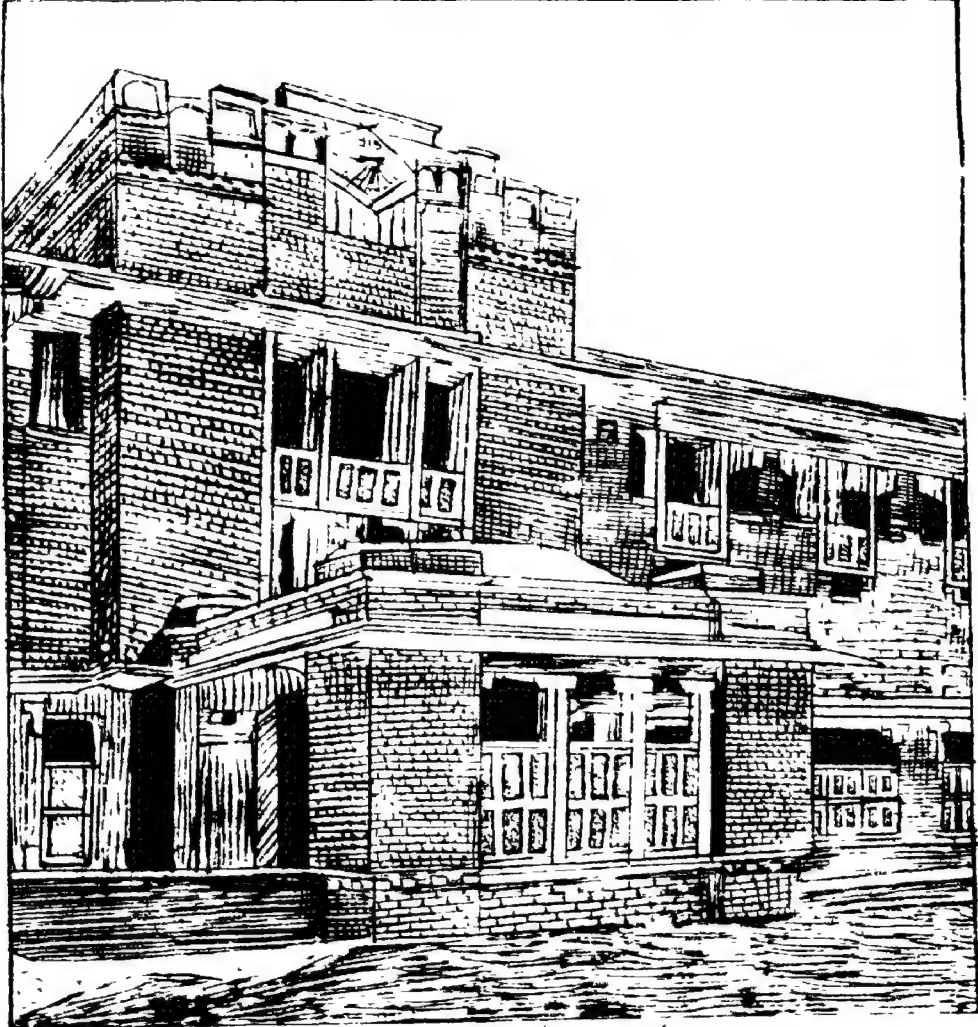
سلہ پہلا جی خدا کا نام ہو اور دوسرے کے سنی زندہ لفظ ہی لفظ اول تشدد ثنائی لفظ عربی ہو مگر فارسی میں  
غیر تشدید جائز و مستعمل ہو۔ محو اور پڑ کا قافیہ جو ٹھکانا درست معلوم ہوتا ہو مگر ذیل کے دو شعر جن میں کا پہلا بدر الدین  
کا اور دوسرا شیخ سعدی (رحمۃ اللہ علیہما) کا جو جواز کی معتبر سند ہو۔

(۱) مردہ صد سالہ را می کند این مجزوق دیگرے کو می کند

(۲) چم گرم گردای صدر فرزند دینی ز قد بر رفعت چہ گاہ ۱۲







لیڈی ہارڈنگ زناٹ ٹریڈنگ کمپنی کا صدر دروازہ

درم مسجد کے بچھو اسٹے سڑک کے کنارے ۔ کلمہ ۔

ہوا جب شور ماتم مرگ مرزا ہر اک فرد بشر تھا یاں غناک  
لکھا یوں سال میں آٹھ سیر آہ گیا دنیا سے عوض بیگ پیر اک

چونے والوں کا گنبد | سڑک سے ہٹا ہوا داہنی طرف ایک بہت پُرانا گنبد جو جس پر پی ۱/۲ نمبر پڑا ہوا ہے۔ یہ گنبد ۴۴ مربع فوٹس ٹوٹ چکا ہے۔

چاروں طرف دروازے تھے۔ جنوبی رخ کا دروازہ مع اس طرف کے حصے کے بیٹھ گیا باقی تین طرف کے دروازے بھی دھنس گئے ہیں کہتے ہیں کہ اندر دو قبریں سیدوں کی ہیں جو بھرتی ڈال دینے سے دب گئی ہیں۔ اب اس میں فرش بھی نہیں رہا۔ مٹی چھرا اور گوبر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں پاس چوسنے کی بھٹیاں ہیں چوسنے والوں کا قبضہ اس پر ایسا ہی تہہ جو جیسے کہ ناناہ خالی را دیومی گیر د۔

نئی بنی ہوئی مسجد | سڑک کی داہنی طرف۔ یہ مسجد بہت چھوٹی سی ہے۔ چوں کہ حاجی عبدالغنی صاحب نے اس کو تعمیر کرائی ہے لہذا پہلے کیا

حیثیت تھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ طول و عرض ۲۰ × ۹ فٹ ہے۔ چوڑا ۲۲ × ۸ فٹ ہے۔ تین سپاٹ چھت۔ داہنی طرف ایک حجرہ۔ کنواں غسل خانہ اور بیچ کی محراب کے اصرار وھر دوینار نما برجیاں۔

شیرا مل کی باغیچی | بڑا عالی شان دروازہ اور کپوند سڑک سے ملا ہوا بائیں طرف۔

راے بابو رام کا باغ | عالی شان دروازہ اور وسیع کپوند سڑک کی داہنی طرف۔

لیڈی ہارڈنگ کا طبیہ کالج | لیڈی ہارڈنگ کے میڈیکل کالج کا بہت مختصر ذکر ہم یہاں گنج کے ضمن میں کر آئے ہیں اب ڈاکٹر کیٹ اسے۔ پلیٹ ایم ڈی (لندن) ڈبلیو۔ ایم ایس

پرنسپل بنے اپنی بڑی مہربانی سے کالج کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۱۸ء (۲۰)

لے پورا نام اس کا "لیڈی ہارڈنگ کا میڈیکل دہلی کالج و ہسپتال مستویات اور اطفال کے لئے" جو۔

"Lady Hardinge Medical College and Hospital for Women and Children"

منہ کی بات تصویر بھیج دی جو بہت دل چسپ ہو اور اس میں اس کالج کی بنیادی غرض غایت  
وجہات بالتفصیل لکھی ہو اور کالج کا ایک رخ قطب روڈ کی طرف بھی ہو لہذا یہ بیان  
بطور ضمیمہ لکھا جاتا ہے۔

گورننگ باڈی کی رپورٹ

مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۱۹ء

سب سے اول اس کالج کے گورننگ باڈی  
یعنی تنظیم، بیج - ڈی کریک صاحب بہادر  
آئی - سی - ایس اور فائنٹ کرنل بیج آسٹن  
اس جوائنٹ سکریٹریوں کی تمہید کا مختص  
پیش کرتا ہوں۔ پرنسپل کی رپورٹ پڑھنے سے سال بہ سال طلباء کی تعداد  
میں مستقل ترقی پائی جاتی ہے۔ جس میں مختلف ذائقوں اور مذاہب کا شمول ہو اور  
امتحانوں کی کامیابی آئندہ کی ترقی کی ترغیب و تحریک دیتی ہو۔ کالج کی زندگی کے  
سال دوم میں کلینیکل کام (تیار واری) نے ہماری توقعات سے زیادہ ترقی کی ہو  
اور پنجاب یونیورسٹی کی جانب سے جو ایک خاص کمیٹی کالج کے معائنہ کے  
لیئے مقرر کی گئی تھی اُس کی سب سے آخری رپورٹ میں لوازمات ساز و سامان  
و آلات - عمارت اور تعلیمی سہولتوں کی بڑی تعریف کی ہو۔ اس کمیٹی کے ایک  
ممبر ڈاکٹر ایگنس سکاٹ نے یہاں کے حیوانات کے انتظام کو بغور دیکھ کر یہ  
نوٹ دیا ہو کہ یہاں کے طلباء تندرست اور خوش ہیں اور ان کی پرداخت خوب کی  
جاتی ہو۔ ہندوستان کے زنانہ طبی کالج کا مسئلہ بڑی خوش گوار امیدوں کے  
ساتھ ہیڈ می بارڈنگ نے ۱۹۱۳ء میں چھیڑا لیکن خصوصاً  
۱۹۱۴ء میں بنک روپ کے پوٹیشن سے بڑی بڑی مشکلات کا سامنا  
کرنا پڑا۔ نظم و نسق کی کمیٹی نے ہندوستان کے لیئے زنانہ ڈاکٹروں کی سخت ضرورت  
احساس کر کے باوجود سخت مشکلات پیش آنے کے بھی (قدم) آگے بڑھانے کا  
مصلحہ ارادہ کر لیا اور ہم جب بیچ سالہ کوشش کے حالات پر نظر کرتے ہیں تو اس  
میں کچھ بھی مبالغہ نہیں کہ جن مشکلات کو ہم نے پہلے سے تیار کیا تھا وہ بجائے کم ہونے  
کے اور بڑھ گئیں۔ گو۔ منٹ پیپر (پرائمری نوٹوں) کی قیمت کے انحطاط نے  
جاری حالت کو بہت گھٹا دیا اور اسی کے ساتھ ساتھ سامان عمارتی کی گرانی اُن نقصانات کی

مکمل کوجن پر و ملہ ادلی میں کلچ اور ہسپتال کا بنانا قرار پایا تھا خارج از امکان کر دیا۔ کام کرنے والی مستورات کی مانگ اور کار کا جنگ کے لیے خصوصاً ڈاکٹری جاننے والی عورتوں کی ضرورت نے اعلیٰ درجے کے ٹاٹ کے بھرتی کرنے میں سال بہ سال زیادہ دقتیں ڈالیں۔ سامان خواہ سائنس کا ہو یا کار ہاے ہسپتال کے متعلق روز بروز زیادہ کم یاب ہوتا گیا۔ آخری مگر سب سے زیادہ مصیبت جس پر ہماری کامیابی کا دار و مدار تھا وہ لوگوں کی نظروں میں ایسی بڑی ہسپتال کی طرف ہوتی ا حال ایک غیر آباد مقام میں واقع ہو رغبت دلانا اور اس کی طرف لوگوں کے دلوں کی کشش قائم کرنا تھا۔ ان مشکلات کے علاوہ سارے ہندوستان کے لیے ایک ہی ٹیکل کلچ بنانے اور اس کے پھیلانے میں یہ دقتیں تھیں کہ ہر صوبے کی یونیورسٹیاں جدا جدا ہیں ہر جگہ کی ابتدائی تعلیم کے مدارج بھی جدا جدا ہیں۔ طالبات کے رہنے سہنے، انتظامات خانہ داری کی ضروریات ہی نہ صرف ہندوستان کے ہر حصے میں مختلف ہیں جہاں سے کہ وہ آتی تھیں بلکہ ان کے قومی اور ذات فہات کے حالات بھی سی طرح جدا جدا ہیں۔ لیکن جماعت منتظمین مطمئن ہو کہ بڑی بھاری بھاری مشکلات پر ہم غالب آ گئے ہیں اور کلچ اب ایک کارآمد اور ترقی کے وسیع زمانے میں قدم دھر رہا ہے۔ ارکان کمیشن کا یہ خیال بھی ہے کہ جو کامیابی حاصل ہوتی ہو وہ زیادہ تر کلچ کی پہلی پرنسپل ڈاکٹر کیٹ پلیٹ کی مستعدی۔ سرگرمی اور دل بستگی کا نتیجہ ہے۔ کافی تعداد استادوں کی عدم موجودگی میں کام کی سنبھال۔ عمارتوں کی نامکمل حالت سامان آلات و اوزار کی فراہمی کی دقتیں اور اسٹاف کی طرف سے ہر وقت کی پریشانی یہ سب باتیں پرنسپل کے سر پر ایک بڑا بھاری بوجھ تھا یہ اور زیادہ گراں اس وجہ سے ہو گیا کہ ڈاکٹر پلیٹ نے کبھی کلچ کی خدمت گزاری میں ڈھیل نہ دی۔ ہم اس رپورٹ کو مرحوم سر پارڈی لیو کیس کی کلچ کے متعلق گراں بہا خدمات کا ذکر کیے بغیر ختم نہیں کر سکتے۔ بڑی حد تک یہ آپ ہی کے مشورے اور تجزیہ کی وجہ تھی کہ لیڈی ہارڈنگ کا ابتدائی خیال صورت حالیہ میں پختہ ہوا۔ ہندوستان کے لوگوں پر لیڈی ہارڈنگ۔ سر پارڈی لیو کیس اور ڈاکٹر کیٹ پلیٹ کے احسان کا بار دگراں ہو جو ان صاحبوں نے ہندوستانی مستول



کی بہبودی (اور صلاح) کے لیے کیا ہو۔

## کلج کے حالات

کلج ہسپتال نرسوں اور کمپنڈروں کا ٹریننگ سکول حضور  
ملکہ معظہ قیصرہ ہند کے ۱۹۱۱ء میں ہندوستان کی  
تشریف آوری کی یادگار میں بنایا گیا ہے۔ ۱۹۱۲ء میں لیڈی ہارڈنگ عورتوں  
کے طبی پیشے میں اس قدر کم داخل ہونے کی وجہ یہ دریافت کی کہ ہندوستان میں  
ان کا کوئی خاص کلج موجود نہ تھا اس لیے جناب ممدوہ نے ایک کلج اور ہسپتال  
کلیہ مستورات طالبات کے لیے بنانے کی سکیم (تجویز) کی جس کے مطابق  
بھی تمام عورتیں ہی ہوں کلج میں سو طالبات ہسپتال میں ڈیڑھ سو مریضوں کے بستے  
اور ٹریننگ سکول میں پچاس نرسوں کی گنجائش رکھنا مرکز خاطر تھا۔ اس کلج کو  
اس طرز پر بنانا مقصود تھا کہ طالبات مرضا پر روتے اور ذات کے دستور کو  
برقرار رکھ سکیں۔ اس کے بعد لیڈی ہارڈنگ نے والیان ٹاؤن جس کو آپ دکی ذات  
مستجمع الصفات سے ارتباط تھا اپیل درنوا سرت کی جنھوں نے فیاضی سے اس  
دکار خیر میں شرکت کی اور بہت سے وعدے کیے گئے جن کی تعداد پندرہ لاکھ کے قریب  
(حسب ذیل) ہو گئی۔

ہمارا بہت پور۔ ہمارا جہ گوالیار۔ ہمارا جہ پٹالہ۔ مسطور نظام حیدر آباد۔ ہمارا جہ پٹو  
تین لاکھ دو لاکھ سو لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ

ہمارا جہ آدو دیپور۔ ہمارا جہ جو جپور۔ ہمارا جہ کٹیا۔ ہمارا جہ صاحبہ تھوا۔ ہمارا جہ بہادر بھنگہ۔  
ایک لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ ایک لاکھ

ہمارا جہ اندور۔ بیگم صاحبہ بھوپال۔ بیوہ ہمارا جہ گوالیار۔ ان۔ ایم۔ واطیا سٹ  
پچاس ہزار تیس ہزار تیس ہزار پچیس ہزار

بیوہ بیگم آغا خان۔ دیگر معطیان۔ مذکورہ بالا چندوں کے سوا ہمارا جہ جتوں کو شمیر  
نے سیکڑے سے تین ہزار روپیہ سالانہ مقرر کیا اور گورنمنٹ کی طرف سے خرچ  
کے لیے سالانہ ایک لاکھ کا عطیہ (مرحت) ہوا۔ کنونٹس آف ڈفرن فنڈ  
نے پانچ ہجرتی پروفیسروں کی ماہوار کا خرچ اپنے ذمے لیا۔ فنڈ مذکور  
کی طرف سے اٹھارہ وظائف پچیس روپیہ ماہانہ کے جن میں سے تین چھ

سال کے لئے تھے۔ دیئے۔ جن کی مقدار اب تیس روپیہ کر دی گئی جو عطیہ بالا  
گو یا بیس ہزار روپیہ سالانہ کے معادل ہو۔ راجہ بہاؤ شاہ راجہ سنگھ نے سکہ موٹل  
کی طرف سے سترہ ہزار روپیہ اور ایک پیا تو طالبات کا من روم (دکڑہ عام) کے  
لئے دیا۔ ہمارا حق صاحبہ اور ماجی صاحبہ بھرت پور نے سارے سات ہزار روپیہ  
کالج کے داخلی ہال میں سنگ مرمر کے فرش کے لئے بیادگار ان مخلصانہ تعلقات کے جو ان  
دونوں رانیوں کو لیڈی ہارڈنگ کی (ذات) سے تھے۔ دیئے کالج کی بنلے بعد سے  
حب ذیل اور چند سے وصول ہوئے ہیں:-

سر سرب چند و حکم چند اندور۔ حضور پرنسز اعلیٰ حضرت نظام حیدر آباد۔ گیکو آف بڑو  
چار لاکھ ایک لاکھ باسٹھ ہزار

مہاراجہ گو الیار۔ مہاراجہ پٹیا۔ بیگم صاحبہ بھوپال۔ مہاراجہ صاحب بیکانیر مہاراجہ خاؤد

بیچاس ہزار پچیس ہزار بیس ہزار بارہ ہزار دس ہزار  
ہر ہائس خان قلات۔ مہاراجہ آف کوٹہ۔ راجہ کلیٹوری پرشاد۔ لارڈ ہارڈنگ کا پہلا عطیہ  
دس ہزار دس ہزار دس ہزار پانچ ہزار پانچ ہزار

لارڈ ہارڈنگ کا دوسرا عطیہ۔ میور ہنج سیٹ۔ مہارانی ڈوگر پور۔ مالامندی سیٹ۔  
دس ہزار پانچ ہزار پانچ ہزار تین ہزار

مہارانی صاحبہ پٹا۔ مہارانی صاحبہ ڈمراؤں۔ راجہ کلانند سندھ اور راجہ کرتیانند سندھ بنیلی بھاگلپور  
دو ہزار دو ہزار دو ہزار

سنزانی شور۔ سر جان اور لیڈی ریمزی۔ رانی صاحبہ کنیکا۔ مہارانی صاحبہ سون پور۔  
پندرہ سو ایک ہزار ایک ہزار ایک ہزار

مہارانی صاحبہ مینہ ڈاؤس لالہ گوپی ناتھ دہلی ہنر کلسنی الہ دھیمفورڈ۔ بابور گھنا تھ پرشاد زمیندار چھپر  
دس ہزار ساڑھے ساڑھے پانچ سو

بنان بہادر قاضی فرزند احمد گیا۔ سر وی۔ چال۔ بی بی خدیجہ الکبریٰ کداری۔ گیا۔  
ایک سو ساڑھے ساڑھے ساڑھے

سہرناون براؤز دہلی۔ سرز شادی رام گوگل چند۔ اتپکرا جاب محمد امیر خاں ہزارہ پور۔  
صوبہ بہمنی۔ عام چندہ۔ گور مٹ۔ تیس ہزار۔ بی بی۔ مسٹر ہرنی وکیل۔ پچاس ہزار۔  
دس ہزار ساڑھے ساڑھے ساڑھے

پنجاب لیڈی ہارڈنگ مموریل فنڈ - بہار و اڑیسہ ہارڈنگ مموریل فنڈ صوبہ سرحدی شال خرب  
 ایک لاکھ تیس ہزار باون ہزار  
 بلوچستان - گورنمنٹ آف انڈیا کا سالانہ عطیہ جو حسب ذیل سالانہ بڑھتا رہا :-  
 سارٹھے چار ہزار ۱۸-۱۹۱۶ - ۱۹-۱۹۱۸ - ۲۰-۱۹۱۹ - سنین مابعد -  
 سو لاکھ ڈیڑھ لاکھ پونے دو لاکھ دو لاکھ  
 سالانہ چندے - فریڈ کوٹ و ربار - نواب صاحب مالیر کوٹلہ -

بارہ سو پندرہ سو  
 کالج اور ہسپتال کی عمارت کے لئے جو مقام خاص طور پر منتخب کیا گیا وہ پرانی اور نئی دلی کے  
 شہروں کے بیچ میں آئندہ بننے والے ریلوے اسٹیشن کے پاس جو جس سے  
 شفا خانے میں آنے جانے کی بڑی آسانی ہو جائے گی -

کالج کا نقشہ اور تعمیر کا کام مسٹر بیگ ماہرن تعمیر کی زیر نگرانی بڑی مستعدی سے  
 ہوتا رہا۔ ان کی اور مسٹر گلن اگزیکیوٹو انجنیر اور سر دار ناراین سنگھ کی ہمدردانہ  
 محنتوں کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ کالج اس قابل ہو گیا کہ فروری ۱۹۱۶ء میں لاٹھو مارک  
 نے کالج اور کمرالٹی لیڈی چیمبر فورڈ نے ۱۹۱۶ء میں ہسپتال کا افتتاح فرمایا۔

کالج اور ہسپتال کی عمارتیں مع طبی طالبات کے ہوٹل اور مکانات سکونتی  
 تعلیمی اور طبی سٹاف کے سب ایک بڑے احاطے میں ہیں جو تقریباً ساٹھ ایکڑ کا ہے  
 کالج کی عمارت میں ایک بڑے بلاک میں ایک بڑا کچر تھیٹر یا کالونویشن ہال، کتب خانہ  
 عجائب خانہ، دفاتر کے مکان، طالبات اور پروفیسروں کے کامن رومز (کمرے) ہیں۔  
 اس بلاک کے ہر دو جانب بالی آلوچی (علم موجودات زندہ) کسٹری (کیمیا)  
 فزکس (علم طبعی) فزئی آلوچی (حیوانات و نباتات کی زلیست کی حقیقت کا علم) ایناٹمی  
 (شریح) بے نتھا لوجی (تشخیص امراض) کے ساز و سامان سے بخوبی آراستہ  
 لیبارٹریز (علم کیمیا کے امتحان کے کمرے) ہیں۔ کالج کی عمارت کے پیچھے سو طالبات

۱۰ پہاڑ گنج کے متصل ارضی گورنمنٹ نے باغراض سرکاری معادضہ دے کر ملے لی جو  
 راجہ کا بازار جتے جو سنگہ پورہ بھی کہتے ہیں اور بانس کو لی کی آبادی یہ سب مقامات  
 راجہ سینا دئی دلی میں آگئے ہیں اور یہ کالج بھی اسی سرزمین پر قطب روڈ پر بنا ہے۔ ۱۲

کے لیے ہوسٹل (دارالاقامہ) کی عمارتیں ہیں جن میں ہر طالب کے لیے ایک جدا گانہ کمرہ ہے۔ ہندو رسکے۔ اور مسلمانوں کے لیے علیحدہ علیحدہ ہوسٹل ہیں جن میں ڈینیٹنگ رومز (کھانے کے کمرے) بھی بنائے گئے ہیں لیکن نفسیہ کالج کا وسیع کمرہ جو ہوسٹل کے چوک کے بیچ میں ہے وہ سب طالبات کے کام آتا ہے لیڈی ہارڈنگ آنجنائی کی یادگار میں ایک فوارہ جس کے بنوادینے کا وعدہ مسٹر جارج ایلن نے کیا تھا تعمیر کیا گیا ہے۔

اس کا نقشہ مسٹر بیکر کا مجوزہ ہے اور یہ فوارہ یورپین ہوسٹل اور کامن روم کے بیچ میں ہے جس سے ہوسٹل کے چوک کی رونق بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

ہسپتال کی عمارت علیحدہ علیحدہ قطعات میں منقسم ہیں جو اپنی اپنی جگہ ہر طرح مکمل ہیں جن میں دو تو بڑے جنرل وارڈس وسیع اور کشادہ برآمدوں کے ہیں۔ دو چھوٹے وارڈس ان کے علاوہ ہیں اور بیچ میں ایک عمارت انتظامی کام اور تعلیم کے لیے بنائی گئی ہے جس میں ایک لکچر روم۔ ایک شورہ کمیٹی کمرہ اور ایک کلینیکل لے تھا لوجی روم (تیار داری تشخیص امراض کا کمرہ) ہے۔ ابے ابے دو قطع تو بن چکے ہیں جو دو مسندہ عمارتیں ہیں جس میں انسی بیماروں کی رہائش کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دو بڑے لیبر وارڈز (زچگی خانے) اور بارہ کالج وارڈز (چھوٹے قطعات) ہیں جو تین تین ملا کر ایک قطعہ ہیں جن کے ساتھ ایک ایک یاد دہی خانہ اور حمام خانہ بھی ہے آؤٹ پشینٹس ڈیپارٹمنٹ (باہر سے آنیوالے مریضوں کا صیغہ) ہسپتال کے صدر دروازے کے پاس ہے یہاں ایک وٹینگ روم اور کئی شورہ اور سائنس کے کمرے ہیں اور اس طرح بنائے گئے ہیں کہ مریضوں کی بے پردگی نہ ہو اور باہر سے بالکل ملاحظہ نہ ہو۔ اس مقام اور اصل شفا خانے کے درمیان باہر سے آنے والے مریضوں کے عمل جراحی کا تھیبڑ اور برقی صیغہ ہے۔

۱۹۱۹-۲۲ء میں عمالات ذیل اور بننے والی ہیں:-

ایک انی سولیشن بلاک (جس میں امراض متعدی کے لوگ سب کے الگ تھلک رکھے جاتے ہیں) ایک ایکس ریز روم (اکس شعاعوں کا کمرہ جس سے خیم کے اندر کا حال معلوم ہوتا ہے) ایک ایڈمنسٹریشن بلاک (انتظامی قطعہ) جس میں دو عمل جراحی کے تھیٹر۔ دفتر کے کمرے

لے مریض و قسم کے ہوتے ہیں جو دو خاصے میں رہ کر علاج کراتے ہیں وہ ان پشینٹ کھلاتے ہیں اور جو دوائے کرا اپنے اپنے ٹھکانے پر چلے جاتے ہیں وہ آؤٹ پشینٹ کھلاتے ہیں۔ ۱۲

لکچرار سٹور روم (گودام) ہوگا اور دو قطعے اور اسی طرح کے ہوں گے جیسے کہ اب بنے ہوئے ہیں۔ ان چار بڑے داروں کے علاوہ اور بارہ مزید کالج دار ڈھوں گے۔  
اس کالج کا الحاق پنجاب یونیورسٹی سے یکم ستمبر ۱۹۱۵ء سے ہوا ہے۔  
(۱) سائنس کی ٹیکل فیکلٹی میں ٹرٹھٹ کورس۔ بیالوجی۔ کسٹری اور فرکس کا اور مزید سٹ کسٹری کا  
(۲) ٹیکل فیکلٹی میں فرسٹ پرفیشنل امتحان کا کورس ڈگری پیچلر آف میڈیسن (رادیو) اور  
پیچلر آف سرجری (جراحی) کے لیے۔

کالج نے واقعی طور پر اپنا کام انٹرڈیٹ سائنس کا ستمبر ۱۹۱۶ء سے شروع کیا۔ ہسپتال میں  
باہر کے مریض اپریل ۱۹۱۶ء سے آنے لگے اور رہائشی مریض مارچ ۱۹۱۶ء سے۔  
اب جب کہ کالج اور ہسپتال خوب چلنے لگے تو اب ہم اُن لوگوں کی طرف جن کی بدستوری  
یہ ہم سر ہوئی بظن احسان سندھی دیکھتے ہیں۔ سب سے پہلے تو ہمارے کالج کی  
بانیہ لیڈری ہارڈنگ مرحومہ ہیں جنہوں نے اس کی بنا ڈالی اُن کی دل سوزی  
اور سرگرمی اور ہزار ہا مصیبت زدہ عورتوں اور بچوں سے اُن کی ہمدردی ہی سے اس  
سکیم نے نشوونما پایا۔ اس کے بعد سر ہارڈی لیوکس کالج کے ایک دوست کے بھی خواہ  
تھے جن کی انتظامی قابلیت۔ تجربہ اور دانش مندانہ مشورت ہی کی بدولت اس انسٹی ٹیوشن  
کا آغاز کامیابی سے ہوا۔ سر ہارڈی اپنا بہت سا وقت (عزیز) اور محنت اس پر صرف کرتے  
تھے۔ خواہ وہ کتنے ہی مصروف ہوں مگر وہ ہمیشہ کالج کے متعلق صلاح مشورہ دینے کو  
تیار تھے۔ اور اس کی بہتری کی ہر جزئیات میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔

وہ صاحب بھی جنہوں نے عمارتوں کے نقشے بنائے، اہل عمارتیں بنا کر کھڑی کر دیں اور وہ بہت  
مردوست جنہوں نے ضروری فنڈ مہیا کر دیے اور وہ اصحاب جنہوں نے کالج کے  
کھلنے کے وقت سے ہم کو مدد دی ہے۔ (سب کا شکریہ ہم پر واجب ہے ہم خصوصاً ہر اسٹنی  
لیڈری جیمیفورڈ کے بدرجہ غایت ممنون احسان ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ پرقیم  
ہندوستان میں طالبات کی گزران اور بھی خواہی میں بی بی لکھی لی ہوا کوئی طریقہ ہمارے مددگار  
سال زیر رپورٹ (۱۹۱۸ء) میں کالج نے خاطر خواہ ترقی کی ہے۔ تعداد طالبات کی  
۱۹۱۸ء سے ۱۹۱۹ء میں ساٹھ تک پہنچی۔ جنگ کی گراں قیمتوں کے سبب  
تعمیر کے کام میں بڑی مشکل پڑی لیکن پھر بھی ہم نے کئی عمارتیں بنائیں جن کا بنانا سٹاف

کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لئے ناگزیر تھا کیونکہ ضرورت کے لحاظ سے طالبات کے کوارٹر اس کام میں لائے جا رہے تھے۔ اس سال یہ عمارتیں مکمل ہوئیں۔ ایک دوسرا دو منزلہ بنگلہ پروفیسروں کے لئے جو نیر اسٹاف بنگلے میں تین کمروں کا اضافہ اور طالبات کے ہوشل میں ایک گرم آب - آمید ہے کہ سال آئندہ ہم ایک اور دو منزلہ بنگلہ پروفیسروں کے لئے بناسکیں گے اور ایک نیا باورچی خانہ یورپین ہوشل کے لئے کلچ کے بڑے کمپونڈ کے باہر بالوکھارکوں کے لئے ایک آفس اور جن مرکائوں میں چھت پر چڑھنے کی سیڑھیاں نہیں ہیں وہ بھی بنائی جائیں گی۔ کیونکہ موسم گرما میں اس ملک کی گرم و خشک ہوا ایک عجیب پھیش کی حالت ہے ضرور ہے کہ اس اشتداد میں کچھ کمی کی کوشش کی جائے۔

طالبات میں نیرہ ہندو - بارہ اینگلو انڈین - گیارہ عیسائی - چھ سکھ - چھ یورپین - پانچ مسلمان - تین سرین عیسائی - دو پرتگیز - ایک آریں عیسائی اور ایک یہودی ہیں۔ یہ بات اطمینان بخش ہے کہ موجودہ طالبات ساٹھ کی تعداد میں سے بیالیس خالص مشرقی النسل ہیں اس سے متبادر ہے کہ کلچ جس عرض سے بنایا گیا تھا اب وہ مقصود اصلی حاصل ہو رہا ہے۔ یعنی ہندوستانی مستورات کی طبی تعلیم - مسلمان طالبات کی تعداد بالستہ کم جو وہ سما ابتدائی تعلیم کے زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہوتیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ (فی زمانہ) ہندوستان میں بالعموم مستورات ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہیں اور اس سے توقع کیجاتی ہے کہ آئندہ چند سالوں میں تعلیم یافتہ عورتوں کی تعداد بہت سرعت سے ترقی کرے گی ہندوستانی مستورات فطرتاً بجا اور در ماندوں کی ضروریات میں مدد دینے کا مادہ رکھتی ہیں اور ان کا احساس - ذمہ داری شغل ہو رہا ہے جس سے ان میں اس بات کی تحریک پیدا ہوگئی ہے کہ مصیبت زدہ بہنوں اور بچوں کی بلا وجہ تکلیفوں کو تا بہ امکان گھٹایا جائے اس کا کلچ میں متعدد وظائف طالبات کو دیئے جاتے ہیں جن کی تفصیل بخوف طوالت ترک کردی گئی ہے۔ علاوہ وظائف کے ذیل کے طلائی تمغے بھی دیئے جاتے ہیں۔

کوئن امپرسنٹل - لیڈی ہارڈنگٹن - لیڈی جمپفوردٹل

امتحانات | اپریل ۱۹۱۳ء میں لاہور یونیورسٹی کے انٹر میڈیٹ سائنس (طبی) امتحان میں



(۲۳) طالبات بھی گئیں جن میں سے نو پاس ہوئیں۔ ۵۵) ایک مضمون میں روگئی تھیں جس میں انہوں نے دسمبر سال مذکور میں کامیابی حاصل کی تین آرگینک کسٹری میں فیل تھیں انہوں نے بھی پاس کر لیا اور چھ تا کامیاب رہیں۔ مس مارشل انٹرڈیٹ سائنس کے امتحان میں (۳۸۹) مرد اور عورتوں میں دوسرے نمبر پر آئیں اور اس لئے ان کو لیڈی ہارڈنگ کا طلائی تمغہ دیا گیا اور دوسری بہت سی طالبات نے انٹرڈیٹ سائنس (طبیعی) کے امتحان میں اچھی جگہ پائی۔ ۱۹۱۸ء میں لیڈی چیسفورڈ کا طلائی تمغہ مس طامس کو اور نقری تمغہ نی بی بلونت کو اور ۱۹۱۹ء میں لیڈی چیسفورڈ کا طلائی تمغہ مس اینی کارپ کو ملا۔ کالج کے انتخابات سال میں دومرتبہ کشن کے خاتمے پر ہوئے تھے۔ ہر مضمون میں ترقی کے انعامات ہر کھلنی لیڈی چیسفورڈ صاحبہ نے بانیہ کالج کی (دبئی) کے دن ۷ مارچ ۱۹۱۸ء کو تقسیم فرمائے۔

**سٹاف** اگرچہ سٹاف میں بہت کچھ رو دبدل ہوا ہے مگر موجودہ سٹاف حسبِ ذیل ہے:-  
 پرنسپل اور ٹیچر یا ڈریکٹر کی لکچرار۔ س۔ کے۔ اے۔ پلیٹ۔ ایم۔ ڈی۔  
 بی۔ اس (لندن) ویننڈیکل سروس انڈیا۔ پروفیسر جینی کالوجی اینڈ ڈیفرنیس بی۔ ال۔ ہولٹن۔ ایم۔ ڈی۔ بی۔ اس (لندن) ویننڈیکل سروس انڈیا۔ پروفیسر آف انامی۔ بی۔ ایم۔ مرنی۔ ایم۔ بی (کلکتہ) ال۔ آر۔ سی۔ پی (لندن) ایم۔ آر۔ سی۔ اس (انگلینڈ) ویننڈیکل سروس انڈیا۔ پروفیسر آف فزیالوجی۔ مس ایم۔ آر۔ ان ہومز۔ ایم۔ اے (ڈبلن) نیچرل سائنس ٹرائی پوس (کنٹیٹ) ڈپلوما۔ (آکسن) اسسٹنٹ پروفیسر آف فزیالوجی بس جے پیل۔ ایم۔ بی۔ بی۔ اس۔ بیہی۔ پروفیسر آف کیمسٹری۔ مس اے۔ بین۔ ایم۔ اے۔ بی۔ اس۔ بی (ایئر فزین) اسسٹنٹ پروفیسر کیمسٹری۔ مس۔ آر۔ کرسٹی۔ بی۔ اس۔ سی (بیہی) پروفیسر آف فزیالوجی مسر۔ مگ۔ بی۔ اس۔ سی (ڈبلن) پروفیسر ریاضیات و انگریزی۔ مس ای۔ ایم۔ بین۔ ایم۔ اے (ڈبلن)۔ ریاضیات ٹرائی پوس (کنٹیٹ) لکچرار فزکس۔ بی۔ بارنہڈک۔ بی۔ اس۔ سی۔ (لندن) ایم۔ اس۔ سی (برسٹل) لکچرار انگریزی۔ مس ایم۔ سینکچواری۔ بی۔ اے (لندن) سکریٹری اور وارڈن۔ مس۔ ایم۔ ڈبلیو جبرسن۔ ریاضیات ٹرائی پوس (کنٹیٹ) سیٹوارڈ مس اے۔ میکنزی۔ مس ایم۔ آر۔ ان۔ ہومز۔ ایم۔ اے۔ پروفیسر فزیالوجی پنجاب یونیورسٹی کی ویسٹ چنیلر مقرر کی گئی ہیں۔ کالج کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ یہ پہلا موقع ہے کہ



کوئی عورت کسی یونیورسٹی کے سینٹ میں شامل ہوئی ہو۔

**طالبات** طالبات کو اپنے کام اور کھیل دونوں کا شوق ہے۔ ان کے کام کی بابت ایک سیم صاحب نے جو ابھی ولایت کے اس سٹاف میں آئی ہیں اور جو لڑکیوں کے ایک بڑے کالج میں تعلیم دیتی تھیں کہا کہ ان کو یہاں کی طالبات کا شوق اور موزونیت دیکھ کر ایک تعجب آمیز خوشی ہوئی اور یہ کہ وہ میری سابق کے طالبات کے بخوبی ہم پلہ ہیں ہم علی حصہ کا رپر زیادہ زور دیتے ہیں اور ہر طرح کی کوشش راستی اور تکمیل کے صفاتی جذبات کے ابھارنے کی کر رہے ہیں جو بہت ضروری ہیں۔

آئیے کالج کے دن ۱۷- مارچ کو لیڈی جمپفورڈ صاحبہ نے نہایت مہربانی سے قدم رنجہ فرما کر کامیاب طالبات کو انعام تقسیم فرمایا۔ انعامی کتابوں کی جلدیں ہم نے نہایت خوشنما بنوائی تھیں جن پر ہمارے کالج کا طلائی ٹھپہ منقوش تھا۔ گیمز کلب کھیل اور تفریح خوب ترقی کر رہا ہے اور اس کے کل انتظام طالبات خود کرتی ہیں۔ پستی سے ان کو پیچ کھیلنے کا موقع نہیں ملتا کہ کوئی اور باقاعدہ سیم ہمارے مقابلے کی نہیں ہے لیکن آئندہ سال کے لئے یہ بات قرار پاگئی ہے کہ مختلف مدارج تعلیمی کے طالبات آپس ہی میں مختلف کھیلوں کے پیچ کھیل کریں گے بلیکٹ بال۔ ہاکی بٹس بیٹن یہ سب کھیل ہمارے ہاں کھیلے جاتے ہیں۔ اول الذکر کھیل بہت پسند کیا گیا ہے اور آخر الذکر کی دلداد بہت سی ہندوستانی طالبات ہیں۔ اب ہمارے کالج کی زندگی کا تیسرا سال چل رہا ہے اور طالبات میں یک جہتی (و اتحاد) اور پبلک سپرٹ ترقی کرتی جاتی ہے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ جب وہ وقت آئے گا کہ ہمارے کالج کی تعلیم یافتہ عورتیں اپنے کام کے وسیع حلقے میں چلی جائیں گی تو ہم ان پر فخر کریں گے اور وہ اس کالج پر ناز کریں گی جہاں کہ انہوں نے تعلیم پائی ہے۔

**ہاسپٹل کی رپورٹ** ۱۹۱۸ء میں ذیل کی عمارتوں کی تکمیل ہوئی۔

۱۹۱۸ء میں ذیل کی عمارتوں کی تکمیل ہوئی۔  
نرسنگ ہسپتال کا ایک دوسرا ضلع جس میں سو پنڈنٹ اور یورپین اسٹاف کے کوارٹرز ہیں۔ صیغہ عرض ہائے بیرونی کے مکان کی اینٹوں کی جالی رُود کے پردے کے لئے۔ چار گھوڑوں کے لئے صیغہ سائیسوں کی کوٹھڑیوں اور ایک موٹر ہوس۔ ۱۹۱۹ء میں اُمید ہے کہ ایک ای سولیشن بلاک دماض متعدی

کے مریضوں کو علیحدہ رکھنے کا مکان) اور ایک کمرہ اکس ریئر (شعاعے اکس) جو اس شفا خانے کے لیے بڑی جائیداد ہوگی بنائیں۔ حالات جنگ کی وجہ سے شفا خانے کے سامان میں بہت تھوڑا اضافہ ہو سکا ہے اور اس وجہ سے ابھی ساز و سامان کی حالت پوری نہیں۔ سال زیر رپورٹ میں ان پینٹ ۱۲۳۸۔ اوٹ پینٹ ۱۵۵۹ کی تعداد تھی۔ باہر کے مریضوں میں ۶۲۰۶۔ نئے کیس تھے ۳۸ عمل جراحی کیے گئے جن میں سے ۲۷ میجر (بڑے) آپریشن تھے۔ اور اسی میں ۱۵ آپٹ کے عمل جراحی شامل ہیں۔

اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں دہلی میں وبائی بخار (انفلو انزا) پھیلا۔ یہ مرض بڑی شدید مدم کا تھا۔ اکثر کیسوں میں نیو مونیہ اور برنیکو نیو مونیہ (سوزش و درم شش) کا انفصام تھا۔ ہمارے نرسنگ سٹاف پر بھی اس بیماری کی بڑی مصیبت پڑی اور ہکوا فوسس ہے کہ ہمارے ہاں کی ایک سب سے بہتر اور ہونہار پروفیسر نے انفلو انزا اور نیو مونیہ سے انتقال کیا اس مصیبت کے وقت میں جب کہ ہمارا نرسنگ اسٹاف ایسا گھٹ گیا تھا تو یکے بیکے ہی نہیں ہکو نہایت قابلیت سے دہلی کی دویڈی رڈ اکثرڈوں (مسٹر ایڈریس) اور مس الٹن نے مدد دی۔ ایک بہت نازک وقت میں یہ لیڈریاں ہکو مخلصی دینے کو آئیں اور ہم کو ایک بڑی آزمائش کی حالت سے بچایا۔

زچسکی کے کیس۔ ان ڈور (۱۵)۔ باہر کے (۱۲)۔ ان میں سے ۴۳ معمولی اور ۱۱ غیر معمولی تھے اور ہر کی تعداد بہت تشفی بخش ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شفا خانے کا کام اب شہرت پکڑتا جاتا ہے اور اس کی قدر کی جاتی ہے۔ کالج وارڈ کو لوگ بہت پسند کرتے ہیں۔ اچھے اچھے ہندو مسلمان اور متوسطہ ادنیٰ حالت کے لوگ جو تھوڑی سی فیس ایک روپیہ اور دو روپیہ روزانہ کے دینے کی استطاعت رکھتے ہیں سب اس میں رہتے ہیں۔ ہم کو اس بات سے بہت اطمینان ہے کہ بہت سی ادبچی ادبچی ذات دانی مستورات ہسپتال میں زچگی کے واسطے آئیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شفا خانوں کی نسبت جو بے پردگی کا خیال تھا وہ اب ٹوٹتا جاتا ہے۔

(۱) طبیب۔ مس۔ پلیٹ۔ ایم ڈی۔ بی۔ اس سی وغیرہ (۲) مس سی ال ہولٹن۔ ایم ڈی۔ بی۔ اس سی۔ وغیرہ جینیو

**طیکل سٹاف**

کالوجسٹ اور آل بسٹرکچل سرجن۔ (۳) مس ایم سی مرنی۔ ایم۔ بی۔ وغیرہ۔ برقی محکمہ

(۴) مس ال ای میکنزی۔ نرسوں کی سوپرٹنڈنٹ۔ (۵) مس جی ای۔ منڈن۔ ایم بی۔

بی ایس سی۔ ہوس فزیشن (۶) مس ایم لے کلسال۔ ایم پی اس۔ (صیغہ دوا سازی)

ڈاکٹر ہولٹن نے علاوہ اپنے جینیو کا لوجسٹ (امراض انوائی) اور ہسٹریکل۔

زحہ خات سرجن کے وہ سارے برس شفا خانے کے عمل جراحی بھی کرتی رہیں۔

ڈاکٹر تسمین سین نے جازے کے مہینوں میں شفا خانے کی کلینیکل و تھالوجی کا کام اور کالج کے وکٹوریہ کالج ڈیپارٹمنٹ کا کام مفت کیا۔ اس مضمون پر طالبات کی تعلیم سالانہ شروع کیجی گئی۔ انفلوآنزا کے وبائی ایام میں جب کہ کام کا سخت ہجوم تھا اور سٹاف کی قلت تھی ڈاکٹر و سٹرن نے بھی دست اندازہ کیا۔

نرسنگ اسٹاف۔ اس سٹاف میں تین انگلش سسٹرنز ہونی چاہئیں لیکن بلحاظ حالات جنگ کسی وقت بھی دو سے زیادہ نہ مل سکیں۔ اب سٹاف میں چھ نرسیں اور گیارہ پروڈیشنرز جو امیدوار نہ کام کرتی ہیں) ہیں ان کام سیکھنے والیوں میں چھ اینگلو انڈین ہیں اور پانچ ہندوستانی۔ اعلیٰ درجے تک تعلیم پائی ہوئی ہندوستانی کام سیکھنے والی نرسوں کا ملنا بہت مشکل ہے۔ یہ امر نہایت ضروری ہے کہ نرسوں کے پیشے کی معیار کو ہندوستان میں چڑھا دیا جائے اور جب تک کہ نرس کا پیشہ سب سے اعلیٰ اور نہایت باعزت مشغلہ نہ سمجھا جائے گا جیسا کہ انگلینڈ میں سمجھا جاتا ہے تب تک اچھے خاندان اور اچھی تعلیم یافتہ نرسوں کا اس قدر کافی تعداد میں سیر آنالیزسوں کے پیشے کی ضرورت کو پورا کر سکے ناممکن ہے۔

ایک اور چھوٹی سی مسجد | یہ بھی سرک کی انتہی طرف جرتی تھی اور کی اینٹ چولنے سے بنی ہوئی تھی۔ اس کو بھی صاحبہ فقیر صاحبہ صاحبہ آفریدی

محکمہ میٹ نے درست کرایا کر۔ عرض و طول ۲۲ × ۱۰ فٹ۔ یہ مسجد بے بچھیت کی دیوار سے لی ہوئی عبدالسلام صاحب کی درگاہ ہے۔ یہ مسجد اور درگاہ دونوں سیدی ہارڈنگ کے کالج کے کمپونڈ سے لی ہوئی ہیں۔

گلشن شاہ صاحب مزار | سڑک کے بائیں طرف۔ دروازہ اور دفینٹ اوپنٹ گول چوترہ۔ برآپ کا مزار ہے آپ کے سر اسٹون

ایک بہت پرانا ایم کا درخت سایہ کرتا ہے پورے کھڑا ہے

۱۱۵۳ھ

آپ خواجہ عبداللہ الاحد صاحب نقشبندی کے خلیفہ تھے قبر بخچہ ہر تعویذ مسدود ہے۔  
ہر یہ کتبہ حال میں لگا دیا گیا ہے:-

دہ شاہ سعد اللہ گلشن مجددی رحمۃ اللہ علیہ جامع بود میان کمالات ظاہری و باطنی  
وزہد و تقویٰ و تجرید و تفرید ریاضت شاقہ کشید طعام بعد از سہ روز زیادہ از سہ  
لقمہ تناول نکردے قناسی سال خود و بیک گلیم گزرایند۔ آخر در ۵۳۱ھ وفات یافت،

درگاہ حضرت عبدالسلام  
اور مسجد ۱۲۱۳ھ

پنڈت کے کوپے میں جو پیر جی عبدالصمد صاحب ایک بزرگ رہتے ہیں ان کے والد  
ماجد کا یہ مدفن ہے۔ پیر جی صاحب نے ایک نفیس مسجد اور درگاہ بنوادی ہے جو عبدالغنی  
صاحب کی مسجد کی بچپیت کی دیوار سے ملی ہوئی ہے۔ اور اسی سبب سے یہ مسجد اس درگاہ اور  
سڑک کے بیچ میں حالی ہے اور راہ ر دوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس چھوٹی سی مسجد کے پیچھے  
کیسی خوش نظر عمارت بنی ہوئی ہے۔ لیڈی ہارڈنگ کے ڈیکل کالج کے کمپونڈ سے یہ  
درگاہ ملی ہوئی ہے جو ایک بڑی شکل کا سامنا ہے۔ وہ ٹھیری شاہی عمارت اور یہ درگاہ لیکن  
آفریں ہے پیر جی صاحب پر کہ انہوں نے ایسی خوش قطع اور بختہ عمارت بنوائی ہے کہ پہلے تو میں  
اس کو بھی کالج ہی کا ایک حصہ سمجھا۔ اب ہم درگاہ کا بیان کرتے ہیں۔

سماع خانہ  
مسجد کے مشرق میں سماع خانے کا ایک تین بنگڑی دار دروں  
کا دالان ہے جس کے دونوں جانب ایک ایک حجرہ ہے۔ سارے  
کمپونڈ کے اندر متعدد نیم کے درخت گھنے سائے کے ہیں جس سے یہ مقام گرمیوں میں بہت  
سندھار ہوتا ہوگا۔

چوکھنڈی  
سماع خانے کے سامنے (۱) مربع (۲) پختہ چوترے پر ایک  
سنگ مرمر کی چوکھنڈی (۱) مربع دس انچ اونچے سنگ مرمر  
کے چوترے پر رکھی ہے۔ سہ دری سرتاپا سنگ مرمر کی ہے جس کے ستون نہایت نازک  
اور خوب صورت ہیں کہتے ہیں کہ پیر جی صاحب کو بنی بنائی مل گئی۔ اس زمانے میں ایسی  
سہ دری کا مل جاتا ہے پیر جی صاحب کا حسن نیت اور خوش عقیدتی کی دلیل ہے اس کے

اند تین دیواروں و درز طاق نما محرابیں ہیں اور متعدد چھوٹے چھوٹے طاق بنے ہوئے ہیں۔ اس چوترے پر دو قبریں بیچ میں سے خام زمین و درز ہیں۔ کیوں کہ شرع شریف میں قبر کو پختہ کرنا منع ہے۔ دونوں قبروں کے سرانے ایک رنگین دائرے میں سینر زمین پر سفید حروف میں نہایت عمدہ طغریٰ تا خط نسخ میں یہ عبارت نقش کی ہوئی ہے۔

(۱) شاہ عبدالسلام حق پرست ۱۴ م ۱۳۵۱-۲۵ م شاہ فرید الدین فخری ۱۵ م ۱۳۵۱-  
چو کھنڈی کا ارتفاع دس فٹ ہے اور سوائے جنوب کے تینوں طرف افضل الذکر  
لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کندہ ہے۔

چو دری - ۲ - ۵ x ۸ - ۸ - چوترے کی  
اونچان ایک فٹ - چار درنگ مرمر کے

## سنگ کی دوسری چو کھنڈی

چاروں کونوں پر ہیں بیچ میں سنگ مرمر کا قبر کا تنوید ہے چوترے سمیت اس چو کھنڈی کی بلندی ۴ - ۵ ہے۔ قبر پر کوئی کتبہ نہیں یہاں جو ایک صاحب پڑھے سے رہتے ہیں لکھے پڑھے حافظ ہیں تیس سیارے ان کو حفظ ہیں مگر یہ بھول گئے کہ یہ کس بیوی کی قبر ہے بس اتنا ہی ان کو معلوم ہے کہ حیدر آباد دکن کی کوئی بیگم تھیں ان کی مٹی ان کو یہاں لائی تھی وہ یہاں آسودہ ہیں۔

دو چیز آدمی را کشد زور زور  
یکے آب و دانہ دوم خاک گور

احاطے کے شمال کی طرف چھ حجر در کا دالان ہے جو ۶ لمبا ہے اور اسی کے مخالف  
جنوب کی طرف احاطے کی دیوار میں ایک معمولی سا دروازہ بھڑکڑ چوبی کو اڑ لگاؤں  
مسجد کی بچھیت کی دیوار سے ملا ہوا ہندوستان  
کے زمانہ حال کے مشہور مہندس اور  
مورخ کا مزار ہے۔ اس پر میاں بیوی دونوں  
آرام کرتے ہیں اللہ اللہ کیے قول کے پے

## شمس العبادی نشی ذکر اللہ خاں کی قبر ۱۳۲۸ھ

اور بات کے سچے لوگ تھے۔ جب تک جینے بیوی گئے کا ہار رہیں مریے بعد بھی دونوں ساتھ  
ہیں۔ کیسا بے زلیہ ہو! رتھ سنگ باسی کے چوترے پر جو ۴ - ۵ x ۲ لمبا چوڑا اور دو  
فٹ اوچا کھڑا ہوا ہے۔ دو قبریں ہیں مسجد کی دیوار سے ملی ہوئی منشی صاحب مرحوم و غفو  
کی قبر ہے جس کے سرانے سنگ مرمر کی لوح پر ذیل کا نہایت خوش خط کتبہ ہے اور اسی کے

پاس اُن کی زد و محترمہ آسودہ ہیں :- **تَعْلَمَنَّ عَلَیْکُمَا قَات -**

صاحب ایس قبرخان بہادر شمس العلماء نشتی محمد ذکار اللہ از شاہیر فضلاء x ایس دیار است مردے مستقیم الحال و مجموعہ فضل و کمال بود x در علوم قدیمہ و شیرہ x فنون جدیدہ ید طولی داشت تازیت بہت بر خدمت طلاب x علم گماشت و در تالیف و تصنیف نقب البقی از اقران و امسال بہ رجعت یک کتب از مولفاتش بنی الطلاب است چوں x ہشتاد و یک منزل از منازل عمر بہ پیود چہارم ماہ ذیقعد x ۳۲۶ ہجری رخصت بفرمان انرجی اعلیٰ سر بلبل نقل آخرت فرمود x و پیکر خاکش زیر خاک بیا سود۔

اللہم اغفر لہا

نیچے

**دوسرے دو کتبے** (۱) مسجد کی بچیت کی دیوار میں پیش طاق کے پیچھے بالکل یہ کتبہ ہے "تغیر کرسی منجانب حاجی احمد حسین مرحوم"

(۲) مسجد کے بائیں طرف دو منزلہ حجرے کے اوپر :-

در تعمیر منجانب محمدی سلیم مرحوم

مسجد ۱۳۰۰ - ۱۳۰۱ - ۱۳۰۲ ایک دالان کی ہر ایک حجرہ ادھر ایک ادھر ہر صحن میں سنگ سرخ کے چوکے نیچے ہوئے ہیں صحن ۱۳۰۲ - ۱۳۰۳ - ۱۳۰۴ مسجد

**مسجد**

کی چھت ڈالٹا کی ہے جس میں پیار آہنی گزور پڑے ہوئے ہیں بیچ میں تین درہیں اور ان کے ادھر ادھر ایک ایک پٹا اور اس طرح پانچ درہوں نے مسجد کا دروازہ لداوی ڈیوڑھی دار خوب کی طرف ہر جس کے دونوں جانب حجرے ہیں بائیں ہاتھ کی طرف کے حجروں میں غسل خانہ اور طہارت خانہ ہے۔ دائیں ہاتھ کی طرف کے حجرے کی دو کھڑکیاں صحن مسجد میں نکلی ہوئی ہیں اور ایک دروازہ تو بڑی سی نکلتا ہے۔ دروازہ مسجد اور درگاہ کا بلحاظ اندرونی عمارتوں کے کچھ زیادہ عالی شان تھیں کیوں کہ موقع ہی ایسا کہ حسب موقع ہوا ہے۔

**ہنومان جی کا مندر** رائے سینا کے حدود میں یہ ایک بہت پرانا اور قدیم مندر

راہ کے بازار میں ہے جو بے سنگہ پورہ بھی کہلاتا ہے۔ اب یہ تمام جاے رائے سینا کی نئی دلی میں گھیر لی گئی ہے۔ یہ مندر چوں کہ مذہبی اور قدیم عمارت تھی علی حالہ چھوڑ دیا گیا۔ اس پر پبلک ورکس کا پنی ۱۳۰۱ نمبر ٹپا ہوا ہے۔ سڑک کے کنارے بائیں طرف ہے۔ پہلے اس مندر کا تعلق مہاراجہ صاحب جے پور سے تھا کیوں کہ جے سنگہ پور سے ہیں تھا۔



مندر کے دروازے پر کے کواڑوں کی جوڑی پیتیل کے پتر منڈھے ہوئے ہیں اس پر یہ عبارت  
بخط ناگری دونوں طرف کھدی ہوئی ہے۔

”یہ جوڑی لالہ جنگل کشور و گنپت رائے حلوانی کھڑکھو دے والا لے

بنوائی۔ سنی۔ مہاسادی چچی سمیت ۱۹۷۲ء

اندر مندر کے چو طرف سنگین اور لداوی چھت کے دالان میں جن میں سنگ سرخ کے چوکے لگے  
ہوئے ہیں۔ اور صحن کا فرش بھی چوکوں ہی کا ہے۔ جنوب اور شمال کی طرف تیج درے۔ مغرب  
میں تیرہ سیڑھیوں کا زینہ اس کے بعد درے۔ مغرب میں اصل مندر کی عمارت ہے جس میں  
سنگ مرمر کا فرش ہے جو پچ کا یعنی ایک چوکہ سنگ مرمر کا ایک سیاہ کا ہتھومان کی صورت کے  
گرد سنگ مرمر کا خوش غما کنہر ہے۔ مندر کے اندر طلائی اور شیشے کا بہت عمدہ اور کثرت سے  
کام کیا ہوا ہے صحن کے نیچوں تیج ایک بڑا بھاری پرانا نیم کا درخت ہے اور شمال رخ کتیج درے  
میں ایک سادہ بھی بنا ہوا ہے مسجد کا گوہر (منحدر و طی قبیہ) بہت بلند ہے جس کے اوپر کلس  
چڑھا کر بلال لگا دیا ہے۔

کنیش کی گمٹی کا برج | اس مندر کے چھوڑے ایک چھوٹی سی ۱۲۴ مربع  
برجی بلاکس کے کھڑی ہے جو کنیش کی گمٹی کہلاتی ہے اس

کے اندر اب کوئی صورت بھی نہیں ہے۔  
راجہ کے بازار کی مسجد | مندر کے محاذی سڑک کی داہنی جانب ایک چھوٹی سی برجی  
مسجد بہت خراب و ستہ حالت میں سڑک سے ملی ہوئی کھڑی

ہے جس کی ایک منارے نما برجی ہے دوسری گرگنی مسجد کا دالان ۱۹۷۲ء میں درج ہے  
اونچے ۳۴ فٹ چوڑے ہیں چھت چوڑی کڑیوں کی ہے صحن ۱۵۴۲۰ء میں ایک چھوٹا سا  
کنواں بھی ہے۔ گرد (تیج) اونچی کیونٹہ دال ہے۔ چون کہ حدود چھاؤنی راس سینا میں  
لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کی مرمت کرنے کا بھی حکم نہیں۔ خدا جانے سچ کہتے ہیں یا جھوٹ۔  
کیوں کہ اندریوں کو خود معابد کا احترام ملحوظ ہے اور بجا مسجدوں کو محفوظ کر دیا ہے۔

کھنڈیل وال جینیوں کا بڑا مندر | فیستنی ہے۔ مسلمان کو اندر گھسنے نہیں دیتے  
مکانات ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس احاطے کی ساری عمارتیں پچاس ہزار میں سرادھیوں نے



خرید لی ہیں۔ دوسرے مکانات سے ہم کو بحث نہیں ہم صرف اصل مندر کا ذکر لکھتے ہیں۔ اندر چو طرف پختہ سنگ بست دالان ہیں۔ صحن کے پنج میں ایک بڑا سایہ دار نیم کا درخت ہے۔ بڑی وسیع عمارت ہے اور باہر کا احاطہ بھی بڑا لمبا چوڑا ہے جس میں متعدد مکانات ہیں۔ مندر کا صدر دروازہ شمال رو ہے اور اسی کے سامنے احاطے کا بڑا عالی شان پھاٹک ہے جس کے دونوں جانب خوش نمائش بنے ہوئے ہیں۔ عرض یہ عمارت بھی پُرانے زمانے کی ہے۔

**شوالا** اس مندر کے مغرب میں ایک چھوٹا شوالا ہے جس کا ایک برج کھڑا ہوا ہے۔ اس میں کوئی خاص بات نہیں جو لکھی جاوے۔

**تال کٹورا** قطب روڈ پر اس نام کا ایک باغ تھا۔ درخت کٹ گئے نام رہ گیا ہے۔ وہ دل نہ رہا امید کیسی جو کٹ گئی نخل آزد کی

**اگر وال جینیوں کا چھوٹا مندر** جینیوں کے بڑے مندر کے احاطے سے نکلنے کے بعد مغرب کی طرف ایک اور مندر اگر وال

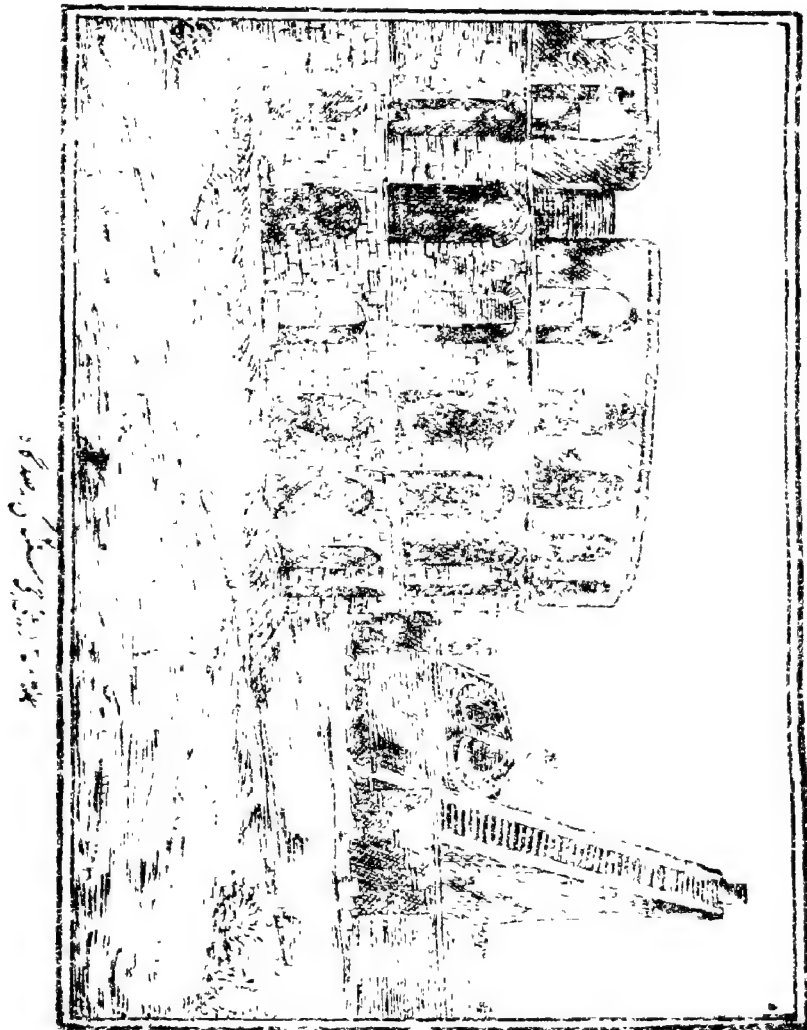
جینیوں کا ہے جو چھوٹے مندر کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بھی جے سنگھ پورے اور راجہ کے بازار میں ہے۔ یہ بھی بہت پُرانا اور قدیم مندر ہے۔ جس پر ایک کوٹھی دار گنبد ہے اور ادیر پتھر کا کتس ہے۔ کیا مجال کہ مسلمان اندر پر مار سکے اور مسلمانوں کی یہ حالت کہ سوامی شروہانند مہاتما کو جامع مسجد کے تکبیر پر چڑھا دیا۔ ع

ہیں تفاوت رہ از گجاست تا بکجا

ہم کو اس سے بحث نہیں کہ مسلمانوں نے اچھا کیا یا بُرا۔ وہ جانیں اُن کا کام مجھ کو ہندو صاحبان کا طرز عمل ظاہر کرنا مقصود تھا اور بس۔ اس جگہ سے میں کون پُرکرا اپنی اوقات عزیز ضائع کرے۔ ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ لکھو دینکم ولی دین (تم کو تمہارا دین اور مجھ کو میرا دین)۔ باہر سے ہم نے اس کا رقبہ ناپ لیا ۷۷۸۸ کی عمارت ہے اور مندر سے لگا ہوا پجاری کے رہنے کا مکان ہے وہ بھی قریب قریب مندر ہی کے برابر دکھائی دیتا ہے یہ مندر لالہ سنگھ چند کا بنوایا ہوا ہے جن کا بنوایا ہوا ایک بڑا مندر مالیواڑ سے ہیں بھی ہے۔

۱۵ مسلمانوں کو تو ایک بات ہاتھ لگ جانا شرط ہے جو ہونا تھا سو جو چکا زخم کو کر دینے سے کیا فائدہ۔ رسالہ ۱۰۰۰ء (۱۸۸۷ء) ماہ مئی دجون ۱۵ء میں اسی بحث سے (۱۵) صفحہ گھیر لیے اور پھر اس قضیہ نامزدیہ کو خدائے شیعہ عمر بخش صاحب کیل بانی کورٹ پنجاب نے باریکٹ کے گنجان لکھے ہوئے (۱۵) صفحہ کے رسالہ کی شکل میں "ساجد اور غیر مسلم" کے نام سے شائع فرمایا ہے۔ مضمون مدلل مولانا ابوالکلام صاحب کے اور اس فعل کا جواز ثابت کیا ہے جن صاحبوں کے مزاج میں کہ یہ ہو وہ اس سے کوئی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

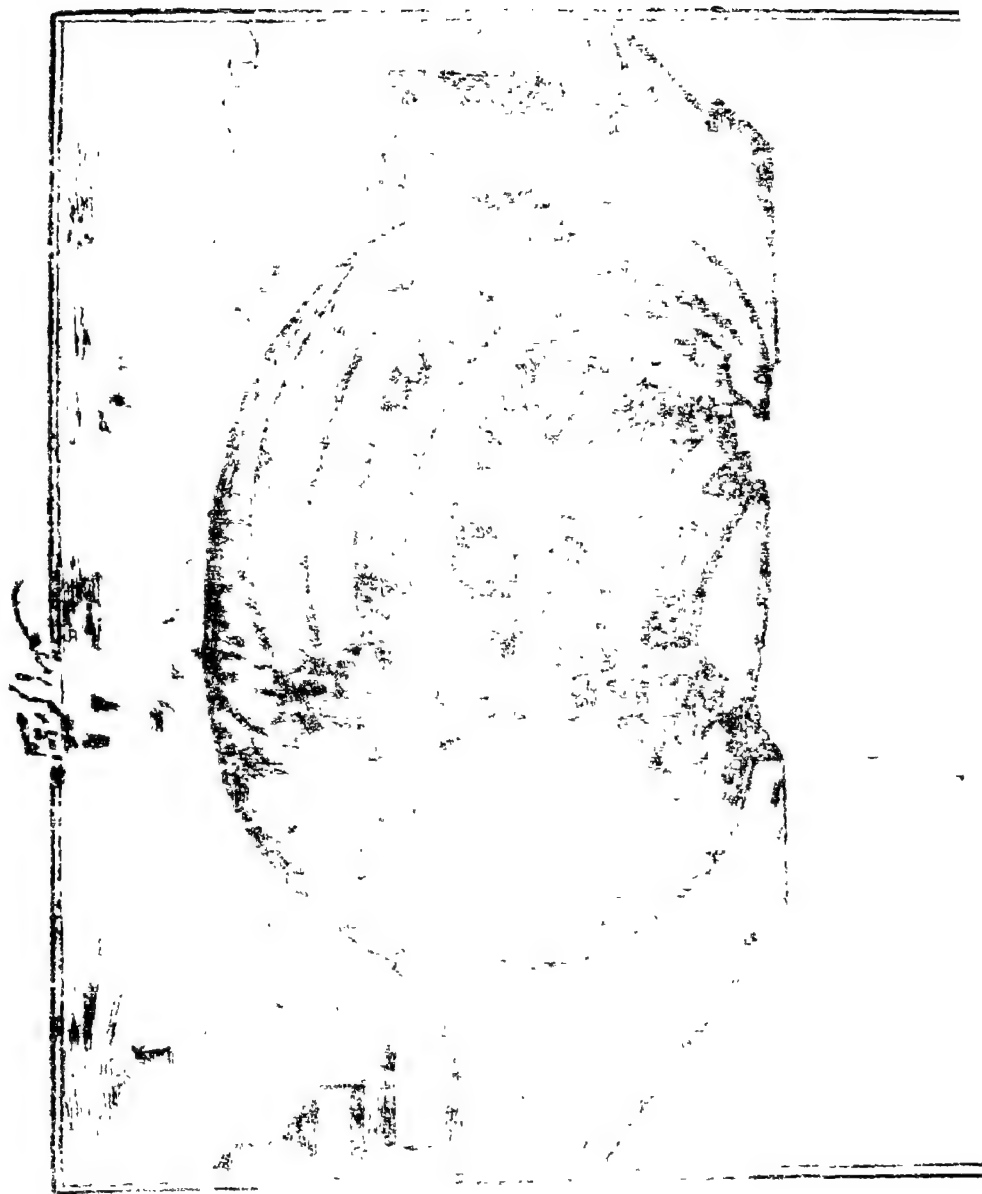
کتابت مسجد جامعہ اسلامیہ دیوبند



مکتبہ اسلامیہ کراچی

مکتبہ اسلامیہ کراچی





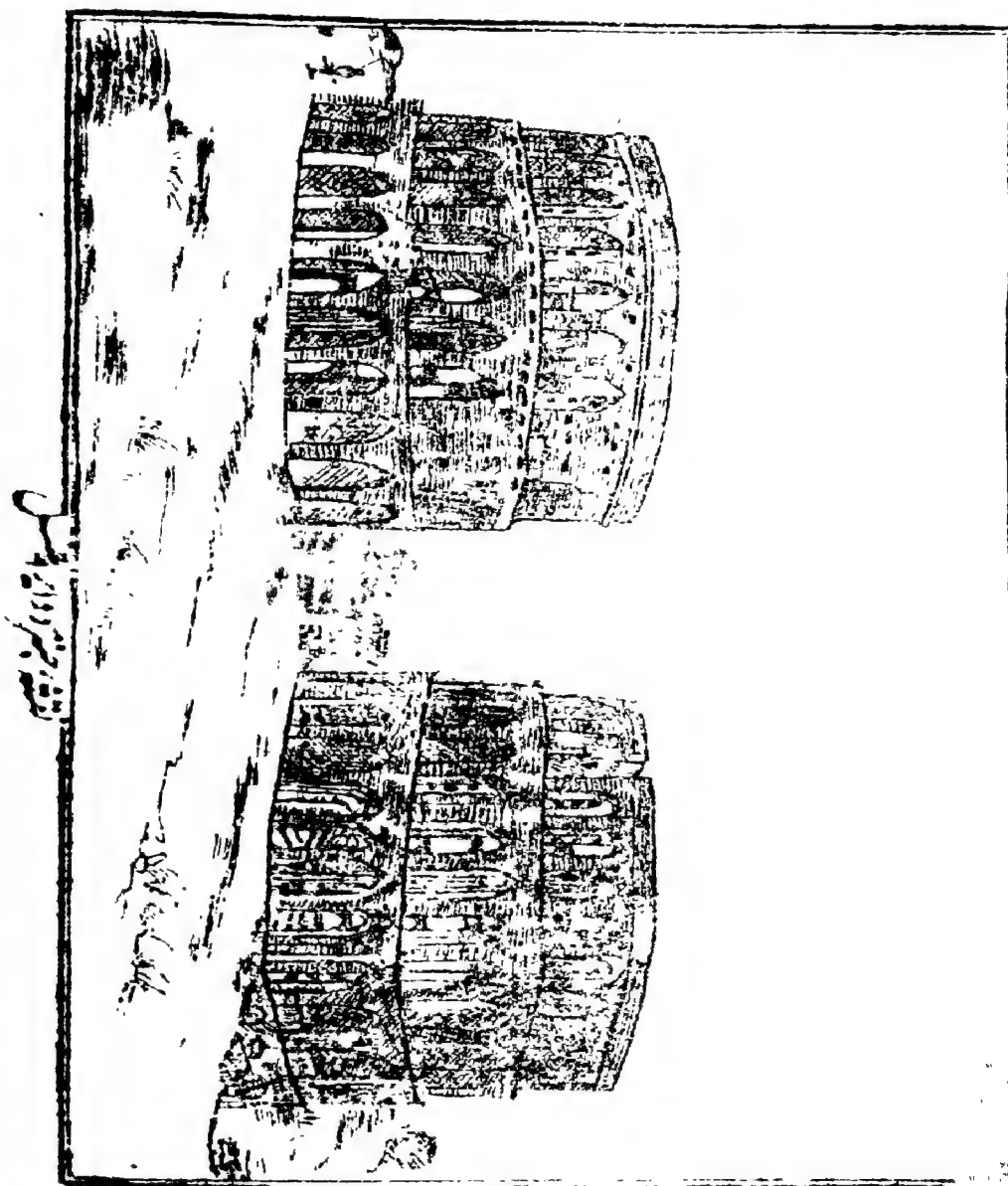


مشترک و مقدر









مسجد جامع خوارزم

**یو کا شوالا** اسی کے پاس محرومی تپے کا ایک چھوٹا سا شوالا تھا۔ ستمبر میں ہی۔  
**بان کا مٹھ** پھر اس سے اور آگے بڑھ کے ایک قدیم اور پختہ مٹھ ہے جہاں پار سناتھ کی مورتی بٹھائی جاتی ہے اور نسیاں تباہی۔

مہر وہ دآسمان و انجسم  
 دریا و زمیں و کوہ و صحرا  
 حیوان و پری و دیو مردم  
 باغ و گل و سبزہ مطرہ  
 سب کا ہی بنائے والا  
 ما اعظم شانہ تعالیٰ

**مستتر** ۱۱۱  
 پراتے قلعے سے مغرب و شمال کے کونے میں کوئی تین میل  
 اور اجمیری دروازے سے بہ جانب جنوب ایک میل پر یہ  
 شہور علم ہیأت کے علمی تجربوں کی رصد گاہ ہے۔ اس رصد گاہ  
 خلق تھارن صاحب نے لکھا ہے کہ کیسپ کو واپس آتے وقت ہم خستہ مستر کی شہور  
 مانے کو دیکھنے کو ٹھہر گئے جس کو سیمپلس جلوس محمد شاہی میں مشہور ہیأت و ان  
 سنگہ راجہ امبیر نے جو خاندان راجگان ہے پور کا بانی تھا بنایا تھا جس کا محل اور اصل  
 مادھو گنج میں تھا جو اس رصد گاہ کے قریب مشرق کی طرف ایک گاؤں ہے۔ اور ایک  
 راجہ صاحب ہے پور کی جاگیر ہے ملک ہند کی عالی تنہی اور سائنس کی یہ یادگار فیصل شہر کے  
 جامع مسجد سے کوئی دو میل پر واقع ہے۔ افسوس ہے کہ یہ کام بسبب اس کے بانی کی لپیٹ بنگام  
 اور سلطنت کے عزل و نصب کے پورا نہ ہو سکا تاہم رصد گاہ کا کام جس حد تک ہو چکا تھا  
 سے اس کے بانی نے علم ہیأت کی دست نگاہ اور صحت عمل کا (کافی) ثبوت ملتا ہے، لیکن  
 میں ہے کہ اُچھڑ جاؤں نے بنائے سے پچاس برس کے اندر ہی اندر اس کا بالکل ستیاناس  
 اگر وہ مال و اسباب کی لوٹ کھسوٹ پر ہی اکتفا کرتے تو بھی غنیمت تھا مگر غضب تو یہ  
 کہ انہوں نے عمارت کے ساتھ دوائر کو بھی بہت بڑا نقصان پہونچا یا۔ بڑے دوائر  
 تک قائم ہیں لیکن خطوط اور دائرے کا محیط جس میں درجے بنے ہوئے تھے بہت سی  
 سے شکستہ ہو گئے ہیں شیلٹ کے ایک ضلع کا طول (۱۱۸) ہے اور قاعدے کا ضلع  
 آ۔ ا۔ ہے۔ اس پر چڑھنے کا سیڑھی دار زمین ہے جس کے کناروں اور محرابوں پر سنگ مرمر  
 ہوا تھا۔ اس عظیم الشان آلے کی کلانیت اور صحت عمل کی وجہ سے جس سنگ نے اس کا نام

سمت میٹر یعنی شانہ زاوہ دوائر رکھا تھا کیوں کہ اسی قسم کے اور دو چھوٹے آئے بھی ہیں۔ ان تینوں آلوں کو ایک دیوار کے ذریعے سے ملا دیا گیا ہے جس پر ایک نصف دائرہ ان اشیا کا ارتفاع معلوم کرنے کے لئے بنایا گیا ہے جو اس مقام سے مشرق اور مغرب میں واقع ہیں۔ ان دائرہ کے جنوب میں اسی قسم کی دو عمارتیں اور ہیں جن سے ستاروں کی بلندی۔ قوس افقی (Azimuth) اور اجرام فلکی کے مقامات اور فصل وغیرہ کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ ایک ہی قسم کی کئی کئی عمارتیں ایک ہی جگہ بنانے سے یہ عرض معلوم ہوتی ہے کہ ایک آئے سے جو اُبل کیے جائیں ساتھ کے ساتھ اُس کی صورت علی کی جانچ پر تال دو کر آئے سے بھی کر لی جائے۔ یہ آخر الذکر عمارتیں مدور شکل کی ہیں جو اوپر سے مکمل ہوئی ہیں جن کے نیچے ایک ایک بلند ستون عمودی شکل کا سطح زمین سے تین فٹ بلند کھڑا ہے جس میں سے تیس خطوط قطر سے محیط دائرے کو جاتے ہیں۔ ان کا درمیانی فصل قطروں کے برابر ہوتا کہ قطروں کے باہمی فصل سے ایک کامل چھ درجے کا حصہ دائرہ بن جائے۔ دیواروں کے اندر طاق بنے ہوئے ہیں جن میں مدارج شمس کے خطوط تماس بنے ہوئے ہیں جن پر ستون عمودی کا سایہ پڑتا ہے اور یہ خطوط ایک سے لے کر پینتالیس درجے تک بنے ہوئے ہیں۔ لیکن جب آفتاب کا ارتفاع اس بلندی سے زیادہ ہو جاتا ہے تو انہیں درجوں اور ستون عمودی سے آفتاب کا صحیح ارتفاع معلوم کیا جاتا ہے۔ ان درجوں کو دقیقوں میں تقسیم کیا ہے لیکن جو درجے مقابل کی دیوار پر پڑتے ہوئے ہیں اور جن میں ہر درجے کے چھ حصے کیے گئے ہیں اس قسم کے دقائق کی تقسیم نہیں ہے۔ ان دائروں اور خطوط پر جو سایہ پڑتا ہے اس سے نو آفتاب کا قوس افقی اور محل نصف النہار معلوم ہو سکتا ہے اور اس طرح چاند اور ستاروں کا مریدی بن (Meridian) بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ ان دونوں عمارتوں اور بڑے دائرہ الظل کے پنج میں ایک نرہ مقعر بنا ہوا ہے جو فلکی نصف دائرے کو بتلاتا ہے جس کا قطر ۵۰ ہے۔ اس میں پندرہ درجے ہیں جس سے نصف النہار معلوم ہوتا ہے۔ چون کہ یہ مقام ایک خاص فن سے متعلق ہے اس لئے ماوشما کو اس کی قدر نہیں ہو سکتی نہ بچے سمجھ میں آتا ہے۔ ہاں جو لوگ علم الافلاک کے ماسر ہیں وہ جان سکتے ہیں کہ کن کن سائل کو کس کس اسلوب سے سلجھایا ہے۔ ہمارے جیسے لوگوں کو جو اس کو چہرے نابلدہ میں بظاہر ایک بہت بڑی خطاستوں کی دوا مل نظر آتی ہے اور دو در عمارتیں معلوم ہوتی ہیں جن میں ایک کے

اور ایک سیڑھی نما دائر بنے ہوئے ہیں جن سے بظاہر ستاروں کے صعود و نزول کی پیمائش کی جاتی ہے۔ آگے ہماری عقل خود چکر میں ہے۔ میں نے انگریزی میں ایک بڑی مبسوط کتاب بھی لکھی ہے جو خاص اسی جہت منتر پر لندن میں حال میں چھپی ہے جس میں متعدد نقشے بھی دیئے گئے ہیں اور اس میں ساری بحث راجہ جے سنگھ کے عمل ہیأت پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سائنس دانوں کے لئے یہ ضرور کوئی بڑی قابل قدر چیز ہے جو اس زمانے میں بھی اُس کی چھان بین کی جا رہی ہے۔

**رکاب گنج حال مادھون گنج** نمبر تالیف - اجیری دروازے سے قطب روڈ پر دہلی طرف سڑک سے کوئی سو سو اسی قدم پر ہے جہت منتر کے

غرب میں ایک بڑا بھاری پختہ احاطہ نظر آتا ہے۔ اس کا قدیم نام رکاب گنج تھا لیکن اب اس پر مادھون گنج کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ چوں کہ اس گنج کے دروازے کے پاس ایک تین در کی چوٹی سی مسجد ہے اور وسط میں چوترے پر ایک قبر بھی ہے تو اس کا بانی کوئی ہندو نہیں ہو سکتا۔ جہت منتر کے بیان میں جو مادھون گنج کا ذکر آیا ہے وہ یہی مقام ہے جسے مہاراجہ صاحب بڑ پور کے علاقے کا کہا گیا ہے اب یہ ساری زمین معاوضہ دے دلا کر اسے سینا میں شامل کر لی گئی ہے۔ صدر دروازہ شمال رو ہے بڑا عالی شان ہے۔ گہرائی دروازے کی گہرائی اور چوڑائی ۱۱۰ ہے۔ دروازے کے اندر بغلی میں دو طرف سے دریاں ہیں اور دینے بھی سردی ہے۔ احاطہ چار سو فیٹ مربع ہے جس کے چاروں کونوں پر گچھ گچھ بنے ہوئے ہیں مشرق کی طرف چوتھائی دیوار گر پڑی ہے اندر سوائے گچھ گچھ کے کچھ کچھ اس سڑک پر دہلی طرف بالکل سڑک کے لگے ہوئے اور پچھلے پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے تین در کی مسجد ۲۰۰ ہے۔ جو (۲) ادنیٰ ہے ۸

**سیلے پر کی مسجد** چوڑے ہیں یہاں طرف ایک حجرہ ۹۰ ہے۔ اندر گچھ کافرش اور چھوٹا سا مندر ہے جہت چوٹی کڑیوں کی ہے صحن میں سنگ سرخ کا بہت پرانے چوکوں کافرش ہے جو ۱۰۰ ہے۔ احاطے کی دیوار ۵۰ ہے۔ اوپچی ہے۔ داہنی طرف ایک کنواں ہے صحن کے کونے میں بائیں طرف ایک بہت پرانا نسیم کا درخت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سڑک نکالتے وقت اس مسجد کے صحن کا کچھ حصہ سڑک میں آگیا ہے اور دروازہ جواب جنوب کی طرف ہے وہ ضرور سڑک کی طرف رہا ہو گا چنانچہ سڑک کی طرف ۱۰۰ ہے۔ لہٰذا اوپچی پتھر چوڑے کی بندش کی ایک دیوار مسجد کا صحن محمد و کر کے کو بنا دی ہے۔ اور یہی اونچان اس سیلے کی بھی ہے جس پر کہ مسجد بنی ہوئی ہے۔ غرض ہے مسجد قدیم اہل سرکار کو اس کا موجودہ حالت پر

باقی رکھنا منظور ہے جو اس طرح بندش کرادی ورنہ اس دردسری کی کیا ضرورت تھی۔  
**نئی چھاؤنی کی مسجد** نمبر ۱۱ گورنمنٹ ہاؤس رائے سینا کے سامنے مغرب کی طرف شکر کی بائیں طرف معمولی حیثیت کی ایک قدیم مسجد تین گنبد اور تین دروں کی ۱۳ x ۲۲ می بائیں تھک طرف ایک حجرہ چھت اوپر سے سپا ہے۔ چاروں کونوں پر چار دینار نما پوکور برجیاں ہیں بیچ کا دروازہ اونچا۔ ۹ چوڑا ہے۔ بائیں طرف کی محراب پر سٹاک سرخ میں یکافتاح کا طعنا لگتا ہوا کہیں اور سے لا کر لگا دیا ہے۔ دوسرے بقیوں کا چھوٹا سا ممبر ہے۔ سامنے کے اینٹ کے فرش کا چبوترہ ۱۳ x ۱۳ کا ہے کیونڈہ ۱۳ x ۱۳ می اونچا ہے صحن میں ایک کنواں بھی ہے شمال کی طرف اینٹوں سے چنا ہوا ایک بچتہ گچ کا چوکی دار دروازہ ہے جسے چوٹی پٹ ہیں۔ دروازے کی محراب میں کارنس پر رنگ کا کام ہے کسی نے روشنائی سے پیشانی پر یہ شعر لکھ دیا ہے۔

مسازا ہاں مسجد ہے۔ نر ز عاشقان ترکہ ہے جو دے

قدیم نام اس مسجد کا کیا تھا معلوم نہیں۔ اب نئی چھاؤنی کی مسجد کہلاتی ہے۔ اس کے کیونڈے کی مشرقی دیوار میں پانی کا نل بھی لگا ہوا ہے۔ یہ نل مسجد کے سامنے نہیں لایا گیا بلکہ جس طرح پبلک روڈ پر لگا دیا جاتا ہے یہاں بھی لگا دیا گیا ہے یہ بھی غنیمت ہے۔

**ایک نامعلوم گنبد** نمبر ۱۱ چھاؤنی گورنمنٹ ہاؤس کے جنوب میں ایک گنبد سربراہ کھڑا ہے۔ جو اندر سے ۱۰ x ۱۰ ہے۔ چار طرف چار چار دروازے۔ اندر کوئی قبر نہیں نہ فرش۔ دیواروں میں آٹھ طاق ہیں بہت خراب و خستہ حالت میں ہے کس کا ہے معلوم نہیں۔ نوٹا پھوٹا چبوترہ اونچا ہے۔

**گمبھ** قطب روڈ کے بائیں طرف شکر کے کوئی سو سو قدم ہٹی ہوئی صفدر جنگ کے مقبرے کے شمال میں چھٹیٹ مربع بہشت پہل گمبھ کی طرف دروازے مغرب میں بند۔ دروازے ۱۳ x ۱۳ می۔ اس کے جنوب میں ایک بچتہ کنواں ہے۔ یہ بھی نامعلوم ہے۔ جہاں بڑے بڑے گنبدوں کا پتہ نہ چلے یہ کس شمار قطار میں ہے۔ اس کے آگے صفدر جنگ کا مقبرہ قطب روڈ کے داہنی طرف ہے۔

## دلی دروازے سے قطب روڈ پر کی عمارتیں

**گھوس** | دہلی نظام الدین کی سڑک۔ تہابت خاں کی حویلی کے سامنے داہنی طرف ایک سڑک بھٹ جاتی ہے جو راسے سینا سے ہوتی ہوئی قطب چلی گئی ہے۔ بستر کے تیلے کے پیچھے جو دہلی نظام الدین کی سڑک پر ہے اس کے عقب میں دلی دروازہ قطب روڈ کی داہنی جانب ایک بڑا ہوا سا برج گھوس کی شکل کا ایک چوتھرے پر کھڑا ہے جس کا دور ۹۲ اور بلندی ۱۵ ہے۔ یہ کسی محل کے احاطہ کے کونے پر کا ایک برج معلوم دیتا ہے۔ چنانچہ اس برج کے پاس دیوار کا کچھ گرا ہوا حصہ بھی باقی ہے۔

**پھولی مسجد** | اریو سے لین دلی سے نظام الدین کے بائیں ٹیلیگراف پول نمبر ۹۵۳ کے پاس ایک بالکل گری پڑی مسجد ہے جس کے تین دروازے تین گنبد ہیں۔ داہنی طرف کا پہلا گنبد اور دوسرا بیانی گنبد آدھا باقی ہے۔ تیسرا گنبد بائیں طرف کا وہ بھی نصف رہ گیا ہے اور اسی طرف ایک اونچی پا کھا کھڑا ہے۔ بیچ کے آریج کی چوڑائی (دھا) ہے۔ صحن کے عقب میں کنواں تھا جواب پاٹ دیا گیا۔ اب یہ مسجد موجودہ حالت کے لحاظ سے پھولی مسجد کہلاتی ہے۔

**اگر سین کی باؤلی اور مسجد** | ختمہ منتر کی رصد گاہ سے کوئی پانچ گز فاصلے سے اس نام کی ایک بہت بڑی رشان دار باؤلی اور

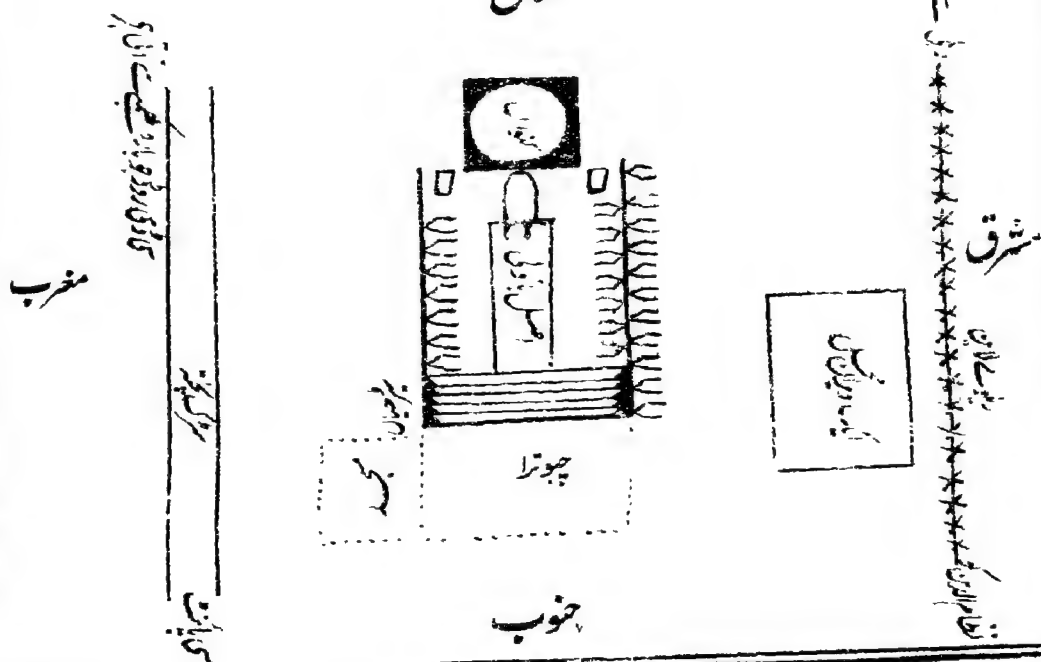
اُسی کے ساتھ ایک مختصر سی مسجد ہے جو سڑک کی داہنی طرف ہے۔ اگر سین جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کوئی ہندو تھا مگر معمولی شخص نہ تھا بلکہ صاحب ثروت و ممول تھا جب ہی تو اُس نے ایسی عمارت باؤلی بنوا دی۔ باؤلی کے پاس مسجد ہونے سے شبہ ہوتا ہے کہ اس کا بانی شاید کوئی مسلمان رہا اور اصغر حسین کو اگر سین کر لیا ہو مگر یہ بات نہیں درست ہے۔ دو دنوں عمارتیں ہندو صاحب ہی کی بنوائی ہوئی ہیں کیوں کہ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ امام باڑے درگاہیں چلے ہندو نے بنوائے ہیں اور بعض ہندو اپنی خوش اعتقادی سے ایسا کرتے ہیں۔ کار خیرات و حسنات میں وہ مذہب کی تفریق کو مد نظر نہیں رکھتے۔

باؤلی کے اوپر کا چوترا جے مسجد کا دوسرا صحن بھی کہہ سکتے ہیں ۳۷۷۷۷۷ ہے چوترا خام ہے مگر



گرد بندش پختہ ہے۔ اصل باؤلی مستطیل ۱۰۰ x ۳۲ ہے۔ اور دھڑ دھڑ لیان لوٹو ۳۲ ہے۔ پہاڑ کا پہاڑ کھڑا ہے۔ اندر اترتے ہوئے در معلوم دیتا ہے پانی بھی بے زری اور شیریں تھا لیکن اب چون کہ کھینچتا نہیں ذرا ملتا ہو گیا ہے۔ باؤلی کے جنوب میں سیڑھیاں دھڑ تک چلی گئی ہیں اس وقت پانی گئے اوپر چھیا لیس سیڑھیاں ہیں۔ باؤلی کے گرد کی دو طرفہ دیوار ۳۴ اونچی ہے۔ مشرق کی طرف باؤلی کے اندر سے ۳۴ سیڑھیاں کا دو طرفہ زینہ ہے شمال کی طرف لاؤنگا نے کی سوراخ دار کمریاں پڑی ہیں۔ باؤلی کی دیوار میں اندر کے رخ پر پیچے کے حصے میں آٹھ آٹھ دیوار دو زطاق ہیں اور اوپر کے حصے میں نو نو دیوار کے بیرونی رخ پر تیرہ دیوار دو زطاقوں کا سلسلہ ہے جو بجائے خود ۷۰ پتھر کی کوٹھریاں (دھڑ) گہراں میں ہیں۔ باؤلی کے شمال میں ایک بڑا بھاری گول کنواں ۸۰ مربع ہے جس کی چاروں طرف درسنہ اور اپر لدا می گنبد ہے۔ اسی کا پانی باؤلی میں بھرتا ہے۔ قریب کہتا ہے کہ کتب اور باؤلی و دلوں بہت گہرے ہیں اور ان میں جتنی سونیاں ہیں جن کا پانی خشک نہیں ہوتا بندہ ٹپکے ہیں کہ باؤلی کے شکم میں بھی کنواں ہو کیوں کہ بڑی بڑی باؤلیوں کے پیٹے میں کنواں سکودے جاتے ہیں جیسے کہ شہرت محبوب الہی کی درگاہ کی باؤلی میں ہیں۔ باؤلی کی ہیئت کدائی بدون لسنہ تقری کے ذہن نشین نہ ہوگی لہذا اسے ملاحظہ فرمائے۔

شمال



**مسجد نمبر ۳۸**۔ اگر سین کی باؤلی ہر ایک چھوٹی سی تین در اور لداؤی سطح چھت کی مسجد ۳۸ x ۱۰۰ فٹ تینوں درکیاں ۷ فٹ ۶ انچ اور ۶ فٹ چوڑے ہیں۔ اندر سے چھت قلم دان نما ہے۔ بائیں طرف کے پائے کی دیوار گرگنی اور اسی کے ساتھ ادھر کا حجرہ بھی گرگیا۔ داہنی طرف کا حجرہ جو دس فٹ مربع ہے موجود ہے۔ رنگ سرخ کے ہیں جس کی ۱۴ فٹ کی ایک ہی پتھر کی کڑی آ مربع ہے۔ ادھر ادھر اسی قسم کے سنگ سرخ کے دو دو درمیں پیچ کی محراب میں چار چار در لگائے ہیں۔ تینوں دیواروں و دروازوں کے دو طرف کلمہ طیبہ کا طخری ہے۔ منبر اور فرش ٹوٹ گیا۔ باہر کی دو دیواریں باقی ہیں تیسری گرگنی ان پر بھی دو طرفہ کلمہ کا طخری لگا ہوا اور سرخ رنگ بھی مسجد کے رد کار پر تھا مسجد کی بندی ۱۱ فٹ ۶ انچ سامنے چنٹہ چوڑے ۲۵ x ۲۵ فٹ ہیں۔ ایک سنگستہ قبر بھی ہے۔

**محل جو کھدر ہا ہے**۔ اس باؤلی اور مسجد کے مشرق میں جی آئی پی ریلوے لین کے پاس ایک بہت بڑا وسیع احاطہ تھا جس کے اندر کوئی محل تھا۔ محل کا بواب وجود رہا نہیں مگر احاطے کی دیواریں کچھ باقی ہیں اندر پتھر اور سی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور مزدور براہر کھود کھود کر پتھر اور مٹی ڈھیر سے ہیں۔ انہیں پتھروں سے سڑک بن رہی ہے اور یہی رفتار ہے تو چند دن میں میدان نشا ہو جائے گا۔ اس وقت جب ایک خیالی تصویر اس محل کی تصویر میں آسکتی ہے وہ موقع بھی جاتا رہے گا۔ احاطے کی وسعت۔ دیواروں کی بندی پتھروں کے انباریشی کے اونچے اونچے ٹیلے بنیادوں کے نشانات سب کافی دلیل اس بات کی ہیں کہ محل کوئی غیر معمولی وسعت اور شان و شوکت کا تھا۔ اب اگر گورنمنٹ ایسی عروہ اور ذکر رقتہ عمارتوں کو صاف نہ کر دے تو پھر نئی دلی کے واسطے زمین کہاں سے آئے اور خدائی فتویٰ

ہر کہ آمد ہارے تو ساخت رفت منزل بدیگرے پرداخت

کیوں کر صادق آئے۔ زمانہ بدل گیا۔ ہمارے رز زنگی بدل گیا۔ ہماری ضروریات بدل گئیں۔ غرض یہ کہ آسمان بدل گیا اور زمین بدل گئی۔ یہ عمارتیں اگر باقی رکھی جائیں تو اس زمانے میں کس کام کی ہیں۔ لہذا ان کا مٹا دینا ہی اقصائے ضرورت وقتی ہے۔ اب صرف انہیں عمارتوں کی نگہداشت کی جاتی ہے۔ جن سے کوئی اہم تاریخی فائدہ متعلق ہے یا کسی اہم العزم بادشاہ کی یادگار ہیں۔ رہیں ایسی ایسی پچھلیان ان کی خدمت گزار ہی کدال بھاؤرے سے کرنے کے

نئے گز بنیں ان لوسیدہ اور ناکارہ عمارتوں کی بجائے اب نئے نئے خوش نما ہوادار مکانات  
ں۔ پارک بنیں گے جن میں بجلی کی روشنی جگمگائے گی برقی پنکھے فرفر چلیں گے۔ سوڈا المینٹ  
نیں وناون اڑیں گی۔ اب وہ زمانہ رگیا کہ جب ان وقیانوسی ڈیزین کی عمارتوں کی ضرورت  
نذر تھی جب وہ قدردان ہی نہ رہتے تو اب ان مکانات کو بیکر کیا کرنا ہے۔

**عری پائنٹ** نمبر بی بی۔ اگر سین کی باولی سے سید سے ملے جائے تو وہی دور کے چل کر چورہ  
ملے گا۔ اجمیر کیٹ بارہ کھجے سے سی ڈی۔ دو ملے گا۔ سی پائنٹ ہرولی وغیرہ  
دلی دروازہ

یہ مسجد جس کے سامنے جانا قربستان ہے مسجد کے گرد سوا مسجد اور قبور کے جسے محاط کر دیا ہے دوسری  
رتیں گر کر میدان صاف کر دیا گیا ہے یہ مسجد تین دروں کی لداوی ہے۔ بیچ میں ایک بڑا گنبد ہے۔  
طرفہ ایک ایک چھوٹی سی برجی ہے۔ چھت کے اوپر کنگورے دار منڈیہ ہے اصل مسجد  
۱۱x۲۰ بیچ کی محراب ۶x۸ ہے۔ سامنے گچ کا چتہ چوڑا ۱۵x۳۱ اکا ہے۔ صحن مسجد کے سامنے  
خند و چتہ قبریں ہیں۔ یہاں کی چند قبروں پر بیچ میں ہی نہایت بدخط نام گھسیدٹ میٹے  
ل۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) ہاتھ گفت جب کم الہ رفت بفردوس عیم النساء  
یاض بیگم فخر جہاں مرزا محمد شراج الدین مراد آبادی۔۔

**ی پائنٹ اور اکس پائنٹ** رزے سینا میں بچتہ ٹرکوں کا ایک جال  
پچھ گیا ہے بہت سی سڑکیں بن گئیں بہت سی  
ریر تعمیر ہیں یہاں کے نام حروف تہجی کے نام سے مشہور ہیں یہ ایک ۶۴ امریج اور تیرہ  
نیٹ اور پچا چوڑا تقسیم ارضی کا نشان حال کا بنا ہوا ہے۔ اس پر تیرہ میٹرھیاں چڑھ کر  
جاتے ہیں۔ اس چوڑے کے اوپر مین فیٹ اونچے پول پر ایک آہنی اسکیل لگا ہوا  
ہے۔ یہ مقام پڑانے قلعہ اور گورنمنٹ ہاؤس کے بیچ میں ہے۔ اسی طرح سڑک کے غربی  
آخری سرے پر اکس پائنٹ ہے۔ یہ مقامات سروے (پیمائش) کے نشانات ہیں۔

**ایک درگاہ نماٹیلہ** نمبر بی بی۔ اکس پائنٹ پر۔ جوتی گیدٹ کے سڑک کے  
اخیر بائیں طرف ایک بلند سیلے پر چار پار درباری ہیں۔  
یہ عمارت سنگ خارا کی ہے۔ خواہ کوئی مقبرہ رہا ہو یا درگاہ۔ نیم کا ایک رخت بھی اوپر

ایک کوئے میں ہے۔ ٹیلا چو طرف سے کاٹ ڈالا گیا ہے۔ معلوم نہیں اصلی حیثیت کیا تھی بہر حال  
ہر کوئی مذہبی مقام جو محفوظ کیا گیا ہے چوتھے کو جو چو طرف سے تراشا ہے تو سڑک کی جانب  
چوتھے سے بڑھے کو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دو کاسے سر نصف نصف تراش میں  
آگئے ہیں اور اضعاف میں جھے ہوئے باقی ہیں۔ اس کے آگے قطب روڈ مل جاتی ہے۔

## قطب ڈاوریلو پین کپچ کے میدان کی غائر

ادیروائے چوراسے کی بائیں طرف بجانب شرق نظر دوڑائیے تو یکے بعد دیگرے  
عمار توں کا سلسلہ ریلوے لائن تک چلا گیا ہے جو نشی طوطا رام خزانچی اور نانی کی حویلیوں  
پر ختم ہوتا ہے وہیں سے باہر پور کو سڑک چلی گئی ہے۔ پھر باہر پور سے ہم شارع عام قطب روڈ  
پر آئے ہیں۔ اس نواح کی عمارتوں کا دائرہ ترتیب سے کر کے ہیں جیسی کہ وہ واقع  
ہیں مگر ملامت ان میں سے کوئی بھی نہیں سب بہت خراب و خستہ حالت میں ہیں۔ ان  
عمار توں اگر گورنمنٹ مسلمانوں کی عبادت گاہ اور مقابر سمجھ کر سروسٹ نہ بھی گرائے تو ان کا  
اپنی حالت پر چھوڑ دینے کا بھی یہی نتیجہ ہے جو آج گرائینے سے ہوتا یعنی چند سال نہ گزرنے  
پائیں گے کہ ان کا عدم وجود خود بخود ہر ابر ہو جائے گا۔ مردے کی نعش کو آخر تک  
سنبھال سنبھال کر رکھیں گے کیوں کہ ۱۰ منہا خلقنکم و فیہا نعیدکم و فیہا  
نخرجکم تارۃ اخروی کا مصداق ہے۔ خاک ضرور ایک دن خاک میں مل جائے  
والی ہے۔

ادیروائی سڑک کے کنارے بائیں ہاتھ کی طرف بجانب شرق  
یہ مسجد لداؤ کی ہے۔ ۲۵ x ۱۱ فٹ زمین در کی ہے۔ بیچ کا دروازہ ۴  
اونچا۔ (مجاہد) اب زیادہ تر حصہ مسجد کا اگر صرف ۳۴ باقی رہ گیا ہے بیچ میں بڑا گنبد  
تھا جس کی چھت فلکان نما لمبو تری لداؤی تھی۔ ادھر ادھر آریج تھیں۔ فرش منبر چوڑا  
سب معدوم ہے۔ موجودہ حالت یہ ہے۔



۱۰ (نوٹ) اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور (میرے پیچھے) میں تم کو لوٹا کر لائیں گے اور اسی سے (قیامت کے دن)  
تم کو دوبارہ نکال کر رکھیں گے۔

**دوسری منہد مسجد** مغربی اہل یہ مسجد ایک بہت اونچے ٹیلے پر واقع ہے۔ جس پر پختہ چوڑا تھا جو اب ایسا دھ گیا ہے کہ اوپر پہنچنا بھی مشکل ہے۔ یہ مسجد تار کے کھم نمبر ۳۹۹ کے محاذی قلعہ کہنہ کے مغربی دروازے کے سامنے ریلوے لین کے اس طرف ہے۔ مسجد پتھر چوڑے سے بنی ہوئی ہے بلا ستر بالکل جھڑ گیا۔ اندر کا فرش بھی اکھڑ گیا۔ اندر سے تین گنبد تین درہیں اوپر سے چھت سیاٹ ہے۔ برجیاں بھی باقی نہیں رہیں۔ مسجد کا بہت سا تسہ گر کر چوڑے سے ہی پر بڑے بڑے ڈھیم پڑے ہوئے ہیں موجودہ حالت یہ ہے۔

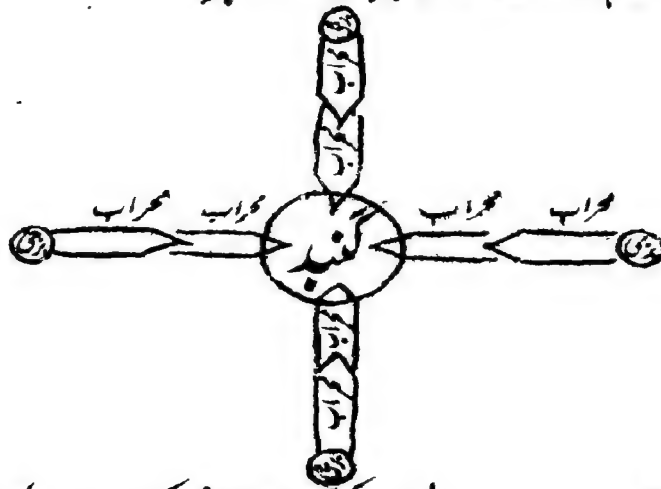
مغرب

شمال  
ادھر کی دیوار گئی۔  
دہری آدھی دیوار گئی جنوب  
مشرق

گنبد اندر سے چھٹ کر بڑی بڑی ڈرائیں پڑ گئی ہیں بہت جلد مٹی جالنے والے ہیں۔ محرابوں پر اندر باہر کلمہ طیبہ کے طغریٰ بنے چنانچہ کچھ کے در اور اندر والوں کے پیش رطاق پر دو طرفہ اب بھی طغریٰ باقی ہیں چھت اور محرابوں پہنہا برت نفیس کھکاری چوڑے میں کی ہوئی ہے۔ اندر کی چھوٹی طاقی غادیوار دو درہیں پر دو طرفہ طغریٰ بنے جن کا صرف نشان رہ گیا ہے۔ حروف جھڑ کر پیچھے باقی رہ گئے ہیں۔ مسجد کے اندر زمین کام تھا جس کا کچھ باقی ماندہ حصہ چھوٹی محرابوں پر رہ گیا ہے۔ مسجد ۹۰ x ۱۳۰ ہے۔ دو بیانی محراب ۸۰ x ۱۰ ہے۔ بلند سی مسجد کی دیواریں سامنے چوڑا تھا جو منہدم ہو گیا۔ روکار پر باہر کی محرابوں کے دو طرفہ بھی طغریٰ بنے۔ آریوں کے عین میں قیچی کا کام ہے۔ یہ مسجد دو منزلہ تھی جب نیچے کی منزل کی یہ گتہ بنی ہے تو اوپر کا کیا لہنا وہ حصہ نو سار سے کاٹا سا گر کر چھت پر مسجد کئی چھت کی دیوار کی طرف صرف ایک محراب باقی رہ گئی ہے۔ زمینہ بائیں طرف تھا جو بالکل گر گیا ایک سیڑھی بھی باقی نہیں رہی۔

**ہیچروں کا گنبد** اوپر والی مسجد سے کوئی سو سو اسو قدم ریل کی سڑک کے بائیں طرف یہ گنبد ہے۔ لوگوں کی زبان پر تو یہی چڑھا ہوا ہے۔ دراصل کیا بات ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم نے جو نام سنا لکھ دیا۔ ک زبان خلق کو نثارہ خدا کہیے۔

یہ گنبد تار کے کھم نمبر ۹۵۲ کے مابین ہے۔ ساری عمارت سنگ خارا اور اینٹوں کی ہے۔ یہ گنبد بڑا عالیشان اور بہت اونچا ہے لیکن بہت شکستہ حالت میں ہے۔ اندر تمام گچ کا پلاستر تھا جس میں کالج بھی باقی نہ رہا۔ گنبد کی استرکاری کی چھلیں گر گئیں۔ اور نرمی لکھوری ٹپٹیں نکل آئیں۔ گنبد کی چند یا میں اتنا بڑا سوراخ پڑ گیا ہے کہ آسمان نظر آتا ہے۔ یہ بندش کی خوبی ہے جو اس حالت میں بھی کھڑا ہے اور خدا جانے کب تک کھڑا رہے گا۔ چاروں طرف ایک ایک بلند محراب دار دروازہ ہے۔ چوکھٹیں چاروں طرف کی لوگ اکھاڑے گئے۔ فرش ذرا بھی نہیں۔ نشانوں پر سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی قبریں تھیں اب تو صرف ٹوٹے ٹوٹے ایک قبر کا ٹھوسا رہ گیا ہے وہ بھی گنبد کے وسط میں نہیں ہے بلکہ ایک طرف ہٹا ہوا ہے۔ اب یہ گنبد کبوتروں کا ہیٹھ کو اڑ رہا ہے۔ انہوں نے بھی خوب مامن تلاش کیا ہے۔ پتھر آفت زبرد گوشہ تنہائی را۔ گنبد اندر سے ۲۵ مربع ہے۔ اندر کی آریج ۱۵۔ ۹ x ۴۔ ۹ ہے اور پانچاں تابی نہیں جاسکتی کہ زمین چو شمالی محراب میں تھا گر گیا۔ چاروں طرف کی محرابوں پر برجیاں ہیں گردچہ چو ترا تھا جس کا صرف نشان ہی نشان رہ گیا ہے سطحی نقشہ یہ ہے۔



اسی لین میں تیسری مسجد | تار کے کھم نمبر ۹۵۲ کے مجاذی۔ یہ بھی بالکل شکستہ ہے۔ ۴۵ x ۱۷ اٹوال و عرض ہے۔ تین گنبد تین دروازے کی محراب ۱۲ x ۱۲ ہے۔ بیچ کے گنبد میں دو سوراخ پڑ گئے ہیں جواب چلنے کی علامت ہے۔ چو ترا تھا جواب نہیں رہا۔ مسجد کے گرد ایک وسیع اور چھتہ احاطہ بھی تھا جس میں بجانب شرق دروازہ تھا جس کی صرف ایک اونچی محراب کھڑی ہے۔ دوسری گرنی جس کے گرے ہوئے ڈھیسیم

یہیں پڑے ہیں۔ سجدہ کے دونوں طرف زمین تھا جو بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا۔ ایک آدھ سیڑھی اوپر کی باقی رہ گئی ہے۔

**منشی طوطا رام خزانچی کی جوبلی** | جی آئی پی کی سڑک پر دئی سے آتے ہوئے

ایک بہت عالی شان اور وسیع پختہ چار دیواری گھڑی ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ کوئی منشی طوطا رام فرخ میر بادشاہ کے زمانے میں رہا۔ اس کا منہ خزانچی تھے اُن کی یہ جوبلی ہر گز باقی نہ تھی جن پر شکل سے جو دوسہ کیا جاسکتا ہے بہ حال یہ جوبلی بھی کسی ٹپے ابھر کی۔ اندر جا کر دیکھو تو تراکھڑے چار دیواری کی اونچی اونچی دیواروں کے اور کچھ باقی نہیں دو طرف کی دیواریں بھی گر گئیں صرف شمال جنوب کی باقی ہیں صحن سارا بھگن ہو گیا ہے جس میں گھانسن اور کانٹوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ صحن کا طول و عرض ۶۴۸ × ۴۴۲ ہے۔ دیواریں سربلک ہیں جن پر پیشے سے لیکر اوپر تک ہی طاق سینے ہوئے ہیں۔ وہ دروازوں کی طرف ایک شہ نشین کے کچھ آٹا رہیں۔ اندر صحن کا کام تھا چنانچہ ایک چھوٹا سا ٹکڑا یعنی کاجس پر تھیلا کام تھا ہم کو شہ نشین کے لئے کے ڈھب میں ملا۔ اطراف شمال کی طرف ۹ فٹ جوڑی نیلری ہر چند دروازہ ہونے کی طرف تھا جو گر گیا صرف ایک پانچا شمال کی طرف کا کھڑا ہے جس میں پانچ دروازے چھانسنے کی ایک سو رنج دار کڑی موجود ہے۔ دوسرا پانچا گر گیا ہے مگر اس کی بجائے کاتھوا موجود ہے ہر چہ اسے دروازے کی جگہ ان کے معلوم ہوتی ہے۔ اوپر کی محراب گر گئی پانچے پر سے بلندی کا اندازہ ہو سکتا ہے مگر چھت ہی باقی نہیں تو اوپر چڑھنے کی کیا جہل رہی۔ یہ مکان اس طرز کا بنا یا گیا ہے کہ پہلے نہ اسے کی طرح کی لداوی کوٹھڑیاں کوٹھڑیاں بنا کر ان پر عمارت کھڑی کی ہو چنانچہ مغرب کی طرف تین در کھڑے ہیں اندر جا کر دیکھا تو دروازے کوٹھڑیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے اور نیچے کی منزل کو کوئی گزند نہیں پہونچا ہے۔ اس لئے ہندو سب ہی نانی کی جوبلی ہے۔ موقعی نقشہ یہ ہے۔

بابر پور

جوبلی منشی طوطا رام

سڑک

سڑک

نانی کی جوبلی

منڈی بجی کی سڑک

ریل



## نانی یا حجام کی حویلی

مسند ہی مسجد کے پیچھے نانی یا حجام کی حویلی کی چار دیواری ہے۔ یہ عمارت تار کے ٹھم نمبر ۹۵۲ کے سامنے ہے۔ وضع قطع اس کی بھی

منٹی طوطا رام کی حویلی کی سی ہے۔ مگر اس سے چھوٹی ہے اور اس کی چار دیواری سلامت ہے جس میں نیچے سے اوپر تک طاقوں کی بھرمار ہے۔ نیچے سے اوپر تک طاقوں کی چار نظاریں ہیں نیچے کی لین بڑے بڑے طاقوں کی ہے باقی تین قطاروں میں چھوٹے چھوٹے طاق ہیں خد اچانک ان دونوں حویلیوں کی چھتوں میں کیا نقص تھا جو چھتوں ہی پر وبال آیا۔ دونوں عمارتیں ایک ہی زمانے کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور دونوں ایک ہی لپیٹ میں آئی ہیں حویلی کے نیچے تہ خانہ ہے۔ غریبی سطح جد ضرور دارہ مخادہ بالکل گر گیا۔ پیش میں دالان و ردالان چاروں طرف ایک ایک حجرہ اور سہ دریاں ہیں۔ نقشہ نظری یہ ہے۔

سڑک

سڑک

۱۱۷۱	مغربی	۱۱۷۱
۱۱۷۲	مشرق	۱۱۷۲
۱۱۷۳	۲۸ دالان	۱۱۷۳
۱۱۷۴	۲۸ دالان	۱۱۷۴

دہلی سے ..... نظام الدین اولیا  
ریل کی سڑک

پیش دالان اور پسلی دالانوں اور جروں کے پختہ چبوترے موجود ہیں۔ دونوں حویلیوں کی چھت کا ملبہ بالکل نہیں ہے مچھ میں گھاس بھرنی ہے اور جنگلی خود رو جھاڑ جھنکار اُگ آئے ہیں۔ سائے سڑک پر ڈھیر کے ڈھیر برٹری کے کٹے ہوئے لکڑی ہیں جو سڑکوں کے کنارے آتے ہیں۔

سچ کہا ہے۔ لَکْهُ مَلَاکَ یُنَادِیْ کُلَّ یَوْمٍ۔ لَدَوِ اللّٰہِ تَوَابُ الْبُشْرَابِ

لے خالی طرف سے ایک ٹرشتہ (پیش) دنیا میں منادی کرتا رہتا ہے کہ جنو منے کے لئے یعنی جو پیدا ہوتا ہو یا جو وہ ایک ٹکڑی منہ و سر کا یا ہر کچھ کہہ رہے، اور کاپیٹ دیکھا جو وہ قبر کا گرجا بھی لاچار دیکھے گا اور اسی طرح عمارتیں بھی کیسی پختہ بنا تو وہ بھی اپنے ایک دن آجائوں اور یہ ہوں گی اور یہی سنی کُلَّ مَن سَلِمَ فَاَن سَلِمَ جی میں ۱۲۰

دنیا عجیب مقام ہے فنا کا بازار گرم ہے یہاں بڑے بڑے بادشاہوں کا کھوج نہیں ملتا۔ بڑی بڑی مالی شان عمارتوں کے بنانے والوں کا ڈھونڈے پتہ نہیں ملتا۔ اسی نواح میں ہزار ہا روپیہ کی تیاری کے بغیر گنبد موجود ہیں معلوم نہیں ہوتا کہ کن کے ہیں تو یکے چارہ نالی کس شمار قطار میں تھا یہ بھی غنیمت ہے کہ اس کا نام چلا جاتا ہے۔ زمانے نے ان کی بھی حجامت کر دی۔ رہے نام اللہ کا۔ ۵

دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے ہر ایک ذی حیات کو آخر مات ہے  
یاں امن ایک خطہ دن ہے رات ہے جس کو فنا نہیں ہے وہی ایک ذات ہے  
بچی ہے موت تاک لگائے کمین میں  
لے جاتی گی یہ پینچ کے آخر میں میں  
ایسا مکں بناؤ کہ بن کر گرانا ہو پیدا ہوا ہے کوئی بشر جو مرانا ہو  
ہر کوئی حال جس میں تغیر و رانہ ہو حادث نہ ہو تو مدخل چون و چیرا نہ ہو  
فانی ہر ایک چیز ہے فانی جہاں ہے  
مقصود اس فنا سے مگر امتحان ہے

بابر پور کا ڈیزیز پور کا حجام کی جوہلی سے کوئی دو فرلانگ پر یا بے پور نام کا ایک  
گاؤں ہے۔ اسے سینا میں بے حد بے شمار سڑکیں نکالی  
گئی ہیں عرض ایک سڑک اس موضع تک بھی ہے۔ گاؤں کے قریب پونچھ کر بڑی مالی شان  
اور پختہ حویلیاں نظر آتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی چھوٹا سا شہر ہو گا جب تو اس میں ایسے  
پختہ اور خوش نام مکان ہیں مگر اندر جاؤ تو دیران سنان آدمی کا نام نہیں۔ اسی واسطے  
ہم نے اسے ڈیزیز یعنی آجڑا ہوا گاؤں لکھا ہے بابر پور کا نام بابر بادشاہ کی طرف  
خیال دوڑاتا ہے۔ اس خطہ کو کچھ نہ کچھ تعلق اس زمانے سے رہا ہو گا۔ جب تو یہ نام پڑا۔  
عرض ہے قدیم اور پرانی بستی۔ گواہ بہت ہی مختصر ہے۔ بستی میں گھستے ہی پہلے تو ایک مالی  
رشان پختہ عمارت ملتی ہے جو چوپال کے نام سے مشہور ہے۔ ہر شے سنگھ یہاں کے

۵ ایک انگریز مشہور شام گوڑہ اسمتھ نے اس نام کی ایک کتاب لکھی ہے جو بہت مشہور ہے۔ لغوی معنی اس کے وہ  
گاؤں ہے کہ جس کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہو۔ ۱۲

زمیندار تھے جو عالی ہمت ہونے کے علاوہ خوش سلیقہ اور خوش مذاق بھی معلوم دیتے ہیں۔ یہ چوپال جو بطور ایک مہمان سراسے یا دہرم سارے کے ہر انھیں کی بنائی ہوئی ہے نیچے ڈھیرے والاں کا سہ درہ ہے جس کے بغلی میں ایک ایک حجرہ ہے۔ والاںوں کی لمبائی تہہ اور دونوں والاںوں کی چوڑائی تہہ ہے۔ چھت قلم دان مالداؤ کی ہے۔ بالائی منزل پر بارہ سیڑھیاں چڑھ کر جاتے ہیں اور پھر بھی اسی قسم کا مکان ہے جیسے کہ نیچے ہے اور دو منزلہ کی چھت پر چڑھنے کی بارہ سیڑھیاں اور ہیں۔ پہلی منزل کی بلندی (۱۱) ہے۔ اور دو منزلہ ملائیں تو تہہ ہے۔ ہر عمارت خوش نما اور چوڑے پتھر کی بچتہ بنی ہوئی ہے اور درست حالت میں ہے۔

**ہر بن سنگھ کی کھری و جولی** اس چوپال سے لگا ہوا کھری کا عالی شان مکان ہے جس کا صدر دروازہ شمال رو بہ ہے۔ ۹۔

اونچا ہے۔ چوڑا اور گیارہ فیت گہرا ہے جس میں دو طرفہ ایک ایک درہ بنا ہوا ہے۔ چھت قلم دان مالداؤی ہے۔ چوک میں بچتہ اور وسیع کمرے بنے ہوئے ہیں۔ احاطہ بچتہ ۵۰۰ × ۵۰۰ ہے۔ احب اس میں مالی لوگ رہتے ہیں اور یہی زراعت کرتے ہیں وہ بھی صرف دو بھائی ہیں اور ان کے بال بچے اور ایک سلمان کا گھر ہے۔ اندامہ خیر صلا۔ اسی کے سامنے ہر بن سنگھ کی بڑی عالی شان اور وسیع سرنگھک جولی کھڑی ہے جس میں آدمی کا نام نہیں ہے۔ اسی کے پاس ہر بن سنگھ کے بھتیجے جگتا کی جولی ہے وہ بھی کچھ کم نہیں اور اسی طرح سارے مکان خالی پڑے بیٹھائیں بھائیں کر رہے ہیں اور گاؤں کو دیکھ کر ڈر معلوم ہوتا ہے۔ ایک ہو کا عالم ہے۔ مالی بھتی باڑی کو چلے جاتے ہیں تو اور بھی بھیا تک ہو جاتا ہے۔

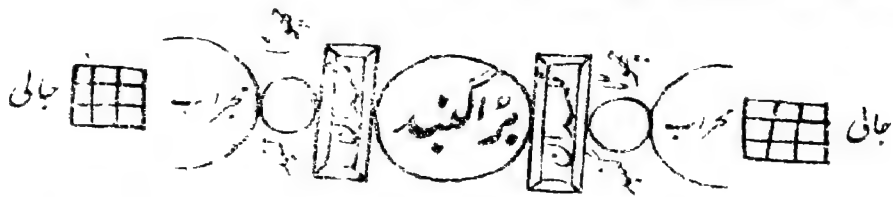
**دو گنبد** گاؤں سے لگے ہوئے کوئی پچاس قدم کے فاصلے سے شمال کی طرف کھیتوں میں ایک ہشت پہل گنبد ہے جو اندر سے تو مربع ہے۔ چار طرف دروازے تو اونچے تہ چوڑے ہیں کلس۔ قبر فرس سبب ندارد۔ چو طرف گھاس اور کانٹی لے ایسا پتیل دخل کیا ہے کہ وہاں تک پونچھا ہی شکل ہے۔ اس گنبد کے پاس ہی بجانب غرب ایک اور بڑا بھاری گنبد تھا جو گر پڑا مگر اس کے بڑے بڑے بھاری ڈھیم جو وہیں پڑے ہوئے ہیں اس کی عظمت اور شان کو بتلا رہے ہیں۔ اس کا چوترا تہہ مربع اپنی

جھاتی پران ڈھیموں کا بوجھ دھرے اب بھی موجود ہے۔ دونوں گنبدوں کا کچھ پتہ نہیں کہ کس کے تھے۔

**جھالرا باغ** گاؤں کے پھوارے مشرق کی طرف کوئی پانسو قدم پر پکھتوں میں اس نام کا ایک باغ تھا جس کے پختہ چوترے۔ ٹالیاں۔ کنوئیں اور کچھ

درخت اب بھی موجود ہیں۔

**مسجد** ۳۴۴۔ اسی میں ایک عالی شان اور نہایت ہی خوش نما سترپا سنگ سرخ کی بہت مستحکم اور خوش قطع بنی ہوئی ایک مسجد درج دیکھنے کے قابل ہے۔ بیچ کا گنبد بڑا ادھر ادھر کے دو چھوٹے یکساں باقی نہیں۔ مسجد دوسرے دالانوں کی ہے۔ طول ۴۵۔ اور دونوں دالان ۲۵ عرض۔ یہ مسجد نہایت درسی ہے۔ اندر کے دالان کے بیچ کی محراب چوڑی اور نہ۔ ۸ چوڑی ہے اور باہر کے دالان کی بیچ کی محراب کی اونچائی ۲۵۔ دو طرفہ تیرہ تیرہ سیڑھیوں کا زینہ ہے مسجد کا ارتقاہ ۴۵ ہے سامنے چبوترہ جس پر لکھوری اینٹ کا فرش ہے ۴۵ ۲۵ اور اندر دالانوں میں بھی اینٹ ہی کا فرش ہے۔ اجارے تک سنگ سرخ اور سنگ باسی لگا ہوا ہے اس کے اوپر اینٹ پتھر اور چوڑے کی عمارت ہے۔ اندر کے دالان کی چھت لداؤ کی ہے بیچ میں گول گنبد اور پھر قلمدان ملبو تری چھت پھر چھوٹی گنبد ماحچھت پھر محراب پھر مانی ہے۔ نقشہ یہ ہے۔



اس کے سامنے بنگڑی دار محرابیں جن کے درچون اینٹ پتھر کے تھم ہیں۔



مخراؤں کے سامنے پھر دوسرا دالان جس کی چھت میں سنگ سرخ کی سلیمیں پٹی ہوئی ہیں۔ اور ادھر ادھر مینار نما برجیاں ہیں۔ ایسی تو نقشب مسجد اندر کے دالان میں کھانا پکانا کا گردالان اور

چھت کو بالکل سیاہ کر کے تباہ کر دیا۔ ہر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ -

## بابر پور سے قطب روڈ تک کی عمارتیں

ایک عالی شان  
نامعلوم مسجد اوپل

یہ مسجد گوکہ اب جنگل اور ایسی جھاڑی میں کھڑی ہے کہ وہاں تک پہنچنا بھی متعذر ہے لیکن عجیب شوق و ہر دل کہ باشندہ میرے درکار نیست۔ گستاخان اس طرح بیتی اور گوکہ و ایسی خبر لیتے ہیں کہ پیچھا چھوڑنا شکل ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسجد نہیں بلکہ بڑی عالی شان خوش نما چختہ بنی ہوئی ہے۔ بابر پور سے سیدھی سڑک ہم نے پکڑی جو قطب روڈ کو جالنی ہے اس پر بائیں ہاتھ کی طرف یہ مسجد ہے۔ پہلے ایک بل ملتا ہے جو اس مسجد کے مشرق میں ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ڈاسٹ کا پل کیسا ہے اور پر روڈ ڈیم بنا ہوا ہے۔ یہ سارا پل سنگ خارا کا ہے اس کا ایک دروازہ بھی تھا جس کا صرف ایک اونچا سا پاٹھارہ گیا ہے کبھی یہاں کوئی سڑک ہوئی اور نشیب تو یہاں ہے ہی برسات میں پانی جمع ہوتا ہوگا۔ اس کا یہ پل ہے مسجد پتھر اینٹ چوڑے کی ہے سنگ خارا اور سنگ سرخ دونوں اپنے موقع سے لگائے گئے ہیں۔ یہ مسجد دو منزلہ یعنی زمین پر گلیا۔ سپر کی منزل بالکل بانی نہیں رہی یہ مسجد طول و عرض میں ۱۲۵ × ۱۰ اور چوڑائی میں ۱۲ × ۱۰ ہے۔ تین درمیں بیچ والا بڑا دروازہ ہے کے بالنسبت چھوٹے۔ ۱۲ × ۱۰ اور چان اور منہ پل چوڑا ہے۔ اندر ٹانگ کا کام تھا جو سب جھڑا گیا۔ اس مسجد میں زیادہ تر کام گچ میں ہی کیا گیا ہے۔ قدرت جو اس مسجد میں کردہ یہ ہے کہ گنبدوں کے جوف میں بے نظیر کنول کے پھول بناے ہیں اور اتنا بڑا پھول بنا یا ہے کہ اندرونی حصے گنبد کو سارا گھیر لیا ہے۔ اتنا بڑا پھول اور ایسا خوش نما بنا نا کہ مجھ نہ ہو بڑی کاریگری ہے اسی طرح محراب کے جوف حصے میں بھی بے نظیر گل کاری کی ہے۔ افسوس ہے کہ بڑا حصہ پلاستر کا جھڑ گیا جو رہ گیا ہے اس کے دیکھنے سے بھی دل پھڑک جاتا ہے۔ سامنے چختہ چوڑا طول و عرض ۱۲ × ۱۰ اور چھ فیٹ اونچا ہے جس کی بندش سنگ سنج کی تھی مگر گر گئی۔ گرد کارش اور چوڑا چھ تھا وہ بھی گر گیا۔ مسجد کے شمال جنوب میں ایک ایک وسیع دالان تھا۔ ان کی بھی چھت نہ رہی۔ شمال کے دالان کے تین درختے اور جنوب کے دو۔ ان دالانوں کا طول عرض ۱۲ × ۱۰ ہے۔ یہ مسجد گو

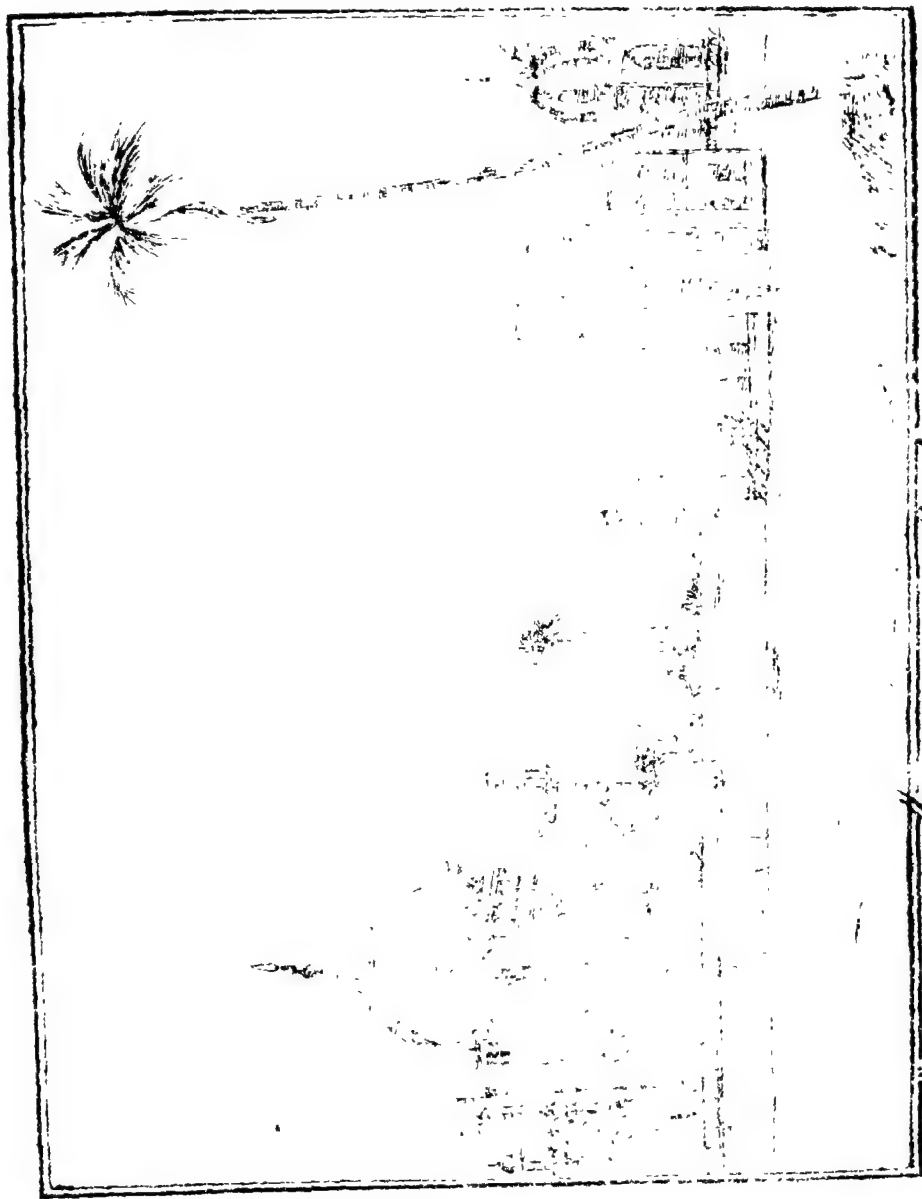
اتنی بڑی مگر نفاست اور نزاکت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا۔ جتنا اس کے بنانے میں  
تکلف کیا گیا تھا اب اتنی ہی اس کی ٹٹی پلید ہوئی ہے۔ اس کی دیواروں کی گلکاری دیکھیے  
کہ ایک باغ نکلتا ہے اس کا پلاسٹرا ایسا کہ نظر جھپکتی ہے اس کا فرش ایسا سطح بچختہ کہ جس پر  
دیدہ فرش راہ ہوا اور صریح غمزدگی میں قیادیں کا گمان ہو آج اس پر گوبر کے ایلے  
پاؤں کر تھوپے جائیں تو یہی اللہ من شرو را نفھنا و من سمیتنا انت اعما لنا  
اس مسجد کے شمال مشرق کے کونے پر آگے کے ذرا ہٹا ہوا ایک کھنڈر  
**دھانی محرابیں** ہر جس کی اونچی اونچی دو محرابیں کھڑی ہیں اور ایک محراب کا صرف  
نصف حصہ اور ایک پا کھا کھڑا ہے باقی ندارد معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا مکان یا محل تھا جو کھنڈر  
کیا تھوڑا سا حصہ اپنی حالت پر خدا جانے کیوں چھوڑ دیا ہے یہ بھی کوئی دن کی ہوا کھا تا ہے۔

**صفدر جنگ کا مقبرہ** | دل سے دنیا کے دلوئے جاتے ہیں | آگن میں طوبی کے تلے جاتے ہیں  
ہزارہ بہشت کتنی مہوار آفتیں | بند نکمہ کے لوگ چلے جاتے ہیں  
۱۱۶۷ھ  
۱۷۵۷ء

ابو منصور صفدر جنگ، سعادت علی خاں صوبہ دار اور وہ کا برادر زادہ اور ان کا قائم مقام  
تھا۔ یہ ایرانی نژاد تھا اور اسے پتہ چاکی چلی پر ہندوستان آیا۔ پہلی بار اس کی بیٹی سے  
اس کی شادی ہوئی۔ نادر شاہ کی غارتگری کے بعد جب ہندوستان میں پھر اس  
چین ہوا تو دربار دہلی میں صفدر جنگ کا طوطی بولنے لگا۔ نظام الملک نے جب احمد شاہ  
بادشاہ کی وزارت سے معافی چاہی تو منصور خاں کو قلم دان وزارت اور خطاب صفدر  
سے سرفرازی ہوئی۔ صفدر جنگ ایک معمولی قابلیت کا آدمی تھا لیکن شیراز شاہی  
کی چرب زبانی نے اس کو کہاں سے کہاں پونجا دیا۔ غازی الدین پسر نظام الملک  
البتہ ایک ذی ہوش صاحب ہمت و جرات اس کی ٹکر کا آدمی تھا اور صفدر جنگ اس  
کے مقابلے میں ہر طرح ہٹا تھا صفدر جنگ کو لوگوں نے کچھ ایسا جھیلے میں ڈالا کہ اس کو  
وزارت کے عہدہ عظمیٰ سے دست کش ہی ہونا پڑا اور وہ جب تک زندہ رہا سازشوں کا

۱۵۔ تو شیش محل پر جس کے فرش میں بھی شیشے ہی جڑے ہوئے ہیں۔ ۱۲۔

۱۶۔ آئینہ نقوش و شادقوں اور اپنے اعمال کی بدیوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ ۱۲۔



تاریخ و تفسیر و شرح و تفسیر  
تاریخ و تفسیر و شرح و تفسیر

تاریخ و تفسیر و شرح و تفسیر





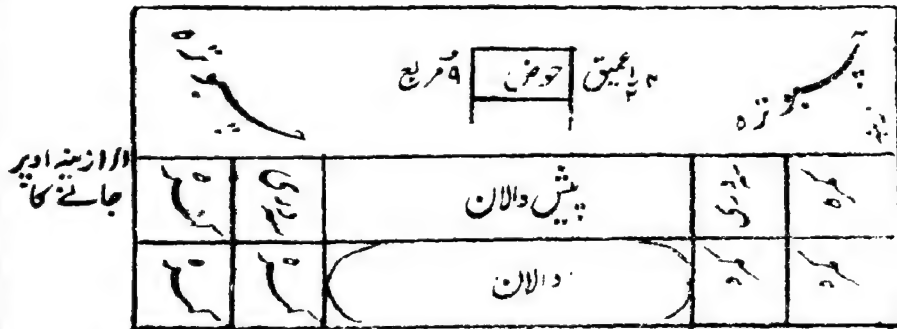
شکار ہوا اور آخر کار ۱۱۶۷ھ میں انتقال کیا اور اُس مقبرے میں جو قطب صاحب کی سڑک پر دہلی سے چھ میل ہر مدفون ہوا۔ یہ مقبرہ بالکل ہایوں کے مقبرے کی طرز کا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اُس کے بانی کا عندیہ بھی ہایوں کے مقبرے کا جواب بنانے ہی کا تھا۔ یہ مقبرہ ایک بہت وسیع باغ کے پنج میں ایک بلند چوترے پر جس کے نیچے محراب دار کوٹھریاں ہیں بنا ہوا ہے۔ گنبد سنگ مرمر کا ہے جس کے چاروں کونوں پر چار برجیاں ہیں۔ لیکن یہ مقبرہ شان و شوکت اور دل آویزی میں ہایوں کے مقبرے سے ہر حال میں گھٹا ہوا ہے۔ اور اس میں اُس میں وہی فرق ہے جو ایک بادشاہ اور وزیر میں ہونا چاہیئے۔ بقول مسٹر کین کے ”یہ مغلوں کی فن عمارت کی آخری بڑی کوشش ہے“ باغ متعلق یہ مقبرہ تین سو مربع گز ہے۔ صدر دروازہ باغ کے مشرق میں ہے جس میں خدام مقبرے کے رہنے کے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ اصل طے کی تین طرف کی دیواروں کے پنج میں وسیع دالان بنے ہوئے ہیں جن میں اگر لوگ ٹھہرا کرتے ہیں۔ باغ کے چاروں کونوں پر ہشت پہلو برج بنے ہوئے ہیں جن کا ایک رخ چھوڑ کر تینوں جانب سنگ سرخ کی شبک جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ صدر دروازے کے پیچھے شمال کی طرف تین گنبدوں کی عالی شان مسجد استراپا سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے۔ مقبرے کا بڑا چوترہ ۹۷ مربع اور سطح باغ سے ۱۳۰ فٹ اونچا ہے۔ سیڑھیاں (۱۲) اطراف سنگ سرخ کا جالی دار کٹھرا ہے۔ ۹۰ فٹ اونچا اصل مقبرے کے چھوٹے چوترے کی کرسی ۳۰ فٹ کی ہے۔ اس مقبرے کے چوترے کے نیچے تہ خانہ کے اندر پنج میں مفرد جنگ کی اصلی قبر ہے۔ مقبرہ کی عمارت ساٹھ فیٹ مربع اور نوے فیٹ اونچی ہے جس کے پنج کے بیس فٹ مربع کمرے میں ایک نہایت خوب صورت سنگ مرمر کے تعوید کی قبر ہے۔ تعوید کا پتھر بہت شفاف بجلی اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔ اس پنج کے کمرے کے گرد اور آٹھ کمرے ہیں جن میں سے چار مربع ہیں اور چار ہشت پہلو۔ گنبد کے اندر کافرش اور دیواریں اجارے تک سنگ مرمر کی ہیں۔ پنج کے کمرے پر جو گنبد ہے وہ اندوار سے چالیس فیٹ بلند ہے جس طرح اول منزل میں کمرے ہیں اسی کے جواب میں اوپر کی منزل میں بھی کمرے ہیں۔ گنبد کو بھی دار سنگ مرمر کا ہے جس کے کونوں پر سنگ مرمر کی میناریں ہیں۔ گنبد کے چاروں رخ ایک ہی وضع اور ایک ہی قسم کی آرائش کے ہیں جن میں سنگ مرمر کی پتیاں چڑی ہوئی ہیں گنبد کے سامنے ایک پختہ سنگ بست نہر اب بھی موجود ہے جس کے فوارے



کردی ہے یعنی کھواب میں گارٹھے کا پیوند لگایا ہے جو چغلی کھاتا ہے مگر اب تو یہ پیوند بھی بسا غنیمت ہے اگرچہ ہوتا تو گنبد بٹھیر ہی جاتا۔ یہ گنبد کوٹھی دار اور پھیل ہوا ہے مگر بھدا ہے۔ وہ سٹول پنا اور نزاکت جو ہایوں کے مقبرے کے گنبد میں ہے اس میں نہیں۔ چھت کے چاروں کونوں پر ایک ایک ہشت درہی ہرچی سنگ سرخ کی ہے جس کی چار سیڑھیاں ہیں۔ ان برجیوں پر سنگ مرمر کا کلس ہے۔ سُرنی میں سفیدی عجب لطف دیتی ہے۔ برجیوں کا قطر ۴۲ پن جن کا ہر درمے۔ ۱۰ اونچا اور ۱۲۔ ۱۱ چوڑا ہے۔ باہر ۲۔ ۳ کا حاشیہ اُس کے آگے آ۔ ۱۰ اونچا سنگ سرخ کا جالی دار کٹہرا۔ دروازوں پر بڑی خوب صورت ہشت درہی چار سیڑھی اونچی دو طرف ہے جس کے (۹) طاق نا در آگے اور (۹) پیچھے۔ پنج میں ۳۔ ۱۰ کا فصل۔ اُن دروں کی اونچائی ۱۱۔ ۱۰ اور چوڑائی ۲۔ ۱۱ اور محرابیں جنگڑی دار۔ جس منڈیر پر پیر بنے ہوئے ہیں وہ ۲۲ اونچی ہے۔ ان دروں پر کنل کے بھول کے اوپر نو چھوٹی چھوٹی برجیاں مع کلس سنگ مرمر کی ہیں جیسے لالینوں کے ہندے اسی قسم کی برجیاں قلعہ اور جامع مسجد کے دروازوں پر بھی ہیں۔ سامنے چوڑا ۱۲۔ ۱۰ x ۱۰ ہے جو ۱۰۔ ۱۰ اونچا ہے۔ اوپر کی منزل مع جالی دار کٹہرے کے ۲۲ بلند در نیچے کی منزل بھی اسی کے برابر۔ اب نیچے آئیے تو تہ خانہ ہے جو اسی بلند چوڑے کے نیچے بنا ہوا ہے۔ چاروں طرف شترہ شترہ درہیں۔ بائیں طرف سے گیارہویں در میں چوڑا پر چڑھنے کی سیڑھیاں ہیں چودھویں اور پندرہویں در کے پنج میں کنواں ہے۔ سامنے گرد ہر طرف بحری کا چوڑا ۱۲ x ۱۲۔ ۱۰ کا ہے۔ ساتویں در میں تہ خانہ کا رستہ ہے جس کے حجرے میں یکے بعد دیگرے چھ دروازے طے کر کے پہنچتے ہیں۔ یہ حجرہ جس میں اصلی قبر بنا ہے ۲۲ x ۲۲ مربع ہے۔ اس میں دو بچی قبریں ہیں مگر اوپر ایک ہی ہے۔ مقبرہ کے چاروں طرف صحن باغ میں ۲۶ x ۲۶۔ ۱۰ ہے۔ ۱۲۔ ۱۲ چوڑا۔ ۱۰۔ ۱۰ گہرے حوض ہیں جن کی تہ گچ کی ہے اور پنج میں کئی فوارے لگے ہوئے ہیں۔

تین طرف تین۔ دریاں ہیں جو یکا یکو عمدہ اور قابل دید عمارتیں ہیں۔ جنوب کی سوری موتی محل شمال کی بادشاہ پسند مغرب کی جنگلی محل اس وجہ سے کہلاتی ہے کہ اس طرف کالا پہاڑ ہے۔ اور شرق میں صدر دروازہ ہے۔ کیونکہ کے چاروں کونوں پر چار منبر برج ہیں وہ ساون بھادول کہلاتے ہیں اُن میں ہر طرف سنگ سرخ کی جالیاں ایسی باریک اور تازک لگائی ہیں کہ اُن کی تراش بجائے خود حیرت انگیز ہے۔ صدر

سے دیکھو تو ان جالیوں میں سے آسمان پر ابر کی جھللاہٹ نظر آتی ہے اور اسی واسطے ساون  
بھادو کہلاتے ہیں۔ ان برجوں کا قطر ۱۰۰۔ ۱۲۰ ہر ضلع ۷۰ لمبا۔ گردن ۷۰ لمبا۔ جگہ چھوڑ کر ۱۰۰  
اونچا جالی دار کھڑا اور ہر در میں جالیاں۔ احاطہ کی دیوار پختہ ۱۱۰ اونچی ہے جس میں  
۱۰۰۔ ۱۲۰ ہر طول و عرض کے طاق ہیں۔ یہ دیوار فیصل ٹاکنگ گورنمنٹ۔ ۱۰ اونچی ہے اور  
چڑھنے کا زمین گچ کا (۱۹) سیڑھیوں کا چار سیڑھیاں چڑھ کر ایک چبوترا ۱۳۰ x ۱۴۰۔ ۱۰  
اونچا ہے جس پر سردی بنی ہوئی ہے۔ نقشہ نظری یہ ہے۔

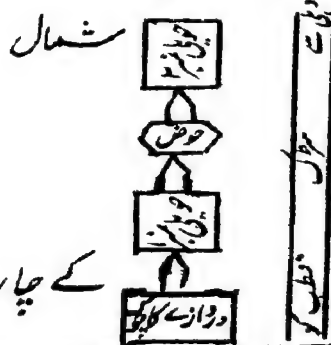


۱۰ ایک سو پندرہ (۱۵) طاق سو ہو ہیں طاق کی جگہ  
۱۱ طاق اس کے آگے سردی اور پھر  
بڑی سردی کا حال سینہ جو بادشاہ پسند  
سردی کے باہر کے در در سے گچ کے بنے ہوئے فیل پایہ ہیں ۱۳۰ x ۱۰۰ اور  
محرابیں بنکری دار ہیں۔ دونوں دالان ۱۰۰۔ ۱۲۰ لمبے اور ۱۰۰ چوڑے ہیں۔ دالان کی بغلی  
سردیوں کے در ۱۰۰ چوڑے ہیں۔ پانچ سیڑھیاں چڑھ کر پشت پہل کمرے میں  
پہنچتے ہیں جو سردی کی پختہ کی طرف بطور ایک بالانشین کے بنا ہوا ہے۔ اس کا قطر  
۱۰۔ ۱۲ ہے اور سنگ سرنج کی نہایت نفیس جالیاں لگی ہوئی ہیں جن سے چاروں طرف  
کی سیر دکھائی دیتی ہے یعنی اس کمرے میں برج کا لطف ملتا ہے بغلی سردیاں ۱۰۔ ۱۲  
ہیں اور کمرے ۱۰۰ x ۱۲۰ مرج۔ چھت لدا دی ہے عمارت کی کل بلندی ۷۰ اگر دو چوڑا چھتہ۔ اوپر جانے  
کے زینے کے پاس جو کمرہ ۱۰۰ x ۱۲۰ ہے اور اسی میں (۱۹) سیڑھیوں کا زمین ہے  
کوٹے میں کی سردیاں بہ نسبت وسط میں کی سردیوں کے چھوٹی ہیں۔ پنج میں ایک  
ہشت پہل کمرہ ۱۰۰ x ۱۲۰ مرج جس کا طول و عرض ۱۰۰ x ۱۲۰ ہے۔ سردی ۷۰ x ۱۰۰ ہے۔ سردی پر



دربان رہتا ہے اور حویلی نمبر ۱۲ میں وہ بیل باندھے جاتے ہیں جو مقبرے کے بائیں کے متعلق ہیں اور یہیں جھس بھی بھرا ہوا ہے۔ حوض کے متذکرہ بالا دروازوں کے سوا ایک دروازہ مشرق روئے سڑک کی طرف ہے۔ جس کو چوبلی کو اڑ گئے ہوئے ہیں۔ مشرق ہی کی طرف زمان خانے میں سے مسجد میں گئے کے سوطھا سوطھا سیڑھیوں کے دوڑنے ہیں اور یہی سیڑھیاں اوپر جا کر کھٹ جاتے ہیں ایک طرف زمان خانے میں نافذ ہیں اور دوسری طرف مردانے میں یعنی سڑک کی طرف نکل جاتا ہے۔ عرض یہ لاؤ کا حوض بالکل سنگ بست اور بڑا مضبوط ہے جو دراصل مسجد کا حوض ہے اور اس خوبی سے بنایا ہے کہ اوپر صحن مسجد اور نیچے حوض جو مسجد اور حویلی والوں دونوں کے کام آتا تھا۔ اب اوپر چل کر مسجد دیکھیے۔ جو بہت عالی شان اور وسیع نہایت پختہ سنگ سرخ کی آج کی بنی ہوئی معلوم دیتی ہے۔ صحن مسجد ۶۶ x ۷۵ ہے۔ چوکوں کا فرش ہے۔ تین بنگڑی دار دروں اور تین گنبدوں کی مسجد ہے کلس سنگ مرمر لے ہیں۔ دو برجیاں ادھر ادھر مینار نما ہیں۔ جوشش درسی ہیں اور بیچ محراب کی دو برجیاں چار درسی ہیں۔ مسجد کا لان ۵۴ x ۴۴ ہے۔ لمبائی میں ایک ایک حجرہ ۱۲ x ۵ ہے۔ محرابوں کے روکار سنگ مرمر کی عمودی پٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔ بیچ کی محراب ۱۱ ہے۔ چوڑی ہے اور مسجد کی بلندی چھت تک ۱۵ ہے۔ تین سیڑھیوں کا سنگ باسی کا منبر ہے۔ شمال کی طرف ۱۲ سیڑھیوں کا زینہ اوپر جانے کا ہے۔ شمال جنوب میں مسجد کے احاطے کی پختہ دیوار ہے۔ ۶۰ لمبائی ہے اور مشرق کی طرف ۳۰ اونچی منڈیر ہے۔ نیچے حوض اوپر مسجد ہونے سے کرسی بہت اونچی دی گئی ہے اس وجہ سے اور زیادہ دل کشا ہو گئی ہے۔ اتنی بڑی اور ایسی خوبصورت مسجد اور کتبہ کوئی بھی نہیں غالباً کتبہ لگانے کی نوبت نہیں آئی۔

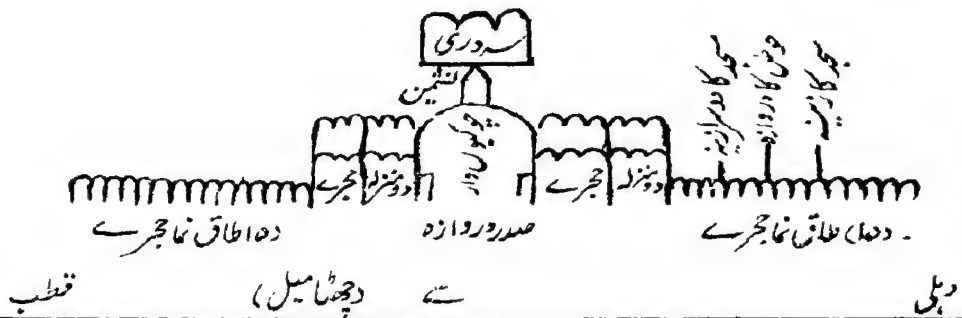
صدر دروازے کا ذرا سطحی نقشہ دیکھ لیجئے:-



یہ چوک ۳۸-۹ مربع ہے جس کے چاروں طرف تین تین محرابیں



ایسی ہی ہیں جیسی کہ ہم نے شمال کی طرف بتلائی ہیں۔ مشرق کی طرف یعنی سڑک کے پاس دہلی سے آتے ہوئے واسطے ہاتھ کو مقبرے کا صدر دروازہ ہے جو مغرب کی جانب مقبرے کے صحن کے کمپونڈ میں کھلتا ہے۔ ہر سبباً جانب تینوں محرابوں کا عمق ۲۲ ہے۔ دروازے کی گہرائی میں، دو طرفہ صحنچیاں ہیں جن میں دودو کوٹھڑیاں بھی رکھی ہیں۔ اس چوک پر بڑا بھاری گنبد ہے۔ اور اس کے چاروں طرف بھی سردریاں ہیں۔ دروازے کے پت بھی اسی زمانے کے کی پٹیوں سے جڑے ہوئے بڑے مضبوط ہیں۔ دروازے کے باہر سڑک کے متوازی دو طرفہ ایک قطار عہروں کی ہے جس کے بیچ میں دروازہ ہے۔ اس طرح ہے۔



اس مقبرے کی تعمیر میں تین لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے۔

## موضع خیر لوہ کے حدود میں لودھیوں کے مقبرے

دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا  
کس کس کا نہ یاں زمانہ دیکھا  
برسوں رہا جن کے سر پہ چتر زریں  
تربت پہ نہ ان کے شامیانہ دیکھا  
مقبرہ سلطان محمد شاہ  
کنارے جو اس مقبرے سے نظام الدین کو گھمگی ہے۔ اس  
سڑک کی بائیں جانب جو کئی اونچے اونچے گنبد نظر آتے  
ہیں یہی لودھیوں کے مقبرے کہلائے ہیں اندیشہ

۸۲۹  
۶۱۲۲۵

زمین بھی موضع خیر لید کی ہے۔

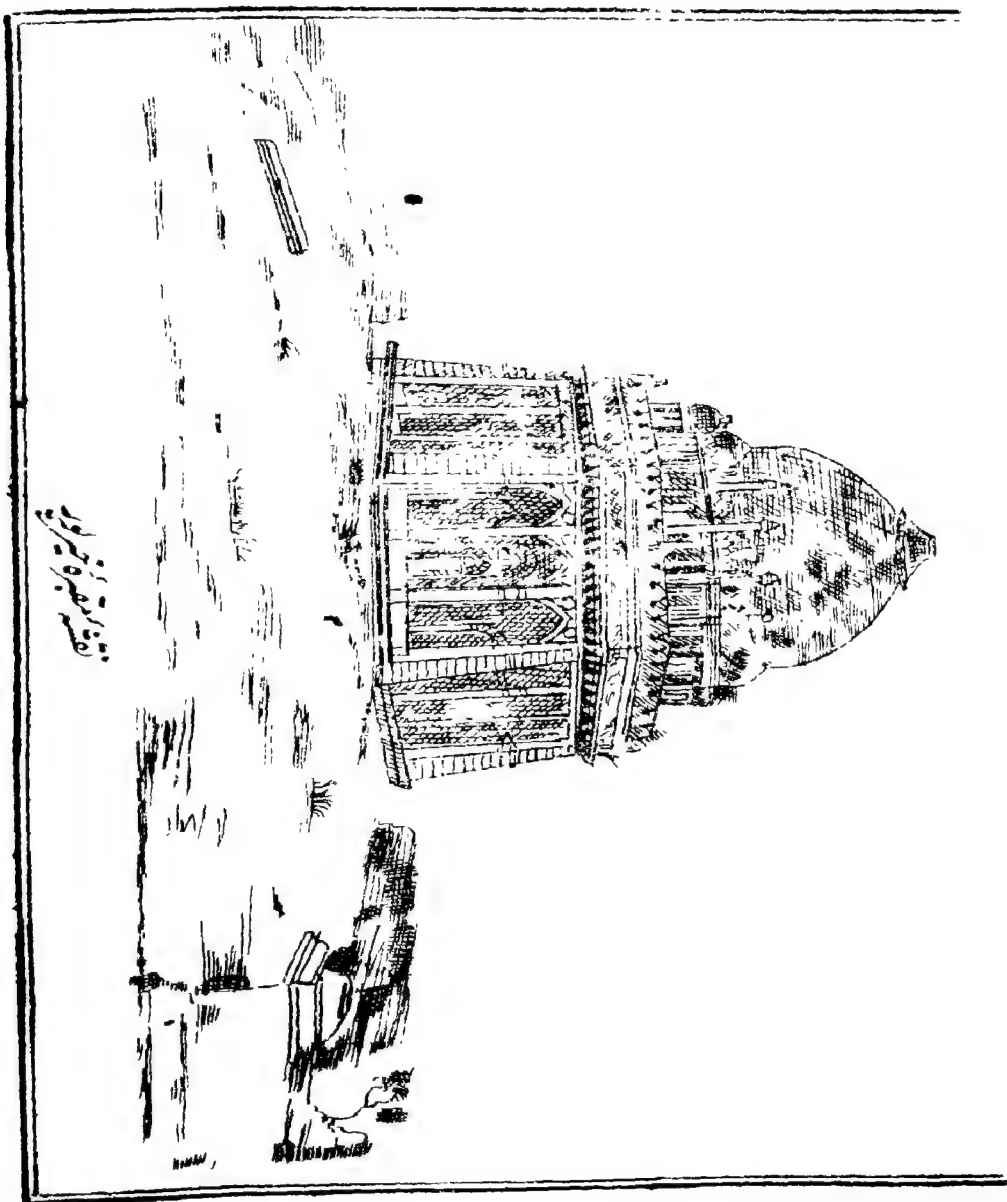
موضع حیر پور میں کل چار مقبرے ہیں جن کا بیان علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔ پہلا گنبد جو جاویں مقبرہ ڈومیل (۱)، فرلانگ (۲) پر داہنی طرف سڑک سے ملا ہوا ہے وہ بالکل صفدر جنگ کے مقبرے کے سامنے ہے۔ یہاں سے صفدر جنگ کا مقبرہ صرف پانچ فرلانگ رہ جاتا ہے۔ اندان سادات کے تیسرے بادشاہ محمد شاہ کا ہے۔ یہ گنبد شہت پہل ہے جس کا کلس ٹوٹ گیا ہے اس کا قطر اندر سے ۳۵ ہے۔ گنبد کی چھت میں اوپر وار سولھا طاق ہیں جن میں سے چار تو کھلے ہوئے ہیں اور باقی بند ہیں۔ ان سب طاقوں کے دو طرفہ اللہ اللہ لکھا ہوا ہے گنبد کی چھت پر۔ سب سے اوپر کے چھوٹے دائرے میں جے جند یا سجنا جانیے گیری زمین پر سفید حرفوں میں آیہ الکرسی مع بِسْمِ اللّٰهِ كَمَنْ يَكْفُرُ بِالتَّوْحِيدِ تَمَّک ہو۔

بڑے دائرے میں بِسْمِ اللّٰهِ - هُوَ اللّٰهُ الَّذِي كَلَّمَ اِلٰهًا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ تا آخر سورہ خس۔ (پارہ ۲۸) پھر اسد تعالیٰ کے نود نام ختم پر الْوَارِثُ الرَّزِيزُ الْقَبِيْرُ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ غُفْرَانُكَ رَبَّنَا وَ اَلَيْكَ الْمَصِيْرُ نَعْمَ الْمَوْلٰى وَ نَعْمَ الرَّحِيْمُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُ الْعَالَمِيْنَ الصّٰدِقُ الْمَصْدِقُ الْاَكْمَلُ اس گنبد کے آٹھوں دروں میں سنگ سرخ کی جالیاں تھیں ان میں سے اب ایک بھی باقی نہیں رہی۔ سرکار کی طرف سے اب تار کی جالیاں لگا دی گئی ہیں کہ کبوتر وغیرہ نہ گھس اس گنبد کے اندر آٹھ قبریں ہیں جن کی اصلی حیثیت نہیں معلوم ہو سکتی کیوں کہ از سر نو سب پر گچ گرا دی گئی ہے۔ کسی قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

اس مقبرے کی نسبت سرسید لکھتے ہیں کہ ”منصور کے مقبرے کے سامنے ایک برج ہے بہت خوش نما۔ اس برج کی عمارت اور مبارک پور کوٹے کے برج کی عمارت اور عینی خاں کے گنبد کی عمارت ایک ہی سی ہے اگرچہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ برج کس کے وقت کے ہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ پٹھانوں کے وقت کی ہیں۔ کوئی امیر ہوں گے جن کے نام سے یہ گھاؤں آباد ہوا ان کا یا ان کے لواحقوں کا یہ گنبد ہو گا۔ غرض کہ اس کی عمارت بھی بہت خوب اور نہایت عمدہ ہے۔“

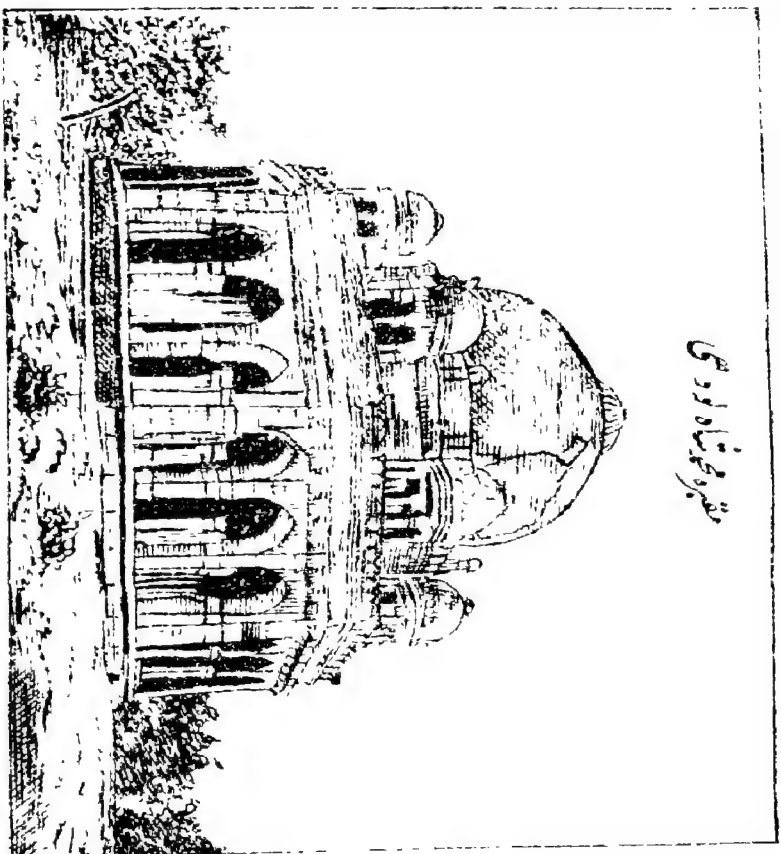
شہت پہل گنبدوں کا طرز چھ ایسا مقبول عام ہوا ہے کہ اس طرز کے اکثر گنبد میں لکھنؤ میں صاحب نے جو قطر بچا پاس نیٹ کے لکھا ہے وہ غالباً غلام گرتش ملا ہے۔ ۱۲





قصر بهرام گور

مقبره محمد شاه لودي



خصوصاً لودھیوں کے۔ ان کی بنا کردہ عمارات میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ گواہیات کلام مجید کثرت سے منقوش ہیں مگر اپنے نام کا کتبہ کسی نے بھی نہیں لگایا اور اسی سبب سے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ کون سا برج کس کا ہے مگر ہیں سب لودھی خاندان ہی کے۔

ہمارے خیال میں سرسید مرحوم کو مغالطہ ہوا ہے کہ اس گنبد کو نامعلوم لکھا ہے۔ دراصل یہ گنبد خاندان سادات کے تیسرے بادشاہ محمد شاہ کا ہے۔ کیوں کہ موضع خیر پور میں سب ملاکر چار ہی گنبد ہیں پہلا یہ ہے۔ دوسرا وہ ہے جس کے ساتھ وہ بے نظیر مسجد لگی ہوئی ہے جس کا بہت بڑا گنبد دار ووازہ ہے اور تیسرا موضع خیر پور کے شمالی کنارے پر وہ ہے جس پر کار کا شئی کی نیلی سلیں لگی ہوئی ہیں البتہ اس کا پتہ نہیں چلتا کہ کس کا ہے اور اس سے آگے چارہ گز کے فاصلے سے بہت بڑے احاطے کے اندر چوتھا مقبرہ سکندر بہلول لودھی کا ہے۔ سرسید کا بتایا ہوا نقشہ جس کو وہ نامعلوم گنبد قرار دیتے ہیں آثار اصفادید سے نقل کروایا گیا ہے اور دوسرا نقشہ محمد شاہ بادشاہ کے گنبد کا گارڈن زرعی ہرن صاحب کی کتاب ”سون سنیر آف دہلی“ کا ہے۔ دونوں کو ناظرین با مفاہلہ ملاحظہ فرمائیں ہیں دونوں ایک جس سے یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ جس گنبد کا پتہ سرسید کو نہیں لگا وہ دراصل محمد شاہ کا ہے علاوہ اس کے ایک دلیل اور ہماری اس رائے کی تصویب کی یہ بھی ہے کہ سرسید نے محمد شاہ کے مقبرے کا کہیں ذکر ہی نہیں کیا۔ اور نہ اس ٹیبلون والے مقبرے کا ذکر کیا جو بہت عالی شان اور بڑی سچر کے قریب میں ہے۔ سلطان بہلول لودھی کا مقبرہ حدود درویش چرنج دہلی میں ہے اس کا بیان اپنے موقع مناسب پر کیا گیا ہے۔

محمد شاہ پنجم ابن فرید خاں بن خضر خاں ۹۔ رجب ۸۳۴ھ سے ۸۳۹ھ تک حکم راز رہا۔ سادات کا تیسرا بادشاہ تھا جس کا مقبرہ سواد موضع خیر پور میں منصور کے مقبرے کے سامنے اپنے چچا اور باپ باؤشاہ سلطان معز الدین ابوالفتح بن خضر خاں کے مقبرے سے تھوڑی دور ہے کچھ عرصے تک محمد شاہ نے بہلول خاں لودھی گورنر دیپال پور کے حملوں کی خوب مقاومت کی۔ لیکن

۱۰ دیپال پور تنگمیری کے ضلع میں بیاس کے پرانے شکر پریاک پٹن سے (۲۸) میل شرق کی طرف واقع ہے۔ اٹک ٹارکے ریلوے سٹیشن سے (۱) میل جنوب میں ہے۔ جنرل کننگھم کی تحقیقات کے بموجب اس کو راجہ دیو پال نے آباد کیا تھا لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ راجہ کون سے زمانے میں تھا۔ کننگھم صاحب کہتے ہیں کہ بطلیموس نے جو ڈیڈالہ شہر لکھا ہے وہ یہی دیپال پور تھا۔ فیروز شاہ تغلق یہاں ایک نہر کاٹ کر لایا تھا اور اس نے ایک جامع مسجد بھی تعمیر کی تھی۔ (بقیہ نوٹ دیکھو صفحہ ۵۰ پر)

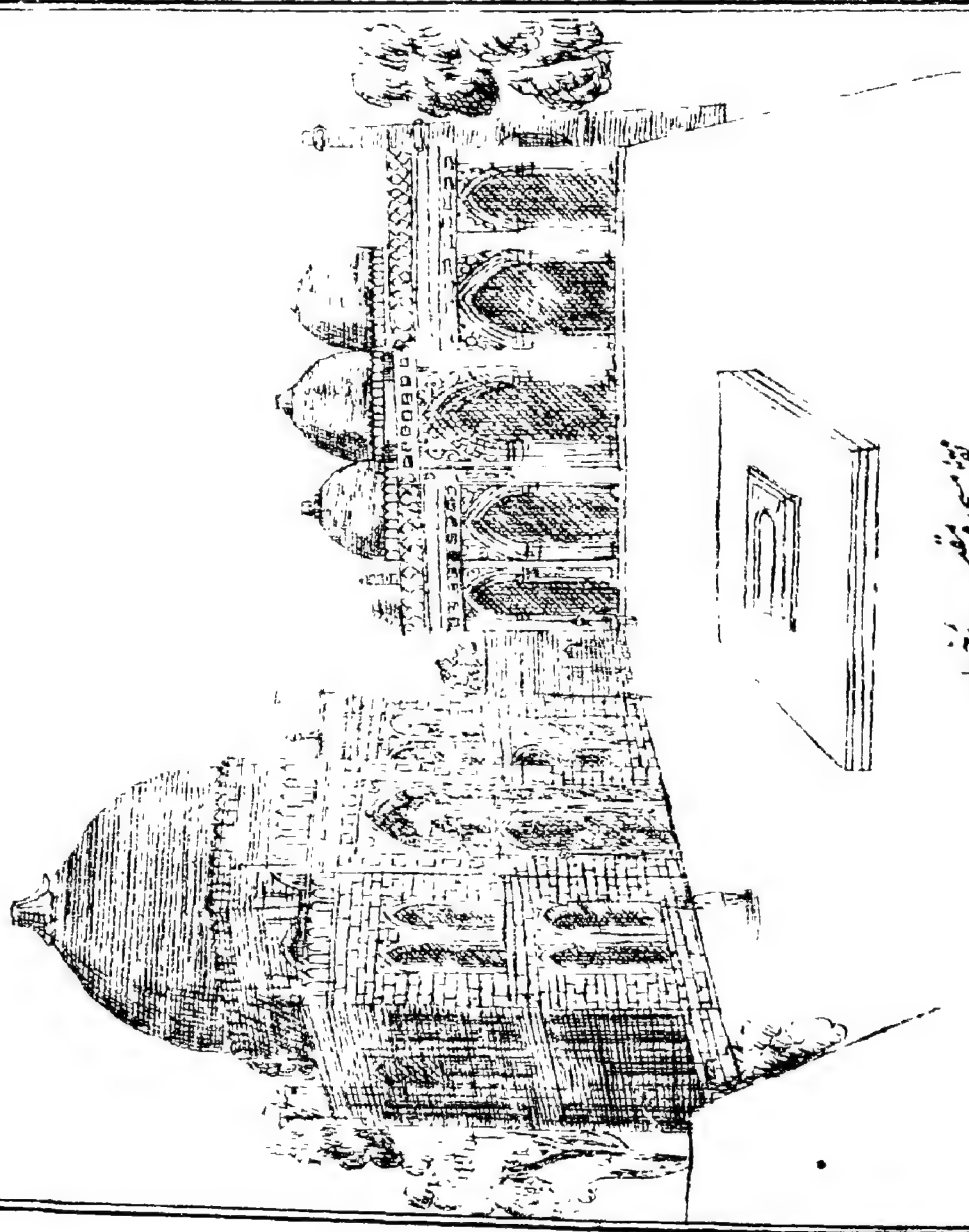
بادشاہ کی طرف سے لوگ کچھ ایسے پر دل تھے کہ دہلی سے بیس کوس کے طے میں جو جو امراء تھے سب نے کھلی بغاوت کی اور آخر کار ۹۵۳ھ میں محمد شاہ نے وفات پائی اور اسی موضع میں دفن ہوا اور یہ مقبرہ اُس کے بیٹے علاء الدین عالم شاہ نے بنوایا جو نرائچتر اور چولے کا ہے اور قطع اس کی بہت نفیس ہے۔ اندر کا مکان اور باہر کی عظام گردش اور برجیاں بہت خوب صورتی سے بنائی گئی ہیں۔ یہ مقبرہ بالکل مبارک شاہ کے مقبرے کی طرح کا ہے اس لیے اس کی مزید توضیح غیر ضروری ہے۔ فرگن صاحب نے اپنی کتاب ہسٹری آف آرکیٹیکچر جلد دوم کے صفحہ (۶۵۳) پر اس مقبرے کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ایک بہشت پہلو مقبرہ ہے جس کا قطر قریب پچاس فیٹ کے برابر عظام گردش ہے جس کے ہر طرف تین تین لمبوتری محرابیں ہیں جو وضع پٹھانوں کے عہد سے مخصوص تھیں۔

اس مقبرے کے شمال میں بہت دور ٹیمپل ہے۔ یہ بھی ایک جھوٹی سی ہے۔  
**مسجد** اور سی مسجد ہے جس کے احاطے سے اندر ایک کنوئیاں بھی ہے۔ احاطے کی صرف ایک غنی دیوار رہ گئی ہے باقی ٹوٹ ٹاٹ گئی۔ اس مسجد کا چوترا جو ۱۰۰۰ پے اونچا ہے حال کا بنا ہوا ہے۔ مگر یہ مسجد کچھ ادھر والے مقبرے کے متعلق نہیں ہے بلکہ اُس سے جدا ہے۔ اُس میں تو شک نہیں کہ یہ مقبرہ اور مسجد لودویوں کے وقت کی ہے اور تخمیناً ۹۵۰ھ یعنی قریب قریب زمانہ شیر شاہ کے بنی ہوئی ہو اگرچہ اس کے بنانے والے کا نام تحقیق نہیں ہوا لیکن اس میں کچھ شک نہیں رہا کہ لودویوں کے وقت کے کسی امیر کا جس کے نام پر یہ گاؤں آباد ہے یہ مقبرہ ہے اور اسی کی یہ

خیر پور کا نام معلوم گنبد  
 اور مسجد تخمیناً ۹۵۰ھ  
 ۱۵۴۳ھ

(القیہ نوٹ صفحہ ۴۹) سلطان مغلیہ سے پہلے غلاموں اور سیکھوں کے وقت میں یہ پنجاب کا دارالخلافہ رہا ہے کیوں کہ اُن دنوں میں چنگیز خانی غلوں کے پے درپے حملوں کے روکنے کے لیے لاہور اور ملتان کے بیچ میں ایک ایسے شہر کی ضرورت تھی جہاں سے دونوں طرفوں کا انتظام آسانی سے ہو سکے۔ پراتے شہر کے کھنڈراب بھی جنوب۔ غرب کی طرف واقع ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضافات کی بستیوں کے علاوہ خاص شہر تین سیل کے رقبے میں بستا تھا۔ موجودہ شہر کی آبادی چار ہزار ہے اور تحصیل کا صدر مقام ہے تیمپور کے محلے کے وقت شہر ملتان کی ہم سہری کرتا تھا اور اُس میں چاروں سی مسجدیں تھیں۔ باہر کے وقت میں بھی یہ شہر آباد تھا۔ لاہور سے کم درجہ کا نہیں تھا۔ ۱۲

نقشه مسجد و مقبره آیه خرد







یہ مسجد بنائی ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ مسجد چوڑے اور پتھر سے بنی ہوئی ہے مگر اس کے خوش قطع ہونے میں کلام نہیں اور لودیوں کے زمانے کی فن تعمیر کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ ایسی خوش قطع مسجد پٹھانوں کے وقت کی بہت کم دیکھنے میں آئی ہے۔ اس مسجد میں چونہ کاری کی بہت عمدہ مثبت کاری ہے اور پیشانی پر چونہ کاری آیات قرآنی کہدی ہوئی ہیں۔ اس مسجد کے پانچ درہیں درمیانی محراب بہ نسبت ادھر ادھر کی محرابوں کے اونچی ہے اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔ چھت پرتین گنبد لمبوتری گردن کے ہیں۔ جن کے کاس ٹوٹ گئے ہیں۔ چھت کے اطراف کنگو را ہو۔ گنبد اندر سے چھتے ہیں جو تمام اعلیٰ درجے کے نقش و نگار سے آراستہ ہیں۔ بگڑ صاحب کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اس مسجد کے اندر تمام رنگ آمیزی کا کام تھا جس کو گاؤں والوں نے بالکل برباد کر دیا اور اب برسوں ہوئے کہ اس کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا۔ اس مسجد کے صحن کے جنوب میں جو ایک عمارت بنی ہوئی ہے وہ بظاہر اس مسجد کا دروازہ معلوم دیتا ہے۔ اس کی وضع علانی دروازے کی سی ہے۔

اس مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ایک عالی شان گنبد ہے۔ جو اندر سے آٹھ مربع ہے اور باہر سے گول۔ اس کا داخلی دروازہ شمال کی طرف ہے جس میں جانے کا دو طرفہ زینہ گیارہ گیارہ سیڑھیوں کا ہے۔ گنبد کے چار دروازے ہیں ایک تو یہی ہے دوسرا مسجد کے صحن میں جانے کا ہے اور دو بند ہیں۔ گنبد کی چھت میں آٹھ کھڑکیاں بطور روشن دان کے ہیں۔ اس سے اور اوپر (۱۶) طاق ہیں جن میں سے چار کھلے ہوئے اور بارہ بند ہیں گنبد کے اندر پتھر کے چوکوں کا فرش ہے۔ گنبد کی چھت پر جانے کے زینے میں (۸) سیڑھیاں ہیں اور بلندی گنبد کی (۵) ہے۔ اس گنبد میں کوئی قبر نہیں ہے اور یہ گنبد مسجد کا دروازہ کہلاتا ہے مگر اس کی وضع قطع تو بجائے خود ایک مستقل گنبد کی ہے اور مجھے اس کو مسجد کا دروازہ قرار دینے میں تامل ہے بلکہ میں اس کو ایک مستقل عمارت خیال کرتا ہوں اور مسجد کو اسی کے متعلق سمجھتا ہوں جیسا کہ عینی خاں کا مقبرہ اور مسجد ہے۔ عموماً مقبروں کے ساتھ مسجد بھی ہو کرتی ہے۔ مسجد کا طول و عرض ۸۷ x ۲۱ ہے۔ مسجد کی پچھیت میں واسنہ پائیں دو ستون بطور پشتیبان کے ہیں جو چھت سے ذرا اوپر نکلتے ہوئے ہیں۔ اور پچھیت کی دیوار کے اندر چار حجرے بھی ہیں۔ مسجد کی پیچ کی محراب ۲۵ اونچی ہے اور ۱۰ چوڑی ہے اور دو فیٹ کا کنگو را اس کے سوا ہے۔ اس کے بغلی

کی محرابوں کی چوڑائی ۱۶ ہر اور کنارے کی دو محرابیں ۹ چوڑی ہیں۔ مسجد کے گرد چوڑا توڑے دار بھاری چھجا بھی ہے جس کے سامنے ایک نہایت وسیع کشادہ کرسی دار ۱۱۰ × ۸۵ کا چبوترہ ہے جس پر سلون کافریش ہے اور کچھ ٹوٹی بھوٹی قبریں بھی اس چبوترے پر ہیں۔ صحن مسجد کے آخر میں بجانب شرق ایک نہایت پختہ لداؤ کاتین در اور دو کھڑکیوں کا دالان ہے جو ۵ × ۳۵ ہر دالان اور محروں میں پتھر کی سلوں کافریش ہے۔ درمیانی محراب ۹ ۱/۲ اونچی اور ۸ چوڑی ہے۔ دالان کے دونوں جانب ایک ایک حجرہ گیارہ گیارہ فٹ مربع ہے۔ چھت پر جانے کے لیے بارہ سیڑھیوں کا زینہ ہے اور اس عمارت کا ارتفاع ۱۹ ہر اور چھت سپاٹ ہے اور گرد چوڑا اور نہایت بھاری توڑے دار چھجا ہے۔ غالباً یہ دالان بطور ایک در سے کے تھا۔

انگریزی کتاب "وآل انبوت" میں اس مسجد اور گنبد کے متعلق لکھا ہے کہ موضع خیر پور کی بسنی سے شمال کی جانب کوئی دو سو گز آگے بڑھ ایک عجیب و غریب مسجد ہے جس میں ایک بہت نفیس دروازے سے داخل ہوتے ہیں جو در سے دیکھنے میں (دروازہ نہیں) بلکہ ایک مقبرہ معلوم دیتا ہے۔ دروازے میں بلند سیڑھیاں چڑھ کر پوچھتے ہیں (یعنی کرسی بہت اونچی ہے) یہ گنبد عجیب سڈول اور مرتفع ہے اور غالباً علانی دروازے کے طرز پر بنایا گیا ہے۔ دروازے کے باہر ایک نہایت خوش قطع صحن ہے جس کے ایک طرف تو مسجد ہے اور دوسری جانب اسمبلی ہال یعنی مجلس خانہ ہے جس کا سال تعمیر ۱۹۰۷ء ہے۔ یہ سال ۱۳۲۵ھ میں نہیں پڑا ہے اس سبب پلاستریٹم تر نہایت نفیس نقش و نگار سے آراستہ تھا اس میں کا بہت کچھ اب تک بھی باقی ہے۔ پلاستریٹم جا بجا چینی کی رنگین ٹیلز (ٹائلز) لگی ہوئی تھیں اور سارے ہندوستان میں یہ سب سے بہتر نمونہ اس قسم کی آرٹس کا ہے جو اب باقی ہے۔

## گنبد کے چاروں دروازوں کے کتبے

(۱) مغرب رو یہ: بِسْمِ اللّٰهِ - وَمَنْ يَكْفُرْ عَنْ ذِكْرِ التَّوْحِيدِ تَأْوِيلُكَ الْمُصِيدِ

پارہ - ۳۵ - سورہ زخرف - رکوع (۱۰)

(۲) مشرق رو یہ: اِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَاْخِرُ سُوْرَةٍ - پارسہ (۲۰)

سورہ قصص - رکوع (۱۲)

(۳) جنوب روپہ: - فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ تَأْخِرُ سُوْرَه - پارہ ۲۳ - سورہ ص - رکوع (۹)  
 قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ تَأْخِرُ سُوْرَه - پارہ ۲۳ - سورہ ص - (۱۳)  
 (۴) شمال روپہ: - وَتِلْكَ جَبَلْنَا أَيْتِنَهَا إِبْرَاهِيمَ تَوَّابًا سَمِيعًا وَبَاسِعًا پارہ (۷) سورہ النعام رکوع (۱۷)  
 گنبد کے احاطے کے اندر مغرب روپہ دروازے کے سامنے ایک قبر سنگِ سرخ  
 کے تئوین کی جرجس کے سر اسنے اللہ ایک طرف بِسْمِ اللہ اور قُلْ هُوَ اللہ اور  
 دوسری جانب شَهِدَ اللہ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ تَا وَهَذَا الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ کندہ ہے۔  
 دیارہ نصف ۳ - سورہ آل عمران یہ قبر بہت پُرانی معلوم دیتی ہے کتبہ کی روشنی  
 بھی اسی زمانے کی ہے۔

## مسجد کے اندر کے کتبے

پہلے در کے اندر (۱) دہلی طرف پہلے رک کی حجت پر۔ بِسْمِ اللہ  
 أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلْكَ الشَّمْسِ تَا وَمَا أُرْسِنُوا  
 مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا - پارہ (۱۵) سورہ بنی اسرائیل - رکوع (۱۰ و ۱۱)  
 (۲) لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْوَعْدَ بِالْحَقِّ تَامِفَرْدَ بَعْرِ غُلَامًا پارہ ۲۴ - سورہ فتح - رکوع (۱۲)  
 (۳) بِسْمِ اللہ - وَمَا نَعْبُدُ إِلَّا رَسُولَ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ تَا وَالْأَصْرُ نَا  
 عَلَى الْفَقْرِ مَرَّكَفَرِيْنَ - پارہ ۴ سورہ آل عمران - رکوع (۲)  
 (۴) بِسْمِ اللہ - لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ تَامِخَمُ سُوْرَه - پارہ ۲۸ - رکوع (۶)  
 (۵) محراب کے گرد: - إِنَّ الْإِنِّ مِنْ أَعْيُنِ أَوْ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ  
 الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا تَا آخِرُ سُوْرَه كهف - پارہ (۱۶) رکوع (۳)

دوسرے در کے اندر (۱) بِسْمِ اللہ اَلْمُسْلِمِيْنَ وَ اَلْمُسْلِمَاتِ تَا وَ كَانَ اللہ  
 بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا - پارہ ۲۲ - سورہ احزاب - رکوع (۲)  
 (۲) بِسْمِ اللہ - وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلَافٍ مِنْ طِينٍ تَا وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ  
 غَافِلِيْنَ - پارہ ۱۸ - سُوْرَه مومنون - رکوع (۱)

تیسرے در کے اندر (۱) جو میر کے پاس ہے۔ بِسْمِ اللہ - یوری سورہ الرحمن - پارہ (۲۷)

**چوتھے در کے اندر**

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ اور سورۃ واقعہ - پوری - پارہ (۲۷)

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ اور سنی دہ تحریک - پارہ (۳۸)

**پانچویں در کے اندر**

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ - سنی دہ نیا پوری - پارہ (۳۰)

(۲) اِنَّ الَّذِیْنَ یَنْتَظِرُوْنَ اِلٰی یَوْمِ الْاٰخِرِ تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

عَلِیْمٌ پارہ (۸۰) - سنی دہ نور - رکوع (۹ و ۱۰)

(۳) وَالْاَسْمَاءُ بَیِّنَاتٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ پارہ (۲۷) رکوع (۳۲)

(۴) اِنَّ اللّٰهَ لَمِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ پارہ (۲۷) سورہ حجرات رکوع (۴۳)

**پہلی محراب کے بیرونی رخ پر** - بیس طرف - اوپر و اردو دونوں طرف  
قُلْ هُوَ اللّٰهُ کَعُفْرِی -

(۱) وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسٰجِدًا مِّثْلَ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ دُوْنِ مَا یَعْبُدُوْنَ سُوْرۃ توبہ - رکوع (۲)

(۲) اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ پارہ (۲۵) سورہ بقرہ رکوع (۱۶)

(۳) لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ پارہ (۲۰) سنی دہ فتح - رکوع (۱۱)

**مسجد کے رومہ کے پانچویں دروں کے کتبے**

(۱) سیدھے ہاتھ کی طرف سے - پہلی محراب - پہلی سطر و دونوں طرف کتبے کے لغزے - بِسْمِ اللّٰهِ

وَجَاءُوا بِاَهْمُ عَشَاءٍ یَّبْکُوْنَ تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

دوسری سطر - وَجَاءَتْ سَیَّارَةٌ تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ پارہ (۱۲) سنی دہ یوسف رکوع (۱۲)

دوسری محراب - اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کَا طغرا و دونوں طرف اور پوری سورہ جمعہ بسم اللہ -

تیسری محراب - پہلی سطر - بِسْمِ اللّٰهِ - سورہ الملک شروع سے وَ اِذَا الْاُنْفُسُ اٰیْتَهَا تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

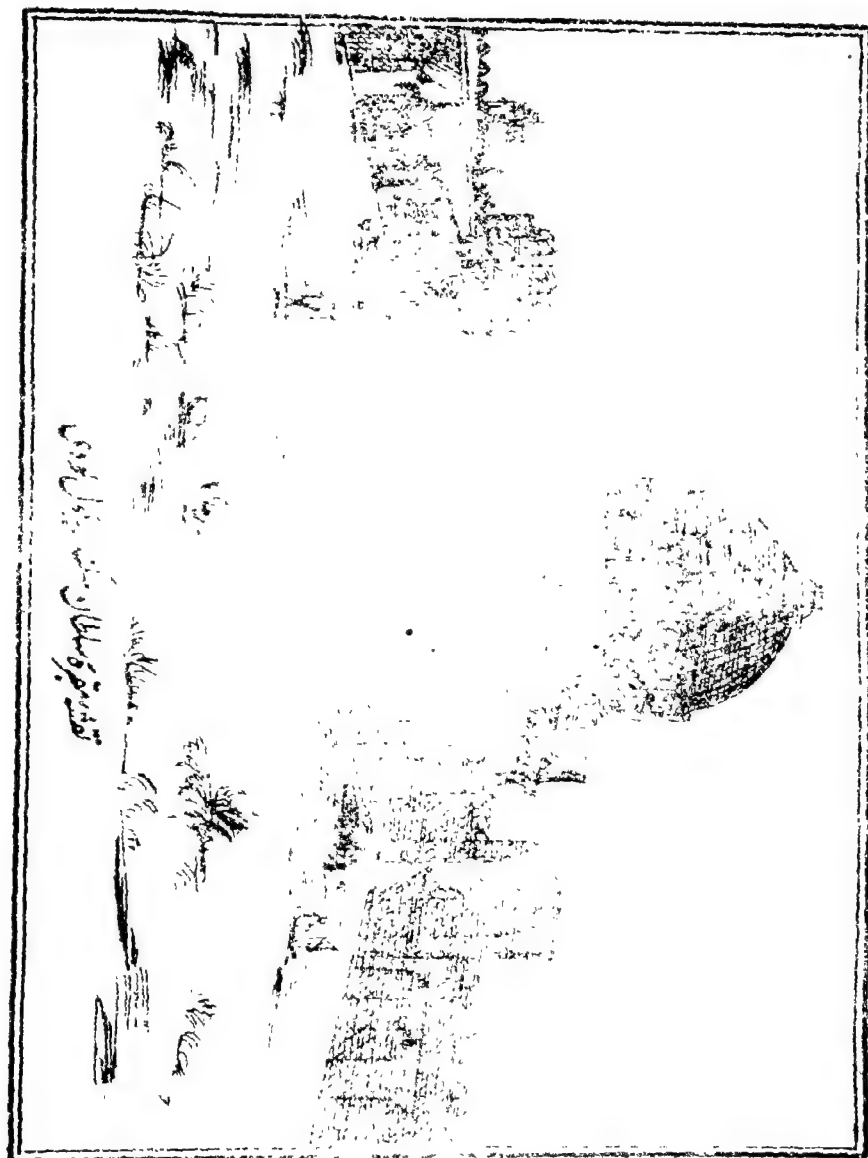
دوسری سطر - کُلَّمَا اُنْفِیْ فِیْ مَافَرَجٍ تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

تیسری سطر - اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ قُلُوبَ الَّذِیْنَ تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

چوتھی سطر - اَنْشَاءَ کَمُ سے ختم سورہ تک

چوتھی محراب - پہلی سطر - بِسْمِ اللّٰهِ - سنی دہ مزمل شروع سے وَ کَیْلًا تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

دوسری سطر - وَ اَصْبَحَ عَلٰی مَا یَنْتَظِرُوْنَ اِلٰی یَوْمِ الْاٰخِرِ تَاوَالَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ



تقدیر جو سلطان بن بکال کوئی

پانچویں محراب۔ پہلی سطر۔ فَضْلًا مِّنْ سَرَّيَاكَ تَالَعَلَّهْم يَتَدَكَّ كَدُّ وَنَ۔ پارہ (۳۵) سورۃ بایقہ ص ۱۱۲  
دوسری سطر۔ لَکِيسَ عَلَى الْاَلْحَىٰ حَرَجٌ تَا اَذْيَا لِعَمَّا نَاكَ تَحْتَ الشَّجَرِ فَوَقَّعَهُ۔ پارہ ۲۶ سورۃ فتح ص ۱۱۳

ہر کس بہ بانہ ازیں دیر فست  
شد عازم اس سرے جاوید لقا  
باقی نبود کے لب عالم ابد  
غیر از احدے کہ نیست اور اہمتا

اند اند کیا زمانہ آیا ہے کہ ایک عالی شان اور بے نظیر گنبد  
ہزار ہا روپیہ کی لالٹ کا ٹوٹا پھوٹا نہیں گرا پڑا نہیں بالکل  
درست ہمارے سامنے کھڑا ہے اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ  
کس کا ہر نہ ہم کو کوئی نلتا تا ہے کہ کس نے بنوایا تھا۔ خیر کسی کا

کاشانی ٹیلوں والا  
نامعلوم عالی شان گنبد

بھی ہو حق تعالیٰ اس کی مغفرت کرے۔ طرز عمارت۔ دروازوں کے گنبد اور بے نظیر مسجد کا  
قرب ولالت کرتا ہے کہ ہونہ ہو لو دھیوں کے کسی بادشاہ یا بادشاہ نہ ہو گا تو بادشاہ کے  
ہم پلہ کسی امیر کبیر کا ہے۔ یہ گنبد بھی بہشت پہل ہے اندر سے باہر سے تین طرف عالی شان  
سرافک دروازے ہیں مغرب کی طرف بندہ تین سیڑھیاں چڑھ کر گنبد کے اندر داخل  
ہوتے ہیں۔ اندر آتے قبریں پختہ جگہ کی ہیں جن کو سرکار نے حال میں درست کرا دیا ہے۔  
سات بڑی ہیں ایک چھوٹی۔ جس مقبرے کے باہر کی آرائشی کا اس قدر انتہام ہے تو اندر تو  
کیا کچھ کام نہ کیا ہو گا۔ مگر اندر کا کام اب بالکل باقی نہیں۔ باہر دارالبنتہ چینی کا رنگ برنگ  
کا کام کچھ بچی باقی ہے جنوب کی طرف صدر دروازہ ہے جس کے دو کار پر بڑی بڑی اور  
چوڑی چوڑی چینی کی لا جو رومی رنگ کی اینٹیں بطور تختیوں کے لگی ہوئی ہیں جو تعداد میں  
(۹۸۵) تھیں جن میں سے تھوڑی سی گر بھی پڑی ہیں مگر ان کی خالی جگہ پر سے شمار ہو سکتا ہے  
صدر دروازے کی محراب مع کنگورہ ۴۴ اونچی ہے اور یہی گنبد کی بلندی کنگورے تک سمجھیے چوں  
اس میں شامل نہیں ہے۔ اور جانے کا دینہ (۳۳) سیڑھیاں کا ہے۔

موضع خیر پور کے پاس صفدر جنگ کے مقبرے سے کوئی پاد  
سیل کے قافلے پر ایک قدیم پختہ پل کے پاس لودھیوں کے  
خاندان کے سب سے بڑے بادشاہ سکندر شاہ ثانی بن بھلو  
شاہ (۱۵۱۷-۱۵۸۸ء) کا مقبرہ ہے جسے غالباً اس کے بیٹے ابراہیم

سکندر لودھی کا  
مقبرہ اور مسجد  
۹۲۳  
۱۷

شاہ ثانی لودھی نے ۹۲۳ میں بنوایا تھا سکندر شاہ لودھی نے ۹۲۳ میں بنوایا تھا



میں بمقام اگرہ انتقال کیا۔ مصنف تاج خان جہاں لودھی نے لکھا ہے کہ بادشاہ اور اس کے باپ دونوں کی نعشیں اگرہ سے منتقل کر کے دہلی میں اسلام شاہ سور کے احاطے میں جو اسی غرض سے بنوایا گیا تھا دفون کی گئیں۔ لیکن اس بیان میں کچھ غلط فہمی ہوئی ہے کیوں کہ سکندر لودھی اپنے باپ کے پاس مدفون نہیں ہے اور دونوں کی قبریں ایک ہی باغ میں نہیں ہیں بلکہ جدا جدا ہیں یہ مقبرہ وضع قطع میں خاندان سادات کے بادشاہ مبارک شاہ کے شاہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کے چاروں کونوں پر برجیاں نہیں ہیں اور نچے کا ڈھلاؤ بھی کم ہے جو زمانہ مابعد کی تراش خواش ہے۔ یہ گنبد ۳۴ مربع فیٹ فیٹ نما احاطے میں ہے جس کے چاروں کونوں پر برجیاں تھیں جن میں سے اب صرف دو باقی رہ گئی ہیں۔ احاطے کی دیوار کا آثار آٹھ فیٹ کا ہے اور کنگورا چھوڑ کر بلندی ۴ ہے۔ احاطے کی دیوار میں بھی نیچے در در بنے ہوئے ہیں۔ باہر وار کے یہ درملائیں تو احاطے کی بلندی ۴ ہو جاتی ہے احاطے کا صدر دروازہ جنوب کی طرف ہے جس کی چال میں مرست ہوئی ہے جو ۵۔ ۴ چوڑا ہے اس دروازے کے سامنے ۴۶ x ۵۴ کی دیوار احاطے کی چلی ہوئی ہے۔ اس دروازے کے ہر دو جانب احاطے کی دیوار میں نو نو کوٹھریں ماطاق ہیں یعنی احاطے کی دیوار کے اندر اور بھی طاق بنے ہوئے ہیں اور باہر بھی۔ دروازے کے باہر ایک بہت اونچی چوڑی جس کی بلندی ۳ اور سیڑھیاں نو ہیں۔ جن پر چڑھ کر احاطے کے باہر والے چوڑے پر پونہ بیچتے ہیں جو ۵ مربع ہے جس کے دونوں جانب دو چوکون برجیاں چار چار ستونوں پر کھڑی ہیں۔ جنوب کی طرف یہ دیوار اور آگے بڑھ گئی ہے جس کی دونوں طرف دو برجیاں ہیں جن میں چینی کی رتھیں لٹیں لگی ہوئی ہیں اور جو سنگ سرخ کے ستونوں پر ایستادہ ہیں۔ احاطے کی مغربی دیوار سے لگی ہوئی ایک مسجد ہے جس کی درمیانی محراب ۴ بلند اور ۴ چوڑی ہے اور ادھر ادھر کی ایک ایک محراب اسی مناسبت سے کم ہے۔ باقی عمارت کی تفصیل کے لئے مبارک شاہ کے مقبرے کے بیان کی طرف رجوع کرنا کافی ہے کہ جو وہ سو یہ سوائے اس کے کہ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اس کے کونوں پر برجیاں ہیں اور اس پر نہیں۔ اگرچہ یہ مقبرہ نرے چولے پتھر کا ہے مگر اندر کا درجہ اور باہر کی علام گردش اور احاطے کی برجیاں بہت نفیس اور خوش نما بنی ہوئی ہیں۔ یہ گنبد بہت پہلے ہے۔ ہر ضلع میں تین تین درہیں یہ مقبرہ بھی بالکل علیٰ غاں کے مقبرے کی طرح ہے اور لودھیوں کے سارے مقبرے ایک ہی ڈزائین کے ہیں۔

اس کے اندر صرف ایک قبر گچ کی ہے۔ فرش میں روڑی حال میں کوئی گئی ہے۔ گنبد کا قطر ۳۳ فٹ ہے۔ گنبد کا پلاستر اندر سے گر گیا ہے۔ غلام گردش کے سات درہیں۔ اندر تمام چینی کا کام تھا چنانچہ اب بھی طاقوں کے دونوں طغریں ہیں۔ بارہ طاق بطور روشن دانوں کے ہیں۔ جن میں سے چار کھلے ہیں اور باقی بند ہیں۔ ان میں بھی کچھ کچھ کام چینی کا باقی ہے۔ گنبد کی چھت میں سب سے اوپر سرخ زمین پر سفید حروف میں آیہ الکرسی منقوش ہے۔ غلام گردش کی چوڑی ہے۔ گنبد کا دروازہ باہر سے کھلتا ہے اور اندر سے نہ چوڑا ہے۔ غلام گردش کا ہر ضلع ۴۴ فٹ اور گنبد کا ہر ضلع ۴۴ فٹ ہے۔ احاطہ عیسیٰ خاں کے مقبرے کی طرح بہت وسیع فصیل نما کنگورے دار ہے جس میں چوٹ دھڑکے کوٹھری طاق بنے ہوئے ہیں۔ مغرب کی طرف مسجد کی بچھیت کی دیوار اور ایک دیوار دوز محراب رہ گئی ہے باقی سب گر گئی ہے۔ گنبد کے اوپر بانے کا زینہ اٹھارہ سیڑھیوں کا ہے۔ گنبد کی بلندی ۴۴ فٹ ہے اور گنبد کے چاروں طرف اٹھیا سی فیٹ کے بقدر احاطے کا میدان چھوٹا ہوا ہے۔

آل انبوٹ دہلی میں لکھا ہے کہ اس بادشاہ نے ۱۵۷۷ء میں یعنی مغلوں کے ہندوستان فتح کرنے سے صرف نو برس پہلے انتقال کیا۔ یہ گنبد یہ ایک نہایت عالی شان اسی طرح کے احاطے کے اندر واقع ہے جیسا کہ روشن چراغ دہلی کا ہے۔ ایک گہرے دھواں کنارے پر واقع ہے جس پر سات دروں کا پل باندھ دیا ہے جس پر سے وہ قدیم سڑک گزرتی تھی جو فیروز آباد اور شمالی حصے کو سیری اور چرائی دینی سے ملاتی تھی۔ گنبد فی نفسہ ایک عمدہ عمارت ہے لیکن زیادہ تر پسندیدہ اس کا خوش نما موقع و محل ہے۔ قبر کے سر اسنے جو چراغ دان کا ستون ہے وہ چینیوں کے مندر کا ایک ٹھم تھا اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ مغلوں کی فتح سے تھوڑے ہی دنوں پیشتر پھر ہندوؤں کی عمارت کی توڑ پھوڑ شروع ہو گئی تھی۔

نو دھویوں کے گنبدوں میں ایک بات اور دیکھی گئی کہ وہ کوئی کتبہ بھی اپنے نام کا نہیں لگاتے تھے اور اسی وجہ سے کسی گنبد کو کسی بادشاہ سے منسوب کرنے میں سوائے زیادتی روایات کے یقینی طور پر کوئی رائے قائم کرنی مشکل ہے۔

# باولی - یاچی - سہ دری اور دونا معلوم گنبد

سلطان سکندر بہلول بودھی کے گنبد کے پاس ایک قدیم اور محاط بہت وسیع باولی بھی ہے۔ یہیں قریب میں ایک وسیع اور بختہ فضیل نما محلہ کھنچا ہوا ہے جو یاچی کے نام سے آج تک مشہور ہے۔

گواہ اس چار دیواری کے اندر زراعت ہوتی ہے مگر پہلے زمانے میں ضرور باغ رہا ہوگا کیونکہ جنوب سرخ کو اس کا صدر دروازہ نہایت مشین اب بھی موجود ہے جس پر سہ دری بنی ہوئی ہے۔ یہیں ایک چھوٹا سا چٹا گنبد بھی ہے جس کی چھت تو گر گئی مگر چار دیواری علی حالہ کھڑی ہے۔ اس منہرہ گنبد کے دونوں طرف دو چھوٹی چھوٹی گنبدیں بھی ہیں۔ علاوہ ان عمارتوں کے اسی نواح میں موضع خیر پور کی حدود میں معمولی اور متوسط دولہر گنبد بھی ہیں۔ یہاں بڑے بڑے گنبد جن پر لاکھوں روپیہ صرف ہوئے ہیں آج حالت گم نامی میں ہیں تو یہ معمولی گنبد کس شمار میں ہیں۔

**کر بلا** بھٹ جاتا ہے۔ اس رسنے پر دہانی طرف سر راہ ایک بڑا دروازہ اور ایک وسیع ٹوٹا چھوٹا احاطہ ملتا ہے یہی کر بلا ہے اور یہیں بادشاہی زمانے کے ایک نامی گرامی ریس کپتان اشرف بیگ خاں نے ایک بختہ چار دیواری کھجوا دی ہے جو کر بلا کہلاتی ہے۔ تمام شہر کے تعزیتے یہیں ٹھنڈے کیے جاتے ہیں اور یہاں بڑا جوم اور سیلا ہوتا ہے۔ اس کمیونڈ میں بہت سی قبریں ہیں۔ کہتے ہیں کہ اشرف بیگ خاں کی قبر بھی یہیں ہے لیکن مجھ کو تو ملی نہیں۔ کمیونڈ کی دیوار کے پے بلند ہے۔ اس کا صدر دروازہ سر راہ شمال کی طرف ہے جو ۱۶۔ ۱۷ اونچا اور کم چوڑا ہے۔ اس کے دونوں پاکھوں پر سنگ سرخ لگا ہوا ہے جس میں کا ایک پاکھا دہانی طرف کا حال میں گر گیا ہے اور اس کے دھیم وہیں پڑے ہیں بائیں طرف کا پاکھا جوں کا توں کھڑا ہے۔ کواڑ کی چول بھینانے کی کڑی بھی موجود ہے جس میں گول سوراخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں پٹ بھی تھے۔ دروازہ کے دو طرفہ کچھ عمارت مثل سہ دری کے تھی جو گر گئی اور اوپر بھی کچھ مکانیت ہوگی یہ سب مفقود ہے اب صرف ایک پاکھا کھڑا ہے اور بس۔ دوسرا دروازہ کمیونڈ کے مشرق میں ہے۔ جو صرف کمیونڈ کی دیوار توڑ کر رستہ کر دیا گیا ہے اس کے دوپاکھے گچ کے ہیں جن کے

اوپر ایک گول مٹی تھی۔ ایک پائے کی گرائی ایک کی باقی ہے۔ اس دروازے کی چکلاں  
تھا ہے۔

ماہ خانم کی قبر  
۳۹

آہستہ برگ گل بفتاں بر مزار ما  
بس نازک ست شیشہ دل در کنار ما

کر بلا کے احاطے کے اندر داخل ہوتے ہی سامنے ایک  
وسیع و مرتفع پتلا چبوترہ گچ کا نظر آتا ہے جس کی چار سیڑھیاں ہیں۔ یہ چبوترہ ۸۳×۸۳  
مطلوع و عرض میں اور ۳۳×۳۳ اونچا ہے۔ اس چبوترے کے وسط میں ۴۸ مربع ایکڑ اونچا  
ایک اور چبوترہ ہے۔ اس چبوترے سے ملی ہوئی لداؤ کی قلم دان نما ایک برجی ہے جس کا  
داخلی دروازہ سنگ باسی کا بہت چھوٹا سا ۳۳×۳۳ کا ہے۔ اس دروازے میں  
ایک لداؤی کمرہ بطور دیوڑھی کے ۸۳×۱۱۳ کا ہے جس کی چھت قلم دان نما ہے۔  
اب چودہ سیڑھیاں اتر کر ہم تہ خانے میں پہنچتے ہیں جس کا ایک ہی دروازہ جنوب  
رویہ ۳۳×۳۳ ہے۔ تہ خانہ کا حجرہ ۳۳×۳۳ مربع ہے جس کے چاروں طرف روشن دان  
رکھے ہیں اور تین طرف دیوار و درز طاق ہیں۔ یہ حجرہ اوپر والے چندرہ فیٹ مربع  
چبوترے کے نیچے ہے۔ فرش میں اس کے سنگ مرمر کی تسلیں بکھی ہوئی ہیں جن میں کی  
بعض بعض سلیں ضائع بھی ہو گئی ہیں۔ چھت مربع لداؤ کی ہے جس میں رنگ کا کام کیا ہوا  
تھا جو کچھ بچے باقی بھی ہے۔ اس حجرے کے بیچ میں صرف ایک ہی قبر ہے جس کا تعوید  
نہایت عمدہ قسم کے شفاف اور چمک دار سنگ مرمر کا ۳۳×۳۳ ہے۔ ۱۰۔ اونچا  
۱۱۔ ۳۳ کا ہے۔ اس تعوید کے گرد آیتہ الکرسی کچھ عجیب نزاکت سے ثبت منقوش  
ہے کہ خط اس کا سرمہ نظر و باعث تجلی بصری۔ زبان اس کی تعریف سے قاصر ہے  
اور دل اس کے دیکھنے سے سیر نہیں ہوتا۔ تعوید کے اوپر سر اسے بسم اللہ کا  
طغری ملا پائنتی کُلِّ نَفْسٍ ذَاثِقَةٍ الْمَوْتَ اور تعوید کے عرض میں نیچے وار  
یہ خط نستعلیق یہ قطعہ کندہ ہے۔

در نقاب ابر رحمت کرد و رخسار حق  
زورم شد مریم دور زماں و اسل بحق

آفتاب بُرج عصمت ماہ خانم از قصنا  
کلک قدرت سال این تابخ بر لوح مزار

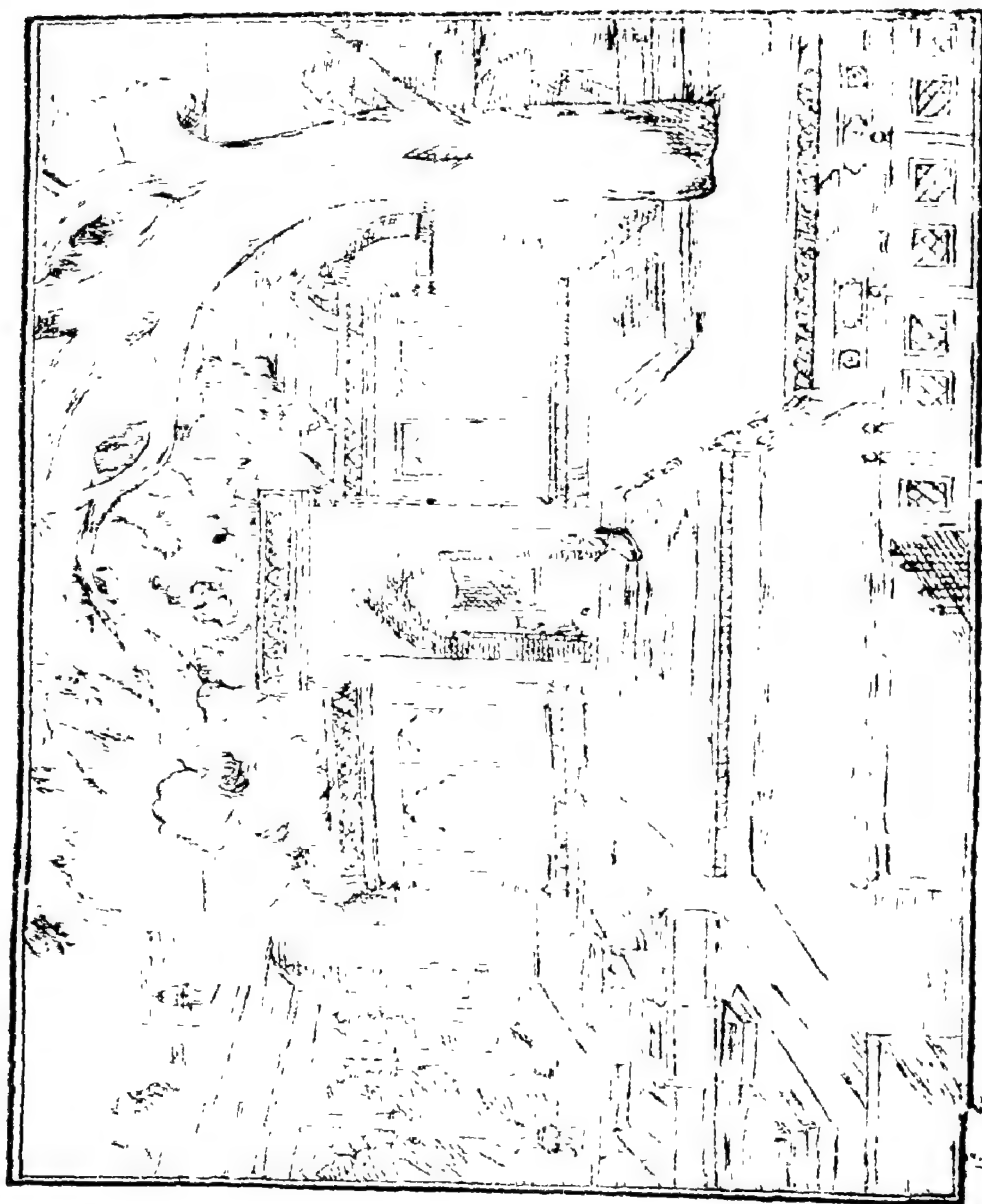
کچھ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کس کا چاند تھا جو ایک تیرہ مار حجرے میں پڑا جھمک رہا ہے اور اپنے حسن و جمال کی شعاں آج سٹیکیوں برس کے بعد بھی چمکا رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اشرف بیگ کے دو دمان عالیہ کا کوئی ماہ منور تھا۔ اس میں شک نہیں کہ تھیں کوئی بڑی نامی گرامی بگیم جن کا مقدا اس اہتمام اور صرف زر کثیر سے بنا ہے۔ مگر یہ منزل وہ ہے جہاں امیر و عریب سب برابر ہیں اور کیا سچ کہا ہے کہ

جو آہنگ مردن کند جان پاک  
چہ بر تخت مردن چہ بر عئے خاک  
جن کے مقبرے ہزار ہا روپیہ کی لاگت سے بنے ہیں آج اُن کا پتہ نہیں چلتا کہ کون تھے پھر ماوشما کا کیا ٹھکانا آج مرے کل دوسرا دن۔ وہ یقینی وجہ و علت و دلایل و احوال مرے کے

**غالب اشرف بیگ کی قبر**  
ہے۔ یہ چوترا اُس زمانے کے رواج کے موافق مسجد نما ہے۔ یعنی مغرب کی دیوار مع تین دیوار و دروازوں کے اور شمال جنوب کے پانچے کھڑے ہیں۔ جسے حصہ مسجد کہنا چاہیے۔ اس کے محاذ میں چوترا پر دو چوڑے گچے کی بہت چڑانی قبریں ہیں دونوں قبریں شکستہ حالت میں ہیں۔ ان میں سے ایک قبر کے گرد گچے میں آتیہ الکرسی کندہ ہے اور یہی ذرا تھیک بھی ہے۔ ہونہ ہوا اشرف بیگ صاحب کی قبر یہی ہوگی۔ کیوں کہ اور کوئی ممیز قبر اس احاطے کے اندر نہیں ہے۔

**شاہ مرداں یا علی جی یا علی گنج**  
کیا فیض علی کے قدم پاک ہے روضہ کی زیں بلند افلاک ہے  
بتا ہے وہاں درخف قطرہ آب پانی کی بھی آبرو اسی خاک ہے

گر بلا کے احاطے سے آگے ایک بہت بڑا فیصل نما احاطہ دکھلائی دیتا ہے۔ اس کے اندر مختصر سی آبادی ہے جو شاہ مرداں یا علی گنج کے نام سے مشہور ہے۔ ادھم بابی زوجہ محمد شاہ بادشاہ جن کو احمد شاہ کے عہد سلطنت میں اولیٰ نواب بابی اور پھر نواب قدسیہ صاحب الزمانی کا خطاب ملا۔ شیعہ مذہب تھیں۔ ۱۱۳۷ھ



۱۰۰

نقش مردان

مجلس

سجدہ ۱۰۵۳۲۰۱۔ سامنے گٹا اینٹ کے فرش کا چبوترہ ۱۲۵۳۲۰۱۔ صحن میں نیم کا ایک  
 بہت پُرانا درخت کھڑا ہے۔ اس کے نیچے کئی خام قبریں ہیں۔ مسجد کے گرد احاطہ ہے۔  
 کنواں اور سیڑھی دار باولی | اور اسی کے پاس سیڑھی دار اترنے کی  
 باؤلی ہے۔ کنواں اور باؤلی منہرہ ہیں۔ صورت یہ ہے:-

(کنواں) باؤلی ||||| سیڑھیاں

نقار خانے کا دروازہ  
 درگاہ میں داخل ہونے سے پہلے نقار خانے  
 کا دروازہ ملتا ہے جو ۱۰۵۳۲۰۱ ہے۔ یہ دروازہ گنبد دار ہے  
 جس پر ایک سہ دری بھی ہے۔ دروازے کے

روکار پر پیل بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ اس کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے:-  
 ہوا بعلے

چوں کہ صادق علی بنائے رفیع  
 سال تائید آں بسا صادق  
 ساخت بر آستانہ حیدر  
 گفت نقار خانہ حیدر  
 اسی دروازے کے باہر ایک بہت پُرانی  
 قبر سنگ سرخ کی ہے جس کی لوح پر یہ  
 کتبہ ہے:-  
 دو سو اٹھ برس  
 کی ایک پرانی قبر

اللہ اکبر۔ جسجد اللہ الرحمن الرحیم  
 بروید گلوں شگفتہ نو بہار  
 بیاہند و بر خاک ما بگز رند  
 درینجا کہ بے مابے روزگار  
 کسانی کہ از ما بغیب اندر اند  
 بست و یکم شہزوی جو مغوری مرحومی میاں عشرت صاحب بر حمت حق پیوست  
 کو کاکی مسجد | آخر تو یہ مسجد چھوٹی سی یعنی ۱۲۵۳۲۰۱ مگر کچھ عجیب دل فریب اور  
 سن دول سر سے پاتک سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے اور پتھر بھی  
 چن چن کر ایسا لگا یا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دِلن لال جوڑا پہنے کھڑی ہے۔ اس کے  
 لے بید میں علی برید شاہ بادشاہ کے گنبد کے اندر بھی یہ اشعار کندہ ہیں۔ ۱۲



ممنوں گنبد ایسے خوش نما اور سبیل ہیں کہ دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ گنبدوں پر کی بعض بعض سلیں گر گئی ہیں اندر سے ایشیں نکل آئی ہیں۔ درازیں کھل جانے سے ان اینٹوں پر ٹھانٹ اگ آئی ہے پتھر کی شد رخ سلوں کے ساتھ یہ سبزی بھی عجیب لطف دیتی ہے۔  
نیکچہ شوخی چلی باد صبا کی بگڑنے میں بھی زلف اُس کی بنا کی

بیچ کا گنبد جو زیادہ بڑا ہے وہی زیادہ مخدوش حالت میں ہے۔ باقی ایک چھوٹا گنبد بھی مرمت طلب ہے اور ایک درست حالت میں ہے۔ بیچ کے گنبد اور شمال کے گنبد کے پتھر کے نازک کلس باقی میں جنوب کے چھوٹے گنبد کا کلس گر گیا۔ ذرا سی توجہ سے ان کی درستی ہو سکتی ہے ورنہ بانی جذب ہو ہو کر بہت جلد یہ گنبد ٹھیکہ جائیں گے۔ مسجد کے تین درمیں۔ بیچ کا دروازہ۔ نہ بلند اور نہ۔ چوڑا ہے۔ اندر اور باہر جو تڑے پر جو اس۔ ۳ x ۱۳۔ ۸ طول و عرض میں اور اس پر اونچا ہر چوکوں کا فرش ہے۔ ایک کنواں بھی مسجد کی داہنی طرف ہے۔ مسجد کا پختہ اور وسیع احاطہ ہے۔ احاطہ کے اندر کئی قبریں ہیں جن میں سے ایک قبر کا نقوید سنگ باسی کا ہے جس کے اوپر اللہ لکھا ہے اور لبان میں دونوں طرف بہ خط نستعلیق یہ عبارت ہے۔

ایک طرف ناد علیا منظر العجائب ہے تجرہ بخوانک فی الثواب ہے بتابد بے ماہ دیروں دیور دوسری طرف اگر سرزنداری رہا لیں گور ہے کل ہم غم ہے سبجلی ہے بولایتک علی یا علی یا علی یہ مسجد کوکا کی مسجد کہلاتی ہے خدا جانے وہ کوکا کون تھے۔ جس انا کا دودھ پیتے ہیں اُس کا دودھ شریک بھائی کو کا کہلاتا ہے۔

**درگاہ حضرت سید عارف علی شاہ صاحب**  
**عرف چٹے بے کی درگاہ** ۱۰۴۲ھ

میں ہیں اور مرد صالح ہیں۔ آپ کے وصال کا سال ۸۷۲ھ بتلاتے ہیں اور چوں کہ ان کا گزرا سی درگاہ کی تذرو نیاز پر اباعن جد جلا آتا ہے اُن کا کہنا ایک حد تک قابل قبول ہے کہ وہی کہتے ہیں کہ آپ کا وصال غوث پور ضلع بجنور میں ہوا۔ آپ کی نش و نماں سے دلی لائی گئی چنانچہ اب تک بھی آپ کا عرس دلی اور غوث پور دہلیوں جگہ ہوتا ہے۔ درگاہ کی عمارت ۴۴ مربع ایک گنبد ہے جو پھیلے ہوئے پیٹے کا ہے جس پر برجی کلس ہے۔ آپ کے گنبد کے چار دروازے ہیں۔ آپ کی قبر پر شاہ سیانہ تنہا ہوا ہے اور بہت سے چٹے بے اور نیراں



ہیں اسی وجہ سے عوام میں چٹے سٹے کی درگاہ مشہور ہے۔ آپ کے مزار کے گرد سنگ مرمر کا کٹہرا ہے۔ درگاہ کا احاطہ ۳۴ مربع فٹ میں ایک بہت بڑا نانیم کا درخت کھڑا ہے۔ احاطے کے کونے میں ایک مختصر سی تین در کی مسجد ۱۱۱۱۱۱۱۱ کی ہے۔ غرض جاے از بس دل کش اور پُر انوار ہے۔

## قطعہ تالیف وصال حضرت سید علی شاہ صاحب رحمہ

بہار شاہ عالم گیر غازی	سیادت مرتبت عارف علی شاہ
نقیہ و متقی و عارف محض	ملک خصلت کو صورت حق آگاہ
بزم و کثرت و اعجاز و کرامت	بعدم معرفت مشہور چوں ماہ
ازین دار فضا با صفت	منازع القضا بپو دہم سدا

چہیں ہر وقت مضطرب سال رحلت

نہاں ہر شب را قیام دین حق آہ

اب درگاہ خٹہ لیب میں چلیے جس کا شرق رویہ دروازہ ۹۰  
اور پانچ سو چار فٹ چو کی دار ہے جس کے پٹ چوبی ہیں۔  
لیکن جیسی عالی شان عمارت ہے ویسا دروازہ نہیں۔ یہ درگاہ

درگاہ قدیم مبارک  
۱۳۰۶  
۱۷۲۴

ایک بڑے احاطے کے اندر ہے۔ خود درگاہ کا احاطہ ۱۳۰۶ × ۲۷۰ ہے۔ ۹۰ اوپنیا سنگ مرمر کی تین سو سولہ کا ہے۔ جنوبی دیوار میں ۱۱۱۱ دس پوری سلیم سنگ مرمر کی نصب ہیں اور نصف نصف سلیم کونوں میں اسی طرح شمالی دیوار میں۔ مشرق کی طرف داخلی دروازہ ۹۰ اوپنیا ۶ عریض ہے جس کی چوکھٹ سنگ مرمر کی ہے اور پٹ چوبی دروازے کے اوپر دو سلیم سنگ مرمر کی ہیں جو ایک سو چار دیواری ہے۔ اسی طرح مغرب کی دیوار میں دو سلیم سنگ مرمر کی اور پٹ چوبی میں ایک معمولی سا دروازہ ہے۔ اس دروازے کے دونوں پا کھوں پر سنگ مرمر کے کچھ کتبے دوسری جگہ سے لا کر نصب کر دیئے ہیں کہ روضہ میں آتے تھے۔

دائیں پاسے پردہ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ علیہ عرفا طہ جن حسین علیہ

بھل جعفر موسیٰ علی محمد علی

حسن محمد علیہما السلام

تاریخ وفات شرف انسا بیگم عرف حاجی بیگم مرحومہ بہنت میرزا سید محمد گلستانہ عرف  
مرزا جانی مرحومہ ۷۵۰ دارزدہم نمبر برج الثانی روز یکشنبہ ۱۲۱۶  
بائیں پا کے پر بِسْمِ اللہ الرحمن الرحیم

س ۱۱۴۹

صحن درگاہ میں سنگ مرمر کی سلوں کا فرش ہے جس کے پنج میں ایک پرانا درخت نیم کا بھی  
کھڑا ہے۔

قدم شریف کی اصل جگہ اسی احاطے کے چوں پنج سنگ مرمر کا ایک چوترا ۸ ۱/۲ ہے۔ ۲۔ ۵ اونچا  
ہے جس پر تین کا صندوق نمائشادہ کرویا ہے اور تین کو سبز رنگ کا رنگ دیا ہے۔ اس صندوق  
کے دونوں طرف لمبان میں ٹھلنے بند ہونے والی کھڑکیاں رکھ دی ہیں۔ اس کے  
اندر سنگ مرمر کا ایک نہایت خوب صورت حوض ۴۔ ۱/۲ لمبا اور ۲۔ ۱۰ اونچا ہے۔ اس  
عمیق ہر اسی کے اندر قدم مبارک ہے جس میں خوشبودار پانی اور پھول پڑے رہتے  
ہیں۔ اس حوض کے کنارے عرض میں ایک طرف یہ شعر کندہ ہے۔

بر درین کہ نشان کف پاے تو بود سہا سجدہ صیاح جب نظر اں خواہد بود

درگاہ قدم شریف کے احاطے کی شمالی دیوار  
سے ملا ہوا ایک چھوٹا سا احاطہ ہے جس کے اندر

برج کا حضرت فاطمہ

ایک چھوٹا سا ہشت پہل برج ہے کہتے ہیں کہ اس برج میں نقش کا حضرت فاطمہ  
علیہا السلام کا ہے۔ اس احاطے کے اندر سوائے عورتوں کے مرد نہیں جاتے ہیں لے  
بھی او با اس میں جانے کی جرات نہ کی ایک چھوٹے سے لڑکے کو اندر بھیج کر دکھالیا  
اس برج کے اندر ایک بڑے پیالے کی شکل بنا دی ہے اور کوئی خاص بات قابل ذکر  
نہیں ہے چوں کہ یہ مقام حضرت فاطمہ کے نام سے منسوب ہے لہذا پائس ادب ضرور ہے۔

اسی سے ملا ہوا ایک بہت وسیع کشادہ اور بلند دالان ۲۶۷ ۱/۲ ہے۔  
اس دالان کا دروازہ ۸۔ ۱/۲ اونچا اور بہت اونچا ہے۔ اس دالان میں

جہاز

۱۲ نہینے پائے گریں تو ایسا ہی کھدا ہو ہے۔

زنگ کا کام تھا جواب برائے نام باقی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ دالان کسی سوداگر نے جب اس کی سنت پوری ہوئی تو باظہار تشکر بنوایا اور اس کا نام جہاز رکھا۔ وجہ تسمیہ کوئی کچھ کہتا نہیں۔ میرے خیال میں چوں کہ یہ دالان بہت بڑا ہال ہے اور جہاز کی شکل کا لمبا چلا گیا ہے عجیب نہیں کہ لمحاظ ہیئت کذا فی جہاز کے نام سے موسوم کیا گیا ہو۔ اس کا ایک دروازہ باہر وار رستے پر بھی ہے اور ایک سہ درمی بھی اسی کے متعلق تھی جس کے تین در باقی ہیں۔ اس مکان میں جو ندرست در وہ یہ ہے کہ اس کی چھت کڑیوں کی ہے اور باوجود امتداد زمانے کے چوبینہ علی حالہ قائم ہے جو تہتہ دروازے پر بطور سرول کے دیا گیا ہے اس کو دیکھنے سے اس کی غیر معمولی جسامت اور سطحی کا اندازہ ہو سکتا ہے چھت اوپر سے سیاٹ ہے۔ اٹھارہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ جو جگہ ملی وہاں مردے دفن کر دیئے گئے حالاں کہ یہ مکانات اس مصرف کے لئے نہیں بنائے گئے تھے۔ اس میں بھی دو قبریں ہیں۔ پھر ایسی جگہ قبریں بنا دینا اور قبروں کو روندن میں لانا عوطل ہے۔ ان دونوں قبروں کے سرانے کے کتبے یہ ہیں:-

۱) ہُوَ الْمُسْتَعَانُ بِرُغُورِ شَيْدِ عَلِيٍّ رَضَوِي تَعَزِيَةً ۱۰۰۰ بَعْر ۵۰ سال در شب جمعہ بتایم

۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ رحلت نمود۔

۲) سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا صَبْرًا ثُمَّ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ هَذَا الْقَبْرُ لِلْمُتَّقِ قَبِيلَةِ الْمُنْذَرِ فِي رَحْمَةٍ عَزِيزَةٍ بِكُمْ الْفَاحِشَةُ لَهَا أَجْرُكُمْ اللَّهُ فِي ۲۷ شَعْبَانَ الْمَظْفَرِ ۱۳۳۵

نواب ابراہیم بیگ خاں کی قبر  
یوں تو درگاہ کے احاطے میں ایک چپہ بھر زمین بھی قبروں سے خالی نہیں مگر ہم انہیں قبروں کو نگھتے ہیں جن پر کتبے ہیں۔ پختہ

غرض کو چھوڑ کر خام صحن میں جو برج کا سہ حضرت قاطبہ اور جہاز کی عمارت کے سامنے ہے صرف ایک قبر کی لوح پر جو سنگ باسی کی ہے یہ کتبہ بخط نستعلیق ہے۔  
نواب ابراہیم بیگ خاں بہادر خلفہ احتشام الدولہ نواب اسماعیل بیگ خاں بہادر لا فیروز جنگ  
بتایم نیم جاوی الثانی ۱۳۳۵ وفات یازست۔

درگاہ کے احاطے کے اندر مسجد کے پچھے  
درگاہ کے احاطے کے اندر مسجد  
بجانب شمال ایک مسجد ہے جس کے تین تہہ

اور تین درہیں۔ مسجد طول و عرض میں ۴۰۰ پ ۱۲۰ ہے۔ چار سطر جیوں کا منبر ہے۔ سامنے چوڑا ۴۰۰ پ ۱۰۰ ہے جس پر گما اینٹ کا فرش ہے۔ بیچ کا دروازہ ۱۰ پ ۱۰ چوڑا اور ۵ پ ۱۰ چوڑا ہے۔ کھس گنبدوں کے ٹوٹ گئے ہیں۔ صحن کے آگے سنگ سرخ کا ایک حوض ۴۰ پ ۲۰ ہے۔ تین فیٹ عمیق ہے جس کے بیچ میں ایک فوارہ بھی سنگ سرخ کا ہے اب یہ حوض مٹی سے اٹ گیا ہے اور اس قدر گھاس اس میں ہو گئی ہے کہ اس کے حدود کا معلوم کرنا بھی مشکل ہے۔ مسجد کے گرو سات فیٹ اونچی احاطے کی دیوار ہے۔

**سنگ مرمر کا پہلا چبوترا**  
کافرئس ہر اور ایک بہت بڑا پرانا نیم کا سایہ دار درخت  
کھڑا ہے۔ اس درخت کے گرد بھی سنگ مرمر کا ایک ۱۰-۲-۴ اونچا دو سیڑھیوں کا  
چبوترا باندھ کر درخت کو ایک کونے میں لے لیا ہے۔ اس چبوترے پر دو قبریں سنگ مرمر  
کے تعوید کی ہیں مگر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

**چار قبروں کے کتبے** | اس چبوترے کے ذیل کی قبریں سطح زمین کے برابر ہیں۔ صرف سلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبریں ہیں۔ سلوں کے گروسیاہ حاشیہ پیچھ دیا گیا ہے۔ ان چار قبروں میں صرف قبر نمبر ۱ کی سل سنگ سرخ کی رہ باقی کی سنگ مرمر کی سلیں ہیں۔

مجله دار بگم که گفتی بد نیا  
غمش کرد خون دل و دستان خشک  
ببید خود آن سیده سال حلیت  
سجود در اهل بیت است در بینم  
شد از آفتاب دیدۀ خویش غم  
بگفتا مجله دار خسلد بر بینم

(۲۲) مرقد مشہور حجام الدین جیدر موسوی <sup>۱۲۱۹ھ</sup> (۳) آخریں قنرل جہاں آرا <sup>۱۲۵۹ھ</sup> کے  
 دیہ باد انجیال صدر نشین صدر نشاں +

امراؤ مرزا صاحب کے  
برگوں کی ہواڑ

دو قبریں زمین کے برابر ہیں جن پر سنگ مرمر کی سلیں اور چو طرف حاشیہ سنگ سیاہ کاری

۹۔ اب امر و مرزا صاحب آنری می محیریت دلی کے عاملین میں سے ہیں آپ دو یا گنج میں رہتے ہیں یہ ہڈ ڈاٹ آپ ہی کہہ  
نہ گوں کی ۱۳۔

قبر نمبر (۱) کے اوپر بسم اللہ الرحمن الرحیم دو طرف کلمہ شہادت پہنچ میں اللہ اور گرد  
آیت الکرسی ہے۔ اس کے سر پہ نہایت خوشخط بہ خط نستعلیق سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ ہے۔  
سوال کیا احمد حسین خاں کہ بعد شباب مرو  
زناں خوبی و کمونی و حسن و جمال آہ  
سال وفات او بدو نوع ای دقیقہ میں  
خاں کینہ ارو و دمد و مفت و دو سال آہ  
(۲) دوسری قبر کے سر پہ یہ لوح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم		
یا تغفار الذنوب	یا ستار العیوب	
چراغ شبستان ہنتم امام	ہمای علی شاہ مرواں نجفت	یا علی
زہاتف چو پر سیدم از سال او	مراسکن موسو بجاں نگفت	یا عطا
یا رعد		

ایک سہ درہ والاں | اس چو ترے کے سامنے ایک سہ درہ والاں سنگ  
سرخ نکا ہے جس کی چھت بھی سرخ سلوں کی ہے۔ یہ طلاں  
۱۹۱۶ء میں چار قبریں زمین کے برابر ہیں جو سلوں اور جدولوں سے پہچانی جاتی  
ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیوار میں کتبہ تھا اس میں کچھ غلطی ہونے سے نکال لیا گیا۔ یہاں کے لوگ  
اکبر مرزا صاحب کے خاندان کی ہڈیاں تھیں جو فراش خانے میں چوسیا کے چھتے  
میں رہتے ہیں۔

مہر النساء گیم کی چوکنڈی | اوپر دوائے سہ درہ کی پشت کی پچھیت کی دیوار  
میں ایک دروازہ ہے جو اس چوکنڈی میں جانے کا  
ہے۔ یہ چوکنڈی تھا۔ ۱۹۱۶ء میں کے احاطے میں سنگ مرمر کی سلیں تھیں اپنی  
لگی ہوئی ہیں۔ فرش بھی سنگ مرمر کا ہے۔ دروازہ مغرب میں ہے جس میں سنگ مرمر  
کی دو جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس کے اندر تین قبریں برابر مشرق  
سے مغرب کی طرف ہیں۔ دونوں کے تقوید میں ایک کی سلی جس پر سیاہ  
حاشیہ ہے۔

نمبر ۱) کی لوح نہایت خوب صورت خوش خط اور نقش و نگار سے آراستہ ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

چو مہر انسا بگیم خوش صفات  
کہ چوں مہر می داشت روشن بقا  
برفت از جهان وسیہ شد جہاں  
بہ کند پر تو بلک بقا  
زمنوں بستم سال وفات  
بصد محنت و در دور رخ و عنا  
نکا کرو بے انتہا و بگفت  
کہ ہیچات ہیچات مہر انسا

۱۳۳۸

نمبر ۲) تَلَّ بِإِعْمَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ تَتَابَعًا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ  
سرا ہے کلمہ یا ایہا الذین آمنوا الذکعوا اذا سجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون (نیت خوش خط)  
اگرچہ یہ چو کھنڈی خود مختصر ہے لیکن با ایں ہمہ جنوب رخ پر ایک چھوٹی سی لداوی سدوری  
سنگ سرخ کی بنا دی ہے۔

شاہ نعمت الہی کی چو کھنڈی | سید عارف علی شاہ صاحب رحم کی درگاہ  
کے احاطے کی مغربی دیوار سے ملی ہوئی ہے

جوائنٹ کی ہے۔ یہ چو کھنڈی ہے ۳۰ اینچ مربع ہے۔ احاطے کی بلندی ۴۰ ہے۔ درگاہ کی طرف  
کی دیوار کے سوائے دونوں طرف دیواروں میں سنگ مرمر کی چار چار سلیں اور ایک ایک جالی لگی  
ہے۔ مغرب کی طرف صرف دو جالیاں ہیں کہ اسی میں دروازہ ہے۔ اس چو کھنڈی میں صرف  
دو قبریں ہیں۔ جو قبر بجانب درگاہ ہے اس کی مرمر کی آل پر یہ عبارت بخط نستعلیق منقوش  
ہے جس کی سیاہی جایا سے آڑ گئی ہے۔

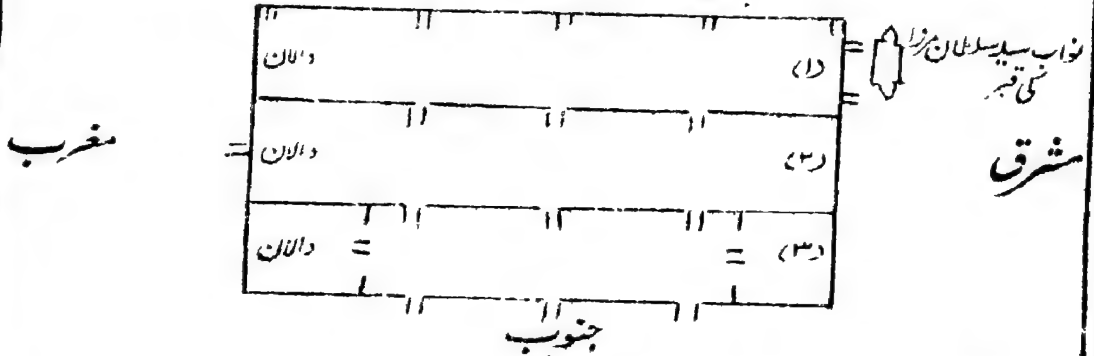
اللهم اغفر لحجب الحضرات و فاست  
شاہ نعمت الہی فی تاریخ ۱۲ شعبان ۱۳۳۸

اسی کے برابر دوسری قبر ہے مگر اس پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ سنگ مرمر کی سل کے گرد سیاہ ماشیہ ہے۔

یہ مجلس غارِ عشرت علی خاں نے ۱۲۲۳ھ میں بنوایا جو تہرے دالان کا ہے جس کے گرد چوڑا چھبہ اور چاروں کونوں پر چار برجیاں ہیں۔ یہ عمارت طول و عرض میں ۳۵ × ۳۵ ہے۔ شمال میں پانچ درے مشرق میں دو۔ جنوب میں تین۔ مغرب میں صرف ایک چھوٹا سا دروازہ۔ یہ در دہرے اور بنگری دار محراب کے ہیں۔ چھت لداؤ کی قلم دان نما اوپر سے سپاٹ ہے۔ چودہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ نقشہ سطحی نظری اس کا یہ ہے۔

مجلس خانہ  
۱۲۲۳ھ

شمال  
درگاہ کی دیوار  
دروں کی چھٹی قطار  
پانچویں قطار  
چوتھی قطار  
(۱) مولوی سیہ علی حسن منائی



اس مکان کے پیش دالان میں شمالی روپہ پاکھے پر یہ کتبہ ہے:۔  
(۱) بدرگاہ شائستہ دوسرا ہے علی شاہ مرداں ولی خدا ہے  
بحکم شہ اکبر نامہ سور جو عشرت عینیاں بیار است جاے  
ز سید شہ سال سال آں ہمیں نورقم داد ناظر بنا ہے  
اس مکان میں مجلس مرثیہ خوانی کی ہوتی ہے۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے مجلس خانہ بہت بوسیدہ ہو گیا تھا۔ ۱۲۸۵ھ میں نواب وزیر علی خاں نے اپنی عالی ہمتی سے اس کی درستی کرا دی چنانچہ صاحب مونسوٹ، لے دہلی کشمیری دروازے کھڑکی ابراہیم علی خاں میں جو



درگاہ پنجہ شریف۔ امام باڑہ اور مسجد سید آغا حید صاحب کے بزرگوں کی ہر ان مقامات کی مرمت بھی کرائی۔ درگاہ پنجہ شریف میں ۸۸ محرم کو علم اور ۹ کوتاہوت اٹھایا جاتا ہے اور ہر نوچندی شنبہ کو مجلس عزاسید الشہداء برپا ہوتی ہے۔ اوپر کے کتبے کے متوازی یہ دوسرا کتبہ ہے۔

اللہ

(۲)

وہ عالی مرتبہ سید وزیر علی نواب لگایا جس گھڑی یوں بھرنے میں عوط برائے مادہ سن ہجری نبوی مکان شیر خدا ہے یہ بے بدل بولا خاکسار کی سمجھ اس معے کے حل سے قاصر ہے کہ ہر تو یہ مکان مجلس خاندان اور بانی کی عرض اس عالی شان اور خوش نام عمارت کے بنانے سے انعقاد مجالس تھا مگر اب تو اس سے قبرستان کا کام لیا جا رہا ہے یعنی اس کے سقف حصہ کی بھی کوئی جگہ خالی نہیں کہ جس میں قبر نہ ہو اور جتنی قبریں مجلس خانے میں ہیں رات دن روندن میں آتی ہیں بے تکلف لوگ جوتیاں پہن کر چھپتے اور اسی میں اٹھتے بیٹھتے اور سولے ہیں اس پر سے ظاہر ہے کہ اس شہر کے مقام کے بنانے سے عرض کیا تھی اور اب ہو کیا رہا ہے۔

مجلس خانے کے اندر کی قبروں کے کتبے

پسے دالان کے باہر شرق کی طرف۔ دا، یہ ایک سنگ مرمر کی سل ہے ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ جس کا چوڑا ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ اور کٹھن بھی اسی قدر اونچا سنگ مرمر کا

ہے۔ اس کے سر پہ یہ کتبہ ہے۔

هو الغفور

آرام گاہ دائمی جناب نواب سید سلطان مرزا صاحب مغفور ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ پاک دامان و خوش حال خجستہ گو بہ صاحب تقویٰ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ حامی دین نبی سید موسیٰ پر دراز نسل رضا لا مرو با وضع اولوا العزم رئیس دہلی و شہر سے ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ از دار فنا رفته محمد صفیر سلطان مرزا (۱۹۱۰ء)

پہلے دالان کے اندر کی قبریں۔ (۲) ۷۶۔ قبر موسیٰ بجاس سیرا قبلہ گاہ سجاد مرزا۔ (۲)۔ ۷۶۔ خالی۔

(۵) ہوا اللہ سوم ماہ عزادوں پر ازما دعا  
ہاتھ غیب میں گفت ز دی امام  
(۶) ہوا اللہ - حین مرزا چوں مردوشش بر فغان  
بی شمارہ سال دقتات ضوالت  
(۷ و ۸) خانی -

دوسرے دالان کے اندر کی قبریں - (۱) کلمہ طیبہ -

فائز بقیم بوس علی شد ہر گاہ  
عشرت ز غلامان علی شادشاہ  
سکید مراند لیشہ چوزد سال نوشت  
پا بوس علی باد بشت

(۲-۳) خانی - دی - یاد و غفور ۱۳۲۳  
ہوا لغفار ۱۳۲۳  
یاد اہب یا غافر ۱۳۲۳

از ہر رفت سیدہ خاتون مگر ندید  
یکتا ز روئے آہ معنی و نطق گفت  
بھرنی نیمہ ماہ صیام بہ  
یکتبہ دہزار و سہ صد بود و لبست و

یاد اہب یا غفل ۱۳۲۳  
۱۳۲۳  
ہوا الغافل ۱۳۲۳

رحم ہوا الغفور - رفت بر لبست چوں محمد میر  
گفت ہاتھ و نیل خشت  
سوے خلد بریں ز دار غرور  
کار و سال و حلتش مغفور

دالان کے باہر (۷) اللہ - حمد - علی - فاطمہ و حسن حسین

مزار پر انوار جوان مرگ آقا محمد یوسف صاحب خلیل فرزند دلبند آغا محمد ابراہیم صاحب  
خلف الرشید حضرت مولانا محمد حسین صاحب آزاد اعلیٰ اللہ تعالیٰ مقامہم -  
قطعہ تاریخ

عمر بھر یاد رہے گی یہ کہانی انوس  
ہے مہندی بھی دین کی چھٹی شاعر  
دلغ دل پر ہے محبت کی نشانی انوس  
خاک میں فن ہے یوسف کی جوانی انوس  
۱۳۲۳

تیسرا دالان - محمد قبر پر نگر خانی -

مجلس خانے کے محاذ میں چوترے پر - پہلی قطار :-

اس میں کل بارہ قبریں ہیں جن میں سے صرف دو پر کتبے ہیں - (۱) و (۲) محراب

کے نیچے پر سید علی حسن صاحب مرحوم۔

(۲) ہو۔ اے دروغا سجاد۔

پانچویں قطاریں۔ پانچ سادی قبریں۔

پچھٹی قطاریں۔ چھ قبریں ہیں جن میں سے چار سادی اور دو پر یہ کہتے ہیں۔

(۱) جو داہنی طرف سے چوتھی قبر ہے۔

۱۲۶۸

بتاریخ پانزدہم رمضان  
رحلہ

دلائی خان صاحب نمود

(۲) جو داہنی طرف سے پانچویں قبر ہے۔

بہ نسبت رفت زوار فحاشی کہنہ رباط

لال دوائی کہ تیرہ نمود بزم نشاط

بحکم حق سوئے جنت بخت بیجا جان

نذر اسید ز ہاتف سال تارخش

علی گنج کے حصار کے اندر ایک وسیع اور پختہ اجماع طہر  
جس کے اندر کچھ درخت ہیں وہ عیسیٰ خاں کی باغیچی

کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا ایک معمولی سا دروازہ مشرق رو ہے۔ اندر ایک تین در کا

۱۷ اس سے سال وفات نہیں نکلنا معلوم ہوتا ہے کہ نام کے نیچے سال یوں ہی لکھ دیا ہے۔ آپ آمادے کے رہنے والے

اور نواب محسن الملک بہادر مرحوم کے چچا ناوا بھائی تھے۔ حیدر آباد دکن میں ایک زمانے میں آپ کا طوطی بولتا تھا۔ بڑے قابل۔ دین

اور ذی خلق صاحب فیض عام تھے۔ ہر کہ۔ مرآۃ کا ثنا خوان تھا۔ جس طرح نواب محسن الملک۔ نواب وقار الملک دامناہم حیدر آباد

سے علیحدہ ہوئے آپ کو بھی علیحدہ ہونا پڑا۔ دہلی سے آکر کچھ دنوں آپ اندور میں ایک معزز و ممتاز عہدے پر رہے اور پھر جادو سے

کے مدارالہمام ہو گئے۔ آپ نے سرطان سے دہلی میں انتقال کیا۔ قبر آپ کی بہت معمولی سنگ باسی کی ہے نہ کوئی عمدہ کتبہ ہے

مالاں کہ اب بھی آپ کے بہت سے عزیز قریب بڑے بڑے عہدوں پر ہیں مثلاً مولوی سید حسین بگلرامی نواب عداد الملک

آپ کے مددھی۔ آپ کے داماد محمد عقیل بگلرامی نواب عقیل جنگ بہادر کشتر حیدر آباد دکن۔ مرزا نذیر بیگ صاحب نواب نذیر جنگ

بہادر مستند فوج مولوی سید امیر حسن صاحب تعلقہ دار برادر کرمین نواب محسن الملک بہادر سب ہی خدا کے فضل سے موجود ہیں۔ ان صاحبوں

کی ادنیٰ توجہ سے مرحوم کی قبر عمدہ بنانے پر نہیں مکتبی ہرگز توجہ دے گا ہے۔ ۷ یوں تو سنہ دیکھے کی ہوتی ہے محبت سب کو

جب میں جانوں کہ مرے بعد مرادھیان رہے۔ ۱۲

۱۷ نام اندر بزم نشاط پکارا ہے کہ کسی طوائف کی قبر ہے۔ مگر یاد رکھیے کہ غ مستحق کرامت گناہ گاران اندر۔ ۱۲

پختہ والاں پر جس کی بغلی میں دو طرفہ ایک ایک تجڑہ ہے۔ دروازے کے سامنے ایک تختہ کنواں ہے۔ اچالے کی دیوار میں سے سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ اب اس میں کھار لوگ جھوڑیاں ڈال کر رہتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ عیسیٰ خاں کون تھے وہی تو نہیں جن کا مقبرہ اور مسجد ہماپوں کے مقبرے کے پاس ہے۔

**علی گنج کی فصیل** علی گنج کی بستی کے گرد ایک بڑی عالی شان فصیل بڑے وسیع حلقے کو گھیرے ہوئے ہے۔ یہیں اسی وضع کی ہے جیسی

کہ شہر دہلی یا رستخیز چران دہلی کی ہے۔ اس میں پڑے پڑے دیوار و دروازا بنے ہوئے ہیں۔ یہ فصیل سنگ تارانی پر تھیں اور تین فیٹ کا کنکڑ اس کے سوا ہر گنگوراملا کر دھتے کی اونچائی ہے۔ فصیل کے اوپر چڑھنے کے دو درختے زینے اٹھارہ اٹھارہ سیڑھیوں کے ہیں۔ اس شہر تیارہ تین دروازے ہیں مشرقی جانب کا دروازہ مسما ہو گیا۔ شمال کی طرف کا دروازہ وہ ہے جس پر کتبیہ ہے اور اس کا حال ہم سمجھ آئے ہیں۔ جنوبی دروازہ بھی بہت عالی شان اور اسی وضع قطع کا ہے جیسا کہ شمالی دروازہ ہے۔ یہ دروازہ بھی بڑا شان دار چوکیوں اور دو منزل ہے۔ آگے ایک دروازہ ہے پیچھے دو سراچ میں گنبد اور دو طرفہ بغلی میں دو منزلہ سہ دری ہے۔ اس کی بلندی ۳۴ اور کنکڑ ۳۳ جملہ ۳۳ ہے۔ چوران ۱۸۔ ۱۷۔ ۱۶ اور پر جانے کا دروازہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔

**نواب مرزا نجف کا مقبرہ** یاران عزیزان بسرخاک آئید از خاک پر سند نشان اثر سن  
از خاک جہاں جملہ بے بال بے بند حقا کہ نیابند نشان و اثر سن  
نادر شاہ کے حملے (۱۷۳۷ء) کے بعد مغلیہ سلطنت

کی بنیاد ایسی بل گئی کہ کوئی انسانی طاقت اس کو ویراہ نہ کر سکتی تھی۔ لے دے کے نجف خاں ہی ایک ایسا شخص رہ گیا تھا کہ اس سے کچھ امید بندھتی تھی کہ وہ موجودہ حالت کو کچھ دنوں شتم بشتیم چلا لے تو چلا لے لیکن اس کے مر جانے سے اس امید موهوم کا خاتمہ ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ سلطنت مغلیہ کے آخری زمانے میں جو نام کہ نجف خاں نے پیدا کیا وہ عروج کسی کو میسر نہیں ہوا۔ کہنے کو نجف خاں کی وفات کے وقت شہنشاہ شاہ عالم تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھا اور اس کے بعد بھی اس کے جانشین دو اور بادشاہ ہوئے لیکن نجف خاں کی اولاد نے باغیوں سے

ساخت باخت کر کے سلطنت کی بنیاد اور بھی کھوکھلی کر دی۔ مسٹر کین لکھتے ہیں کہ ملک کے حصے بجزوں اور عہدوں کی نامزدگی اور تقسیم پر جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے جس سے سلطنت مغلیہ کے رہے سے ٹکڑے بھی کچھ کچھ اٹھو وختاً سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ نجف خاں ایک بڑا قابل شخص تھا۔ وہ ایرانی الاصل صحیح النسب صفوی خاندان کا سید تھا۔ مسٹر کین نے اپنی کتاب مغل امپائر میں لکھا ہے کہ سلطنت کے تمام امور و بہام اُس کے دست قدرت میں تھے جس کو اُس کی بیدار مغزی اور صفات حسنہ نے سنبھال لیا۔ چوں کہ وزیر سلطنت اور وہ میں رہتا تھا اس لیے نجف خاں نیابتہ بہام سلطنت انجام دیتا تھا اس کے علاوہ وہ فوج کا سپہ سالار بھی تھا۔ تمام امور مالیہ کے انتظام کا تعلق براہ راست اُسی سے تھا اور حسب رواج ملک سے وہ بہت گرو اور جاٹوں کے علاقہ جات کا زما لگزارہی خارج از جمع بھی تفویض تھا۔ اس کے علاوہ ضلع آگرہ اور کچھ حصہ بالائی دوآب کا بھی اُس کے سپہ دہتا مسٹر کین نے بحوالہ وارن ہیننگز گورنر جنرل نجف خاں کی وفات کی تاریخ ۲۶ اپریل ۱۸۵۷ء لکھی ہے مگر قبر کے کتبے پر سے ۱۸۵۷ء ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۵۔ الور۔ اس ریاست کا رقبہ (۱۸۵۷ء) ۷۹۱۶۸۵ (محصّل) ۱۲۶۰۰۰۰ (فرمان رد امپائر سوانی سر جرنل سینگ بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سلامی ۱۵) توپ الور راجپوتانہ کی ایک بڑی بھاری ریاست ہے۔ یہاں تین حصہ ہندو رہتے ہیں اور پاکو مسلمان۔ الور کے پہاڑوں میں شکار خوب ملتا ہے۔ سلی سر اور دیوتی کی جھیلوں میں مچھلیاں اور مرغابیاں افراط سے ہیں۔ جنگل میں سنجھر نیل گائے۔ ہرن۔ بارہ سنگھا۔ جنگلی سور سب ہی ہیں۔ ریاست میں دو ہزار سوا۔ ساڑھے پانچ ہزار پیدل اور تین سو کی نفری توپ خانے کی ہے۔ یہاں کا راجہ نہایت شہنشاہ یافتہ اور برٹش گورنمنٹ سے ان کے تعلقات بہت خوش گوار ہیں۔ الور کا شہر بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ پچاس ہزار کی آبادی ہے۔ شہر کے گرد فصیل اور خندق ہر ایک طرف قدرتی پہاڑ اُگیا ہے جس پر قلعہ بنا ہوا ہے۔ ڈاک بنگلہ ریلوے اسٹیشن ہی پچاس ہے۔ اسٹیشن کے پاس فتح جنگ (۱۸۵۷ء) کی بڑی عمدہ عمارت ہے۔ یہ اس قدر قدیم ہے کہ اب الور میں فتح جنگ کو کوئی جانتا بھی نہیں کہ کون تھے۔ شہر اسٹیشن سے سیل بھر ہے۔ بازار میں جو نقیہ مندر ہے وہ جگتا تھو جی کا ہے اور ایک عجیب و غریب قدیم مقبرہ فیروز شاہ کے بھائی ترنگ سلطان کا چور ہے پر ہی جو تقریباً ۱۸۵۷ء کا بنا ہوا ہے۔ بنے بلاس کا محل زمانہ حال کی (بقیہ نوٹ برصغیر آئندہ)

غدر جنگ کے مقبرے سے ذرا آگے بڑھ کے قطب روڈ سے بائیں ہاتھ کی طرف  
بے رستے پر پہلے گر بلا کا احاطہ ملتا ہے اس کے آگے شاہ مرداں کا بہت وسیع تفصیل نما  
اطہ ہے جس کے اندر گاؤں آباد ہے۔ اسے ہی علی گنج بھی کہتے ہیں۔ علی گنج کے جنوبی

ملہ نوٹ صفحہ گزشتہ ایک بہت خوش نما اور نفیس عمارت ہے۔ جس میں خوبصورت باغ۔ نفیس دربار  
تختیں کا بیولین سنگ مرمر کا ہے۔ دربار ہال کی چھت پر سے ایک عمدہ نظارہ قلعہ۔ مندروں۔ بختاؤں  
مقبرے اور سارے شہر کا ہوتا ہے۔ بیولین کی دیواروں اور چھت پر بے نظیر زمیں پچھواری کا کام  
۔ اسی کے پاس مہاراج کا زمانہ مال کا عالی شان محل ہے۔ کتب خانے میں عجیب عجیب نایاب و نادار بیش قیمت  
کتب ہیں۔ بعض مطلقاً مذہب فراموش قابل دید ہیں۔ قدیم کلام مجید۔ گلستان کا ایک ایسا نادار نسخہ ہے جس کی  
مت پانچ لاکھ روپیہ ہے جس کی تصاویر فن مصوری اور نقاشی کا عجیب و غریب نمونہ ہیں۔ صحن میں دو مقبرے  
سنگ مرمر کے ہیں جن کی جابیاں بڑی نفیس ہیں اس کے آگے کچھ اور مندر و **وشنو** کے ہیں پھر  
**نخا ورسنگ** کا بے نظیر مقبرہ ہے جو بہت خوب صورت اور عالی شان عمارت ہے۔ اس مندر کی  
مت پر کا نظارہ ایسا قابل دید ہے کہ سارے ہندوستان میں اس کا نظیر نہیں۔ سر ایڈون آرٹلڈ  
لکھتے ہیں کہ تم اس خوش نما منظر کو دیکھو جس میں چیل پیل اور لوگوں اور سواروں کی دھکا پیل ہے۔ مقبرے  
سنگ مرمر کی نازک اور نفیس جابیاں اس کے خوش نما نشیمن۔ اطلس کی طرح شفاف مجلا تجرے۔  
خندہ می صاف۔ پاٹ چھتیں۔ جابیوں کے باریک باریک سوراخوں میں سے دھوپ کی شعاع کا  
پھنا۔ نواروں کا اچھلنا اور ان کے فرش پر پڑنے کی بھینبی بھینبی آواز۔ تار کے درختوں کے چوڑے چوڑے  
پتوں میں سے ہوا کا سرسرا کرانے کے درختوں کے بڑے بڑے پتے غرض کسی مردہ حکمران کی روح ایسی  
نہ ہوگی جو ایسے عفن پر غر نہ کرے۔ جنگلی مورس کی جھنکار۔ ان کا خراہاں بھرنا اور ناچنا ان کی  
لمبی لمبی رنگ برنگ کی چمکیلی شاندار دموں کا سنگ مرمر کی دیواروں سے لگے لگے اٹھلاتے ہوئے  
پھرنا۔ نہروں اور نالیوں میں پانی کا دوڑنا اور لہرانا اور پیچ و خم یہ ایک ایسا عجیب و غریب نظر فریب نظارہ  
ہے کہ جس کا بیان قلم سے ادانہیں ہو سکتا اور مناظر عجیب کا کوئی نقشہ نگار ایسا نہ ہوگا جو اس نظارے کی  
نفاست اور اس کے ہر طرح مکمل ہونے کا معترف نہ ہوئے سلاح خانے میں ایک بے نظیر ذخیرہ تلواروں  
اور نواس و اقسام کے سنہری اور جڑاؤ قبضوں کا ہے۔ اور ہمیشہ منامی اور دستکاری کے نئے مشہور  
ہے۔ یہاں فولادی کام کوار۔ خنجر۔ نیچے چاقو بہت عمدہ بنتے ہیں ہمارا جہ مال کے عہد امجد راجہ بے سنگ  
مطم ہو تا کہ کوئی بڑے بھاری بھر کم اور گول و ٹیل شخص تھے کیونکہ ان کا (ہتھیار نوٹ برصغیر آئندہ)

دروازے کے باہر ایک گرے پڑے مگر بہت وسیع پختہ اور فصیل نما احاطے میں چاروں کی چھوڑیوں کے پاس کھیتوں میں یا یوں سمجھئے کہ کربلا اور شاہ مرواں کے درمیان علی گنج کے مغرب میں موضع مجاہد پور کی حدود میں امیر الامرا بخٹی ملک نے اپنے بڑے نجف خاں بہادر کے مقبرے کا عالی شان اور وسیع چوتراہی۔ مقبرے کا نام سن کر لوگ گنبد کی تلاش میں سرگرواں پھرتے ہیں حالاں کہ سرے سے کوئی گنبد ہی نہیں خالی چوتراہی چوتراہی پختہ اور سنگ بست ۴۹ مربع اور نو فیٹ بلندی ہے جس پر چڑھنے کا ڈھلوان ٹوٹ صفحہ گذشتہ زردہ ہی زرد علاوہ دوسرے ہتیاروں کے وزن میں ساڑھے سو پونڈ ہے۔ سیارا زردہ جواہرات سے جگمگا رہا ہے۔ راجہ صاحب کے خزانے میں صندوق کے صندوق جواہرات اور شرفیوں کے بھرے پڑے ہیں۔ ایک ہی زرد میں تراشا ہوا ایک پیالہ ہے اور ایک ایسا ہی بیالہ لعل کا ہے۔ بیش قیمت موتیوں کے ہار۔ ایک ہیرا جس کی قیمت لاکھ روپے ہے۔ دیواروں پر باقی گھوڑوں کی شان دار جھولیں۔ گہنے۔ اور انواع اقسام کے سامان۔ بیش قیمت اور گراں بہا پوشاکیں۔ شال ووشائے۔ عطریات اور خوشبوئیں سب ہی کچھ بھر ہوا ہے۔ **شیئے خانے** میں ایک عجیب و غریب چاندی کی میز ہے جس کی نالیوں میں رنگین بلوری پھیلیاں تیرتی ہیں۔ بہاراجہ صاحب کو گھوڑوں کا بڑا شوق ہے ان کے مطبل میں بہت نفیس نفیس ہندوستانی نسل اور یورپ کے گھوڑے ہیں۔ اور کار سالہ ہندوستان کے بہترین رسالوں میں ہے۔ ابل کے آگے ایک مکان میں شکاری چیتے۔ سیہ گوش۔ ہرن جنگلی بارہنگھے اور باز۔ شکرے۔ بھری۔ قہر کے شکاری جانور ہیں۔ قلعہ میں کوئی خاص بات دیکھنے کی نہیں ہے سوائے اس کے کہ پہاڑی پہاڑ فصیلوں کا سلسلہ وسیل کے حلقے میں پھیلا ہوا ہے۔ اور کچھ پرانے زمانے کی بڑی بھاری بھاری تو ہیں۔ قلعہ کی چڑھائی بہت مشکل ہے۔ اکثر لوگ جھمپان میں سوار ہو کر جاتے ہیں صبح کا وقت قلعہ دیکھنے کے لیے بہت اچھا ہے کہ اُس کی بلندی پر سے سارا شہر اور گردنواں کا بڑا عمدہ نظارہ ہوتا ہے۔ شہر کے بازاروں میں بڑی بھیڑ بھاڑ رہتی ہے۔ یہاں کے لوگ قد آور اور شان دار ہیں۔ ایک جگہ چوک میں ایک چھوٹی سی نیجری ہے شیر و غیرہ درندے اور انواع و اقسام کے چھوٹے بڑے جانور ہیں۔ اس سے تھوڑی دور آگے چل کر بہاراجہ کی سواری کی وہ شہور گاڑی ہے جس میں بہاراجہ صاحب دسہرے میں برآمد ہوتے ہیں اور جسے چار ہاتھی کھینچتے ہیں۔ یہ گاڑی دوسری اور بڑی بھاری ہے جس میں پچاس آدمی بیٹھتے ہیں۔ اور سے آٹھ میل پر سلیسہ کی خوب صورت پھیل ہے جہاں بہاراجہ صاحب کا ایک خوشنما محل ہے اور پھیل میں ایک دفانی کشتی بھی پڑی رہتی ہے۔ پھیل قدرتی نہیں ہے مصنوعی ہے جو ایک سیل لہی ہے جس کے گودہرے بھرے پہاڑ بڑا لطف دیتے ہیں۔ شہر میں اسی پھیل سے پانی آتا ہے اور اس سے زراعت بھی ہوتی ہے۔



دو طرفہ دس دس سیرھویوں کا سنگین زینہ ہے۔ قطب روڈ کے چھٹے میل چوتھے فرلانگ کے نمازی بائیں ہاتھ کی طرف سڑک سے کوئی ایک گولی کے فاصلے سے یہ مقبرہ ہے۔ جس کے چوتھے کاروکار سنگ سرخ کا ہے۔ چاروں طرف پتھر کی سلیں کھڑی کر دی ہیں۔ چوتھے کی بالائی سطح پر دو گچے کے چوتھے بنے ہوئے ہیں جن میں کا ایک ۲۲ مربع اور ۳ اونچا ہے اور ۱۱ اونچی سنڈریلا نیس تو ہے۔ ۱۱ کا ارتفاع ہو جائے گا دوسرا چوترا پہلے سے ملا ہوا ہے ۲ مربع اور ۱۱ اونچی ہے۔ چوتھے کے چاروں کونوں پر ایک ایک بہشت پہل برجی ہے جس کے جوف میں ۱۰ قطر کی کوٹھری ہے۔

یہ بھی ایک عمدہ طریقہ مقبرہ بنانے کا تھا۔ زمین کے اوپر گنبد رہنے سے اس کے صدیات ارضی و سماوی سے لرزبانے کا زیادہ اندیشہ ہے اس لیے اوپر ایک کھلا چوترا بنا کر وہ ساری عمارت چاروں جانب سے اندر سے خالنے میں بنائیے ہیں۔ اسی قسم کا یہ مقبرہ بھی ہے۔ اس میں یہ بھی عمدگی ہے کہ جب چاہیں اوپر گنبد کھڑا کر لیں اور یوں بڑے بڑے گنبدوں میں بھی گو تونید قبر کا اوپر رہتا ہے مگر اصلی قبرتہ خالنے ہی میں رہتی ہے۔ اس مقبرے کا ایک وسیع اور پختہ احاطہ ہے جس کا بہت بڑا حصہ بے منہدم ہو گیا اب صرف ایک دروازہ اور اسی کے پاس کئی دیوار احاطے کی باقی رہ گئی ہے۔ یہ دروازہ مقبرے سے مشرق میں ہے۔ دروازہ کنگورے دار ہے جس کی بلندی ۱۴ ہے اور کنگورہ ملا کر ۲۲۔ ۲۔ دروازے کی محراب کی اونچائی ۱۴ اور چوڑائی ۱۴ ہے۔ دروازے پر چڑھنے کی (۲۵) سیرھیاں ہیں احاطے کی دیوار کا ارتفاع ۱۴ ہے۔ اب بھی اس احاطے کا نشان دور دور تک نظر آتا ہے اور شمال کی طرف کچھ ڈھیم پتھر اور چوٹے کے پڑے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ادھر بھی کوئی دروازہ اور اس کے ساتھ کوئی عمارت مثل نقار خانہ یا سردری کے تھی وہ سب معدوم ہو گئی۔

اب اس چوتھے کے نیچے تہ خالنے میں چلیے جس کا دروازہ ۱۴ اونچا ہے چوڑا مشرق کی طرف ہے جسے مال میں پٹ چڑھا دئے ہیں۔ یہ دروازہ تہرا ہے ایک کے اندر ایک محراب ہے اور اس تمام عرض میں ایک لداوی لمبوتری ڈیوڑھی بن گئی ہے۔ اندر سے مقبرہ بہشت پہلو ہے جس کا قطر ۱۴ اور چھت کی بلندی ۱۴ ہے۔ تہ خالنے کے اندر جنوب مغرب میں روشنی کے لئے جا بیاں لگی ہوئی ہیں اور کافی روشنی ہے مشرق میں دروازہ شمال کی طرف



بندہ وسط ہی میں نواب نجف خاں اور ان کی صاحب زادی فاطمہ بیگم کی قبریں ایک ہی چوڑے پر برابر ہیں۔ گویا پٹٹی دونوں ایک جگہ تاقیامت سورہ ہے ہیں۔ یہ چوڑا نہایت شفاف اور چمکتے ہوئے سنگ مرمر کا ہے۔ بلندی آٹھ فٹ۔ یہ دونوں قبریں ۱۵۰۰ سنہ سنگ مرمر کی ہیں۔ اونچا تھوڑا نہیں ہے بلکہ صرف کھل ہے جس پر نہایت خوش خط کتبہ بخط نستعلیق ہیں جن میں سنگ موسیٰ کے حروف سے لکھا ہے جو بالکل سیاہی بھری ہوئی معلوم دیتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج لکھا گیا ہے۔ خط ایسا نفیس ہے کہ وہ جو کہتے ہیں کہ آنکھیں روشن ہو جائیں تو واقعی یہ خط ایسا ہی ہے کہ تھانے کے اندر بھی چمک رہا ہے۔

ہوا الحی الذی لا یموت

## نجف خاں کی قبر کا کتبہ

کوہم حادثات لسا زد خطا ہدف  
نسل سیادت صفوی را از و شرف  
پاکیزہ جوہر و گہر در نہ صد ف  
کشور کشاے ہند بتائید لا تحف  
سلطان لاقتاش ستودے زہے خلف  
باجد خوشیش کا شفا سرار لو کشف  
تاریخ سال راقم "ایں تربت نجف"  
۱۱۹۶ھ

ایں چرخ کج نہاد و کماں پشت بر بہام  
دور نشانہ اشرف سادات را کہ بود  
شالیستہ میوہ شجر باغ ہشت و چار  
بخشی الملوک میر نجف خان شیر دل  
آن آجی کہ دست چو بردی بد و الفقار  
بادا جلیس بد و رسل ختم مرسلین  
ز و کلاک وحی تو ام عالی بخاک ادا

۱۔ ایک مادہ تاریخ اور بھی ہے۔ "ایں قدم گاہ شہ مرداں نجف آباد کرو"  
۱۱۹۶ھ

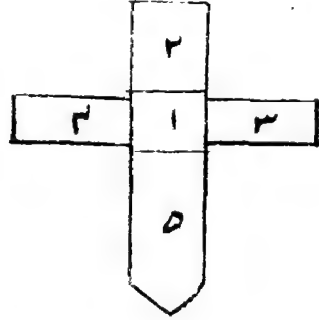
ہوا الحی الذی لا یموت

## نجف خاں کی بیٹی کی قبر کا کتبہ

فرشتہ خوی نکو بانوی خجستہ نہاد  
بروح فاطمہ زہرا حقش بیام مرزا  
نتار دوالہ نام ائمہ امجد  
بیجان منزل پا کلاں خداش جاوید ہاد  
علی وفاطمہ روز جزا شفیعش باد  
۱۲۳۶ھ

فغان کہ رفت ازین خاکدان غم بنیاد  
زہے محبہ ہمنام بنت پیغمبر  
ابدل فدائے دلا سے علی عالی قدر  
کہ بود بنت نجف خان میر بخشی سہند  
شہیدم آہ و عیاں گشت مصرع تاریخ

پنج میں باپ بیٹی کی قبریں۔ اس طرح کے کمرے لداؤ کے تین طرف ہیں ان میں بھی اور اور لوگوں کی قبریں ہیں جو نواب نجف خاں کے لواحقین ہوں گے۔



(۱) باپ بیٹی کی قبریں۔ (۲-۳-۴)۔ دوسری قبریں۔ (۵) داخلی دروازہ۔ میں نے شاہ مرداں اور کر بلا میں دیکھا کہ امانیہ لوگ مثل سنیوں کے قبر کا تقوید او پنجا نہیں رکھتے بلکہ زیادہ تر قبر کو سطح زمین کے برابر رکھتے ہیں اور بجائے ابھرے ہوئے تقوید کے صرف ایک سل پاٹ دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اہل تشیع کے ہاں قبر کا اونچا رکھنا شرعاً ممنوع ہو۔ نجف خاں کے انتقال کے پچیس برس کے اندر ہی اندر مغلیہ سلطنت انگریزی راج ہو گیا اور سلاطین مغلیہ کا ٹٹا مٹا ہوا چراغ گل ہو گیا۔ وزرا سے سینہ چھائی لوٹ اور غرضیسیوں کی مداخلت کی متقاومت جنرل لیک کو کرنی پڑی اور انگریزوں نے شاہ عالم ثانی تلج دار مغلیہ کو سرکار انگریزی کا پیش خوار بنا دیا۔

جنرل لیک کی فتح کے تیرہ دن بعد یعنی ۲۴ ستمبر ۱۷۳۹ء کو جنرل اختر لونی کا مالی اور فوجی عمل دخل دہلی میں ہو گیا۔ جب سے صرف تین قابل ذکر واقعے پیش آئے۔ شاہ عالم بادشاہ نے ۱۷۳۹ء میں انتقال اور قطب صاحب میں دفن ہوئے۔ ۱۷۴۱ء میں ان کے پوتے مرزا جہانگیر دنیا سے رخصت ہوئے اور درگاہ حضرت نظام الدین اولیا میں رکھے گئے۔ ۱۷۴۳ء میں شاہ عالم کے بیٹے معین الدین اکبر شاہ ثانی نے رحلت کی اور قطب صاحب میں اپنے باپ کے پہلو میں آسودہ ہیں۔ ابوالمنظر محمد سراج الدین بہادر شاہ ۱۷۴۷ء میں برائے نام تخت پر بیٹھا دئے گئے اور یہی سلطنت مغلیہ کے آخری تاج دار تھے۔ ان کی برائے نام سلطنت کا خاتمہ بھی ۱۷۵۷ء میں ہو گیا اور آپ کو رنگون جلاوطن کیا گیا جہاں آپ نے کڑھ کڑھ ۱۷۶۲ء میں دنیوی آلام سے چھوٹ کر ابدی نجات

پائی۔ قطب صاحب میں بہادر شاہ کے لیے جو سردار بہ ان کے جدا مجر اور والد کے بیچ  
میں رکھا گیا تھا لیکن مشیت ایزدی اور ہی کچھ تھی اور ان کی مٹی رنگوں کی تھی اب تک خالی  
چڑا اور پڑا رہے گا۔ ۵

جوانی سے زیادہ وقت پیری جوش ہوتا ہے  
بھڑکنا ہر چراغ صبح جب خاموش ہوتا ہے

شہر مبارک آباد  
سلطان مبارک شاہ ثانی نے (۱۲۳۱ھ - ۱۲۴۱ھ) جہنا کے کنارے  
۷ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ میں ایک شہر کی بنیاد لی اور اس کا نام  
مبارک آباد رکھا اور اس کی طرح اندازی اور تعمیر میں اپنا بہت

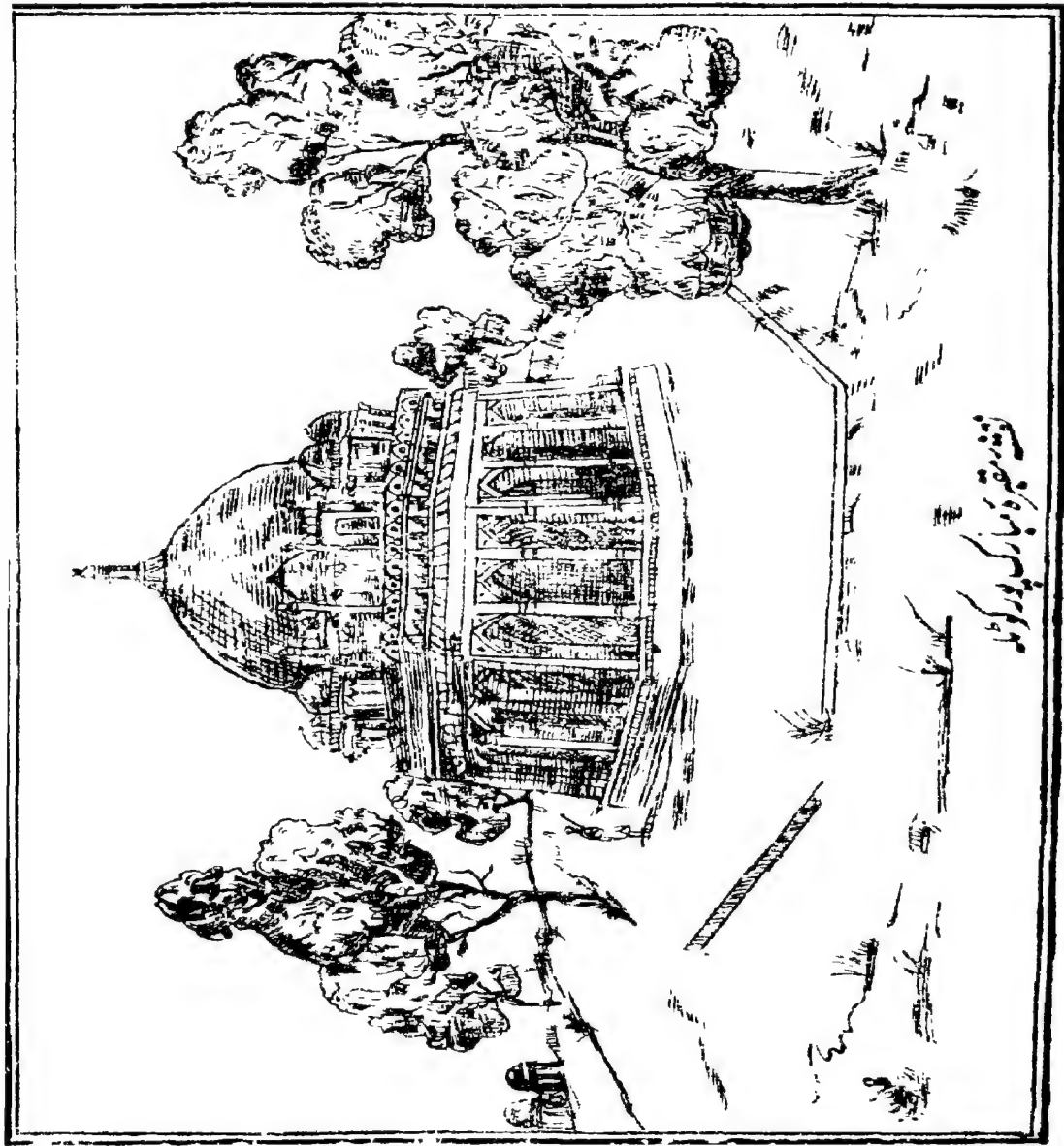
وقت صرف کیا۔ تبرہ ہند میں کچھ عرصہ رہ کر بادشاہ مع الخیر و العافیت مبارک آباد کو واپس  
آیا۔ ہندوستان کی طرف روانگی کے وقت بادشاہ کے ساتھ بڑا لاڈلہ شکر تھارستے میں  
چند دن چوتراہ سہ گاہ میں قیام کر کے شہر کی تعمیر کو ملاحظہ کرنے کے لیے بادشاہ  
مبارک آباد میں داخل ہوا (از تاریخ مبارک شاہی)۔ بادشاہ کے ہندو وزیر سرور الملک  
نے سازش کر کے اپنے علاقے کے ایک ہندو شخص سے بادشاہ کوہ - رمضان ۱۲۳۸ھ  
میں قتل کر ڈالا۔ یہ نیا شہر جہنا کے کنارے اور غائبانہ خضر آباد ہی کے پاس تھا لیکن بادشاہ  
کی لاش مبارک پور کوٹے میں لا کر دفن کی گئی۔ اس لیے ہم اب مبارک پور کے مقبروں  
کا حال لکھتے ہیں جن کا نام عوام کی زبان پر مبارک پور کوٹہ چڑھا ہوا ہے۔  
قطب روڈ کے چھٹے میل کے پانچویں اور چھٹے فرلانگ کے بیچ میں بائیں طرف ایک بورڈ  
لگا ہوا ہے:-

”الشیور پائری و کس راے سینا۔ پنڈت امر ناتھ بھاسکر۔ بی۔ اس سی۔ سی۔ ای۔  
کلاسکوا، اس کے آگے کا بیچ سازی کا کارخانہ ہے۔ یہ زمین موضع بی بی پور غریب آباد  
کی ہے یہاں صرف چند جھوٹیاں رہ گئی ہیں وہ بھی خالی اور ایک بہت بڑا بھٹہ اینٹوں کا ہے۔  
یہیں سے تمام اینٹیں نئی دہلی کی عمارتوں کے لیے سپلائی کی جاتی ہیں۔ اس سے آگے  
بڑھ کر مبارک پور کوٹے کی بستی ہے۔ چوں کہ یہ آبادی محصور ہے اس واسطے کوٹے  
کے نام سے مشہور ہے۔ اب تو اس بستی کی حیثیت ایک معمولی گاؤں کی رہ گئی ہے مگر اس کی  
شان و ارفع مالی شان و رواز سے بڑی بھاری مسجد اور متعدد نہایت عظیم الشان گنبدوں

سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کوئی بڑا مقام رہا ہو گا۔ اب ہم یہاں کی عمارت کا حال بیان کرتے ہیں:-

**سلطان مبارک شاہ دہلی کا مقبرہ**  
 اس کی نقش مبارک پور کوٹے میں لائی گئی جو صفدر جنگ کے مقبرے کے کچھ

اور تھوڑی سی مسافت کے فاصلے پر ہے اور یہیں اس مقبرے میں دفن کیا گیا جو مبارک شاہ کے مقبرے کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقبرہ ایک وسیع صحن کے درمیان واقع ہے جس کے اسی طرف فصیح کی شکل کا احاطہ ہے۔ ساخت اس مقبرے کی ایسی معلوم دیتی ہے جیسے شیر شاہ اور اسلام شاہ کے وقت کی عمارت ہوتی تھیں اور بعینہ اسی وضع قطع کا ایک اور مقبرہ عینی خاں کا چامیوں کے مقبرے کے پاس ہے۔ سرسید کے خیال میں یہ عمارت اتنی نہ تھی جتنی نہیں معلوم دیتی بہر حال عام شہرت ہے کہ یہ مقبرہ مبارک شاہ کا ہے اور اسی کے نام سے یہ گاؤں مبارک پور کوٹلا مشہور ہے۔ یہ عمارت نہایت خوش قطع سنگ خارا ہے۔ بنی ہوئی ہے لیکن سنگ خارا اس خوب صورتی سے لگایا ہے کہ دیکھنے سے ملائم رہتا ہے۔ اس کی نہایت خوب ہے اور گرد اس کے بہت خوش قطع شمن غلام گردش بنی ہوئی ہے۔ ستون اور پٹاؤں جو اس کے چتر کا ہے۔ ستون بجز سرے کے لمبوترے ہیں۔ فصیح کے دروازے کے قریب ایک پتلا ٹیکہ گرم کر کے بھلائی ہوئی رنگین اینٹوں کا ہے جس کے نیچے سنگ مرمر کی تختی پر دو خوب کھلے ہوئے کنول کے پھول ہیں۔ اس دروازے سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر گنبد کی عمارت ہے۔ جو شمن شکل کی بڑی بھاری عمارت سنگ خارا کی ہے جو ایک بلند چوترے پر کھڑی ہے جس کی سات سیڑھیاں رپٹ نما جنوب کی طرف بنی ہوئی ہیں۔ مقبرے کے اطراف غلام گردش میں چوبیس ستون چوترے کی رہ پر استادہ ہیں۔ یہ ستون خاص وضع کے قابل دید ہیں جو لمبوترے ہیں اور اس طرح تراشے گئے ہیں کہ دو ستون جدا جدا ہیں مگر ایک باریک ٹپکے سے جڑے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ اس ہشت پہل عمارت کے سر ہر دو ستون کو ایک سنگین پشتیان دے کر اور مضبوط کر دیا گیا ہے جس سے ایک نئی شان اور پائیداری ظاہر ہوتی ہے۔ گنبد ایک پست استوا لے پر استادہ ہے جس کے بالائی حصے میں سولہ گنبد



نقد و تحقیر در بارک پور کوئٹہ



کے اندر بن گھڑے پتھروں کا فرش ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب سائے مقبرے میں  
عمدہ گھڑا ہوا صاف اور نفیس پتھر لگا یا گیا ہے۔ تو فرش میں اس کا خیال کیوں نہ رکھا گیا۔  
مقبرہ کا دروازہ ایک ہی ہے جو جنوب کی طرف ہے جس کی بلندی ۸ اور چوڑائی ۳ ہے۔ اندر  
سے قطر ۳ ہے۔ اندر چھ جالیاں سنگ خارا کی ہیں مغرب کی طرف کا در بند ہے۔ چھت میں  
چار روشن دان ہیں اوپر ۱۲، طاق دیوار دوز میں۔ قبروں کا موجودہ نقشہ یہ ہے:-



(۱) بائیں طرف سے پہلی لیں۔ یہ تینوں قبریں بڑی اور اونچی  
سنگ مرمر کی ہیں۔ نمبر (۱) کی مردانی قبر کے سر اپنے اینٹوں کا  
بجٹا سا چراغ دان بعد میں بنا دیا ہے۔ اوپر کلمہ دو طرف اللہ اللہ۔

(۲) زنانہ کلمہ اور دو طرفہ اللہ اللہ اس کے گرد شہد اللہ اَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ تَا  
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۳) زنانہ کلمہ اور اللہ اللہ۔

(۲) دوسری لین بائیں طرف کے۔ (۱) خام۔ (۲) مرد زنانہ کلمہ اللہ اللہ۔

(۳) مرد مردانی کلمہ اور اللہ اللہ (۴) مرد مردانی کتبہ ندارد۔  
(۵) خام صرف ایک طرف کا پتھر رہ گیا ہے۔

گنبد کی ہر محراب پر دو طرفہ طغریں لگے وغیرہ اور یافتلج جا بجا لکھا ہے۔ گنبد کی  
چھت کے ایک بنڈ میں اسامے حسنی ہیں۔ باوجود روشن دانوں کے بھی  
گنبد کے اندر اندھیرا ہے اور گنبد کی چھت پر کا کتبہ صاف نظر نہیں آتا۔ اور  
بوجہ بلندی کے چڑھائیں جاتا اور یہی حال محراب کے دو طرفہ طغروں کا ہے۔

پیش طاق۔ جو مغرب میں ہے اس کی پہلی لین میں اللہ اللہ (۲) شہد اللہ اَنَّهُ  
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ تَا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (۳) آیت الکرسی۔ (۴) اللہ

ار شہد ان لا اله الا الله محمد الرسول الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبدا ورسوله (۵) الملك الله

(۶) گنبد کے اوپر بہشت دری آٹھ برجیاں سنگ خارا کی ہیں جن کا قطر ۶ ہے۔ گنبد  
کے گرد چوڑا اور بھاری چھبے گنبد کے اوپر چو دری برجی بھی ہیں جس پر کس ہے۔ کس  
ٹوٹ کر نیچے کا تھوارہ گیا ہے مغرب کی طرف (۲) سیڑھیوں کا چکر دار زینہ ہے۔

کل بلندی مقبرے کی چھت تک ۱۲ ہے۔ بستی چاروں جانب سے گنگوڑے دار  
فصل سے محصور ہے اور ہر طرف چار عالی شان دروازے سنگ خارا کے ہیں (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶)



**تین برجیاں اور پچی** | جنوبی دروازے کے بالکل پاس ایک شہت دری

اور ہیں اور یہیں ایک باغیچی کا پختہ احاطہ ہے۔ آگے والی کنجی اور پچھلی چونکہ سکتے ہیں  
منڈی کہلاتی ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ یہ کن کی ہیں۔

**مسجد** | مبارک شاہ کے مقبرے سے تھوڑی ہی دوری کے اندر جنوب

مغرب کی طرف تین گنبدوں اور پانچ دروں کی ایک مسجد دہرے

دالانوں کی اسی زمانے کی تمام تر سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے جس کے بھورے پتھر

کے چوبیس ستون ہیں اور پانچ میں بھی ستونوں کی ایک قطار ہے۔ پانچ کا گنبد بڑا اور دھڑ

دھڑ کے چھوٹے۔ اندر دونوں دالانوں کی چھت میں پانچ پانچ گنبد جلد دس گنبد

ہیں۔ لوگوں نے پکا پکا کر بالکل کالا کر دیا ہے۔ مسجد کے دونوں دالان ۲۵ x ۶۶ ہیں۔

منبر باقی نہیں رہا۔ فرش اکھڑ گیا خالی زمین رہ گئی۔ پانچوں درساڑھے گیارہ گیارہ

فیٹ چوڑے ہیں۔ در دہرے سنگ خارا کی کڑیوں کے ہیں در کا پتھر مہرہ اور نچا

اور بیٹیک اپا اونچی ہے۔ در سوائف مربع ہیں۔ صحن ۴۵ x ۶۶ ہے جس میں سلین بھی ہوئی

ہیں۔ زینہ (۲۱) سیڑھیوں کا جنوب میں ہے۔ بلندی مسجد کی چھت تک ۴۴ ہے۔ دروں کے

روکار پر دو طرفہ کلمہ طیبہ کا طفری ہے۔ سامنے چوڑا اور بھاری چھتہ ہے۔ مبارک شاہ

کے مقبرہ کی طرح یہ عمارت بھی بہت مضبوط بنی ہے پتھر کے سوائیٹ کا نام نہیں۔

جس طرح مقبرہ مکانوں سے گھر گیا ہے یہ مسجد بھی مکانوں کے نیچے میں کس گئی حتیٰ کہ صحن کا

ایک حصہ بھی داب لیا ہے۔ اس وقت بھی اس مسجد میں سولشی باندھے جاتے ہیں۔ اس مسجد

کو مانگ چند بقال نے اپنی ملک سمجھ لیا ہے کیوں کہ اس کا مکان یہیں ہے اور اس نے

ایک دروازہ لگا کر مسجد کو بند کر رکھا ہے نیچے کے مکان کی ڈیوڑھی میں سے جیسے دیہاتی

بروٹھا کہتے ہیں گزر کر مسجد میں جانا ہوتا ہے۔ بستی میں سلمان بالکل کم اور ہندو زیادہ

ہیں سلمان جو ہیں وہ مفلس ان کو بیٹے کے آگے مسجد کی کیا پڑی۔ عرض

مسجد کی حالت افسوس ناک ہے اور زیادہ افسوس اس وجہ سے ہوتا ہے کہ مسجد بالکل

درست حالت میں ہے کہیں سے ذرا بھی نہیں کھلی گئی کہ اسے بنے ہوئے (۴۶) برس

برس ہو گئے۔

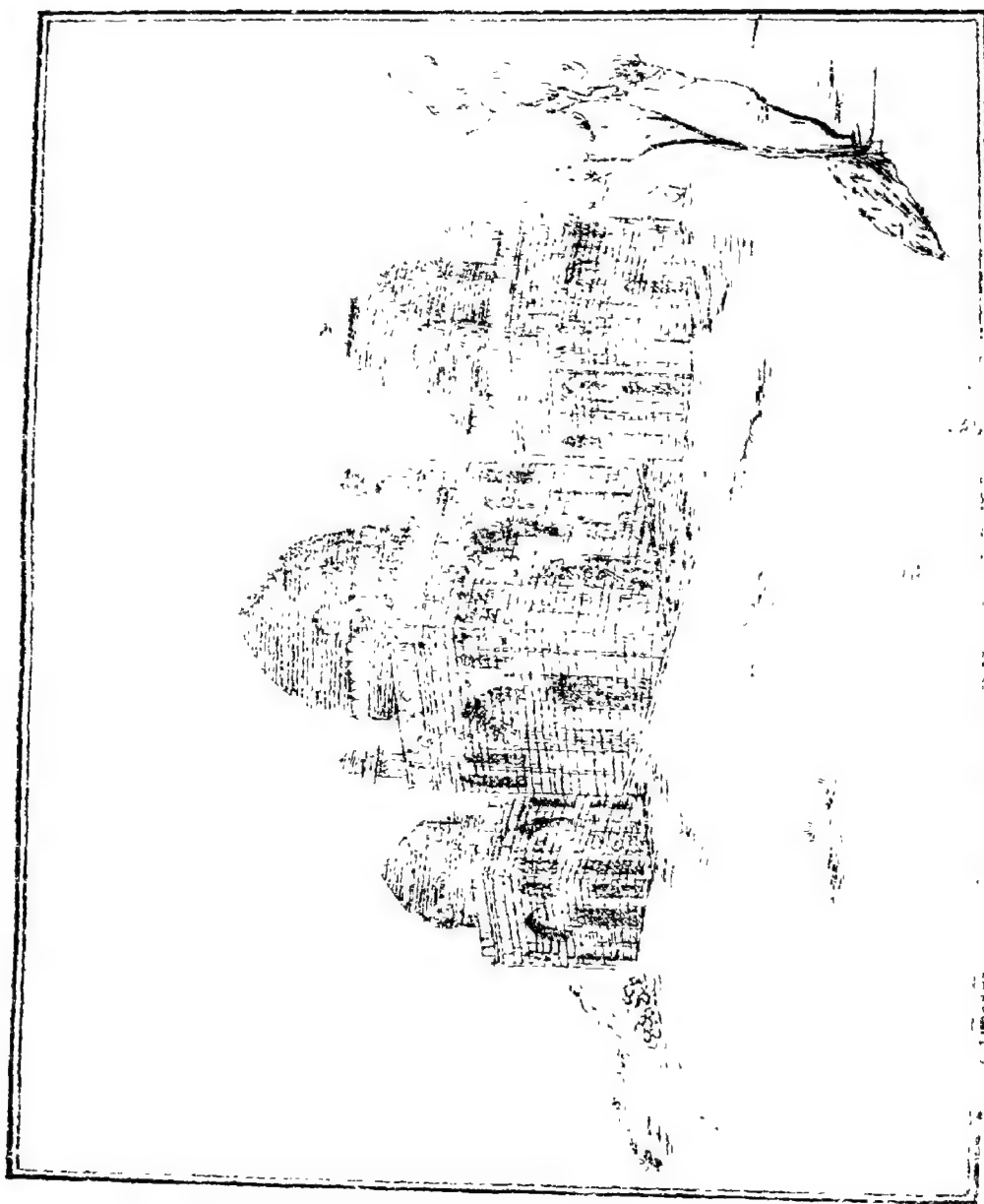


تشریح  
۹۹  
۶۱۴۹۴

مبارک پور کوٹے کی بستی سے نکلے ہی بجانب مغرب کئی گنبد پہاڑ کے پہاڑ کھڑے ہیں جن میں سرسید نے تبرجہ لکھا ہے لیکن دراصل دو برجہ ہے تیسرا گنبد تو ان دو برجوں سے بہت دور ہے۔ البتہ یہ دونوں گنبد جو چھوٹے خاں اور بڑے خاں کے گنبد تھے ہیں پاس پاس ہیں اور دونوں میں درجہ کا فصل ہے ہاں تیسرا جو کالے خاں کا گنبد کہلاتا ہے وہ ان سے الگ ہے اور اس لین میں نہیں ہے۔ گھاؤں والے اب تو چھوٹا گنبد۔ بڑا گنبد اور کالا گنبد کہتے ہیں نام سے کسی کے منسوب نہیں کرتے سرسید نے لکھا ہے کہ عام طور پر لوگ ان گنبدوں کو متذکرہ بالا اشخاص کے بیان کرتے ہیں جس کے سوا سے زبانی روایات کے اور کوئی سند نہیں اور سند ہو بھی کیا سکتی ہے اس زمانے میں بانی گنبد کے نام کا کتبہ لگانے کا رواج ہی نہ تھا۔ حالاں کہ سارے گنبد قرآنی آیات سے لیے پڑے ہیں اور اس کثرت سے چھوٹے گنبد میں کلام اللہ منقوش ہے کہ میں نے تو سوائے خیر پور کی مسجد کے اور کہیں دیکھا نہیں مگر نام کا کتبہ نہ کہیں گنبد پر ہے نہ کسی قبر پر۔ سرسید لکھتے ہیں کہ یہ گنبد بلحاظ ساخت نو دھیموں کے عہد کے بنے ہوئے معلوم دیتے ہیں اور اس سبب سے قیاس کیا جاتا ہے کہ ۹۹۹ میں سکندر لودھی کے عہد میں بنے ہوں گے۔ درسیانی برج ادھر ادھر کے برجوں سے دو چند اونچا ہے۔ یہ تینوں گنبد مرجع ہیں جن کے سکرے ہوئے گردے نو دھیموں کا طرز خاص ہے۔ دروازوں سے دو فیٹ اوپر دیوار میں ایک چھوٹی سی کھڑکی بھی رکھی گئی ہے۔ کالا گنبد تو خیر معمولی ہے مگر چھوٹا اور بڑا یہ دونوں گنبد معمولی لوگوں کے نہیں۔ یقیناً یہ لوگ نو دھیموں کے زمانے کے کوئی بڑے امیر کبیر رہے ہوں گے جب تو بادشاہوں کے جوڑے گنبد بنوائے ورنہ ایسے ویسے امیر کے بن بولے کا یہ کام نہیں۔

کالا گنبد | کالا نام اس وجہ سے پڑا ہے کہ باہر سے امتداد زمانے کی وجہ سے بالکل کالا ہو گیا یا یہ کہ کالے خاں کا ہو۔ لیکن آج نہ کوئی کالے خاں کو

جانشا ہے نہ بڑے خاں کو نہ چھوٹے خاں کو۔ اس گنبد کے چار بڑے دروازے ۶۱۰ پا ہیں اور ہر بڑے دروازے کی بغلی میں ایک ایک چھوٹا دروازہ بھی ہے کہ ۶۳ پا کا ہے گنبد اندر سے ۶۳ پا مرجع ہے۔ اور باہر سے ۴۴ پا پنج میں دو قبریں بچتے ہیں مگر بے مرمت۔ مغرب جانب کی دیوار دو زحراب پر کلمہ اور بسم اللہ اور ہر دروازے کی





محراب پر کلمے کے طغریٰ ہیں۔ کرسی ۳۔ ۳ بلند۔

**گھانس والی گزری** | چوں کہ اس میں گھانس بھری رستی ہر لہذا یہی نام پڑ گیا۔  
مذکورہ بالا گنبد سے (۲۸) قدم کے فاصل سے ہے۔ فتح آباد

مرج اندر سے باہر سے ۳۔ تین دروازے ۸۔ ۲ مغرب کی طرف بند۔ گنبد کی چند یا  
پراچہ الکرسی اور دروازوں پر طغریٰ الملک بلبر کے۔ کرسی چھ فیٹ۔

**چھوٹا گنبد** | یا چھوٹے خاں کا گنبد۔ اب نہ بڑے رہے نہ چھوٹے  
موت کے نزدیک دست ہاتھوں نے سب کو خاک میں ملا دیا۔

باہر سے (۳۴) مرج یا محل سنگ خارا کا۔ اس پر کثرت سے چینی کا کام تھا جس کی لمبی لمبی  
عمودی پٹیاں اب بھی باقی ہیں۔ تین طرف دروازے سے مغرب کی طرف بند۔ دروازوں  
کی دونوں جانب برجیاں ہیں۔ کرسی ۳۔ ۳۔ محرابوں کے روکار پر نیلی انیل کی ٹیلیاں ہیں۔  
اندر سے قطر (۲۶) فرش ندارد اندر ایک قبر کا کچا ڈھیر۔ گنبد کے اوپر (۱۶) طاق۔ چوترا  
مقبرے کا پہلے تھا اور اس پر قبریں بھی تھیں وہ دھ گئیں گڑھے باقی رہ گئے۔ ڈوم  
کے اندر قینچی اور رنگ کا کام ہے۔ گنبد کی چند یا پر آیت الکرسی منقوش ہے۔ (۲۴) سیرھو  
کازینہ مشرق کی طرف۔ تین طرف پشت پہل برجیاں چھ فیٹ قطر کی صرف جنوب  
کے طرف کی برجی گر گئی ہے۔ چاروں طرف کے روکار پر اوپر سے نیچے تک چھوٹے  
چھوٹے طاق محض خوب سو رتی کے لیے بنا دیے ہیں۔ بندی گنبد کی چھت تنک  
(۲۹)۔ محرابوں میں ہر طرف سنگ سرخ کی جالیاں تھیں جو سب ندارد ہیں صرف  
شمال کی طرف ایک جالی کا کچھ حصہ باقی بچ رہا ہے وہ بھی چند روزہ مہمان ہے۔

**مقبرے کے باہر وارکتے** | بجانب شمال۔ (۱) بسم اللہ فاکمراؤہ  
وفاۃ ناختم سورہ الملک۔

(۲) اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ لَاسْلَمٌ (پارہ ۳) نصف قل هل ننبئکم بالاحسنین اعمالا (پارہ ۱۷) سورہ کہف (۳)  
(۳) مَی اللّٰهُ الَّذِیْ کَا لَہُ الْاَکْھَرُ عَالَمُ الْغَیْبِ وَاشْھَادَۃٌ تَاْخِرُ سُوْرَہ پارہ (۲۸) سورہ حشر  
(۴) لَیْسَ لَہُمْ رَقُوْمًا مَّا اَنْزَرَ اَبَاؤُھُمْ فَھُمْ عَاقِلُوْنَ (پارہ ۲۲) سورہ یس ۱۸ ع وَ لَقَدْ  
رَبَّیْنَا السَّمٰوٰتِ الدُّنْیَا بِمِصْرٰتِجٍ رَّیَّا سَرَّہ ۲۹ س ملکت (۶)۔ آیتہ الکرسی  
جانب مغرب۔ (۱) بسم اللہ۔ سورہ قدر۔ لَوْلَا اللّٰہُ اَلَا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ (۲) سورہ

جانب مشرق۔ (۱) بسم اللہ۔۔۔ یومین و یسیر علیہ۔۔۔ (۲۳) سورۃ جمعہ کامل۔

جانب جنوب (۱) بسم الله - قال..... ليئف كل آيات النبي..... قال النبي

عَنِ الصَّلَاةِ... فَاَتَقُوا صِرَاطَ... بِاللَّهِ يَا غَافِرٍ (٢٢ و ٢٣) آيَةُ الْكُرْسِيِّ -

گ: کر از کر کتہ | جانب مغرب (۱) و تِلْكَ مَجْئَاتِ ابْنِهَا ابْرَاهِيمَ

بہدے ابدے ہے

عَلَيْكَ مِنْ تَائِبَاتٍ هُوَ اَنْ ذِكْرِي لِلْعَالَمِينَ - پارہ (۲)

س انعام ۱۱۔ (۲۱) لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّسُلَ بِالْحَقِّ تَاخْتَمُ سُوْرَةُ پَارِہ (۲۲) س فَتْحِ ۱۲۔

گوشه جنوب مغرب بسم الله الرحمن الرحيم انزل اليك من ربه تاخذه سورة بالقول

جانب جنوب (۱) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ اَلْفُتُورُ فِيْهَا نَضْرَجُ لَهُمْ شَجَرًا مِّنْ زَيْتُوْنَ وَيَسْرُوْنَ فِيْهَا مِنْ ثَمَرِهِمْ وَمَا يَخْتَارُ (۱۶)

گوشه جنوب مشرق - (۱) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مَآ تَرَوْهُ بِإِذْنِهِ يَارَهُ (۲۲) س ق ۴

(۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُحْلًا ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الصَّالِحِينَ - پارہ ۱۱، صفحہ ۱۱

مَجِبُ الْمُطْعَمَيْنِ - يَارَهُ - مِنْ بَقَرَةٍ أَوْ كَلِمَةٍ - سَوْدِي كَوْشٍ أَوْ - الْخِلَاصِ -

جانب شمال (۱) مؤلفه الذی لا اله الا هو علم الغیب فی شهادۃ تا آخر سورہ حشر آیہ (۲۸) ج (۲) (در الجہنم) وافی

نوشتہ شمال مغرب۔ (۱) رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ فَأَعْلَأْنَا لَكَ بِهَا (۲) س البقرہ ص ۲۲ سورۃ الرحمن ص ۲۳

براندرونی محراب کے دو طرفہ طغریٰ ہیں۔

تجے بڑے خال کا گنبد کہتے ہیں اور یوں بھی یہ گنبد ہیبت بڑا

اور نہایت عالی شان ہی اور کسی لودھی بادشاہوں کے گنبد سے

نہیں ہے۔ تین طرف دروازے، سنگ سرخ کے ہیں مغرب کی طرف بند۔ کرسی ہے۔

رد چوترا بم مر ج۔ دروازوں کی چٹان سے گنبد شہت پہلے جس کا قطر اندر سے

۱۴۔ فرس ندارد پہلے تھاب تو بایا گڑھے پڑے ہوئے ہیں۔ اندر پانچ قبریں ہیں۔

نہیں دو بڑی باقی باکل شکستہ ہیں۔ ایک سب سے بڑی قبر  $\frac{1}{2} \times \frac{1}{4}$ ۔ اُمبی حوڑی

۴۔ اوجھی پر غالباً یہی بڑے خاں کی قبر ہوگی۔ باقی قبروں کے زے پتھر سی پتھر

کئے ہیں چونکہ جھڑ گیا جس طرح کہ لودھیوں کے مقبرے کی قبروں کی مرمت سرکار

لئے کرا دی ہیں ان قبروں میں سوئے والے زبان حال سے اُسی سلوک کے طالب

بہار چاروں محرابوں پر چار روشن دان ہیں۔ قیہ کے اندر تمام رنگ آمیزی کا کام تھا

اب صرف چند یا میں گیر دی سطح پر سفید حروف میں آیت الکرسی لکھی ہوئی جو اس کے سوا اور کوئی کتبہ نہ گنبد میں ہر نہ قبروں پر البتہ محرابوں کے دونوں طرف کلمہ وغیرہ کے طغرے ہیں۔ گنبد کے اندر ہر تہا طرف سنگ سرخ کی جالیاں تھیں جن میں کی صرف ایک شمال کی طرف باقی رہ گئی ہے اور دوسری طرف کی جالیاں لوگ اکھاڑ لے گئے اُن دروں کو معمولی پتھر لگا کر بند کر دیا ہے۔ گنبد کے اندر مغربی رخ کا دروازہ جو بند ہے اُس میں ایک محراب سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے جس پر نقاشی کا کام بہت خوبی سے کیا ہوا ہے اور اس پر کلمہ طیبہ کھدایا ہوا ہے۔ مقبرے کے اندر مشرق کی طرف دو طرفہ (۵۶) سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ چھت تک بلندی گنبد کی (۴۶) ہے۔ گنبد اوپر سے شکستہ ہو کر قبہ میں جایا لکھانساں آگ آئی ہے جو اُس کو قبل اوقات بٹھا دے گی کہ پانی اُس میں جذب ہوتا ہے۔ گنبد کی چاروں طرف بہشت پہل برجیاں ۸۔ ۹ قطر کی ہیں جن میں سے جنوب کی طرف کی گر گئی ہے۔

**دریا خاں کی درگاہ** اچھوٹے اور بڑے گنبدوں سے قطب روڈ کی طرف چلو تو رستے میں کھیتوں کے پنج میں دریا خاں کی درگاہ

ایک وسیع اور پختہ (۲۹) مربع چبوترے پر بنی ہوئی ہے جو ۴۰ اوچائی ہے۔ اور بارہ سیڑھیاں ہیں۔ اس کے علاوہ ایک خام چبوترہ اور ہے جس کے گرد سرکار نے تار کی بارہ لگا دی ہے دریا خاں کون تھے کچھ معلوم نہیں نام سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اسی زمانے کے نو دھبی پٹھان ہوں گے۔ اس چبوترے کے چاروں کونوں پر (۱۲) در کے چار برج سنگٹار کے بنے ہوئے ہیں جن کا چبوترہ ۴ مربع ہے۔ تنوکی ایک ہی کڑی ۱۔ ۵ چوکس چھ فیٹ لمبی بھیک اپا اپنی اوکل در کی بلندی و عرض ۴۔ ۵ ہے۔ ہر مشرق کی طرف کالج نصف گر گیا ہے باقی تین طرف کے سلاست ہیں۔ ان کے اندر آیت الکرسی منقوش ہیں۔ چبوترے کے پنج میں ایک بہشت پہل چبوترہ جس کا قطر ۴۰ اور اونچائی ۴۰ ہے جس کے پنج میں دو قبریں زیر سماج کی ہیں جن میں کی ایک بالکل شکستہ ہے اور ان میں سے ایک قبر دریا خاں کی ہوگی۔ اس کے علاوہ ایک در چبوترہ ۴ مربع ہے۔ اونچائی اس پر ایک ہی قبر گج کی ہے۔ کتبہ کسی قبر پر نہیں۔

**مجاہد پور کا معلوم گنبد** قطب روڈ میل (۵)، فلائنگ (۲)، پر ذرا سڑک سے ہٹ کر بائیں ہاتھ کی طرف ایک سڑک اس گنبد کو گئی ہے جس کا نمبر ۱۱ ہے۔ چار طرف چار دروازے

ہیں۔ ۴۶ ۱۔ ۵ یا ۲۔ ۵ اور اندر ۴ مربع عمارت ہے فرش اور قعدوں ندارد۔ اندر باہر پلاستر چائے سے گر گیا ہے پتھر چوڑے کا بنا ہوا ہے۔ گنبد کا قبہ چاروں طرف سے کھنڈ کر ٹہری بڑی دراڑیں چڑ گئی ہیں۔

گردخام چبوتر اٹھا جو گر گیا۔ گنبد کی چند یا پرتیہ الکرسی کے سوا اور کوئی کتبہ نہیں ہے۔ موضع  
مجاہد پور کی حدود میں یہ گنبد ہے لیکن کچھ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کس کا ہے۔ مگر بہت قدیم۔  
(۸) سیل (۲) فرلانگ سڑک کے داہنی طرف اس نام کا ایک ویرانہ  
**یوسف سرائے** موضع ہے جس میں اب چند مکانات رہ گئے ہیں۔ گرداس موضع  
کے پختہ فصیل ہے اور کوئی خاص بات نہیں۔ پہلے سرائے ہو گئی اب تو زگاؤں ہی کا ڈر  
رہ گیا وہ بھی بالکل چھوٹا۔

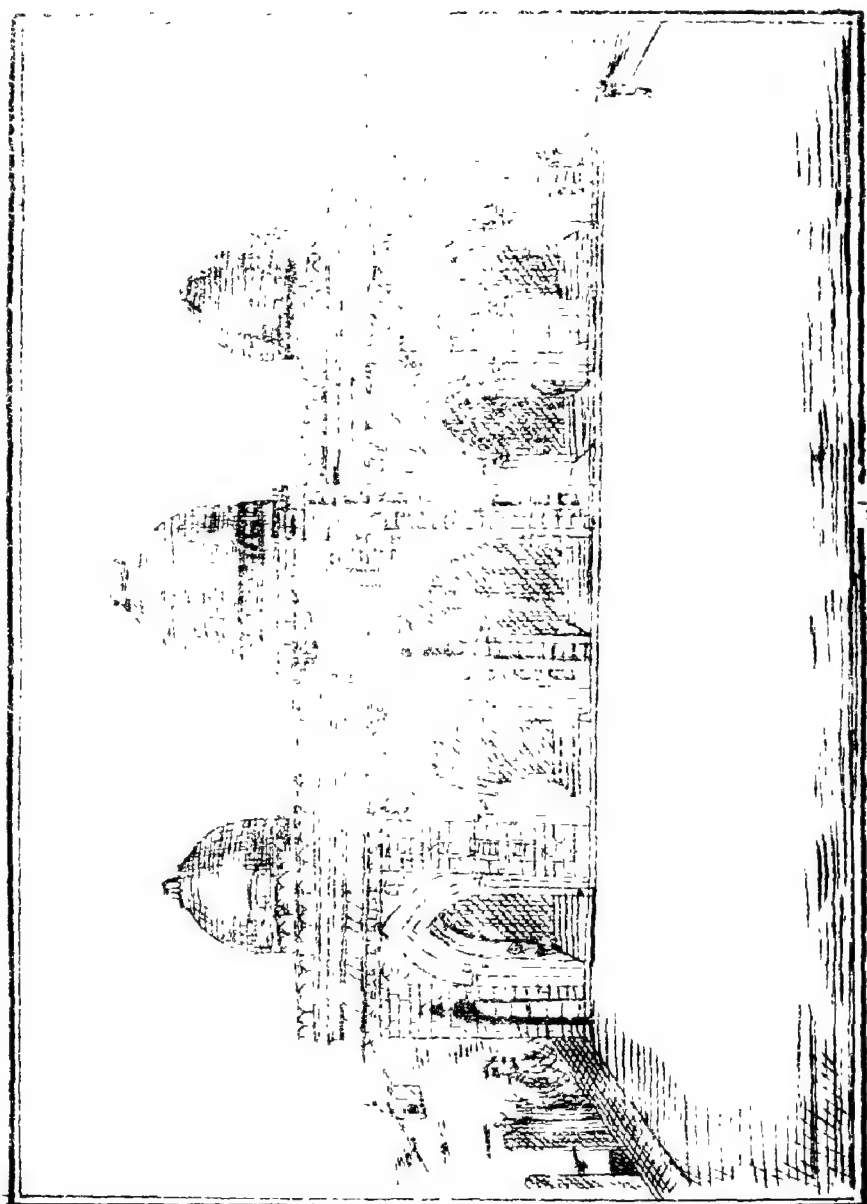
**موٹھ کی مسجد** یہ مسجد مبارک شاہ کے مقبرے کے پاس ہے جو خاندان سادات کا دودھ  
بادشاہ تھا۔ یہ مسجد ۸۹۲ھ میں بعد سکندر شاہ ثانی بن بھلول لودی  
تعمیر کی گئی تھی۔ مسجد کے پاس ایک بہت بڑی باؤلی بھی بنائی گئی تھی  
جس کے اندر سرخ کی لوح پہ ذیل کا کتبہ ہے جو لونی لک کر جا بجا سے جھڑ گیا ہے۔ اب جو کچھ  
بیشکل پڑھا جا سکتا ہے وہ یہ ہے اور اس کے علاوہ اور عبارت بھی ہے جو پڑھی نہیں جاتی :-

..... (ایں) مسجد در عہد  
دولت بندگی حضرت سلیمان ..... سلطان (ہند) سکندر شاہ بن بھلول شاہ  
لودی خلد اللہ بسلطانہ ..... بن معصر

الترحمین شہاب الساکن قصبہ سہارن پور۔ صفحہ چھری علی ۸۔

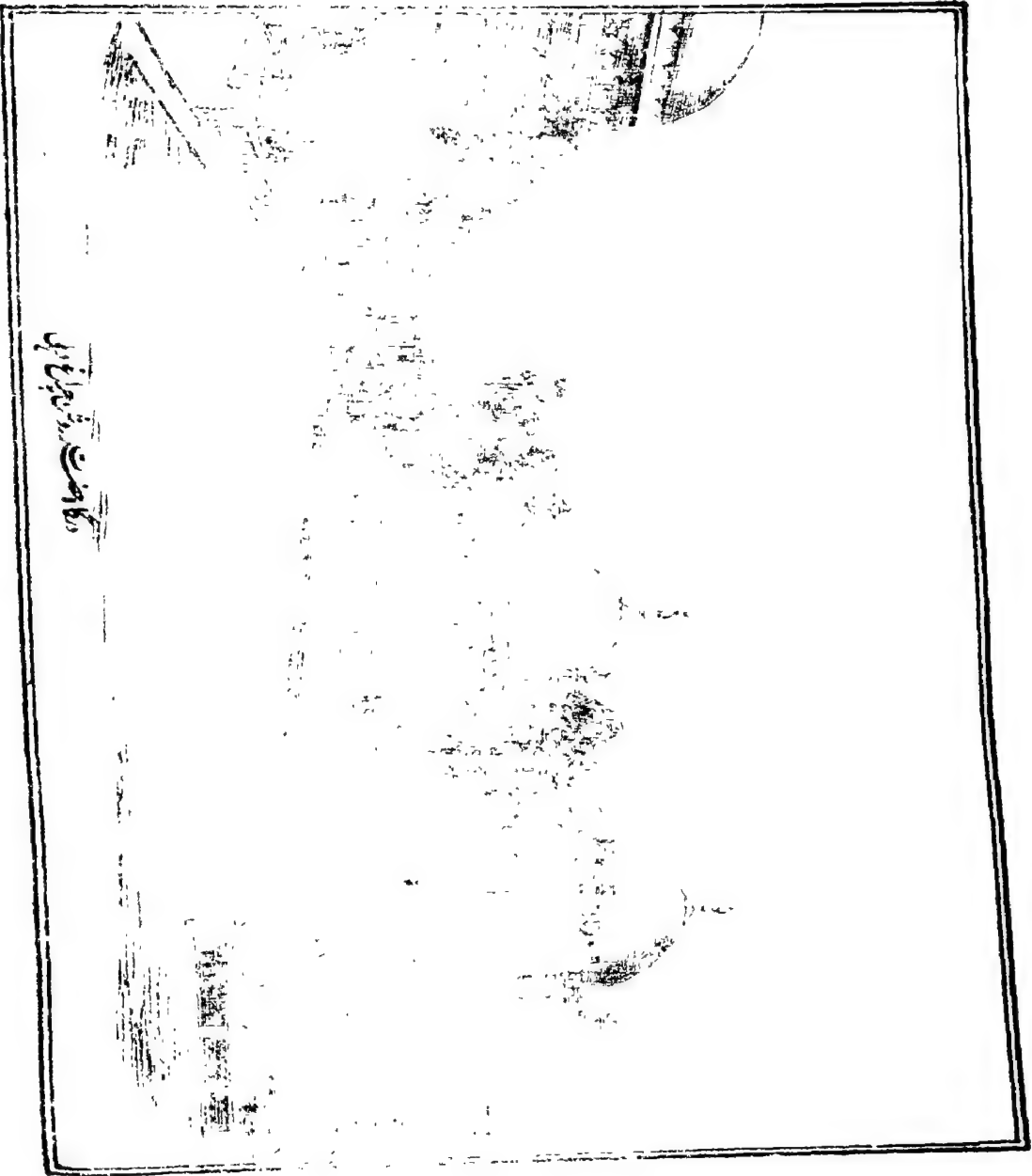
اس مسجد کا صدر وازہ کسی زمانے میں بڑا عالی شان رہا ہو گا اب بالکل حالت انہدام میں ہے  
اس مسجد کی وجہ تسمیہ یہ کہی جاتی ہے کہ کسی شخص نے ملہ چلتے میں ایک موٹھ کا دانہ پڑا ہوا دیکھ کر اٹھا لیا  
اور اُسے بوا یا وہ اُگا اُس سے جو دانے نکلے وہ پھر بوا سے دہلم جڑا۔ چند سال میں پیدا ہوا  
بڑھتے بڑھتے بہت رو پیے جمع ہو گئے اور اُسی روپیہ سے یہ مسجد بنی ہے۔ اور اسی وجہ سے موٹھ  
کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسجد لودیوں کے زمانے کی طرز عمارت کا ایک عمدہ نمونہ  
ہے۔ اس کا چبوترہ چھ فٹ اونچا ہے اور عرض و طول میں ۳۰ x ۳۵ ہے چبوترے پر سے گنبد کی چوڑی  
تک (۶) کی بلندی ہے اس میں پانچ درہیں اور ادھر ادھر دو در چھوٹے چھوٹے اور ہیں  
جن میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ درمیانی بلند دیوار دو زحراب میں دروازہ نصب ہے۔ ان  
محرابوں کے دیوار دو زستون چھوٹے چھوٹے طاووس سے جو اٹھ ہیں ایک کے اوپر

لے اور کوئی کتبہ ہے کہ بادشاہ نے دانہ بوا اور وزیر کو دیا اُس نے تنبیہ میں دے کو بوا یا



مسجد





کتابخانه ملی ایران

ایک آراستہ ہیں اور پانچ پانچ طاق پہلو کی محرابوں میں ہیں۔ درمیانی محراب کی روکار کے بہت سے پتھر لوگ اکھاڑ لے گئے ہیں جس سے دیوار ٹنڈی اور بد نما ہو گئی۔ چھت پر تین گنبد ہیں ایک بیچ کے حجرے پر اور دو دونوں پہلوؤں کے حجروں پر۔ گنبد چوڑے اور پتھر کے ہیں مگر نہ بڑے ہیں اور نہ مشین۔ ان کی گردنیں لمبوتری ہیں جو دو دیوں کا خاص طرز تھا۔ پہلو کے دونوں گنبدوں کی حالت خستہ ہے۔ بیچ کی محراب اونچی ہے اور اُدھر اُدھر کی اُسی مناسبت سے کم۔ ان کے سامنے بھاری چھت تھا جس کا بہت ہی تھوڑا حصہ اب رہ گیا ہے غرض یہ کہ اس مسجد کے ایک عمدہ عمارت ہونے میں کچھ شک نہیں مگر بے درد لوگوں کے ہاتھوں سے جو تباہی اس کی ہوئی ہے وہ سٹر بگلر کے ذیل کے ریمارک سے ظاہر ہوگی:-

میں مسجد کے روکار پر بہت کچھ نقش و نگار اور رنگ آمیزی تھی۔ یہ ساری عمارت بن کھڑے پتھروں اور چوڑے کی ہے لیکن بعض بعض مقامات پر تراشے ہوئے پتھر بھی نصب ہیں خصوصاً ستون جو کھڑے ہوئے ہیں۔ صدر دروازے پر سنگ مرمر کی تختیوں پر آیات قرآنی کندہ ہیں جو سادی اور رنگین ہیں مسجد کے اندر کی تمام گل کاری اور رنگ آمیزی کا کام دھوئیں کی تہ چڑھ جانے سے برباد ہو گیا لیکن دروازے پر اب بھی سبز اور سرخ رنگوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ پتھر بھی بہتر قسم کا سرخ۔ سفید۔ زرد۔ سیاہ جا بجا لگا ہوا تھوڑا احاطے کی دیوار میں اندر باہر چاروں طرف طاق بنے ہوئے ہیں۔ شمالی اور جنوبی دیوار میں دو زینے چھت پر چڑھنے کے ہیں۔ یہ مسجد اب تک مبارک پور کے گنواروں کی بود و باش میں پھنسی ہوئی ہے جنھوں نے جا بجا پکا پکا کر مسجد کی ساری صنایع کو خاک سیاہ کر دیا اور طرفہ یہ کہ جا بجا کچی دیواریں کھڑی کر کے چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں بنا کر رہی سہی رونق بھی برباد کر دی؟

ہنگامہ گرم ہستی ناپاں دار کا  
چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

دراگہ حضرت شہنشاہ دہلی

۱۳۵۶ھ

شیخ نصیر الدین محمود خاندان چشت کے

دلی کے سب سے اخیر بزرگ تھے۔ آپ حضرت نظام الدین اولیا کے اکبر خلفا میں سے تھے۔ آپ بڑے ذی علم مقدس اور خدا پرست تھے۔ بڑے واعظ اور صاحب تصانیف کثیرہ بھی تھے۔ مذہب اسلام کی آپ نے بہت کچھ اشاعت کی۔ سلطان

محمد تغلق سے آپ سے بھی ان بن تھی آپ نے بہت صبر و تحمل اور استقلال کو کام فرمایا۔ جب مخدوم جہانیاں سید جلال صاحب مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو آپ سے عبد اللہ یافعی نے طواف کعبہ میں دریافت کیا کہ اب تو دہلی کے بیشتر بزرگان دین مرا گئے اب وہاں کون رہا ہوگا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ”نہیں اب بھی دہلی میں نصیر الدین محمود ہیں جو دہلی کے روشن چراغ ہیں“ جب سے آپ کا لقب روشن چراغ دہلی شہور ہو گیا۔ آپ کے صفات اور کمالات سے کتابیں بھری پڑی ہیں غایت شہرت سے حاجت بیان کی نہیں۔ سلطان فیروز شاہ کو آپ کی خدمت بابرست میں بڑی عقیدت تھی اور آپ کی خدمت بہت کیا کرتا تھا۔ آپ کی درگاہ کا گنبد آپ کی حین حیات سلطان فیروز شاہ نے ۷۴۹ھ میں بنوایا تھا۔ شب جمعہ ۸ رمضان المبارک ۷۵۵ھ میں آپ کا وصال ہوا اور اسی گنبد میں آسودہ ہوئے۔ آپ کو ایک سن چلے جانے دھری فقیر نے جو آپ کے پاس کچھ خیرات مانگنے آیا تھا خنجر سے شہید کیا۔ وقت شہادت آپ کا سن شریف ۸۲ سال کا تھا۔ آپ ہمیں قریب موضع کھڑکی میں احیاء میں رہتے تھے جہاں کہ آپ دفن ہیں۔ آپ کی قبر میں آپ کے ساتھ جتہ۔ حصا۔ کلاہ اور مٹی جو آپ کو آپ کے مرشد حضرت نظام الدین سے ملا تھا۔ دفن کیا گیا۔ آپ کا مقبرہ ایک مستطیل احاطے کے اندر ہے جو ۸۰۔۵۱۔۱۴ اور ۱۲ بلندی۔ اس احاطے کا بڑا حصہ اور قبضے کے گرد تفصیل ہے محمد شاہ بادشاہ نے ۱۱۲۲ھ میں بنوایا۔ فیصل بہت بڑی اراضی کو گھیرے ہوئے ہے جو نالے سے بہت بلندی پر بنائی گئی ہے۔ جتنی کے سامنے اُس زمینے میں ایک پل بھی نالے پر بنا ہوا تھا اور آگے چل کر نالے کے بہاؤ کی طرف نیچے وار ایک اوپل بھی تھا۔ اب دونوں پلوں میں سے ایک بھی باقی نہیں رہا۔ درگاہ کا صدر دروازہ آپ کی وفات کے ۱۲ سال بعد ۱۱۳۹ھ میں فیروز شاہ نے بنوایا تھا جس پر بعض کتابوں میں جمعہ کے دن آپ کا وصال ہونا لکھا ہے۔ کتاب مخبر الملکین میں ۷۵۲ھ ہی سال رحلت ہوئی ہے۔ آنکہ دانش چلنے راہ یقین ست۔ نام نامی و نصیر الدین ست۔ ذات اور اجداد دہلی وال۔ بلکہ خورشید ہر دو عالم خواں۔ عمر اخصت و پنج سالہ شمار۔ بے کم و بیش ۷۵۲ھ جمعہ وادحق راجاں۔ شہر وہم بود از مد رمضان۔ شہر زونیا چو آن نصیر زیاں۔ سال تخلص ۷۵۲ھ۔ ہاں۔ شمع جمع صوفی بھی آپ کی وفات کی تاریخ ہے۔ ۱۳

1000

1000

1000

1000

1000

1000

1000

This is a black and white woodcut illustration of a large, domed building, likely a mosque or palace. The building features a prominent central dome and several smaller domes. It is surrounded by trees and a fence. In the foreground, there is a small, ornate structure, possibly a gate or a well. The entire scene is enclosed within a rectangular border.

ایک بڑا گنبد ہے۔ یہ دروازہ درگاہ کے شمال مشرق کے کونے میں ہے جس پر ایک سنگ مرمر کی تختی پر یہ کتبہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِنَّا عَرَضَ

عامۃً ایں گنبد در عہد ہمایوں الموافق باللہ ابوالمظفر فیروز شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ سال ہفصد مفاذ و پنج از تا پنج ہجرت رسول اللہ ﷺ اللہ علیہ وسلم ہو۔ اس دروازے کا گمرہ ۱۹ مربع ہے جس کے سامنے ایک پختہ چبوترہ ہے بلند ہر دو جانب ہے۔ آپ کے گنبد کا ارتفاع دیواروں تک (۲۰) ہے اور یہاں سے گنبد شروع ہوا ہے جس کی بلندی وہاں اس سطح سب ملا کر ۲۴ م کی اونچائی ہے۔ دروازے کی سندیر کے دونوں طرف دو برج ہیں۔ دروازے سے کوئی تھوڑا شمال کی طرف ایک حجرے میں آپ کا مزار ہے جو تیس فیٹ مربع اور ۲۴ فیٹ اونچا ہے جس پر ایک گنبد ہے اور گنبد پر سنہرا کلس پیرھا ہوا ہے۔ گنبد کے چاروں کونوں پر اٹھ فیٹ بلند تہنی تیلی بنائیں ہیں چھت کے گرد کنگورہ ہے جس کے نیچے چوڑا چھتہ ہے۔ اس گنبد کے بارہ درمیں جن میں سنگ، خارا کے ستون لگے ہوئے ہیں سب دروں میں سنگ سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں جنوب کی طرف ایک درمیں گنبد کے اندر جانے کا رستہ ہے۔ گنبد چولنے اور پتھر کا بنا ہوا ہے۔ گنبد کے اندر سنہرا کٹرا لٹکا ہوا ہے۔ اکبر شاہ ثانی کے عہد میں شاہزادے مرزا غلام حیدر سپہر اکبر شاہ ثانی نے اس گنبد کے گرد سنگ سرخ کی بارہ دری بنوا دی تھی اور حضرت نظام الدین کی درگاہ کے ستون یہاں لاکر لگائے تھے مگر بارہ دری ایسی بودی بنی تھی کہ دس برس کے بعد ہی گر پڑی۔ گنبد درگاہ شریف کے پاس ہی ایک مسجد چولنے اور پتھر کی بنی ہوئی ہے کہ یہ مسجد فرخ سیر بادشاہ کی بنوائی ہوئی ہے اس مسجد پر کوئی کتبہ نہیں جس سے بننے کا صحیح حال معلوم ہو سکے۔ اگر فرخ سیر کا زمانہ لیں جو ۱۶۱۳ء ہے تو آج اس مسجد کو بننے ہوتے پورے دو سو برس ہوئے۔ اس گنبد کے پاس دو برج اور ہیں۔ ایک برج میں حج جانب غرب ہے حضرت شیخ فرید شکر گنج کی پوتہ سوتہ ہیں دوسرے میں جو مشرق کی طرف ہے اس میں مخدوم زین الدین علی صاحب حضرت کے بھانجے کی قبر ہے۔ اس کے متصل سنگ باسی کے جالی دار حجر میں شیخ کمال الدین علامہ جانشین حضرت آرام فرماتے ہیں آپ کے گرد سنگ سرخ کا کٹھرا لٹکا ہوا ہے اس حجر

میں دس جالیاں سنگ سرخ کی ہیں۔ آپ خلیفہ اور ہمیشہ زادے مخدوم چراغ دہلی کے ہیں۔ نسب شریف آپ کا حضرت امیر المومنین امام حسن بن علیؑ عنہما ایک پونہچتا ہے۔ علم تفسیر اور حدیث اور فقہ میں علامہ مشہور تھے۔ کچھ مدت احمد آباد میں سکونت کی اور گجرات اور دکن کے لوگوں کو ارشاد و تلقین فرماتے رہے بعد ازاں دہلی تشریف لاکر تلقین خلافت کی اولاد اور خلیفہ آپ کے اب تک دکن میں موجود ہیں۔ ۲۷ سبزی قلعہ شہر میں اپنے رحلت فرمائی۔ رحمت حق تاریخ وفات ہر اور باقی بہت سی قبریں ہیں جن میں جملہ ان قبروں کے فیض طائب خان بنگش اور مفتی صدر الدین خاں صاحب کی قبریں ہیں۔ خواجہ کمال الدین علاقہ کے محجر کے جنوب میں مرزا شہتو دلی محمد بہادر کی قبر ایک دوسرے اور کشادہ سنگ مرمر کے پیو ترے پر مبنی ہوئی ہے۔ پہلا چوڑا ۱۴ مربع اور اُس کے اوپر کا ۴۔ ۸ مربع ہے۔

حضرت روشن چراغ دہلی کے مزار مبارک کے مشرق میں خواجہ طاہر کا مزار ایک جالی دار کھڑے کے اندر ہے۔ تعویذ قبر سنگ مرمر کا ہے جس کے گرد آیۃ الکرسی ہر اوپر کلمہ طیبہ اور ایک طغریٰ یاد ائمہ بلا فناء۔۔۔ دلا زوال کلمہ عربیہ بقاء۔۔۔ ہر جو مسلسل پڑھا نہیں جاتا اور پابندی یہ قطعہ کندہ ہے۔

خواجہ طاہر خواجہ صاحب رضا	آنکہہ دائم بود با جود و کرم
چون شنید از ہاتف غیب داین ندا،	کرد رحلت از جہان سوے ام
سال فوتش مادیام گفشتہ	آہ از خواجہ محمد طاہر م

اس درگاہ کے احاطے کے اندر دو عالی شان گنبد پٹھانوں کے وقت کے ہیں معاً نہیں کہ ان میں کن کن کی قبریں ہیں درگاہ کے خدام کہتے ہیں کہ محرم علی صاحب چٹا ان گنبدوں میں کی قبروں کی جو بہت شکتہ ہو گئی تھیں مرمت کرا دی ہے اور یہ باوجود موجودہ حالت کے نظر کرتے صحیح معلوم دیتی ہے درگاہ کا گنبد اور سبب نہایت بے ہنگمی تھی خصوصاً غلام گردش کے گرنے سے جس کو مرزا غلام حمید نے بنایا گنبد درگاہ کا بہت بودا ہو گیا تھا اور خادموں وہاں کے ہر شخص سے مرمت درخواست کرتے تھے۔ خواجہ محمد خاں نے تمام درگاہ اور مسجد اور دروازے لکھ لفظ جہڑ گئے ہیں سیاق عبارت پر سے میں نے لکھ دیئے ۱۷

صحن کی مرمت اور استرکاری کر وادی اور درگاہ کے گنبد کے گرد چھوٹے سنگیں بنوادیا  
اس مرمت کی بدولت حقیقت میں سارا مکان نیا ہو گیا۔ درگاہ کی چار دیواری  
اور تین درگا ایک دالان شمال کی طرف اور چھوٹا سا سنگین کتہرا مولوی فخر الدین  
صاحب نے بنوایا ہے اور غلام گرش جو گر پڑی تھی۔ اس کے ستون صبح و سالم اب  
تک درگاہ کے سامنے پڑے ہیں۔ آپ کا عرس شریف ۷۷۷ رمضان شریف  
کو ہوتا ہے اور بہت لوگ جمع ہوتے ہیں اور رات کو رہتے ہیں اور اٹھا رویں  
تاریخ نقل کے بعد چلے جاتے ہیں۔ دروازہ کے باہر خدام نے مل کر ایک دالان  
بنالیا ہے جس سے لوگوں کو بڑا آرام ہو گیا ہے درگاہ میں ایک تخت سال کی لکڑی کا ہے  
تین فیٹ اونچا ایک ہی لکڑی میں تر شاہو رکھا ہے جس پر بہت ہی عمدہ گلکاری  
اور نقاشی کی ہے۔ یہ تخت دکھنی بیگ نے ہنگالے سے بھیجا تھا اور اس پر یہ شعر اور  
عبارت کھدی ہوئی ہے: ۵

تخت چونی نیاز دکھنی بیگ  
بجناب نصیر دیں محمود قدس سرہ العزیز

۱۱۳۳ھ مطابق ۱۲۲۱ھ جلوس محمد شاہ غازی

اس درگاہ پاس ایک بستی آباد ہے جس میں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ گرد اس بستی کے  
محمد شاہ بادشاہ نے فصیل بنوادی جس میں چار دروازے اور ایک کھڑکی ہے کہتے  
ہیں کہ اس فصیل پر پہلے چار لاکھ روپیے خرچ ہوئے۔ گو یہ فصیل بہت پختہ محکم  
اور بلند ہے مگر پھر بھی اس ارزانی کے زمانے میں اتنا زرخیز صرف ہونا قرین قیاس  
نہیں ہے۔

جو کچھ بیان درگاہ شریف کا اوپر لکھا گیا اس پر سیری طرف سے یہ اضافہ ہے کہ آپ کے گنبد  
کا فرش سنگ مرمر کا ہے اور مزار منور کے گرد ایک نہایت مصفی اور مخلی کتہرا سنگ مرمر  
کا لگایا گیا ہے جس کی نوجائیاں ہیں دسویں جالی پر ذیل کا کتبہ بہ خط نستعلیق نہایت خوش خط  
کندہ ہے:-

درگزرانیدہ غلامان غلام فدوی محی الدین خاں  
شمس الامراء امیر کبیر خورشید جاہ بستم رمضان المبارک

۱۳۰۳ھ ہجری ۱۸۸۵ء



اس کٹہرے کا طول و عرض ۴۰۔۱۰۔۲۰۔۱۰ اور بلندی ۱۰۔۱۰۔۱۰۔۱۰۔ یہ فرش اور کٹہرا حیدر آباد دکن کے امیر کبیر مرحوم مغفور نے بنوایا تھا جس سے رونق مزار مبارک کی اندھاқта مضاعفہ ہو گئی درگاہ میں کچھ ایسی شغافی اور جلا سے ظاہری ہیروں نظر میں نہج جاتی ہیں اور شفاء الصدر اور جلا سے باطنی کی طرف منجھوتی ہیں حضرت کے مزار مہیب الوار کے سرانے ایک قلمی قرآن شریف ۲۰۔۱۰۔۱۰۔۱۰ رکھا ہے جس کے آخر پر یہ لکھا ہے دو نوشتہ سید سلطان علی ولد سید فیض علی بن سید محمد علی ساکن قصبہ فرید آباد بتاریخ ذیقعد ۱۲۱۰ھ میں ایک صاحب رحیم بیگ نامی نے یہ کتابت میں ایک نہایت خوش خط رباعی آئینہ دار چوکنے میں لگا کر نذر گزرائی ہے جو سرانے آدیناں ہے۔

البرکات  
غلام بخت بلندش ایاز مقصود است  
کسیکے مہبت اوچوں نصیر محمود است  
شب حصول وصول خدا بجز امتش  
کینہ منزل دادنی مقام محمود است  
اب ساری عمارات اندرون درگاہ عمدہ حالت میں ہیں اور نئی مرمت ہوئی ہے حضرت کے گنبد کی جالیاں سنگ سرخ کی ہوں گی گلاب تو ان پر اس قدر سفیدی کی تھیں چڑھی ہوئی ہیں کہ وہ کچھ ہی کی معلوم دیتی ہیں۔ صحن درگاہ شریف میں ایک کھرنی کا بڑا بھاری بہت پھیلا ہوا بہت پرانا درخت دور دورا پتہ سایہ پھیلائے ہوئے ہے۔ جس کی سبزی اور تروتازگی نظروں میں کھٹی جاتی ہے اور نظریں نور دل میں سرور پیدا کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ اسی زمانے کا ہے کہ جب درگاہ مقدس بنی تھی۔ اور غالباً ایسا ہو گا بھی۔ احاطہ درگاہ کے دروازے کا گنبد بہت مشین اور لداؤ کا ہے جس کے دونوں جانب لمبی لمبی کشادہ شش نشین ہیں۔ حضرت علاؤ الدین دہلوی کے بڑے ذی علم تھے۔ شریعت کے بدرجہ غایت پابند۔ سماع مزامیر وغیرہ ممنوعات شرعیہ سے سخت اجتناب کرتے تھے۔ کبھی کبھی اشعار بھی فرمایا کرتے تھے مگر وہ بھی عشق الہی میں ڈوبے ہوئے۔ ایک غزل آپ کی جو بہت مشہور اور لوگوں کی زبان پر چڑھی ہوئی ہے تیر کا لکھتا ہوں:-

بے کارم و باکارم چوں بد حساب اندر  
خاموشم و گویایم چوں خط بکتاب اندر  
اعزایہ ظاہر میں از قرب میسر از من  
اود من و من در دگر چوں بویکتاب اندر

دریا رود از چشم لب تر نشود سر گز  
زین شعبہ جبرائیم تشبہ است بآب اندر  
کہ رنجم دگہ شادان از حالت خود غافل  
کہ خندم و گہ گریاں چوں طفل بخوابد اندر  
در سینہ نصیر الدین جزد دوست نمی گنجد  
این طرہ تماشہ میں دریا بہ حباب اندر

حضرت کی جہاں در گاہ وہ آبادی بھی آپ ہی کے نام نامی اور آسم گرامی سے مشہور ہے۔  
قطب روڈ کے آٹھویں میل پر سے بائیں ہاتھ کی طرف ایک کچا رستہ بچھٹ جاتا  
ہے۔ وہیل وہ تمام رستہ طے کرنے کے بعد آپ کے در دولت پر حضوری نصیب  
ہوتی ہے۔ راستہ نامہوار۔ خراب اور پتھر ملا۔ اتنی بڑی زیارت گاہ مرجع خلائق اور شُرک  
نثار داسی سبب سے لوگ کم فیض یاب ہوتے ہیں۔ بستی کے قریب وہی نالہ  
رواں ہے جس پر کہ ست پلہ ہے بستی کے گرد ایک بڑی وسیع عظیم الشان اور نہایت  
مستحکم فصیل ہے جو اب تک زمانے کے حوادث کا مقابلہ کر رہی ہے اس کے چار عالی شان  
سرفلک دروازے ہیں پھر ایسی فصیل پر اگر چار لاکھ روپیہ صرف ہوا تو کیا کچھ بے جا  
اندازہ ہے۔ اب اس فصیل کا کچھ حصہ جا بجا سے گزنا شروع ہو گیا ہے پھر بھی ابھی اس کے  
گرنے کو صد ہا برس چاہئیں بستی کے اندر جانے کا دروازہ اسی فصیل میں ہے لیکن  
جیسا کہ قدیم زمانے کا دستور تھا دروازے کے سامنے بڑے بڑے پتھروں کی  
ایک ریٹ بنی ہوئی تھی اس کے پتھر جا بجا سے اکٹھا جانے سے پیدل تو خیر مگر کوئی  
سواری نہیں جاسکتی قطب صاحب کی سڑک کے دو طرفہ دور دور تک جہاں تک  
نقد و رفتی گنبد ہی گنبد اور کھنڈری کھنڈر نظر آتے ہیں اور سڑک چھوڑ کر وہیل  
جو ہم پیارہ پٹنے تو ادھر ادھر مبارک پور۔ کھیڑ پڑہ۔ کالو سراے۔ کھڑکی۔ بنگیم پور۔  
شاہ پور جٹ۔ زمر پور (سراے شاہ جی یہ موضع اب اجاڑ ہے) کی بستیاں تھیں۔  
ان میں بھی عمارات قدیم کثرت سے ہیں پھر رستے میں سراے شیخ کی بستی ملی جس کو  
شیخ علاء الدین اور شیخ صلاح الدین حضرت بابا خیر شکر گنج کے پوتوں نے جو  
سکن رہا بھول بودھی کے زمانے میں (۱۳۵۰ء) آئے تھے آباد کیا تھا۔ اس سے  
کوئی دو تین فرلانگ پر روشن چراغ دہلی کی بستی اور درگاہ ہے غرض یہ کہ سارے کا  
سارا وسیع میدان جو کوسوں تک چلا گیا ہے عمارات سے چٹا پڑا ہے جن میں بہت سی گڑھیں

کچھ اب گرنے کو ہو رہی ہیں اور کچھ اپنی حالت پر کھڑی ہیں۔ اگرچہ اس میدان میں ہل چل گیا اور کھیت ہی کھیت ہو گئے مگر کوئی کھیت ایسا نظر نہ آیا جس میں عمارتوں کا نشان نہ پایا جاسے کچھ نہیں تو اینٹوں کے ٹکڑے۔ روڑے۔ چوٹے کے ڈولے اب تک کثرت سے بکھرے پڑے ہیں۔ یہ حصہ مجھے بہت تباہ اور دیران معلوم ہوا اور زیادہ تر کس مہر سی کی حالت میں ہے کی گنبد ایسے نظر آئے کہ اچھے خاصے ہیں مگر سمندر نہیں جاسکتے۔ پاس جا کر دیکھا تو دروازے چن دے گئے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کسی جاٹ صاحب کے قبضے میں ہیں کسی نے ادب سے جھڑکے ہیں تو کسی نے بھوسہ کیا خدا کی شان ہے۔ گندکس کا اور قابض و متصرف کون ع آدمیاں گم شدہ ملک خدا خر گرفت یہاں کے لوگ کسی بند و ڈپٹی صاحب کا نام لیتے ہیں کہ انھوں نے بوقت بند طہیت قبضہ پٹنیک بجال رکھا یہ بات تو ظاہر ہے کہ ایسی جائداد اور کچھ قبضہ جائز طور پر تسلیم نہیں کیا جاسکتا اگر کوئی قابض ہو سکتا ہو تو گورنمنٹ نہ کہ ماؤنٹ۔ اگر لارڈ کرزن کا زمانہ کچھ دن اور رہتا تو ان قابضین کی قلعی کھلتی۔ راقم کے نانا مولوی عید القادر صاحب نے پنجابی کٹرے کی مہر کا جس کے وہ امام تھے معاوضہ طلب کیا تھا کہ وہ حدود ریلوے سٹیشن دہلی میں آگئی تھی تو سرکار نے ان کو ملکہ سے کورا جواب دے دیا کہ مسجد شاہی تھی کچھ تمہاری ملک نہ تھی تم خواہاں معاوضہ کون اور یہ جواب ایک حد تک معقول و مسکت تھا بچہ یہی حالت ان گنبدوں کی ہے۔ در نہ جاٹ کجا اور یہ گنبد کجا۔ درگاہ شریف کے اندر کمانا کا حال ہم لکھ چکے اب بستی کے حصار کے اندر جو چند عمارتیں قابل الذکر ہیں ان کو مختصراً بیان کرتے ہیں:-

**دونا معلوم گنبد۔** درگاہ کے شمال میں بیرون احاطہ درگاہ مگر حصار مسجد۔

اندر فضیل کے بالکل قریب ایک ہی وضع قطع کے دو گنبد ہیں جو پٹھانوں کے زمانے کے معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں میں میں فیٹ مربع ہر گلس ٹوٹ گئے۔ امتداد زمانے سے باہر سے کالے پڑ گئے۔ ہر چہ ہر طرف دروازے ہیں۔ قبریں دونوں میں نہیں۔ جو لوگ امن میں رہتے ہیں قبریں ان کی پوشا کی آسائش میں خلل انداز ہوتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ قبروں کو ڈھاتاؤ کر بلا کر انھوں نے بھرتی کر کے قبروں کو دبا دیا۔ ادب سے جگہ نکل آئی۔ تدبیر تو اچھی کی۔ ایا

گنبد کے اندر تو ہم جا ہی نہ سکے کہ کسی کا زنا نہ تھا۔ باہر سے ہی دیکھ لیا۔  
**جلال الدین خلجی کی**  
**نا تمام مسجد ۹۵-۱۲۹۰ء**  
 درگاہ کے غرب میں بڑی بھاری عمارت ہے۔ کہتے ہیں کہ علاء الدین خلجی نے بنوائی تھی اور نا تمام رہ گئی۔ اب وہ ساری ہی گر چکی ہے تو ہم اس کا کیا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مکمل ہو چکی تھی یا ادھوری رہ گئی تھی۔ مسجد کے سامنے صحن ہے جو اب خام ہے اور اس پر بہت سی قبریں ہیں۔ اوپر وارحیت سیاٹ ہے نہ گنبد نہ مینار۔ اندر سے البتہ گنبد دارلداؤ چھت ہے۔ مسجد تین در کی ہے ۸۴، ۲۲، ۲۲ اور بلندی ۷۲ ہے اور یہی بلندی محرابوں کی ہے چھت پر جانے کا (۲۰) سیڑھیوں کا زمین ہے۔ چھت پر کی کنگورے کی منڈیر گر گئی ہے صحن مسجد جس طرح آگے بڑھ چکا تھا۔ مسجد کے گرد فصیل بنا کنگورے دار احاطہ تھا وہ بھی جابجا سے گر گیا ہے۔ دہائی طرف کے در کی چھت بٹھ گئی ہے۔ زمین ادھر بھی تھا۔ اندر باہر کا سارا پلاستر چھڑ کر خالی پتھر نکل آئے ہیں۔ مسجد کے اندر باہر کہیں بچتہ فرش نہیں رہا۔ مسجد بہت بُری حالت میں ہے علاوہ مویشیوں کے باندھے جانے کے لوگ بھی غلاطت پھیلانے میں کمی نہیں کرتے۔ خدا کی شان ہے کہ اب اس مسجد کی یہ حالت ہے۔!

**مقبور سلطان**  
**بہلول لودھی**  
 ۸۹۲ھ  
 ۸۸۰ھ  
 ۶۱۳ھ  
 جسم لوہے سے لگا کھنپے تن سے جپے لگے بے قرار چلی  
 چھوڑ کر ساتھ ایک عمر کا آج حیف اور جان نکل ر چلی  
 سکندر لودھی پسر بہلول لودھی نے یہ مقبرہ ۸۸۰ھ ۶۱۳ھ  
 میں بنوایا اور موضع بدھولی سے اپنے باپ کی نقشیں  
 لاکر یہاں دفن کی۔ یہ مقبرہ حضرت نصیر الدین روشن راج

دہلی کی درگاہ کے احاطے کی غزنی دیوار سے ملا ہوا ایک سنگ کے اندر ہے جو جو دھ بلیغ کے نام سے مشہور تھا۔ یہ مقبرہ ۱۴۴۴ء میں مرجع ہے جس کے تین طرف در ہیں جن کے بارہ ستون آٹھ فیٹ اونچے اور دو فیٹ مربع سنگ سرخ کے ہیں محرابوں کی پیشانی پر نقش و نگار اور سیل بوٹے بنے ہوئے ہیں جن کے اوپر ایک سنگین چھپا ہے چھت پر ایک سنگین اور محکم منڈیر ہے۔ چھت زمین سے ۸۰ بلندی گنبد کے اندر سنگ سرخ کے چوکوں کا فرش ہے۔ قبر کا شوقیہ نقش و نگار سے آراستہ ہے جس کا رنگ امتداد زمانہ سے بھورا ہو کر سیاہی مائل ہو گیا ہے۔ باہر نے اپنے وقائع میں لکھا ہے کہ مدد دہلی کے فتح

کرنے کے بعد وہ سلطان بہلول اور سکندر لودھی کے مقبروں اور باغوں میں گیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب جہان پٹیل میدان پر دہان باغ بھی تھے۔ اس مقبرے کے اوپر نہایت خوب صورت پانچ برجیان چونسٹھ کچی کی ہیں۔ جن میں بیچ کی برجی اردوں سے ادنیٰ ہوتی ہے۔ دہاری دارکمر کی وضع کا ہے۔ اب اس گنبد میں حضرت روشن چراغ دہلی کے خدام رہتے ہیں۔ اس مقبرے سے چند گز کے فاصلے پر ایک تیسرا مربع منبر سنگ سرخ کی جالیوں کا ہے اور عام خیال ہے کہ اس میں جو قبریں ہیں وہ درازے بادشاہان خاندان لودھی کی ہیں اٹا دے سے دلی آتے ہوئے بہلول لودھی نے رستے میں انتقال کیا۔ تالیخ خان جہان لودھی میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے موضع ملاوٹی میں انتقال کیا۔ مگر تالیخ داؤدی میں قصبہ جلالی (موضع علی گڑھ) میں وفات پانادرج ہے۔ بادشاہ کی نعش اس کا بیٹا نظام خان الملقب سکندر لودھی دلی لایا اور درگاہ روشن چراغ دہلی کے پاس اس مقام پر دفن کیا جہاں کہ اب ہے یہاں سے درگاہ روشن چراغ دہلی کی فصیل جو محمد شاہ بادشاہ نے ۱۷۰۹ء میں بنوائی تھی وہ اور اس کا ایک دروازہ نہایت خوشنمائی سے دکھلائی دیتا ہے۔

**گیارہ درہی** اب یہی مقام گیارہ درہی کے نام سے شہرت پا گیا ہے اس کا ایک دروازہ درگاہ کے صحن میں بھی نکلتا ہے۔ جو وہ باغ جس کا اوپر ذکر آیا ہے اس کا تو اب نشان بھی نہیں رہا۔ ایک عرصے سے اس مقبرے میں درگاہ کے لوگ مع اپنے اہل و عیال کے مستقلاً سکونت پذیر ہیں اور چوں کہ سلمان اور پردہ دار ہیں کہ اخذ جانا بھی مشکلات سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ عمارت نہایت شان دار اور چمکتی ہوئی ہے اور ساری لمبائی ہے۔ گنبد اور مقبرے کا طرز عمارت بارہ درہی کے مشابہ ہے۔ تین طرف تین تین درہیں۔ پشت پر یعنی بجانب مغربی صرف دو درہیں اسی سبب سے گیارہ درہی مشہور ہے۔ اور اس سے ملی ہوئی وہ مسجد ہے جس کا ذکر اوپر آیا۔

**مزار سرنالہ** یہ گنبد اور مزار درگاہ روشن چراغ دہلی کے نیچے آئے کے اوپر واقع ہے۔ ہر چند تحقیقات کی گئی کہ یہ کس کی قبر اور کب بنی ہو اور کس نے بنائی ہے کچھ معلوم نہ ہوا مگر یہاں بھی ایک فضا کا مقام ہے جس کے سر

لے آئندہ اضافہ میں موضع جہد دلی نواح سکیت میں مزار لکھنوی والہ اعظم با نقواب - ۱۲



نقشه یروشلم



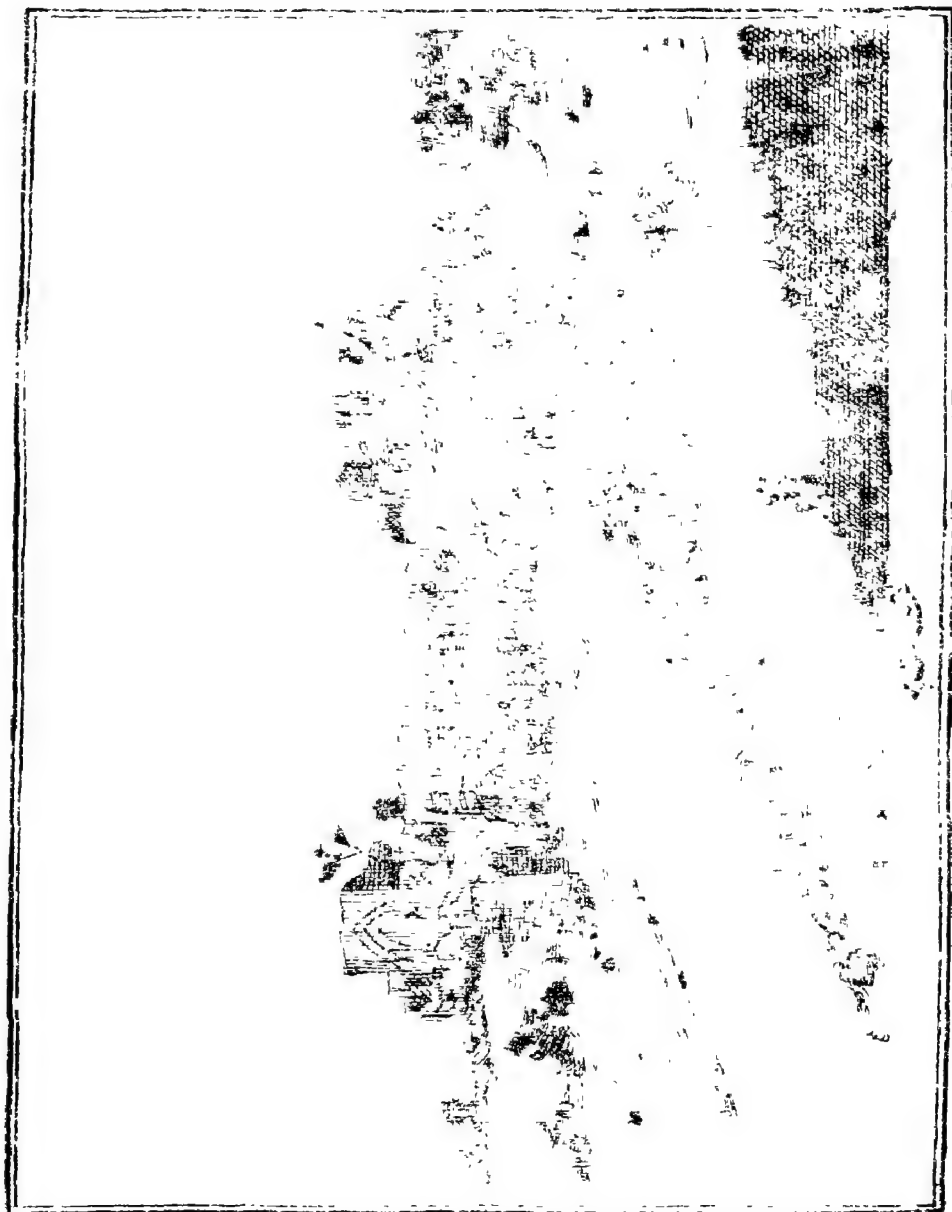




اد پر کی طرف اللہ اللہ اور اد پر ہی جد دل کے طور پر آیتہ الکرسی منقوش ہے۔ دوسری  
 اوندھی پڑی ہے اور بہت بھاری سیل ہے اٹھائے نہ اٹھ سکی مگر یہ وہ اسی کے جوڑ کی اور  
 اس پر بھی اسی قسم کا کتبہ معلوم دیا ہے۔ قبر کی جگہ اب گڑھا ہے۔ خوب دل کھول کر گہرا کھودو  
 ہے۔ قبر کے ساتھ فرش بھی کھود ڈالا ہے کیونکہ کاشعین پختہ تھا وہ بھی اکھڑ کچھڑ گیا۔ کمپوٹ  
 کا صدر دروازہ شرق رویہ ہے اس کمپوٹ میں متعدد قبور ہیں۔ اس گنبد کے دور دور  
 تک کھنڈر پھیلے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گنبد کے گرد اور عمارتیں تھیں جو  
 گر پڑ گئیں۔ یہ گنبد بھوتلا گنبد اس وجہ سے مشہور ہے کہ اس دیرانے میں بس یہی ایک  
 عمارت رہ گئی ہے۔ یہاں کا بھیا نک سما ایسا ہے کہ بھوتلا گنبد کہنا کچھ بیجا نہیں۔ لوگ کہتے  
 ہیں کہ یہ مقبرہ جلال الدین خلجی کا ہے۔ لیکن اس کی کوئی سند نہیں۔ خود جلال الدین خلجی کا  
 مزار بے مٹور تھا کائنات کے آج تک اس کا مقام متحقق نہیں ہوا۔ ایسے بڑے نامی  
 گرامی اور العزم بادشاہ کا مزار یوں معرض گناہی میں تو واسے بر حال ماو شاہ۔ اسی  
 گنبد کے پاس بجانب مغرب قلعہ سیری کا گھوٹس ہے جس کی شکستہ فیصلوں اور برجوں  
 کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے اور یہ سارے کا سارا خطہ تباہی اور ویرانی کا ایک وحشت خیز  
 منظر ہے۔ جہاں یہ گنبد وہاں سے شرق کی طرف کوئی ایک میل کے فصل سے  
 و مرد پور کی بستی ہے۔ اس گنبد کے شمال میں اور ایک شکستہ چار دیواری میں بھی پرانی پلانی قبریں  
 مرقاں کہ مانند بس از وے بجائے۔ محل و مسجد و چلو وہاں سرائے  
 ست پلہ موضع نظر کی کی سرحد میں ہے۔ درگاہ روشن چمن دہلی کے قریب  
 یہ محل محمد عادل تعلق شاہ نے بنایا۔ یہ درحقیقت ایک قسم کا

ست پلہ  
 ۱۲۶۳  
 ۱۲۶۴

سلہ آثار العنادید مطبوعہ ۱۲۶۳ میں تو ست پلہ کو محمد تعلق شاہ ہی کا بنایا ہوا لکھا ہے مگر ایڈیشن ۱۲۶۴ میں  
 اس کا بانی فیروز شاہ کو بتلایا ہے مغلان کہ انگریزی کتابوں میں بھی روایت اول ہی لی گئی ہے۔ اگر ست پلہ کا  
 فیروز شاہ کی تعمیر خیال کیا جائے تو اس کا قعر یوں ہو کہ فیروز شاہ کا بیٹا فتح خاں جو بہت عقل مند اور ہنر مند  
 لائق تھا ۱۲۶۴ میں مر گیا۔ بادشاہ کو اس کے مرنے سے اتنا غم ہوا کہ اپنے جینے کو مرنے سے جتنے جانتا  
 بادشاہی کو گدائی سے کمتر سمجھتا کسی کام میں محسوس نہ تھا اور سلطنت کے انتظام میں خلل پڑتا۔ اس پر  
 بہت سمجھایا مگر اس غم کے بھلائے کو یہ بند بنایا بہت اچھا وسیع محل کشا محفل دیکھ کر کئی کوس کے فاصلہ  
 پر دیواریں کھینچیں اور اس میں محل طبع کے درخت لگا کر شکار گاہ بنائی۔ ان میں کی (تیسوٹ) ہر طرف آئینہ



ندہ جس سے دور دور کے پانی کو روک کر نالے کے بیچ میں یہ پل سات در کا نہایت پختہ  
 در مضبوط تھا ادنچا باندھ دیا ہوا اور اسی وجہ سے سرت پلہ مشہور ہے۔ درمیانی تین در گیارہ  
 گیارہ فیٹ اور باقی نو فیٹ عرض ہیں۔ پل کی لمبائی ۲۵۵ فٹ ہوگی۔ پل کے اد پر بھی مکان  
 روازے ملائیں جو چوڑے ہیں تو پل کی پوری لمبائی ۲۵۵ فٹ ہوگی۔ پل کے اد پر بھی مکان  
 بنے ہوئے ہیں اور دروازے بہت خوش نمائند ہیں۔ ان برج دار دروازوں کی  
 منع اٹھنے کے عہد کی سی ہے جو مٹنے لے اور میں فیٹ سے کچھ فراہی زیادہ ادینچے ہیں۔ ان  
 بچوں میں ایک ایک ہشت پہلو کمرہ ہوا اور ان کمروں کے بیچ میں ایک ایک طاق  
 بھی بنا ہوا ہے۔ مشرقی محراب جس کے بیچ میں ایک دروازہ سات فیٹ چوڑی  
 دس چوڑور دوازہ سولہ فیٹ چوڑا ہے۔ اور اس میں بھی طاق بنے ہوئے ہیں۔ پل کے  
 دونوں دروازوں کے سامنے ایک ایک چوڑا ۱۲ فٹ مربع پل کی سطح کے برابر ہے  
 مگر سطح زمین سے ۴ فٹ ادنچا ہوا دو دروازے ایک ایک محراب بھی ہے جو چودہ فیٹ ادینچا اور  
 نیاہ فیٹ چوڑی ہے۔ پل کے دونوں طرف سطح زمین کے برابر دونوں طرف کھلی محرابیں  
 ہیں۔ جن میں اد پر چڑھنے کا زینہ ہے۔ بعض بعض جگہ سے دیوار گر پڑی تھی تو سرکار کی طرف  
 سے کچا بند باندھ دیا گیا تھا اور دروں کو بند کر کے پانی روک دیا۔ تمام کھیتیاں اسی  
 پانی سے سیراب ہوتی ہیں اور زمینداروں کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اس مقام پر حضرت  
 روشن چرخ دہلی کے خادموں نے اپنی کمائی کا عجیب ڈھنگ نکالا ہے۔ کہتے ہیں  
 کہ جس جگہ اس بند کے وہ ہیں اس مقام پر ایک دفعہ حضرت روشن چرخ دہلی  
 تشریف لائے تھے اور عصر کی نماز کا وقت تنگ ہوتا اور پانی نہیں ملتا تھا۔ آپ  
 نے اس مقام پر زمین کو گرہ لیا فوراً پانی نکل آیا جس سے آپ نے وضو کیا اور  
 یہ دعا دی کہ جو کوئی اس پانی سے نہائے گا وہ تمام بیماریوں سے شفا پائے گا اور  
 اس بات کو کرامات سمجھا کر ان دروں کے آگے ایک چھوٹی سی کوتیاں کہ جس کا  
 پانی شرفا بھی پاک نہیں کھو درکھی ہے اور بے نذر بھینٹ لینے اس کا پانی کسی کو نہیں  
 (مذکورہ صفحہ گزشتہ) ایک دیوار یہ ہے۔ اس دیوار کے بیچ ایک بہت بڑا نالہ ہے کہ قطب صاحب  
 کی امرتجوں اور تمام نالوں کا پانی مل کر اس نالے میں بہتا ہے۔ اس واسطے اس دیوار کے بیچ میں  
 نالے کے بننے کو پل کے طور پر در بنائے ہیں۔ ۱۲۔

دیتے۔ یہ بات اذل تو کسی روایت سے ثابت نہیں اور اگر ایسا ہوا بھی ہو تو شکم  
نالے میں ذرا سا کھودنے سے بالعموم پانی نکلیں آتا ہے۔ غرض مسلمانوں نے بھی اس  
جگہ کو ایک تیرتھ مقرر کیا ہے اور بیماروں کو اُس پانی سے نہلاتے ہیں۔ کاتک داکتوبر  
کے مہینے اور دیوالی کے قریب اتوار منگل کے دن اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ جس کا کچھ  
بیان نہیں۔ عورتیں بچوں کو لے لے کر آتیں اور ہس پانی سے نہلاتی ہیں اور چھوٹی چھوٹی  
ٹھلیوں میں پانی بھر اور ستر کے پتے رکھ تبرک لے جاتی ہیں۔ اور لوگ یہ اعتقاد  
رکھتے ہیں کہ یہاں کے پانی سے آسیب جن۔ جادو اور بھوت پریت سے محفوظ  
رہتے ہیں۔ ان دنوں میں خادموں کی ہن آتی ہے مچھ ٹکے سے کم پانی کی ٹھلیاں نہیں دیتے  
اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو شرک و کفر سے بچائے اور اعتقاد فاسد سے نجات  
دے جس کسی نے اللہ کے سوا دوسرے کو پوجا اُس نے اپنے ہاتھ سے اپنے  
دین کو کھوایا۔

## کھڑکی کی مسجد

ست چلے کے پاس قدیم زمانے میں ایک گاؤں ہے  
جو کھڑکی کہلاتا ہے اس مقام پر خان جہاں فیروز شاہی۔  
جب کہ یہ پل بنوایا تھا یہ مسجد میں ایک مسجد بنوائی تھی  
جو ایک عظیم الشان قابل دید عمارت ہے اور ایک مقام رفیع پر سیاہ رنگ کے پتھر سے بنی ہوئی  
جو جس پر گج کا پلاستر جو اب استداد زمانے سے بالکل کالا پڑ گیا ہے اس تبدیل ہیئت کئی  
لے مسجد کی ظاہری حالت میں اور عظمت اور وقار پیدا کر دیا ہے یہ عمارت چوکھونٹی اور  
چاروں طرف مربع کے ضلعوں کے پیچ میں ایک ایک مربع بطور تاج کے نکلا ہے  
سہ منزلہ گاؤں اور ایک ایک برج چاروں تاج کے مربوہوں پر ہے جو پچاس پچاس فیٹ  
بلند ہے اور مسجد میں نو جگہ سٹیل ہوئے نو نو برج بنائے ہیں اور ہر برج کے تلے چار  
چار ستون ہیں اور اس کے سوا اور بھی بہت سے ستون جا بجا لگے ہوئے ہیں۔ پہلی منزل  
سب سے نیچی ہے اور دوسری منزل کی چھت مسجد کے فرش کے متوازی ہے اور تیسری منزل  
اس چھت کے اوپر دار ہے مسجد کے تین جڑے جڑے عالی شان دروازے شمال جنوب و شرق  
میں پٹھانوں کی عمارت کے طرز کے بنے ہوئے ہیں جو مسجد کی دیوار سے ۲۳ کے  
فاصلے پر ٹو فٹ اوپر ہیں شمالی دروازے میں چوٹی کو اٹک لگے ہوئے ہیں۔ ہر دروازے



پر ایک لاناؤ کا گنبد جس کی چھت پر بھاری منڈیر ہو اور ہیر دنی کو نوں پر آٹھ فٹ  
 اونچی مناریں ہیں۔ مسجد کی مشرقی مغربی اور جنوبی دیواروں میں کھڑکیاں ہیں جن میں سنگ  
 سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ دروازے کے دونوں طرف اس قسم کی چھ کھڑکیاں  
 ہیں اور اسی قسم کی کھڑکیاں دروازے کے داہنی اور بائیں طرف کی دیواروں میں بھی  
 ہیں۔ مغربی دیوار کے وسط میں مسجد کی بڑی محراب ہو یہ جگہ شمال سے جنوب کو (۲۰)  
 فٹ اور مشرق سے مغرب کو (۱۹) فٹ ہو اور اس دیوار میں کوئی کھڑکی نہیں ہو۔ یہ مسجد  
 دو منزلہ ہے۔ حصہ اول (۱۵) فٹ بلند ہے جس میں پست اور گہرے حجرے ہیں اور دوسری  
 منزل (۲۲) فٹ بلند ہے جس میں (۸۹) چھوٹے چھوٹے گنبد سادی وضع کے نہایت  
 مستحکم بنے ہوئے ہیں۔ پہلی منزل کی دیوار کا آثار دیکھ کر اور بالائی منزل کی دیوار  
 کا آثار دیکھ کر اس طرح جوں جوں بندی ہوتی جاتی رہی آثار کم ہوتا جاتا رہی۔ چنانچہ اوپر پہنچ  
 کر دوسری فٹ کا آثار رہ گیا ہے۔ یہ تمام عمارت سوائے شمال و مشرقی رخ کے اب تک  
 اچھی حالت میں ہے اس کو لانے کی چھت گر گئی ہو۔ یہ نقصان مسجد کی عمارت کے نقص  
 کی وجہ سے نہیں پہنچا بلکہ (۱۳۲) برس ہونے آئے کہ مسجد کے اس حصے میں گائوں  
 والوں نے چارہ بھر رکھا تھا جسے کسی نے آگ لگا دی جس کی وجہ سے یہ حصہ  
 منہدم ہو گیا جبکہ دیسا ہی پڑا ہے۔ یہ عمارت مال مسالے کے اعتبار سے بالکل  
 کافی مسجد کی وضع قطع کی ہے اور اس کا طرز بھی مصری ہی ہے۔ کالی مسجد برج ملاکر (۲۴)  
 لمبی ہے اور یہ مسجد برجوں سمیت طول میں (۳۱) ہے۔ کالی مسجد کی شکل قائم الزوایا متوازی  
 الاضلاع ہے اور یہ مربع کالی مسجد میں وسط عمارت میں ایک دالان ہے اور اس میں چار  
 دالان ہیں۔ اس مسجد میں داخل ہوتے ہی ایک بہت بڑا وسیع ہال نظر آتا ہے جس کی بہت  
 بڑی بھاری چھت علاوہ دیواروں ستونوں کے دوسرے ستونوں کی چودہ قطاروں  
 کی ہوئی ہو تمام مسجد میں سینکڑوں ستون ہیں کہ گنتی میں نہیں آسکتے مسجد کے چار چار چوک تیس  
 تیس فٹ مربع ہیں۔ مسجد کی پہلی منزل میں (۱۰۴) محراب دار حجرے ہیں جو نو فٹ  
 مربع ہیں علاوہ اس نیچے بھی حجرے ہیں جو کل ملا کر تعداد میں (۱۱۲) ہیں جن میں سے اکثر  
 کوڑے کرکٹ سے بھرے ہوئے ہیں اور بعض میں مٹی اٹ گئی ہے۔ قریب (۱۳۲)  
 برج کے گزرے ہوں گے کہ محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں جو انقلاب غلام ہوا اس

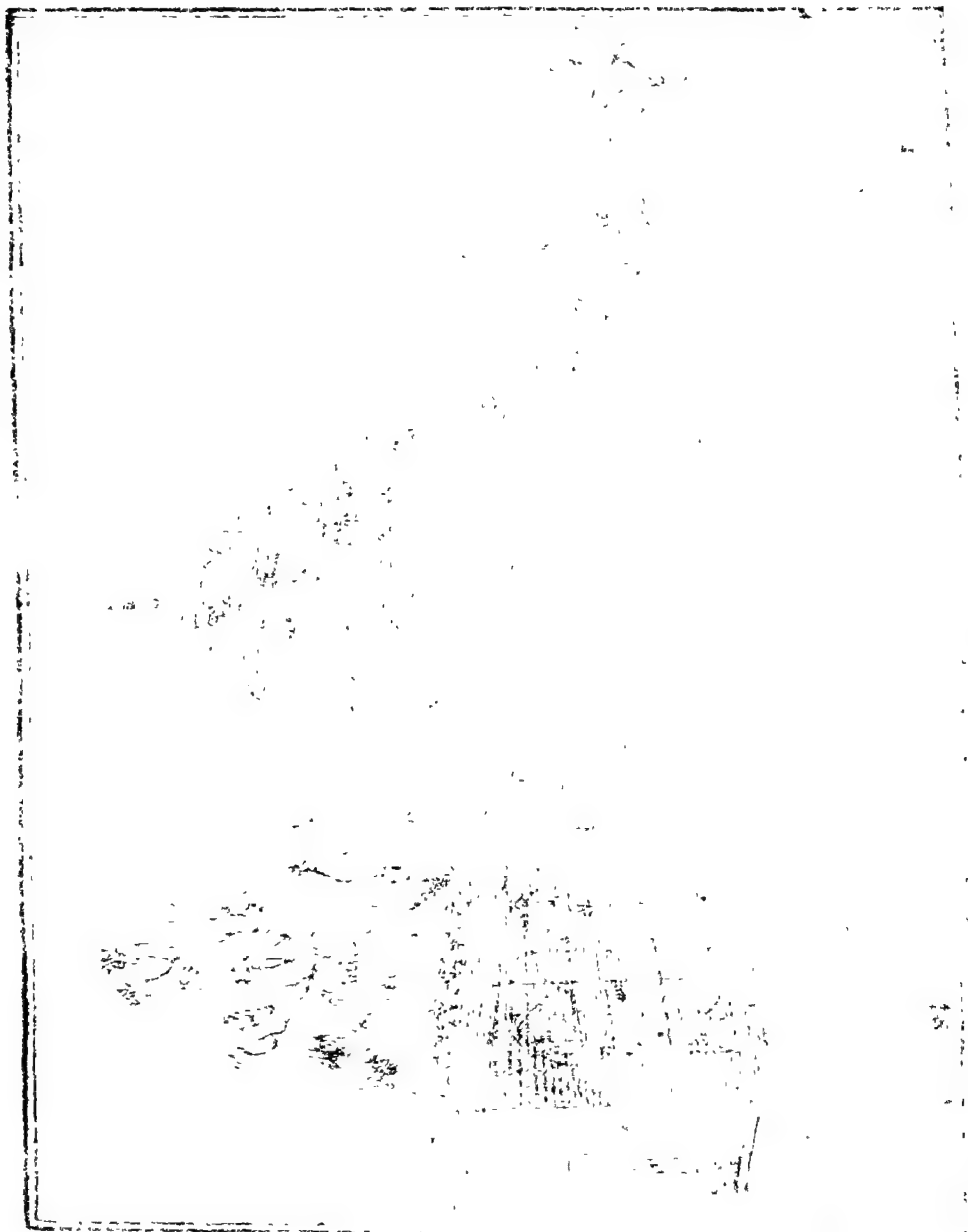
وقت موضع کھڑکی کے گوجروں نے اسی مسجد میں پناہ لی تھی اور پھر بد توں اسی میں ا  
رہے سے اور اپنی بود و باش کے لیے جا بجا در بند کر کے اپنے گھر بنا لیے تھو لا  
ہوا کہ حکام مقامی نے اسے خالی کر دیا۔ بہتر برس پہلے مٹرائے گئے۔ رابرٹن نے  
اس مسجد کو دیکھا تھا تو لکھا تھا کہ اس مسجد میں اٹھارہ گھرائے بستے ہیں جن میں بیالیس مرد  
اور بیالیس عورتیں تیس لڑکے اور بیس لڑکیاں جملہ (۱۳۴) نفوس کے علاوہ (۱۳۶)  
بوشی بھی ٹھہے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں میں سے صرف (۳۸) سلمان تھے باقی سب  
ہندو تھے، افسوس کہ ہونے کو تو یہ اتنی بڑی مسجد مگر کتبہ کوئی بھی نہیں جس سے  
اس کی بنا کی صحیح تاریخ معلوم ہو سکے۔

## درگاہ شیخ یوسف قتال

۹۰۳ھ  
۹۰۴ھ

یہ درگاہ حضرت شیخ یوسف قتال کی کھڑکی کی  
مسجد کے پاس ہے جو مرید میں قاضی جلال الدین  
لاہوری کے ۹۰۳ھ میں سلطان سکندر شاہ ابن  
سلطان بہلول لودھی کے عہد میں بنی ہوئی اور حضرت شیخ علاء الدین شیخ فرید شکر گنج کے  
انوار سے بنی ہوئی ہے۔ برج اور گرد کی جالیاں سنگ سرخ کی ہیں اور گنبد چولنے کا  
ہے اور حاشیہ گنبد پر چینی کا کام بنا ہوا ہے اور ایک طرف کو چولنے پتھر کی مسجد ہے جس  
زمانے میں کہ یہ گنبد اور مسجد بنی ہوگی بکری اور لطافت سے خالی نہ ہوگی لیکن اب پرانی  
ہوگئی ہے اور کوئی مرمت کرنے والا نہیں ہے۔ گنبد تو بہر حال اچھا ہے مگر مسجد بہت خراب  
نستہ ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ کھڑکی کے رہنے والے زمیندار اس درگاہ کو بہت  
مانتے ہیں اور وہ ایسے ادلیا صاحب کی درگاہ کہتے ہیں۔ درگاہ پر یہ کتبہ بخط  
عربی ہے۔ بنای این عمارت گنبد و عہد سلطان الاعظم ابوالمظفر  
سکندر شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ و سلطانہ بلکنہ گنبد علاء الدین  
نور تاج بنسہ شیخ قطب العالیہ شیخ فرید شکر گنج ماہ صفر سنہ ثلث تسعمائے  
حضرت یوسف قتال کا وصال ۹۰۳ھ میں ہوا ہے اور درگاہ بنی ہوئی ۹۰۳ھ میں۔ اس سے  
معلوم ہوا کہ آپ کے حین حیات درگاہ بن گئی تھی۔

لال گنبد یعنی مقبرہ کبیر الدین اولیا یہ عمارت سر تا پای سنگ سرخ کی ہے جس  
میں جا بجا سنگ مرمر بھی بطور آرائش







کے لگا یا گیا ہے۔ اس کی دیواریں بھی تعلق شاہ کے مقبرے کی طرح گاؤم ہیں۔ یہ گنبد حضرت شیخ یوسف قتال کی درگاہ کے پاس شمال مغرب کی طرف ہے۔ آپ شیخ مغرب کے صاحب زادے اور اپنے والد ماجد کی طرح بڑے صاحب کرامت تھے۔ یہ مقبرہ عموماً لال گنبد کے نام سے مشہور ہے۔ اسی کے پاس چند متفرق کھمبے ہوئے پتھر کے ستونوں کو یکجا کر کے کھڑا کر دیا ہے جن کے اوپر ایک پتھر ڈھنک دیا ہے یہاں ایک تخت الارض چھوٹی سی کوٹھری تین فیٹ چوڑی ہے جواب کوڑے کرکٹ سے ات گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ دن کو آپ اسی مختصر حجرے میں اور رات کو اوپر رہتے تھے یہیں ایک پرانا کنواں بھی ہے جس پر سنہ ۱۰۰۰ء کندہ ہے۔ اس گنبد کے شمال اور مشرق میں سیری کی فصیلوں کے ٹھنڈے اور درخت ہیں جو آڑ ہو جانے سے صاف نظر نہیں آتے موضع شاہ پور جبٹ ہیں۔ روشن چراغ دہلی کے اعلا کے باہر جہاں پناہ کی فصیل کا سلسلہ جایا سے گزرتا ہے تک موجود ہے۔ عوام میں یہ گنبد بنجارے کے گنبد کے نام سے مشہور ہے لوگ کہتے ہیں کہ کسی بنجارے نے اپنی خوش اعتقادی سے بنوادیاتھا۔ اس گنبد کا پختہ چوبترا ۵۰۰ مربع اور ۴۰۰ پبلند ہے۔ اصل مقبرہ ۵۰۰ مربع ہے جس کا قطر اندر سے ۴۰۰ ہے۔ اور سنگ خارا کی سلوں کا فرش ہے۔ دروازہ داخلی مشرق رو ہے دو طرف جالیاں ہیں۔ مغرب میں بند۔ اندر چار چار کی دو قطاروں میں آٹھ قبریں چوڑی کی بہت بڑی بڑی بنی ہوئی ہیں۔ سوائے ایک قبر کے اس پر قتل ہوا شدہ کندہ ہے۔ اندکی پر کوئی کتبہ نہیں ہے گنبد پر کسی قسم کا کتبہ ہے اس گنبد کے متعلق ایک روایت مشہور ہے کہ کھس اور کھٹورا چرائے کو چور آئے تھے چنانچہ انہوں نے اوپر چڑھنے کو چور کاہیں گاڑی تھیں ان میں کی ایک دواب بھی باقی ہے جب چور اوپر چڑھ گئے تو اندر سے ہو کر گرے چنانچہ ان کے خون کے دھبے مشرق کی جانب جھڑکاب گڑن ہوئی ہے اب بھی توڑوں اور دیوار میں غور کرنے سے معلوم دیتے ہیں۔ واسطہ علم اصل معاملہ کیا تھا۔

**معروف کا مقبرہ** لال گنبد کے پاس ہی بجانب مشرق یہ بہت پرانا گنبد ۴۵ مربع ہے۔ اندر ایلے بھر کے چاروں طرف کے درجن

رہے ہیں لہذا ہم کسی مزید کیفیت کے لکھنے سے مجبور ہیں بعض لوگ اسے عبدالصمد کا مقبرہ

جتلاتے ہیں۔ غرض جتنے نہ اتنی باتیں۔ صحیح حال کچھ کہلتا نہیں۔ بہر حال کسی صاحب کا بھی ہو جو صاحب اس میں آسودہ ہیں تھے وہ حضرت کبیر الدین اولیا ہی کے ساتھیوں میں کے۔ اسی جگہ دو احاطے مگرے ہوئے ہیں۔ یہ احاطے بہت مضبوط اور مستحکم فصیل نما بنے ہوئے ہیں۔ وضع قطع مسجد کی ہر اندر جا کر دیکھو تو مسجد کی طرح کی ایک دیوار کھینچ کر ایک بلند چوڑا بنا کر اس پر صرف قبریں بنادی ہیں۔

## دو محاطہ داریں

۱۔ اس احاطے کا ایک چھوٹا سا معمولی دروازہ مغرب رو ہے۔ یہ احاطہ ۳۳ مربع اور اچھی حالت پر قائم ہے۔ مغرب کی طرف مسجد نما ایک دیوار کھینچ کر اس میں تین دیواروں پر برج ہیں بنادی ہیں جس کے سامنے ۴۴ مربع اور چار فیت بلند چوڑے پتھر بنی قبریں بنی ہوئی ہیں۔ چھت پہلے ہی سے نہ تھی۔ ایسا ہی ایک اور چوڑا ۳۳ مربع فٹ اونچا ہے۔ چوڑی پر نو پختہ قبریں بنی ہوئی ہیں جن میں سے صرف دو اچھی حالت میں ہیں باقی ٹوٹی بھوٹی ہیں۔ اس احاطے کی دیوار پر کنگور انہیں ہر سادی ہے۔

۲۔ یہ احاطہ پہلے احاطے سے بہت بڑا ہے اور احاطہ کی دیوار بھی کنگور سے دار ہے جس کے چاروں کونوں پر برج تھے۔ تین طرف کی دیواریں اور برج گر گئے صرف مغرب کی طرف کی دیوار اور ایک برج باقی ہے۔ گواہ اس میں زراعت ہوتی ہے تب ہم قدیم احاطے کا نشان باقی ہے ۳۳ مربع تھا اس احاطے میں اسی طرح کا جیلا کہ ہے اور لکھ آئے ہیں ایک پختہ چوڑا ۳۳ مربع اور سات فیت اونچا ہے جس پر دو شکرے اور ایک سالم قبر ہے۔

یہ دونوں مجھے اس زمانے کے امراء کی ٹڈاڑیں معلوم دیتی ہیں۔ اب بھی بڑے بڑے لوگ اپنی ٹڈاڑوں کی جگہ محصور کر لیتے ہیں جیسے کہ درگاہ حضرت خواجہ بانی بالستادہ حضرت سید حسن رسولی غامی میں موجود ہیں۔

موضع شیخ سرا کے کی حدود میں یہ ایک بہت چھانی

## دو برجی مسجد

ہر جو کا لوسراے اور بیگم پور کی مسجد کی وضع قطع کی ہے۔ جو ۱۸۹۰ء میں فیروز شاہ کے عہد میں بنائی گئی تھی۔ تو فیروز شاہ اس کا ہی یہ مسجد ہی زبانی کہ عظیم ہوگی۔ یہ مسجد دہرے والاٹوں کی تھی۔ ہر والاٹ پر پانچ پانچ گنبد

اسی وجہ سے وہ برجی کہلاتی ہے۔ پچھلا دالان مع برجوں کے گر گیا صرف اگلا دالان اور پانچ برج کھڑے ہیں۔ مسجد کی بغلی میں ایک ایک حجرہ بھی واسنے بائیں تھا وہ بھی گر گئے مگر نشان باقی ہیں۔ مسجد کا طول و عرض ۱۰۰۰۰۰ ہے۔ اب اس مسجد کی زہ تک نزاعت ہوئی ہے۔ اطراف کے کھنڈ شہادت دیتے ہیں کہ مسجد کے گرد بستی اور مکانات تھے در نہ جنگل میں مسجد کا کیا کام ہے۔

## درگاہ حضرت شیخ صلاح الدین

۱۰۳۰ھ  
۱۱۳۰ھ

دنیا ہم نے سرائے فانی دیکھی  
ہر چیز یہاں کی آتی جانی دیکھی

حضرت روضہ چرائع دہلی کے پاس آپ

کی درگاہ ہے۔ آپ شیخ صدر الدین کے خلیفہ ہیں آپ کا انتقال دہلی میں ہوا اور موضع کھنڈ سے ایک میل کے اندر ہی اندر آپ کا مقبرہ ہے جو ۱۰۳۰ھ میں بنا۔ آپ بڑے مقدس اور ذی علم بزرگ تھے۔ آپ کے نقوے اور دروغ کی شہرت دور دور تھی۔ آپ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے ہم عصر تھے۔ اور یہ دونوں بزرگ پاس پاس ہی رہا کرتے تھے۔ آپ محمد شاہ تغلق کے عہد میں تھے۔ آپ کا فیض عام تھا اور خلائق کو پسند و نصائح ہی آپ کا کام تھا۔ اگرچہ آپ بادشاہ کو بعض اوقات سختی سے جواب دیتے تھے مگر پھر بھی بادشاہ آپ کے ارشادات کو بڑی کشادہ پیشانی سے سنتا تھا۔ یہ مقبرہ کھنڈ روں کے بیچ میں کھڑا ہے یعنی اضراف کی عمارتیں سب گر پڑ گئیں بس ایک یہ مقبرہ رہ گیا ہے۔ گنبد منہ مربع چبوترے پر واقع ہے اور چبوترے کی کرسی چار فیٹ اونچی ہے۔ گنبد ۴۰ مربع اور ۲۰ بلند پتھر چولنے کا بنا ہوا ہے جس کے سارے روکار پر سنگ سرخ لگا ہوا ہے۔ گنبد کے بارہ در دس دس فیٹ بلند ہیں جن میں سنگ مرمر کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ مشرق کی جانب بیچوں بیچ میں دروازہ ہے۔ قبر سنگ مرمر کی آٹھ فیٹ لمبی چار فیٹ چوڑی اور فٹ بھر اونچی ہے جس کے گرد ایک فٹ اونچا سنگ سرخ کا کٹہرا ہے۔ گنبد کی چھت میں ایک کٹا پالا لٹک رہا ہے۔ یہ گنبد خاندان تغلق کے زمانے کے گنبدوں کی طرح کا ہے جو عین فیٹ اپنے اسطوانے پر ہے جن پر چار فیٹ اونچا تاج کا طبع کیا ہوا گلس ہے۔ گنبد کے ساتھ ایک مسجد بھی تھی جو اب بالکل کھنڈ ہو گئی ہے۔ مسجد کے علاوہ ایک محل خاندان

عمارتیں بھی تھیں جو سب کی سب گر گئیں۔ اس گنبد اور دو برجوں میں حضرت فرید شکر گنج اور شیخ صلاح الدین کے خاندان کے لوگوں کی قبریں ہیں۔ سرسید مرحوم اس درگاہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "حضرت صلاح الدین بڑے فقیروں میں سے تھے اور روشن چراغ دہلی کے پاس آپ کی درگاہ ہر کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ درگاہ کب بنی اور کس نے بنائی دیکوں کہ کوئی کتبہ نہیں ہے مگر اس کی عمارت کی طرح اور ساخت فیروز شاہ کے عہد کی عمارت سے بہت ملتی ہے اور بے تامل کہا جاسکتا ہے کہ یہ فیروز شاہ کے وقت کی عمارت ہے۔ حضرت شیخ صلاح الدین کے مزار پر ایک گنبد ہے اور اس کے چاروں طرف جالیاں لگی ہوئی ہیں اور اس کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور اس مسجد کے پاس ایک اور بڑی مسجد گنبد دار ہے کہ وہ اکثر جگہ سے گر پڑی ہے۔ اور پیش طاق بھی ٹوٹ گیا ہے مگر بعض حصہ در باقی ہیں اور حضرت شیخ صلاح الدین کے گنبد کے قریب شرق کی طرف ایک برج اور اس میں بھی ایک قبر ہے مگر نہیں معلوم کہ وہ کس کی قبر ہے اور اسی کے پاس ایک مختصر والا بنایا ہوا ہے کہ اس کو مجلس خانہ کہنا چاہیے۔ اس درگاہ پر کوئی میلہ یا عرس نہیں ہوتا۔" ۲۸ صفر کو آپ کا عرس ہوا کرتا تھا وہ بھی ایک عرس سے موقوف ہے۔

**میں نے کیا دیکھا** اب تو جنگل میں کھیتوں کے بیج میں آپ کی درگاہ کی اطراف میں کھیت ہی کھیت اور گہری پڑی عمارتوں کے مہیب ڈھیریں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ یہ میدان عرف میں شیخ کا جنگل کہلاتا ہے۔ درگاہ کے گرد ایک وسیع پختہ احاطہ تھا جو جا بجا سے گر گیا۔ درگاہ کا کوئی چوترا ستم مربع اور لمبا اونچا ہوگا۔ اب دراصل کوئی چوترا باقی نہیں ہے۔ گنبد کا چوترا ہے جو ستم مربع اور دو نیٹ اونچا ہے۔ درگاہ کے سامنے زیادہ تر قبریں ہیں وہ بہت پرانے طرز کی سنگ خارا کے لیے اور بھترے تقویدوں کی ہیں جو بالکل سادہ طور پر چورس کرپے گئے ہیں ان میں کوئی نزاکت یا صنعت نہیں ہے۔ درگاہ سے جنوب کی طرف دو پختہ برج ہیں ان میں بھی قبریں ہیں۔ ایک بڑی سنگین مسجد کا بھی باقی ماندہ حصہ کچھ در اور گنبد باقی ہیں اور حد تک کھنڈر ہی کھنڈر چلے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ درگاہ کے اطراف دور دور تک عمارتوں کا سلسلہ تھا۔ مسجد ستم دس ستم ہے۔ مسجد کے تین گنبد باقی ہیں

اد پر چڑھنے کا زینہ بھی تھا جواب بہت مخدوش حالت میں ہر مسجد کے تین درہیں یہ مسجد  
دالان در دالان تھی آگے کا دالان مع گنبدوں کے گر گیا پچھلا حصہ جوں کا توں کھڑا  
ہر مسجد کے متصل ایک عمارت تھی اس کا طرز پکار رہا ہے کہ وہ مدرسہ رہا ہو گا جس میں  
تین تین دروں کے دہرے دالان تھے چھت گنبد دار لداؤ کی تھی جس میں صرف ایک  
در گرا ہوا اور پانچ در باقی ہیں۔ باقی الترانہ خیر صلاح۔

**درگاہ حضرت شیخ علاؤ الدین**  
۹۱۳ھ

شیخ سراے کی بستی سے باکل لگی  
سوئی آپ کی درگاہ جس کا ایک بہت بڑا  
وسیع اور پختہ فصیل تھا احاطہ ہے جس میں

متعدد قبریں ہیں اس احاطہ کے اندر آپ کی درگاہ کا نہایت عالی شان اور خوش نما  
گنبد ہے اور علاوہ درگاہ کے اور کئی عمارتیں بھی اسی احاطہ کے اندر ہیں۔ آپ کا گنبد ۲۸  
مرتب ہے۔ گنبد کا داخلی دروازہ مغرب رو ہے۔ اندر دو دو قبروں کی تین قطاریں ہیں قبریں  
چوٹے بچی کی ہیں اور گرد بارہ جالیاں لگی ہوئی ہیں جس قبر پر سیت کٹہرا چوٹے بچی کا ہے وہ  
آپ کا مزار ہے باقی پانچ قبریں آپ کے اعزاء و اقربا کی ہوں گی حدر وادہ پر بسم التمر  
اور نکتہ طیبہ کا طغری ہے۔ گنبد کی چھت پر سب سے اوپر آیت الکرسی ہے یہ پہلا مینار ہے  
دوسرے ٹیکے میں بسم التمر کے بعد هو الله الذي لا اله الا هو شهادة تامة  
سورہ حشر رکوع ۲۷ پارہ ۲۸۔ اور اسمائے حسنی ہیں۔ تیسرے ٹیکے میں حضرت  
رسول اللہ صلعم کے اسمائے مبارک ہیں اور سر ہر جالی کے دو طرف نہایت نفیس ٹنبرے  
ہیں۔ صدر و دروازے کی پیشانی پر یہ کتبہ بخط نسخ ہے۔

بنائیں عمارت گنبد در محمد سلطان الاعظم ابو المظفر سکندر شاہ سلطان  
خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ بانی گنبد شیخ علاؤ الدین نور تاج  
شیخ ہند قطب العالم شیخ فرید شکر گنج مکہ عمر سنۃ ثلث عشر و تسعمائة  
آپ حضرت شیخ فرید شکر گنج کے نواسے تھے۔ علاؤ الدین ابو دھنی کے نام سے  
شہور ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ نور الدین ابو دھنی۔ تاریخ ولادت ۷۸۵ھ  
وفات ۸۴۵ھ۔ صحن میں معمولی سنگ خارا کے چوکوں کا فرش ہے۔ صدر و دروازے  
کی جالی کے ایک طرف یا علیا منظر الحجاب و انغرایب اور دوسری طرف تجدد عونا لک





## بارہ کھمبا

ایک نہایت خوش نما سنگ سرخ کا بشت پہل بارہ دروازے کا گنبد ہے جو چار مربع ہے۔ اطراف وسیع اور پختہ احاطہ ہے۔ اندر ایک قبر بھی ہے بارہ کھمبا کہلاتا ہے شیخ سرائے کے ایک مہتمم شخص نے اسے شیخ فرخ کا گنبد بتلایا جو شیخ علاؤ الدین و شیخ صلاح الدین کے خاندان کے کوئی بزرگ تھے زیادہ حال کچھ معلوم نہیں۔ اس گنبد کے اطراف کھیت ہی کھیت ہیں۔ جو لوگ کھیتوں میں تھے وہ شیخ متھے والا پیر کا گنبد کہتے ہیں۔ اصل میں کسی بزرگ کا مدفن ہی پر وہ خفایں ہے۔ کوئی کتبہ نہ گنبد پر نہ قبر پر پھرتا ہے چلے تو کیسے ہے۔

## اکیس دری۔ کالا گنبد اور حمام

۱۱ بارہ دری کی عالی شان اور بہت پختہ لداؤ کی عمارت پٹھانوں کے زمانے کی معلوم دیتی ہے جس کا طول و عرض ۶۰ × ۴۰ فٹ ہے اندر تو گنبد ہی گنبد ہیں مگر اوپر چھت سپاٹ ہے۔ ستون سنگ رخام کے ہیں۔ فرش اب باقی نہیں رہا کچھ زمین ہے۔ یہ عمارت تہرے دلاؤں کی ہے۔ سات درمیان میں ہیں اور تین چوڑائی میں اس طرح ۷ × ۳ = ۲۱ دری کی عمارت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اکیس دری مشہور ہے۔

۱۲ اسی کے پاس ایک پختہ وسیع اور فصیل نمائندہ احاطے کے اندر ایک مرتفع گنبد ہے جو ۶۴ مربع ہے گنبد کے چار دروازے چار طرف ہیں۔ کسی جاٹ کے قبضے میں ہے اس نے اندر ٹھہرے بھر کر چاروں درجے دیئے ہیں۔ جب اندر کسی کا دخل نہ ہو تو حال کیا معلوم ہو کہ کوئی قبر بھی ہے یا نہیں۔ کالا گنبد اس وجہ سے مشہور ہے کہ امتداد زمانے سے دہلی کی کالی مسجد کی طرح باہر سے کالای کا لانا نظر آتا ہے۔

۱۳ اس گنبد کے پاس ہی ایک چرائی لداؤی عمارت ہے جو حمام کے نام سے مشہور ہے یہ عمارت سہ گئی اور نو گنبدوں کی ۷۴ مربع ہے۔ عمارت کہیں سے گری پڑی نہیں جوں کی توں کھڑی ہے۔ فرش خام ہے۔ اندر جانور باندھ باندھ کر ایسا غلیظ کر دیا ہے کہ پاؤں دھونا بھی مشکل ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس موقع پر حمام کیسا؟ قیاس چاہتا ہے کہ اس کے گرد جو آب کھیت دکھلائی دیتے ہیں۔ ان میں کوئی محل رہا ہو گا۔ جس کے متعلق یہ حمام تھا اور بارہ دری بھی اسی محل کا ایک جزو ہوگی۔



## لنگر خاں کا مقبرہ

۹۹۳ھ  
۱۶۰۴ء

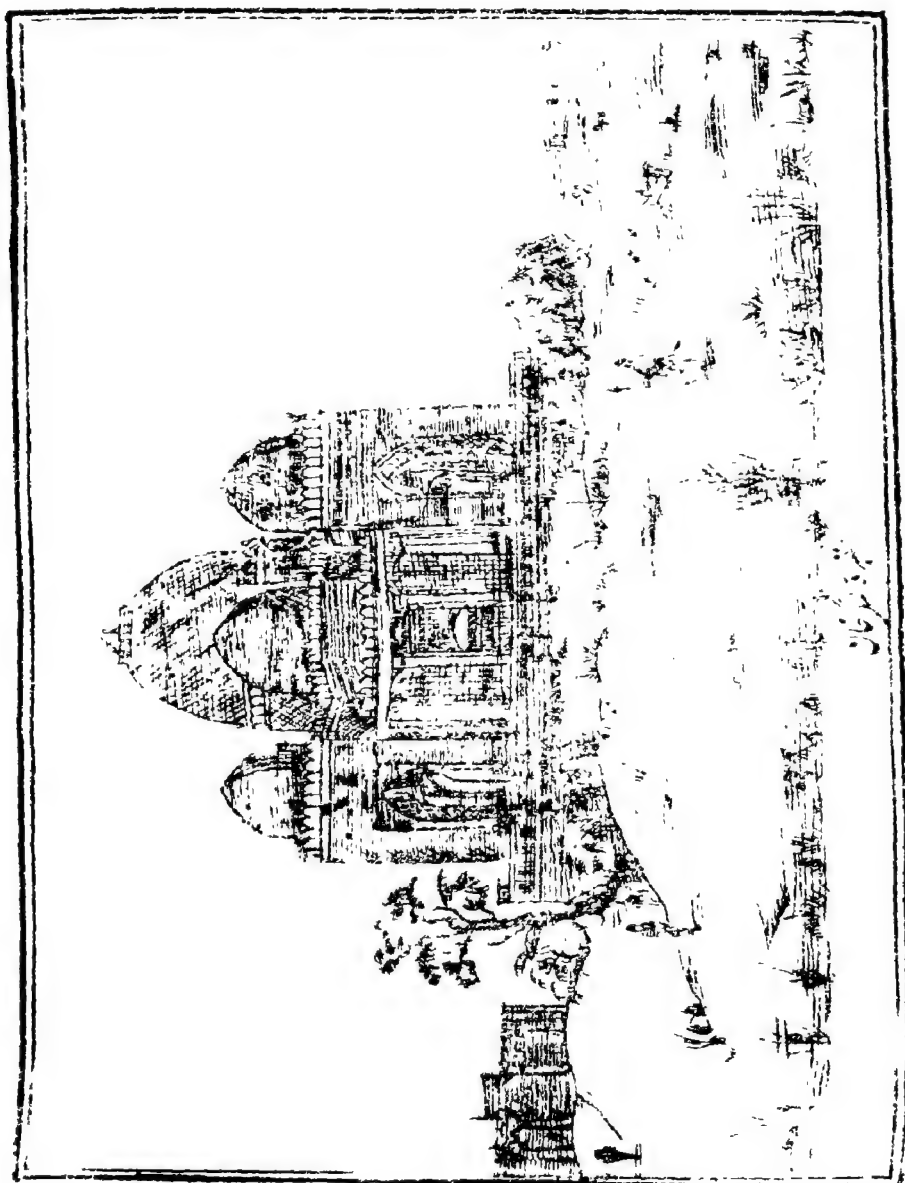
یہ مقبرہ موضع زمرہ پورہ کے پورے کے سوائے  
میں واقع ہے اور یہ دونوں سوائے کے  
ہوئے ہیں۔ اس کے پورے محل آج بھی اس پاتہ

کے گاؤں کے زمیندار اس گاؤں کی زمین کی کاشت کرتے ہیں اس مقبرے کو لنگر خاں  
نامی سکندر لودھی کے عہد کے ایک بڑے امیر نے یہاں پر تعمیر کرایا تھا۔  
اس مقبرے میں سوائے اس کے کہ بڑی بھاری نہایت مستحکم اور عالی شان عمارت  
ہی اور کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ یہ گنبد آٹھ فٹ دوپنچے اور ستر فٹ مربع چبوترے  
کے مغرب جانب بنایا ہوا ہے۔ گنبد دروازہ مربع اور دروازہ بلند ہے جس کے چاروں طرف  
پر چار برجی دار حجرے (۱۸) مربع اور دروازہ اوپنچے تھے۔ شمال و مغرب کے کونے کا  
حجرہ نو گر گیا جس کا نشان اب بھی معلوم دیتا ہے اور شمال مشرق کی طرف کے حجرہ  
کی برجی گر گئی۔ ان حجروں میں قبریں تھیں۔ چنانچہ شمال و مشرق کے حجرے میں اب بھی  
ایک قبر موجود ہے۔ جس گنبد میں لنگر خاں کی قبر ہے وہ سطح زمین سے چھت تک دروازہ  
بلند ہے اور چھت سے گنبد کی چوٹی تک اور دروازہ کی بلند ہے۔ اس میں تین طرف تین  
دروازے ہیں۔ مغربی دیوار میں تین دیوار دو دروازے ہیں۔ ایک مسجد کے ہیں۔ اس  
حجرے میں تین قبریں ہیں جن میں سب سے بڑی مغربی دیوار سے لی ہوئی لنگر خاں  
کی قبر ہے جو چوڑی اور اونچی ہے۔ اس کے دروازے کی چوٹی تک ایک  
کھلا ہوا مستطیل مقام (۲۳) مربع ہے جس کے بارہ ستون ہیں اور اس پر ایک برجی بھی  
ہے۔ صحن سے چھت تک اس کا ارتفاع (۱۴) ہے اور چھت سے گنبد کی چوٹی تک دو  
(۱۶) کی اونچائی ہے۔ گنبد اور اس کی ملحقہ عمارت سب پختہ چوڑے اونچی ہیں جن کی دیوار  
کے باہر دار استر کاری ہے۔ بلحاظ صناعتی کے لودیوں کے زمانہ کی عمارت کا یہ  
کوئی بہت عمدہ نمونہ نہیں ہے۔

## پنج برجی زمرہ پورہ

۸۹۳ھ  
۱۶۸۸ء

موتی زمرہ پورہ جو وہ شہر دہلی کے جنوب میں چھ  
میل کے فاصلے پر ہے یہ گاؤں پٹھانوں کے وقت  
سے آباد ہوئے زمانے میں اس گاؤں کو کچن سرائے  
کہا کرتے تھے پھر یہ گاؤں زمرہ نامی کو جاگیر میں ملا جب زمرہ پورہ نام ہو گیا۔ اس





مقام پر پانچ برج چولے اور پتھر کے پختہ بنے ہوئے ہیں اور ان میں بہت سی قبریں ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ زمرہ خان کون تھا اور یہ برج کس کے عہد میں بنے ہیں مگر ساخت عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ برج پٹھانوں کے عہد کے بنے ہوئے ہیں ان برجوں میں سے کسی پر کتبہ نہیں ہے کہ جس سے تاریخ نیا اور بنانے والے کا نام معلوم ہو سکے اس واسطے بجز اس کے نہیں کہا جاسکتا کہ پٹھانوں کے وقت کی یہ عمارت تہر اور جتئی مدت پٹھانوں کی سلطنت کو ہوئی۔ اتنی ہی مدت ان برجوں کے بننے کو بھی ہوئی۔ یہ زمرہ خاں کی بڑی دائرہ بھی ہے اور اس خاندان کے باچ نام آور مشاہیر یہاں مدفون ہیں اور اسی وجہ سے پانچ برج کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقابر سارے کے سارے لودیوں کے بنوائے ہوئے ہیں اور سرسید کی تحریر قرین قیاس ہے کہ سکندر لودی کے زمانہ سلطنت میں یہ پٹھانوں میں بناے گئے ہیں۔ انہیں برجوں کے پاس اسی عہد کا ایک بہت بڑا کنواں ہے مگر اس میں پانی کئی چلو ہو گا گہائی کے سبب سے یہ کنواں اندر سے بالکل بوندہ اور بوسیدہ ہو گیا ہے کہ مرمت کے قابل بھی نہیں رہا۔ انہیں برجوں کے نیچے صف زمرہ پورا آباد ہے اور زمینداروں نے چنچھو پڑیاں ڈال رکھی ہیں۔

### پہلا برج

داخل ہوتے ہی ملتا ہے جو چالیس فٹ مربع احاطے میں ہے جس کی دیواریں گیارہ فٹ بلند ہیں۔ سامنے کے رخ پر ٹوٹی ہوئی سیڑھیاں چڑھ کے ایک پچانک میں سے گزر کر احاطے میں پہنچتے ہیں۔ پچانک ہاں بلند اور عریض ہے جس میں خالص دروازہ چار فٹ چوڑا ہے۔ احاطے کی پچھلی دیوار گر کر زمین کے برابر ہو گئی ہے۔ مقبرہ ایک کھلا ہوا مربع مقام ہے جو دو فٹ بلند چوڑے پر بنا ہوا ہے۔ گنبد بارہ پتھر کے ستونوں پر کھڑا ہے۔ سطح زمین سے گنبد کی بلندی ۱۵ ہے۔ چھت کے اطراف کنگورہ اور ایک پتھر کی چوڑی کنگنی ہے۔ گنبد پتھر اور چولے کا بنا ہوا ہے۔ گنبد کے اندر کی قبریں سب ٹوٹ پھوٹ کر نیست و نابود ہو گئی ہیں۔ احاطے کے کونے پر جو چاروں برجیاں تھیں وہ بھی گر گرا گئیں۔

### دوسرا برج

یہ گنبد شش پہلو ۱۵ مربع اور سطح زمین سے ۱۴ بلند ایک احاطے کے اندر ہے۔ یہ گنبد دو فیٹ کے کرسی کے چوڑے پر بنا ہوا ہے۔ گنبد کا قطر ۱۵ ہے۔ گنبد کے چاروں طرف کنگنی کی بنیاد ہے۔ اس گنبد میں

بھی کوئی قبر باقی نہیں رہی۔

**تیسرا برج** یہ بھی ۱۹۴۱ء میں جس کا گنبد بارہ سنگین ستونوں پر استادہ ہے۔ سطح زمین سے تاسقف ۱۱۳ اور گنبد کی بلندی تک ۱۳۰ کی اونچلاں ہے۔ پتھر اور گچ کا بنا ہوا ہے۔ بیچ میں ایک قبر سنگ سرخ کی ۴۴ لمبی ۲۲ چوڑی اور چھ لمبا اونچی ہے۔

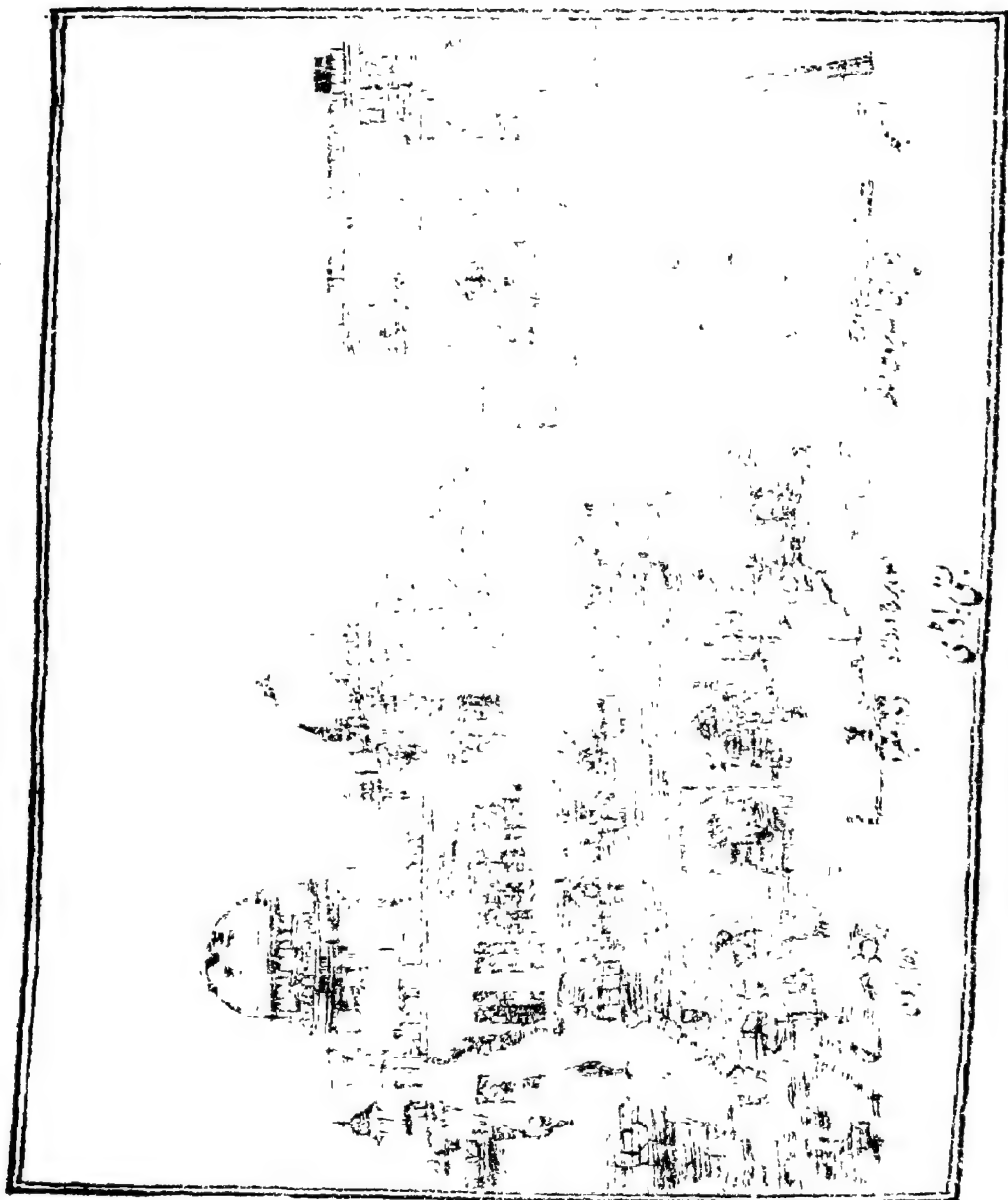
**چوتھا برج** آٹھ برجوں میں یہ برج سب سے زیادہ شان دار اور پر رفق ہے جو ۸۴۴ میں ہے۔ مگر چوترا نہیں ہے۔ گنبد کے اطراف کنگوراء چھت تک ۳۳ کی بلندی ہے اور چھت سے سٹے کر گنبد کی چوٹی تک ۳۸ اور۔ یہ بھی چوٹے پتھر کا ہے۔ گنبد کے تین دروازے اور بیس ستون پتھر کے ہیں۔ اس میں چھ قبریں ہیں جو نہیں معلوم ہوتا کہ کس کی ہیں۔ جنوب مغرب کی طرف سیڑھیاں بھی ہیں جن سے اوپر چڑھ سکتے ہیں۔

**پانچواں برج** یہ ایک محاط عمارت ہے جو لمبا و تعمیر سب میں عمدہ اور حالت موجودہ کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہے۔ گنبد ۸۸۴ میں ہے اور سات فیٹ کے کرسی دار چوبترے پر بنا ہوا ہے سطح زمین سے چھت تک ۱۳۱ اور گنبد کی چوٹی تک ۱۳۰ کا ارتفاع اور مستزاد ہے۔ گنبد پتھر اور گچ کا ہے۔ باقی عمارت بچہ بچہ ہے۔ شمال اور جنوب اور مشرق میں تین دروازے ہیں۔ چھت چوبیس سنگین ستونوں پر ٹکی ہوئی ہے۔ اس گنبد میں تین سادہ قبریں ہیں جن پر نہ نقش و نگار ہے نہ کوئی کتبہ۔

**بستی خاں کی باولی - مسجد** بستی خاں خواجہ سراسکندر لودھی کے زمانے میں ایک ذی شان اور بادقعت امیر تھا جس نے موضع نظام پور کی حدود میں بہت سی اراضی محاط کر کے ایک بہت بڑا

گنبد اور مسجد کا دروازہ - مسجد - نہایت کشادہ باولی اور اپنا مقبرہ ۸۹۴ میں بنوایا۔ اگلے زمانے میں باولی کو باوٹری یا بایں کہتے تھے پھر باولی کہنے لگے۔

۱۵ حضرت نظام الدین کی درگاہ سے جو خام رستہ دشمن چرائی دہلی کو جاتا ہے اسی پر راستہ سندھاں کا ٹروہ جس کے پیچھے دارمیل کی سڑک اور تین درگاہیں ہیں۔ سڑک کے پار ایک ڈنڈی کا رستہ ہے (تینوں جگہ آئندہ)





## باؤلی

یہ باؤلی بہت بڑی اور بہت گہری ۱۱۳۲ء اور ۱۳۳۲ء میں گلاب باطل و دھگئی اور خشک ہو گئی ہے۔ اگلے زمانے میں باؤلی کو باؤڑی یا بامیں کہا کرتے تھے۔ اس باؤلی ہی کے سبب سے اور اس کے بانی بستی خاں کے نام سے یہاں جو بستی تھی بستی باؤڑی مشہور تھی۔ اب نہ کوئی گاؤں ہے نہ بستی اب تو جہاں تک نظر دوڑاؤ گھیت ہی کھیت نظر آتے ہیں جس میں نظام پور۔ روشن چراغ دہلی۔ مبارک پور کوٹلے۔ مجاہد پور وغیرہ کے لوگ زراعت کرتے ہیں۔ باؤلی کے چوتھے نہایت خوش تما دالان بنے ہوئے تھے۔ اب آٹے سامنے کے دالان تو رہے نہیں مگر کرائن کا ملبہ باؤلی کے اندر اٹ گیا ہے۔ داسنے بامیں یعنی شمال اور جنوب کی طرف ایک ایک سہ درہی کھڑی ہے جو آملیج اور تھام اوچی ہے اس میں کابھی ایک ایک اونچا اور بڑا درجس میں زینہ تھا گرا پڑا ہے۔ مشرق کی طرف کا دالان تو اب رہا نہیں مگر اس رخ پر لاؤ لگا کر پانی کھینچا جاتا تھا چنانچہ لاؤ کی لکڑیاں بھڑی کرنے کی پتھر کی دو کڑیاں دائیں بائیں موجود ہیں جن میں ایک ایک سوراخ ہے۔ اس باؤلی کے اوپر دار مغرب کی طرف ایک مسجد ہے اور یہ باؤلی گویا اس مسجد کا حوض ہے۔ جن سے یہ باؤلی جب درست حالت میں رہی ہوگی تو ایک بڑے لطف اور دل چسپ سیرگاہ ہوتی۔ اب تو دیکھئے سے ڈر لگتا ہے۔ باؤلی کی بندش کی دیواریں مہا بلند ہیں۔ باؤلی کی سیرھیاں اب اب تک تھیں اب ان میں سے صرف نو باقی رہ گئی ہیں وہ بھی شکستہ ہیں اور باقی سب بے میں دب گئی ہیں۔ باؤلی کے شکم میں اب اس قدر گل جھاڑی ہو گیا ہے کہ سوائے ایک گڑھے کے باؤلی کی صورت پہچاننا بھی مشکل ہے۔

باؤلی کے مغرب میں ایک مسجد ۱۱۷۲ء اور ۱۱۷۳ء اوچی ہے۔ یہ مسجد حسب معمول

## مسجد

تین دروں کی ہے اور پرچیت سپاٹ ہے۔ کوئی مینار نہیں ہے۔ بلندی مع کنکورے کے ۴۴ ہے۔ دو طرفہ چھتیں چھتیس سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ بیچ کا دروازہ ۹ چوڑا اور ادھر ادھر کے دروازے ۹ چوڑے ہیں۔ بلندی دروں کی ۹ ہے۔ سڑک کی طرف جو نکلا تو منہ پر فیم درگاہ سے قریب قریب ایک میل جا کر داہنی جانب کھیتوں میں بستی باؤلی کی عمارت نظر آتی ہے جس کے آگے مبارک پور کوٹلہ۔ مجاہد پور وغیرہ ہیں اور پھر صفدر جاگہ کے مقبرے سے جو سڑک قطب کو جاتی ہے وہ مل جاتی ہے۔ اور بستی باؤلی کے آگے ہی حضرت روشن چراغ دہلی

کی درگاہ شریف ہے۔ ۱۲



مسجد کے پچھت کی دیوار پر وہ ۶۳ بلندی جس میں دو کھڑکیاں ہیں اور پانچ دیوار دو دروازے  
محرابی مسجد کے محاذ میں ۳ چوڑا پختہ چوڑا پر جو بلندی میں ۲۷ ہر مسجد کے واسطے  
یائیں جہاں اور چڑھنے کا زینہ وہاں مٹیاں تھیں جو گرگئی ہیں مگر ان کے چوڑے سے ابھو  
باقی ہیں۔ مسجد کے اندر رنگ آمیزی کا کام تھا جس میں ۱۱ بہت کم نظر آتا ہے کیوں کہ کھیا  
والوں نے مویشی باندھ باندھ کے ستیا ناس کیا ہے اور پھر کھانا پکا کر مسجد کی ساری  
دیواروں خصوصاً پیش حاق کو بالکل سیاہ کر دیا ہے۔ مسجد کے اندر چونہ کاری سے قرآن شریف  
آستین منبت لکھی ہوئی ہیں جو بجا جاتے جھٹ گئی ہیں۔ پیش طاق پر پہلی سطر میں یہ آیت ہے۔  
پہلی سطر..... هو الله الذي لا اله الا هو عالم الغيب والشهادت له الاسماء الحسنی.....

شروع کا اور آخرتہ حمد پڑ گیا۔

**دوسری سطر۔** قل یا ایہا الکافر ان بسم الله الرحمن الرحیم۔ قل هو الله اور قل اع  
برب الفلق۔ مگر اس کا بھی کچھ حصہ جھٹ گیا ہے۔

گنبد کے گرد پہلے بتیہ پر۔ اسے حسنی۔ چھوٹے حلقے میں آیت الکرسی۔ مسجد کے ہر کونے پر جا بجا  
الله کھدایا ہے۔ تینوں محرابوں پر دو طرفہ حضرت حسبی اللہ کے ہیں۔

**دروازہ** پہلے تو ہم اسی کو بستی خان کا مقبرہ سمجھے تھے کیوں کہ یہ مسجد کا دروازہ نہیں بلکہ  
دیتا بلکہ ایک مستقل گنبد معلوم دیتا ہے گو کہ اس میں کوئی قبر نہیں ہے۔ یہ صدر دروا

جرج دار پتھر اور گج کا ۳۳ مربع دس فیٹ بلند چوڑے پر ہے۔ چوڑے سے لے کر  
چھت تک ۲۷ اور چھت سے گنبد کی چوٹی تک ۲۳ جملہ بلندی اس دروازے

کی ۲۷ ہے۔ اس دروازے کی دونوں جانب بلند دیوار دو محرابیں ہیں اور چار دار  
طرف ۲۷ چوڑے اور ۹ اونچے دروازے ہیں۔ گنبد کے زینے میں (۲۶) میڑہ

میں۔ فرش بالکل خام ہے۔ گنبد بشت پہل ہے اور ہر محراب پر دو طرفہ حسبی اللہ۔  
طفرے ہیں۔ گنبد میں اندر رنگ کا کام تھا جو اب باقی نہیں رہا۔ دروازہ کی منہ

جانب محراب میں ایک چھوٹی سی محراب دار کمر کی بطور نشیمن کے لگی ہوئی ہے دروا  
کا مغربی رخ کار نقش و نگار سے آراستہ ہے جس میں جابجا سنگ سرخ لٹایا گیا ہے

چوڑے سے لے کر ۲۷ جابجا ہے اور ۹ اونچے دروازے ہیں۔ اس گنبد کا کلاس ۱۷  
گیا ہے۔

**بستی خاں کا مقبرہ** | اس دروازے سے چند گز کے فاصل سے بالکل سامنے مشرق کی طرف بستی خاں کا نہایت خوش قطع مقبرہ

ایک چھتر کی وضع کا چاروں طرف سے کھلا ہوا ہے اس برج کا پہلا چوتراہم مربع اور ۸ ۱/۲ ادنچا ہے دوسرا چوتراہم مربع ۱۲ ۱/۲ مربع ۱۳ ۱/۲ ادنچا۔ تیسرا چوتراہم مربع چو کھنڈی کا ۱۲ ۱/۲ مربع ۱۵ ۱/۲ ادنچا ہے۔ بلندی چھتر کی ۱۵ ۱/۲ ہے۔ یہ مقبرہ دو منزلہ ہے پہلے ہم اوپر کی منزل کا حال لکھتے ہیں۔ یہ سرے پانچ سنگ کنخ کا بنا ہوا ہے جس کے ہر طرف تین تین دریں اور اس طرح چاروں طرف کے بارہ در ہوئے پنج کا در ۱۲ چوڑا اور ۱۲ ۱/۲ ادنچا ہے اور بغلی کے دو در ۱۲ ۱/۲ چوڑے اور اوچان وہی ۹ ۱/۲ ہے۔ اس چو کھنڈی کے پہلے چوتراہم مربع کے چاروں کونوں پر سنگ سرخ کی ۱۲ مربع برجیاں تھیں جن میں چار۔ چار ستون پندرہ پندرہ فیٹ ادبچے تھے تین طرف کی برجیاں تو گر گئیں اب صرف ایک مشرق کی باقی ہے۔ چو کھنڈی اوپر سے ہشت پہل ہے۔ اندر چوڑے کا ایک ڈھیر رہ گیا ہے قبر کا تنوید سمجھنا چاہیے کیوں کہ اصل قبر نیچے کی منزل میں ہے۔ اس کا احاطہ کنگورے ناچیس کا دروازہ مشرق کی طرف ہے جو ۱۲ ۱/۲ چوڑا اور ۱۲ ۱/۲ ادنچا ہے اور اگر کنگورے کو شمال کریں تو اوچان ۱۲ ۱/۲ اور بڑھ جائے گی اس کے باہر طرف بارہ سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ گنبد بھی سنگ سرخ کا تھا جس کی سلوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے اور ان دراڑوں میں سے اس کثرت سے گھاس اُگی ہے کہ گنبد خضرا کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ہم جب گئے تو برسات کا موسم تھا ہم کو حیرت ہوئی کہ یہ سبز محل کا گنبد کیسا بھر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ گھاس اس گنبد کی موت قبل از وقت کی نشانی ہے حکام کی ذرا سی توجہ سے یہ گھاس نکالی جاسکتی ہے مگر کون ہے جو اس طرف توجہ کرے اور کے غرس پڑی ہے اور کے در دی۔ قبر کے گرد بھی ایک پست چبوتر تھا جو اب باقی نہیں رہا۔ گنبد کے چاروں طرف یا اللہ یا اللہ بیوں جگہ ٹھہرا ہوا ہے اور گرد گنبد کے ایک چوڑا چھبہ ہے جو بجائے گر گیا ہے۔ گنبد کے باہر چھبے کے اوپر چاروں طرف سورہ فتح اور سورہ قدر پتھر کے تراشے ہوئے حروف سے لکھی ہوئی ہے۔ یہ حروف بجائے چھڑ گئے ہیں۔ اس قبر کو عجیب طرح سے بنایا ہے پہلے تو بہت اونچا چبوتر بنا کر اس میں در در کے نیچے کوٹھڑیاں سی بنادی ہیں اور بیچ میں بستی خاں کی اصل قبر کا مقام ۱۲ مربع چاروں طرف سے بند ہے گرد اس کے ۱۲ ۱/۲ چوڑی غلام گردش دی ہے

کاسٹل ٹکڑا الگ۔ آٹھ ستونوں میں سے ایک گر پڑا مگر پڑا یہیں ہی مشرق کی طرف کے ایک ستون کے گرد کلمہ طیبہ منقوش ہے باقی تین ستونوں پر چاروں طرف "الملک لله"۔ تین ستون سادے ہیں اور گرا ہوا ستون بھی سادہ ہی ہے۔

**دو طرفہ عمارت کے کنڈر** | بستی باؤلی اور اس جُرجی کے شمال میں پکٹنٹی راستے کے دو طرفہ دور دور تک جا بجا

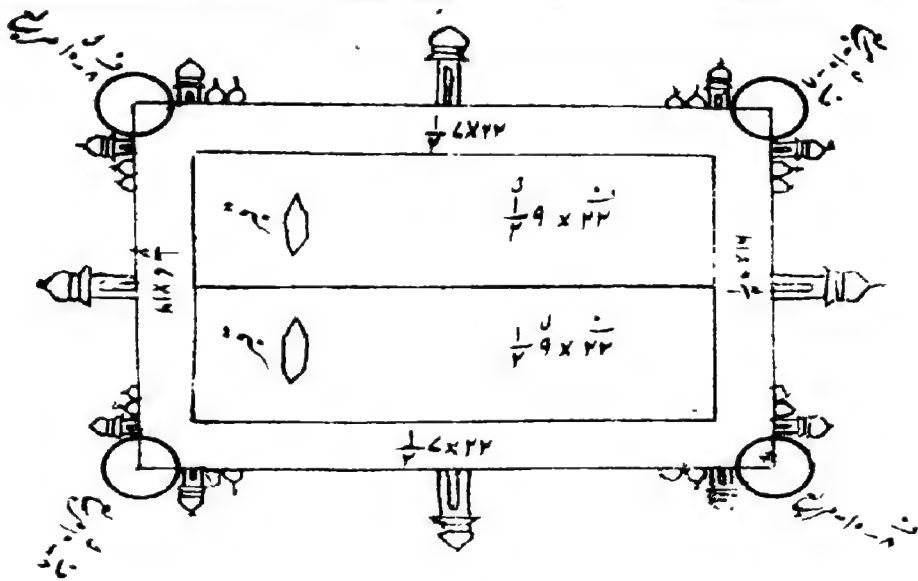
عمار توں کے کنڈر نظر آتے ہیں۔ کہیں کوئی اونچا ٹیلہ ہے کہیں دیوار کا کوئی حصہ رہ گیا ہے کہیں کسی محراب کا ایک پا کھا ہی کھڑا ہے۔ دہنی طرف کی حالت بھی یہی ہے۔ اول تو بستی باؤلی کے آگے ایک بڑے وسیع پختہ احاطے کی دیوار چلی گئی ہے۔ جو اکثر جگہ سے گر گئی ہے اور بعض جگہ موجود بھی ہے پھر اس کے بعد اور ایک احاطہ اسی قسم کا شروع ہوتا ہے۔ یہی سلسلہ حضرت نظام الدین رح کی درگاہ تک مسلسل چلا گیا ہے۔ کہیں چپہ بھر زمین خالی نہیں اور قبروں کا ٹوکچہ شمار ہی نہیں بہت سی سٹ مشاگتیں اور بہت سی متفرق طور پر موجود بھی ہیں۔ جب اس سرزمین پر سالہا سال سے ہل پھر رہا ہے اور کھیت جوتے بونے جاتے ہیں تو اب کسی عمارت یا قبر کا نشان کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ مزار عین کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے کھیت کو اُن رکاوٹوں سے صاف کریں اور انھوں نے کبریٰ میا اور جہان تک موقع ملتا ہے کرتے ہی جاتے ہیں۔ سنا کرتے ہیں کہ اگلے زمانے کے بادشاہ جب کسی سے ناراض ہوتے تھے تو اُن کے نلکے نیچے کو لھو میں پلوا دیا کرتے تھے اور اُن کے مکالوں کی جگہ گدھے کا ہل بھر دیا کرتے تھے یعنی بال بچوں سمیت مرد اڈا لے تھے اور اُن کے گھر چڑ بنیاد سے اکھڑا کر پھینک دیتے تھے اس طرح کہ نشان تک باقی نہ رہ جاتے۔ پس کسی عمارت کو معدوم کرنے کا سرلیخ الاصول نسخہ ہل کا پھر دینا ہے جو اب بھی کثرت سے شائع ہے البتہ شان دوسری ہے۔ یعنی پہلا طریقہ سزاء تھا اور اب محض اقتضائے میل دہنا ہے۔

**بیوی باندی کا گنبد** | اسی رستے پر بائیں طرف بستی باؤلی کے شمال میں یہ متبرہ ہے جس کا قبہ اندر سے بہت خوب صورت ہے اور اس قسم کا ہی جیسے کہ کابل ٹوپی ہوتی ہے۔ یہ گنبد بہت خستہ ہے سقے میں چاروں طرف

ایسی بڑی بڑی گہری دراڑیں نیچے سے چوٹی تک پڑی ہیں کہ قبے کی چار پھانکیں ہو گئی ہیں اندر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ اندر سے ان دراڑوں میں سے روشنی نظر آتی ہے خدا جانے یہ حالت کب سے ہو اور کب سے اس طرح کھنڈا ہوا کھڑا ہے اور اب تک گرا کیوں نہیں۔ خیر آج نہ گرا تو کل گرے گا۔ رہے نام اللہ کا۔ نہ اندر فرش باقی رہا ہے نہ کوئی قبر۔ تین طرف در ہیں آٹا ادبچے دھنچہ چوڑے اور مغرب کی طرف صرف دیوار دوزخ ہے۔ یہ گنبد آٹا ہے۔ اس گنبد میں اندر کے رخ پر گھر کی وضع کی پھانکیں بنی ہوئی ہیں اور جہان دیوار ختم ہو کر گنبد شروع ہوتا ہے وہاں گنبد کے گرد ۱۶ طاق ہیں غرض ہر اپنی طرز میں نرالا اور بہت خوب صورت۔ مقامی روایات سے یہ بیوی باندی کا گنبد کہلاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

**ایک محراب کا ٹھنڈ** یہیں کمیت میں صرف محراب کا بہت اونچا ایک ٹھنڈ یعنی ایک پاکھا کھڑا ہے جس سے آٹا معلوم ہوتا ہے کہ یہ محراب تھی بہت اونچی۔ خدا جانے وہ عمارت کیا تھی جس کا یہ باقی ماندہ حصہ ہے۔

**ایک نفیس محل نام مقبرہ** راستے کے داہنی طرف ایک محل دکھلائی دیتا ہے جو بالکل رستے کے بائیں طرف ہے۔ اس میں ایک ہال اور چاروں طرف دالان اور کمرے ہیں اور اس میں ممبرے دالان اور گرد۔ کمرے ہیں۔ آپ ذرا نقشہ ملاحظہ فرمائیں تو خوب سمجھ میں آجائے گا۔ مگر ہم یہ نہ پوچھئے گا کہ یہ کس کا محل یا مقبرہ ہے جس طرح آپ ناواقف ہیں ہم بھی کم ہیں۔ پھر ادوشتیں گم است کرا بہری کند۔ کیوں کہ ایسی عمارتوں کو کسی سے منسوب کرنے کا کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے۔ بعض عمارتوں کی نسبت تو لوگ آئینہ شامیں سنی سنائی روایات پر کسی نام سے منسوب کر دیتے ہیں جن کی کچھ تصدیق نہیں اور حافظہ اور روایات کی دسترس سے بھی زیادہ پرانی ہیں ان کا خدا ہی حافظ ہے وہ ما و شما کسی سے متعلق نہیں کی جاسکتیں اور اسی قبیل کی یہ عمارت بھی ہے۔ اس کی وضع قطع سے ہم نے کسی کا محل سمجھے اندر جا کر دیکھا تو ایک چھوٹا دودھ دقیر موجود اور پھر کل علیہا فان کے طفرے نے تصدیق کر دی کہ یہ محل نہیں ہو کسی صاحب کا مقبرہ ہے۔



چاروں طرف مشن کمرے ۸۔ ۱۰ مربع میں۔ گرد والان اور بیچ میں دو دالان ہر طرف  
 دہنے بائیں دو چھوٹے دروازے اور بیچ کا بڑا دروازہ انہیں کے دو طرفہ طعنے  
 ہیں جو جھڑ جھڑا گئے چنانچہ مغرب کی جانب بڑے دروازے کے پاکھوں پر  
 کل علیہا خان کا طعنی یہ شکل پڑھا جاسکتا ہے۔ اندر دارچھت قبر دارلداؤ کی ہر چاروں  
 طرف اور بیچ کے دالانوں میں تین تین گنبد ہیں جن میں کے دو ادھر ادھر کے  
 چھوٹے اور بیچ کا قلم دان منامبوترا۔ زینے کی ۱۳ سیڑھیاں ہیں چھت ادھر سے  
 سپاٹ برگر ادھر ایک چبوترہ ۲۲ مربع اور ۱۱ اونچا بنا ہوا ہے مگر اس پر قبر کا تعویذ نہیں  
 ہے جیسا کہ بتا ساحل میں ہے۔ مقبرے کی عمارت باہر سے ۸ مربع ہے۔ جس کے گرد  
 ۱۲ x ۱۲ کا چبوترہ ہے جو ۱۰ اونچا ہے۔ کل بلندی عمارت کی ۱۴ ہے۔ مقبرے کے  
 گرد احاطہ بھی تھا جو کھیتوں کے سبب سے باقی نہیں رہا۔ ہاں نشان اب بھی باقی ہے۔  
 مقبرے کے اندر کثرت سے رنگ آمیزی کا کام تھا جو سب ماند پر گیا یا جھڑ گیا۔  
 باہر بھی سہرے پاتک رنگ کا کام جو باوجود امتداد ملنے کے جا بجا اب بھی نمایاں ہے۔  
 مقبرہ بالا کے شمال میں رستے کے بائیں طرف ایک مقبرہ ہے۔  
**باجی والی گمٹی** جسے مقامی لوگ اسی نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک

نئی طرز کا دہراگنبند ہے۔ بیچ میں ایک پورا قبة ہے اور اِدھر اِدھر آدھے آدھے اس طرح :-



اندر ایک پختہ قبر ہے باہر سے یہ عمارت  $۲۰ \times ۲۰$  ہے۔ مشرق کی طرف صرف ایک بڑا دروازہ ہے۔  $۱۴$  اونچا ہے۔ چوڑا ہے۔ شمال جنوب میں دو کھڑکیاں ہیں اور پختہ ہے۔ چوڑی ہیں۔ کل عمارت کی بلندی  $۲۰$  ہے۔ گنبد کے اوپر ایک مہلت دہ برج بنا ہوا ہے۔ یہ ایک نیا طرز ہے اور میرے خیال میں خوش نما بھی ہے۔ چھت پر جانے کی  $۱۳$  سیڑھیاں ہیں۔ چوکھٹیں ندارد۔ گرد ایک مختصر چوڑا تھا جواب باقی نہیں رہا۔ نہ کلس ہی رہا۔ یہ ساری عمارت سنگ خارا اور چولنے کی ہے۔

**منگل والے پیر کا برج** | یہ نام بھی گاؤں والوں کا بنایا ہوا ہے۔ یہ ایک مہلت پہلے گنبد ہے بہت شکستہ چوکھٹیں جو چار طرف تھیں ندارد کلس غایب۔ پلاستر اندر سے سب جھڑ گیا۔  $۱۴$  مربع عمارت ہے چاروں طرف دروازے  $۸ \times ۸$  ہیں۔ بلندی  $۱۰$ ۔ فرش ندارد۔ قبر بھی باقی نہیں۔ غرض بالکل خراب و خستہ حالت میں ہے۔ گرد و پیش کے کھیت والے دپہر اس میں کاتے ہیں۔

**ایک پختہ کنواں اور حمام** | اوپر والے برج سے آگے بڑھ کر ایک بڑا بجاری پکا کنواں ہے جس کے پاس چھ گنبد دار حجرے ہیں جن میں کے چار سالم ہیں اور دو ٹوٹ گئے۔ دیواروں کے کونوں میں مٹی کے نل لگے ہوئے ہیں اور کنوئیں میں بھی ایک ڈاٹ لگا کر نل لگایا ہے اور اسی نل سے اس مکان کے ہر کمرے میں پانی پہنچتا تھا۔ گو یہ عمارت جا بجا سے گر گئی ہے مگر لوں کی موجودگی اور اس کے پاس کوئیں کے ہونے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حمام تھا عام کے قرب و جوار میں محل یا مکان کا ہونا ضرور ہے۔ کوئی نکل میں حمام نہیں بنایا کرتا لیکن اب محل تو غایب ہیں نہ حمام رہ گیا اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا۔

بے چھت کی مسجد

بے چھت کی مسجد | اب ہم حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ کی طرف چلے جا رہے ہیں اور جوں جوں آگے بڑھتے جاتے ہیں ریل کی سڑک پاس آتی جاتی ہے یہ ایک بہت چھوٹی سی بے چھت کی مسجد ہے۔ مگر جتنی چھوٹی ہو اتنی ہی خوب صورت بھی ہے۔ ۵ × ۶۔ بلندی دیوار کی ۱۲ پچھت کی دیوار میں صرف تین دیوار دوز طاق ہیں جن کے دو طرفہ طعنے کلمہ اور یافتار کے ہیں۔ اندر دیواروں پر تمام رنگ آمیزی کا کام تھا۔ یہ متصل مسجد نہیں ہے بلکہ جس طرح بڑا ڈروں میں مغرب رو بہ دیوار۔ اور دو پا کے کھینچ کر مسجد بنا دیتے ہیں ویسی ہی صحن تو کچھ ہے ہی نہیں صرف چھہ فیٹ ہے اس کے سامنے تین درنگ سن کے آگے پچھے انھیں ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵

# چہوترا

**چبوترہ** نالے کے پاس ایک چبوترہ ۲۴ مربع فٹ اور نچا ہی جس پر تین سچتہ قبریں ہیں۔  
یہ والی قبر پر سچنے میں آیتہ الکرسی کندہ ہے۔

گفتی

**گمزی** اعلیٰ نالے کے کنارے تین گڑ کے ریلوے آہنی پل کے پاس تار کے کلم نمبر ۹۵ کے سامنے دلی سے آتے ہوئے ریل کی سڑک کے داہنی طرف ۲۳ مربع فٹ اپنے چوترے پر ایک چھوٹی سی شاہ مربع گمزی بنی ہوئی ہے جس کے چار دروازے چاروں طرف شاہ اپنے اور شاہ چوڑے ہیں کچھس اور قریب باقی نہیں ہے۔ چھت قلم ان شاہ گمزی کے اندر رنگ آمیزی کا کام تھا۔ اب صرف کہیں کہیں ایک آدھہ ٹپکا نظر آتا ہے اور بس۔

اور دو چوتھے

**اور دو چوتھے** اور ذرا آگے بڑھتے دو پختہ چوتھے ریلوے فنگ یعنی تار کی پاڑھ کے پاس ہیں جن کے اوپر قبریں ہوں گی مگر اب تو خالی ہیں اور یہی سلسلہ ریل کی سڑک کے دوسری مضائقہ بہت سی قبریں ریل کی سڑک میں لگائیں اور حسب ضرورت میدان صاف کر دیا گیا۔

ایک برج کی مسجد

ایک برج کی مسجد



جانب کا در ٹوٹ گیا ہے۔ بیچ کا در آٹھ اور چھوٹے در ۳۸ × ۳۵ ہیں مسجد ۱۵ × ۱۵ ہے  
معن کا چبوترہ ۱۵ × ۱۵ مربع ہے۔

**ایک نام معلوم برج** اسی مسجد کے پاس ایک چھوٹا سا برج بہت خستہ حالت  
میں ہے۔ اندر کوئی قبر نہیں۔ دروازہ بھی ایک ہی ہے وہ بھی  
چھوٹا سا یہ عمارت ۱۵ × ۱۵ مربع ہے۔

**ایک نام معلوم گنبد** ریلوے لین تارکے کھم نمبر ۹۵ کے بیچ میں شکر کی باتیں  
طرف کوئی سو قدم کے فاصلے سے یہ گنبد پختہ اور اچھی حالت  
میں ہے اندر رنگ آمیزی پھول بوٹوں گلدستوں کا کام ہے۔ گنبد ۳۲ مربع ہے۔ قبر نہیں ہے اندر اینٹ کے  
چوڑے لگا کر دروں میں چوبی چوٹھیں اور دروازے لگا دیئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص  
کا مقبوضہ ہے اور سامان زراعت رکھنے کے لئے یہ سب کارستانی کی گئی ہے۔ اس شہر  
برائے اکل۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جھس بھرا جاتا ہے۔ اصلی دروں کی بلندی اور  
چوڑائی ۱۵ × ۱۵ ہے۔ پختہ چبوترہ ۱۵ × ۱۵ مربع ہے۔ قبة کے چاروں کونوں پر چار برجیاں اور اوپر  
سنگ سرخ کا کلس ہے۔ معلوم نہیں کس کا ہے۔

**حوض خاص کے گرد و** موضع کھرپٹے کے محاذی دلی سے جاتے  
وقت سیدھے ہاتھ کی طرف آٹھویں میل پر قطب  
**نواح کے متعدد مقبرے** روڈ سے بالکل ملے ہوئے دو گنبد نظر آتے ہیں

ہیں سے حوض خاص کا رستہ گیا ہے اور ایک شکر نکال دی گئی ہے۔ یہاں سے گنبدوں کا سلسلہ  
شروع ہوتا ہے اور میرے خیال میں کوئی پانچ میل تک کے حلقے میں جا بجا گنبد ہی گنبد  
ہیں جن کا سلسلہ موضع منیر کے سے آگے تک چلا گیا ہے اب ہم ان گنبدوں کا بیان  
تفصیل وار لکھتے ہیں

# کھرپٹے کی حد کے مقبرے

**بیوی باندی کے مقبرے** یہ دونوں گنبد بالکل شکر کے کنارے ہیں۔ ان  
میں ایک بڑا ہی دوسرا اس سے چھوٹا اور یہ دونوں





**گمزی** چار کھلے دروازے۔ باہر سے ۵۰۰ مربع۔ قبر اور فرش ندارد۔ یہاں گنبدوں کا ٹھور ٹھکانا نہیں گمزی رہی اپنی جگہ۔

**اور دونا معلوم گنبد** (۱) تین طرف دروازے ایک طرف بند۔ ایک ٹوٹی پھوٹی قبر۔ فرش ندارد۔ لوگ چوکھٹوں کے بڑے

چور ہیں کہ دہلیز کے پتھر کام آتے ہیں۔ اکھاڑ لے گئے۔ یہ گنبد باہر سے ۲۰۰ مربع ہے (۲) اسی طرح کا جیسا اوپر والا ہے۔ ۳۰۰ مربع بیچ میں گچ کی ایک شکستہ قبر۔ تین طرف دروازے مغرب کی طرف بند۔ در کی چکلاں (۳)۔

در اسل یہ گنبد جو کھڑے کے مقبروں میں سب سے بڑا اور بیت شان دار ہے شہاب الدین تاج خاں

**گنبد باغ عالم یعنی شیخ شہاب الدین تاج خاں**  
اور سلطان ابوسعید کا مقبرہ ۹۰۶ھ  
۶۱۵ھ

اور سلطان ابوسعید امراے سلطنت درلودھی کا ہے لیکن اب جس سے پوچھو اسے باغ عالم کہتا ہے۔ لیکن ہر کہ پہلے اس کے گرد کوئی باغ رہا ہو کیوں کہ دور دور تک جگہ چھٹی ہوئی ہے۔ عرض یہ معمولی عمارت نہیں ہے یہ مقبرہ بہت خوب صورت بنا ہوا ہے۔ اندر سے ۵۰۰ مربع ہے۔ تین طرف تین دروازے اور ہر در کے اوپر اور ہر ایک ایک کھڑکی۔ مغرب کی طرف کا بڑا اور بند ہے مگر اوپر اوپر کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں۔ بڑی محراب کی چوڑائی ۲۰۔ سیڑھیاں نہیں کہ بلند سی معلوم کر سکیں۔ گنبد کی چند یا پر سبسم اللہ اور اسماعیل حسنی دوسرے حلقے میں آیۃ الکرسی منقش ہے۔ گنبد اس قدر اونچا ہے کہ بلا درمیں کے پڑھ نہیں سکتے۔ چار قبریں چو۔ لنگی کی ہیں جن میں ایک ذرا بڑی اور اونچی ہے۔ فرش اب بالکل نہیں رہا۔ باہر دار سنگ سرخ کے چوکھٹوں کی چاروں طرف بڑی لٹفیس کھڑکیاں ہیں جن کے تین طرف نیلے ٹیل لگے ہوئے ہیں اور اوپر مار پتھر تین تین چھوٹے تہایت خوب صورت طاق بنا کر پھر سنگ سرخ کا چوکھٹا لگا کر طاقوں کے اندر نیلے ٹیل لگا دیئے ہیں جو بہت ہی بچلے لگتے ہیں۔ اس مقبرے کی ایک قدرت اس کا لٹفیس اور خوش خط خط نسخ میں طغری کا کتبہ ہے۔ گنبد یہ کیا ہے کہ اس پر لنگی یا ہر کہ اسے پڑھنا از بس دشوار ہے یہ کتبہ سنگ سرخ کے چوکھٹے میں سنگ موسیٰ کی تختی پر دو سطریں ہیں اور

دوسرا ایسا معلوم دیتا ہے مہیا کہ گن ٹل کی لوح ہو۔

یہ کتبہ مغرب کی طرف لگا ہوا ہے بلاد ورہین کے پڑھا نہیں جاسکتا اسی وجہ سے لوگوں نے ایک باد ہوائی بات اڑادی ہے کہ اس کتبے میں اُس زمانے کا زرخ اجرت اور اجناس کی تشریح ہے حالانکہ کتبہ یہ ہے۔

(۱) بنایا میں عمارت در عہد دوات سلطان املا عظمیٰ سکند شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ  
(۲) این گنبد بنایا شیخ شہادت دین تاج محمد سلطان ابوسعید تباریح نام ماہ رمضان  
سنۃ ۸۵۲ و ۸۵۳ اس گنبد کے اندر چار قبریں چھپائی ہیں جن میں ایک ڈراہڑی کر  
اس گنبد کا کلس تو اب رہا نہیں مگر اُس کے گرد کا کنگورے دار کنول بہت ہی نفیس  
ہے۔ یہ اس وضع کا ہے جیسے مراد آبادی خاندان کے اوپر زردہ رکھنے کی تھی جتنی ہے۔  
مغرب کی طرف جدھر کتبہ ہے اُدھر ہی گنبد کے پاس ہی ایک  
قناتی مسجد

ایک اور قناتی مسجد اس سے آگے بڑھ کر ایک اور محاطہ ڈاڑھی یہاں  
بھی ایک اور قناتی مسجد ہے اس میں بھی قبریں ہی  
قبریں ہیں۔

توپوں والا گنبد یہ نام کیوں پڑا کچھ خبر نہیں۔ یہ گنبد ۳۳ مربع ہے۔ اندر چار  
قبریں سنگ خارا کی اچھی حالت میں ہیں تین در کھلے۔  
مغرب کی طرف بند۔ یہ گنبد بھی عالم گم نامی میں ہے۔

حوض علانی یا حوض خاص آخر آں شاد فیح الاحسان ساخت حوضیکہ پر ز آب بود  
وہ چہ حوضیکہ غیرت جہرست بلکہ از ہفت بھراست آب بود  
یہ زندہ سوچ بس ز نوید صفا مرجع البش چو ماہتاب بود  
پیش او چشمہ سار آب حیات خشک ہے آب چوں سراب بود  
وزن کوثر بود مگر کہ مدام آب او بہتر از گلاب بود

۶۹۵ھ - ۷۵۳ھ  
اور ۱۲۹۵ء - ۱۳۸۸ء

یہ تالاب کا ہے کوٹھا ایک جمیل تھی جو سترائیکر کے وسیع رقبے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس تالاب  
کو سلطان علاء الدین خلجی نے ۶۹۵ھ میں بنوایا تھا۔ اس تالاب کی بندش ہر چار طرف  
سے سنگ بست اور پختہ تھی ۷۵۳ھ میں فیروز شاہ تغلق کا زمانہ آیا تو یہ تالاب

بہت شکستہ ہو گیا تھا سٹی سے تمام اٹ گیا تھا اور پانی کا نام نہ تھا۔ لوگ اس کے شکم میں کوئیں کھود کھود کر زراعت کرتے تھے فیروز شاہ نے محل برآری کرا ایسی مرست کروائی کہ گویا زمیں نو بنوا دیا اور جب ہی سے حوض خاص نام پڑا اور اسی سبب سے امیر تیمور نے اس تالاب کو فیروز شاہ ہی کا تالاب لکھا ہے چنانچہ اسیر موصوف نے لکھا ہے کہ ”یہ تالاب فیروز شاہ کا بنایا ہوا ہے جس کے چاروں طرف پختہ اسلامی آٹری ہوئی ہے۔ اس تالاب کے چاروں طرف ایک ایک تیر کی زد پر اور نیز تالاب کے گرد عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ برسات کے پانی سے تالاب لب ریز ہو جاتا تھا اور اس قدر داخل پانی جمع ہوتا تھا کہ رعایا کی سال بھر کی ضروریات کو کافی ہوتا تھا۔ مولینا شرف الدین یزدی نے ظفر نامے میں بحوالہ ملفوظات تیموری اس حوض کو فیروز شاہ کا بنایا ہوا گہرا و عمیق کنواں لکھا ہے۔ ۵۳۰ھ میں فیروز شاہ نے اس تالاب پر ایک مدرسہ بھی بنایا تھا قلاذ تاج مبارک شاہی)۔ اس تالاب کے جنوبی رخ پر اس سرے سے اُس سرے تک مکانات ہی مکانات تھے۔ فیروز شاہ کے مدرسے میں پختہ ادرست حجرے ہیں جن میں گائوں والے رہتے ہیں۔ اس مدرسے کے متولی سید یوسف بن جمال نے ۸۹۹ھ میں انتقال کیا اور مدرسے کے ضمن میں ہی آسودہ ہیں۔ کسی زمانے میں یہ مقام دلکش اور خوب ہو گا کہ اُس کے دیکھنے کو بے اختیار دل چاہتا ہو گا اور ایک معقول سیر گاہ ہو گی۔ اب بجائے سیر گاہ کے زراعت کا میدان ہر رات دن ہل چلتا ہے اور اس کے شکم میں کھیت ہی کھیت کھڑے ہیں۔ اب یہ حوض کی شکل نہیں رہا۔ بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا اور بھر بھر کر برابر ہو گیا ایک قطرہ پانی کا نہیں ٹھہرتا سو کھا پڑا رہتا ہے اور لوگ زراعت کرتے ہیں۔ کھڑے سے آتے وقت تھوڑی دورت تک اس کا ایک بلند بند رہتا ہے جو حال میں ڈالا گیا ہے یا ممکن ہے کہ پہلے بند پر نئی مٹی ڈال دی ہو اب اس گائوں ہی کا نام حوض خاص ہو گیا ہے اور گنواروں کی زبان پر ہود کھاس چڑھ گیا ہے ورنہ اب نہ حوض خاص رہا نہ تالاب رہا۔ وہ وسیع سلسلہ مکانات کا جو اس کے گرد تھے اکثر ان میں سے کھنڈر ہو گئے مگر بھر بھی یہ مقام دیدہ عبرت سے دیکھنے کے قابل ہے۔

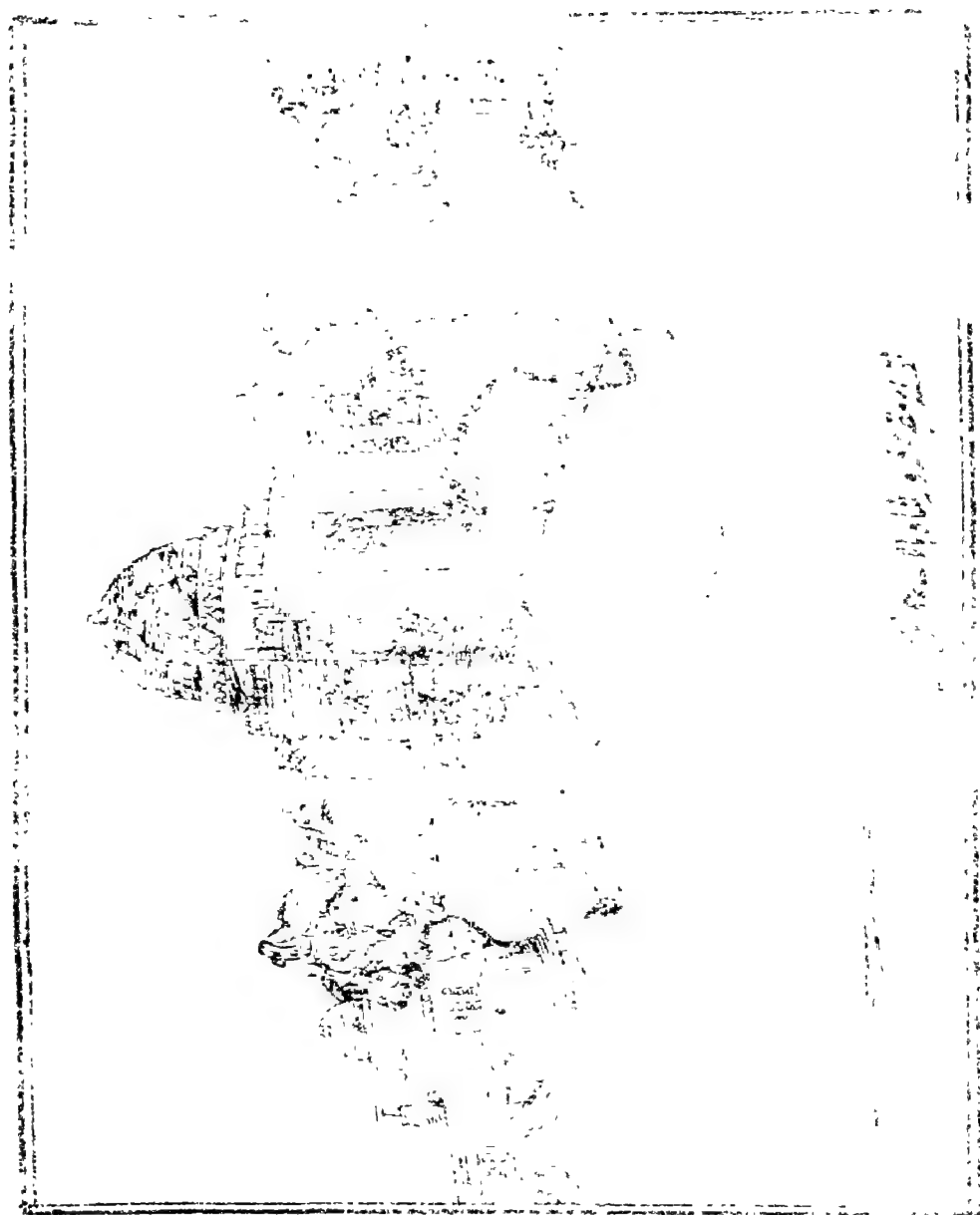
## فیروز شاہ تغلق کا مقبرہ

۹۲ء  
۸۹

یاد ایام عشرت خانی : نروہ ہم ہیں نہ وہ تن آسانی  
خاک میں رشکِ سماں ملی : ہا کسے بلند ایوانی  
ایسی وحشت سر میں سے کون : بے دہری کر سی ہر دہانی  
کیا ہوئی وہ بلند کی دیوار پا : کیا تھے وہ عمارتِ طولانی  
جائے گل ہیں چین میں رینہ و سنگ : گاہ کرتی پرانا رخسار  
نہ علاقہ نشانِ آبِ رول : خاکِ ستار سے جہان میں جھانی  
شور زار و زغنِ ہر صبح خراش : کیا بل و تلِ خونی : نظر آتی نہیں وہ نقوشِ دیوار کیوں ہوئی  
نہ چہ زار کو خزاں نقشِ ضرور : میں نے کیا تہ کی بات پر جانی

حجۃ

تخص مناص کے پاس ہی ایک کنارہ سے پر فیروز شاہ (۷۸۰-۸۰۳ء) پسر سارا  
رہا۔ برادر خور تغلق شاہ کا مقبرہ کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خوش اور مکانات ملحقہ تو فیروز  
کے بنوائے ہوئے ہیں۔ اندر سے سلطان محمد ناصر الدین بن سلطان فیروز شاہ (۸۰۳-۸۱۵ء)  
نے جو اپنے بیٹے ابو یوسف بن طغر خاں بن فیروز شاہ کے مرنے کے بعد بادشاہ ہوا  
۸۱۵-۸۲۰ء میں بنوایا تھا۔ یہ مقبرہ اندر سے ۲۵-۳۰ میٹر تک ہر جانب سے عمدہ پتھر کا پختہ  
بنایا ہوا ہے جس کے دو جانب مغرب اور شمال میں ایک ایک کتبہ مکانات اور حجروں  
کی ہر جو نمائندہ فیروز شاہ کا مدرسہ تھا۔ گنبد کے دو دروازے تھے ہیں۔ مغرب اور شمال  
کی طرف بند اور دروازوں کے جواب میں دیوارِ مذبح میں ہیں۔ مقبرے کا صدر دروازہ  
جنوب کی طرف ہے جس کے سامنے پتھر کی ایک منڈیر کوئی دو فیٹ اونچی گھیر دینے سے  
ایک مختصر سا خوش نما صحن نکل آیا ہے۔ اور اسی صحن میں سے ہو کر تین سیڑھیاں چڑھ کر مقبرے  
کے اندر پہنچتے ہیں۔ دروازے کی محراب ۱۰ بلندی پر ۶-۸ چوڑی ہے۔ مقبرے کے اندر  
چار قبریں ایک ہی قطار میں ہیں۔ مغرب کی جانب سے لے کر سب سے بڑی ۴-۶ اور ۳-۴  
اور ۲-۳ اونچی سنگ مرمر کی ہے اور یہی فیروز شاہ کی معلوم دیتی ہے۔ اس کے پہلو میں  
مشرق کی طرف دوسری قبر سنگ مرمر کی اور تیسری گچ کی ہے۔ چوتھی نیچے وار قبر غیر  
کے پائین میں ایک چھوٹی سی قبر سنگ مرمر کی ہے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ اس گنبد میں  
فیروز شاہ کا بیٹا نصیر الدین محمد شاہ اور علاء الدین سکندر شاہ پسر نصیر الدین بھی مدفون





ہیں لہذا نمبر ۲ و ۳ کی قبریں ان دونوں صاحبوں کی ہوں گی۔ چوتھی قبر نامعلوم ہے۔ گنبد کا دروازہ چوڑا استطیل اور محراب دار ہے جس کے بالائی حصے پر سنگ سرخ کی جالی لگی ہوئی ہے۔ دروازے کے اوپر کا پٹا بڑا اور دونوں جانب کے ستون ذرا آگے بڑھے ہوئے ہیں جن پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں مشرقی دروازہ بھی وضع قطع میں مجنبہ جنوبی دروازے کی طرح کا ہے مگر اس کے سامنے احاطہ کی منڈیر نہیں ہے شمال سرخ کی دیوار و در محراب میں ایک نوکدار محراب کا دروازہ ہے جس میں سے ہو کر در سے میں جانے کا راستہ ہے۔ مقبرے کی دیواروں کی شکل بہت اوپر جا کر بدل جاتی ہے جو ریلج سے مشن اور پھر سولہ شلوں کی شکل کی ہو جاتی ہیں اور اس طرح ایک نہایت پیچ در پیچ شکل کا چھتہ بن جاتا ہے۔ مقبرے کی چھت کے اطراف ایک لست منڈیر ہے گنبد نصف دائرے کی شکل کا ہے جس کا قطر بہت بڑا ہے جو چوٹی تک پونہ پونہ چھتے ایک خوب صورت دائرے کی شکل کا ہو جاتا ہے جس میں سے پٹیاں باہم تقاطع کرتی ہوئی گنبد کے وسط تک پہنچتی ہیں۔ ان پٹیوں کے باہمی تقاطع سے تین قطاریں مختلف اقسام و اشکال کے کلدستوں اور پھولوں کی تراشی ملی ہیں۔ ان پٹیوں اور کلدستوں پر اور گنبد کی سقف کی سفید سطح پر مختلف اقسام کی رنگ آمیزی کی گئی ہے۔ جنوبی دروازے کی پیشانی پر ایک نہایت عمدہ دو سطری کتبہ بخط طغریٰ نسخ چونے میں کھدایا ہوا ہے جس کے کھیرے جھڑ جانے سے بہت ناقص ہو گیا ہے۔ جو عبارت جھڑ گئی اس سے قطع نظر کر کے بھی جو باقی ہے وہ ایسی پیچ در پیچ لکھی ہوئی ہے کہ طبیعت پر بہت زور ڈالنے کے بعد بھی پوری طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ الفاظ اور پر نیچے اور گچ پیچ ہونے سے کتبہ کیا ہے ایک بھول پیدا ہے۔ بہر حال کافی غور کے بعد جو الفاظ کل کے ہیں وہ یہ ہیں:- کتبہ۔

پہلی سطر..... اللہ محمد رسول اللہ تبارک و تعالیٰ... باتباع فرمالیش در میان  
دو ماہ مرتب کرد سلطان محمد در عہد.... سلطان السلطین سکندر  
بن سلطان السلطین... بیہوش شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و اعلیٰ  
امورہ و شانہ در بیک ماہ رمضان سنۃ ثلثہ عشر شعمائۃ -  
دوسری سطر- سلطان السلطین سلطان فیروز شاہ طاب ثراہ و  
جمل الخجۃ مثواہ در.... بن شیخ قاضی بن شیخ حاجی لہ لبنا سے خواہ



انصاف بردار لیا۔ اندوختہ... فیروز شاہ میان و جلال میان در سال منسوب  
یہ چیدہ چیدہ الفاظ پیشکش کئے ہیں جن سے کوئی مطلب نہیں نکل سکتا۔

سر سید نے صرف دوسری سطر پڑھنے کی کوشش کی ہے لیکن اول سطر کو بغور ملاحظہ نہیں فرمایا اس میں تو کلام نہیں کہ یہ گنبد۔ فیروز شاہ بادشاہ کا ہے اور اغلب قیاس یہ ہے کہ اسی کے بیٹے کے بنوایا ہوگا۔ لیکن کتبہ کی عبارت بحث طلب ہے۔ اس کتبہ کی پہلی سطر میں صاف طور پر تمام سکندر بن بہلول شاہ اور سال ۹۱۳ھ درج ہے جو لو دھیوں کا زمانہ ہوتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ کتبہ زمانہ مابعد میں بعد سکندر شاہ ثانی لگایا گیا ہے نہ اس سے قبل۔ اس کتبہ کو مرتب گردانیدہ سلطان السلاطین فیروز شاہ خلد اللہ ملکہ... بن سلطان فیروز شاہ طاب ثراہ جعل الجنة مثواہ کیسے پڑھا گیا اصل کتبہ میں نہ مرتب گردانیدہ ہے اور نہ بن سلطان فیروز شاہ اور نہ زندہ آدمی کے نام کے۔ ملاحظہ طاب ثراہ جعل الجنة مثواہ لکھا جاسکتا ہے۔ گنبد کے گرد اس مقام پر جہاں سے کہ گنبد شروع ہوتا ہے سنگ سرخ کا ایک ٹپک لگایا گیا ہے جس پر بہت عمدہ نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ مقبرے کے سامنے جنوب رخ پر احاطے کی ایک بہت لمبی اور اونچی فصیل بنا دیوار کھڑی ہے جس میں طاق طاق بنے ہوئے ہیں غالباً ایسی ہی دیوار احاطے کی چو طرف تھی اب صرف ایک ہی طرف باقی رہ گئی ہے۔ لارڈ کرزن کو یہ کھنڈر بھی دعا ہے ہے میں جس طرح فیروز شاہ کے کوٹے پرانے قلعے ہمایوں اور صفدر جنگ کے مقبروں قطب صاحب کی لاٹ میں دوبارہ جان ڈال دی ہے فیروز شاہ کے مقبرے کے کھنڈروں کو بھی زمین بنادیا ہے۔ لال لال بھری کی خوش غار و شیں اور ہری ہری دوب کے مہوار تختے کے تختے عجیب بہار دیتے ہیں کھنڈروں پر بھی نکھار ہے گرے پڑے پتھروں کو بھی سمیٹ کر خوش سلیقگی سے قرینے اور ٹھکانے سے لگا دیا ہے۔ کوڑے کرکٹ کا نام نہیں چو طرف سبزہ زار اور تازگی ہے۔ عمارات کی بھی تابہ اسکان مرست کرادی ہے گویا مرنے کے حلق میں پانی ڈال دیا۔ لاٹ صاحب نے یہ کام ایسا کیا ہے کہ ان کو جتنی دعائیں دی جائیں کم ہیں۔

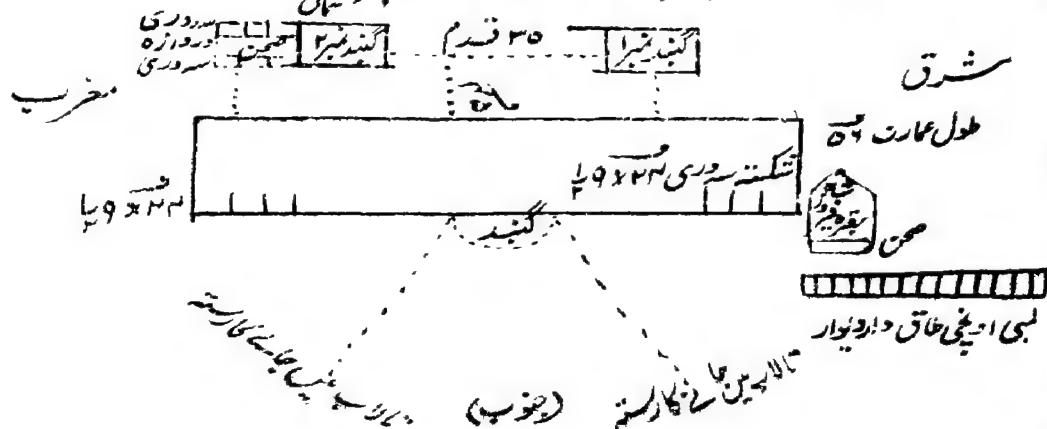
حوض خاص کی اوعمارتیں

**دو گنبد** ۱۔ اندر سے ۱۷۔ ۲۔ مریج۔ چاروں طرف چار دروازے۔ محراب  
۳۔ بلند ۶۔ ۴۔ چوڑی۔ قبر ندارد۔ فرش حال ہیں سنگ خارا کی سلول  
لا کیا گیا ہے۔

۲۵) اوپر والے مقبرے کی سیدھیں مشرق کی طرف۔ دونوں گنبدوں میں (۳۵) قدیم کا فصل ہے۔ ۱۰۔ ۹ مربع۔ محراب ۸۔ ۳ بلند ۴ پچوڑی۔ مشرق مغرب کے درمیان باقی دو طرف کے بند۔ قبر باقی نہیں۔ فرش سنگ خارا کی سلوں کا زمانہ حال کا ہے۔ اس مقبرے کے سامنے ۱۲۰ پ ۱۲۰ کا صحن ہے جس کی دونوں جانب ۲ پ ۱۲۰ پ ۱۲۰ دریاں ہیں جن کے درمیان بلند اور ۲ پ ۱۲۰ پ ۱۲۰ چوڑے ہیں۔ سہ دریوں میں ایک ایک بھٹی کوٹھری ہیں۔ مغرب کی طرف گنبد اور سہ دریوں پر جانے کا (۱۳) سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ سہ دریوں کے سامنے چوڑا بچھڑا سنگ خارا کی سلوں کا تھا جو اکثر جگہ سے گر گیا۔

درے کے مکانات

ان دونوں گنبدوں کے شمال میں ۴۵۰ لمبا قطع مکانات کا ہے جس میں کاہ کا حصہ گر گیا ہے۔ اس میں کے وسط میں ایک گنبد ہے۔ گنبد کے دو طرفہ تینے اتر سے کاریہ جس میں سے تالاب میرا اتر جاتے ہیں یہاں سے حوض ہے۔ گنبد کے تین دروازے ہیں شمال کی طرف ایک شہ نشین ہے جس سے تالاب کا نظارہ ہوتا ہے۔ یہ گنبد ۹۰ پاؤں مرچ ہے۔ فرش اکھڑ گیا۔ سطحی نقشہ یہ ہے۔



مقبرے کے شمال میں بھی اسی قسم کا بلاک در سہ کی عمارت کا ہے اور اس طرح اب دو بلاک ہیں۔ بالکل دونوں بلاک ملا کر بہت وسیع عمارت ہے جس میں کشادہ دالان۔ سہ درے اور حجرے ہیں جو ایک بڑے کالج کے لیے بالکل بکتنفی ہو سکتے ہیں۔

(۱) ہشت درہ ہشت پہلو برج جس کا ایک ضلع ۴۔ ۴ ہے۔ (۲) اسی لین میں اس کا جواب دوسرا برج۔ (۳) ایک شکستہ لداوی کوٹھری برج غیر دا کے پاس۔

**فیروز شاہ کے مقبرے کے  
شرقی جانب کے برج**

(۴) ہشت درہ برج دہرے دروں کا۔ ایک ضلع ۱۱۔ ۴۔ (۵) ہشت پہلو برج۔ ایک ضلع ۱۱۔ ۴۔ اس میں سنگ سرخ کے نقوش کی ایک قبر زمین کے برابر ہے۔ (۶) بارہ کھمبا (۲۴) مربع جس کے چاروں طرف میں ایک قبر زمین کے برابر ہے۔

مغرب

**دو دالان**

(۱) اس شکل کا



یہ عمارت ۸۰ × ۲۰۰ سنگ خارا کی بالکل صحیح سلامت ہے۔ لبیان میں گیارہ اور چوڑائی میں تین درہیں۔ دونوں سروں پر دو گنبد۔ گنبد منبر کا، چار گنبد منبر کے سامنے بالکل تالاب کے کنارے ایک دو منبر بہت وسیع اور مرتفع دالان ۷۰ × ۲۰ ہے۔ اس کے دونوں سروں پر بھی گنبد تھے۔ شمال کی طرف کا برج نصف کر گیا اور جنوب کی طرف صرف دو دروں سمیت ایک پا کھا کھڑا ہے۔ چھت نام کو نہ رہی۔ تختانی حصہ طو لا نصف کر گیا اور نصف باقی ہے۔ عجیب نہیں محل ہے ہی ہو اور یوں تو جتنی عمارتیں ہیں سب تالاب کے کنارے ہیں اور سب ہی کا ایک رخ تالاب کی طرف ہے جسے چاہو جل محل کہہ لو۔

**تالاب کے کنارے کی مسجد** یہ مسجد عمارت بلوچہ کی شان و شوکت کے لحاظ سے بہت بڑی اور شین بنائی گئی ہے۔ مصدر دالان ۵۶ × ۱۰۶ ہے۔ دائیں بائیں دو کھ دالان ہیں۔ داہنی طرف کا دالان گریبا۔

یہ ان ۳۵ - ۴۰ فٹ آہیں۔ مسجد پانچ در کی ہو اور دو در بجلی والاؤں کے ملائیں تو  
نودری سمجھو۔ موجودہ صحن مسجد کا اتم مربع ہر جس کے پنج میں ایک پرانا درخت نیم کا  
اور دو قبریں سنگ سرخ کے نقویدوں کی ہیں۔ اس صحن کے علاوہ مسجد کے  
گرد ایک وسیع پختہ احاطہ بھی ہے۔ مسجد کے صحن میں ایک حوض بھی ہے جس میں ٹٹی بھری ہوئی  
ہے جو ۳۰ مربع ہے۔ مسجد کی پچھت کی دیوار میں تالاب کے رخ پر تین  
سنگ سرخ کی ششہ نشینیں رکھی گئی ہیں۔ پنج کی ششہ نشین بڑی ہے اور ادھر ادھر  
کی چھوٹی۔

**نگینہ گمٹی** حوض خاص سے ہم موضع منیر کہ کو چلے جو کوئی ڈیرہیل جگہ ہے۔ فیروز شاہ کے  
مقبرے کے نزدیک حوض خاص کے کنارے ایک ٹیلے پر ایک برجی ٹھہری  
ہوئی ہے جسے لوگ نگینہ گمٹی کہتے ہیں۔ یہ ایک شش دری برجی ہے جس کا ایک ضلع  
۵ - ۶ کا ہے۔ قبر نہیں ہے۔ گرد کا چوترا شکستہ ہو گیا۔ ایک خشک کنواں بھی چھو ترے  
پر ہے۔ اس سے ذرا آگے بڑھ کر ایک وسیع اور پختہ چار دیواری کے اندر بہت  
سی قبریں ہیں۔

**بجلی خاں کا گنبد** منیر کہ جاتے وقت واسنے ہاتھ کی طرف ایک بلند  
ٹیلے پر جو گنبد ہے وہ بالعموم بجلی خاں سے منسوب  
کہا جاتا ہے مگر فنا کے اندھیرے گھپ کے سلسلے بجلی کی کوند بھی کچھ روشنی نہیں ڈالتی۔  
گنبد کی ایسی گہری تاریکی چھائی ہوئی ہے کہ ٹوٹنے سے بھی رستہ نہیں ملتا۔ یہ مقبرہ  
اندر سے اتم مربع ہے۔ سارا پلاستر اندر باہر کا گرڑا کہیں کہیں کچھ ٹکڑا نگارہ گیا ہے۔ ایک  
ہی لین میں چار قبریں ملتی ہیں ایک قبر سب میں بڑی اور اچھی حالت میں ہے کچھ ہونٹے  
کو سمجھ لو کہ یہی بجلی خاں کی ہے۔ باقی شکستہ ہیں۔ تین طرف کے در کھلے ہوئے ہیں۔ تہ قی  
جانب کا بند کر دیا گیا ہے۔ (۱۸) پٹرھیوں کا زینہ ادھر چڑھنے کو ہے چوں کہ اس نواح میں ہائے  
گنبد فیروز شاہ کے عہد کے پٹھان امراء کے ہیں ہونہ ہو بجلی خاں ان میں کے ایک  
ہوں گے۔ اس مقبرے کے مغرب میں ایک اور چھوٹی سی گہری ۱۸ مربع ہے جس  
میں ایک ٹوٹی پھوٹی قبر بھی ہے مگر جب اتنے بڑے گنبد کا کجہ حال نہ کھلا تو  
گہری کس شمار قطار میں ہے۔

**پچھوٹا گنبد** تجلی خان کے گنبد کے پاس ہی اس نام کا ایک ادھہ بنا گنبد ہے۔ اس کو دیکھنے سے تو پچھوٹے کا نام غلط معلوم دیتا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ سامنے کا سارا بن گیا صرف قبہ بننا باقی رہ گیا۔ چھت کا نہ نشان ہے نہ چھت کا کوئی گرا پڑا حصہ ہے خدا جانے کیا اتفاق پیش آیا کہ بننے بننے رہ گیا۔ یہ اندر سے منہ مربع ہے۔ قبر نہیں ہے۔

**حاجی سنگیا کا مقبرہ اور مسجد** حاجی صاحب کا اصل نام کیا تھا معلوم نہیں مگر اب تو گاؤں والے اسی نام سے پکارتے ہیں۔ گو یہ گنبد اور

اس سے اگلا دونوں موضع جو من خاص کی حدود میں ہی ہیں مگر موضع منیر کے سے قریب ہیں۔ منہ مربع ایک گنبد ہے اندر پو لبان بھری ہوئی ہیں خیمہ نہیں کہ قبر ہے یا نہیں۔ مشرق اور شمال میں ایک ایک دروازہ ہے۔ سامنے ایک پانچ درجہ تختہ مسجد جس میں کے دو درگزر گئے مسجد کا والاں  $5 \times 9$  ہے۔ صحن مسجد  $100 \times 5$  ہے۔ اسی کے کنارے مقبرہ ہے۔

**ایک گمزی** اوپر والے گنبد کے شمال مغرب کے کونے میں ایک گمزی منہ مربع کھڑی ہے۔ جتنے میں قبر کا صرف گڑھا رہ گیا ہے اور گمزی کا قبہ بھی بالکل کھنڈ گیا ہے۔ چون کہ یہ گمزی اوپر والے مقبرے کے پاس یعنی اس کے احاطے میں ہے قیاس یہ ہوتا ہے کہ بڑے گنبد والے صاحب کے یہ کوئی متوسل ہوں گے ہم کو نہ آقا کا پتہ ملانہ متوسل کا۔

## موضع منیر کے حدود کے گنبد

**قناتی مسجد** گاؤں سے دو۔ بے کوئی دو گولی کے ٹپ پر اوپر والے گنبد کے مغرب میں ساٹھ فیٹ مربع قناتی مسجد ہے۔ چوتھے پر بہت سی قبریں اور پتھر ہیں ایک پڑانا غم کا درخت کھڑا ہے چوتھے کے گرد منڈیر اور چاروں کونوں پر گول ٹیل پائے بنے ہوئے ہیں چوتھے کی دیوار میں چو طرف طاق طاق بنے ہوئے ہیں۔ پچھت کی دیوار میں پیش طاق۔ کے پیچھے ایک بڑا طاق اور ادھر ادھر تین تین چھوٹے طاق اس طرح کل سات طاق ہیں۔ بہت پڑانی شہوار معلوم دیتی ہے۔ سارا چبوترہ جھاڑی اور کاشی سے ڈھک گیا ہے۔

**موضع منیرکہ کے کئی گنبد** منیر خاں اور وزیر خاں فیروز شاہ کے زمانے کے دو امرا تھے کہتے ہیں کہ دونوں بھائی بھائی

تھے۔ انہوں نے دو گاؤں بسائے تھے جو انہیں کے نام سے مشہور ہیں۔ منیر خاں کا منیر کھاں ہوا جو کثرت استعمال سے منیر کہ ہو گیا اور امیر خاں کا گاؤں امیر کہ کہلائے لگا۔ امیر کہ کی بستی کا تو اب پتہ بھی نہیں رہا ہاں منیر کہ موجود ہے۔ منیر خاں کی نسبت کہتے ہیں کہ شرکار کا بہت شوق تھا اور چیتے پالا کرتے تھے۔ دونوں بھائیوں نے دونوں گاؤں جاٹوں کے ہاتھ فروخت کر ڈالے۔ اس بستی کے متصل تو صرف دو گنبد ہیں ایک تو بالکل بستی کے اندر ہے اور دوسرا بستی کے باہر۔ پہلے گنبد سے کوئی ہزار قدم پر۔ دونوں گنبدوں کو لوگ منیر خاں ہی کا بتلاتے ہیں لیکن میرے خیال میں بستی کے اندر والا گنبد کسی اور کا ہو گا رہا باہر والا گنبد وہ بہت عالی شان ہے اور قیاس یہ چاہتا ہے کہ وہی منیر خاں کا ہو گا۔

**بستی کا اندر والا گنبد** (۱) ادھر ادھر دو دو لداوی محرابیں تھے امر لہجہ بہت خراب و خستہ حالت میں تھیں بیچ میں

ایک تیرہ وہ بھی خام جس پر گاؤں والے آپٹے تھاپتے ہیں۔ اس گنبد کے شمال میں دو کوٹھریاں ہیں وہ بھی گنبد کی طرح بوسیدہ ہیں۔

(۲) بستی کے باہر اور والے گنبد سے کوئی ہزار قدم کے فصل سے ایک بہت بلند ٹیلے پر (۲۵) میٹر چھیاں چڑھ کر یہ گنبد دیکھیں ہر لہجہ کے دو دروازے ہیں۔ چاروں کونوں پر چار برجیاں ہیں اور دونوں دروازوں پر دو دروازے ہیں۔ تین قبریں سنگ سرخ کی ہیں۔ چوں کہ یہ گنبد بہت بلند ٹیلے پر بنا ہوا ہے اور خود بھی اونچی عمارت ہے دور دور سے دکھائی دیتا ہے۔ ہونہ ہو یہی منیر خاں کا گنبد ہو گا۔

**مراد آباد پہاڑی کے چار گنبد** منیر کے سے مغرب رخ پر کوئی ایک میل کے فصل پر ایک بڑا گنبد ہے جو

بار لاگت کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے آگے ایک اور گنبد ہے مگر چھوٹا جو باجنا گنبد کہلاتا ہے۔ اور آگے بڑھو تو پہاڑی پر دو گنبد اور ہیں ایک بڑا اور ایک چھوٹا۔ یہ چاروں گنبد کن کے ہیں معلوم نہیں۔ پہلے مراد آباد پہاڑی کوئی گاؤں تھا اب اس کا وجود نہیں ہے

اب تو یہ چاروں گنبد موضع منیر کے کی ہی عدد دیں ہیں۔

**وزیر کے کے مقبروں کا گروپ** | منیر کے سے دو گولی کے ٹپ پر پانچ

۲۵، وزیر خاں کا مقبرہ ہوسب میں بڑا اور علی شاہ کی قبر ۴ مربع۔ اندر تھاخص پولیاں  
بھری ہوئی ہیں کہتے ہیں کہ اس میں سنگ سرخ کی ایک قبر ہے۔ (۳۰، ۳۱) دونوں  
ایک ہی طرز کے ۴ مربع گنبد منیر ۱۶ میں ایک چوٹے کی قبر ہے۔ منیر خاں کے گنبد منیر  
کے سامنے ایک گزری نمبر ۵، ۵ اپنے ہے۔ یہ گزری معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں بنائی گئی ہے کیوں کہ  
ایسی بے موقع منیر خاں کے مقبرے کی دیوار میں گھسا کر بنائی ہے کہ اس کے پیش کو  
عجیب لگا دیا اور بالکل آڑ ہو گئی۔ مقبروں کی اس لین کے محاذی بجانب جنوب  
ایک بہت بڑی اور عمیق مستطیل باؤلی ہے جو بالکل دھگکی ہے۔ باؤلی کے عرض میں  
ادھر دھرو دہریاں ہیں جن کے بیچ میں کنواں ہے اور ادھر ہی ایک سہ دری بھی  
نی ہوئی ہے۔

**دو قناتی مسجدیں** | منیر کے اور منیر خاں کے گنبد کے درمیانی میدان میں  
بائیں ہاتھ کی طرف تھوڑے تھوڑے فصل سے گھسیتوں  
میں دو قناتی مسجدیں ہیں جن میں کوئی خاص بات نہیں۔

## موضع محمد پور کے تین مقبرے

**محمد خاں کا مقبرہ** | را، منیر کے سے کوئی میل بھرا اور منیر خاں  
کے گنبد سے نصف میل پر محمد پور نام کا ایک  
چھوٹا سا گاؤں ہے جس کی نسبت سرسید نے لکھا ہے کہ اس موضع میں ایک مقبرہ  
ہو جس کی نسبت معلوم نہیں ہوتا کہ کس کا ہے،  
سراج عمر گزشتہ کا ڈھونڈنے کو ذوق  
میں اس عرض کرنے کی معافی چاہتا ہوں کہ میرے خیال میں سرسید نے اس مقام  
کو دیکھا نہیں اور سنی سنائی بات پر مختصر سا فقرہ لکھ دیا اور نہ اس عمارت کی



عظمت و شان اس بات کی متقاضی نہ تھی کہ یوں سرسری طور پر ایسی گراں ڈیل شاہانہ عمارت کا ذکر کیا جاتا۔ موضع محمد پور یا محمد شاہ بادشاہ کے نام پر آباد ہر ایک کوئی محمد خاں اس کے باقی ہوں گے۔ پہلی صورت میں یہ شاہی عمارت ہوگی اور دوسری صورت میں محمد خاں کی اگر شوق آخر اختیار کی جائے تو محمد خاں بھی منیر خاں اور امیر خاں کے جوڑی دار اور ہم عصر ہوں گے۔ بہر حال یہ خیالی تگے ہیں کوئی دل ٹھکتی اور ٹھکانے کی بات ہمارے ہاتھ نہیں لگی۔ منجھے اس عمارت کو مقبرہ کہنے ہی میں تامل ہے۔ اگر مقبرہ لغوی معنوں میں لیا جائے یعنی ہر وہ جائے کہ جہاں قبر ہو تو صحیح ہے اور اگر مترادف معنوں میں لیا جائے تو یقیناً غلط ہے۔ کیوں کہ اس عمارت کی صورت کبھی مقبرے کی نہیں ہے۔ صدر ہا مقبرے ہماری نظر سے گزرے سب ایک ہی وضع قطع کے ہیں کہ یا مربع ہیں یا پشت پہل۔ چار طرف چار دروازے پر گنبد مگر یہ کیا مقبرہ ہے جو مسلسل ۱۲۰ تک جدا گیا ہے۔ میرے خیال ناقص ہیں تو یہ تین در کی مسجد ہے ۱۲۰ × ۶۰۔ تین بڑے بھاری در ہیں ۲۰ چوڑے۔ اس عمارت کے تین گنبد ہیں بیچ کا بڑا ادھر ادھر کے چھوٹے۔ اس طرح تین قطعے ہیں ۱۲۰ × ۶۰۔ مربع۔ بیچ کے گنبد میں دو قبریں ہیں وہ بھی شکستہ۔ کتبہ کوئی ہے نہیں جس سے کچھ پتہ چل سکے۔ سیدھے ہاتھ کی طرف کے پہلے قلعہ کی پچھت کی دیوار میں اوپر دار ایک سنگ باسی کا ٹکڑا کہیں کالا کرچین دیا ہے جو کسی دہلیہ کا ٹکڑا معلوم دیتا ہے جس پر بسم اللہ اور کچھ آیت لکھی ہوئی ہے جو صاف پڑھی نہیں جاتی یہ تقریباً ۱۵۰۰ء اس نام کے کئی بادشاہ خلف خاندانوں میں ہوئے ہیں ذرا محمد بن تغلق (۱۳۰۰-۱۳۲۰)۔ ناصر الدین محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۰-۱۳۸۰)۔ خاندان سادات میں محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں (۱۳۸۰-۱۴۰۰)۔ سلاطین مغلیہ کے آخری زمانے کے محمد شاہ (۱۶۵۰-۱۶۵۷)۔ اور ذکر نورنگی ہی مشہور ہے وہ تو اتنی بڑی عمارت کیا بنوانے اور عمارت ٹھیکری بہت پرانی یوں بھی اس سے منسوب نہیں کی جاسکتی نہ اتنی پرانی اہل اس طرز کی ہے کہ محمد شاہ تغلق کی بھی جائے کہ اس کا ہر زمانہ ان سادات کے بادشاہوں کی عمارتوں کا سا ہے دے دے کے دل اگر ٹھکتا ہے تو اسی پر کہ محمد شاہ بن فیروز شاہ نے یہ مسجد بنوائی ہوگی اسی کے نام پر یہ گاؤں آباد ہے یہ میری ذاتی رائے عمارت کے طرز و انداز سے ہے در نہ خدا معلوم حقیقت نفس الامر کیا ہے۔ ۱۲ سن المصنف



بلندی پر ہر کوئی ڈیڑھ فٹ لمبا اور چھ انچ چوڑا ہو گا پس یہ اس عمارت کے متعلق کوئی کتبہ نہیں ہو سکتا نہ وہ جگہ جہاں یہ لگایا گیا ہے کتبہ کی ہے۔ اس عمارت کی بلندی ۸۵ فٹ اور ۸۴ سیرھیں کا زینہ ہے۔ عمارت کے پیش میں سنگ خارا کی سلوں کا چوڑا چھتھا سیلین بہت سی گرتیں ایک ادھر رہ گئی ہے البتہ سنگ سرخ کے توڑے باقی ہیں۔ عمارت کی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں والے اس میں فراغت سے رہتے تھے کیوں کہ اندر تمام آنکھوں نے خام دیواریں اٹھا اٹھا کر گھر وندے بنائے ہیں۔ فرش باقی نہیں رہا۔ مویشی باندھ باندھ کر سارے گھر سے ڈال دیئے ہیں۔ ایسی نفیس عمارت کو اس درجے برباد کرنے کے بعد اب شاید خالی کر لیا گیا ہے کیوں کہ اس میں اب کوئی ریتا نہیں۔ صحن مسجد کا باقی نہیں رہا لوگوں نے مسجد کے اندر تک اپنے مکانوں کو کھسا دیا ہے اور ایسا ٹھیر لیا ہے کہ جب تک ان کے مکانوں میں سے نہ گزر و مسجد میں پونج نہیں سکتے اور یہ سارے مکانات جب کہ کوئی پرسان حال نہ رہا بعد میں بنائے گئے ہیں جو تمام تر جاٹوں کے گھر ہیں۔

**گاؤں کے اندر ایک رگنبد اور مسجد** عین آبادی میں یہ چھوٹا سا چھتر مربع رگنبد درمی

بے بلبی مسجد رگنبد میں دو قبریں ہیں ایک پتھر کی ایک چولے کی۔ گاؤں والوں نے پولیاں بھر رکھی ہیں کہ اندر جانہیں سکتے۔ خانہ خدا کو دیکھئے اور اس بے حرمتی کو! شکل یہ ہے۔

مجموعہ	مجموعہ
۸۱۶ مربع	۸۱۶ مربع
رگنبد	رگنبد
۸۱۶ مربع	۸۱۶ مربع

سہ درمی مسجد۔ دونوں طرف دو حجرے سے دو حجرے جن پر گزراں ہیں۔ صحن میں ایک بڑا رگنبد مسجد کی چھت سطح ہے۔

**ایک اور رگنبد** بستی کے کنارے جسے ۲۲ مربع ہے تین دروازے مغرب کی طرف بند۔ اندر دیہت بڑی نالی قبریں ہیں گچ کی مگر شکستہ۔ ایک قبر ۳ × ۳۔ ۵ اور ۳۔ ۴ اونچی ہے اور دوسری قبر اس سے ذرا چھوٹی ہے۔

**بڑی بجلی خاں کے مقبرے** اور محمد پور کی بستی کے کھیتوں میں ایک چھوٹی سی برنجی

**ہمالوں پور کا مقبرہ** محمد پور سے کوئی دو فرلانگ پر ہمالوں پور کی بستی ہے۔ پہلے اس گاؤں کے گرد فصیل تھی جس کا تھوڑا سا حصہ اور ایک کونے کا برج باقی رہ گیا ہے یہاں بھی بستی سے ملا ہوا ایک گنبد ۲۴ مربع شکستہ حالت میں ہے۔ اس میں بھی پولیاں بھری ہوئی ہیں۔ قبر کا حال معلوم نہیں۔ اب ہم اپنا چکر ختم کمرے کے پھر حوض خاص کے سامنے آگئے اور یہاں سے تاج خان کے گنبد پسے ہوئے کھر پڑے جا رہے ہیں۔

**موضع کھر پڑہ** قطب روڈ کے آٹھویں میل کے پانچویں اور چھٹے فرلانگ کے درمیان دلی سے جاتے وقت سڑک سے ملا ہوا فصیل سے محصور جو گاؤں ہے وہ کھر پڑا ہے۔ سڑک کی دوسری طرف سڑک سے ہٹا ہوا حوض خاص۔ فصیل اب جا بجا سے گر پڑی ہے۔ اس وقت تو اس گاؤں میں مشکی سے ایک درجن گھر ہوں گے وہ بھی اُن لوگوں کے جو کہ بہ ضرورت زراعت یہاں رہ پڑے ہیں مگر یہاں کی دو مسجدوں درجہ گاہ کے خانہ کی بنیاد میں یہ بڑی بستی رہی ہوگی اس منع میں دو عجیب ہیں ایک جس کا اندازہ اندازہ ہندوؤں کی مسجد قدیم زمانے کی ہے جس کی مرمت دلی واسے حاجی محمد اسحاق صاحب پنجابی نے کروا کر درست کرا دیا ہے۔ پہلے اس کا صحن زیادہ وسیع تھا اب بقدر ضرورت ۳۴۴ رتھہ کر

۶۔ ۹ ادبچی دیوار اٹھادی ہے۔ مسجد تین در کی ہے۔ محراب کی اونچائی ۹ فٹ اور چوڑائی ۸۔ ۳۔ بلندی مسجد کی ۲۵۔ ۴ فٹ اور پرچہ بننے کی زینے کی ۱۰، سیڑھیاں میں دالان اکھرا ۲۴ x ۱۶۔ ۳ ہے۔ بیچ کے در پر گنبد ہے اور دھڑلہ دار غلامی چھت۔ ممبر تین سیڑھیوں کا ہے۔ سنگ سرخ کے فیمل پایہ نما در پیرا مسجد کے سامنے چوڑا چھبہ تھا چھبہ تو تو گر گیا توڑے باقی ہیں۔ فرش دالان اور صحن مسجد میں گچ کا ہے۔ چاروں کونوں پر چار برجیاں اور درمیانی محراب کے دو طرفہ ایک ایک برجی۔ شمال میں ایک چھوٹا سا دروازہ ہے اُس کے سامنے کنواں مسجد کے روکار پر بہت سے چھوٹے چھوٹے طاق بنے ہوئے ہیں۔ آیات قرآنی کے کتبے تو بہت تھے لیکن نااہلوں کے پنجے میں پڑنے سے سفیدی اور زردی لیپ لیپ کر سب غارت کر دیئے اُن میں تمام سفیدی بھری کہ الفاظ کی تہیز نہیں ہو سکتی۔ چھت کا پلاستر جا بجا سے جھڑ گیا ہے۔ داہنی طرف کی سنگ سرخ کی چھوٹی محراب پر کلمہ اور ورد شریف۔ بائیں طرف کی چھوٹی محراب پر بسم اللہ۔ پلاری قیل اللہ

اور سبحان اللہ۔ جبوزنی ظہران غادر میں اللهم مالک الملك تؤتی الملك من تشاء تقلیدك الخیر  
 دوسری طرف کلمہ اور کوئی آیت ہر جو صاف نہیں پڑھی جاتی غالباً اقراہی۔ گنبد کے دائرے  
 میں اسمائے حسنیٰ۔ شمال کی طرف۔ بسم اللہ۔ الحامد۔ المجیب۔ العالم۔ الصاب۔  
 الظاہر۔ الباقی۔ الحفیظ۔ الخلیف۔ لیس کٹلہ شئی وهو السميع البصیر۔  
 دوسری سطر۔ بسم اللہ۔ المتک۔ القدوس۔ السلام۔ المؤمن۔ العزیز۔  
 الجبار۔ المتکبر۔ الباقی۔ قل هو اللہ۔ کلمہ۔ جو حق سطر۔ بسم اللہ۔ قل عوف  
 یارب الفلق۔ چھوٹی محراب پر لایا بسم اللہ۔ الحکم للہ اللہ الذی خلق السموات  
 والارض۔ الخ۔ اللهم مالک الملك تؤتی الملك من تشاء تا میدک الخیر۔  
 عالی شان صدر دروازہ مشرق ہر موضع شاہ پور کی طرف  
 ہر جس کا روکار سنگ سرخ کا ہے۔ آئے بلند۔ چغیت چوڑا۔  
 بنی میں دو طرفہ دروازہ۔ باہر کچھ تو ایک اور مسجد ہے۔

### دروازہ چغیت

نبلی مسجد۔ دروازہ۔ دروازہ ۲۴ پے پستہ۔ محراب ۲۴۔ اوچی۔  
 چوڑی بیچ کی محراب کے اوپر سنگ مرمر کی شفاف سیل پریت ہی خط نسخ  
 کا خوش خط کتبہ لگا ہوا ہے۔ جس میں ایک چیز اس مسجد میں دیکھنے کی ہے ورنہ یہ عباد  
 مومنینوں کا کوئی شکر والہ اور صحت سب کو برکت ایسا بھرا ہوا ہے کہ قدم دھرنے بھی  
 مشکل ہے۔ کتبہ کچھ ایسا پیدہ ہے کہ وہ دین کی کوشش میں ہی پورا نہیں پڑا گیا مگر جتنا  
 پڑھ لیا گیا ہے اس سے بانی کا نام اور سال بنا تو نکال آیا یہ بھی غنیمت ہے۔  
 کتبہ پنج سطر ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بناء هذا المسجد المتین در عہد سلطان  
 السلطان علی بن قلی قاہر صلی اللہ علیہ وسلم۔ شہزادہ بن بہلول شاہ  
 خلق اللہ ملکہ و سلطانہ دایمہ کی۔ برہانہ بعل۔ شہزاد خان عظیم مسند عالی  
 خواجگان دام علی ابانہ عمارۃ ملک نورۃ حنفیہ۔ الذی رحمۃ اللہ الما ملک المناجی  
 .... خانزادہ عظیم و ملوک صبا فتح علی بن خواجگان الشانی من ماہ  
 ربیع الاول سنہ ۱۰۵۱ ھ۔ سنہ ۱۰۵۱ ھ۔ سنہ ۱۰۵۱ ھ۔ سنہ ۱۰۵۱ ھ۔ سنہ ۱۰۵۱ ھ۔  
 عبادۃ... علی اعلیٰ الدیوان... فکر ابن فتح علی... کا کتب  
 حر و ق... لال محمد۔

## عید گاہ

آٹھ میل چھ فرلانگ پر قطب روڈ کی بائیں طرف۔ طول و عرض ۳۷۱۹۰

بلندی دیوار (۳۸) پانچ پانچ دیوار دوز محراب میں ادھر ادھر بیچ میں صدر محراب اسی کے پاس (۱۳) سیڑھیوں کا زینہ۔ کنگورے دار دیوار۔ دونوں سروں پر دوشت پہل مہر جہاں جن کا قطر (۲۵) ہے۔ دیوار بھی مخروطی حالت میں ہے۔ اور برجیاں تو کھنڈ ٹکئیں مگر ابھی قصبہ قائم ہے۔ بائیں ہاتھ کی طرف کی برجی کے پاس سنگ مندرج کی سل پر ایک ہفت سطرنی کتبہ ہے۔ جو کسی طرح پڑھا نہیں جاتا اول تو کچھ پنج دوسرے کوئی لک کر حروف مندرس کا کئی جملہ حروف کی اصلی صورت باقی نہیں رہی اور سب سے بڑھ کر انارٹیوں نے چربے اتار اتار کر کول ٹار اور سفیدی لگا لگا کر اور غارت کیا۔ افسوس ہے کہ ہماری کمی دن کی کوششیں بیکار گئی۔ دھوا یا صاف کر آیا سیڑھی لگا کر چڑھے مگر نہ پڑھا نہ پڑھا نہ پڑھا گیا۔ مجھ سے جو پڑھا گیا وہ نکتے ہوئے ہیں مگر آتی ہے کہ اگر چیدہ چیدہ نقطہ نکال لیے تو اس کا شمار پڑھ جائے میں نہیں کرتا۔

(۱) نصیر الدین التوحید چوہدری قبل از اسلام... داسر الملک دھلی و بنو داسر الملک  
انرا شاہر مغول ملو عبد و بہادر الکفر۔

(۲) سلطنت غوری... ابی داؤد مسلمین و انسید المساجد و المقلد... خلیفہ

(۳) ... دہر گاہ و ہر باقی اقبال خاں عرف ...

(۴) ... السلطان و اقبال مستند عالی الملکی ...

(۵) ...

(۶) ... خاص بنام مود کا ... مسلمانان افضل او۔

(۷) ...

اب اس عید گاہ کی یہ گت بنی ہو کہ سارا چودھڑا جوت ڈالایش پلا کہ دیوار کو بھی کھود کر پھینک دیتے۔ عید گاہ کے چودھڑے کے سامنے دروازہ رک کے لیے کنگر کمال کر کنگر کی کان بنوا دیو۔ کتبے میں جو اقبال خاں کا نام ہے اس کا عرف گونا گوں پڑاں تھا جو کہ میں نے یہاں پہنچ کر دیکھا ہے۔ مگر جو کنگر کے سامنے بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

عید گاہ کے چیمبر کی دو چھائیں  
یہ کوئی تہذیبی مسجد ہے۔ عید گاہ کے آگے

پاس مسجد کے بنائے کا کوئی موقع نہیں شاید کوئی بڑا محل ہوگا۔ اس کی بھیت کی دیوار ۹۶ لمبی چلی گئی ہے جو بیچ میں سے گز بھی پڑی ہے۔ یہ تنطیل عمارت ہے ایک سرے پر ایک حجرہ اور زینہ موجود ہے دوسری طرف کی صرف ایک محراب کھڑی رہ گئی ہے اور بس۔

(۲۵) اوپر والی عمارت کی سیدھ میں ایک ۳۲ مربع گنبد ہے جس کے اندر گچ کی ایک بڑی قبر ہے۔ گنبد سے لگا ہوا ایک طرف کو ایک پختہ چوڑا ۳۶ مربع ہے جس پر ایک نیم کا درخت ہے جس کے نیچے تین پختہ قبریں ہیں۔

ایک برج اور قناتی مسجد

درا عبد گاہ سے جنوب میں وہیں قریب کے قریب کھیت میں ایک گول ٹور کھڑا ہے اسے برج کہتے یا مینار غرض وغایت اس کی کھیت کے بچوں بیچ بنائے کی زمانہ حال کی موقعی حالت سے تو کچھ سمجھ میں آتی نہیں۔ اس برج کا دور بے ہے جس چوڑے پر کھڑا ہے وہ (۲۷) مربع اور ۷۷ پاؤں چوڑا ہے۔ اس پر جو برج ہے وہ ۳۷ پاؤں چوڑا اور ۳۳ سیڑھیاں ہیں۔ اسی کے سامنے ۵۳ پاؤں کے فاصل سے مشرق کی طرف ایک قناتی مسجد ہے۔ المی ہے جس کی دیوار کا بہت سا حصہ گر گیا ہے۔ قرینہ یہ چاہتا ہے کہ اب جو چوڑا کھیت ہیں یہاں آبادی رہی ہوگی اور اس برج کے ساتھ کے اور برج بھی رہے ہوں گے۔

شاہ پور

موضع کھڑے کے مشرق رو یہ صدر دروازے کے سامنے ایک میل کے اندر ہے اندر شاہ پور کا موضع ہے جو فی زمانہ شاہ پور جٹ کہلاتا ہے۔ یہ موضع پہلے بہت آباد ہو گا جیسا کہ اس کی موجودہ دیوار اور گری پڑی عمارتوں سے ظاہر ہے۔ شہر سیری کے حصار کے اندر یہ بھی تھا۔ یہاں کی مرفعہ فصیل اور شان دار برجوں کے سبب سے جو حقیقت سیری کی فصیل کے ہیں اس حصے کو شاہ پور کا قلعہ کہا جاتا ہے۔ دراصل میں کوئی خاص قلعہ یہاں نہیں ہے۔ گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے فصیل کا گرا پڑا حصہ اور کئی ٹوٹے پھوٹے اونچے نیچے برج ملتے ہیں۔ بستی کے باہر ہی ایک بڑا بھاری گنبد ہے جسے گاؤں والے تحفے کا گنبد کہتے ہیں مگر غور

سے دیکھا تو یہ گنبد ایک وسیع مسجد کا سنٹرل ڈوم دیکھ کا گنبد ہر جس کی حالت محذو ش  
ہونے سے سرکار کی طرف سے اس کی بہت کشادہ محراب میں دو دو فیل پائے بطور  
اڑواڑ کے لگا دیتے ہیں جس سے گرتا ہوا گنبد ختم گیا۔ مسجد کا یہ درمیانی حصہ اندر سے  
۴۴ فٹ اور باہر سے ۳۳ مربع فٹ ہم اس کو مسجد کا درمیانی حصہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ  
اس کے داہنے بائیں پا کھے کی دیواریں اب تک کھڑی ہیں ان دونوں پاکھوں کا  
درمیانی فصل (منہ) ۱۱ فٹ ۱۱ مربع فٹ کا ۳۱ مربع فٹ ہے۔ بیچ کا درجہ میں دو ختم لگا دیتے ہیں  
۳۳ فٹ چوڑا ہے نیچے تو مربع ہے مگر اوپر جا کر گنبد ہشت پہل ہو گیا ہے۔ جنوب کی طرف اوپر جا  
کا زینہ تھا ادھر کی چھل گر جانے سے اب اوپر جانے کا راستہ نہ رہا۔ بستی میں گھستے  
ہی ایک بہت لمبی اور اونچی دیوار کھڑی ہے جو استاد زمانے سے کالی پڑ گئی کسی  
شان محل کی بچھیت کی دیوار معلوم دیتی ہے۔ اس طرح کے گرے پڑے بہت سے  
مکان اس بستی میں ہیں۔ بستی کے اندر ایک قدیم عمارت بارہوری کی ہے جو اب کھنڈ  
ہے اس کے باقی ماندہ حصے میں جاٹ وغیرہ غلے لوگ رہتے ہیں۔ تھانے والا گنبد  
اس کا اصلی نام کچھ اور ہو گا اب کچھ دنوں تھا نہ رہنے سے یہ نام پڑ گیا۔ بیچ میں ایک  
چٹا گنبد ہے دونوں طرف در اور ایک ایک حجرہ ہے۔ جس کا طول و عرض ۴۳ x ۳۸ ہے  
محراب کی چوڑائی ۱۱ فٹ۔ لمبائی عمارت کی ۳۱ فٹ اس کے گرد ایک خام مگر وسیع احاطہ  
کھینچ لیا ہے اور جاٹ لوگ رہتے اور اپنے مویشی باندھتے ہیں۔ اسی گنبد کے پچھوٹے  
سیری کی فصیل کا ایک بہت بڑا گول برج ہے جس کی منڈیر کنگورے دار ہے۔ برج اچھی  
حالت میں ہے مگر اوپر چڑھنے کا راستہ نہیں۔ اس برج کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیری  
کی فصیل معمولی فصیل نہ تھی بلکہ بڑے استحکام سے مناسب مناسب فصل سے عایشان  
برج بنا کر بنائی گئی تھی۔ بستی کے باہر بجانب مغرب کھر پڑے کی عید گاہ کے مشرق جانب ایک  
شکستہ مسجد ۴۲ x ۱۴ ہے چھت تو گر گئی صرف مغرب کی طرف کی دیوار ۱۱ فٹ اونچی کھڑی ہے گاؤں  
لوگ اس چبوترے پر گئی کاٹا کرتے ہیں۔

چوکھنڈی اور سید حضرت مخدوم سبزواری  
اسی موضع کی حدود میں واقع ہے چوکھنڈی کے  
ساتھ ایک بیچ درمی مسجد ہے جس کا والان  
۵۸ x ۱۱ ہے۔ محراب ۱۲ فٹ اونچی گیارہ فیٹ چوڑی ہے شمال جنوب میں بھی دو دو در ہیں ستون



نہم۔ ۳۰ اوپنے۔ چوڑان ۳۔ لم۔ بیٹھک ایک فٹ اونچی۔ یہ بنگلی والان ۳۳ x ۱۱ میں جن میں دو دو حجرے دئے مربع بھی بعد میں بڑا گئے ہیں ایک مسجد کے روکا۔ پر چوڑا توڑے وارچھبہ ہر منبر اور اندر کا فرش باقی نہیں۔ مسجد کے والان کے بیچ میں ایک بڑا گنبد ہر اور ادھر ادھر ایک چھوٹا۔ کلس گر گیا ہر۔ بنگلی والوں کے دو دو حجروں میں آخر کے مشرقی حجرے میں سنگ سخ کی جالیاں بھی لگی ہوئی ہیں اس طرح کی جالیاں بطور جواب اس کے مقابل کے حجرے میں بھی ہوں گی لیکن اب نہیں ہیں۔ بیچ کی محراب پر جو مغرب کی طرف ہر سبحان ربك رب العزت عما یسفون سلام علی المصلین الحمد للہ رب العالمین اور اس کے لئے مافی السموات والارض اور کچھ آیت ہر جو برابر بڑی نہیں جاتی۔ مشرق کی طرف آیتہ الکرسی ہر باہر کے سب دروں پر دو طرفہ پیل کے اندر اللہ اللہ لکھا ہوا ہر۔ صحن مسجد ۵۸ x ۳۳ ہر۔ فرش باقی نہیں رہا۔ مسجد کے صحن سے ملی ہوئی مشرق کی طرف چوکھنڈی ہر۔ جس کا چبوترہ ۴۲ مربع اور ایک فٹ اونچا ہر۔ اصل چوکھنڈی ۱۰۰ مربع ہر جس کے بیچ میں ۱۰۰ مربع ہر۔ اوپنے چبوترے پر ایک شکستہ قبر ہر۔ ۱۰۰ x ۳۰۔ ۹۔ ۲۔ ادبھی۔ چاروں طرف کے ملاکر بارہ در سنگ خارہ کے ہیں۔ بیچ کے در کی چکالان ۵۔ ۳۰ ہر اور بنگلی دروں کی چوڑان ۳۰۔ ۲۔ بلندی دروں کی ۵۔ ۳۰۔ گرد چوڑا سنگین چھبہ ہر۔ اندر سے چوکھنڈی ہشت پہل ہر۔ چاروں طرف دروں میں سنگ سرخ کی جالیاں تھیں جن میں سے اب صرف شمال کی طرف ایک ہی جالی باقی رہ گئی ہر۔ چوکھنڈی کے اندر تمام رنگین کام بہت کاریگری سے کیا تھا جس کا کچھ حصہ باقی ہر اور گنبد کے قعر میں اب بھی کثرت سے گلکاری کا حصہ باقی ہر۔ گنبد کی چھت میں چھ حلقے بنا کر گیسوی دین پیفید حروف کے یہ کتبے ہیں جو جابجا سے جھڑ گئے ہیں۔

(۱) بسم اللہ اور یسین شریف آخر میں و ما ارا سنانک الدحمة للعالمین۔

(۲) اللہم ادخل فی الجنة

(۳) پھول۔ (۴) سورہ الرحمن جس میں صرف ہر نسخہ لکھا ہوا باقی ہر۔

(۵) آیتہ الکرسی۔ (۶) سب سے نیچے چوکھنڈی کے گرد نیلی رنگ سے بہت خوش خط بخط کچھ اشعار کندہ تھے جو سب رنگ اڑ جانے سے ماند پڑ گئے۔ پڑے نہیں جاتے۔ صرف مغرب کی طرف ایک مصرعہ میں دو نقش بند اور بہت مسجد کے کتبے

اور جنوب کی طرف صرف ایک لفظ "رقیب" پڑھا جاتا ہے اور کچھ نہیں خط بے نظیر ہے۔  
**سیکم پور کی عمارتیں** | کھڑے سے میل بھر قطب روڈ کے  
 بائیں طرف مکر مڑک سے ہٹا ہوا یہ گاؤں

ہر اس میں کئی عمارتیں قابل ذکر ہیں۔

**ہردم خیالی کی درگاہ** | گاؤں کے لوگ اسے کوٹ اور بعض صرف  
 مقام اور چند لوگ ہردم خیالی کی درگاہ

کہتے ہیں عرض جتنے سُنہ اتنی باتیں۔ ہردم خیالی محض خیالی نام ہے یا اس کی کچھ اصلیت  
 بھی ہے نہیں خبر نہیں۔ ایک اوسنے ٹپنے پر گاؤں کے باہر ایک بہت بڑا ہال تین در  
 اور تین گنبدوں کا بہت مستحکم منیڈر فٹم کے سنگ غارا کا بنا ہوا ہے جو اندر سے ۴۷۳۷  
 اور دور سے دیکھ کر یعنی سائے میں تین در اور چھیت چھت تین در پال کی دو طرف

ایک ایک بلی حجرہ (آج) مربع۔ باہر سے اس ہال کی لمبائی ۱۰۰ فٹ اور چھوٹی حجرہ کا  
 سلسلہ تھا جو گرائے کچھیت کی دیوار سے کل عمارت کی لمبائی ۱۰۰ فٹ ہے۔ سائے  
 ایک وسیع چورس پختہ صحن ہے جس پر کئی کئی قبریں ہیں اور سیلو کے درخت ہیں۔  
 لوگ کہتے ہیں کہ یہ مکان لشکر خانے کا ہے پہلے یہاں تنور گرتے ہوئے تھے لیکن  
 تو گاؤں کے مویشی بندھتے ہیں۔ عرض یہ ہال بہت اچھا اور دیکھنے کے قابل ہے۔

**سیکم پور کی مسجد** | سیکم پور کے گاؤں میں گھستے ہی پھر منڈل کے  
 پاس خان جہاں نے ۱۸۹۷ء میں یہ  
 عالی شان اور بے نظیر نہایت وسیع مسجد بنوائی

تھی جس کی وضع طرح بھی دہلی کی کلاں مسجد اور کھڑکی کی مسجد کی سی ہر فرق صرف اس  
 قدر ہے کہ یہ ایک منزلہ ہے جو ایک وسیع چوڑے پر بنائی گئی ہے۔ یہ مسجد بھی پتھر چوڑے  
 سے پختہ بنی ہوئی ہے اور عہد فیروز شاہی کے دوسری مسجدوں کی طرح امتداد زمانے  
 سے بالکل کالی پڑ گئی ہے۔ اس کی شکل مستطیل ہے۔ شمال سے جنوب کو (۱۰۰ فٹ) اور مشرق سے  
 مغرب کو (۵۰ فٹ) ہے اور چوڑا ملا کر (۱۰۰ فٹ) اونچی ہے۔ اس کے تین دروازے مشرق شمال  
 اور جنوب میں ہیں۔ صدر دروازہ مشرق کی طرف ہے جس کے تین طرف پندرہ پندرہ  
 سیڑھیاں ہیں۔ باقی دو دروازوں کی طرف کی سیڑھیاں یا تو سیڑھی میں دب گئیں



یالوٹ پھوٹ گئیں۔ مشرقی اور جنوبی دروازے جو دیوار کے بیچ میں ہیں مسجد کی دیوار سے دس فٹ آگے بڑھے ہوئے ہیں اور مشرقی رخ کا دروازہ جو جو صدد دروازہ ہے مشرقی دیوار سے (۳۰) فٹ کے فصل سے ہے جس میں سے ایک رستہ اندر وار کو ہے اور دواہر کو مسجد کی چار دیواری کے باہر بازو کے دروازوں میں ایک ایک کمرہ (۱۲۲) مربع ہے اور چار دیواری کے اندر ایک اور کمرہ (۲۵) مربع ہے۔ مشرقی دروازے کی طرف کا ایردنی کمرہ (۱۲۵) مربع ہے اور اندرونی کمرہ مستطیل (۲۵) لمبا (۱۲) چوڑا ہے۔ مسجد میں سنگ رخ کا فرش ہے صحن مسجد طول میں شمال سے جنوب کو (۲۴) ہے اور مشرق سے مغرب کو چوڑائی میں (۳۳) ہے۔ صحن کے اطراف محراب دار کوٹھڑیاں (۱۲) اونچی ہیں۔ مشرق شمال اور جنوب رخ کی کوٹھڑیاں ۱۶ چوڑی ہیں۔ باقی کی چوڑائیں مختلف طور پر (۹) سے (۱۲) تک ہے۔ دروازوں کے دونوں جانب سات سات حجرے ہیں۔ مغربی رخ کے حجرے تہرے ہیں اور محراب درمیانی کے دونوں جانب بھی سات سات حجرے ہیں اس طرح صحن کے ہر جانب کے حجرے بہ شمول دروازوں کے حجروں کے سب ملا کر (۴۵) ہیں۔ مغربی دیوار میں بلند محرابیں ہیں اصل مسجد بیچ کے حصے میں ہے جو (۳۳) مربع ہے۔ مسجد کی چھت پر (۶۴) گنبد ہیں جن میں سے بڑے گنبد (۹) اونچے ہیں اور ان کی دھنچکھڑکی کی مسجد کی سی ہے۔ یہ مسجد جیسی کچھ بھاری بھر کم چوڑی چپکلی مستحکم اور عالی شان تھی اور اپنی عظمت و شان کے لحاظ سے جس قدر مستحق قدر تھی اتنی ہی خراب اور عجلی حالت میں ہے۔ بیگم پور کا سارے کا سارا گاؤں جاٹوں کا مع آن کے مویشیوں کے اسی میں بستا ہے اس وجہ سے بیچ پوچھو تو اس کو اب مسجد کہتے ہوئے بھی قسم آتی ہے۔ شاہ بڑی مقدسے بازی کے بعد صرف مغرب جانب کا درمیانی درہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کو مل گیا ہے جو (۳۳) مربع ہے۔ اسی میں سنگ موسیٰ کی دہلیز کا پیش طاق ہے۔ کتبہ کوئی نہیں ہے۔ فرش سنگ خارا کی سلوں کا ہے۔ اس حصے کی محراب (۳۳) چوڑا ہے اس پر سے اس مسجد کے پھیلاؤ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ چون کہ یہ حصہ بھی بودا باس کے کام میں تھا گنبد کا سارا فتنہ اندر سے کالا ہو گیا ہے۔ اوپر جانے کا زینہ تیس سیڑھیوں کا ہے۔ افسوس لارڈ کرزن کو خبر نہ ہوئی ورنہ اس مسجد کے نصیب بلا تھکا



ہجری برحمت الہی پیوست ۴

مرتضیٰ خاں چوہدری واصل شد

گشت اقلیم بقا مفتوحش

باد پر نور الہی روحش

بہز نایح ملائک گفتند

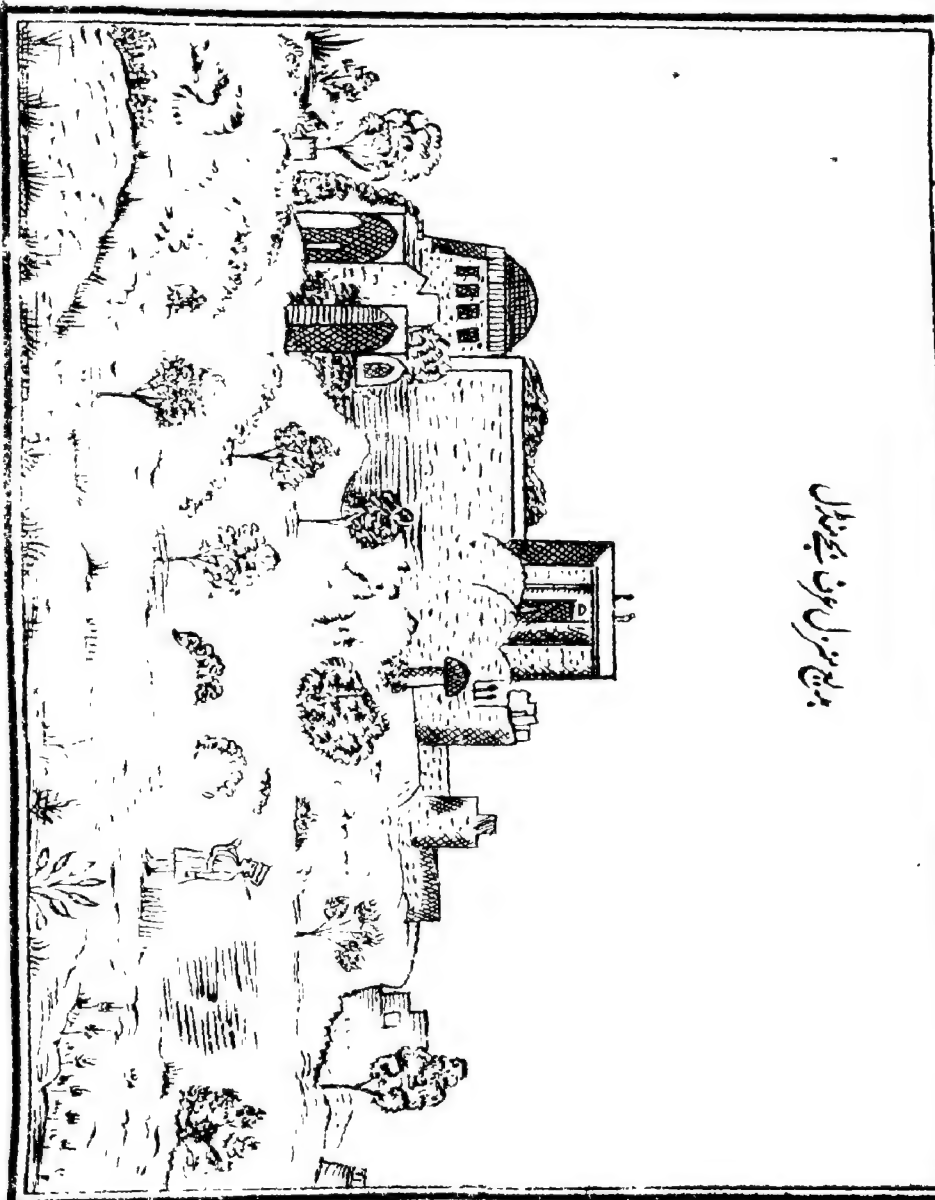
جس بچتہ اور بلند احاطے میں شیخ صاحب کی قبر ہے وہیں ایک سہ دری بطور خانقاہ کے اور ایک تنائی مسجد ہے۔ زبانِ روایت یہ مشہور ہے کہ لوحِ مرزا کا پتھر اچھا اور خوب صورت دیکھ کر کوئی جاٹ اکھارے لے گیا تھا جسے میں نے اپنی حویلی میں لگانا چاہا۔ رات کو دستِ لاک گئے جان بلب ہو گیا تب ہی چھ جوں کا توں لاکر نصب کر دیا۔ گو اس بات کو نئی روشنی والے زمانہ میں مگر ہر گاہ دین کی شان میں ہے اور بے لکڑی کوڑک بھینچنے کے کسی واقعہ میری چشم دید میں نہیں دئی کی۔ مگر میں بھی ایک بیان کہتا ہوں کہ کسی انگریز سپنٹر من نامی نے قطب صاحب کی ماسٹ سے سینچے کچھ سہریں اٹھوا کر میدانِ صاف کر دیا تھا۔ کچھ دنوں رات کو یہ سہریں واپس آ کر سر زمین میں قبروں جوں کا توں درست کر دیا۔ چنانچہ اب تک بن لاکڑی کے پاس یہ سہریں موجود ہیں۔

**بنگلہ اور پھولی بارہ دری** اور وہیں احاطہ کے پاس ایک بڑی سی خانقاہ ہے جس کا نام ہے مشہور ہے اس عمارت میں کچھ عرصے کا ایک عداوی سہری باقی ہے اور دوسری جانب بارہ دری کے صہری تین درگاہیں ہیں جو حالت موجودہ کے لحاظ سے پھولی بارہ دری کہلاتی ہے۔

**بارہ کھمیا اور بجنی کوٹھی** تختہ شیخ فرید جاری کے قبرے کے پاس بے چراغ موضع شاہ جی کی مہر ہے جس میں ایک بہت وسیع اور بچتہ سہری ہے جس کے اندر علاوہ فرشتوں کے ایک عمارت پھر اور وسیع عداوی عمارت بارہ کھمیا کی ہے جو پھر پھر عداوی میں میں لاکڑی کے ٹکڑے لگے رہتے ہیں ایسا عداوی نہیں ہے بلکہ اس وسیع احاطہ کے پچھلے پچھلے عداوی کے ایک بہت احاطہ کے اندر کچھ کی پانچ قبریں ہیں۔ اس کے گرد بھٹی بڑے احاطہ کی دیواروں میں شمالی جنوبی سمت سے سات اور جنوبی سمت میں پانچ پانچ اس طرح چوبیس کچھ رہائش گاہیں ہیں جن کے گرد و اطراف میں پودے پھیلے ہیں۔



برقع منزل عرف بجہنم



کا زینہ ہر جس پر سے ہم بارہ کھبے کی چھت پر پہنچتے ہیں یہیں ایک دو منزلہ سہ دری  
ہی جس کے دو دروازے گنبد ہیں اور ۱۲ x ۱۲ لم کا دالان ہے۔ پھر پچیس سیڑھیاں چڑھ  
کر سہ دری کی دوسری منزل پر پہنچتے ہیں جس کی چھت گرگنی ہے دو منزلہ کمرہ ۱۲ مربع ہے  
اور کل بلندی اس عمارت کی ۱۲ ہے یہاں جنوب کی طرف دیوار میں ایک چھوٹا طاق ہے  
جس کی سطح میں سنگ سرخ کی ایک سل ہے اسے بجاؤ تو کھن کھن کرتی ہے اسی وجہ سے یہ  
بجتی کو بھی کہلاتی ہے۔ گنواروں کو بٹھانے کا یہ اچھا نسخہ ہے درنہ در اہل کچھ بات نہیں سل  
کے نیچے خلا رکھا گیا ہے جس کے لیے ویسیرلشن (گوچ) مزدور ہی یہی صنعت فتح پور سیکری  
کی حضرت سلیم چشتی کی مہر کے ایک ستون میں رکھی گئی چوں کہ وہ بہت بڑی عمارت ہے  
اس کی بہ نسبت اس میں گوچ بھی زیادہ ہے۔ گنوار لوگ اسے بھی ایک معجزہ اور کرامت  
سمجھتے ہیں۔

از روے یار خرگبی ایواں ہی بنیم تہی  
وز قد آں سروہی خالی ہی بنیم چمن  
جائے کہ بود آں لسان و تان و تان بوستان  
شد گرگ در وہ راکان ہم بوم و گرگس دطن  
برجائے جنگ نائے ولی آواز ناع ست و زغن

بجے منڈل یا بیڑی منزل  
یا بدیع منزل ۵۵۵  
۱۳۵۴ھ

برجائے ظل و جام مگوراں نہاد ستغدی

کالوسراے اور بیگم پور کے درمیان یہ ایک مکان عر قطب صاحب کے رستے میں  
بائیں طرف نہایت رفیع و دل چسپ و دل کش فیروز شاہ کا بنایا  
ہوا اور اس کو جہاں نما بھی کہتے ہیں اور بدیع منزل بھی مشہور ہے عوام الناس اسے  
بجے منڈل یا بیڑی منزل کہتے ہیں۔ کتب تواریخ کی رو سے یہ مکان اسی زمانہ میں  
بنایا جس زمانے میں فیروز شاہ نے فیروز آباد بسایا تھا یعنی ۵۵۵ھ۔ پس اس  
کی تعمیر پیش ازین نیست کہ چند سال بعد ہوئی ہوگی۔ جنرل کننگھم صاحب  
کا یہ خیال کہ اس نام کی عمارت تغلق آباد میں تھی صحیح نہیں ہے۔ شاہ عبد الحق صاحب  
محدث دہنوی مصنف اخبار الاخبار جو عہد اکبری و جہانگیری میں ایک مشہور

۱۵۴۰ اخبار الاخبار میں اس عمارت کو سلطان محمد عادل تغلق شاہ (۵۷۲ھ) کے وقت لکھا ہے۔ ۱۲

بزرگ صاحب تقویٰ تھے اور جن کی وفات ۵۲۰ھ میں ہوئی اور اس عمارت کو جہاں پناہ کا ایک برج بتلائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سکندر لودھی کے زمان سلطنت میں شیخ حسین طاسر نامی ایک بزرگ دہلی تشریف لائے تھے وہ علم شاہی اسی محل میں ٹھہرے گئے تھے ان کا انتقال ۹۰۹ھ میں ہوا اور اسی مکان کے باہر دفن کیے گئے چنانچہ اس جگہ اور قبور بھی ان کے اعزہ اقربا کے ہیں۔ یہ مکان ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے جو سنگ بست اور سطح زمین سے (۸۳) بلند ہے جس پر جانے کی سیڑھیاں ہیں۔ سیڑھیاں اور ٹیلے کے ہر دو جانب کی بندش اب امتداد زمانہ سے بہت خراب ہو گئی ہے۔ یہ ایک مستمن شکل کا کمرہ ہے جس کی چھت گر پڑی ہے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ اس مکان کی قطع بھی عجیب ہے کہ ایک بلند برج پر چار دروازوں کا ایک کمرہ بنایا ہے اور اس کی دیوار میں سے اوپر جانے کا زینہ رکھا ہے اور اس کے اوپر اگلے زمانے میں بہت خوش نمابارہ درسی تھی جو اب ٹوٹ ٹاٹ گئی ہے مگر اوپر چڑھ کر دیکھنے سے اس کی علامات معلوم ہوتی ہیں۔ ایسے مکانات عرض لشکر کو بنائے جاتے ہیں اور یہ مکان بھی اغلب ہے کہ اسی نوعیت سے بنایا گیا ہوگا۔ یعنی بادشاہ سلامت فوج کا ملاحظہ فرماتے تھے اور دیگر تقاریب میں بھی جوس ملاحظہ کرتا تھا جس کمرے کا ذکر اوپر آیا ہے وہ سنگ بست اور پختہ بنا ہوا ہے جس کے چاروں کونوں پر سنگ سرخ لگا ہوا ہے۔ یہ کمرہ (۸۳) مربع اور (۲) مربع ہے۔ دیواریں نیچے پھیلی ہوئی اور اوپر جا کر سکڑی ہو گئی ہیں چنانچہ بیس فیٹ میں چار فیٹ چوڑائی بڑھ گئی ہے۔ اس محل کے قریب ہی ایک گنبد دار والاں بھی ہے جو (۵۰) مربع اور (۸۳) بلند ہے۔ یہ بھی پختہ اور اچھی حالت میں ہے قبرستان کے پاس ایک مسجد بھی ہے۔ محل مقام پر دیرانی برستی ہے اور اسی کے پاس بیگم پور کا گاؤں بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ فیروز شاہ نے ایک سنگ بنائی تھی جو قلعہ فیروز آباد سے اس مکان کے نیچے نیچے ہوتی ہوئی حوض خاص تک چلی گئی تھی۔ اس میں تین کوس کا نفیس ہے۔ یہ مکان بہت شکستہ حالت میں تھا۔ لیکن محکمہ آثار قدیمہ سے خاطر خواہ مرمت کرا دی گئی ہے۔ اس کی وضع قطع اور ہیئت کذا فی نقشہ کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگی۔

بے منڈل کے دامن میں ایک گنبد  
بے منڈل کے ٹیلے کے نیچے  
بجانب مغرب ایک بہت پرانا

مگر بڑا بھاری گنبد اندر سے ۳۱ پڑ مریج ہے۔ قبر اور فرش دونوں باقی نہیں ہر طرف دودو درمیں۔ مشرق کی طرف کے در بند کر دیئے گئے ہیں۔ پلاستر اندر باہر سے سب گر گیا ہے خصوصاً گنبد کا سارا پلاستر جاتا رہا اور سنگ خارا کی سلیس اور پتھر نکل آئے جن میں برسات کا پانی خاطر خواہ جذب ہوتا ہے اور اگر خبر نہ لی گئی تو عجب نہیں کہ بہت جلد گر جائے۔ اس کے در آٹھ فٹ چوڑے ہیں۔ گنبد کے سامنے ایک گراڑا چبوترہ ہے جس پر ایک قبر اب تک بھی باقی ہے۔ یہ بھی نامعلوم اور بن پتہ گنبدوں میں ہے۔

**کالوسرا کی مسجد**  
بیکم پور کی مسجد کے پاس ہی کالوسرا کے کیستی ہے جو قطب روڈ کے ایک فرلانگ بائیں طرف ہوگی۔ اس موضع میں بھی خاں جہاں فیروز شاہی نے ایک اور مسجد بنوائی۔ اسے

قریب قریب مسجدیں بنوانے کی مصلحت کچھ سمجھ میں نہیں آتی ممکن ہے کہ اس زمانے میں کالوسرا کے کوئی بڑی جگہ رہی ہو اور یہ تو ظاہر ہے کہ زمانہ حال کی بنسبت جب کہ سلطنت اسلامی عروج پر تھی روزے نماز کا چرچہ زیادہ تھا نماز کی طرف سے اس زمانے جیسی لاپرواہی تو یقیناً نہ تھی۔ بہر حال مسجدیں موقعی ضرورت کے لحاظ سے بنائی گئی تھیں ورنہ اتنی عقل تو ان لوگوں میں بھی ہوگی کہ بے ضرورت روپیہ صرف نہ کیا جائے۔ یہ مسجد بھی چوڑے اور پتھر سے برجیوں دار بنی ہوئی ہے اور چوں کہ خاں جہاں وزیر نے کئی مسجدیں قریب قریب زمانے میں بنائی ہیں اس لیے ان کی سال بنا بھی قریب قریب تصور کیا گیا ہے۔ اس مسجد کے شمالی اور جنوبی ضلع منہدم ہو گئے ہیں اور گاؤں کے لوگ اس میں بستے ہیں مگر میں سب سلمان۔ یہ سچ بھی ایک مرتفع مقام پر بنی ہوئی ہے جو سہفت درمی تھی دو در گر گئے پانچ رہ گئے ہیں۔ دالان سہ گئے ہیں۔ دروں کی اونچائی ۱۰۔۱۰۔۱۰ چوڑائی ۹۔۹۔۹۔ لمبائی اس مسجد کی ۱۷ ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس گاؤں میں کوئی ہندو نہیں رہتا مینا بھی سلمان ہی ہے۔

**شیخ ضیا الدین رومی کا گنبد**  
اس کا گنبد قطب روڈ کے کنارے بائیں طرف کالوسرا کے سامنے ۸ میل ۶ فرلانگ

پر ہے۔ یہ گنبد کچھ بہت بڑا نہیں ہے اندر سے دس مربع ہے۔ اندر باہر سے پلاستر تھا لکھیا ہے



دروں میں کی جالیاں ٹوٹ گئیں اب پتھروں سے چُن دیا۔ بارہ درہ گنبد ہے۔ اندر دو  
 قرین گچ کی ایک مردانی دوسری زنانی ہے۔ ٹھکانے۔ دس ایچ او پنچے چبوترے پر میں  
 گاؤں والے جھاڑو بہارو دیتے رہتے ہیں اور قبروں کی بھی از سر نو مرمت کر دی گئی  
 ہے۔ مردانی قبر کے سراہے دیوار میں پتھر پر یکتہ ہے شیخ ضیاء الدین رومی درخشہ پوری نبوی رگڑے عالم  
 بقاشندہ آپ شایع کبار میں سے ہیں شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ ہیں سلطان قطب الدین بن علاء اللہ  
 آپ کا معتقد اور مرید تھا کہتے ہیں کہ وصال کے تیسرے دن جب شیخ نظام الدین ادبیا آپ کی زیارت  
 کو تشریف لے گئے تو سلطان قطب الدین وہاں پر حاضر تھا شیخ نظام الدین کو نہ تعظیم  
 دی اور نہ سلام کا جواب دیا۔ حضرت شیخ نظام الدین سے منقول ہے کہ انہوں نے  
 شیخ ضیاء الدین سے سنا تھا کہ ان کا یک دوست تھا جسے سماع میں حال اور ذوق بہت  
 ہوتا تھا اُس کی وفات کے بعد انھوں نے اسے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں اُسے مقام رفیع ملا  
 ہے مگر مغموم بیٹھا ہے۔ آپ نے اسے ایسے عمدہ مقام ملنے پر مبارک باد دی اور پوچھا کہ اُداس  
 کیوں بیٹھے ہو انھوں نے کہا کہ یہ سب کچھ مجھے ملا کہ وہ لذت اور حال جو سماع میں  
 ملتا تھا میرے نہیں۔

**اڑھ چینی یا بی بی نور** | قطب روڈ کے نوین اور دسویں میل کے درمیان بائیں

ہاتھ کی طرف یہ گاؤں ہے اور داہنی طرف بی بی نور کی  
 درگاہ۔ اس نام تو اس موضع کا اڑھ چینی ہے مگر مسلمانوں نے بستی ہی کا نام بی بی نور رکھ  
 لیا ہے۔ درگاہ کا ایک وسیع احاطہ ہے جس کے اندر درگاہ ہے اور ایک چھوٹا سا گنبد  
 چلے گا ہے۔ سب قبروں پر کتبے لگا دیئے ہیں جس سے بہت آسانی ہوتی ہے احاطے  
 کے اندر خدام کے رہنے کے لیے ایک کشتش درہ بھی بنا ہوا ہے احاطے میں نیم کے  
 بہت سے درخت ہیں اور ایک منہرہ مہ باؤلی بھی ہے۔ قبور کی یہ تفصیل ہے:-

چلے کے سامنے دا حضرت بی بی زلیخا صاحبہ - والدہ ماجدہ حضرت سلطان المشائخ  
 محبوب الہی شیخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ اسرارہم غرہ جمادی الاخری ۸۴۳ھ سفر آخرت  
 اختیار نمود۔ آپ کا مختصر حال حضرت کے تذکرے کے ضمن میں آچکا ہے (۲) حضرت  
 بی بی جنت صاحبہ دختر نیک اختر بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا۔

دس حضرت بی بی زینب صاحبہ دختر نیک اختر حضرت بی بی جنت رحمۃ اللہ علیہا اور

آپ ہی کے برابر آپ کی چار صاحب زادوں کی قبریں ہیں -  
چلے کے پیچھے حضرت بی بی نور رحمۃ اللہ علیہا حضرت بی بی نور رحمۃ اللہ علیہا دختران شیخ  
شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ -

**بی بی فاطمہ سام کا حال** | حصہ دوم کتاب ہذا میں حضرت بی بی فاطمہ سام کے

سے نہیں گزرے اب چوں کہ نسائے صالحات کا ذکر درمیں ہی ہیں لکھ دیتا ہوں کہ ناظرین  
اس نیک نہاد بیوی کے حالات سے محروم نہ رہ جائیں از صالحات و قانتات و عابدات  
زمانہ بود و ذکر او در ملفوظات شیخ نظام الدین و خلفائے ایشاں بسیار است می گویند کہ سلطان  
الشیخ در روضۂ فاطمہ سام بسیار مشغول بودے - شیخ فرید الدین گنج شکر فرمودے کہ  
فاطمہ سام مردیت کہ اورا یہ صورت زناں فرستادہ اند - شیخ نظام الدین فرمود کہ شیراز بیشہ  
برون آید کے پیرسد کہ آن شیرنر است یا مادہ فرزندان آدم را طاعت و تقویٰ باید خواہ  
مرد باشد و خواہ زن بعد در مناقب بی بی فاطمہ سام غلو فرمود کہ در غایت صلاحیت و  
کبریاں شدہ بود من اورا دیدہ ام بس عزیز خورے بود اورا یا شیخ فرید الدین و شیخ نجیب الدین  
متوکل بر اور خواندگی و خواہر خواندگی بودہ است - بیست با بر حسب حال ہر چیز کے کفے  
ایں تو مصرع من ازو یاد دارم -

ہم عشق طلب کنی دہم جان خواہی ہر دو طلبی دے میسر نشود

و نیز فرمود کہ من از بی بی سام شنیدہ ام کہ می گفت از برائے آل کہ پارہ نان و کوزہ  
آب بہ کے و ہند نعمت ہائے دینی و دنیاوی نثار او کنند کہ بصد ہزار روزہ و نماز  
نتوان یافت و در ملفوظات میر سید گیسو دراز می نویسند کہ روزے و مجلس شیخ نصیر الدین  
محمود سخن در فضائل بی بی فاطمہ سام بود فرمود فاطمہ سام بعد از موت با شخصے حکایت کرد  
کہ روزے بر معبود خویش در حضرت رب العزت می رفتم از طور بلکہ در گزشتہ ناگاہ فرشتہ گفت  
کیستی بایست چہ باشد کہ نیک بیباک داری گزری و من سوگن خوردم کہ من ہم آں جانشین  
ام تا خود رب العزت تعالیٰ مرا نہ طلبد بنیت نرم ساعے گزشتہ بی خدیجہ و بی بی فاطمہ زہرا  
رضی اللہ عنہما آمدند و پائے ایشاں افتادم گفتے فاطمہ امر و نچو تو کیت کہ خداے  
تعالیٰ بطلب تو مارا فرستادہ است گفتم من کینزک شام کہ ام عزت بالاتراں باشد کہ شما بطلب

من بیایید آما من سو گن خورده ام فرمان شا فاطمه راست می گوید شما از میدان دور شوید۔ اِلْت  
اِلْت خاست من از جا جنبیدم بحضرت گفتم خداوند و حضرت تو این چنین بے ادیاں  
هم باشتند کہ آیندگان حضرت ترا نشناختند این سخن گفت و آہے زد و در میان گور خود  
بنشست۔ میر محمد گیسو دراز کنایت از خود کرده می فرماید کمترین خدمتگاران عرضہ می دارد  
کہ چنین گمان دارم کہ خواجہ این حکایت از خدمت می کرد آبا بر کم قدیم بلفظ غیبت می فرمود و  
در خیر المجالس می گوید کہ روزے مولانا حسام الدین بخدمت شیخ نظام الدین آہ بود فرمود  
مولانا حسام الدین، ام روز ابد الے را دیدم عرضہ داشت کرد کجا دیدید فرمود بزیارت  
بی سام رفته بودم نزد یک خطیرہ حوٹے ست یک مرد پیدا شد سید خیار۔ بر سر کرده کرانہ حوض  
فرود آورد و خیار ہا انبار کرد و خود و عنوے ساخت کہ مرا از وضوے ادعجب آمد چون  
وضو تمام کرد و برخاست و دو رکعت باراحت تمام نماز گزارد مرا از ذوق نماز ادعجب آمد  
بعد ازان میان آب رخت و سہ بار سی پشت بعد ازان یگان یگان حیا۔ می شست و می ترا  
و در سیدی انداخت تا تمام خیار ہا بچنین پشت بعد ازان سہ برگرفت و سہ بار میان  
حوض فرود برد و باز آورد و در کرانہ نہاد تا آب بچکد من از غایت تعجب برخاستم و یک  
تکاء سفید و در ستار چہ من بود باز کردم و پیش او بروم و گفتم خواجہ قبول کنید گفت شیخ  
مرا معذور دار گفت خواجہ تو بے دقت۔ چندین بار می گیری و زحمت میبری یک تنکہ نقرہ  
خدا تعالی فتوح بہ تو می رساند حیا ستانی باز گفست معذور دارید گفتم کیفیت بگو چرا حیا ستانی  
گفت بنشین تا بگویم من و آن مرد ہر دو نشستم آغاز کرد پدر من ہیں کار کردے من خود  
بووم کہ پدراں سر برفت ماں مراں قار۔ احکام عبادت آموخنہ بود کہ پنج وقت نماز  
گزاردن می دانم بعد ازان چون وقت نفل مادر شد مرا نزدیک خود طلبید و گفت درین  
چہر گرہ نہادہ ایم بکش بیار دست بہ چہ بروم گرہ ہے بیرون آمد پیش مادر نہادم گرہ  
باز کرد و چیزے علیہ کرد و گفت این وجہ کفن و غسل دبر آوردن گور بود و مقدار میت  
در ہم مراد و گفت این مایہ ہمہ عمر است۔ پدر تو در باقات رفتے خیار۔ سے و سہری بستہ  
و آنرا بفرودختے و روزگار بدال گذرانیدے تو نیز خیار۔ سے و سہری بستانی و بفرودشی و  
جز این وجہ پنج وجہ تھوری۔ پور۔ آن مرد این حکایت تمام کرد و۔ یافتہ کہ آواز ابدال  
است از پنج کس چیزے قول کنند کہ میر۔ وری رحمت اللہ علیہ و علی جمیع الصالحین در

سیر الاولیاء می گوید کہ بی بی فاطمہ در حوالی قصبہ اندر پست خفتہ است و روضہ او قبلہ حاجات خلق گشتہ۔ تہر وے نزدیک دروازہ نخاس دہلی در خرابہ افتادہ است، پیچ کس نمی داند۔ الا ماشاء اللہ۔ مردم آں را بی بی شام گویند و بعضے عوام الناس بی بی صائمہ گویند ہر دو لفظ غلط است نام ایشان بی بی فاطمہ سام است (اذا اخبار الاخیار)

## حضرت نجیب الدین متوکل کی درگاہ اور مسجد

بی بی نور کے احاطے سے ملا ہوا ایک اور وسیع احاطہ جس کے اندر ایک اور چھوٹے سے احاطے ۲۲ × ۲۲ کے اندر پانچ قبریں ہیں اور پلو کا بہت بڑا نا درخت ہے جس کی جڑ تک امتداد زمانے سے کہنہ ہو گئی ہے سلسلہ قبروں کا بائیں طرف سے یوں ہے اور سب پر کتبے لگے ہوئے ہیں :-

- (۱) حضرت شیخ احمد فرزند شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہم۔
- (۲) یا اللہ مزار مبارک حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ۔ وفات ۸۵۷ھ
- (۳) حضرت شیخ اسماعیل صاحب فرزند شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ۔
- (۴) حضرت شیخ محمد صاحب فرزند شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہم
- (۵) حضرت بی بی فاطمہ دختر شیخ الشیوخ العالم شیخ فرید الدین گنج شکر قدس اللہ العزیز
- حضرت نجیب الدین متوکل حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اور خلیفہ ہیں۔ آپ بڑے بزرگ اور متوکل تھے۔ دلی شہر میں برابر شہر برس تک رہے۔ آپ کا ظاہری ذریعہ گزراوقات کا کچھ بھی نہ تھا اور بالکل متوکل تھے بائیں ہاتھ مع اپنے اہل و عیال کے خوش گزرائی سے بسر اوقات کرتے تھے۔ دنیا اور مافیہا سے اس قدر بے تعلق تھے کہ آپ کو یہ بھی خبر نہ رہتی تھی کہ آج کون سا ہینا ہے اور کون سا دن ہے اور یہ بھی نہ جانتے تھے کہ یہ درم کس مقدار کا ہے۔ در دیشوں کی عید کے دن آپ کے گھر میں بہت سے فقیر جمع ہو گئے اتفاق سے اُس دن آپ کے پاس کچھ نہ تھا آپ کو تھے پر چڑھ گئے اور یاد الہی میں مصروف ہو گئے اور راز و نیاز ہونے لگے۔ دل میں خطرہ گزرا کہ سبحان اللہ کیسی عید ہے کہ بال بچے بھوکے ہیں اور جو سا فرمائیں وہ بھی ترستے چلے جائیں۔ معاذ کیتے کیا ہیں

کوٹھے پر ایک پیر و تشریف لائے اور یہ بیت پڑھی۔

بادل گفتم ولا خضر را بینی دل گفتم اگر مرا نماید مبینم

ان بزرگ نے کھانا آپ کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ تیرے توکل کا ڈنکا تو مار اعلیٰ پر نچ رہا ہے اور تیرا حال یہ ہے۔ آپ نے فرمایا خدا بہتر جانتا ہے کہ میں نے اپنے لیے کچھ خیال نہیں کیا بلکہ یہ لوگ جو گئے بیٹھے ہیں ان کی وجہ سے خیال آگیا۔ شاید وہ بزرگ خواجہ خضر ہی تھے۔ حضرت نظام الدین بابا صاحب (حضرت فرید گنج شکر) سے بیعت کرنے سے پہلے آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ دعا فرمائیے کہ میں کہیں کا قاضی ہو جاؤں۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے جب دوبارہ گئے اور پھر یہی خواہش کی تو آپ نے فرمایا ”اجی قاضی بن کر کیا کر دے گے تم تو کچھ اور ہی بننے والے ہو“ غرض آپ کے محامد اور فضائل بیرون حدود شمار ہیں آپ کی قبر پر حال میں سلسلہ کا کتبہ لگا دیا ہے لیکن برصے تحقیق معلوم ہوا کہ صحیح سن آپ کی فاتحہ ۶۰۹ھ ہے چنانچہ آپ کا اور حضرت نظام الدین اویا کا مکان بھی تھا۔ تیسے احاطے لے اندر ہی ایک قناتی مسجد اور صحن مسجد میں کنواں بھی ہے۔ یہ مسجد ۱۳۷۵ھ وری ۱۳۷۵ھ ہے۔ دو طرفہ زینہ بھی ہے۔ پیش طاق پر اسماعی حسنی۔ کلمہ کا طعری اور حدیث ہے۔

قال النبی صلا اللہ علیہ وسلم المؤمن فی المسجد کالسلمۃ فی السماء والمنافق فی المسجد کالطیور فی القصر۔ دونوں طرف طعری سبحان اللہ۔ سورہ الفلق۔ انا قننا کالجھمہ۔ طاق کے اندر خلا میں سورہ فاتحہ

شیخ عین الدین قصب کی قبر | بالکل ٹرک سے ملی ہوئی داہنی طرف ایک قبر پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔ شیخ عین الدین قصاب رحمۃ اللہ علیہ

قناتی مسجد اور گنبد | قطب روڈ کی دائیں طرف ایک وسیع قناتی مسجد ہے جس کی پشت بالکل ٹرک سے ملی ہوئی ہے اسی مسجد کے صحن میں ایک

گنبد ۲۳۔ ۴ مربع ہے گنبد کس کا ہے معلوم نہیں مسجد اور گنبد دونوں میں جاٹ رہتے ہیں۔ پولیوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ پرندہ وہاں پر نہیں مار سکتا۔

درگاہ پنچہ شریف | ایک احاطہ ہے جس کے چاروں طرف مکانات تھے سب گر گرائے

اب صرف ایک صر دروازہ اور دودرہ رہ گیا ہے یہاں ایک چبوترہ پختہ ہے ۱۸۱۱ء - ۳ - ۴ ادنچا جس کو لوگ عام طور پر فرخ سیر بادشاہ کی قبر بتلاتے

ہیں حالانکہ برصے آثار الصنادید فرخ سیر بادشاہ تو ہمایوں کے مقبرے کے چبوترے پر

دفن ہو۔ یہ غلط روایت غالباً اس وجہ سے مشہور ہوئی کہ یہ مقام درگاہ پنجہ شریف، جو  
 فتح سیر کے زمانے میں بنی تھی جس کتبے کا آگے ذکر آتا ہے وہ اسی درگاہ کا تھا۔ اب  
 اس کی حیثیت نہ درگاہ کی نہ مقبرے کی گرد جاث رہتے ہیں اور اس چبوترے پر جو  
 بہر حال میں پنجہ شریف کے نام سے مسلم ہو کھلے خزانے اُپلے تھا پلے جاتے ہیں اور  
 ایسا معلوم دیتا ہے کہ گویا یہ چبوترہ اُپلے تھا پلے ہی کے واسطے بنوایا گیا تھا۔ خیر اگر کچھ نہ ہو  
 تو اس مقام کو مسلمانوں کی ایک تبرک جگہ سمجھ کر گاؤں والوں کو اُپلے تھا پلے سے تو  
 روک دینا چاہیے اور کم سے کم اس چبوترے کے گرد آہنی کٹھرا لگھیر دیا جائے تو اس  
 جگہ کی جو پنجہ شریف سے نامزدی ایسی مٹی پلید ہو میں چونکہ مسلمان ہوں یہ حالت دیکھ کر  
 میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس طرح کی غلطی تو کسی مذہبی مقام پر خواہ وہی فرقہ دلت  
 کا ہو روا نہیں ہو۔ اس گوہرستان کے صمد و رازے سے ملی ہوئی ایک تین در کی چھوٹی سی  
 مسجد جس پر گوہر کی بگنل چڑھی ہوئی ہے اور جاث رہتے ہیں مسلمان اندر قدم بھی نہیں دھر  
 سکتا یہ بات یقیناً مسلمان کے دل کو تو ضرور کھٹائیگی اور اس سین کو دیکھ کر ضرور دل اڑھے گا۔  
**موضع اڑھ چنی کا کتبہ**  
 اس کتبے کو سب سے پہلے سلاطین نے ڈاکوئل قائم مقام  
 ڈاکوئل جنرل آثار قدیمہ نے دیکھا اور اس کے متعلق  
 مولوی ظفر حسن صاحب بی۔ اے نے مقامی تحقیق کے

۱۱۲۷ھ  
 ۱۷۱۵ء

بعد ایک قابل قدر آرٹھیکل اپنی گریفیا انڈیا میں دیا ہے اسی پر سے ہم اندر ارج کرتے ہیں  
 یہ کتبہ ایک سنگ مرمر کی ہے۔ ۱۱ x ۲۔ ۱/۲ کی تختی پر بخط نستعلیق کھدا ہوا ہے۔ ایک حاشے کے  
 اندر ایک قبر کے سراپے موضع اڑھ چنی میں لگا ہوا تھا۔ اس سنگ کتا بہ کی حالت بہت  
 افسوس ناک تھی۔ کئی جگہ سے تو پتھر ٹوٹ گیا تھا اور تختی کے کئی ٹکڑے رہتے حضور خدا اس کے  
 آخری حصے کو بہت صدمہ پہنچا تھا اور ایک چھوٹا سا ٹکڑہ بھی گیا تھا علاوہ برین لوگوں نے پتھر  
 ٹوٹنے کی غرض سے عبارت کو بھی کئی جگہ سے ضائع کر دیا تھا اس لیے مزید نقصان بخٹو کرنے کی غرض  
 سے یہ کتبہ اب قلعہ کے نوبت خانے کی دیوار میں لگا دیا گیا ہے جہاں پہلے میوزیم تھا۔ یہ کتبہ اٹھایا  
 سٹری پر اور خوش خط اور صاف کھدا ہوا ہے۔ یہ کتبہ ۱۱۲۷ھ کا ہے جس کی عبارت سے معلوم ہوتا  
 ہے کہ اس کو ایک شخص محمد مصیوم نامی نے کھدوایا تھا جن کو حضرت رسالت آپ کا پنجہ شریف ملا  
 تھا حضرت رسول مقبول کے پنجہ اور قدم کے نقش ہندوستان میں کئی جگہ ہیں۔ خود دہلی

ہی میں قدم شریف موجود ہے اور نیز گورڈ وغیرہ مقامات پر بھی ہیں لیکن پروفیسر دان برچم Prof Van Berchem لکھتے ہیں کہ یہ مقابلہ ملک ہند کے دیگر بلاد اسلامیہ میں ایسے نقوش بجزرت ہیں چنانچہ فلسطین - مصر - وغیرہ مقامات میں موجود ہیں۔ بیت المقدس میں قبۃ الصخر اور میں حضرت کا ایک مشہور قدم شریف ہے جس کے حالات عجیب و غریب ہیں کہ جنگ ہائے صلیبی کے پیشتر وہ قدم البنی کہلاتا تھا لیکن صلیبی جنگ والوں نے اسے حضرت عیسیٰ کا قدم بتلایا جس کے بعد الی ان دن وہ قدم حضرت محمد صلم کہلاتا ہے۔ اسی طرح عراق اور فارس میں حضرت علی کریم اہلہ وچہ کے پنجہ شریف بغداد - عکبرہ - متصل بغداد - موصل - اردابیل - آذربائیجان وغیرہ مقامات میں موجود ہیں اس قسم کے بچوں اور قدموں کے نقوش کو روایات قریب و سب ہر مذہب میں ہیں۔ اور بقول جینیو اسکے پروفیسر ڈیوڈینز (Deonins) کے اس بارے میں ایک خاص کتاب برہوں کی موجود ہے جس پر پتھر کی جٹاٹوں پر نقوش قدم کے تذکرے ہیں۔ بخند موصوم کی قبر میں احاطے میں ہر وہ مشرق سے مغرب رخ نما اور شمال سے جنوب آہ بڑا اور بائیں کی نام سے مشہور ہے۔ یہ احاطہ اینٹوں کا ہے جس کے چاروں کونوں پر مہشت پہلو برجیاں ہیں اور دہلی دروازہ مغرب رو ہے۔ احاطے کے جنوبی جانب ایک چھوٹا سا پیولین ہے جس کے تین محراب دار ہیں اور چھت لہڑکی ہے۔ کچھ عجیب نہیں کہ اُس زمانے میں یہی مقام پنجہ شریف کی گارہا ہوا ہے یہ احاطہ اور لان گاؤں والوں کے قصبہ میں ہے اور پنجہ شریف کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ گھر گیا وہ کتبہ یہ ہے:-

یا اللہ یا محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
خاتم الرسالۃ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

از انجا کہ پنجہ مبارک حضرت یافتہ ام شہیدم بکے معظّمہ بر کوہ حرا کہ آنرا جبل نور گویند پینگ نشان بدن النور حضرت است کہ ابتداء وحی جبرئیل علیہ السلام بر آن سنگ سینہ منور چاک کردہ پلہ بانوار پُر نور و درغار جبل نور کہ حضرت وقت سحرة پنہاں شدہ بودند نشان پہلو و پشت دست مطہر است و بظایف متصل مسجد البنی در غاری اثر پہلو و پشت و دست اقدس پاکوی آہو مادہ مہرہ و قطرات شیر موجود است و حضرت پیر سجد الحرام... نماز میں متذکرہ رزق فاقی الحجرجہتہ کسی از تاسف فست جماعتہ تکیہ بدیوانان سلطہ یہ واقعہ حضرت رسالت پناہی کی صغرتی میں ہوا جب کہ آب ال عرب کے دستور کے موافق دانی طیمہ کے پوٹو اسکان کے لڑکوں کے ساتھ بکر یا چھٹے باغ میں جایا کرتے تھے۔ ۱۳۰ سالہ رفاق کے لغوی سنہ گئی (بقدر صفحہ آئندہ)



آرنج مبارک سنگ درآمد و از دیوار چپ سنگی عرض کرد جماعت تیار و اس دروغ گو ابلیس بود اثر زبان سنگ ظاهر است آخر کتابی الاعلام با علام بیت المحرام یا مکن زیارت نوشته خلاصہ ترجمہ آنکه مابین مولد البنی و خانہ حفرة خدیجہ در راہ مسجد سیست پونچہ نام اوزقاق المرفق انجا .... دوکان ہم (دیکر) بود در وصف میفرودخت پرمیش بدیواری سنگیت نمود اثر آرنج و سیست و در کتاب بحر الحقیق از زبدۃ الاعمال نوشته کہ آن اثر آرنج ید مبارک است دینی قدسی بتایخ مکہ گفته مردم زیارت آن ہی کنند و میگویند آنحضرت تکیہ بران سنگ کردہ سخن میگفت با سنگ و دیگر کہ پیش آنحضرت بود بجانب چپ زیارت ادینفر میکنند اغلب کہ این سنگ همان باشد کہ حفرة فرمودند سنگی میدہم در مکہ ہر گاہ بر او میگذشتہ سلام میکرد و با و در جبل ابوقیس قبر حفرة آدم و حوا و شیث علیہم السلام است و خلص ترجمہ تایخ آذری آنکہ حدود حرم مکہ شریفہ حفرة ابراہیم با اشارہ جبریل علیہا السلام (محلہ نوٹ نمبر ۱۶۶) یا کو چہ کے ہیں اور حجر پتھر کو کہتے ہیں۔ زقاق الحج کہ معظمہ میں ایک گلی کا نام ہے جہاں ایک پتھر ہر چکی نسبت مشہور ہے کہ وہ ایک خد بول اٹھا تھا۔ حاجی لوگ کہتے ہیں کہ اس پتھر پر زبان کی طرہ کا اب بھی ایک نشان موجود ہے۔ اس کتاب پر نام کتاب الاعلام با علام بیت اللہ المحرام، از مولد و شمن قلیہ شمسہ جس فقرے کا والد اس کہتے ہیں وہ پورا بول ہوا اور چوں کہ کتبہ ناقص ہو گیا ہے لہذا اس روایت کی پوری عبارت نقل کر دینا مناسب معلوم ہوا۔

وہو بناء۔ قال لقاضی ابوالبقاء ابن ابی الضیاء فی البحر المحیط ذکر سعد الدین الاسفرائینی فی کتاب زبدۃ الاعمال ان محل مکہ یمشون اذا ارادوا الموالیہ من دار خدیجۃ رضا الی مسجد یقولون انہ دوکان ابی بکر الصدیق کان یسیر فیہ الخ و سلم قید علیہ عثمان بن عفان و طلحہ و الزبیر رضی اللہ عنہم قال و فی جلد رعد الدین عثمانی موفی رسول اللہ صلعم یروی ان رسول اللہ صلعم جاء دہرا الی بکر ذات یوم و نادى یا ابا بکر رضہ الخ ترجمہ قاضی ابوالبقاء ولد ضیاء بحر الحقیق میں کہتے ہیں کہ سعد الدین اسفرائینی نے اپنی کتاب زبدۃ الاعمال لکھا ہے کہ مکہ کے لوگ جب مقامات مقدسہ کی زیارت کو جاتے تھے تو حضرت خدیجہ رضہ کے مکان پر سے گزر کر ایک مسجد میں جس کو لوگ حفرة ابو بکر مدینہ کی دوکان بتلاتے ہیں۔ جہاں آپ ریشم فروخت کیا کرتے تھے اور اسی دوکان میں عثمان بن عفان طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم مشرقت یا سلام ہوئے۔ سعد الدین ناقل ہیں کہ اس دوکان کی دہرا میں حضرت رسول اللہ صلعم کی گلی کا نشان ہے۔ یہ مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم ایک دن حضرت ابو بکر کے مکان پر تشریف لے گئے اہل آواز دی گئے ابو بکر ...

سکھ اعلام امین سلطہ نامی پولیس لکھو صفحہ ۱۲۹-۱۲۸ بہت منبر میں اس معجزے کا ذکر ہے کہ پتھر کے تعین میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ پتھر حججہ اسود ہے جسے لوگ بوسہ دیتے ہیں اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ پتھر زقاق المرفق نامی میں ہے۔ (زقاق مکی۔ مرفق۔ کہنی)۔



## مسجد جامع یا مسجد قوت الاسلام

شجرہ طیبہ ہر سو جو طوبیٰ بجاں  
زمزمہ خطبہ او تا بسا ہ  
منبرش از خطبہ بیت الہی  
فیض بیک فواندن قرآن فرود  
فتہ زند گنبد والا بروں  
سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز  
پیش نشستہ حجر الاسودش  
زوجہ آزادی بیت العیتق  
بر در او سر نہد انگاہ پاسے  
نصب شدہ جملہ ستون پا دیں  
دادہ اقامت بستون نماز

صفت مسجد جامع کہ چنان شد  
مسجد جامع فیض الہ  
برہر نہ تخت گرفتہ شہی  
آمدہ وردی ز سپہر کبود  
غلغل تسبیح بگنبد دروں  
گنبد او سلسلہ پیوند راز  
خواندہ اہم کعبہ دین خودش  
بندہ سنگش درو غسل و عیتق  
ہر کہ سعادت بودش رہنماے  
در تہ سقفش ز سمانا زمین  
قامت خود کردہ موزن و راز

(ابو خسرو - از شہودی قرآن السعدین)

راے پتھورا کے آس مندر کا یقینی طور پر کچھ حال نہیں معلوم ہوتا جہاں کہ مسجد کا بنانا بیان کیا جاتا ہے۔ یوں بہت سے بے سرو پا بیانات ہیں کہ وہ بڑا بھاری مندر تھا جس میں تہری تہری اور چوہری چوہری قطاریں حجروں کی تھیں اور اس کے علاوہ بھی بڑی بڑی عالی شان اور وسیع عمارتیں تھیں۔ بات اصل یہ ہے کہ جب وہ چیز ہی موجود نہیں تو اس کا اندازہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سلطان محمد غوری کے نامور اور مورومراحم خسروانہ جنرل قطب الدین ایبک نے دہلی کی فتح کے بعد ہی جاے حالیہ پر جو مندر تھے ان کو توڑتاڑ جگہ ہموار کر کے مسجد بنانی شروع کر دی تھی۔ مسلمان مورخین اور بعض یورپین وقائع نگار کہتے ہیں کہ سلطان قطب الدین ایبک نے مسجد بنانے کے لیے مندر کی صرف غزلی دیوار زرا دی تھی اور باقی جوں کا توں کھڑے کا کھڑا چھوڑ دیا۔ لیکن جنرل کننگھم صاحب کی راے یہ ہے کہ نہیں مندر کی عمارت تمام ہاسٹو کے چند ستونوں کے جن کا بیان آگے آئے گا و عبادی گئی تھی البتہ چوترے کا اونچا حصہ پہلے ہی کا ہی جس پر کہ مسجد کی وسیع عمارت بنائی گئی ہو اور اسی سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مندر کی عمارت کہاں کہاں پھیلی ہوئی تھی لیکن اس چوترے کے نیچے کے حصے کی دیواری



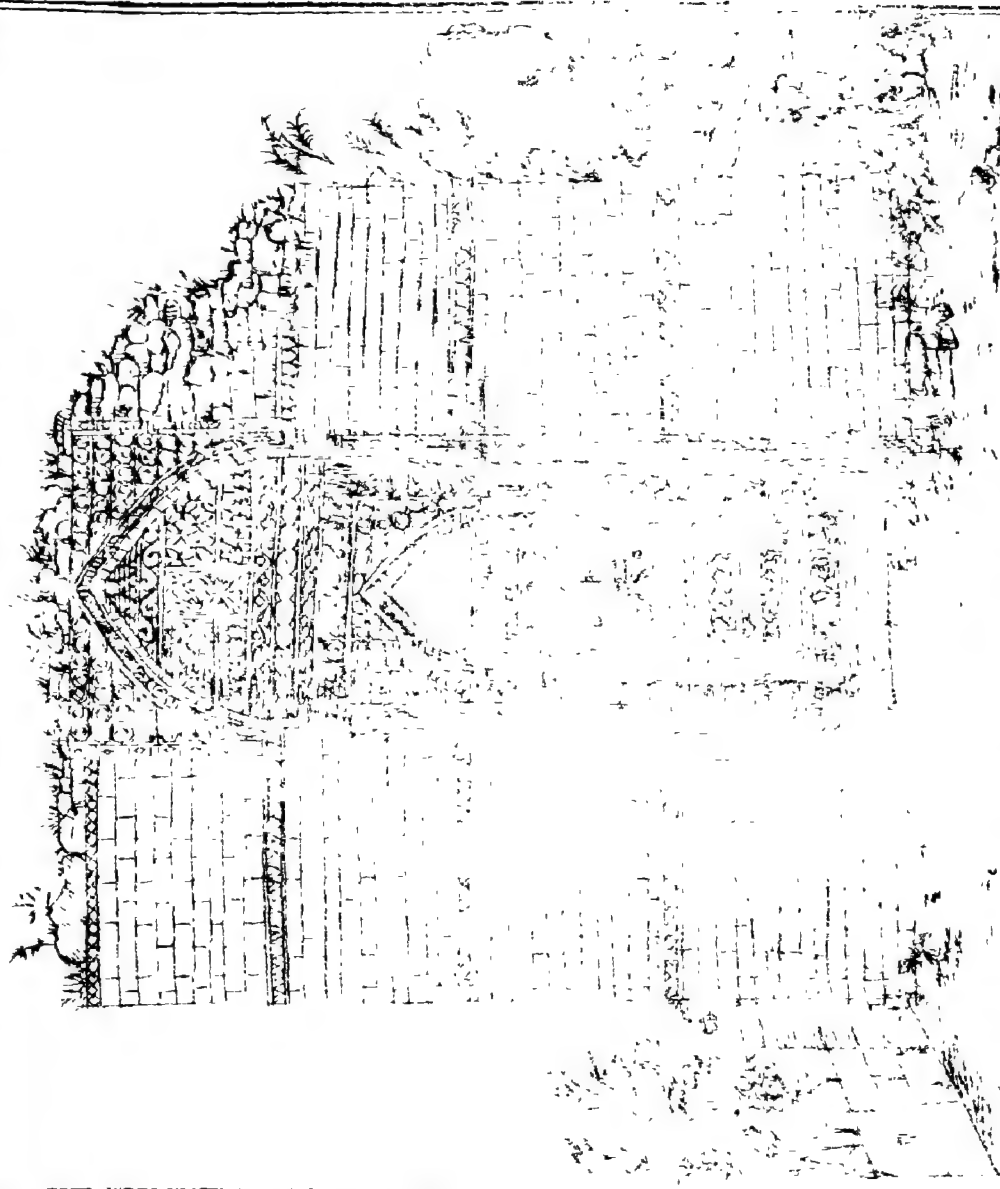
بحالہ چھوڑ دی جو اپنی اصل حالت پر کھڑی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں کے مندر جن جن کے نیست و نابود کیے گئے اور یہ تعصب اس قدر بڑھا کہ شمس الدین التمش کے سامنے میں جو قطب الدین کا جانشین تھا سندروں کا نام و نشان تک باقی نہ رہا (از نظر عام) یہ مسجد باہر سے دیکھنے میں سنے رونق اور بھدی معلوم ہوتی ہو کیوں کہ پتھر کی مربع عمارت ہو جو بننے سے آدھوری ہو گئی اسٹیکاری اور ٹیکس کی نوبت ہی نہ آئی ورنہ اس کی صورت شکل نکلتی۔ محراب وار صدر دروازہ مشرقی دیوار کے بیچ میں جو سات بھاری سیڑھیاں چڑھ کر ہم اس دروازے میں داخل ہوتے ہیں اور پھر سیڑھی کا صحن ملتا ہو۔ مشرق چکر کے بغرض حصول معلومات جب سجا سے کھدائی کی تھی تو معلوم ہوا کہ سیڑھیوں اور مسجد کے صحن کی حالت پہلے کچھ اور ہی تھی۔ ان سیڑھیوں کا سلسلہ اور آگے تک تھا جن کے آگے ایک پختہ چوڑا تھا۔ مسجد کی بیرونی مشرقی دیوار ۱۲ فٹ لمبی ہو۔ جس میں چار کھڑکیاں ہیں۔ مشرقی دروازے پر ایک محراب ہو جو ذرا نیچھے اور کوئی ہوئی جو جس کے بالائی حصے میں بہت چ نقش و نگار بنے ہوئے ہیں اور تختانی حصے پر بکتبہ بخط غزلی نہایت پیچیدہ کلمہ بنے ہوئے۔

ابن مسجد زائد کر قطب الدین ابی باک خلدی  
تخت کتبا دھڑکے نہایت بانی ابن خلدی علیہ السلام

بسم الله الرحمن الرحيم من دخله كان آمنا والله على الناس حيم البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفر فان الله غني عن العالمين  
ابن جبار رافتم کرد و ابن مسجد جامع را بساخت بتاریخ فی ستم و رستہ سبع و ثمانین و خمسمائة ابراسفہا لاجل کبیر قطب الدولہ والدین امیر الامرایہ سلطانی اعز الله انصارہ و لبست و هفت الہ بتخانہ مہکنی در ہر بتخانہ دو یا ہزار بار ہزار دیوال صرف شدہ بود درین مسجد بکارستہ شدہ است

مسجد کی مشرقی دیوار کے پاس کی کرسی ۴ فٹ ۲ اینچ لمبی اصل دیوار کے متصل پر شکل زاویہ قائمہ کھڑی ہیں جن میں وہ سیڑھیاں ہیں جو مسجد میں پونہ جاتی ہیں اور دروازہ درگن صاحب جن سے مسٹر ایڈورڈس بھی اتفاق کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر ہر شدہ کی تخمینہ لاگت ساٹھ ہزار روپیہ بھی محسوب کی جائے تو ستائیس ہزاروں کی لاگت ملے گا لاکھ سیس ہزار روپیہ ہوئی۔

نقشه دروازه شرقی مسجد قزوین و الاسلام

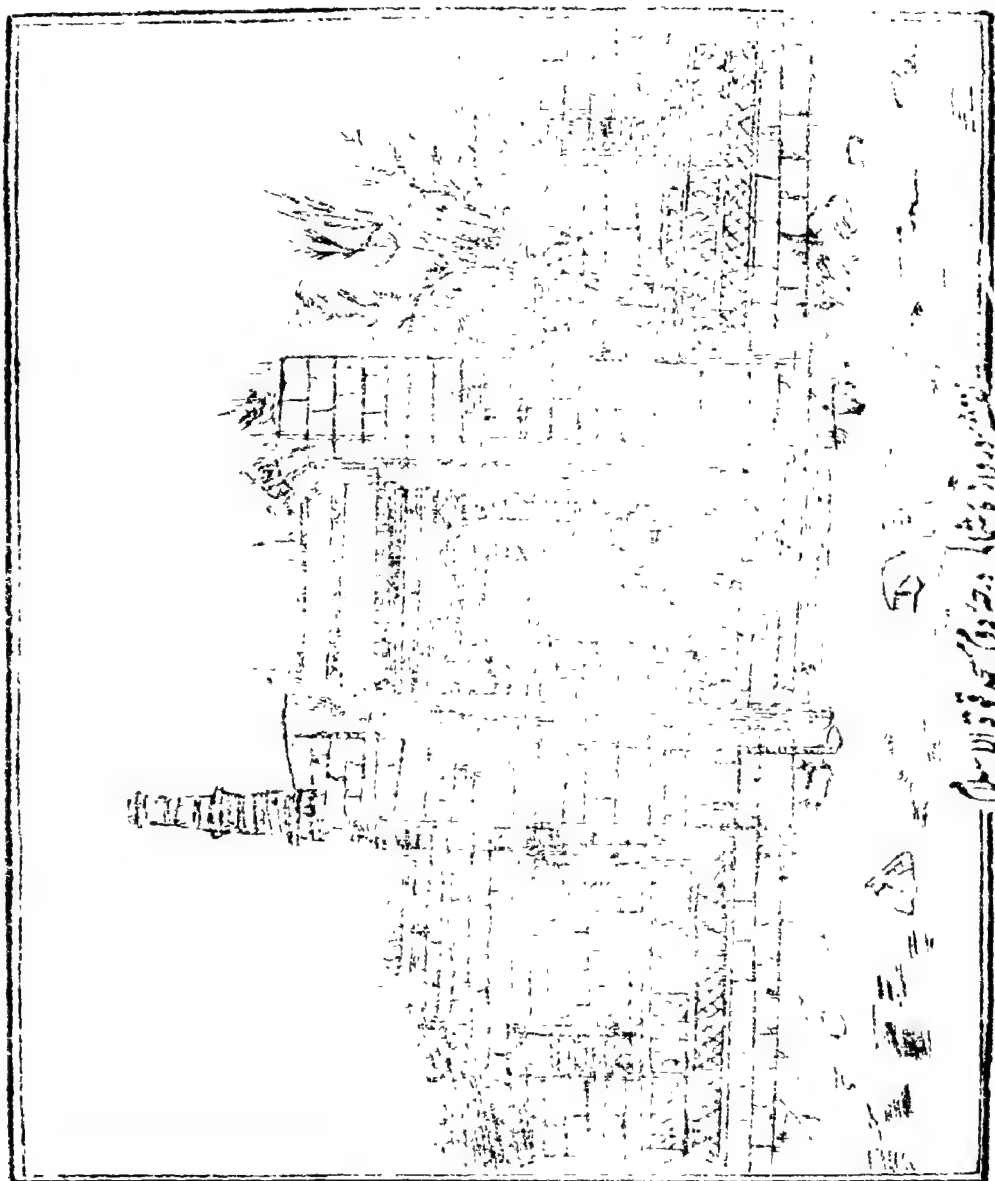


کی محراب کے اندر تک ہیں۔ دروازہ گیارہ فٹ چوڑا ہے لیکن زیادہ اونچا نہیں۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد ایک چھوٹا سا گنبد تھا جس کے دائیں بائیں دونوں طرف ستونوں کا سلسلہ اور صحن ہے۔ جو تمام حجروں سے بنا ہوا تھا لیکن صرف آدھے سے زیادہ صحن میں حجرے باقی رہ گئے ہیں۔ صحن طویل میں ۱۲۲ فٹ اور عرض میں ۱۰۸ فٹ ہے۔ گنبد مثبت پہلو ہے جو مربع نیچے پر کھڑا ہے۔ گنبد میں چار چار ستون یکجائی ہیں جن پر گنبد بٹکا ہوا ہے۔ یہ ستون تیرہ فٹ لمبے اور پائے میں ڈھائی فٹ چوڑے ہیں اور اوپر کی تختی ڈیڑھ فٹ چوڑی ہے۔ گنبد باہر سے نوکدار مخروطی شکل کا ہے۔ فرگن صاحب مسجد کے حجروں کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ عمارتیں اس قسم کی ہیں کہ ان کے گرانے اور دوبارہ پھر کھڑے کر دینے میں کوئی مشکل نہیں۔ کیوں کہ ستونوں کی کلاسی نہایت عمدگی سے ملائی گئی ہے جو بالکل بندوؤں کی مناسی ہے۔ ہر ہر حجرے میں نو سو سلیں پتھر کی اس طرح جمی ہوئی ہیں کہ چار تو ستون کے پا کھے پر ہیں اور چار کونے میں اور ایک بیچ میں۔ ان سلوں کے جوڑ نہایت عمدگی اور ایسی صفائی سے پیوست کیے گئے ہیں کہ ان میں مسالا بھرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ ان کو اتار کر پھر اسی طرح نہایت آسانی سے جما سکتے ہیں۔ گنبد بھی اسی طرز سے بنایا گیا ہے اس کی سلوں کے جوڑ بھی خوب ملائے گئے ہیں اور اس کی سلیں بھی اسی آسانی سے نکالی اور لگائی جاسکتی ہیں جیسی کہ حجروں کی (از ہشری آف آرکیٹیکچر جلد دوم صفحہ ۶۳۸)۔

زائرین کے داہنی طرف ستونوں کی قطاریں ہیں جو شمالی دیوار کی آخری حد تک ہیں۔ ان میں بعض کے سا۔ مینے برآمدے بھی ہیں۔ پہلی قطار میں سات ستون دیوار کے کھڑے ہیں دوسری قطار پہلی قطار سے چھ فٹ کے فاصلے سے ہے اس میں چھ ستون ہیں۔ تیسری قطار بھی دوسری قطار سے چھ فٹ ہے اور اس میں بھی چھ ستون ہیں۔ چوتھی قطار صحن میں ہے جو تیسری قطار سے پانچ فٹ دو تہائی جس میں سات ستون ہیں یہ سارے ستون اونچے وہ ستون جو گنبد کی بائیں جانب ہیں سب نقش و نگار سے بھرے ہوئے ہیں۔ بعض پر مختلف قسم کی تصویریں۔ کڑے۔ چوڑیاں۔ زنجیریں۔ بلیں۔ لہریں بھی ہیں جن کے سرے پر گھنٹی یا پھندا ہے۔ مشرقی دالانوں کے دونوں سروں پر ایک ایک گیلری مثل ہیں فٹ مربع ہے۔ پست گنبد اسی طرح کے نیچے مشرقی دروازے پر ہیں اس طرف بھی ہیں۔ مسجد کی دیواروں میں گیلریوں پر چڑھنے کی سیڑھیاں ہیں۔ گیلری پر کا گنبد مثبت پہلو

ہر جو ایک مربع پر جس کے آٹھ ستون ہیں ٹکھا ہوا ہے۔ چار ستون چار کونوں پر ہیں اور چار  
 بیچ بیچ میں۔ جنوب و مشرق کی گیلری میں ایک نوں کھم بطور اڑواڑ کے لگا ہوا ہے۔ گیلری کے  
 بیچ میں گنبد ہے اور گنبد کے ستونوں کے اطراف چھ فیٹ چوڑی کھلی جگہ ہے۔ اس گیلری کے مشرق  
 اور جنوبی رخ پر مسجد کی مشرقی اور جنوبی دیوار آگئی ہے جس میں چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں ہیں۔  
 دوسری جانب چھوٹے چھوٹے ستون ہیں جو دالان کے ستونوں سے آدھے ہیں گیلری کی چھت  
 انھیں ستونوں پر بٹھی ہوئی ہے۔ ان ستونوں میں سے اکثر پر نقش و نگار ہیں۔ ایک امریاں  
 خاص طور پر ذکر کرنے کے قابل ہے جس سے بلا شائبہ شک کے ثابت ہو جاتا ہے کہ فرسٹ نو  
 قائم رکھا ہے مگر بالائی عمارت مندر نوٹ کر مسجد بنائی گئی ہے۔ اول تو یہ کہ دیواروں کے ستونوں  
 کے بالائی ٹکڑے آگے بڑھے ہوئے ہیں اور ان کی بٹھیک کا پتھر بھی نہیں ہے۔ شمال مشرق  
 کی گیلری میں بھی اسی طرح کے ستونوں کے اوپر کے ٹکڑے موجود ہیں چھت کی بعض سلوں میں  
 بودھ کی مورعیں بنی ہوئی ہیں جو کہیں وشنو کے مندر میں نہیں ہو سکتیں۔ جس طرح کی گیلری  
 جنوب مشرق کے کونے میں ہے ویسی شمال مشرق کے کونے میں بھی ہے۔ شمال مشرق کے  
 دالان کے ایک کونے میں سے ہم شمالی دالان میں جا سکتے ہیں جو مسجد کے صحن کی آخری  
 شمالی حد ہے۔ اس دالان میں ستونوں کی چار چار قطاروں کی جگہ صرف تین تین قطاریں ہیں  
 یہاں کے ستون ایسی اچھی حالت میں ہیں جیسے کہ مشرقی دالان کے ہیں۔ اس دالان  
 میں (۲۹) ستون ہیں جن میں سے سترہ تو دیوار سے چسپاں ہیں اور یہی گویا پہلی لین ہے۔  
 دوسری قطار پہلی قطار سے ساٹھ فیٹ کے فاصلے سے ہے اور اس میں بھی سترہ ہی ستون  
 ہیں۔ یہی تیسری قطار وہ بالکل صحن کے کنارے پر ہے اور اس میں پندرہ ستون ہیں اور اس  
 قطار میں اور دوسری قطار میں آٹھ فیٹ کا بعد ہے۔ شمالی دالان کے بیچ میں ایک محض وکھی گنبد ہے  
 جو مشرقی دروازے کے گنبدوں سے چھوٹا ہے۔ اس گنبد کے بالمقابل مسجد کا شمالی  
 دروازہ ہے اور گنبد کی دونوں جانب کی دیوار میں تین بڑی بڑی کھڑکیاں ہیں۔ اس دروازے کی  
 صرف دو سنگین سیڑھیاں ہیں۔ یہ شمالی دروازہ بھی بعض لحاظات سے مشرقی دروازے ہی  
 کی طرح کا ہے مگر اس کی محراب کو امتداد دینے سے زیادہ نقصان پہنچا ہے اس دروازے  
 کی پیشانی پر خط عربی یہ کتبہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَلْیَوْمَ اَلْاَکْمَلُ دَارُ السَّلَامِ وَیَعْلَمُ مَنْ یَّشَاءُ اَلْیَوْمَ



کتابخانه و مدرسه در دهستان دیو در مجرای قزوین

حیراط مستقیم علی شاہی سنہ ۱۲۹۲

جوت ہذا العمارۃ بعالی امر السلطان المعظم مغز الدین والدین محمد بن سہام ناصر امیر المومنین

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ شمال کی طرف کی دیوار اور اُدھر کا دالان دونوں اُدھر سے ہیں۔ اس دیوار کے شمال مغرب کے سرے پر تیس فیٹ کا خلا ہے اور اُدھر کی گیلری خستہ و شکستہ ہے۔ جنوب رخ کا دالان صحن مسجد کی جنوبی حد بھی ہے۔ جو اس سے بھی بدتر حالت میں ہے۔ اس دالان کے جنوب مشرق کے سرے پر کوئی ساٹھ فیٹ لمبی دیوار اور پندرہ ستونوں کا دالان ابھی تک کھڑا ہے۔ اس کے ستونوں پر دوسرے دالانوں کے ستونوں کی طرح نقش و نگار نہیں ہے بالکل سادے ہیں۔ یہ دالان بچیت کی دیوار میت میجر آرمیٹھ صاحب ایگزیکٹو ٹو انجینئر دہلی لانا یا ہوا ہے۔ صاحب موصوف نے سلطان گمش کی توسیع کردہ عمارت کے اُس حصے میں سے جو مسجد کے مشرقی دروازے کے محاذی ہے یہ ستون کمال کہیاں لگا دئے جو صاف چغلی کھاتے ہیں۔ سٹرکمبیل ایگزیکٹو ٹو انجینئر دہلی لکھتے ہیں کہ سٹرسمٹھ کے تصرف اور الٹ پلٹ سے قطب الدین ایک کی بنائی ہوئی کھڑکیاں بھی اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکیں۔ اس دالان کے پندرہ ستونوں کے من جملہ چھ نو دیوار سے لگے ہوئے ہیں۔ دوسری قطار پہلی قطار سے پانچ فیٹ کے فاصلے پر ہے جس میں پانچ ستون ہیں اور تیسری قطار بھی اسی فاصلے پر ہے اور اس میں چار ستون ہیں۔ جنوب مغرب رخ کی گیلری اور گنبد بالکل نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ مسجد کے جنوبی جانب چچ کے حصے میں جتنی دیواریں اب کھڑی ہیں ان کے سرے پر مسجد کا جنوبی دروازہ ہے جو بالکل شمالی دروازے کے طرز کا ہے اُدھر صحن میں جانے کی سات سیڑھیاں ہیں۔ اس دروازے میں جنوب و مشرق کی طرف کھڑکیاں ہیں مگر جنوب مغرب کی طرف کی دیوار اور کھڑکیاں سب یکجہ گر گئیں۔ سٹر بگلر نے

۱۲۹۲ معلوم ہوتا ہے کہ کتبے کے کھودنے والے بڑے کچے کو جسے صرف صورت نویس تھے۔ یہ تو صرف سٹہ ہوتا ہے جو غلطی معلوم ہوتا ہے کہ کتبے کا پڑ گنا ہے۔ یعنی ۱۲۹۲ء کیوں کہ سلطان مغز الدین بن سہام کا یہی زمانہ ہوتا ہے۔ پھر اس میں بھی تسع کے نقشہ کے مجموعہ نو کے نیچے کے نقشے سے سب کا بخاطہ ہوتا ہے اور کتبے کی تعمیر وقت کے نقشے جلد کار ہوا ہے۔ اس قسم کی غلطیاں سب کے ہاتھ کے کتبے میں بھی لگی ہوئی ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں کہ غلطوں کی ترکیب غلط ہے کسی کا سر جو کسی کا پر جو گیا ہے کچھ بوجھنا صاف



اس دروازے کے نیچے دارسی گھاوا یا خانوہیٹوں کے پایوں کے نشان نکلے تھے جو چوتھے کی نوہ پر تھے گویا مشرقی دروازے کی بیڑھیوں اور پایوں کا جواب تھا۔ اندازے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور اسی طرح کا ایک دروازہ مغرب کی طرف بھی تھا چنانچہ اُس طرف بھی پانچ سیڑھیاں اب تک موجود ہیں جن کی موجودگی بزبان حال بتلا رہی ہے کہ یہاں بھی دروازہ تھا۔ صحن مسجد کے جانب مغرب پانچ بلند محرابیں لیکن بہ لحاظ زمان تعمیر ان کا ذکر آگے نہیں کرتے گا کہ انھیں محرابوں کے پیچھے نماز گاہ کا صدر مقام قطب الدین ایک کی بنا کر وہ مسجد بنا تھا۔ یہ عظیم الشان ہال بھی دوسرے دالانوں کی وضع قطع کا تھا جس پر ایک بڑا گنبد مشرقی دروازے کے گنبد کی طرح کا تھا۔ لیکن مسجد میں پچھوڑے کی دیوار میں سے کوئی رستہ تھا بلکہ اس میں عین اونچی اونچی دیواروں پر محرابیں تھیں۔ ریاست لویا رو کے رئیس سابقاً نواب ضیاء الدین خاں بہادر پانچ طاق تیلے تھے۔ یہ دیوانی ہال ۱۸۴۸ء میں تھا۔ جس کی چھت سب سے عمدہ اور نفیس نقش و نگار کے ہندوستانی ساخت کے ستونوں کی چار قطاروں پر کھڑی تھی۔ اب یہ مسجد ایسی شکستہ اور تباہ حالت ہے کہ اس کا عدم وجود برابر ہے۔ تھوڑا سا حصہ جو باقی رہ گیا ہے وہ صرف وہی ہے جو چوتھے کے شمالی رخ پر اور پشیمان دار کا میں کھڑی ہیں جن کا ذکر ابھی اوپر آیا ہے۔ یہ حصہ قطب الدین ایک کا بنایا ہوا تھا۔ چچ والی کمان کا کچھ حصہ چوتھے کے اوپر ہے اور کچھ حصہ چوتھے کے جنوبی رخ کے پیچھے وار اور ہیں مسجد کے چند ستون بھی باقی ہیں۔ شمالی رخ پر چار قطاروں میں بارہ گئے ہیں۔ ان ستونوں کے سروں اور بیچ کے حصے پر سننے نیک رنگ تراشی کا کام کیا ہوا ہے ان ستونوں میں صرف ایک ہی ستون ایسا ہے جس پر کچھ کام نہیں اور سادہ ہے۔ بعض ستونوں پر اب بھی چھت کی سکیں لڑیوں کے ٹوٹے ٹوٹے ٹکڑے لٹے ہوئے ہیں۔ اور چھت کا بھی ٹوٹا پھوٹا تھوڑا سا حصہ در مقام پر نظر آتا ہے۔ دوسرا حصہ دس ستونوں کا اُسی طرح کا ہے جیسا کہ شمالی چوتھے پر ہے اور بیچ کی کمان کے دوسرے چوتھے پر ہے۔ اس کی بھی چار قطاریں ہیں۔ جنرل کنگھم کی رائے یہ ہے کہ قطب الدین ایک نے مسجد بنانے وقت ان ستونوں کو بلایا جلا یا نہیں بلکہ جہاں پہلے سے تھے وہاں سے ہی رہنے دیا۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ انھیں ستونوں میں سے ایک ستون پر یہ کتبہ ہے۔ ”بعض فضل اہل اہل المعالیٰ متوالی“ مسجد کی مغربی دیوار کا ایک تہائی حصہ شمال کی طرف اب بھی موجود ہے

ایک جنوب کی طرف کا گر گیا۔ موجودہ دیوار کے وسط میں طاق نما محرابیں بنی ہوئی تھیں جن میں سے دو کا کچھ کچھ حصہ اب بھی نظر آتا ہے۔ بیچ کی محراب کا پینچے کا حصہ جو دیوار کا بھی وسط ہے اب بھی سطح زمین سے اونچا ہے۔ اس کا باقی حصہ گر گیا۔ اس کے شمال میں جو طاق نما محراب ہر دو البتہ جوں کی توں پوری کھڑی ہے لیکن جنوب والی محراب بالکل گر گئی۔ شمال رخ کی دیوار بھی ابھی آدمی باقی چھوٹی رخ کے دالان کے سلسلے میں ہے لیکن مغربی دیوار تک نہیں پہنچتی بلکہ باقی جنوبی دیوار ایسی گری ہے کہ اب اس کا نشان تک باقی نہیں ہے۔ مسجد سے کوئی تیس فیٹ پر لوہے کی لاٹ کھڑی ہے جو غالباً مسجد کے بتوں کے پہلے ہی سے یہاں ہے۔ مسجد کے صحن میں چار پختہ قبریں ہیں جن کے چوتھے بلند اور تعویذ خوش نما ہیں۔ مسجد کے اندر آگے کا راستہ بھی ڈیوڑھی کی وضع کا بنایا ہوا تھا۔ فرگن صاحب اس مسجد کی اس حیثیت کی نسبت جو سلطان قطب الدین ایک کے زمانے میں بنی تھی لکھتے ہیں کہ وہ اس مسجد کی وضع قطع بالکل جین کے مندروں کی سی ہے۔ ستون اسی تراش فراش کے ہیں جیسے کہ کوہ آہو کے مندروں کے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ان پر زیادہ کام کیا ہوا ہے اور یہ ہیں بھی زیادہ عمدہ۔ ان ستونوں کی ساخت غالباً بارہویں یا تیرھویں صدی کی ہے۔ اب اس نمونے کے ستون کہ جن میں اس قدر نقاشی کا کام ہو ہندوستان میں بہت کم باقی ہیں۔ ان ستونوں کی یہ حالت ہے کہ ہر سے پانچ ان میں عمدہ صناعمی سے ایک انچ بھی خالی نہیں ہے (بشری آت آر کی ٹیچر صفحہ ۶۴) آگے چل کر اسی کتاب کی جلد دوم صفحہ ۶۵۰ میں لکھا ہے کہ، اس مسجد کے جہاں اور عجائبات ہیں وہاں اس کی تعمیر کی نوعیت بھی عجیب و غریب ہے۔ افغان فانیخیں کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ ایک خاص قسم کی نوکھار محراب بنانے کو فن تعمیر کا اصول سمجھتے تھے لیکن سائنٹیفک اصول پر وہ اس طرز کی خوبی بتلانے سے قاصر تھے اس لئے انھوں نے ہندو معماروں اور کاریگروں کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ وہ اپنی رائے اور سمجھ کے موافق بنائیں۔ لیکن ہندو معماروں میں اس زمانے تک کمان اتارنے کے طریقے سے کوئی واقعہ ہی نہ تھا بلکہ اس کے بعد بھی کئی صدیوں تک وہ اس اصول سے نابلد رہے اس لئے وہ اسی اصول پر محراب بنانے لگے جس طریقے پر کہ گنبد بنایا اور وہ طرز یہ ہے کہ پہلے تو وہ جہاں تک بلند کر سکتے تھے آٹھانے چلے جاتے تھے بعد پتھر کی سلوں سے پاٹ کر سلوں کا سنا

یہ صراحت بیان کر آئے ہیں۔ وہ بڑی بڑی محرابیں جو بے موقع نظر آتی ہیں بعد کی بنی ہوئی ہیں۔ مسجد کی سطح والا نوں کی سطح سے اونچی ہے۔ مسجد کے فرش کی سطح میں برسوفیت میں آٹھ انچ کا ڈھلاؤ ہے۔ مغربی دیوار سے جہاں سب سے زیادہ مرتفع سطح ہے مشرقی دیوار تک جو سب سے زیادہ بہت حصہ سطح کا ہے۔ اس سرے سے لے کر اس سرے تک مترہ انچ کی ڈھلان ہے۔ سلطان محمد غوری کی طلب پر قطب الدین ایبک غزنی چلا گیا تھا وہاں وہاپسی کے بعد اس نے مسجد کے سامنے والی محرابیں بنائیں جن کو فرگن صاحب اس مسجد کی جان کہتے ہیں (ہسٹری آف آرکیٹیکچر جلد دوم صفحہ ۶۳۹)۔ ان محرابوں کے آثار آٹھ فٹ کے ہیں جن کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ درمیانی بلند دیوار اور اچھڑی دو چھوٹی دیواریں۔ درمیانی دیوار ۳۴ فٹ اونچی اور ۳۴ فٹ چوڑی ہے۔ جب تمام چھوٹی ہیں بھی قائمہ حصّہ نو بازو کی ہر دیوار ۲ فٹ بلند اور ۳۴ فٹ چوڑی تھی۔ اس دیوار میں پانچ محرابوں کی جگہ رکھی گئی ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے باقی کا ارادہ آیا یہاں پٹاؤ کرنے یا کسی قسم کی چھت بنانے کا تھا یا کیا۔ مسجد کے ہر حصہ کے لیے چھت کا ہونا کچھ لازماً سے نہیں ہے۔ صرف قبلہ رخ ایک دیوار ہونا کافی ہے اور اکثر مسجدوں کو اچھڑی سے بھی محصور کر دیئے ہیں تاکہ نماز وغیرہ میں غل نہ ہو۔ یہ کمائیں سنگ مرخ اور زرد رنگ کے بھجور پتھر کی ہیں اور یہ اس شکل کی ہیں۔ بیچ کی محراب ۲۲ فٹ چوڑی ہے۔ اس کے اطراف کی چار محرابوں میں سے اب صرف تین رہ گئی ہیں۔ دو شمال میں اور ایک بیچ کی محراب کے جنوب میں۔ یہ محرابیں ۲۲ فٹ بلند ہیں اور بیچ والی محراب کے دونوں طرف کی ۱۱ فٹ اونچی اور دس فٹ چوڑی کیوں کہ ذرا اونچی ہوئی ہیں۔ بیچ والی کمان کے ستون ۹ فٹ مربع ہیں اور دہنی بائیں کمانوں کے ۸ فٹ مربع اور جو کمانیں پرے ہیں ان کے ستون سستیل ۱۲ فٹ مربع ہیں ان محرابوں میں کوئی طاق نہیں ہیں اور ستون بن تراشے رہ گئے ہیں۔ غرض یہ کہ ادھوی ہیں۔ ان پر سر سے پانک نہایت خوشنما کہتے آیات کلام مجید کے ہیں۔ یہ محرابیں ۱۱ فٹ میں بنائی گئی ہیں اور بیچ کی محراب کے بائیں بائیں پر زمین سے آٹھ فٹ کی اونچائی پر تاریخ ۲۰ ذی قعدہ ۹۳۳ھ (۱۵۱۷ء) کے ہے۔ قطب الدین کا اس مسجد کے متعلق یہ آخری کام تھا۔ کمانوں اور ستونوں کے لئے نقشہ نگار اور خوش خط و خوش نما کتبہ کے علاوہ

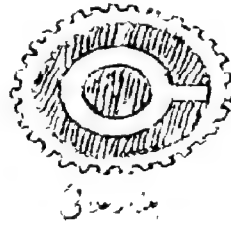
مسجد کی دیواریں بھی آیات قرآنی اور مختلف اقسام کے بل بوتوں سے آراستہ تھیں اور ان میں ایک غرض یہ بھی مضمر تھی کہ تمام نامشروع بقا ویراوتوں کی شکلیں جو مندر کی تھیں ان کے نیچے ڈھک گئی تھیں۔ امیر خسرو لکھتے ہیں کہ ”جب مسجد کی تکمیل ہو گئی تو نقش و نگار اور آیات قرآنی یا پتھر میں کھدوا دی گئیں یا پلاستر میں نقش کر دی گئیں۔ اب پلاستر جا بجا سے جھٹک کر گراؤ جن بقا ویراوت کا چھپانا بقصہ تھا وہ بخود پھر نمودار ہو گئی ہیں۔ پلاستر حیدہ حیدہ اب ان مقامات پر باقی رہ گیا ہے جو محفوظ تھے۔۔۔ مسجد کی چھت اور دیواروں میں بعض بعض سلیس اور پتھر اب بھی اسے لگے ہوئے ہیں جن میں کرشن کا چھپنا اور دیوتاؤں کی مجلس بنی ہوئی ہے۔ سب سے صاف اور بہتر حالت میں دو جگہ مورتیں موجود ہیں جنہیں جنرل کننگھم نے نوٹ کیا ہے۔ مسجد کی شمالی دیوار کے باہر دو کمروں کا نقشہ بتلایا ہے۔ جس کا درمیانی دروازہ نصف کھلا ہوا ہے۔ ان دونوں کمروں میں سے ہر ایک میں ایک ایک عورت اپنے پاس ایک بچے کو لیٹے ہوئے لیٹی ہوئی ہے اور تخت پر شامیانہ تاجوا ہے اور ایک خادمہ پاؤں کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ بائیں ہاتھ کی طرف کے کمرے میں دو عورتیں اپنے اپنے بچوں کو لیٹے ہوئے دروازے کی طرف جا رہی ہیں۔ دہانے ہاتھ کے کمرے میں دو اور عورتیں اپنے اپنے بچوں کو ایک دیوتا کی طرف لے جا رہی ہیں۔ والان کے شمال مشرقی کونے میں ایک پتھر پر ان کھڑکیوں کے پاس جو شمال مشرقی گیلی میں ہیں ایک دم سے چھ مورتیں دشنو۔ اندر۔ برمھا۔ شیو۔ اور دو غیر معلوم دیوتاؤں کی پائی جاتی ہیں۔ بدھا کی بیٹی ہوئی کئی مورتیں دونوں گیلیوں میں بنی ہوئی ہیں۔ بعض ان میں کی بالکل صاف نمایاں ہیں اور بعض مدھم ہیں۔ لوہے کی لاٹ کے گرد کے والانوں میں جنرل کننگھم نے (۳۴۰) نقشیں ستون گنے ہیں لیکن جب کہ یہ والان مکمل حالت میں نہ گئے تو حساب کی رو سے (۴۵۰) ستون ہوں گے۔ بلا نقش و نگار کے جنرل صاحب نے (۳۶۶) ستون شمار کیے ہیں اور موقعی حالت کے لحاظ سے اندازہ لگاتے ہیں کہ کل والانوں کی تکمیل کے لیے اور بارہ سو ستون ہونے چاہئیں۔ قطب الدین ایک کی تعمیر کی خصوصیات یہ ہیں۔ خاص طرز کے گنبد جو اوروں سے بالکل الگ تھلک پہچانے جاتے ہیں۔ سطح چپتیں۔ دروازوں پر پٹاؤ۔ والانوں کے ستون سرخ اور زردی مائل پتھر سے پتھر کے ستونوں کا بلندی اور سطری میں دو سروں سے مختلف ہونا۔ ستونوں کے ٹکڑوں کی تعداد۔

اُن کے نقش و نگار۔ یہ سب باتیں اپنی وضع اور طرز میں نرالی ہیں۔ ستونوں کی نشست کا سلسلہ بھی پچھلے زمانے کی عمارتوں سے جدا ہے۔ ان ستونوں کے نادرا و نغیر خیزمان کو ہم جنرل کننگھم صاحب کی آثار قدیمہ کی رپورٹ سے نقل کرتے ہیں۔ ”ان شکستہ مندروں کی چھٹائی بڑائی کی حالت اس معلومات سے جو میں نے شکستہ عرب میں حاصل کی تھی اور جس کی تکمیل اب میں نے شکستہ عرب میں کی عجیب طرح بہم پہنچی ہے۔ مسجد کے متعلق جنوب و مشرقی کونے میں جو دالان ہیں اُن کے ستون پائے اور سرے سمیت تمام نئی وضع اور جسامت کے ہیں اور بالکل الگ پہچانے جاتے ہیں۔ ان ستونوں کے تین حصے ہیں اوپر اور نیچے کے اور درمیانی۔ ان ستونوں کے بالائی حصے پر نمبر بھی پڑے ہوئے ہیں اور جہاں تک پتہ چلا سب سے اونچا نمبر (۱۹) ملتا ہے۔ اور پندرہ خالی ختم نمبر پڑے ہوئے ملے ہیں جن میں کا نمبر (۱۳) کا ختم شمالی دالان میں نصب ہے۔ جو اپنے سلسلے کے نمبروں سے بالکل الگ اور دور کھڑا ہے۔ تیرہ نمبر نیچے ہوئے حصہ زیریں اور سات بالائی حصے ملے ہیں۔ لیکن ان میں صرف ایک ستون نمبر (۱۰) کا ایسا ہے جس کے تینوں حصوں پر یکساں نمبر پڑے ہوئے ہیں اور سب جوڑ بھی برابر ملے ہوئے ہیں۔ اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی ستون اپنی اصلی جگہ پر قائم نہیں ہے۔ کسکی سر جو تو کسی کا پر کوئی کہیں کھڑا کر دیا گیا تو کوئی کہیں۔ نمبر پڑے ہوئے ختم کل (۱۵) ملے ہیں۔ بشلیکس (۱۴) ملیں۔ جن میں چار چوکون ہیں اور پانچ کے کونے کول کئے ہوئے ہیں۔ ایک ہی وضع قطع کے ہیں بالائی حصے ملے ہیں جن میں سے ایک پر نمبر (۱۹) پڑا ہے۔ ان امور سے یقین ہوتا ہے کہ جن مندروں کے یہ ستون ہیں اُن میں کل (۳۰) ستون تھے۔ نمبر (۱۲) کے ختم پر بخط ناگری ایک طرف لفظ ”کچل“ اور دوسری طرف (۱۱۲۴) کندہ ہے جو بلکہ حاجیت کا سمت ہوا قد شہ کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ زمانہ انیک پال ثانی مانی لال کوٹ کا تھا جب کہ وہ دتی پر حکم راں تھا۔ راجوں اور سنگ تراشوں نے نہ صرف ستونوں ہی نشان ڈالے ہیں بلکہ اس قسم کے نشان چابجا پور سے پیل پاؤں پر ہیں۔ یہ نشان صاف اور مکمل ہیں مگر پھر بھی صاف طرح ان نشانوں اور الفاظ اصطلاحی کا سفہ سمجھ میں نہیں آتا۔ نشانوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ سرسید انیک پال کہتے ہیں اور اگر سری میں جہاں دیکھو سنگ پال ہے۔ ۱۲



نقشہ  
مسجد قوت الاسلام  
دہلی

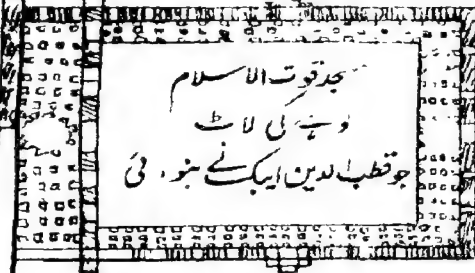


بذریعہ



مقبرہ آتش

بشمار سہ آتش نے بڑھایا  
۱۲۲۰ھ



مسجد قوت الاسلام  
نوسہ کی لاٹ

جو قطب الدین ایبک نے بنوئی

تسریں حصہ جو  
سلطان علاء الدین خلجی نے  
زیادہ کیا  
۱۲۰۰ھ

یہ جنوبی حصہ آتش نے بڑھایا  
۱۲۲۰ھ  
قطب کی لاٹ



علانی دروازہ

۱۰۰ ۵۰ ۰ ۵۰ ۱۰۰



- (۱) چپ ویرا ۳ = بالائی ویرا (۲) نمبر ۳ - (۸) پچم راکی واٹن = مغربی جانب کا سرول -  
 (۲) " " = ۴ = (۲) نمبر ۴ - (۹) پورب پرانتھا = مشرقی پہلا سرول -  
 (۳) پوجکی ۴ = بھلا حصہ (۲) نمبر ۲ - (۱۰) پورب ۳ = مشرق نمبر ۳  
 (۴) دھچم = (۲) نمبر ۲ - (۱۱) پچم را ۳ = آ (۲) = مغرب نمبر ۲ (۲) ؟  
 (۵) وینی چوتھی = ویرا (۲) چہام - (۱۲) راکی بچھی = مغرب عقب  
 (۶) وینی پنجم = (۲) پنجم - (۱۳) راکی ۶ = نمبر ۶ عقب  
 (۷) پرانتھا واٹن = پہلا سرول

ستونوں کے نمبروں میں ایک اور خصوصیت قابل غور ہے کہ ہند سے کے اول اسکل رجن بھی کھدا ہوا ہے۔ مثلاً (۳) کے ہند سے کے اول "تی" یعنی تین اور (۱) کے اول "و" اور سولھا کے اول "یو"۔ اسی قسم کے نشانات ایک دوسرے مندر کے ستونوں پر بھی ہیں اور ایک دوسرے نمونے کے ستون پر بھی "دو" کھدا ہوا ہے۔ اسی طرح ایک دیوار دو ستون بھی اسی قسم کا ملا جس پر "۱۹" کھدا ہوا ہے۔ مذکور بالا ستون کی پیمائش یہ ہے: اوپر کا حصہ - ایک فٹ - ۴ - انچ - خالص کھم درمیانی حصہ ۴ - فٹ - ۱۱ - انچ - پایہ - ۱ - فٹ - ۱۱ - انچ -

نچو ایدائیں چین اور ولالہ خالی ماند  
 یکے بھی رود و دیگرے بھی آید

سلطان التمش کے عہد  
 کی توسیعات ۳۲۰-۳۵۰  
 ۱۲۱۰-۱۲۳۰

سلطان التمش نے قطب الدین ایبک کے بنائے ہوئے والاٹوں میں ادھر ادھر دوالان اور بڑھا دئے اور مشرقی شمالی - جنوبی - تین طرف - کے دالان بنوائے - مسجد کے چھان سرخ کی دیوار دونوں طرف تقریباً ۱۱ فٹ بڑھا دی - اس طرح ساری دیوار کی لمبائی ۴۸۰ فٹ ہو گئی - اس حوالی ہوئی دیوار کا اب بہت تھوڑا حصہ رہ گیا ہے البتہ جد کے شمال مشرقی کونے کی طرف جو دیوار کھڑی ہے وہ التمش ہی کی بنائی ہوئی ہے لیکن اس میں بھی فٹ کا ٹکڑا نہ ہم ہو گیا ہے اور باقی اور دیواریں جو اس رخ پھیلان کا پتہ صرف باقی ماندہ بنیادوں کے نشانوں سے چلتا ہے شمالی دالان ۲۴ لمبا تھا جس کا پتہ اب بھی بڑی شکل سے صرف بنیادوں کے پائے پر سے چلتا ہے جنوبی رخ کی دیوار بھی جس لمبائی پر جو فی الجملہ درست حالت میں ہے صرف



تھوڑی سی بیچ میں سے گر گئی ہے۔ التمش کے بنائے ہوئے مسجد کے جنوبی مغربی حصے کی دیوار بھی سٹریٹ گر گئی ہے مگر یہاں بھی بھری ہوئی بنیاد صاف موجود ہے۔ یہاں سے مسجد کی پچھت کی دیوار کوئی تیس فٹ تک جا بجا گر گئی ہے لیکن ایک والان جیٹا ستونوں کی تہری قطاریں ہیں اسی طرح کا جیسا کہ مسجد کے جنوبی دروازہ کے پاس ہے یہ بھی ہے جو مسجد کے دروازے سے جا ملا ہے ابھی موجود ہے۔ اس دروازے کی محراب گر پڑی ہے اب صرف دونوں طرف کے پائے سوٹھا فٹ اونچے کھڑے ہیں باغ و حصرے ستون مہندہ دیوار کی بنیاد کے برابر کھڑے ہیں اور یہی گویا پہلی لین ہے۔ دوسری لین میں سات ستون ہیں جو پہلی لین سے چھ فٹ کے فاصلے پر کھڑی ہے۔ تیسری قطار میں بھی سات ستون ہیں یہ دوسری قطار سے ۶ فٹ کے فاصلے سے ہے۔ چار ستونوں پر ایک ساٹھ فٹ جس کی سلیں ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ہیں موجود ہے۔ دروازے کے پاس یہاں ستونوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے سو فٹ کی ایک دیوار کھڑی ہے جو علانی دروازے تک بڑھی چلی گئی ہے۔ لیکن اس دیوار میں کوئی بیس فٹ تک کے ستون گر گئے ہیں۔ ستونوں کی بلندی اور ایک دوسرے کا باہمی فاصلہ اور چھت سب اسی وضع تھیں جیسے کہ اُس والان میں ہیں جس کا بیان ہم ابھی اوپر کر آئے ہیں۔ یہاں بھی ستونوں کی تہری قطار جو جس میں سے چودہ دیوار سے لگے ہوئے ہیں۔ دوسری قطار میں سوٹھا اور تیسری میں پندرہ۔ اس دیوار میں سات بڑی بڑی کھڑکیاں ہیں جن میں کی پانچ تو پوری بھی نہ جوئے پائیں اور ویسی ہی ناتمام رہ گئیں جس کے سامنے پردے کی دیوار تک نہیں رہ باقی دو ان سے بھی بڑی ہیں جن کے سامنے سنگ مرمر کی جالیاں علانی دروازے کی کھڑکیوں کی جالیوں کی طرح کی ہیں۔ اس مقام سے دس فٹ پر قطب صاحب کی شان دار لاٹ کھڑی ہے۔ عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ التمش کی توسیعات ہمیں ختم ہو گئی ہیں اس سے آگے نہیں بڑھیں بلکہ وہ بڑی کھڑکیاں جو دیوار میں ہیں وہ بھی علاء الدین خلجی کی بنائی ہوئی معلوم دیتی ہیں۔ بیشک یہ کھڑکیاں علاء الدین کے وقت کی معلوم دیتی ہیں لیکن علاء الدین کی بنائی ہوئی عمارت کا سلسلہ جب ہی چوکوں ہو سکتا ہے جب کہ جنوبی دیوار کو علانی دروازے سے جا ملائیں اور اغلب یہ ہے کہ علاء الدین نے یہ کھڑکیاں التمش کے والان کو گرو کر بنائی ہیں علانی دروازے کے داہنی طرف چھوڑ کر ٹشیک









نقشه دربار شاه قاجار

شمال کی طرف سامنے ہی التمش کے بنائے ہوئے مشرقی دالانوں کے کھنڈر مٹی کے  
 تیلے دھنپے پڑے ہیں۔ اس کے بعد ہم قطب الدین کی مسجد کے مشرقی دروازے پر  
 ہانپتے ہیں جو علاقائی دروازے سے دو سو فٹ کے فاصلے پر ہے۔ یہاں سے تیس فٹ پر  
 التمش کے مشرقی دالانوں کا کچھ باقی ماندہ حصہ ہے جس میں (۳۴) ستون ہیں جن میں سے  
 انیس کھڑے ہیں اور پندرہ گرے پڑے ہیں۔ ان ستونوں کی چار قطاریں ہیں۔ پہلی  
 قطار میں نو ستون اس شکر پر ہیں جو مسجد اور دالانوں کے درمیان ہے۔ دوسری قطار میں  
 گیارہ۔ تیسری میں گیارہ اور چوتھی میں صرف تین۔ ان قطاروں میں چھ چھ فٹ کا فاصلہ  
 ہے اور چھ فٹ کا قطر اس حصہ جہاں کہیں باقی رہ گیا ہے وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ جنوبی دالانوں  
 کا ہے۔ اس دالان کے بعد التمش کی توسیعات ختم ہو جاتی ہیں۔ التمش نے جیسا کہ لکھا تھا  
 ہونہ صرف حوالی مسجد میں اور دالان بنوائے بلکہ اس نے قطب کی محرابوں کی بھی توسیع  
 کی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ التمش کی بنائی ہوئی کمانیں قطب الدین کی کمانوں سے زیادہ  
 اونچی ہیں مگر بہت سطح پر بنائی گئی ہیں اور ان کے پاگوں میں طاقچے ہیں اور فیل پائے  
 جو کشیں بہت پہلو تراشی ہوئی ہوئی ہیں اور اوپر کٹھن ہے اور فیل پاگوں ہی ساری نوکدار  
 محرابوں کا وزن ہے۔ یہ فیل پائے جو چھ خوب سمجھا لیتے ہیں۔ ان کمانوں کے نقش و نگار  
 پہلے زمانے کی صناعی سے بدرجہ اعلیٰ اور بہتر ہیں قطب الدین کی کمانوں کے دونوں  
 پہلوؤں میں التمش نے بھی تین کمانیں بنائی ہیں ان دونوں زمانوں کی محرابوں کے بیچ میں  
 آٹھ فٹ چوڑا راستہ ہے۔ التمش کی پہلی محراب اب بھی موجود ہے جس کا کنگرہ البتہ گر گیا  
 ہے مگر کمانوں کی نوں کھڑی ہے جو ۶ فٹ اونچی اور ۶ فٹ چوڑی ہے۔ اس محراب کا  
 شمالی پیل پایہ جو درمیانی محراب کا جنوبی پیل پایہ ہے ۶ فٹ چوڑا ہے۔ بیچ کی کمان جس کی  
 محراب بڑی عالی شان ہوگی ۱۲ فٹ چوڑی ہے۔ اس کے صرف دو ہی پائے ہیں اور  
 تیسری کمان التمش کی بنائی ہوئی گر گئی اب اس کا نشان بھی نہ رہا۔ جنوبی سمت میں جو  
 کمانیں التمش نے بنائی تھیں وہ ساری کی ساری نیست نابود ہو گئیں۔ قریب حوالی مسجد  
 والی دو محرابوں کے درمیان صرف ان کے پیل پاگوں سے چلتا ہے۔ جنوبی رخ کی تیسری  
 کمان البتہ اپنی حالت پر قائم ہے جو پھر پھر سے پتھر کی تیلی سلوں کی بنی ہوئی ہے اور عن قریب  
 گرنے والی ہے۔ یہ ایک بڑے تعجب کی بات ہے کہ دو محرابیں جو زیادہ مستحکم تھیں وہ تو زمانہ

ہوا کہ گر گئیں اور جو کم نور و علوم دینی ہی رہی صحیح سلامت کھڑی ہی۔ التمش کے عہد کی فن تعمیر کی خصوصیات کے متعلق سٹرکیہ بل لکھتے ہیں کہ "ستون بھر بھر پتھر کے مختلف بلندی کے میں جو برخلاف ستون ہائے زمانہ قطب الدین نے ترتیب نصب کیے گئے ہیں کوئی خیال درسیانی فصل کی کیسائیت کا نہیں رکھا گیا۔ یہ ستون کسی اور پرانی عمارتوں کے معلوم دیتے ہیں مگر سندروں کے نہیں معلوم دیتے۔ محرابوں کی ساخت۔ آراستگی۔ صناعتی۔ سب باتیں قطب الدین کے زمانے سے بہت بڑھی ہوئی ہیں۔

### سلطان علاء الدین غلیبی کی توسیعات

۶۹۵ - ۷۱۵  
۱۲۹۵ - ۱۳۱۵ھ

ہر کہ آمد عمارتوں ساخت رفت منزل بدگیر پرداخت  
۶۹۵ھ میں سلطان علاء الدین غلیبی اپنے چچا جلال الدین  
بانی خاندان غلیبی کے قتل کے بعد دہلی میں تخت نشین ہوا۔  
اس نے بھی اپنے عہد میں سب سے قوت الاسلام کی توسیع

کی۔ حضرت امیر خسرو لکھتے ہیں کہ یہ چوتھی توسیع تھی۔ "یہ توسیع سنت بڑے پیمانے پر  
نئی آنتی ہی بہتر اور عمدہ بھی تھی لیکن افسوس ہو کہ باوجود کہ سب سے بعد بنی تھی مگر سب سے  
پہلے کر لئی اور اس کا بہت ہی تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہو جس سے اس کی نفاست کا اندازہ  
ہو سکتا ہو۔ جس کی تعریف میں اس زمانے کے سنے فطیر شاعر امیر خسرو و طب اللسان ہیں  
اس زمانے کے اب چھ ستون جو جنوب مشرقی دیوار کی طرف ہیں وہ بقائے قطب الدین  
اور التمش کے عمدہ نمونوں کے لوگوں کی نگاہ میں نہ بھریں گے لیکن نہایت عالی شان  
وہ علائی دروازے کے آگے سب گرد ہیں جس سے اس بادشاہ نے دوامی شہرت  
حاصل کی ہو۔ علاء الدین کی صرف ایک ہی تعمیر ایسی لا جواب ہو کہ اگر وہ اور ایک اینٹ بھی  
مسجد میں نہ لگاتا تو بھی اس میں کسی کو محل شک نہ ہوتا کہ دہلی کے بڑے بڑے بادشاہوں  
نے جو شہرت ابدی بہت سی سر بغداد عمارتوں کی تعمیر سے حاصل کی ہو اس زمرے میں  
یہ سب سے وہ قدم آگے تھا۔ علاء الدین کے زمانے کی کل توسیعات کو سمجھنے کے  
لیئے چاہئے اس لئے کہ ہم التمش کے مشرقی دالان کی جنوب مشرقی حد سے شمال کی  
طرف رخ کریں ہم کو سیدھے جنوب کی طرف مشرقی دیوار سے زاویہ قائمہ بناتے ہوئے  
جانا چاہیئے۔ علاء الدین کے زمانے کے ستونوں کی وضع قطع التمش کے ستونوں سے

قدر سے مختلف ہو۔ اب ہم علانی دروازے سے شروع کرتے ہیں۔ وہ ستون جو اندرونی دروازے کے سامنے والے والان میں تھے اب نہیں رہے اور کوئی قریب تیس فٹ کے میدان صاف ہو گیا ہو۔ اس خلا کے مشرقی جانب سے پھر والان کا سلسلہ شروع ہو گیا ہو جو علانی دروازے سے ۱۲۰ فٹ تک چلا گیا ہو جو دوسرے زمانے کے توسیع شدہ والان سے جا ملا ہو۔ اس والان میں چار دروازے اور تین بلند کھڑکیاں ہیں۔ کھڑکیوں میں سنگ سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس پتے جو سے والان کی پہلی قطار میں بارہ۔ دوسری میں پندرہ اور تیسری میں کیاہ ستون ہیں۔ ان ستونوں اور قطاروں کا باہمی فصل اور چھت سب الٹش کے اس والان کی سی ہو جو جنوب میں ہو۔ جب ہم علاء الدین کی توسیع کے جنوب مشرقی کنارے پر پوچھتے ہیں تو یہاں بیس فیٹ تک والان کے نشان ملنے میں مگر اس کے آگے صرف لمبے کا ایک ٹیلہ سا نظر آتا ہو۔ مشرقی والان کا جس قدر حصہ اب باقی ہو اُس میں صرف کیاہ ستون ہیں۔ چار دیوار سے لگے ہوئے ہیں۔ چار دوسری قطار میں اور تین تیسری میں اور یہیں جنوب رخ کی دیوار میں جو بیس فیٹ لمبی ہو ایک دروازہ بھی ہو۔ حال کی کھدائی سے معلوم ہوا کہ علاء الدین کی توسیعات الٹش کی شمال رخ کی توسیع سے بہت آگے تک تھیں اور اسی میں وہ ادھرتنی لاٹ بھی شامل ہو۔ یا یوں سمجھئے کہ علاء الدین نے مجملہ بنوہ جہنم زمین کے قطع میں والان بنوائے تھے۔ قطب الدین کی تعمیر کردہ مسجد کی شکل مستطیل تھی جس کے شمالی اور جنوبی ضلعے لمبے تھے۔ الٹش کی توسیع نے بھی اس کی مستطیل شکل میں کوئی تبدیلی نہیں کی مگر لمبوترے ضلعے شمالی اور جنوبی سے مشرق اور مغرب کی طرف ہو گئے اور پچیس علاء الدین کے زمانے میں بھی قائم رہا۔ اخیر خیر وئے جو مسجد کی ان توسیعات کا ذکر کیا ہو علاء الدین کے زمانے میں ہوئیں اُس پر سے اب پتہ چلنا مشکل ہو۔ وہ فرماتے ہیں بادشاہ سلامت نے مسجد میں ایک رابع حصہ بڑھایا۔ یہ حصہ تین قدیم دروازوں اور صحر مسجد کے باہر تھا۔ جس میں اونچے اونچے ستون تھے اور چھ دیوار پر آیات کلام مجید اس بقااست اور عمدگی سے کندہ کرائی گئی تھیں کہ موم پر بھی ہونا ناممکن تھا۔ محرابوں کی بلند مریکی یہ حالت تھی کہ بلامبالغہ یہ معلوم دیتا تھا کہ قرآن شریف آسمان کی طرف صعد و کر رہا ہو اور پھر اتر بھی پاتا ہو دوسرے مقامات پر جہاں نیچے کندہ تھا اُس سے ایسا معلوم دیتا تھا کہ کلام مجید اتر آیا



غرض سر سے پانک سارا کام بحسن الوجہ مکمل تھا۔ زمانے کے امتداد فنا کے دور دورے کا یہ کرشمہ ہو کہ اس باتوں کا نشان تک بھی صفحہ ہستی پر باقی نہیں رہا۔ سر مشرطاس کی رائے ہو کہ امیر خسرو نے جن کمانوں کا ذکر کیا ہو وہ موجودہ کانپس ہیں لیکن جنرل کنگھم موجودہ کمانوں کو قطب الدین اور ہمتش کی بتلاتے ہیں۔ ان پر کے کتات بلغاری میں عجب صنعت رکھی گئی ہو کہ خطاطی کا بلانہ ہی کے گھٹنا پڑھتا ہی یعنی جوں جوں کتبہ اونچا ہوتا جاتا ہو حروف بھی پڑھ جاتے ہیں جس سے دست بکھنے والے کو یکساں نظر آتا ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سچے کے حروف تو اچھی طرح نظر آتے اور اوپر کے بوجہ بوجہ غامی کے موزوم ہو جاتے۔ یہ رہا رک ملائی دروازے اور جد کی محرابوں کے کتبات کی نسبت جو سبب من صاحب کے نزدیک علاء الدین کی بنائی ہوئی آٹھ محرابیں ہمتش کے شمالی والاں سے سنوں میں تھیں۔ بگڑ صاحب کی کھدائی پر اسی طرف برسے برسے آثار کی دیواروں کے نشانات ملنے ہیں جو ہمتش کے وقت کی مغربی دیوار کے سلسلے کی توسیع ہو۔ اب یہاں گھٹنا جگل جو جس میں دیواریں چھپ گئی ہیں بھر بھی دس دس فٹ زمین سے اوپر کھڑی ہیں۔ امیر خسرو جن چھ محرابوں کا ذکر کرتے ہیں وہ بھی اسی مقام پر تھیں چنانچہ اب بھی انکی بنیادوں اور پانکھوں کے نشان موجود ہیں بلکہ ان نشانات پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آٹھ محرابیں رہی ہوں تو عجب نہیں۔ اگر ہم علاء الدین کی اصہ بنی لاٹ سے ایک خط مستقیم کھینچیں تو وہ خط علاء الدین کی بنی ہوئی محرابوں کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کر دے گا

علائی دروازہ | کیسے کیسے زرنگارایواں ملے ہیں خاک میں

زائچہ ۱۳۱۵ھ

ریزہ ریزہ اس بھی دیرانوں میں طلسم پوش ہو

یہ بڑا بھاری عالی شان گنبد دار دروازہ سلطان علاء الدین غلی کا بنوایا ہوا ہے اور اسی کے نام پر سے علائی دروازہ مشہور ہے۔ جنرل کنگھم صاحب نے کھنڈے پر کہ وہ افغان کی جتنی عمارتیں دست بکھنے میں آئیں ان سب سے یہ بہتر ہے۔ فرگسن صاحب کا قول ہے کہ ”اس عمارت سے پٹھانوں کے زمانے کی تعمیر کا وہ اعلیٰ طرز پایا ہو تا ہے جب کہ فرنگی معراج کمال پر پہنچ چکا تھا اور ہندو معماروں نے نہایت خوش نما اور نادر سلطانی طرز کا کافی مکہ حاصل کر لیا تھا۔ یہ دروازہ جو بجانے خود ایک مستقل عمارت ہے علاء الدین کے بنگلہ جنوبی والاں میں ہے جو ہمتش کے والاؤں کی تیرا آگے ہے۔ یہ دروازہ غالباً مسجد کا دروازہ

دروازہ تھا جو شہر کے رخ پر تھا۔ اس کے بنا کی تاریخ دروازے کی مشرقی مغربی اور جنوبی محرابوں پر ہ اشوال <sup>۱۳۱۱ھ</sup> کندہ ہے۔ یہ عمارت جو کون شکل کی ہے جو اندر سے ۱۴ فٹ اور باہر کے رخ سے ۵۶ ۱/۲ فٹ مربع ہے۔ دیواروں کا آثار گیارہ فٹ ہے۔ دروازے کی بلندی ۱۴ فٹ ہے۔ دروازے کی عمارت نیچے سے جو کورے مگر اوپر جا کر بہت پیل ہو گئی ہے اور اسی پر گنبد اٹھایا گیا ہے۔ اس دروازے کی نسبت فرگن صاحب لکھتے ہیں کہ جہاں تک ہندوستان کی عمارتیں میری نظر سے گزری ہیں ان میں یہ عمارت بڑی سڈول اور عمدہ ہے، چاروں طرف کے کونوں میں کئی محراب دار خوب صورت اور خوش قطع طاق نکالے گئے ہیں۔ گنبد کے چاروں طرف کھلے اور بلند محراب دار در بطور دروازے کے ہیں۔ جنوبی اور شمالی رخ کے دروازوں کے مقابلے میں مشرقی اور مغربی دروازے ذرا پست ہیں۔ جنوب کی طرف دس فٹ اونچا ایک چبوترہ ہے جس سے سات میٹر حیاں اتر کر دروازہ ملتا ہے۔ چاروں طرف کے دروازے نے نظیر بیل بوٹوں۔ نقش نگار سے آراستہ ہیں۔ محراب نعل نما نوک دار ہے یعنی پھیلواں نہیں ہے۔ پانکھوں کی مرغولیں چھ انچ مخوف ہیں جن کو اس طرح تراشا ہے کہ جیسے کپڑا لپیٹا جاتا ہے اور پتلے پتلے خوش نمائل دار ستونوں پر محراب اتاری ہو محراب کا کار اور اندرونی حصہ چھ انچ مخوف ہے اور جا بجا قائم الزوایا پٹکے پڑے ہوئے ہیں اور ان سب پر نسبت کتبے عربی خط طغرائیں ہیں جن کے الفاظ پتھر میں تراشے گئے ہیں بعض جگہ کتبوں کے حروف امتداد زمانے سے ٹوٹ بھی گئے ہیں۔ اس عمارت کا تمام رکھنا سرے پانکھ نقش و نگار سے دلہن بنا ہوا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ قلم میں طاقت نہیں کہ اس کا نقشہ کھینچ سکے۔ الفاظ میں وہ قدرت نہیں جس کی خوبی کا ایک شمع بھی یاد کر سکے غرض یہ کہ چہ بھر جگہ بھی کاری کرنے ایسی نہیں چھوڑی جو صنعت نے نظیر سے آراستہ ہو ہو دروازے کی دونوں جانب دودھ کھڑکیاں ہیں جو دروازے کے مقابلے میں ایک تہائی ہیں وہ بھی وضع قطع اور صناعی میں عین عین دروازے ہی کی سی ہیں۔ ان میں نہایت عمدہ سنگ مرمر کی جالیاں نہایت باریک اور نازک کام کی لگی ہوئی ہیں۔ درلی کھڑکیوں کی نسبت پرلی کھڑکیوں کی جالیوں کا کام اور بھی باریک اور نازک ہے۔ ان کھڑکیوں کے اوپر ایک ایک طاق اور بنا یا گیا ہے جو دروازے سے کھڑکیوں کی طرح کے نظر آتے ہیں جو چار چار

پٹیا ہیں۔ ان میں کی دود و نمودی محراب میں سنگ مرمر کے مستطیل پٹے لگے ہوئے ہیں۔ ان پر جو چھوٹے چھوٹے نمائشی طاق اوپر وار بنے ہوئے ہیں ان پر کلام مجید کی آیتیں احادیث شریف نہایت خوش خط اور عمدہ کندہ ہیں۔ محرابوں کی پیشانی پر جیسا کہ عموماً تورجی انواع و اقسام کے پیل بوٹے سنگ سرخ میں منبت ہیں۔ جنوب رخ کے دروازے کی معمولی مرمت میجر سمٹھ نے کرائی تھی لیکن نقش و نگار کو چھواٹک نہیں اور نہ کی تجرید کی کوشش کی۔ جب باہر وار راستگی کا یہ حال ہو تو اندر کا کیا پوچھنا اندر و نرانی اعلیٰ اور نقش و نگار ہیں۔ چار خانے دار طرح طرح کے طغریں جو دور سے عین میں دل کا ٹکڑا ستہ معلوم دیتے ہیں نہایت نئے نظیر اور قابل دید ہیں۔ فرگن صاحب لکھتے ہیں کہ ”عمدگی کے اعتبار سے لا جواب ہیں۔ دروازے پر کا گنبد بالکل سادہ صاف ہے البتہ اس عمارت کی عمدگی کے مقابلے میں کم تر دے کا ہے لیکن اندر کا کام بود اس سادگی کے بھی نہایت دل کش اور دل آویز ہے۔“۔ باہر سے دیکھو تو گنبد چھوٹا بہت نظر آتا ہے۔ دروازے کی دیواروں پر کنگوراجی جنوب کے طرف کا کنگوراجی سمٹھ صاحب نے جب مرمت کی تو اتر وادیا۔ عثمانیہ میں میجر برٹ (Burt) نے اس دروازے کی تعمیر کر اس کی خستہ حالی پر توجہ دلائی تھی کہ اگر مرمت جلد نہ ہوگی تو گر جائے گا۔ اس کے سال بعد زیر اہتمام میجر سمٹھ اس کی داغ و دوزی اور مرمت گورنمنٹ نے کرا دی اس میں کئی بڑے بڑے کتبے ہیں جن کی ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں :-

محمد علی محراب کا کتبہ | چون ایند تعالیٰ اعلیٰ اعلاء و سہمی اسماءہ برہ  
احیاء مر اسم ملت و اعلاء معالہ شریعت ایکان  
ان درابر گزیلہ تاجہ لحدہ اساس دین محمدی است حکام می پزیرد و ہر لحظہ  
شریعت محمدی میگردد از براسے دوام مملکت و نظام سلطنت  
رت مسجد طاعات بحکم کلام من لا رب سواہ کہ انما یمرہا جلالہ  
ن آمن باللہ (والیوم آخر) ابو المظفر محمد شاہ السلطان یمن الخلافہ  
من امیر المؤمنین خلد اللہ ملکہ الی یوم القیام فرہ بناء جوامع الاسلام و ابقا  
ی الزمان فی اشاعہ الاحسان فی التاریخ فی الخامس عشر من شوال

سنتہ عشر و سبعمائتہ حضرت علیا خلد ایگان سلاطین مصطفیٰ جاہ  
انقواء رحمہ اللہ المخصوص بعنايت اكرم الاكرمين علاء الدینیا والدین غوث  
الاسلام والمسلمین مغز الملوك والسلاطین القايمین بتايد الرحمن ابوالمنظفر  
محمد شاہ سکندر ثانی یمین الخلافۃ ناصر امیر المؤمنین خلد اللہ ملکہ بناء  
ابن خیرات سنت و جماعت است عمارت فرمود - ابن مسجد کہ چو بیت المعصوم  
درا فواہ جہانیا مید کوارست بخلوص عقیدت قضا طوبیت مجلس اعلیٰ خلد ایگان  
سلاطین زمان علاء الدینیا والدین سلطان البر (والجی) المؤمنین بتايد  
الرحمن ابوالمنظفر محمد شاہ السلطان یمین الخلافۃ ناصر امیر المؤمنین  
خلد اللہ ملکہ الی یوم الدین

### جنوبی محراب کا کتبہ

بتوفیق بیہمتنا و معاونتیشی نثر امثال مسجد  
اسس علی التقویٰ تعالیٰ امر و شأنہ ونوعی  
عدلہ و احسانہ بر مفضی خیر ما موراس فوال و جہیت شطر المسجد الحرام  
محمد الرسول اللہ علیہ السلام کما قال من بنی مسجد اللہ بنی لہ بیت  
فی الجنة مجلس اعلیٰ خلد ایگان سلاطین زمان شہنشاہ موسیٰ قریلیات  
مکان داعی شرائط شریعت محمدی حامل مر اس مہلت احمدی مکیل معابر  
معالم و مساجد و موطد قوا عدل مد ارس و معابد و جمہد بنیان رسو  
مسلسانی و موسس مبانی مذہب نعمانی قانع اصول مردہ فجار و قاطع فروع  
قیلہ کفار و ہادیم بنا صوامع اصنام دافع اساس مجامع اسلام مظہر آیات  
(اللہ) قاهر کفر رؤف متین قانع محرم روئے زمین فاتح قلاع سماح امحان  
ضابط بقاع راسخ بنیان المعتصم بحلال اللہ المنان ابوالمنظفر محمد شاہ السلاطین  
یمین الخلافۃ صیین دین اللہ ناصر امیر المؤمنین مد اللہ ظلال جلالہ علی رؤس  
العلمین الی یوم الدین بنا فرمود ابن مسجد کہ مسجد جامع اولیاء و علیہ تبت  
اتقیاء و مجمع ملا یکت کرام و محضر ارواح انبیاء عظام است بتايد فی الزمان  
من شوال سنہ عشر و سبعمائتہ - در عمل ہمایون حضرت علیا خلد ایگان

سلاطین جہاں علاء الدین و الدین العالی بنجنوح المظفر ابو المظفر محمد شاہ  
السلطان یحییٰ الخلافہ ناصر امیر المومنین مد اللہ ظلال خلافتہ علی رؤس العلیین  
الی یوم الدین ابن مسجد کہ ہو جفت و من دخلہ کان امناً موصوف است۔ ابن  
مسجد نے کہ در فست و رفعت چوں بیت المقدس مشہور است حضرت  
اعلیٰ خدا یگانہ فایض فضل شامل احسان الموثید بتائید الملتان علاء الدین  
والدین المظفر ابو المظفر محمد شاہ السلطان یحییٰ الخلافہ ناصر امیر المومنین  
مد اللہ ظلال عظمتہ الی یوم الدین بصدق نیت و خلوص عقیدت بنا نمود۔

### شرقی محراب کا کتبہ

بناء ابن بقعہ شریف و اساس ابن عمارت منیف  
بود در عہد سلطنت و ایام مملکت خدا یگانہ

سلاطین جہاں خسرو دارا نشان سلطان کامل عدل و افر احسان شہنشاہ  
شامل پرونا فذ فرمان معلیٰ منابر اسلام محی آثار احکام بانی منابر مساجد  
طاعات رافع اساس معابد عبارات عامر بلا دوہد ایت غاصر دیار  
غواہت ..... و سریر مملکت مظہر قوانین جہاد مبرہن براہین اجتماع  
و ضابطہ بلاد ..... سلاطین رافع بناء محراب منابر اسلام کا سر اساس صوم  
اصنام نا صوب قوا عل خیرات حافظ حوائت مسکرات بادشاہ کشور  
کشائے سایہ رحمت خداے مؤید بتائید یزدان ابو المظفر محمد شاہ  
السلطان یحییٰ الخلافہ ناصر امیر المومنین خدا مد اللہ ملکہ فی عمارت المسجل  
و ایتد سلسلہ فی انارہت المعابد و ابقاہ فی المملکت و الخلافہ مدی الدین  
ما تلیت سورة سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد  
الاقصیٰ بقی مان برگزیدہ حضرت رحمان ضابطہ مالک جہاں سلطان  
سلیمان نشان علاء الدین و الدین غوث الاسلام و المسلمین مغر الملوک  
و السلاطین جو امع بناء خیرات ..... و الملحدین رافع اساس محراب  
و منبر ابو المظفر محمد شاہ السلطان یحییٰ الخلافہ ناصر امیر المومنین  
خدا مد اللہ ملکہ الی یوم التناد ابن مسجد سامع عمارت کردہ شل .... ابن

مسجد جامع مبلغ... بفرمان برگزیدہ حضرت رحمان سکندر العہد الزمان  
علاء الدینیا والدین خسرو خسروان آفاق فریق..... ابو المظفر  
محمد شاہ السلطان یمین الخلافۃ مظہر العدل والرافۃ ناصر امیر  
المومنین

قطب صاحب کی لاٹ  
سنہ ۱۲۲۰ سے سنہ ۱۲۲۱ تک

انقش و نگار و رود و یوار شکستہ

آثار پدید است صنادید مجسم را

ہندو مسلمانوں میں ایک زمانے سے اس منار

کی تعمیر کا مسئلہ بابہ بحث ہے۔ ایک فریق اس عالی شان منار کو اپنی بنائی کہتا ہے تو دوسرا اپنی  
لیکن جنرل کنگھم صاحب کے مدلل اور سکت بیان نے (جو آگے آگے گا) اس کا قول  
فیصل مسلمانوں کے حق میں کیا۔ نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب رئیس لوہارو نے  
(۶۷) برس ہوئے آئے دہلی کی آثار قدیمہ کی سوسائٹی میں ایک لکچر دیا تھا جس میں انھوں  
واقعات تاریخی سے ثابت کیا تھا کہ یہ منار مسلمانوں ہی کا بنایا ہوا ہے اور اپنے لکچر کے  
خاتمے پر یہ بھی کہا کہ ”اس سے زیادہ قوی اور کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا  
سوائے اس کے کہ ان لوگوں کے مردے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے  
کام کی خود تصدیق کریں۔“ سرسید لکھتے ہیں کہ ”یہ لاٹ حقیقت میں مسجد قوۃ الاسلام کا منار  
ہو اس کی رفعت اور شان اور بلندی اور خوش نمائی کا بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ لاٹ اس قدر  
بلندی کہ بہت دور دور کے پھر نے والے بجز ایک آدمی جگہ کے ایسی بلند کوئی عمارت روے

۱۸ اگر قطب بنا کی نسبت ہم یہ کہیں کہ اس جیسی خوب صورت شہول اور شان دار عمارت خلیفہ دنیا پر جو نہیں ہو تو یہ کچھ باتوں پر مبنی ہے کہ قطب منار کے جو ٹکڑے ایک  
منار کا ٹکڑے کے شہر فلائس میں گیا تو (Giotta) کی بنائی ہوئی ہو اور قطب منار سے جس فیشناہ اور خوبی جو کہ منار کی عمارت میں لکھی گئی  
جس میں ہوئی ہو اس کی خوب صورتی اور شان کو ٹکڑے کیا ہو اور گویا بھی بہت خوب صورت ہو کہ کچھ بھی اس میں بات نہیں بتا سکتا کہ کچھ چیزیں اس کی خوب صورتی  
تلاش کر لی جو مسلمانوں کی عمارت ایک ہی عمارت ظاہر کی سب سے حق ہے اور اپنی جو ٹکڑے مناروں ایک نقل عمارت جو سب الگ ٹکڑے جو اس سے  
اس کا مقام کچھ اور ہی لطیف و بنا جو اس کی وضع قطع اور بناؤ شہری منار سے بدرجہ بلندی اور ان کی اور صحران مناروں پر کیا کچھ موقوف نہیں ہے تو یہ کہ  
میں میں اس کا بلبل نہیں ہے۔ ۱۹ مسلمانوں نے لکھتے ہیں کہ اس میں کسی ٹکڑے کا ٹکڑے لاٹ کی پہلی منزل قطب الدین ایک کی بنائی ہوئی ہے۔ لاٹ کا نام قطب منار ہے  
جو وہ ایسی عجیب شہرہ ہوا اس کی خدمت قطعاً نہیں کی جاسکتی کی معلق نہیں ہے۔ ۲۰ یقیناً سلطان قطب الدین کی مسجد کی بنیاد پر جو سری منار ہے جس کا وہ  
کے خود اس امر کا بھی ثبوت ہے ۱۱ اس سے زیادہ اور عجیب شہادت کیا جاسکتی ہے۔ ۱۲



زمین پر نہیں نشان دیتے۔ نقل مشہور ہے کہ اگر اس کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر دیکھو تو ٹوٹی والے کو ٹوٹی اور ٹوٹی والے کو ٹوٹی ہی تمام کے دیکھنا پڑتا ہے۔ یہ لاٹ اس قدر بلند ہے کہ آدمی پر خیال کرتا ہو کہ اس کے اوپر بیشک آسمان کو پکڑ لوں گا اور اس دبان آسمانی کے ذریعے سے نہ شبہ آسمان پر چڑھ جاؤں گا۔ بارہا لوگوں کو اتفاق ہوا ہے کہ ساویں اوک کے مینے میں کہ عین موسم چول والوں کی سیر کا ہوتا ہے اس لاٹ پر چڑھے ہوئے ہیں جب نیچے اترے تو دیکھا کہ خوب مینہ برس گیا ہے جب جانا کہ اسد اکبر اس لاٹ سے نیچا تھا۔ اس لاٹ کے اوپر سے نیچے کے آدمی ذرا دکھ معلوم ہوتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے آدمی ننھے ننھے یا تھی گھوڑے دکھائی دینے کے سبب بڑا تماشہ معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح نیچے والوں کو اوپر سے آدمی ذرا اسے معلوم ہوتے ہیں اور ایسا شبہ پڑتا ہے کہ فرشتے آسمان پر سے اترتے ہیں۔ لاٹ کی چوٹی پر چڑھ کر عجیب و غریب منظر پیش نظر ہوتا ہے۔ مینار کی جڑ کے پاس مسجد قوۃ الاسلام اور اس کے متعلقہ داران اور عمارتیں ہیں۔ پتھوری دو بڑے کھال کوٹ کی چار دیواری ہے اور بجانب مغرب سب سے اونچی اسے پتھور کے قلعے کی عمارت نظر آتی ہے۔ جس کے سرے پر پرانی عید گاہ کی بڑی بھاری کالی کالی دیوار کھڑی ہے۔ قلعہ اسے پتھور کے شمال جانب میدان کے اوپر جہاں پناہ کی گری جونی فصیل کے ٹیلے ہیں جن کا سلسلہ سیر کی منہ منہ فصیل تک چلا گیا ہے اگر چہ مینار پرست یہ آخری حصہ نظر نہیں آتا مگر یکم پور کی مسجد کی بڑی کالی کالی گراں دیوار عمارت سے ہم کو اس کا پتہ چلتا ہے۔ جہاں پناہ سے آگے شمال مغرب کی طرف فیروز شاہ کے مقبرے کا گنبد جو حوض خاص کے پاس ہے دکھائی دیتا ہے اس سے آگے بڑھ کر صفدر جنگ کے مقبرے کا منور و ملی قبة چمکتا ہے اور اسی میں جامع مسجد کے برج جگمگار۔ ہمیں۔ صفدر جنگ کے مقبرے کے مشرق میں پرانے قلعے کی لہریں نہیں ہیں وہیں پاس حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ ہے۔ کا گنبد ہی اس سے ذرا نیچے ہمایوں کے مقبرے کا عالی شان گنبد ہے۔ اس جنوب میں کا لکا جو کا مندر ایک بلند مقام پر بنا ہوا ہے۔ یہیں نیچے وار کو قطب مینار سے ٹھیک پچان کے رخ پر تغلق آباد اور عادل آباد کے قلعے ہیں جن کے بیچ میں تغلق شاہ کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے۔ تغلق آباد کی سڑک کے قریب شمال کی طرف ایک بڑی بھاری انہرائی ہے جو حوض رانی اور کھڑکی کا میدان ہے۔ اس سڑک کے جنوب میں احمد شاہ کے پاس ہے جمالی مسجد اور سلطان لمین کے عالی شان مقبرے کے کھنڈر ہیں۔ جس کے پاس حضرت قلی شاہ صاحب

کی درگاہ کے جنوب میں موضع مہرولی کی بستی درختوں کے جھنڈ میں نظر آتی ہے۔ باوصف اس قدر بلندی اور عظمت کے ایسی خوب صورت اور خوش قطع بنی ہوئی ہے کہ نے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ اس لاٹ میں بالکل سنگ سرخ لگا ہوا ہے اور چوتھا درجہ سنگ مرمر کا ہے اور ہر درجے پر آیات قرآنی کھدی ہوئی ہیں اور بجا بجا نسبت کاری بنی ہوئی ہے۔ اس لاٹ کے بیچ میں دور اور کمر کی ایسی خوب صورت پختیں ہیں کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ مسلمان میں اس لاٹ کو سلطان شمس الدین التمش نے جو شہ میں بادشاہ ہوا اپنے عہد سلطنت میں بنایا تھا۔ کتب تواریخ سے ملتہم کے بعد اس کا تمام ہونا پایا جاتا ہے۔ تقویم البلدان اور فتوحات نیر شاہی میں اس کی سبکداز اور سلطان مغز الدین کی لاٹ لکھا ہے۔ اس لاٹ کا پہلا دروازہ شمال رویہ ہے اور بندوؤں کے مندر کی عمارت کا دروازہ ہمیشہ شمال رویہ ہوتا ہے۔ برخلاف ماذنوں کے کہ اُن کے دروازے ہمیشہ شرق رویہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ سلطان علاء الدین کی وہ لاٹ جو بنتے بنتے رہ گئی اس کا دروازہ بھی شرق رویہ ہے اور مسلمانوں کا یہ بھی دستور ہے کہ ایسی عمارتوں کو اکٹہ کر سی دے کر بناتے ہیں جیسے کہ ادھ بنی لاٹ کو کر سی دے کر بنانا شروع کیا تھا۔ برخلاف ہندوؤں کے کہ وہ بدوؤں کر سی کے بناتے ہیں جیسی کہ یہ لاٹ بنی ہوئی ہے اور نیز اس سبب سے کہ اس لاٹ کے پہلے درجے کے کتبوں کے پتھر صاف طور پر پیچھے سے لگائے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ علاوہ بریں جس طرح کہ رای پتھور کے اصل بت خانے میں پتھروں پر لٹکتی ہوئی گھنٹیاں کھدی ہوئی ہیں اسی طرح اس کے پہلے کھنڈ کے پتھروں پر بھی اُسی وضع کی گھنٹیاں کھدی ہوئی ہیں اور نیز اس دلیل سے کہ جس طرح کتبہ فتح نامہ کا بنام قطب الدین ایبک سپہ سالار اور دوسرا معز الدین کے نام کا اصل بت خانے پر ہے اسی طرح اس لاٹ پر بھی ہے جس سے اغلب خیال یہ ہوتا ہے کہ اس لاٹ کا پہلا کھنڈ بندوؤں کے وقت کا ہے اور رای پتھور کے مندر کا ایک جزو ہے اور کچھ عجیب بنیں جس طرح مسلمانوں نے مندر کو ڈھار دیا اس منار کے اُس حصے کو جو اس وقت موجود ہو یعنی کم سے کم پہلا کھنڈ اس کے تمام پتھر جن میں بت تراشے ہوئے ہوں نکال کر اپنی طرف سے کتبے کے پتھر جن پر آیات قرآنی کندہ ہیں اور بادشاہ کی تعریف ہی جمادیہ ہوں۔ جو بات مدت سے مشہور چلی آتی ہے اور جسے آوازہ خلق نقارہ خدا سمجھا جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ لاٹ رای پتھور نے بت خانے کے ساتھ سمیت لے کر راجست میں بنائی تھی۔ ممکن ہے کہ اُس وقت اس کے



اتنے کھنڈ نہ ہوں بہر حال ایک بلند منار ضرور تھا کیونکہ راجہ کی بیٹی سورج مکھی مذہب کی تھی اور ہندو دریا سے جہنا کو سورج کی پتری سمجھتے ہیں اس واسطے اس عقیدے والے جہنا کلورشن کرنا بھی بڑا دھرم جانتے ہیں اس واسطے راجہ نے اپنی بیٹی کے لئے تاکہ وہ جہنا کا ورشن کیا کرے بنوایا تھا۔ ۱۱۹۱ھ میں اس بت خانے کو مسلمانوں نے فتح کیا اور اس کے بعد سے جو کچھ تصرفات مسلمانوں نے کیئے اُس کا تفصیلی بیان ذیل میں ہے۔ یہ منار ایک گاؤم شکل کا بہت بڑا اور بہت اونچا ستون ہے جس کی بلندی ۴۴۳-۱-۱۱۱ انچ ہے جس کا دور پائے میں ۴۴-۳-۱۱۱ انچ ہے اور چوٹی پر نو فیٹ - منار کی اس وقت پانچ منزلیں ہیں جن کو کھنڈ کہتے ہیں۔ ۱- اور ہر کھنڈ کے گرد ایک مختصر سی غلام گردش بطور برآمدے کے ہے جس پر انواع و اقسام کے نقش و نگار کے بند لگے ہوئے ہیں۔ منار کا پایہ ایک کثیر الزوایا شکل کا ہے جس میں چوبیس ضلعے ہیں اور ہر ضلع ۶ فٹ - ۶ انچ کا ہے۔ منار دو فیٹ اونچے چوڑے پر ہے۔ نیچے سے فیروز شاہ تغلق کی برجی تک منار کی اونچائی ۲۳۸ فٹ ۱-۱۱۱ انچ ہے۔ سب سے پہلا کھنڈ ۴۴ فیٹ ۱۱-۱۱۱ انچ اونچا ہے جو سنگ سرخ کا چوبیس ضلعوں کا بنا ہوا ہے۔ اس کھنڈ پر کے کتبے کو جو پہلے ہی سے غیر موزوں تھا رہا سہا اُس کو اب بعد کی مرمت نے اور بھی غارت کر دیا۔ کچھ تو امتداد زمانے سے پہلی سطر کے حرف جھڑ گئے اور مرمت اس خوش سلیقگی سے ہوئی کہ جس کا سر نہ پر حروف کو ایسا نئے ترکیب جوڑا کہ مطلب فوت ہو گیا۔ اب صحیح عبارت جو پڑھی جاسکتی ہے وہ صرف اتنی ہے "امیر الاصرار الاسفہسار الراجلیل الکبیر" اور چیدہ چیدہ لفظ جو پڑھے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:-

پہلی سطر

لقد - اللہ - اللہ الا - سلام والا - للہ - لا عظیم الا -  
المراتلک آیات الکتاب وهو العزیز - الا للہ - الرحیم - الناس  
الا - علی اللہ رزقہا - والمؤمنین - وصاعقہ -

دوسری سطر

السلام والقادر الباہر والاعظم  
السلطان المعظم شہنشاہ الاعظم  
مالک رقاب الامم

اس کتبے کے اکثر حصے کی ترکیب اول جملوں پر حروف پتھر میں تراشے ہوئے تھے مرمت وقت ایسے لوگوں نے جو جاہل بیچارے تھے ان کا دل چاہا کہ وہ اسے  
اکارہ مناد کے پہلے ایڈیشن میں منسلک عبارت سے جوڑا دیا جو مذکورہ کتبے کا توڑ سڑکا ہے۔ ہم نے کتبے کی صورت نویسی کر دی ہے اور نیچے اُس کے مصنف  
اکارہ مناد نے جو پڑھا ہے وہ کہہ دیا ہے یہ مصداق نقل راجہ مغل - ۱۲

مولی ملوک العرب والعجم اعدل السلاطین فی العالم مغیر الدنیا والذین

مولی ملوک العرب والعجم اعدل السلاطین فی العالم مغیر الدنیا والذین

غیا لله بالهاتان لیین لهما اللوالدین لا طربا ساط لهما والاحسانک

غیاک الاسلام والمسلمین تاج الملوک والسلاطین باسط العدل والاحسان

لا ضلن الا لظلال الله فی الخافقین الساعی لعباد الله المحملین لادله

فی الثقلین ظل الله فی الخافقین الساعی لعباد الله المحملین لادله

الصاعدین لما لا یجالت القایم بحم ال محمد الاله للوالد القابین السال

الموئیل من السماء المنصور لا اعلا الد فامود احما لله البهرا جلال الامه الباهرة ملک الدنیا

المنصور علی الاعلا اعلاء الدوله القاهرة جلال الامه الباهرة فک الملته

الا فیرس الله الاله والعن سلطان البر والبحر مکرر رحما للدنیا ومظهر

الطاهر ..... سلطان البر والبحر محرز مالک الدنیا ومظهر

کلمة الله هی العلیا اسکندر الثاني ابو المظفر محمد بن سام ایدام لله لا الا

کلمة الله العلیا اسکندر الثاني ابو المظفر محمد بن سام ناصر امیر المومنین

ومملکته ورسطانہ وتعلی الله الذی لا اله الا هو عالم الغیب والشهادة

خلده الله مذلک ورسطانہ وتعلی امره وشانه

هو الرحمن الرحیم و اقل العالیہ -

گو الفاظ برابر پڑھے جائیں اور پڑھے کیسے جائیں جب کہ جہاں کے ہاتھ سے

اس کی یہ گت جی ہو مگر اتنا عنایت ہو کہ مطلب اب بھی فوت نہ ہوا۔ سطر دوم میں مظفر

سخر الدین بن سام بادشاہ کی تعریف ہو جو عام طور پر سلطان محمد غوری کے نام سے

شہور ہو۔

اس کا بھی وہی حال ہے جو دوسری سطر کا ہے جہاں سرے سے

بسم اللہ ہی غلط ہے مگر چون کہ قرآن شریف کی آیت جو اس سطر

سمجھ میں آگئی۔ پھر اس میں یہ اور زیادہ اشکال ہیں کہ قرآن شریف کے ایسے منفرد الفاظ

جائے ہیں کہ ان کا دوسرے سے بوڑ نہیں ملے۔ خدا جانتے کہ کد کا ٹکرا کدہ کا کدہ کیا دیا۔

تیسری سطر

بسم الله الرحمن الرحيم

فتحا للابسم الله ولا جاهل... من تلك وحامد حه لا فله نعمته...  
لما مربرا محاسنقنها ومرس لب صل اس لمر احوال لا ما

الذي انزل

للسكينة في كل ان... ليزدادوا اقلما مع ايمانهم لله جنود

السكينة في قلوب المؤمنين ليزدادوا ايماناً مع ايمانهم والله جنود

السموات والارض وكان الله عليمًا حكيمًا لمرحل الحس والمومن

السموات والارض وكان الله عليمًا حكيمًا ليدخل المؤمنين والمهتات

جنات تجري من تحتها الانهار خالدون فيها ويكفر عنهم سيئاتهم

جنت تجري من تحتها الانهار خالدون فيها ويكفر عنهم سيئاتهم

صل على ما لم يرع الله لوزر اعظيما وادعرب له ب

..... وكان ذلك عند الله فوزا عظيما واقترب

حدلرو المرامناحد-

مناقب

چوتھی سطر اس میں مغزالدین ابو المنظر محمد بن سام بادشاہ کی تعریف ہے:-

..... السلطان المعظم شهنشاه الاعظم مآلک رقاب

الافهم مولى ملوك العرب والعجم سلطان السلاطين والعالم غياث الدنيا

والدين المعز الاسلام والمسلمين محي العدل في العالمين علاءدوله

علا والدولة

القاهرة اصلله لللد لسا الامراء السراهره شهاب الخلافة باسط

فلك الملة الطاهرة جلال الملة الباهرة

الاحسان والرافدمل والثقلين ظل الله في الخافقين الحامي لبلادك

والرافة

۱۰ خدا جا نے یہ لفظ بیاں کیسے کیا قرآن شریف کی آیہ یہ "فحنسفنا به وبلادہ الارض

۱۱ خدا جا نے مثل علی - ہاں کہاں سے آگیا - ۱۲

الراعى لعباد الله محرم مالك الدنيا ومظهر كلمات الله هي العليا

ابو العا الحسد دل كل ليا سر سر حمر مسم احمر الموحسوس لمسلمين  
ابن المظفر محمد بن سام قسيم امير المؤمنين والمسلمين  
لله برهنة

علا الله ملكه

نودونه نام بارى تعالى

پا پنجين سطر

بسم الله الرحمن الرحيم هو الله الذى لا اله الا هو عالم الغيب الشهادة  
هو الرحمن الرحيم هو الله الذى لا اله الا هو الملك الواسع السلام

القدوس

الذى

الموحق المهيم العزيز الجبار المتكبر: ليق البارى المصور الغفار

المومن

القهار الوهاب الرزاق الفتاح العليم القابض الباسط

الباسط

الرافع المخر المذل السميع لصر الحمد العدل اللطيف الخابر

الخبر

البصير الحكيم

العظيم الحليم الغفور الشكور العلى الكبير الحفيظ المصور الحسب

المقيت الحبيب

بجليل الكريم الرقيب المجيب الواسع الحكيم الودود المجيد الباسط

الباسط

شاهد الحق الوكيل القوى المتين الولى الحميد المحصى المبدى

المبدى

معد المحصى المهيمن سر المحصى الواحد الماحد الواحد الطهر

الصلو

الحق القيوم

معد

القادر المعتدل المقدم لمحرر الاول الآخر الظاهر الباطن  
 المقتدر الموحى  
 الله لا تعالى الراى اليوارى المنتقم العفو الرؤف مالك الملك ذى الجلال  
 الوالى المتعالى البر التواب  
 والاكرام المقسط الجامع لغنى لمعو - آگے پتھر ٹوٹ گیا سحر اور دس نام  
 الجامع الغنى المغنى

باقی رہ گئے ہیں۔

## چھٹی سطر | قرآن شریف کا رکوع

بسم الله الرحمن الرحيم - يا ايها الذين امنوا انفقوا مما رزقناكم من قبل  
 ان ياتى يوم لا بيع فيه ولا خلة ولا شفاعة والكفرون هم الظالمون الله لا اله الا هو الحى القيوم - آية الكرسي تا هم فيها خالدون - الم تر الى الذى حاج  
 ابراهيم في ان اتاه الله الملك -

## پہلے کھنڈ کے دروازے پر کا کتبہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من بنا مسجد  
 لله تعالى بنى الله له فى الجنة بيتاً مثله - عمارت منار  
 مبارک حضرت سلطان السلاطين شمس الدنيا  
 والدين محمد ومنغلق طاب ثراه وجعل الجنة مثواه شكست شده بود منار  
 منى كورد در عهد دولت سلطان الاعظم والمعظم والملهم سكندر شاه بن  
 بھاول شاه سلطان خلد الله ملكه وسلطانه واعلى امره وشانه على خاندان  
 فتح خان بن مسند على خواص خان جونا ناكبندي ودرزبندي مرتبها بالا  
 مرت كرده مرتب كذا نيل الغرارة من ماء ربيع الآخر سنة تسع وتسعمائة  
 - العبد مبر حسن (سید محمد حسین)

دروازے کے پاس کا ایک اور کتبہ | متولى ابن مناره فضل ابن ابو المعالى بوده است

اس کتبے کا ذکر خاص طور پر آگے چل کر آئے گا کہ منار کے اس حصے کی تاریخ معروض بحث میں ہے۔

سنہ ۱۳۷۷ء میں سکندر شاہ لودی نے پہلے کھنڈ کی مرمت کرائی تھی پھر تین سو برس تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ انگریزوں کے دور حکومت میں جس کا آغاز سنہ ۱۷۷۹ء سے ہے اس دروازے کی مرمت دو مرتبہ ہوئی ہے۔ پہلی مرتبہ سنہ ۱۸۲۹ء میں میجر سمتھ کے ذریعے سے اور پھر سنہ ۱۸۷۳ء میں زیر نگرانی مسٹر جی۔ ایچ۔ لی آئز (Major H. J. Aiz) ایگزیکٹو انجنیر کے دروازے کی تجدید اور داخلی دروازے کی مرمت کرائی گئی۔ وبلہ ثانی میں پتھر کی زمین کو اونچا کر کے چوڑا درست کیا گیا۔ جنرل کننگھم کی شکایت و اجبی عہدہ میجر سمتھ کو چاہیے تھا کہ طرز قدیم کا متبع کرنے جیسا کہ انھوں نے اس منار کی مرمت کے متعلق اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ مرمت اس بیج پر کی جائے گی کہ جہاں تک ممکن ہو پرانی طرز سے میل کھا جائے لیکن دروازے میں تو انھوں نے ایک نئے طرز کا چھوڑ اور کنگھمی کھال کر اور کتبے کے پتھروں کو آٹ پلٹ جہاں ایک نئی ہی شان بکال دی۔ پہلے تو کھنڈ کے گرد بڑے بڑے سنگین توڑوں پر برآمدہ تھا جس میں نہایت نفیس اعلیٰ درجے کا شہد کے چھتے کی وضع کا ایسا باریک کام تھا کہ دلی کی کسی عمارت میں اس کی نظیر نہ تھی۔ جنرل صاحب کی رائے میں یہ صنعت *Honeycomb* کا کام کہتے ہیں اکثر مندروں کے قبوں میں دیکھی گئی ہے (آرکی آئیجیکٹ رپورٹ جلد اول صفحہ ۱۹۰)۔ مسٹر کمبل لکھتے ہیں کہ اس قسم کا کام جو منار کی شہ نشینوں میں کیا گیا ہے بالکل غریب اور الجھرا (*clumsy*) کے شاہد ہے۔ (جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد ۳۵ - حصہ اول صفحہ ۲۰۲)۔ اس ٹیلر ہی کے اطراف کا کٹھن ۱۲ فٹ اونچا ہے اور اسی طرح باقی چار کھنڈوں پر بھی کٹھن ہیں۔ یہ کٹھن میجر سمتھ کے بنوائے ہوئے ہیں۔ قدیم عمارت میں کٹھن سے نہ تھے بلکہ نہایت نفیس برآمدے تھے ان کو کھال کر یہ کاجو جو جو کٹھن سے ایسے جیسے عموماً باغوں کی بارہ دریوں میں ہوتے ہیں لگا کر عیب لگا دیا جو صاف چٹائی کھاتے ہیں اور اسے بجاری بجاری عمدہ توڑوں پر کسی طرح موزوں نہیں ہیں۔

دوسرا کھنڈ ۵۰ فٹ - ۸ ۱/۲ انچ اونچا ہے۔ اس میں کمر کی نہیں ہیں اور دیو پکوں

میں سلطان التمش کی تعریف کندہ ہو۔

**پہلی سطر** السلطان الاعظم شہنشاہ المعظم مالک رقاب الامم  
مفخر ملوک العرب والعجم ظل الله في العالم شمس الدنيا  
والدين غياث الاسلام والمسلمين تاج الملوك والسلاطين باسط  
العدل في العلمين علاء الدولة القاهرة جلال الملة الباهرة الموبد  
من السماء المظفر على الاعلاء شهاب سماء الخلافة ناشر العدل  
والرافة محرك ممالك الدنيا مظہر کلمة الله العليا ابو المظفر اليمقش  
السطاني ناصر امير المؤمنين خلد الله ملكه وسلطانه واعلى امره وشانه  
**دوسری سطر** - بسم الله الرحمن الرحيم مثل كلمة طيبة كشجرة  
طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء تؤتي اكلها كل حين باذن ربها  
ويضرب الله الامثال للناس لعلهم يتذكرون - يا ايها الذين آمنوا  
اذ نودي لصلوتمن (ة من) يوم الجمعة تا واذكر والله كثير العليم تقبلون۔

**کتبہ بالادروازہ**  
درجہ دوم امر با تمام ہذا العارۃ المؤید من السماء شمس الحق  
والدين اليمقش السلطان ناصر امير المؤمنين -

پہلے کھنڈ کی طرح دوسرے کھنڈ کے اطراف بھی گیلی ہو جس پر میجر سمیعہ کابنایا  
ہوا ۱۶ فٹ اونچا کھڑا ہو۔ اس کے توڑے پہلے کھنڈ کی طرح زیادہ بھاری  
اور مضبوط نہیں مگر ان پر بھی نقش و نگار کی کچھ کمی نہیں ہو۔ آراستگی میں یہ بھی کسی طرح  
ان سے کم نہیں۔

**تیسرا کھنڈ**  
جث - ۹ - ۱۶ انچ اونچا ہو۔ اس میں بھی ابھری ہوئی پنچیں ہیں اس میں  
دو پتے ہیں۔ پہلے پر صرف نقش و نگار اور پیل بوئے سنے ہوئے  
ہیں اور دوسرے پر یہ کتبہ ہو۔

السلطان المعظم شہنشاہ الاعظم مالک رقاب الامم مولی ملوک العرب  
والعجم سلطان السلاطين في العالم حافظ بلاد الله ناصر عباد الله  
المظفر على الاعلاء الموبد من السماء تاج الاسلام والمسلمين غياث الملوك



والسلاطین الحامی لبلا د الله الراعی لعباد الله یمین الخلافۃ باسط  
العدل والرفاقۃ ابوالمظفر التمش السلطان ناصر امیر المومنین خلد الله  
ملکۃ وسلطانہ وبعلی امرہ وشانہ -

السلطان المعظم شہنشاہ الاعظم مالک رقاب  
الامم خاتم ملوک العرب والجمہ المویذ من السماء المظفر  
على الاعلاء سلطان ارض الله حافظ بلاد الله ناصر

کتبہ بالادوارہ  
درجہ سوم

عباد الله محمد مالک الدنيا مظهر کلمۃ الله العلیا جلال الدولۃ القاہرۃ  
نظام الملة الباہرۃ شمس الدنیا والدین غیاث الاسلام والمسلمین  
ظل الله فی العالمین التاج الامم والخلافۃ صاحب العدل والرفاقۃ  
سلطان السلاطین

تمت هذه العمارۃ فی لوبت العبد المذنب  
محمد امیر کوعہ (الخنیر)

کتبہ برہیلو دروازہ  
درجہ سوم

اس منزل میں ایک چھوٹی سی سطر ناگری کتبہ کی بھی ہے  
جس میں "محمد سلطان" کا نام اور سن ۸۴۰ھ (۱۴۳۷ء) درج ہے جو سلطان محمد تغلق شاہ  
کا سنہ جلوس ہوتا ہے۔ قیدری منزل پر بھی دوسری منزل کی طرح کٹھن ہر گز نہیں اونچا ہے۔

چوتھا کھنڈ | ۴۴ فٹ - ۴ - انچ - اونچا ہے۔ یہ کھنڈ سادہ بنا ہوا ہے اس میں  
بہت کچھ نہیں ہیں۔ اس کھنڈ کے روکار میں علاوہ سنگ سرخ کے کہیں کہیں سنگ مرمر بھی  
لگا ہوا ہے۔ اس کھنڈ پر چار پچھلے ہیں جن میں سے ایک پر یہ کتبہ ہے اور باقی تین پر بہت  
خوب صورت نقش و نگار ہیں:-

امربہمن العمارۃ فی ایام الدولۃ السلطان الاعظم شاہنشاہ المعظم  
مالک رقاب الامم مولی ملوک الترت العرب والجمہ شمس الدنیا والدین  
معز الاسلام والمسلمین ذوالامن والامان وارث ملک سلیمان  
ابو المظفر الیتمش السلطان ناصر امیر المومنین (آگے پتھر ٹوٹ گیا ہے)  
اس کھنڈ کی شہ نشین بلکی پھلکی ہے اور کٹھن کے کی اونچان تین فیٹ ہے۔



## پانچواں کھنڈ

۲۲ فٹ - ۲ - انچ اونچا ہے۔ اس کا ستون درمیانی گول ہے۔ اس پر سنگ سرخ اور سنگ مرمر کے منقش شے ہیں جس پر آہنی اور برنجی جٹلا لگا ہوا ہے اور دروازے پر یہ کتبہ ہے :-

..... دزب منارہ شہور سنہ سبعین و سبعمائتہ یافت برق خلل یافت صرت بتوفیق ربانی برکشیدہ عنایت سبحانی فیروز سلطان این مقام را یا احتیاط تمام عمارت کس دخا لقی بیچون این مقام را از جمیع اوقات مصئون دارا د۔

فیروز شاہ کی برجی کا ٹوٹا ہوا ٹھنڈا جو قریب دو فٹ کے اونچا ہے پانچویں منزل پر اب بھی کھڑا ہے۔ اس منزل پر دو کتبے ناگرمی کے بھی ہیں جن کے متعلق جنرل کنگم صاحب لکھتے ہیں کہ "پہلے کتبے کی وسط میں جس میں ۱۲۲۲ھ زمان سلطنت پر فیروز شاہ (فیروز شاہ تغلق) درج ہے۔ دوسرا کتبہ دروازے کے جنوبی پاسے پر ہے جس کا کچھ اوجھ سنگ مرمر پر کندہ ہے اور کچھ سنگ سرخ پر۔ اس میں بھی فیروز شاہ کا نام درج ہے لیکن سمٹ ہوا ہے۔ اس کتبے کو جنرل صاحب بہت اہم خیال کرتے ہیں لیکن اس میں خرابی یہ زور کہ بہت مشکل سے پڑھا جاتا ہے۔ اس میں صرف اتنا پڑھا جاتا ہے "سری وسوا کر م پر سا ورت پتیا۔ اور کتبے کے آخر میں "میلپی" تعمیر کنندہ لقب ہے جو چھٹے دیو پال کے بیٹے "ناتا سلما" کے واسطے مستعمل ہوا ہے جس نے منار کی مرمت کی تھی۔ اس کتبے کے بیچ میں پانچ ہند سے بھی ہیں۔

## چھٹا کھنڈ

فیروز شاہ کی برجی ۹۹ فٹ تک موجود تھی جس سے ۱۲ فٹ ۱۰ - انچ مینار کی بلندی اور بڑھ جاتی تھی۔ ستلہ میں زلزلے کے صدمہ سے گر پڑی۔ چون کہ اس زمانے کی لاٹ لکھا کوئی نقشہ ہمارے دستکھ میں نہیں آیا لہذا ٹھیک طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اس برجی کی وضع قطع کیا تھی۔ ۱۸۲۹ء میں جو ایک میٹری لاٹ کی ترسیم شدہ حالت پر رپورٹ کر کے کو مقر ہوئی تھی انھوں نے جہاں تک معلوم ہو سکتا تھا برجی کی کیفیت اور سیرجہ سے لے کر اس کے عوض میں نے جو تعمیر کی تھی ان واقعات کو قلم بند کیا ہے۔ سیرجہ صاحب خود کہتے ہیں کہ نہ تو میں

برجی کے قدیم طرز کا پورا متبج کیا اور نہ میں نے یہاں کے بڑے بڑے لوگوں کی زبانی روایات کی پیروی کی بلکہ دراصل برجی صرف چار ستونوں پر بنی تھی۔" میجر صاحب نے جس برجی کو درست کیا ہے یہ چھٹی سا توں منزل کبلاتی تھی۔ چھٹی منزل سنگ سرخ کی صرف ایک برجی تھی جس کے آٹھ ستون تھے اور چھوٹا اور کارنس بڑی نفیس تھی۔ اس کی بلندی ۶ فٹ تھی جس پر تین فیٹ اونچا سنگ سرخ کا کٹھرا سح منڈیر کے تھا۔

**سا توں کھنڈا** بالکل سیدھا سا داشیشم کی لکڑی کا ایک سا بان (سٹا) تھا۔ جس پر جھنڈا لہرایا کرتا تھا۔ اس منڈوے کے عزم

آٹھ فیٹ اونچے تھے اور جھنڈے کا کھم جو سال کی لکڑی کا تھا ۳ فٹ لمبا تھا ۱۸۴۸ء میں لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل کے حکم سے مینار پر سے یہ بدھنا حصہ اُتروا دیا گیا جو اب تک ایک چھوٹے سے چوترے پر بلا جھنڈے کے دھرا ہوا ہے۔ چنانچہ کپتان سلیمان (Capt. Sleeman) صاحب رزیڈنٹ دہلی نے اس برجی کو ملاحظہ فرما کر نہایت برجستہ ریمارک کیا تھا کہ "اگر فیروز شاہ کی برجی بھی ایسی ہی تھی جیسی کہ آپ نے بنائی ہے تو اُس کا بجلی سے نیست و نابود ہو جانا ہی اچھا ہوا۔ جس وقت جھنڈا چڑھایا گیا جب ہی لوگوں نے اسے نئے ڈول اور بہنم خیال کر کے ناک بھجوں چڑھائی تھی۔ لوگوں کی ناپسندیدگی کی خبر پا کر میجر سمٹ نے حضرت بہادر شاہ صاحب بادشاہ دہلی سے استعراج کیا حضور اقدس نے مہتمم محلات کی معرفت میجر صاحب کو لکھا کہ جہاں پانے دو بار لاٹ کو ملاحظہ فرمایا

**۱۷** کہیں لوگوں کو شبہ نہ ہو یہ سرہنری ہارڈنگ ۱۸۴۳-۴۸ء تک گورنر جنرل رہے جو حال کے گورنر جنرل بیرن ہارڈنگ آف پینٹر سٹ کے جو نوبر سنڈے میں گورنر جنرل مقرر ہوئے اور جن کے عہد میں ہمارے شہنشاہ جارج پنجم ملک ہندوستان میں رونق افروز ہوئے۔ **۱۸** فیروز شاہ کی برجی ایک قہرنا منڈو تھا جس کے چار یا شاید آٹھ درتھے لیکن فرنیچر صاحب اور ڈیٹیل صاحب نے اپنی کتاب میں جو نقشے دیئے ہیں اُس میں یہ شکل نہیں ہے۔ مگر این سین جیمس ہلنٹ جو ۱۸۴۸ء میں ولی میں آیا تھا وہ اس برجی کے متعلق لکھتا ہے کہ "اس مینار کی چوٹی پر ایک شان دار برجی سنگ سرخ کی تھی" اور اب بھی اگر کسی عمدہ ڈیزین کی خوش نما برجی بنا دی جا تو لاٹ جواب لکڑی نظر آتی ہے بے انتہا خوش نما ہو جائے۔

اور ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرز پر کہ آپ تعمیر کرنا چاہتے ہیں وہ مابدولت کو پسند ہو۔  
 لاٹ کی پہلی تین منزلیں ریتیلے سنگ سرخ کی ہیں لیکن سب کے پتھر کارنگ یکساں  
 نہیں ہیں۔ پہلی اور دوسری کا پتھر گلابی زردی مائل رنگ کا ہے اور تیسری منزل  
 کا پتھر گہرا سرخ ہے۔ اس سے اوپر کی دو منزلوں میں ریتیلے پتھر بھر اسٹک سرخ  
 اور سنگ مرمر دونوں لگا ہوا ہے۔ مگر زیادہ تر سنگ مرمر ہی ہے۔ اندر چوگردار  
 زینہ جو اس کا بھی یہی حال ہے۔ تختانی درجوں میں درمیانی محوری ستون اور اس کے  
 گرد کی سیڑھیاں سنگ خارا کی ہیں۔ زینے پر کی کھڑکیوں اور روشن دانوں کی  
 محرابیں ہندوانی وضع کی ہیں۔ بالائی دو کھنڈوں میں محوری ستون اور دیوار کے  
 اندر وار اور سیڑھیاں سب ریتیلے سنگ سرخ کی ہیں۔ چوتھی منزل اپنی  
 اصلی حالت پر قائم نہیں ہے بلکہ اس میں بہت کچھ ترمیم و تبدیل ہو گئی ہے۔ فیروز شاہ  
 نے حسب مرضی خود اس کی تعمیر کرائی اور گوکہ دروازہ اور کتبہ علی حالہ قائم ہے  
 مگر پھر بھی فیروز شاہی عہد کی ترمیم لحاظ اسے طرز کے بالکل الگ معلوم دیتی ہے  
 ابوالفدا مورخ نے مسئلہ میں فیروز شاہ کی دست اندازی سے بہت پہلے  
 مینار کی (۳۶۰) سیڑھیاں بتلائی ہیں۔ اب اگر ہم سیڑھیوں کی تعداد (۳۶۰) پوری  
 کرنی چاہیں تو ہم کو پانچویں منزل کی بھی اکیس سیڑھیاں ملانی پڑیں گی جو درحقیقت  
 سلطان الشمس کے زمانے کی چوتھی منزل تھی۔ مینار کی تین تختانی منزلوں  
 اور اس کے اوپر کی منزلوں کی طرز تعمیر میں ایسا کھلا فرق ہے کہ یہ دونوں ایک  
 زمانے کے کاریگروں کی بنائی ہوئی ہو نہیں سکتیں۔ چکر دار زینے کی سیڑھیوں  
 کی صحیح تعداد (۳۷۹) ہے۔ جن میں سے صرف تین سیڑھیاں یہ پتھر تھک کی بنائی ہوئی  
 برجی کی ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ جتنے منہ اتنی ہی باتیں ایک ذرا سے معاملے میں  
 بڑے بڑے دانشور بھی جنہوں نے مینار کو غور سے دیکھا اور سیڑھیاں گنی ہیں  
 چکر تیس پڑ گئے۔ تھارن صاحب (۳۴۵) فرینکلن صاحب (۳۰۸) وان آرکھ  
 (۳۸۳) سرسید (۳۸۸) سیڑھیاں بتلاتے ہیں۔ درحقیقت یہ مینار کبھی پانچ  
 منزل سے اونچا نہ تھا۔ مسئلہ امر میں الشمس کی تعمیر ختم ہو گئی اور اس زمانے میں  
 (۳۶۰) سیڑھیاں تھیں۔ اس تعداد کے لحاظ سے ہم پانچویں منزل کی اکیسویں

سیٹھی پر جا پونچتے ہیں۔ ارستھ برس بعد مسلمانوں میں جب مینار پر بجلی گری تھی تو فیروز شاہ نے چوتھے اور پانچویں کھنڈوں کو پہلے ہی مال مسالے سے پتھر مہا از سر نو بنوایا۔ چوتھے کھنڈ میں اُس نے قدیم دروازہ اور کتبہ بدستور قائم رکھا۔ چنانچہ خود فیروز شاہ نے لکھا ہو کہ اُس نے ایک برجی بنوا کر اسے اونچا کرادیا۔ سرسید اس مینار کو سات کھنڈوں کا "ہفت منظری" سمجھتے ہیں لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ ہمیشہ سے وہ پانچ ہی کھنڈ کی تھی فیروز شاہ نے صرف اسے ذرا اونچا کروا دیا تھا۔ بانی مینار کی نسبت اب کسی قسم کی اختلاف رائے کا موقع باقی نہیں رہا۔ کچھ شک نہیں ہو کہ پہلی منزل قطب الدین ایک کی بنوائی ہوئی ہو جس کی کھلی ہوئی دلیل یہ ہو کہ اس پر کے کتبے میں صاف طور پر "محمد غوری" کا نام موجود ہے جو اس بادشاہ کے زمانے کا ایک بڑا امیر تھا اور بغول سرسید خود قطب الدین کا نام موجود ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ثبوت ہو کہ "فضل ولد ابو المعالی" مینار کا ستولی تھا اور یہی بھید قطب الدین مسجد قوۃ الاسلام کا بھی ستولی تھا۔ ستر کیمبل کی یہ رائے کہ مینار قطب الدین کی مسجد کا ماذن تھا بالکل باسوق ہو۔ ابو الفدا نے بھی اپنی "تاریخ مختصر" میں اسے "ماذن جامع مسجد دہلی" لکھا ہے۔ ماذن اُس مینار کو کہتے ہیں جس پر چڑھ کر اذان دیجاتی ہو۔ ابو الفدا شمس سراج اور امیر خسرو اس مینار کو سلطان التمش سے منسوب کرتے ہیں۔ اس ملک میں اور خصوصاً دہلی میں کوئی نئی بات نہیں ہو کہ جو کسی عمارت کی مرمت کرتا ہو اُسی کا نام ہو جاتا ہو۔ فیروز شاہ نے اسے معز الدین سام کا مینار لکھا ہے۔ ابن بطوطہ اس مینار کی تعمیر معز الدین کی قیادت کی طرف منسوب کرتا ہے۔ لیکن کسی کی کہی سنی بات بمقابلے اُن کتبات کے جو خود اس مینار پر ڈنکے کی چوٹ بتلا رہے ہیں کب قابل وثوق ہو سکتی ہو۔ دوسرے درجے کے دروازے پر جس میں اس عمارت کی تکمیل کا فرمان ہے وہ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ آغاز کار اس بادشاہ کے وقت میں نہیں ہوا اور چوتھے درجے کے دروازے پر کا کتبہ دوسرے درجے کے دروازے کے کتبے کے برخلاف التمش کو بانی مینار قرار دیتا ہے اور ایسا ہی سب سے آخری زمانے کے سکندر لودھی کے کتبے میں جو سب سے نیچے کی منزل کے دروازے پر ہے

درج ہو۔ پہلا کتبہ جو تیسری منزل کے دروازے پر نصب ہوا اور دوسری منزل کے دروازے کے کتبے کی متضاد عبارت کا میلان جنرل کننگھم صاحب نے یوں کیا جو کہ پہلا کتبہ صرف چوتھی منزل کے متعلق ہونہ کہ سارے مینار پر تختوی ہو اور لودی کے زمانے کے کتبے میں جو لکھا ہوا ہو وہ پہلے کتبے کی محض نقل کی بنا پر ہو۔ بدیں وجوہ مینار کی پہلی منزل جو قطب الدین ایک سے منسوب کی جاتی ہو وہ بالکل درست ہی رہی باقی عمارت وہ شمس الدین التمش کی بنوائی ہوئی ہو اور فیروز شاہ کی مرمت بھی اس سے الگ ہو۔ اس مینار کی تعمیر ۱۲۲۰ء سے ۱۲۲۱ء تک بیس سال کا عرصہ لگا ہو۔ جنرل کننگھم نے سلطان علاء الدین کا نام بھی لاٹ کے بانیوں میں لیا ہو۔ جس کو وہ ایک ”نیا دکنوی دار“ کہتے ہیں وہ امیر خسرو کی تاریخ ”علائی“ سے نقل کرتے ہیں کہ ”سلطان علاء الدین نے بھی ایک روکار کی درستی اور ممتی بنانے کا حکم دیا تھا“۔ اس پر سے جنرل صاحب کی رائی ہو کہ موجودہ تمام روکار سنگ سرخ کا علاء الدین خلجی کا بنوایا ہوا ہو مگر اتنی بات ضرور ہو کہ علاء الدین نے قطب الدین ایک کے طرز کو نہیں چھوڑا۔ باربر نے بھی اس مینار کو علاء الدین خلجی کا کہا ہو لیکن جن لوگوں نے اس زمانے کی تاریخ پڑھی ہو اور علاء الدین کے کیے کثرت پر غور کیا ہو اور علائی دروازے پر اس کے غیر متناہی کتبے پڑھے ہیں وہ ہرگز یقین نہیں کر سکتے کہ اگر سلطان علاء الدین نے قطب مینار کو ہاتھ لگایا ہوتا تو جس طرح کہ علائی دروازے میں باربر اس کا نام آیا ہو کوئی وجہ نہ تھی کہ مینار کے کسی کتبے میں وہ اپنا نام نہ درج کرواتا۔

ہیں کلاست بت خانہ مرا ای شیخ  
کہ چوں خراب شود خانہ خدا اگر وہ

لاٹ ہندو نقطہ خیال سے

یہ خوب صورت مینار جو دنیا کے سات عجائبات میں کا ایک ہو اس کی نسبت یہ خیال کہ اس کی بنا اہل ہندو کی ہو بالکل واجبی ہو۔ یہ ستون راجہ پرمتی راج کا بنوایا ہوا ہو اہل اسلام میں کائناتوں کو شکست دے کر بطور ”جوستیمسا“ (یادگار فتح) کے بنایا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہو کہ یہ مینار راجہ نے اپنی بیٹی کے لیے بنوایا تھا کہ وہ اس پر بیٹھ کر جینا کا درشن کر لیا کرے۔ یہ عمارت یقیناً ہندوئی ہو جس پر مسلمانوں نے قرآن شریف کی آیتیں

(بعد میں) لگا دیں۔ اس کے بانی و سواکرم دیوتا کے نام پر اسے بنایا جو ہندوؤں کا بڑا دیوتا ہے جسے عمارات کے بنانے کی قدرت کا ملکہ ہے۔ پرتھی راج کی وفات کے بعد دہلی پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور اُن کے جنرل قطب الدین نے اس کو اپنے طرز پر ڈھال لیا۔ اُسے منہ مانگی مراد ملی۔ بنی بنائی عمارت ہاتھ لگی۔ اس سے بہتر بلند اور موزوں عمارت اذان دینے کے لیے کہاں مل سکتی تھی۔ منار پر کی مرغولیں اور پچیس مسلمانوں نے بتوں کی صورتیں نکال کر بنالیں۔ تسلسل واقعات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے لیکن ہم خواہ مخواہ کا جھگڑا کھڑا کرنا نہیں چاہتے کہ شیر شاہ کی ڈاٹھی بڑی تھی یا سلیم شاہ کی۔ اس ستون کے پاس ہی ایک خوب صورت مندر تھا جسے توڑ کر مسجد بنائی گئی ہے اور دہلی کے پرانے پرانے لوگ جن سے گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے وہ سب اس امر میں یک زبان ہیں کہ منار اور مسجد دونوں دراصل اعلیٰ ہندو کی عمارات تھیں جنہیں مسلمانوں نے توڑ پھوڑ کر اپنے مطلب کا بنالیا۔ اگر یہ بات واقعی ہے اور ہمارا خیال صحیح ہے تو یہ بات دوسری ہے کہ قطب الدین غلام تھا یا نہ تھا مگر اس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک دانشمند اور زیرک حکم راں تھا۔ کیوں کہ کسی خوب صورت چیز کو نیست و نابود کر دینے سے یہ بہت بہتر ہے کہ تھوڑے سرو بدل کے ساتھ ہم اُسے اپنے کام میں لے آئیں۔ مسجد قوت الاسلام کے ستون جن پر نہایت نفیس نقش و نگار ہیں وہ پرتھی راج کے مندر ہی کی باقیات ہیں۔“

مستہ کشتکم اور مستہ بگل کا  
اختلاف را کے بعد فیصل

بڑا مزہ اُس ملا ہے جو صلح ہو جا جنگ ہو کر  
سٹرے۔ ڈی۔ بگلر محکمہ آثار قدیمہ کے اسٹنٹ (مددگار) ڈائرکٹر جنرل نے  
اپنی ۱۹۶۱ء کی رپورٹ میں (جو سلسلہ آثار قدیمہ کی جو تھی جلد ہے) قطب صاحب کی  
مسجد اور لاٹ کو بالکل یہ ہندوانی عمارت ثابت کیا تھا۔ جس سے پھر جنرل۔ اے۔ کشتکم۔  
سی اس آئی۔ ڈائرکٹر جنرل نے ایسے مدلل طور پر اختلاف کیا کہ بگلر صاحب کو  
قائل ہونا پڑا۔ ہم دونوں صاحبوں کی رپورٹ یہاں لکھتے ہیں جو بہت عالمانہ اور  
ہے۔ بات یہ ہے کہ عقل مندوں کا ہر کام عقل مندی کا ہوتا ہے۔ یہ لوگ لڑیں گے بھی



اپنی آن لیئے رہیں گے۔ بحث کریں گے تو تہذیب سے۔ اختلاف کریں گے تو نہایت عمدگی سے۔ کیا مجال کہ اُس میں ذاتیات کی جھلک نظر آئے یا دلوں میں کدورت آ جائے۔ ہر شخص اپنی رائے میں آزاد ہو۔ خواہ وہ ماتحت ہی کیوں نہ ہو۔ پھر ان کی صفائی قلب۔ حق پسندی کو دیکھئے کہ واجبیت کے سامنے اپنی بات کی ذرا بھی ہچ نہ کی اور فوراً اپنی غلطی کو کشادہ پیشانی سے تسلیم کر لیا۔

عیسائیوں میں ساری مسلمان کی خصلتیں  
اسلامیوں میں انکی کسی کوئی ادا نہیں  
واں اتحاد و یک دلی و الفت و وفاق  
یاں ایسے اختلاف کہ کہنے کی جا نہیں

مسٹر بگلر کی رپورٹ پر  
مسٹر بگلر کی رپورٹ پر میں تمہیدی ریمارک اُن چند ضروری ابواب کی نسبت کرنا چاہتا ہوں جس میں مجھے ماتحت سے اختلاف ہو۔ مجھے اپنے خیالات کا

اظہار قطب صاحب کی مسجد اور مینار کی نسبت زیادہ ضروری ہو مبادا میری خاموشی توافق رائے نہ سمجھ لی جائے حالانکہ میں اُن کی رائے سے کلیتہً مخالف ہوں۔ پرانی دہلی میں جب سے بڑھ کر دل چپ یہ دو عمارتیں ہیں۔ ایک قطب صاحب کی مسجد اُس کی شان دار حجرابوں سمیت۔ دوسری وہ عجیب و غریب موزن کا ستون جو قطب مینار کہلاتا ہے اور جو تقریباً دو سو چارس فیٹ بلند ہے۔ اس مسجد کی تعمیر ہمیشہ قطب الدین ایبک سے منسوب کی جاتی ہے جو دہلی کا پہلا مسلمان بادشاہ تھا۔ حقیقت اس بات کی صراحت اُس مشہور کتبے میں موجود ہے جو مسجد کے صدر دروازے پر لٹکا ہوا ہے۔ اور نیز یہ بھی اُسی کتبے میں ہے کہ مسجد کا مال مسالہ ہندوؤں کے ستائیس مندر توڑ کر فراہم کیا گیا ہے۔ یہاں کے دالانوں کے ستونوں کا ہندوانی ہونا ایک ایسی بات ہے جو ہر شخص پر ظاہر ہے اور اسی کے ساتھ یہ امر بھی اُسی طرح کھلا ہوا ہے کہ ان کو مسلمانوں نے از سر نو ترتیب دے کر دو دو تین تین تھم اوپر تلے جما کر موجودہ اونچان پوری کی ہے۔ یہ بات جس طرح مجھ پر ظاہر و باہر ہے مسٹر فرگسن کو بھی اس کا علم تھا۔ مسٹر بگلر اگرچہ اپنی رپورٹ میں ستونوں میں کچھ رد و بدل کیے جانے کو تسلیم کرتے ہیں مگر پھر بھی اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ جس طرح وہ ہندوؤں کے مندر کے دالان میں تھے اُسی طرح اپنی اصلی جگہ پر اب بھی ہیں اور نیز کہ اُن کی

موجودہ اونچان بھی وہی ہی جو کہ ہندوؤں کے والان میں ابتداً تھی۔ وہ اپنی اسی  
 راج کے وثوق پر مسلمان بانیان مسجد کے اُس قول کی تردید کرتے ہیں کہ انھوں نے  
 ستائیس مندر توڑ کر یہ مسجد بنائی اور اس کو مسلمانوں کی نرمی شیخی خیال کرتے ہیں۔  
 میرے خیال میں یہ رائج بالکل ناقابل قبول ہے۔ مسلمان فاتحین کو ستائیس مندروں  
 کے توڑنے کی ایک غلط خبر مشہور کرنے اور پھر اس صریح جھوٹی بات کو ایک  
 عظیم الشان مسجد کے دروازے پر کندہ کرانے سے کچھ مفاد نہ تھا۔ اس لیے  
 میں (مسلمانوں کے) اس بیان کو بالکل وثوق سے صحیح (اور مطابق واقعہ) سمجھتا ہوں  
 علاوہ ازیں میرے اس خیال کی تصدیق محسن کے بیوں طرف کے والانوں ستونوں  
 کی ساخت سے کافی طور پر ہوتی ہے اور جیسا کہ میں نے دلی کے بیان میں ظاہر کیا  
 یہ ستون یقیناً متعدد اور مختلف مندروں کے ہیں۔ اس میں مجھے کچھ شک نہیں ہے  
 کہ جس جگہ مسجد بنائی گئی ہے یہ جگہ فی الواقع ایک ہی مندر کی تھی اور جب بگڑا صاحب  
 نے میرے ایمان سے کنیدگی کا کام شروع کیا تھا تو میں نے ان کی اپنی راج  
 ظاہر کر دی تھی کہ مسجد اپنے چبوترے کا نشیبی حصہ جو محاط ہے وہ ہندوؤں کے  
 مندر کا ہے اور وہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہے۔ مسٹر بگڑے نے ان دیواروں کے  
 باہر باہر کھدائی کی تھی اُس سے میری راج کی تصدیق ہو گئی۔ اسی وجہ سے  
 اُس اوپنے چبوترے کو جس پر کہ مسجد کھڑی ہے پرانی دلی کے ایک بڑے بھاری  
 مندر کا مقام سمجھتا ہوں اور اسی (مندر) میں سے حالت اصلی پر وہ بے لکھے  
 ستون باقی رہ گئے ہیں جو بڑی محراب کے عین عقب میں ہیں۔ یہ ستون عین ایت  
 ہندووانی ہیں جن کو نہ مسلمانوں نے ہلایا جلا یا نہ بدلا بدلا یا۔ (یعنی یہ کہ جہاں پہلے  
 تھے وہیں اب بھی ہیں) ان ستونوں کی نسبت میرا یہ کہنا کہ ان کو مسلمانوں  
 نے ہلایا جلا یا نہیں اس وجہ سے ہے کہ ان کی جگہ چبوترے پر چھبئی سے کھانچے  
 بنے ہوئے ہیں اور بدلا بدلا یا نہیں اس پر میں کہتا ہوں کہ ان کے غم سنگ سنگ  
 اسی طرح کے ہیں جیسے کہ (عموماً) ہندوؤں کے مندروں میں ہوتے ہیں۔  
 باقی اطراف کے سارے والانوں کے تمام ستونوں کو مسلمانوں نے اس  
 طرح ترتیب دیا ہے کہ دور دورے عین عین مسلمانوں کے ہندوؤں کے ساتھ اور



کیا گیا ہے۔ میں اپنی اس راہی کی تائید میں کہ بڑی محراب کے پاس کے ستونوں کو اپنی جگہ سے جنبش نہیں دی گئی ایک اور ثبوت پیش کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بڑی محراب کے پائکھوں کے پتھروں میں جو گھرانے ستونوں کے بٹھانے کے تراشے گئے ہیں ان میں ان کی چولیں ٹھیک بیٹھی ہوئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محراب میں ستونوں کے بعد بنی ہیں اور مسلمانوں نے مندر کے پرانے ستونوں کو پیش نظر رکھ کر (انھیں کے لحاظ سے) بنائی ہیں اور انھیں وجوہ سے میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ یہ ستون اپنی اصلی جگہ پر قائم ہیں۔ دالانوں کی ساخت میں پرانے اور نئے کاموں کے ملا دیئے کا طریقہ بالکل بدل گیا ہے یعنی یہ کہ ایک دیوار دو ستون میں جو شمالی دالان میں ہے۔ یہاں کی دیوار کے ایک پتھر میں ایک قدرتی چھوڑا تھا جس کے جانے کے لئے ستون میں اتنا ہی سوراخ کر کے پھنسا دیا ہے۔ میں ان کو دیوار دو ستون اس واسطے کہتا ہوں کہ وہ دیوار سے لگے ہوئے ہیں لیکن ان میں کے اکثر ستون پورے ہیں جو دیوار سے ملا کر کھڑے کیئے گئے ہیں۔ لیکن ان ستونوں کی پیٹھیں بچوں بیچ میں نہیں ہیں بلکہ اپنی اصلی جگہ سے کئی انچ آگے بڑھی ہوئی ہیں۔ اس سے میں نہایت وثوق سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ اطراف کے دالانوں کے ختم اپنی اصلی جگہ پر قائم نہیں ہیں بلکہ مسلمان ان ستونوں کو ہندوؤں کے ویران مندروں سے لائے ہیں اور یہاں تک ان دیواروں میں لگا دیئے ہیں۔ اس امر کے ثبوت میں کہ ان ناچھوار ستونوں میں جوڑ لگائے گئے ہیں میں ذیل کے واقعات پیش کرتا ہوں:-

(۱) شمالی دالان میں بیرونی قطار کا پہلا مشرق روئے ستون جو بالکل سنگ خارا کا ہے آلتی پیٹھک پر کھڑا ہے۔

(۲) شمالی دالان میں بیرونی قطار کے دو پاس پاس کے ستونوں میں ایک ہی قسم کے تین تین ٹکڑے ایک کے اوپر ایک جمے ہوئے ہیں۔ جن کی ساخت اور نقش و نگار ایک ہی طرح کے ہیں۔ ان دونوں ختموں کے چھ ٹکڑوں میں سے چار تو ہشت پہلو ہیں۔ جن کے ضلع کا ہر دوسرا رخ گھرا ہوا ہے اور باقی دو ٹکڑے سادے ہشت پہلو ہیں۔ ایک ختم میں تو یہ بن گھرا ٹکڑا تین ٹکڑے

میں سب سے اوپر وار کا ہر اور دوسرے میں اوپر نیچے کے ٹکڑے چھوڑ کر بیچ میں لگا ہوا ہے۔  
(۳۳) بہت سے سادے ہشت پہلو تنم اور ان کے ساتھ دوسرے تنم کہ جن کا  
ہر دوسرا رخ گھڑا ہوا ہے مربع بیٹھک پر ایسا تادہ ہیں حالاں کہ بیٹھکیں ابتر آئے چوکوں تنموں  
کے لئے گھڑی گئی تھیں۔ سیات چوکوں بیٹھکوں کی سطح بالائی اور خالی کونوں کے  
دیکھنے سے بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے کیوں کہ ہشت پہلو ستون ان چوکوں بیٹھکوں پر اچھی  
طرح نہیں بیٹھے بلکہ اب تک ویسے ہی بن گھڑے گھڑے میں جیسا کہ معماروں نے  
چھوڑ دیا تھا۔ پرانے مان مسالے کو رد و بدل کر کے استعمال میں لانے کا ثبوت  
کچھ والاں کے ستونوں ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ دروازوں پر کے گنبدوں اور والاؤں  
کے کونوں کے کمروں میں بکثرت اور زیادہ متیقن ثبوت ملتے ہیں۔ ان گنبدوں کو  
بھی مسٹر بگلر قدیم ہی کا خیال کرتے ہیں لیکن ذیل کے واقعات سے ان میں بھی  
مسلمانوں کا تصرف ظاہر ہو جائے گا:-

(۱) جنوب و مشرق کے کونے میں ایک ہشت پہلو قطعے سے گنبد شروع ہوتا ہوا  
یہ ٹمن ایک مربع سے آٹھ ستونوں پر ٹکا ہوا ہے۔ یعنی چار ستون چاروں کونوں  
پر اور چار بیچ میں۔ ہر بیچ وجہ ٹمن کے زاویوں کا بوجھ بجائے ستونوں کے  
شہتیروں پر پڑتا ہے۔

(۲) شمال و مغرب کے کونے کے گنبد میں یہ صریح غلطی اور بھی زیادہ واضح ہے۔  
کیوں کہ ستونوں کا باہمی فصل درمیانی ستون مربع اضلاع کے بیچ میں ہونے سے  
یکساں نہیں ہے۔

(۳) شمالی و مشرق کے کونے میں گنبد ایک ٹمن سے شروع ہوتا ہے جو بارہ ستونوں  
پر ٹکا ہوا ہے۔ جس سے ایک مربع شکل بن گئی ہے لیکن ستونوں کے بالائی حصے  
پانچ پانچ توڑے مربع سے ہر کونے میں لگے ہیں اور بعض جگہ اسی ٹمن کے  
کونے میں عام قسم کے ستونوں کے سرے چار توڑوں ہی کے ٹمن کے کونوں  
میں لگا دیئے ہیں۔ یہ توڑوں کے لگانے میں جو صریح غلطی ہوئی ہے جب تک کہ  
ان میں رد و بدل نہ کیا ہوگا کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

(۴) مشرقی دروازے کی طرف کے بڑے گنبد میں بھی اسی قسم کی سہ ترتیبی پائی جاتی ہے

بجائے اس کے کہ ستونوں کو پانچ توڑوں کے نیچے لگایا جاتا وہ صرف دو توڑوں اور ستونوں کے بالائی حصے کے چار شتہ تک توڑوں کے بیچ میں لئے ہوئے ہیں۔ پتھر کے شہتہ بھی یکساں نہیں بعض بالکل سادے ہیں بعض نقشین۔ اس کے ظاہر ہو کہ اس گنبد کی سابقہ حالت میں مسلمانوں نے رد و بدل کر کے موجودہ حالت پر پاتا ہو۔ (۵) کنارے کے کمروں کی چھوٹی چھتوں میں دیکھا جاتا ہو کہ مربع نقشین چوکوں کو کاٹ کر انھیں سبب طیل جلد میں پھنسا دیا ہو اور جو بن گھڑی سلیں ہیں ان کو اس طرح پھنسا یا ہو کہ لبان میں جو بندہ خالی رو گئی وہاں سلیے ڈال کر مپر کر دیا۔ اس لیے یہ حصے یقیناً اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں ہیں اور مجھے یہ نتیجہ نکالنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہو کہ جب قطب الدین ایبک ستائیس مندروں کو ڈھا کر ان کے مال مسالے سے یہ مسجد بنوایا تھا تب مسلمانوں نے (اپنی مرضی کے موافق) کاٹ چھانٹ کر کے۔ پتھر کی سلوں کو جہاں اور جس طرح مناسب سمجھا لگا دیا۔ چنانچہ حالت موجودہ خود اسی تصرف کا نتیجہ ہو۔

(۶) شمال و مشرق و جنوب و مشرق کے کونوں کے بالائی کمروں کی چھتوں کے پٹاؤ کے چوکوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ جینیوں کے لسی مندر کے ہیں کیوں کہ بہت سے پتھر جو مربع کھٹکیوں کی کشادگی کم کر سنے کے لیے کونوں میں لگائے ہیں ان کے بیرونی رخ پر انسان ہاتھی۔ گھوڑوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں اور بیچ میں تو ایک پتھر پر ایک شخص الٹی پالٹی مارے ہوئے بالکل برہنہ بیٹھا ہو جس کے دونوں ہاتھ اس کی گود میں لٹک رہے ہیں جو بالکل جین مت کے لوگوں کے بتوں کا طرز ہو۔ اور بھی اسی طرز کی سورتیں بنی ہوئی ہیں۔

غالباً اسی بنا پر مشہور نگار استدلال کرتے ہیں کہ اس والاں کے کل ستون جینیوں کے ایک ہی مندر کے ہیں۔ یہ ایک ایسا استدلال جو جسکی نفی اس آہنی ستون کے کتبے ہی سے ہو سکتی ہو جو اسی صحن میں کھڑا ہو جس میں اس ستون کا نام ”وشنو کا بازو“ لکھا ہوا علاوہ اس کے وشنو کی بہت سی سورتیں جو اطراف کی دیواروں پر بنی ہوئی ہیں مثلاً ”نوس اوتار“ اور ”ناراین“ جو انتہا سانپ کے صحن پر ٹیکا دیئے ہوئے ہیں یہ بھی نگار صاحب کی رائے سے اختلاف کرنے میں مدد ہیں۔ قطب صاحب کی مسجد کی بابت میں صرف ۱۲

نتیجہ پر پونہچا ہوں کہ اُس کی تعمیر ہندو راجوں نے مسلمانوں کی نگرانی و ستائش میں ہندوؤں کے مال و سامان سے کی جو جن میں سے شک نہیں کہ بعض ہندو جہینوں کے بھی ہوں گے۔ اس سے اُن تمام غلطیوں کی جو تعمیر کے متعلق ہم اوپر بتلا آئے ہیں اور نیز والافوں کے ستونوں کی نئے ترتیبی کی کافی وضاحت ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کا مقصود ایک بلند (اور عالی شان) عمارت بنانے کا تھا لیکن ہندوؤں کے مندروں کے تھم بالعموم پست ہوتے ہیں۔ اس کی تلافی (مسلمانوں نے) اس طرح کی کہ دو دو اور تین تین تھم جوڑ کر سرے اور پٹھلیں لگا کر کھڑے کر دیئے۔ اس میں شک نہیں کہ عام طور پر یہ منظر خوش نما ہی لیکن۔ یہ خوش نمائی صرف ستونوں کی خوب صورتی اور نقش و نگار کی وجہ سے ہی جو نظر کو اپنی جانب ایسا متوجہ کر لیتی کہ ستونوں کی نئے ترتیبی اُن کے موٹے موٹے (بجھڑے) تھم جن کے اوپر پتلے ٹکروں کے جوڑ لگے ہوئے ہیں اور خالی توڑے جو کسی چیز کو سہارا نہیں دے رہے اور نئے سہارے کے آگے بڑھے ہوئے طاق (یہ سب استقام) چھپ جاتے ہیں۔ اگر یہی سببتان نقش و نگار سے سہارا اور) سادے ہوتے تو میں یقین کرتا کہ سب سے پہلے تھما تو ان کی عدم یکسانیت پر پڑتی اور ان کی بے ترتیبی اور غیر مناسب جوڑ فوراً ظاہر ہو جاتے۔ مگر جگر کا یہ بھی خیال ہے کہ قطب مینار کی شروعات ہندوؤں نے ہی کی صاحب موصوف اپنی رائے کی تائید بڑی ہوشیاری سے کرتے ہیں۔ ہندو خود اس بات کے مدعی ہیں کہ مینار اُن کا ہی اور کہتے ہیں کہ پرتھی راج نے اپنی بیٹی کے واسطے جنا کا روشن کرنے کے لیے بنایا تھا۔ اس کے متعلق میں نے تفصیلی وجوہات اپنی رپورٹ جلد اول کے صفحہ (۱۹۰) میں بیان کر دیئے ہیں کہ قطب مینار تمام مسلمانوں ہی کی عمارت ہے اور اب میں (چند) اور باتیں بھی پیش کرتا ہوں جو جگر صاحب کے ساتھ۔ و مرتبہ قطب مینار جاکر میں نے دیکھیں پہلی مرتبہ مجھ کو جگر صاحب نے ذیل کے چھوٹے (چھوٹے) کتبے بتلائے جو مینار کے نیچے کے حصے میں بخط ناگری کندہ ہیں :-

(۱) دروازے کے باہر سیدھی طرف (سمت) (د) (ت ۱۲۵۶)

(۲) دروازے کے اندر ڈیوڑھی میں بائیں طرف (سمت) (۱) (ت ۱۲۵۶)

(۳) دروازے کے رستے میں محراب کے پاس (سموت ۱۲۵۶) میں ان کتبوں کو ان راجوں کا کھودا ہوا سمجھتا ہوں جنہوں نے اس مینار کو بنایا ہے اور یہ امر کہ وہ جاہل محض تھے اس بات سے ظاہر ہو کہ پہلے کتبے میں واو کا حرف ہی چھوڑ گئے ہیں اور دوسرے کتبے میں ہزار کا ہندسہ ہی غائب ہو۔ یہ تینوں کتبے سموت ۱۲۵۶ مطابق ۱۱۹۹ء کے ہیں جو میرے خیال میں یا تو اس مینار کے شروع کا سال بتلاتے ہیں یا اختتام کا۔ ایک ہی تاریخ کا بار بار اعادہ کرنا ہندو راجوں کا دستور ہے۔ اسی طرح جو نیور کی اٹالا مسجد کے ستونوں پر جو سابق میں ایک سندھ تھا اور جس کو ابراہیم شاہ شرفی نے مابین ۱۱۹۹ء مسجد سے تبدیل کر دیا۔ میں نے سموت ۱۲۵۶ کتبے میں جگہ پر مکرر یہ لکھا ہوا اس طرح دیکھا ہے۔

(۱) شمالی دروازے کے بیرونی سموت ۱۲۶۴ سماپٹ { سموت سال ۱۲۶۴ میں رخ پر سید شہر پالکھے پر۔ سترادھار پدوماوی { پدوماوی راج پیر سائی سالی سترادھار سوتا { راج نے ختم کیا۔

(۲) نیچے کے ایک چوکوں ستون۔ سموت ۱۲۶۴ { سموت سال ۱۲۶۴ میں بنایا گیا بنیادی پارسی {

(۳) جنوبی رخ کے ایک بیرونی ستون۔ سموت ۱۲۶۴ علاوہ ان ستونوں کے (جو قطب مینار پر کندہ ہیں) میں نے ایک اور کتبہ بھی اس سترمی کا دیکھا ہے کہ جس کی زیر نگہانی یہ مینار بنی ہو۔ یہ کتبہ چوتھے کے جنوبی رخ پر ہے جسے مجھے بکھر صاحب نے بتلایا تھا۔ بعضی سے یہ کتبہ پچھلے کے ترش جانے سے ناقص ہو گیا ہے۔ بائیں ہمہ کچھ حروف اور ہندسے جو صاف باقی رہ گئے ہیں وہ یہ ہیں :-

x - مانگ ۵۱ - ۸۳ - دار نامنی

۱۱ - سے ہندسہ کے نیچے ہی ایک چوڑی یا لمبی سیدھی لکیر بنی ہوئی ہے جس کے

دونوں سرے نیچے کی طرف جھکے ہوئے ہیں اور اس کی واہنی طرف کوئی ایک انچ کے فصل سے اسی طرح کا ایک نشان اور ہر جو کچھ کچھ مٹ گیا ہے۔ یہ دونوں سطوح چوتھے کی بیرونی سطح پر ہیں۔ لفظ دارمونی کے معنی میرے خیال میں (Plumb line) سہاول کے خط کے ہیں۔ کتبے کی عبارت سے ایسا معلوم دیتا ہے کہ یہ لین دوبارہ ایک انچ بٹا کر صحیح کی گئی ہو۔ یہ کہ یہ کتبہ کسی ہندو کا ہے بجائے گز کے لفظ "گج" سے ظاہر ہے ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ کوئی فاجر مسلمان ایسا (غلط لفظ) استعمال کرتا۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ میں نے اسی طرح کا ایک نشان مسجد کی پچھیت کی دیوار کے آگے بڑھے ہوئے حصے میں بھی دیکھا ہے جو مسجد کے نیچے واریچوں بیچ میں ہے اور جو غالباً مسجد کی بیچ کی لین کو مدد کرنے کو لیا گیا تھا۔ کیوں کہ یہ نشان بڑھے ہوئے حصے کے بیچ سے بھی کئی انچ آگے بڑھا ہوا ہے۔

مسٹر بگلر کی راہی دو امور پر مبنی ہے:-  
(اول) مینار کے نیچے کے تین گنبدوں اور اس کے اوپر کے دو گنبدوں کی طرز تعمیر میں فرق ہے۔ جس سے وہ یہ نتیجہ مستنبط کرتے ہیں کہ پہلا حصہ ہندوؤں کا بنایا ہوا ہے اور بعد کا مسلمانوں کا۔

(دوم) گنبدوں کا درمیانی فاصلہ عمل ہائے حسابی و اقلیدسی کے لحاظ سے ہے جو کسی *Arithmetico geometrical series* معمولی شخص کا کام نہیں نہ وحشی مسلمانان فاتحین کو یہ حسابی طریقہ معلوم تھا۔ اس لیے یہ کام دانش مند ہندوؤں کا ہے۔

مسٹر بگلر کی پہلی توجیہ میں انھوں نے اس واقعہ کا خیال نہیں رکھا کہ لاٹ کی اوپر کی دو منزلوں کو توفیر شاہ تغلق نے از سر نو بنوایا ہی تھا جیسا کتبات اور اس کی

۱۷ ہندی میں (ز) کا حرف ہے ہی نہیں جب یہ امر مسلم ہو کہ راج ہندو تو پھر یہ بحث ہی تخصیص حاصل ہو  
۱۸ شاید بگلر صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان بہت بڑے ریاضی دان تھے اقلیدس اور جبر و مقابلہ انھیں کی ایجاد ہے اور انھیں سے انگریزوں نے لیا ہے چنانچہ اقلیدس اور الجبرا کلام ہی میں اس امر کا برہنی ثبوت ہے

سوانح عمری سے ظاہر ہو۔ طرز تعمیر کا مختلف ہونا البتہ حیرت انگیز ہی۔ لیکن اس سے سوائے اس کے اور کچھ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ قطب الدین ایک سے لے کر فیروز شاہ تغلق تک ڈیڑھ صدی کا زمانہ گزرا۔ اس لمبی عرصہ مدت میں فن تعمیر کے مذاق میں کیا کیا کچھ تبدیلیاں نہ ہوئی ہوں گی۔ پس یہ اختلاف طرز اختلاف مذاق اور زمانے کا نتیجہ ہے۔ نیچے کے برتنوں کی عمدہ نقاشی جیسے اُسی طرح کی ہے جیسی کہ دہلی اور اجمیر کے پچھلے زمانے کی مسجدوں میں پائی جاتی ہے۔ اب رہا سنگ مرمر اور سنگ سرخ کا برابر برابر لگانا یہ طریقہ فیروز شاہ کے وقت کا ہی جیسا کہ اس بادشاہ کے بنائے ہوئے اُس ستون میں موجود ہے جو حصار میں لگا ہوا ہے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ان پسندیدہ نقاشیوں کا ہر زمندوانی ضرور ہو لیکن مسلمانوں کی شروع شروع کی عمارات میں یہ ایک ضروری امر اس وجہ سے تھا کہ فاتحین سپاہی منش تھے ان کو قدرتی طور پر مقامی کاریگروں سے کام لینا پڑا (جو ہندو تھے) اسی وجہ سے ایک کمان دوسری پر چڑھ گئی ہو اور نقش و نگار میں بھی ہندوؤں کے طرز کی جھلک نظر آتی ہے۔ مسٹر بگلر کی دوسری دلیل جس کا دار و مدار سینہ بہ سینہ حسابی تقلید سی عمل پر ہے اس کی تردید آتا ہوں کہ وہ محض ایک خیال ہی خیال ہے۔ لوفرضنا وہ صحیح بھی ہو تو بھی یہ امر یہ آسانی تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ محمد غوری کا سارا لشکر (اس سرے سے اُس سرے تک) جاہل غرض تھا۔ خصوصاً جب کہ ہم کو معلوم ہو کہ اس زمانے سے بہت پہلے محمود غزنوی کے ساتھ ابوریحان جیسا عالم فاضل آیا تھا۔ بگلر صاحب کہتے ہیں کہ عمل ہاے حسابی و اقلیدسی کوئی آسان کام نہ تھا وہیں اس سے مستحیلات پر کچھ زور نہیں دے سکتا۔

مسٹر بگلر مزید برآں یہ بھی کہتے ہیں کہ کنول کے پھولوں کے پتوں اور عربی کتبوں کے پتوں کے سطحی اُبھار میں فرق ہے۔ پھولوں کے نقش و نگار والا پتکہ سطح کے برابر ہے حالانکہ دوسرا پتکہ بہت اُبھرا ہوا ہے۔ لیکن صرف سب سے نیچے کے کھنڈ کے کتبے کی تحریر سطح کی برابر ہے باقی سب اُبھرے ہوئے ہیں۔ سب سے نیچے والے پتکے کا یہ حال ہے کہ استاد زمانے اور نااہل لوگوں کی شکست و سخت سے ایسا نقصان پہنچا جو کہ اب برابر پڑھا ہی نہیں جاتا۔ سرسید بھی اس کتبے



میں سوائے ”امیر الامراء“ کے کچھ نہ پڑھ سکے۔ اس لیے میرا خیال یہ ہو کر یہ پتہ چل گیا جو دبا ہوا ہی محض اُن لوگوں کی بدولت ہو کر جنہوں نے دوبارہ اسے نصب کیا۔ میرے اس خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہو کہ روکار میں لال پتھر جو لٹکائے گئے ہیں وہ اس (بدتمیز ہی) سے بیچ میں سے کاٹ ڈالے گئے ہیں کہ اُن کی وراثتوں میں سے اندر کے بن گھڑے پتھروں کی کوریں نظر آتی ہیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ حسابی اقلیدسی عمل کا اس پتھکے سے کوئی تعلق نہیں ہو اور مجھ کو یقین کئی ہو کر مینار کا یہ حصہ بھی قدیم آر اسٹل کی اصل جزو و جزو نہیں ہندوؤں کی عمارات کے متعلق سینہ بسینہ عمل ریاضی کو نہ ایک خیال ہی خیال سمجھتا ہوں۔ قطب مینار کے ابتدائی نقش و نگار کے متعلق کہ وہ ہندوؤں کے بنائے ہوئے نہیں ہیں بالکل قطعی ثبوت امیر خسرو کی تاریخ علانی سے ملتا ہے جو علاء الدین خلجی کا ہم عصر تھا۔ علاء الدین خلجی نے جب ایک نئی مینار بنانے کا حکم دیا تو امیر خسرو لکھتے ہیں کہ ”بادشاہ“ نے حکم صادر فرمایا تھا کہ پرانی مینا کی باہر وار سے درست کرادی جائے اور پرانی برجی کے ساتھ ایک اونٹنی برجی بھی بنادی جائے۔ اس تحریر کی رو سے جو چشم دید ہو معلوم ہوتا ہے کہ سنگ سرخ کا تمام روکار علاء الدین کا بنوایا ہوا ہے اور تمام عمدہ برآئے اور نقش و نگار کے پتھکے بھی ضرور اُسی نے لگوائے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ماہر بادشاہ نے اس تمام (ترمیم و) درستی کا حال سن کر سلاطین افغانہ نے کی ہو اس کو ”علاء الدین خلجی کا مینار“ کہا ہے۔

مینار کے روکار اور نقش و نگار اور پتھکوں کے ہندووانی نہ ہونے کی نسبت تصفیہ کرنے کے بعد اب ہم اصل مینار کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ سرسید لکھتے ہیں کہ یہ

۱۔ کتبہ جب اپنی اصلی حالت پر ہو تو پڑھا جائے۔ یہ کتبہ کھدے ہوئے تو ہیں نہیں بلکہ زیت میں اور حروف تراش کے بنائے گئے ہیں۔ ایسے لوگوں نے دوبارہ جھایا ہے جو پتھکے لکھنے نہ تھے چنانچہ سرسید نو تحریر تہا ہیں کہ ”نہایت افسوس ہو کہ ہر گز وقت اس لاث کے کتبوں کے حرف جو گڑھے تھے بالکل غلط بنا دیے گئے اور کتبہ کی بنیاد پر جو پتھکے لکھے گئے وہ لفظ نہیں ہیں صرف نقش میں اور بعض غلط لفظ بنا دیئے ہیں اور بعض جگہ اپنی طرف ایسی عبارت کمزوری ہو کر اصلی کتبہ کے ضمیمہ بالکل غلط ہیں کتبہ کی کئی کئی اس لاث کے کتبہ نہیں ملے تھے یہ سرسید ہی کا کام تھا کہ وہ ہیں لگا کر ان کو پڑھا۔ جَزَاهُمْ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْجَزَاءِ۔



مینار ہندوؤں کی ساختہ ہونے کے متعلق ایک ثبوت یہ پیش کیا جاتا ہے کہ مسجدوں میں عموماً دو دو مینار ہوتے ہیں اور یہ فرد ہے لیکن دو دو مینار بنانے کا طریقہ تو صرف تین ہی صدیوں سے چلا ہے ورنہ ذیل کے واقعات سے معلوم ہو گا کہ اس سے پہلے مسلمان مسجدوں میں ایک ہی مینار رکھا کرتے تھے۔ جسے ”ماذنہ“ کہتے تھے۔

(۱) ابن طولکلی مسجد قاہرہ میں ۶۷۷ھ میں بنی ہوئی اس میں ایک ہی مینار ہے۔

(۲) محمود غزنوی کے بنائے ہوئے دو مینار غزنی میں جو تقریباً ۱۰۰۰ھ میں بنے ہیں۔

یہ دونوں مینار مختلف بلندیاں کے ہیں اور دونوں میں نصف میل کا فصل ہے۔ اس لیے یہ دونوں مینار دو جدا جدا مسجدوں کے ہوں گے (نکہ ایک کے)

(۳) سلطان برکت کی مسجد قاہرہ میں جو ۱۰۸۷ھ میں بنی ہوئی اس کا بھی ایک ہی مینار ہے۔

(۴) کوئیل (Kohil) کا منار جو ۱۰۸۷ھ میں بنا تھا وہ بھی فرد ہے اور اس کی مقامی حالت بلحاظ مسجد سے فصل کے بجائے قطب مینا کی سی ہے۔

(۵) علاء الدین کی ادھنی مینار جو ۱۲۰۷ھ میں بنی (سنلتے سنلتے رہ گئی)۔

(۶) بیلانے کی دو مسجدوں میں صرف ایک ہی مینار ہے اور وہ بھی صحن مسجد کے باہر

شمال و مشرق کے کونے میں ہیں۔ بخلاف قطب مینار کے یہ تو (صحن مسجد کے)

جنوب و مشرق کے کونے میں ہے۔ ان میں سے ایک مینار پر نصیر الدین محمد کا کتبہ ہے جو

۱۳۹۰ھ میں حکم ران تھا۔ ان سات مثالوں سے جن میں پانچ صدی سے زیادہ کا

زمانہ پھیلا ہوا ہے اور اکبر شاہ سے ایک سو آٹھ برس پہلے تک یہ بات ظاہر ہے کہ اس

وقت تک مسلمانوں میں مسجدوں میں ایک ہی مینار بنانے کا دستور تھا۔ یہ کہ قطب مینا

در اصل ماذنہ تھا اس کا ثبوت خود اس کے کتبوں سے ملتا ہے جن سے کبھی جیم پوٹی

نہیں کی جاسکتی۔ نیز ابوالفدا نے بھی اسے ماذنہ ہی لکھا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ

مسلمانوں ہی کا ڈزٹین (خاکہ) تھا اس کی تائید میں وہ واقعہ موجود ہے کہ دہلی کے

فانچین غزنی کے حکم ران تھے جو محمود غزنوی کے میناروں (کے طرز) سے وقف

۱۔ اور انھوں نے یہ پیش کرتا ہوں کہ راجہ ملک سرکار عالی نظام کے قلعے میں ”ایک مینار کی مسجد“ مشہور ہے اس کا

بھی ایک ہی مینار کا دو دم تھی کہ بلند اور گہری ۱۰۸۷ھ میں لکھنؤ میں لکھنؤ سلطان محمود غزنوی نے بنوایا تھا۔ ۱۲

تھے جن کا طرز (Star polygon) ستارہ نما کثیر الزوایا وضع کا گہرے کنگورے دارزاویوں کا ہے۔ قطب مینار کے بنائے میں مسلمانوں کی ایک خاص غرض بھی مد نظر تھی جو ان کے مذہب کے روزانہ (بلکہ پنج وقتہ) عمل سے متعلق تھی اس لیے مجھے یقین ملا کہ یہ عمارت غرض اور طرز دونوں اعتبار سے خالص مسلمانوں کی ہے۔ اگرچہ ساری عمارت نہیں تو اکثر عمارت کا حصہ خصوصاً چڑھی ہوئی اور گولے دار محرابوں کی وضع قطع البتہ ہندوانی طرز کی ہے۔

### مسٹر بگلر کا آخری نوٹ

میری اب تک قطب مینار اور مسجد کی نسبت وہی راہی تھی جو کہ میں نے رپورٹ میں لکھی ہے۔ چوں کہ میں نے (اپنی رپورٹ کو) اس کلیئہ فرضیہ سے شروع کیا تھا کہ بنیادیں اور مسجد کے اندرونی اور بیرونی احاطوں کی دیواروں کے وہ حصے جو سطح زمین سے پست ہیں دراصل اہل ہندو کے (بنائے ہوئے) ہیں تو مجھے اُس نتیجے پر پونہ پنا ناگزیر پڑا جو میں نے ظاہر کیا۔ لیکن اسی سال کے اوائل ماہ نومبر میں میں جنرل صاحب دونوں مل کر قطب صاحب کی باقی ماندہ عمارتوں کو دیکھنے گئے اور صاحب موصوفے۔ مجھے اختلافات دکھلائے جن سے صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ اندرونی اور بیرونی احاطے بحالت موجودہ دراصل ہندوؤں (کے زمانے) کے نہیں ہیں۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ بعض بعض حصص اور اغلباً مسجد کی تعمیر کی دیوار کا وہ حصہ جو اصل مسجد کے بالکل عقب میں ہے ہندوانی ہے۔ مجھے ضرور معلوم دیتا ہے کہ میں اس امر پر غور کروں اور خاص طور پر اس (امر) کا اظہار کروں۔ جیسا کہ میں نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ

۱۔ جنرل صاحب کا نوٹ۔ میں بگلر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ ہندوؤں کے معابد کو مینار سے کیا تعلق ہے۔ کیا ہندوؤں نے مسلمانوں کی فتوحات سے پہلے یا بعد کوئی ایسی مینار بنائی ہے۔ اور سب سے بڑے کے یہ کہ ایسی مینار کے بنانے سے ہندوؤں کی کون سی غرض پوری ہوتی تھی۔ ۱۲۔

مسجد کی تمام دیواروں کا مال مسالاجس کو میں نے ہندوانی بتلایا ہر ٹھیک طور پر وہ ہندوانی ہی ہے۔ سوائے اندرونی احاطے کی جنوبی دیوار کے ایک حصے کے جس میں ایک نہیں بلکہ کئی پتھر ایسے لگے ہوئے ہیں کہ جن میں آگے بڑھے ہوئے توڑے لگے ہوئے ہیں یا کسی زمانے میں لگے ہوئے تھے۔ جنرل صاحب نے مجھ کو مسجد کی پچھیت کی دیوار میں چند ایسے پتھر بتلائے کہ جو انکے لگے ہوئے تھے اور جن کے اندر تصویریں بنی ہوئی تھیں اور علاوہ اس کے وہ دہری کارنس بھی بتلائی جو مسجد کی پچھیت کی دیوار کے برابر کولنے تک چلی گئی ہے۔ جس سے یہ امر ثابت ہوا کہ اندرونی احاطہ کسی زمانے میں مکمل تھا اور باہر وہی کارنس التمش کے زمانے کے توسیع کردہ عمارتی حصے میں بھی ہے اور اس حصے کا مال مسالا اور ساخت بالکل قطب صاحب کی مسجد کی وضع کی ہے۔ دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری کی ساری ایک ہی سلسل دیوار ہے۔ لیکن میں نے پہلے اس بات کا خیال نہیں کیا کہ قطب صاحب کی مسجد کے احاطے کے کولنے کے پاس کارنس کا رخ مڑ گیا ہے اور اس طرح کی اور فروگزاشتوں کی وجہ سے اب مجھے یقین ہوتا ہے کہ قطب صاحب کی مسجد اور سلطان التمش کی توسیعات کی بنیادیں اور دیواریں (بجز شاید ایک تھوڑے غیر محدود حصے کے) سب مسلمانوں ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ اس بات کے تسلیم کر لینے کے بعد جو دلائل کہ میں نے اپنی رپورٹ میں بیان کیے ہیں وہ بالکل بدل جاتے ہیں مگر بریں ہم ان کی موزونیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ میں نے (اپنی رپورٹ کو) اس طریقہ فرضیہ سے شروع کیا تھا کہ بنیادیں تمام ہندوانی ہیں اور میں نے اس بات کو ثابت کیا تھا کہ بحالت موجودہ مسجد کے دوسرے حصے مسلمانوں کے (بنائے ہوئے) ہو نہیں سکتے۔ اور چون کہ مینار اصولاً مسجد کا ایک جزو لا ینفک ہے لہذا وہ بھی مسلمانوں کا بنا یا ہوا نہیں ہو سکتا (یعنی جب مسجد مسلمانوں کی بنا کردہ نہ ٹھہری تو مینار جو اسی کا ایک جزو ہے مسلمانوں کا۔ کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟) (لیکن) اب میرا یہ خیال ہے کہ بنیادیں بھی ہندوؤں کی نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ تو (ایسی حالت میں) میری تمام پچھلی دلیلیں بھی نہایت دور سے

اس کے اثبات کی طرف منجرب میں کہ (کام کا) جو حصہ ہندوؤں کا بنایا ہوا (میں نے) فرض کیا تھا (لا محالہ) وہ بھی مسلمانوں سے منسوب ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ میرے استدلال کا دارودہا اس بات پر تھا کہ جس زمانے کی بنیادیں ہیں اسی زمانے کا مینار بھی ہے۔ اور چون کہ میں نے ایک غلط مفروضہ اختیار کیا تھا۔ بالضرور استدلالاً ایک غلط نتیجہ پر پہنچا (یعنی بناءً الفأیسل عکس الفأیسل) کہ مینار اہل ہنود کا بنایا ہوا ہے۔ اب میں بلا تامل نہایت خوشی سے اپنی بڑی بھاری غلطی کو جو مجھ سے سرزد ہوئی تسلیم کرتا ہوں۔ اور جنرل صاحب کو معلوم ہو جائے گا کہ جس کو صاحب موصوف نے میرا خیالی قاعدہ فرمایا ہے وہی قاعدہ اُن کی رائے کی تائید میں بھی ایک سب سے زیادہ قوی ثبوت ہے۔ بناؤ علیہ اب میری یہ رائے ہے کہ جس قدر مجھے کو میں نے اپنی رپورٹ میں ہندوؤں سے منسوب کیا ہے وہ سب قطب الدین اور التمش کے زمانے کے مسلمانوں سے متعلق ہونا چاہیے اور نیز یہ کہ جس کام کو میں نے (م شروع ہی سے) مسلمانوں سے منسوب کیا ہے وہ حقیقتاً اُن قصہ رفات مابعد اور مرثیوں کا نتیجہ ہے جو پہلے اول میں علاء الدین خلجی اور بعد میں فیروز شاہ (تغلق) نے کرائی تھیں چنانچہ ان دونوں مرثیوں کے متعلق کتب تواریخ میں صاف لکھا ہے کہ زمانے کے دست برد سے جو نقصان عمارات کو پہنچا تھا (ان دونوں بادشاہوں نے) ایک وسیع پیمانے پر مرمت کرائی۔ وہ پہلے سوم میں وہ ترمیمیں بلا تصحیح ہیں جو فیروز شاہ کے بعد لازمی طور پر ہر بادشاہ نے اپنے اپنے وقت میں کرائی ہوں گی جن کی تفصیل سے تاریخ سکتا ہے۔ باقی حال ساری کی ساری عمارت بنی تو متب ووں ہی کے ہاتھ سے ہے جس کی بدیہی وجہ یہ ہے کہ قطب الدین اور التمش کو جو کارگیر طیس آئے وہ ہندو ہی تھے۔ میں اس موقع پر جنرل کنگھم صاحب کی مہربانی اور اس تحمل کا جو صاحب موصوف نے مجھے میری غلطی پر متنبہ کرنے میں (برداشت) فرمایا۔ علی الاعلان اظہار کرتا ہوں۔ غلطی بھی کیسی غلطی کہ جس کی تصحیح محض دلائل (تحریری) سے نہیں ہو سکتی تھی اور اگر ہم دونوں (مل کر) برسر موقع نہ جاتے وہ غلطی اسی طرح بلا تصحیح رہ جاتی کیوں کہ جنرل صاحب کے کسی استدلال نے میرے دلائل کی واجہیت کو اور زمیرے "خیالی" قواعد کو جن کے محکوم مسجد کے حصے اور مینار ہیں جنہیں نہیں دی۔

میں اپنے آئندہ مضمون میں اپنے اُسی قانون کو اُن عمارات سے منطبق کر کے بتلاؤں گا جن میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو کہ وہ ہندو کی بنائی ہوئی ہیں۔ مثلاً وسط ہند کے بڑے بڑے عالی شان مندر جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ ہندو ماہرین فن عمارت اُنس قانون کو خوب جانتے تھے اور یہی میرے استدلال کی جڑ ہے۔ اگرچہ قطب صاحب کی عمارتیں مسلمان بادشاہوں کے حکم سے بنائی گئیں اور انہیں کے صواب دید پر عمارتوں کا ڈول ڈالا گیا لیکن طرز تعمیر خواہ وہ تفصیلی ہو یا جزئی اور نیز نقش و نگار اور آراستگی (کا ڈھنگ) وہ تو سارے کا سارا ہندوؤں ہی کے ہاتھ میں تھا۔

**جنرل صاحب کا آخری ٹیٹا** یہ بات سب پر ظاہر ہے کہ قطب مینار کے کھنڈوں اور پتھروں کے باہمی فصل ارتقاعی کا تین کوئی

اتفاقی بات نہ تھی بلکہ ضرور ہے کہ وہی حسابی یا اقلیدسی عمل ارتقا پر مبنی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ عمل بالکل سیدھا سا واقعاً لیکن پھر بھی ہم اُس کی دریافت سے محض اس وجہ سے قاصر رہے کہ ہر کھنڈ کے فاصلہ درمیانی کی صحیح صحیح ناپ حاصل کرنے میں بڑی دقت ہو۔ اور جو کئی جگہ خیالی قواعد کا ذکر آیا ہے اُس سے مراد یہی حسابی اور اقلیدسی گریجس کی رو سے قطب مینار بنائی گئی ہو۔ اگر مینار کی بلندی بارج نہ ہوتی اور ہر کھنڈ کا صحیح ناپ مل جاتا تو ممکن تھا کہ اُس پر سے ریاضی دان لوگ اُن اصول موضوعہ کو معلوم کر سکتے جن پر سے قطب مینار بنائی گئی ہو۔

صفت شکل سنارہ کہ زنجیر سنگش

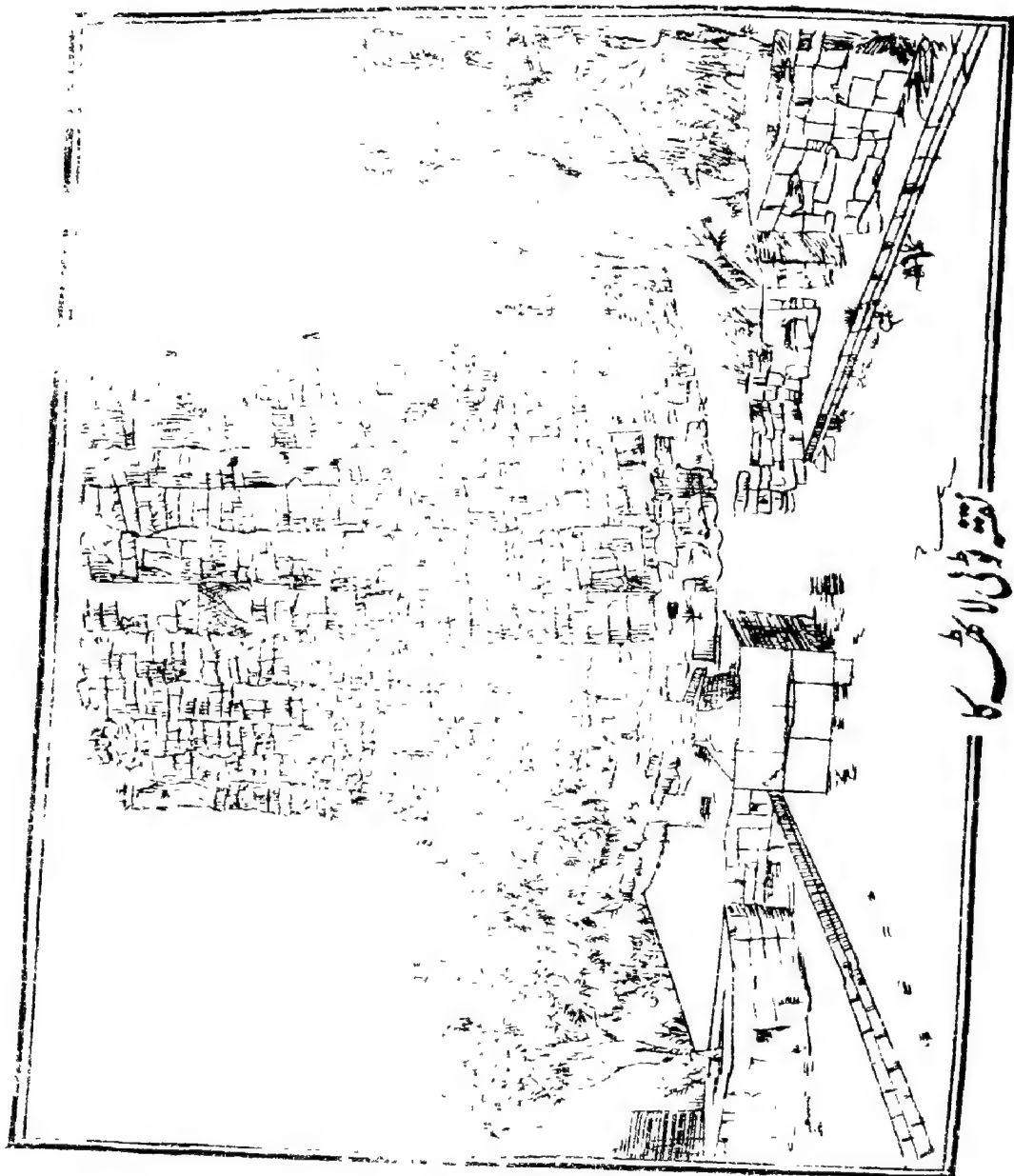
ادھوری لاٹ

از پی خنجر خورشید شدہ سنگ فشاں

الشعہ

از پی سقہ فلک شیشہ رنگ  
در تہ او دواشتہ سنگیں ستون  
گنبد بے سنگ فلک سنگ یافت  
سنگ زوز و ملی خورشید شدہ است  
زوز و خورشید عیاری نمود

شکل سنارہ چوستونے ز سنگ  
سقہ ساگز کہنی شدنگوں  
نامریش از او ج گز و ہر شناخت  
آن کہ زوز بر سرش افشیدہ است  
سنگ و از بس کہ بخورشید بود



نقشه شهر لاهور



<p>سنجر سنگیں کہ ستون سپھر گر نہ خرف شد فلک شیشہ ساز دیدن اور اکملہ انگلتہ ماہ ماہ نخبیدمہ شب تا سحر زاں خلہ ہر بار کہ در ابر داد شد چو بلند از شرف نفس خویش بر ملکش سایہ طرف بر طرف از پل بر رفتن ہفت آسمان گردہ شش کہ مودن چگشت توؤ نشن آسجا کہ اقامت کشید مسجد جامع زور وں چون شبت</p>	<p>آمدہ از مہر شدہ ہم مہر از چہ براں سنگ بود شیشہ باز بلک فنا دشن کہ دیدن کلاہ کز سر سختتس خلہ دار و سہر برق ز جاجست و دگر جاقاد ز و بلند می بحق چرخ نیش تا فلکش پایہ شرف بر شرف کرد زمین تا بفلک زرداں قامتش از مسجد عیسیٰ گزشت قامت توؤن نتواند رسید حومن زیروں شدہ کہ شربت</p>	<p>(ایہ شعر از شہرستان السعیدین)</p>
---	---	--------------------------------------

مسجد قوۃ الاسلام کے متعلق یہ ایک آخری دل چسپ مقام ہے۔ یہ قطب مینار سے کوئی پاؤ میل کے فصل پر ہے۔  
حضرت ابو جعفر واسل نام مینار کی نسبت لکھتے ہیں کہ "علاء الدین غلی نے ایک دوسری مینار جاتی مسجد کے جوڑ کی بنوائی چاہی جو اس وقت سب سے مشہور مینار تھی اور نشان یہ تھا کہ یہ مینار اتنی بلند ہو کہ جس سے زیادہ اونچا کرنا ناممکن ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ قطب مینار سے اس کا دورؤ گنا ہو اور اسی مناسبت سے وہ بلند بھی کی جائے (تاریخ ہند مصنفہ النیت صاحب جلد سوم صفحہ ۷۷)  
ایک اور مورخ لکھتا ہے کہ افسوس ہے کہ بادشاہ کی زندگی نے وفانہ کی اور وہ اپنا ارادہ پورا نہ کرنے پایا تھا کہ جاں بحق ہو گیا۔  
آگاہ اپنی موت سے کوئی پیش نہیں  
سا مان سو برس پہلے کی خبر نہیں



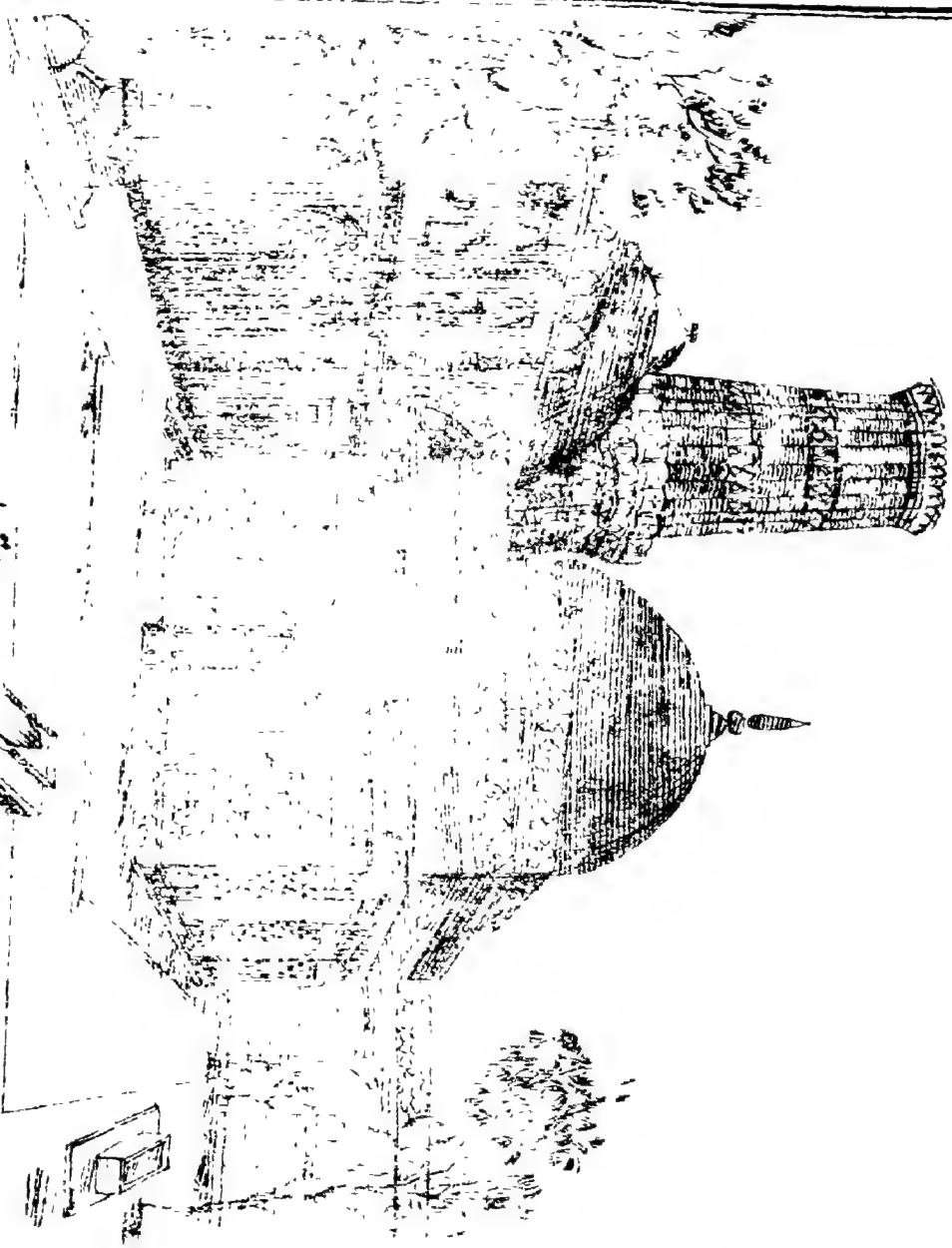
مینار کی موجودہ حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ بننے بننے رہ گئی۔ جتنی بھی جوہر صرف ایک ڈھانچہ جو اس عظیم الشان مینار کا جس پر بہت کچھ صنّاعی صرف کی جانے والی تھی۔ ایسی حالت میں اس بات کا اندازہ کرنا فضول ہے کہ اس کا روکار کس قسم کا بنانا مرکزِ خاطر تھا۔ موجودہ حالت اس کی یہ ہے کہ پائے میں بتیں ضلعے ہیں جن میں کا ہر ضلع آٹھ فیٹ کا ہے۔ بقول کنگھم صاحب مینار کی شکل بظاہر ایک بڑے بھاری سنگ سے بنی ہوئی ہے۔ دو پہیہ جس میں دانے بنے ہوئے ہوں کی سی ہے۔ اس میں تمام تر سنگ خارا لگا ہوا ہے۔ اس کا چوڑا ۲۲ فٹ مربع اور اونچا ۲۲ فٹ ہے۔ کنگھم صاحب اس کا دور ۲۵۰ فٹ بتلاتے ہیں اور کارسٹین صاحب ۲۵۴ فٹ اور فرینکلن صاحب جنھوں نے اس مینار کو (۱۲۲) برس اول دیکھا تھا ۲۵۲ فٹ دور بتلاتے ہیں۔ بیرونی دیوار کا آثار ۹ فٹ ہے اور کل مینار کرسی سمیت ۸۰ فٹ بلند ہے۔ مینار کا قطر جس کے اطراف چکروار زمین بنانا مقصود تھا ۴ فٹ ہے اور زمین کی چکراں ۹ فٹ ۹ انچ۔ اس مینار کی تعمیر ۱۱۱۱ھ میں شروع ہوئی اور علاء الدین خلجی کی وفات سے ۱۱۹۱ھ میں ملتوی ہو گئی۔

## عام حالات

یہ عام حالات اس شہور مسجد قوت الاسلام کے تھے جسے مسجد آدینہ اور جامع دہلی بھی کہتے تھے۔ اس مسجد کو قطب الدین ایبک مندروں کو توڑ کر ان کے مال مسالے سے بنایا تھا۔ مندروں کو ہاتھیوں سے ڈھسوا لیا اور جو پیپہ لوٹ کا ہاتھ لگا سب اس مسجد میں لگایا گیا۔ اس مسجد کے سامنے شمس الدین التمش نے بکراجیت کا بت جسے نہا کال کے مندر سے لایا تھا ایک تختہ لٹھ مقام پر رکھا تھا۔ اور اس کے بعد سلطان علاء الدین خلجی ۱۲۹۱ء میں سویناٹ کے مندر کی لوٹ کے بعد جو بت وہاں سے لایا تھا اور جس کے لیے ایک ہزار اشرافیاں ملتی تھیں مگر قبول نہ کیں۔ اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسی مسجد کے دروازے کے فرش میں لگا دیا تھا چنانچہ مسٹر بگلر کی کھدائی میں

۱۲۔ یہ لفظ میرا نہیں ہے بلکہ سٹیفن صاحب نے ہی لفظ استعمال کیا ہے۔ ۱۲

1



مدرسه

آفتاب درگاه انبیا در وادی قسطنطنیه

مدرسه

دوبت سنگ سیاہ کے مسجد کے شمالی دروازے میں گرٹے ہوئے نکلے تھے  
۱۲۳۷ء میں پرانی دلی کے لمحوں نے اس مسجد کو لوٹ ڈالا اور تیمور کے قتل کے  
ابتدائی دنوں میں ہندو بھاگ کر اسی مسجد میں چھپے تھے۔ تیمور نے اُن کا تعاقب  
مسجد تک کیا۔ اُس زمانے میں دلی کے تین شہر جدا جدا تھے۔ سب کو یکے بعد دیگر  
دھڑی دھڑی کر کے لوٹا۔ سلطان محمد تغلق کے زمانے (۱۲۲۲ء-۱۲۳۷ء) میں ابن بطوطہ  
نے اس مسجد کو دیکھا تھا اُس نے لکھا ہے کہ ”اس شہر کا جواب کیا بلحاظ اُس کی  
عظمت اور وسعت کے اور کیا باعتبار حسن و خوبی کے دنیا کے پردے پر نہیں ہوتا۔“

### امام ضامن کی مقبرہ

۹۲۲ھ  
۱۵۳۷ء

آپ کا نام امام محمد علی اور آپ کا مزار ”سید حسن باپنار“  
کے نام سے مشہور ہے۔ سلندر لودی کے عہد میں  
آپ مشہور غدر سے قتل ہوئے تھے۔ آپ کو  
مسجد قوت الاسلام کے متعلق کوئی بڑا عہدہ نہ تھا آپ نے  
اپنی زندگی ہی میں اپنا نہایت خوب صورت مختصر سا گنبد دار مقبرہ ۹۲۲ھ میں یا عتقا  
اور اُسی میں آپ آسودہ ہیں۔ مقبرہ علانی دروازے سے لگا ہوا کوئی دس گز کے  
فاصلے سے ہے اور اب تک نہایت عیدہ حالت میں زمانے کی دست برد سے محفوظ ہے  
یہ مقبرہ ۲۴ فٹ مربع اور ۵ فٹ اونچا ہے۔ اس مقبرے کے تین طرف سنگ سرخ  
کی جالیاں ہیں۔ جنوبی دیوار میں اندر جانے کا دروازہ ہے جس کی چوکت سنگ و مرمر  
کی ہے جس کے دونوں طرف اُسی وضع کی جالیاں ہیں جیسی کہ سامنے و اڑیں۔  
چاروں کونوں کے چار ستون ملا کر مقبرے کے بارہ ستون ہیں۔ ان ستونوں کے  
بالائی حصوں اور بیٹھک میں نقاشی کا بہت کام ہے۔ بالائی حصے سے چار ستونوں کو لائی  
شروع ہوتی ہے اور ایک چھو گنبد کے چاروں طرف ہے جس سے چار فیٹ چھ فٹ کے  
اطراف ایک نہایت خوش نما اور آراستہ منڈیر ہے۔ گنبد سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے  
مگر اُس کے اوپر پلاستر کر دیا گیا ہے جس پر وقتاً فوقتاً سفیدی ہوتی رہتی ہے۔ اگرچہ مقبرے  
کی چھت پست ہے لیکن بہت خوب صورت اور خوش وضع ہے جو شمن چار دیواری پر  
ٹھی ہوئی ہے۔ قبر سنگ مرمر کی (۲) فٹ لمبی۔ ۳ فٹ چوڑی۔ ۱۸-۱۷ انچ اونچی بالکل

سادہ سودی ہو۔ قبر کے سر پہنے سنگ سرخ کا ایک طاق دو فیٹ اونچا ہو۔ گنبد کے دروازے کی پیشانی پر سنگ مرمر کی ایک بڑی تختی پر بخط نسخ و طغری چار سطر کا یہ کتبہ ہو جو بہت پیچیدہ ہو اور بہ مشکل پڑھا جاتا ہو۔

(پہلی سطر) بسم الله الرحمن الرحيم وظیفہ حمد ودعائیکہ عجبا و ران حظیر  
قدس وساکنان روضہ اش باں قیام نمایند نثار خلا و ند  
کرمقربان درگاہ او دنیا و آخرت را فداے راه او نموده  
ونقل جان و دل پیکر این گل را صرف بآرکاء او  
فرموده و در درود و افروختیات متکاثره بہ مشہل معظم

(دوسری سطر) و حظیرہ منور شفیع روز محشر و آل اصحاب طہر و واصل  
ومتراصل بآد و محضرت موفی الخیرات و مبشر البریات  
توفیق ازلی را رفیق حضرت ہدایت مرتبت صفوت محمد علی حسنی شریف  
حسنی نسبت عمدہ سادات عظام خلاصہ اتقیائے کرام  
عیسی عالم تجرید موسی کوہ عزالت و تفرید الموید من عند الله  
الغنی قطب الملة والطریقة سید حسنی الحسینی گردانید  
تا این بقعہ شریف و منزل لطیف را احداث نموده وصیت  
فرمود کہ چون

(چوتھی سطر) مرا ت کاندیک قیامت پیوند بآد لب را دل و بتشریف  
ادخلوها بسلام آمنین مشرف گردیدہ بسوی حظیرہ  
قدس و روضہ اش پرواز نماید مقبرہ فایض الانوار  
حضرت این بقعہ نامدار فرماں باشد انتقام ہذا للبقعہ  
فی شہور سنہ اربع و اربعین و لتسمائۃ -

آہنی ستون اس شہور آہنی ستون کو جسے لوہے کی لاٹ کہتے ہیں اس کو  
مستر پرنسپ راجہ و معاوا ایک سو و ن شخص سے غسوب  
کرتے ہیں اس کی اصلی حقیقت بھی زمانے کی تاریکی میں نظر  
یا لوہے کی لاٹ

نہیں آتی اور اس کے متعلق روایات بھی ایسی ہی گڈڑ ہیں جیسے کہ اس بانی کا متفقہ  
عموماً کہا جاتا ہے کہ یہ ستون راجہ انگ پال اول کا بنایا ہوا ہے جو راجہ پتھورا کے مندر  
میں استاودہ کیا گیا تھا۔ جب اس مندر کو توڑا تاڑ کر قطب الدین ایک نے مسجد بنالیا  
تو اس ستون کو جہاں پہلے سے کھڑا تھا وہیں چھوڑ دیا لیکن روایت یا درایت کسی سے  
بھی اس کے باقی یا غرض بنا پر روشنی نہیں پڑتی۔ ڈاکٹر بھاؤ داجی کا خیال ہے کہ یہ ستون  
جس پر دہاوا کا کتبہ کھدا ہوا ہے اپنی اصلی جگہ پر برقرار نہیں ہے بلکہ وہ کسی دشتوں کے  
مندر میں تھا۔ یہ معلوم کرنا بہت مشکل ہے کہ وہ دشتوں کا مندر اور دشتوں پاڑا گری کہاں واقع  
تھے۔ اگرچہ مسجد قوت الاسلام میں اب بھی دسویں اور گیارھویں صدی کے  
جین۔ شیواوروشنوی مندروں کے پتھر لگے ہوئے موجود ہیں مگر اس ستون کے  
اس مقام پر کھڑے کیے جانے کی کوئی معقول وجہ یقینی طور پر معلوم نہیں ہوئی۔ یہ  
ستون صفحہ اور بجلی بنائے ہوئے لوہے کا ہے۔ چاند نامی شاعر نے کہا ہے کہ  
راجہ نے سوہن لوہا منگو کر کھڑا دیا پھر لوہاروں نے اس کا ایک ستون بانج باکھ  
لمبا بنایا۔ ”کاٹھواول پر تھی راج ریاسا“۔

سر سید اسے ڈھلے ہوئے لوہے کا لکھتے ہیں۔ لیکن اکثر شیاحوں اور دیگر  
اصحاب نے اس ستون کو بیچ رسی دھات کا کہا ہے جو پیل۔ تانبا۔ اور دوسرے  
مکمل اجزاء سے بنا ہے۔ جو کوئے مانٹ (Mantle) اس  
ستون کو نرم لوہے کا بتلاتا ہے۔ ڈاکٹر مرے طاسن جنہوں نے جنرل کنگسٹن کی  
خواہش پر اس کے ایک ٹکڑے کی کیمیائی تجزی کی تھی وہ کہتے ہیں کہ یہ ستون صرف  
نرم لوہے کا نہیں ہے بلکہ یہ مختلف چند دھاتوں سے بنا ہے۔ جو کھڑا جاسکتا ہے اور جس کا  
ثقل منقص Specific gravity ۷.۶ ہے۔ لیکن ڈاکٹر  
بھاؤ داجی کو اصرار ہے کہ اس ستون میں لوہا مطلق نہیں ہے بلکہ یہ مختلف دھاتوں کا  
مکمل ہے۔ اس ستون کی ٹھیک بلندی ۲۳ فٹ ۸ انچ ہے۔ موجودہ جیوڑا بستے  
کے پیشتر ۲۲ ۱/۲ فٹ کے قریب اور پتھورا اور قریب چودہ انچ کے زمین کے اندر  
گڑا ہوا تھا۔ ستون کی جڑ نے قاعدہ لٹو کی شکل ہے جو چھوٹی چھوٹی آہنی سلاخوں پر  
لگی ہوئی ہے اور ستون کو سیسے سے پتھر میں جما دیا گیا ہے۔ ستون کی برجی ناچوٹی

۳۲ فیٹ لمبی ہر اور صاف حصہ ستون کا ۱۵ فیٹ لمبا ہے۔ باقی حصہ بن گھڑا جی جس کے جوڑ بھی اچھی طرح سے پیوست نہیں کیئے گئے۔ ستون کے حصہ اسفل کا قطر ۱۶ ر ۱۷ انچ ہر او بالائی حصہ کا قطر ۵ ر ۱۲۔ اس ستون پر لوگوں نے گویاں بھی چلائی ہیں اور دو نشان توپ کے گولوں کے بھی موجود ہیں جو ستون کے پہلو کو چاٹتے ہوئے نکال گئے ہیں مگر ستون کے درمیانی حصہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس ستون کے متعلق بہت سی روایات زباں زد خاص و عام ہیں۔ جنرل کسٹکھم نے جو قول کچھ ٹھوڑھکا کرنے کے تھے سب اکٹھے کر لیئے ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں یہ ستون اننگ پال کا بنوایا ہوا ہے جو بیلان پور کے نام سے مشہور تھا اور توار خاندان کا بانی تھا۔ راجہ اننگ پال سے کسی بزرگ برہمن نے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ کھم اچھی طرح شیش ناگ (جس کے پھینچ ہو نیا ٹکلی ہوئی ہے) کے سر پر مضبوط طور پر گاڑ دیا جائے گا تو جس طرح یہ ستون اٹل رہے گا اسی طرح تیری سلطنت بھی ابد قرار رہے گی۔ خیر ستون تو گر گیا لیکن راجہ کے دل میں کھد بندی لگ رہی تھی اور اس کو اس بات کا یقین نہ آیا اور دل میں کہا کہ لاؤ برہمن کی بات کو آزما کر تو دیکھیں چنانچہ اس نے اس ستون کو اکٹھ وادیا تو یہ بات عجیب و غریب دیکھ کر اس کے ہوش و حواس باختہ ہو گئے۔ ستون کی جڑ ساری خون سے بھری ہوئی تھی کہا یہ تو برہمن کی بات سچ تھی۔ یہ ستون سانپ کے سر پر گڑا ہوا تھا اور یہ خون اُسی کا ہے۔ راجہ گھبرا یا اور کہا کہ موجود ہونا تھا سو ہوا خیر اب کسی نہ کسی طرح اسے پھر جوں کا توں گھاڑ دو۔ پھر ہزار کوشش کی مگر ستون کو نہ جمنایا نہ جمنایا۔ زمین میں وہ اچھی طرح نہ پھنسا اور سورج میں ڈھیلہ رہا۔ وہ جو سانپ تھا جس نے ستون کے بوجھ سے دبا ہوا تھا وہ چلتا ہوا۔

سرخ راجہ جا چکا ہو سانپ تو بیٹا لکیر کر۔ چنانچہ یہ دو ہا مشہور ہے:-

کلی نوڈھلی بھٹی۔ تمار بھیا ست مین

یعنی ستون تو ہو گیا ڈھیلہ اور تمار خاندان کی مراد پوری ہوئی۔ اسی حکایت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ چاند نامی شاعر نے تو اس پر ایک کتاب ہی لکھ ڈالی جس کا نام "پر تھی راجہ روسا و رباب کلی و صلی کتھاؤ" اس نے بھی جیندہ ہی قصہ لکھا ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں صرف فرق اتنا ہے کہ وہ اس واقعے کو راجہ اننگ پال

دوم سے منسوب کرتا ہوں۔ ریاست گوالیار کا کھگ بھاٹ اس واقعہ کا سال ۱۷۳۷ء بتلاتا ہے اور سرسید رائے پتھور خانہ دان ہنود کے آخری راجہ کے زمانے میں اس امر کا وقوع کہتے ہیں۔ میسٹر و حیلر اس ستون کو پاٹھ راجاؤں کا کہتے ہیں۔ بقول چاند اتنگ پال ثانی نے ایک بڑا بزرگ بیاس نامی سے اپنے پوتے کی پیدائش کی نیک ساعت دریافت کی۔ اُس نے کہا کہ ”یہ ساعت بہت نیک ہے۔ تمہارے راجہ کو زوال نہیں جس کی جڑ شیش ناگ کے پھن پر گڑی ہوئی ہے۔“ لیکن راجہ کو بیاس کی بات کا یقین نہ آیا۔ تب بیاس نے اپنی بات کی تصدیق یوں کرائی کہ ایک لوبہ کی سلاخ لی اور اُسے ساٹھ انگل زمین میں یہاں تک دھنسیا کہ دو سانپ کے پھن تک جا پہنچی تب اُس نے سلاخ کو نکالا اور راجہ کو دکھلایا کہ لود کھجور اس کا سرا اسی شیش ناگ کے خون سے بھرا ہوا ہے یا نہیں۔ تب بیاس نے راجہ سے کہا کہ تو نے میری بات نہ مانی۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ پھر راجہ اس سلاخ کی طرح ڈانگ لگایا جو یعنی متزلزل ہو گیا اور یہ دو ہا کہا:۔

بیاس جگ جوتی یوں بولایا بتینے والی میں

تمہارے چوہاں اور تھوڑے دنوں میں ترک

حکمتہ جنرل میں ایک شخص نے جو تراسی برس ہونے آئے کہ ولی گیا تھا ایک مضمون لکھا تھا کہ مقامی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ ستون کے برباد کرنے کی دو مرتبہ کوشش کی گئی۔ نادر شاہ کا حکم نادر علی اس کو کھود کر پھینک دیئے کا ہوا۔ لیکن مزدور کام نہ کر سکے۔ سانپ نے رہنا پھن بلانا شروع کیا جس کی وجہ سے ایک سخت زلزلہ بھی آیا۔ دوسرے دن میں مریٹوں نے اس پر ایک بھاری توپ لٹکادی لیکن اُس سے بھی کچھ نہ ہو سکا سو اس کے کہ گولے کا تو ایک نشان پڑ گیا۔ یہ لوبہ کی لاٹ بناوٹ کے لحاظ سے تو کوئی عجیب و غریب یا قابلِ قدر چیز نہیں ہے۔ اس پر کا کتبہ نادر قابلِ قدر ہے۔ اُن کتبوں میں سے جو اس پر کھدے ہوئے ہیں یہ بات تعجب کی ہے کہ جو کتبہ سب پرانا ہے وہی سب سے زیادہ صاف اور واضح ہے۔ بعض لوگ اس کتبہ کی چھٹی عیسوی



صدی کا کہتے ہیں۔ ۱۷۷۰ء میں کپتان آرچر۔ لارڈ کامبر میر کے ساتھ مالک مخربہ و شمالی کے دورے کو آئے تھے تو انھوں نے اس کتبے کو دیکھ کے کہا کہ وہ ایسے قدیم خط میں ہو کہ اُسے کوئی پڑھ ہی نہیں سکتا۔ ۱۷۷۷ء میں لفٹنٹ ولیم الیٹ نے بشپ کالج کے ڈاکٹر بل کے لیے اس کتبے کا چربہ اتارا تھا لیکن وہ کچھ ایسا نہ دھنکا اُترا کہ ایک لفظ بھی پڑھانہ گیا۔ چار برس بعد کرنل برٹ Col. Burt نے جو بنگال کے ایک انجنیئر تھے انھوں نے البتہ اس بارے میں کچھ کامیابی حاصل کی اور ہمارے سب سے بڑے ماہر فن آثار قدیمہ مسٹر جیمس پرنسپٹ James Prinsep نے اصلی کتبے کو من و عن اتارا اور زمانہ حال کی مروجہ ناگری اور انگریزی میں ترجمہ کر کے بنگال ایشیاٹک سوسائٹی جنرل میں چھپوا دیا۔ لیکن مسٹر پرنسپ کے ترجمے پر بھی کچھ مشہور اور نامور ڈاکٹر بھائو واجی نے بڑی حرف گیری کی جو ۱۳ اپریل ۱۸۳۷ء کو اسی سوسائٹی میں ایک بڑا فضلانہ مضمون پڑھا۔ اس کتبے کا خط قدیم زمانے کی ناگری ہے۔ جس کا زمانہ پرنسپ اور جنرل کنگھم صاحبان قیسری یا چوتھی صدی قرار دیتے ہیں مگر مسٹر ایڈورڈ ٹھاسن طرز تحریر کے لحاظ سے اس کو اس سے بھی زیادہ پرانا خیال کرتے ہیں۔ جنرل صاحب اس تحریر کو گپتا کے زمانے کے خط تحریر کے مسائل بتلاتے ہیں لیکن ڈاکٹر بھائو واجی جن کی لای سے دلی کے علمائے سنسکرت متفق ہیں اس کو گپتا کے زمانے کے بعد کی تحریر قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ لفظوں کے اوپر مترے دینے کا رواج گپتاؤں کے زمانے کے بعد دیکھا گیا ہے۔ اس کتبے کی روش کتابت مان کھاڑی کے اُن دو کتابت سے زیادہ ملتی جلتی ہے جو ملک بہار کے دو پہاڑی غاروں پر ہیں یعنی اننتا درم کے غار جو ناگر جونا اور بارا بار میں ہیں۔ مسٹیفن صاحب طرز کتابت اور ٹیسٹ الفاظ کے لحاظ سے اس کتبے کو عیسوی پانچویں صدی کے آخر یا چھٹی صدی کے شروع کا قرار دیتے ہیں۔ پنڈت بانکے لال صاحب دہلوی بھی ایک بڑی اتھارٹی (مستند) ہیں انھوں نے بھی اس سنون کی بابت یہی لکھا ہے جو ہم لکھ آئے۔ انھوں نے جو کچھ مزید روشنی ڈالی ہے اُس کو ہم ناظرین کے ملاحظے کے لیے لکھے دیتے ہیں کہ گوش زد اثر سے وارو۔ یہ سنون راج پوتھی راج کے آجائو مندر کے نیچوں زیچ میں اکیلا لکھا ہوا اپنی عظمت اور شان و شوکت دکھا رہا ہے۔ اُس کے کتبے کا

عجیب و غریب خط اُس کی اُس نے شمار قدامت کو بتلاتا جو اس کے بانی راجہ چندر گپت  
پسر راجہ سمد راکپت و پدر راجہ کمار گپت کے زمانے کو گزرا۔ چندر گپت ایک بڑا جری راجہ  
ایک بڑے خاندان کا شخص تھا۔ ہندوستان اور دوسرے راجہ اُس کے تابع فرمان  
تھے اور وہی سب کا سردھرا تھا۔ راجہ وشنو کا پیر و تھا اُس نے پانچویں صدی کے  
اوائل میں یہ ستون سری وشنو کا بھٹا چڑھا نے کو لوہے کا ڈھلویا و باوجود اس قدر  
نماز مدید گزرنے کے موتھی اثرات سے محفوظ اور جوں کا توں کھڑا جو اس کا بڑا بھاری  
وزن اس کی گولائی اور موزونیت۔ اس کے یہاں لانے اور کھڑے کرنے کی زحمت اور  
وہ شینیں جن کے ذریعے سے اتنی بھاری لاٹ یہاں کھڑی کر دی گئی انسان کو تعجب  
اور محویت بتا دیتی ہے۔ کہتے ہیں بانی کا نام ”چندرا“ جو جس کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا تھا  
چندرا سے مراد چندر گپت ثانی ہے۔ یہ بات ہم اس وجہ سے کہتے ہیں

کہ اس کہنے کی طرز کتابت بالکل اس راجہ کے عہد کی تحریر سے ملتی جلتی ہے۔ دوسری  
بات یہ ہے کہ چندر گپت ثانی ہی وشنو کا بڑا بھاری تھا اور یہ لاٹ بھی وشنو کے مندر کی ہے۔  
چندر کے ساتھ گپت کا لفظ محض نظم کی رعایت سے چھوڑ دیا گیا ہے جیسے رام چندر کو  
رام اور جیم سین کو جیم بطور اختصار کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں لکھا ہے کہ یہ ستون وشنو پٹار  
کے پیار پر کھڑا کیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہاں اب یہ ستون کھڑا ہوا وہی اسی کا نام

۱۵ گپتا خاندان کا زمانہ ۵۴۹-۳۲۰ عہد تک رہا ہے۔ چندر گپت اول ۳۲۰ عہد اور سمد راکپت ۳۲۰ عہد  
اور چندر گپت ثانی جس کو بکرماجیت بھی کہتے تھے اور جس نے مالوہ اور اُجین کو فتح کیا تھا اور ہمت  
جو چلا ہوا وہ بھی اسی کا ہوا اس نے ۲۹۵-۲۷۰ عہد تک راج کیا اور ۳۱۳ عہد میں اس کا بیٹا کمار گپت اپنے  
باپ کی جگہ جانشین ہوا۔ عام طور پر جو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سمت بکرماجیت ۲۷۰ عہد ق۔ م کسی راجہ سے جو  
بکرماجیت یا راجہ بکرماجیت کا تھا متعلق ہو یہ بات غلط ہے اُس زمانہ میں اس نام کا کوئی راجہ ہی نہ تھا  
اس میں شک نہیں کہ سب سے پہلے مالوے میں اس سمت نے رواج پایا اور غالباً اُجین کے جوہر کا  
نالا ہوا جو چنانچہ پہلے اس کا نام مالوہ سمت تھا۔ ”درم کال کی اصطلاح نے جو بعد میں رواج پایا وہ بکرماجیت  
کے نام کے کئی راجہ گزرے ہیں ان میں سے کسی ایک سے متعلق ہو گا جو سمت کا بانی سمجھا جاتا ہے لیکن وہ دراصل چندر گپت دوم تھا  
تھاجس نے ۲۷۰ عہد میں اُجین کو فتح کیا تھا اور اسی وقت سمت گپتا اور سمت کے نام بدل کر دہلی اور ساہیون علی المرتضیٰ قرار پائے  
(از تاریخ ہند مسند و سنت ستم ص ۸۰ و ۸۱) (۲۷۰ عہد) (۲۷۰ عہد) (۲۷۰ عہد)



کتبے کا چرچہ پہلے پہل مسٹر ٹ نے اپنی کتاب اکس کرژن (Excursions) میں دیا ہے جو اب دستیاب نہیں ہوتی۔ سر سید نے آثار العنادید کے پہلے ایڈیشن جلد دوم ۱۸۶۱ء میں بھی اس کی نقل اور ترجمہ دیا ہے۔ پنڈت بانسکرے راج صاحب دہلوی نے بھی ایک ترجمہ کیا ہے جو لاٹ کے سانسے والی دیوار میں سنگ مرمر کی تختیوں پر ناگری۔ اردو۔ انگریزی زبانوں میں الگ الگ لکھا دیا گیا ہے۔ کارسٹیفن صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر یہ چرچہ دیا ہے۔ اور صفحہ ۲۰ پر پرنسپ صاحب کا ترجمہ اور صفحہ ۲۱ پر ڈاکٹر بھاجی کا ترجمہ۔ چرچہ میں نے اس واسطے نہیں اُتر دیا کہ سب کا ترجمہ پڑھ لوں۔ ناگری خط میں اُس کی نقل ناگری۔ اس پڑھ لکھ وہ یہ ہے۔ ناظمین سب ترجمے دیکھ لیں گے اور اپنی جگہ فیصلہ کریں کہ کونسا ترجمہ دل لگتا ہے۔

यस्योद्धतवतः प्रतीप मुरसा शचनसमे त्यागना । न्वडंगस्य  
हववर्तिनेभिलिखिता खड्गेन कीर्तिभुजे । १ । तीर्त्वा सप्त  
मुगवानयेन समर सिन्धोज्जिता बान्हिका । यस्याद्याप्यधि वास्यते जलनिधि  
वोर्धोनिर्तेहृद्विशा । २ । खिन्नस्येव विस्त्रज्यगं नरपतेर्गामाश्रितस्यतरं ।  
मूर्त्यो कर्मजनावनीं वतवनः कीर्त्यो स्थिरस्य क्षितौ । ३ । शान्तस्येव महा  
वने हुत भुजे यस्य प्रतापो महाच्चाद्याप्युत्सृजति प्रणम्य शितीरपोर्यत्नस्य  
शेषः क्षितिम् । ४ । प्राप्तेन खभु जाजितञ्ज सुचिरं चैकाधिराज्यं क्षितौ  
चन्द्राव्हेन समग्रचन्द्र सदृशीं वक्त्राश्रियं भ्रता । ५ । तेनायं प्रणि  
धाय भूमिपतिना भावेन विष्णो भति । प्राशुर्विष्णुपदे गिरौ भग  
वतो विष्णोर्ध्वजः स्थापितः ॥ ६ ॥

کتبہ زبان سنسکرت

## سرسید کا اردو ترجمہ

(۱) اُس شخص نے کہ جس نے یہ خبر سنی کہ میرے دشمن اچھی سپاہ اور رفیقوں کے ساتھ مجھ سے لڑائی اور مورچے بندی کی طیاری کرتے ہیں ایک آلہ شہرت کا کھدوایا جس طرح اُس کی تلوار اعضاء دشمنوں پر جو شخص کہ مالک سات سلطنت کا تھا اُس نے دریائے سندھ سے عبور کر کے سندھیوں کی قوم و بلیکار کو دبا لیا اُس کی باقاعدہ فوج اور گھاتیں جو بطرف جنوب اُس دریا کے تھیں اس زمانے میں بھی پاکیزگی کے ساتھ یاد ہیں۔

(۲) جس طرح کہ شیر ایک شکار چھوڑ کر دوسرا شکار پکڑتا ہے اسی طرح اُس نے اس دنیا کو چھوڑ کر اُس عالم پر قبضہ کیا یعنی مرگیا مگر اُس کی ناموری اب تک بھی زمیں پر سبب اُس کے پہلے کاموں کی شہرت کے اگرچہ وہ اب مرگیا ہے لیکن اُس کے ہتھیار کرنے کی طاقت جو دشمنوں کا تباہ کرنے والا تھا اب تک عالم میں باقی ہے۔

(۳) اُس شخص نے جس نے بوسیہ اپنی تلوار کی مدد تک زمین کی بادشاہت کی وہ اس نے اپنے میں سورج اور چاند کی خاصیتیں اکٹھی کی تھیں اور اُس کے چہرے کی خوب صورتی مثل چاند کے تھی اُسی راجا دبا واکا جس نے اپنا سر جھکایا پاؤں دشمنوں میں اور لگا یا اپنا دل اُن دشمنوں پر بھاریا اور بچا ہتھیار یعنی لائحہ وشنوں کے نام پر جو قابل پرستش کے بنایا ہوا دبا واکا ڈاکٹر پرنسپ کے انگریزی پہلا سلوک۔ اُس نے جس نے اپنے دشمنوں کی ترجمے کی اردو اُن کی خدقوں میں جنگی طیاریاں سن کر اپنی ہیریدن

۱۔ ترجمہ کی مشکلات ارباب نظر پر محض نہیں۔ ترجمے میں اصلی زبان کا لطف قائم رکھنا بڑا مشکل ہے۔ اور یہ تو ترجمہ در ترجمہ ہوا۔ پرنسپ صاحب اور بجاؤداجی صاحب نے اصلی زبان سے انگریزی میں ترجمہ کیا اور پھر دونوں اپنی اپنی جگہ صحت کے دعویٰ دار اور پھر ایک دوسرے پر معترض اور مطلب میں آسمان زمین کا فرق اور میں بے چارہ جو کسی شمار میں نہیں۔

انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر رہا ہوں  
میری شرم خدا ہی کے ہاتھ ہے۔ اصل زبان  
سے میں نا بلد خدا جانے کیا کیا ہو جا بہر حال  
میں تو یہی کوشش کی کہ انگریزی اور ترجمے کی نقص نہ آئے

سپاہ اور معاوین کے ساتھ ایک شہرت کی یادگار (یا بازو) اپنی تلوار سے  
 ان کے بازوؤں پر منقوش کر دیا وہ جو مالک سات استفادوں کا مالک  
 تھا (اسی طرح جیسے کہ گورنمنٹ کے سات بازو ہوتے ہیں) [دریائے  
 سندھ]۔ کو عبور کر کے سندھ کے وابلکون کو ایسا سطح کر دیا کہ تاجو منا ہذا  
 بھی اُس کی آراستہ افواج اور حفاظت کا اُس جانب جنوب (دریا) کی بھی وہ  
 مقدسہ تعظیم کرتے ہیں۔

دوسرا سلوک وہ جس نے جس طرح کہ شیر ایک جانور کو دبوچتا ہے اور دوسرے  
 کو چھوڑتا ہے اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد اُس دنیا میں اپنی جگہ پیدا کر لی۔ جس کا  
 ذاتی وجود اب تک پر وہ دنیا پر بوجہ اُس کے کارہائے (سابقہ) کے اب تک  
 باقی ہے جس کی قوت بازو اب بھی اگرچہ (کہ وہ) اب آرام میں ہے۔ (متوفی)  
 اور اُس کی جبروت کا کچھ حصہ جو دشمنوں کا بیخ کن تھا اب بھی زمین سے  
 ملصق ہے۔

تیسرا سلوک۔ اُس نے جس نے اپنی قوت بازو سے غیر منقسم سلطنت ارضی  
 پر بدلتوں حکمرانی کی ہے وہ (جس میں اوصاف مجتمع تھے) اچاندا اور سورج  
 کے جوچہ دھوپیں رات کی طرح حسین تھا۔ اسی راجہ دباواستے جس نے اپنا  
 سر دشمنوں کے قدموں پر جھکا دیا تھا اور اپنی لو اُس سے لگا دی تھی۔ یہ بہت  
 بلند بازو (ستون) واجب التعظیم و شنو کا بنوایا۔

وہ جس کے دست قدرت پر شان و عظمت  
 تلوار (کی نوک) سے منقوش ہے جب اُس نے  
 علی القواترا اپنے مجتہد دشمنوں کے میدان  
 جنگ میں (بمقام ونگاس) (بنگال)؟ منہ  
 پھیر دیے۔ جس نے سندھ کے سات دباؤں کو عبور کر کے بالھیکوں کو جنگ  
 (فٹ برصغیر آئندہ)

ڈاکٹر بجاؤ واجی کے  
 انگریزی ترجمے کی اردو



میں مفتوح کیا جس کی شہادت کی خوشبو سے نسیم اب تک جنوبی سمندر میں اُٹتی رہتی ہے جس نے دنیا کے (دنی) کو من و مہر سنج (دوالم) میں چھوڑ کر دوسرے عالم میں (عرش بریں) پر چلا گیا جو دار البزاکو جسمانی تختل میں چلا گیا لیکن اُس کی شہرت اس زمین پر (بدستور) باقی ہے۔ جس نے اپنے بچے بچے دشمنوں کو فنا کر دیا جس کی بہادری مثل جنگل کی ایک بڑی بھڑکتی ہوئی آگ کے تھی۔ (اُس کی یادری) زمین سے نہیں چلی (سٹ) گئی اور وہ جس نے اپنے قوت بازو سے اس دنیا کی ایک لاشانی سلطنت مدت بائے دراز تک کی۔ جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اس خداوند دنیا کا نام "چندرا" تھا جس نے دشمنوں سے عقیدت رکھنے کی وجہ سے اپنے دل کو مطمئن کر لیا تھا اور ماحول تھا، یہ جھنڈے کا کھم بھگو ان شتو کا شتو پاڑا اگر سی (دشمنوں کے نقش قدم کا پیما) تعمیر و استوار کیا۔ ڈاکٹر بھاؤ داجی کہتے ہیں کہ میں نے جو کتبے کی نقل کی ہے اُس کی ہر سطریں صاحب کاشن نقل سے مختلف ہے جو انھوں نے جنرل میس پی تھی۔ جس کو انھوں نے "دباونا" پڑھا ہے وہ دراصل "بھاونا" اسی طرح "بھواج" "بھواج" صحیح۔ اور اسی طرح جسے "چندرا رکنا" پڑھا ہے وہ "چندرا اوہنا" ہے۔ یہ غلطی اس وجہ سے ہوئی ہے کہ حرف "دھا" پر ایک بھانا درمیان سے بائیں طرف لگا دینے سے "دھا" ہو جاتا ہے۔ دباوا سرے سے کسی راجہ کا نام ہی نہیں ہے جس کو اس ستون کا بانی سمجھا گیا ہے بلکہ اس کا بانی چندرا راجہ ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہے جو نروار راجاؤں کے خاندان میں سے تھا جس کے سکے کا ذکر جنرل صاحب نے بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے جنرل نمبر ۲۲ بابت ۱۶۶۵ء میں کیا ہے۔ سکوں میں جن کی تحقیقات کی گئی ہے ایک سکے پڑ چندرا کا نام

۱۵ کیا یہ ایشیاٹک سوسائٹی کے "ساہ" خاندان کے راجہ تھے؟ جو یقیناً ششہ میں دریا سے سندھ کے کنارے رہتے تھے اور جو ست ۲۰ یا ۲۱ء کا لے گئے دیکھو رائل ایشیاٹک سوسائٹی جنرل جلد ۲۸ صفحہ ۲۸) بھی یہ بات متحقق نہیں ہے لیکن اگر پائیدار ہو تو یہ گتھی بھی سلجھ جائے۔ ۱۲۔

موجود ہو۔ لیکن جنرل صاحب اس چندرا کو کوئی اور راجہ چندرا گپت خیال کرتے ہیں جو زبان مابعد میں ہوا ہو۔ مگر چندر گپتا خاندان کے کسی راجہ کا سکہ اس سے پہلے سے جس پر ہم بحث کر رہے ہیں ملتا جلتا نہیں ہو۔ علاوہ انہیں سکہ پر لفظ "چندرا" ہو تو کوئی وجہ نہیں ہو کہ اس میں گپتا کے لفظ کا بھی انضمام کیا جائے۔ سرسید اس ستون کو تیسری صدی عیسوی سے بھی پہلے کا بتلاتے ہیں۔ کتبے کی نسبت اُن کا خیال ہو کہ اس میں سمت نہیں ہو اس وجہ سے وہ ششہ ق م سے بھی زیادہ پرانا ہو کیوں کہ بکرا جیتی سمت کا رواج اُس وقت سے قرار پا چکا تھا۔ سرسید کی راعی میں ستون کا بانی راجہ "دھوا" تھا جو بدھ شٹر کی اولاد میں تھا اور جس نے ۹۹۰ ق م میں حکم رانی کی تھی کار سٹھن صاحب کی راعی میں ڈاکٹر بھائی اجی ایک بڑے ماہر علم السنہ کے ہیں اُن کی راعی زیادہ بھروسے کے قابل ہو کہ کتبے کی روشن تحریر گپتا راجاؤں کے مابعد کے زمانے کی ہو اور دہلی کے تمام ذمی علم اہل ہنود اور سسٹر ایڈورڈ ٹامس کا بھی اسی طرف رجحان ہو۔

اس ستون پر اس بڑے کتبے کے سوا اور بھی چھوٹے موٹے کتبے کثرت سے ہیں جن میں سے کوئی بھی وقیع نہیں پھر بھی ہم کتبے دیتے ہیں۔ انگ پال دوم "سنوتھ" ۱۱۰۹ انگ پال بھائی "یعنی سمت ۱۱۰۹ء میں انگ پال نے دلی کو آباد کیا۔ دو کتبے جو بان راجہ چتر سہا کے ہیں جو راجہ پتھور کے خاندان کا تھا۔ یہ دونوں سنہ ۱۱۲۹ء کے ہیں۔ خود راعی پتھور کا زمانہ سنہ ۱۱۵۱ء کا ہو۔ اب حال کا ایک کتبہ چھ سطری بخط ناگری سنہ ۱۱۶۹ء بمذیلہ راجہ چند پری کا ہو جس کے نیچے دو فارسی کے کتبے ۱۱۶۹-۱۱۷۱ء کے ہیں یہ صرف اُن لوگوں کے نام ہیں جو اس ستون کو دیکھنے آئے تھے۔ لوگوں کی عادت ہو کہ ایسے مقامات پر خواہ مخواہ اپنا نام لکھ کر اپنا دل خوش کر لیتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ زمانہ ایسا مثالی والا ہو کہ آج بڑے بڑے راجاؤں اور بادشاہوں کا پتہ نہیں چلتا بیسیوں گنبد لکھو کھا روپیے کی لاگت کے کھڑے ہیں لیکن کوئی یہ بھی



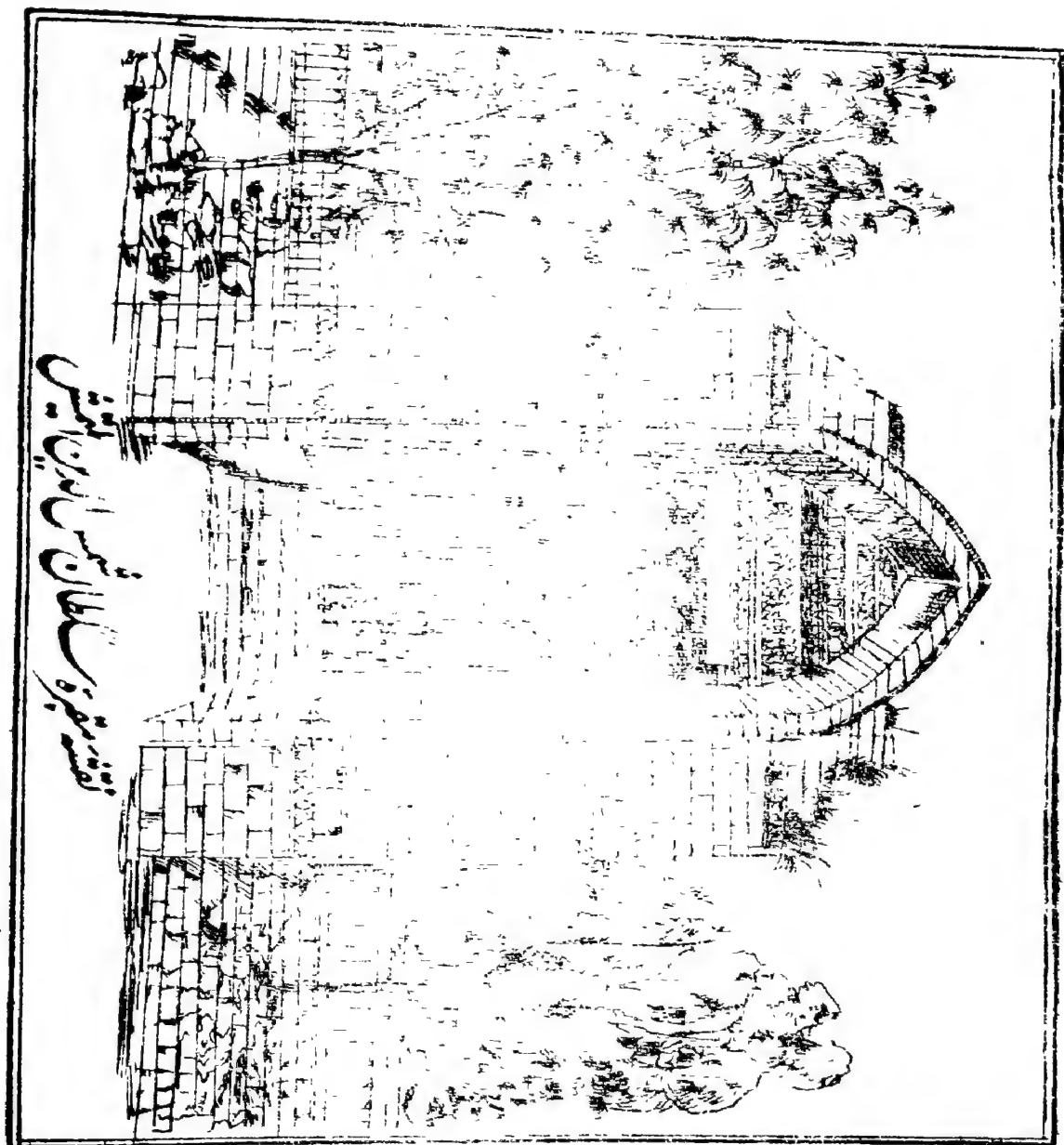
نہیں جانتا کہ کس کے ہیں۔ ماوشما کس شمار و قطار میں ہیں وہ تو یہ کہو کہ لوہے پر  
 نام باسانی کھد نہیں سکتا ورنہ ساری لاٹ پر آج نام ہی نام نظر آتے ۵  
 کسی کا کندہ سنجھنے پہ نام ہوتا ہے کسی کی عمر کا سب سے بڑا جہاں ہوتا ہے  
 عجب سرا جیہ دنیا کہ جس میں آٹھ پہر کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

## ترجمہ پنڈت

### بانکے راجہ راجا ہلوی

زورہ راجہ جس کے بازو پر تلوار نے  
 ناموری نقش کر دی جب کہ ملک ونگ  
 (بنگال) کی لڑائی میں اُس نے (اپنی)  
 سینہ زوری سے اُن دشمنوں کو  
 تباہ کیا جو جمع ہو کر اُس کے مقابلے کو آئے تھے۔ جس نے سندھ  
 کے سات دہانوں کو عبور کر کے قوم و ملک پر فتح پائی۔ جس کی شجاعت  
 کی نسیم سے بحر جنوبی آج تک مہلک رہا ہے۔ جس مالک اُمم نے افسردہ  
 خاطر سا ہو کر دنیا کو چھوڑ سفر آخرت اختیار کیا اور شخص خود اس  
 (عالم بہشت) کو سدھا راجس کو اُس نے اپنے اعمال سے حاصل کیا تھا  
 (مگر) ناموری کے سبب اس عالم میں باقی ہے جس کی اعدائیں  
 طاقت کا اثر ایک بڑے جنگل کی جلی بھی آگ کی بڑی تیز حرارت کے  
 مانند اب تک زمین پر سے زائل نہیں ہوا۔ جس نے اپنے بازو  
 سے حاصل کی ہوئی شہنشاہی کو مدتوں قائم رکھا۔ جس کا نام چندر  
 (اور) جس کے چہرے کا حسن پورے چاند کی مانند ہے۔ اسی روئے  
 زمین کے مالک (مہاراجہ) نے جو دشمنوں کا بڑا بھگت تھا۔  
 دشمنوں بھگوان کا یہ بلند نشان دشمنوں پر پیاڑی پر نصب کیا۔  
 (چوتھی صدی اے ڈی) شری شیت پنڈت وشویشور ناتھ جی  
 کے بیٹے شری پنڈت بانکے راجہ کو سوامی نے اس  
 لاٹ کے نصیب کیا یہ اردو ترجمہ اس لوح پر لکھوایا۔ حکیم پوری علی





نقصه مجرور سلطان حسن ابدین امین

## سلطان شمس الدین التمش

۳۳۳-۶۰۷ھ  
۳۵-۱۳۱۰ء

چنین ست زمین باغ جہاں گئے نوبہارست گاہے خزاں  
بہار یکہ خند دلش و دین خور سی فصل دی بر دین  
اگر صبح را جلوہ ہائے نحت بلانے غم شام دینال اوست  
نہانی کشت از چہ زوہرست دم صبح با کج کیں بر سرست

اگر قلعہ داری ز فولاد سخت  
چو زیر نگینت بود ملک جسم  
ہر دزدیکہ فوج اجل سر کشد  
بجارت نیاید از آن تلج و تخت  
غم و شادمانی مانند و لیک  
جزائے عمل ماند و نام نیک

کرم پائے دار و نہ دیہیم و تخت  
بدہ کز تو اس ماند ای نیک و تخت

خاندان غلامان دہلی کے سب سے بڑے اور نامور بادشاہ شمس الدین التمش نے ۲۰ شعبان ۶۰۷ھ کو انتقال کیا جو سجد قوت الاسلام کے باہر شمال و مغربی کونے میں آسودہ ہو کر  
سید لکھتے ہیں کہ یہ مقبرہ سلطانہ رضیہ کا بنوایا ہوا ہے مگر اس کا کوئی وثیقہ نہیں مل سکیا  
اس کے برعکس خود بادشاہ ہی نے اپنی حیات اپنا مقبرہ بنوانا لکھتے ہیں۔ کیوں کہ  
مسجد کے اُس حصے کی جو اس بادشاہ نے بنوایا تھا یہ ہو بہو نقل ہے۔ علاوہ بریں سلطان  
التمش کے جانشینوں کی مدت سلطنت ایسی کونسی لمبی چوڑی اور خالی از تردد و افکارات  
مقی کہ وہ اتنے بڑے بھاری اور مشکل کام کو اتنا زحمت و خطر لگا کر کر سکتے۔ جنرل کننگھم صاحب  
نے گو اس بارے میں کوئی صاف و صریح رائے نہیں دی مگر یہ وہ ضرور کہتے ہیں کہ  
مسجد اور مقبرہ بنے دونوں ساتھ ہی ساتھ تھے۔ اس مقبرے کا ایک ہی کمرہ اندر سے  
۴۰ مربع ہے۔ دیواروں کا آثار ہے پل کا پورا وجود بلند ہے ۲۰۔ مقبرے کے مشرقی شمالی  
جنوبی تین رخ پر دروازے شمال رخ کا دروازہ پہلے پتھروں سے چن دیا گیا تھا مگر اب  
صاف کر دیا گیا۔ مغربی دیوار میں تین طاق اُسی طرح کے ہیں جیسے کہ مسجدوں میں عموماً ہوتے  
ہیں۔ بیچ کا طاق ۶ اونچا اور ۴ پل چوڑا ہے۔ اُس کے ادھر ادھر کے طاق ۴ بلند اور  
۴ پل عریض ہیں۔ تینوں دروازے ۶ اونچے اور ۴ پل چوڑے ہیں جن کی دیواروں میں

باہر وار کو ۴۴ ادبچی ۱۱۲ چوڑی اڈزنیٹ عمیق محرابیں ہیں۔ مقبرے کے باہر سنگ خار  
 ہ اور اندر سنگ سرخ۔ اندر علاوہ سنگ مرمر کی سلوں کے یوں بھی جا بجا سنگ مرمر  
 کی تحریر ہے۔ دروازوں میں نیچے سے لے کر اوپر تک طرح طرح کی نقاشی کے علاوہ  
 کلام مجید کی آیات منقوش ہیں۔ دروازوں کی بیرونی محرابیں جن کا اوپر ذکر آچکا  
 ہے نہایت بلند دیواروں کے اندر تراشی ہوئی ہیں نیچے وار کی محرابیں جو مقبرے  
 کے داخلی دروازے میں ہیں وہ وسعت میں بیرونی محرابوں سے دو تہائی کم ہیں۔  
 اندرونی محرابوں کے دونوں طرف نہایت خوب صورت پتلے پتلے نازک  
 ہشت پہلو ستون لگے ہوئے ہیں اور ان محرابوں پر بھی قرآن شریف کی آیتیں منقوش  
 ہیں۔ مقبرے کا اندرونی رخ تمام نقش و نگار سے لپا ہوا ہے جس میں بڑی کاریگری  
 صرف کی گئی ہے۔ مغربی دیوار کے بیچ کا طاق سر بسر سنگ مرمر کا ہے اور نقش و نگار و  
 آیات قرآنی سے بہت آراستہ اور خوش نما ہے۔ دوسرے طاق ترے سنگ سن  
 کے ہیں۔ مقبرے کے چاروں کونوں میں نہایت خوب صورت دیوار دو ستون  
 اسی طرح کے لگے ہوئے ہیں جیسے کہ باہر کی محرابوں میں ہیں۔ قبر سزنا پاسنگ مرمر  
 کی ہے جو ۱۰ x ۶ اور ۲۲ بلند ہے۔ ۵۰ x ۳۰ اور ۱۱۲ ادبچی اور ایسا مجلی اور مصفا ہے کہ جس  
 میں منہ دکھائی دیتا ہے۔ جس پر آیات قرآنی نہایت خوش خط بخط طغریٰ منقوش ہیں۔  
 قبر کا سالم حصہ بشمول چوترے کے ۴۴ بلند ہے۔ فرگن صاحب کو اس مقبرے  
 کے سقف ہونے میں شک ہے وہ لکھتے ہیں کہ یہ مقبرہ بننے سے ادھورا ہی رہ گیا۔  
 جنرل کننگھم کی رائے ہے کہ اس پر ہندوانی طرز کی چھت ضرور تھی چنانچہ اب تک بھی  
 چھت کا ایک پتھر نکلا ہوا موجود ہے جس پر کچھ الفاظ عربی کے کندہ ہیں۔ مقبرے کی  
 چھتری دیوار کا جس قدر بالائی حصہ اب تک باقی ہے اس کی حالت کے مشاہدے سے  
 یہ امر بدرجہ یقین کو پہنچتا ہے کہ اس پر چھت ضرور تھی۔ فتوحات فیروزئی میں جو عبارت  
 ذیل فیروز شاہ نے لکھی ہے اس سے چھت کا ہونا مسلم ہے اور مقبرے کے چاروں کونوں  
 پر برجیاں بھی تھیں لیکن اب سوائے جنوبی دیوار کے طرف کے نیچے ٹھپے حصے کے اور  
 کسی چیز کا پتہ نہیں رہا۔

”مقبرے کے ستون گر گئے تھے امن کو میں نے پہلے سے بہتر بنوا دیا۔ مقبرے کا صحن پختہ نہ تھا وہ بھی میں نے بنوایا۔ زمین کھود کر جو زمین نکالا گیا تھا اُسے میں نے بڑھوا دیا اور چاروں برجیوں کے ستون پھر سے بنوائے۔“

فرگن صاحب پھر لکھتے ہیں کہ ”اگرچہ یہ ایک مختصر سی عمارت ہے تاہم اہل اسلام کی اغراض کے لئے ہنود کی اُس صنائی کا جو پُرانے قلعے میں ہر ایک قابلِ قدر اور خوب صورت نمونہ ہے۔ اگرچہ اسلام کے طرزِ جدید کے اختیار کرنے میں کاریگر بعض بعض جگہ چوک بھی گئے ہیں۔“

سلطان شمس الدین التمش کے مقبرے کے نیچے شہ خانہ بھی ہے جس میں اکیس سیڑھیاں اُتر کر جاتے ہیں۔ اصل قبرتہ خستے میں ہے اور اوپر تو تین ہیں۔ مقبرے کے اندر باہر پیش طاق وغیرہ پر کثرت سے قرآنی آیات کھدی ہوئی ہیں۔

جنوبی دروازے پر۔ باہر وار بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ الرحمن از ابتدا فیہما ذُو نَحْلٍ ذُرَّ مَاتٌ۔ باہر وار۔ وَکُوْنُوا شُرَکَآءَ

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ختم سورہ بقرہ اندر وار۔ وَکُوْنُوا اِلٰہَ الْقَرٰنِ عَلٰی جَبَلٍ لِّرَآءِہِ خَاسِعًا مُّتَّصِلًا مِّنْ خَشِیۃِ اللّٰهِ وَتِلْكَ اِلَآمَاتٌ لِّنَّاسٍ لِّعَلَّہُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ۔

شمالی دروازے پر باہر وار۔ (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سورہ نوح تا قال تَرٰبِیْ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلَہِ وَنَہَارِہِ۔ (۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سورہ مومنون تا الَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ الْفَرٰقَ دُوْسٌ هُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ۔

اندر وار۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ وَجَعَلْنٰہُ فِیْ قَرَارٍ مُّکِنٍ تَا وَاسْکُنَالِہِ فِی الْاَرْضِ وَانَا ذٰلِہَابٌ بِہِ لَقَدْ سَرَدَتْ۔

شرقی دروازے پر باہر وار۔ (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم تا وَکَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰهِ قَوْرًا عَظِیْمًا۔ (۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم تا لَیْلَہِ وَنَہَارِہِ۔ (۳) بسم اللہ الرحمن الرحیم تا وَکَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰهِ قَوْرًا عَظِیْمًا۔

غربی دروازے پر۔ وَکَمَا مَحَلُّ الْاِنْسَانِ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ السَّرَاسِلُ بِشِیْءٍ طَاقٍ یَا اَمْرًا۔ (۱) نَعْفَرُ لَکُمْ ذٰلِکُمْ وَیَدُکُمْ جَنَّتْ فِیْہِ تَحْتِہَا اَلْوَنُ تَحْتِہَا سَا تَا ذٰلِکَ الْقَوْرَ الْعَظِیْمَ۔

۲۱، انا لقرآن کریم فی لوح محفوظ لا یمسہ الا المطہرون تاتریل من رب العالمین۔

۲۲، فنادته الملیکة وهو قائم یصلی فی المحراب تا من الصالحین۔

شمال رخ کے چھوٹے طاق پر۔ (۱) هو الله الذي لا اله الا هو عالم الغیب

والشهادة تاسمان الله عما یصفون۔ الغفور۔ الشکور۔ العلی۔ الکبیر۔ المقیت۔

الحسب۔ الخلیل۔ الکریم۔ الرحیم۔

۲۳، قل اللهم مالک الملائکة توکی الملائک من تشاء تا انک علی کل شیء قدیدر۔

۲۴، واولو العلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزیز الحکیم ان الدین عند الله الا سیلہم

وما اختلف الذین اوتوا العلم بغیا بینہم۔۔۔۔۔

جنوب رخ کے دوسرے چھوٹے طاق پر۔ (۲) اما حتی الحکیم الودعد۔۔۔۔۔

النور المادی الیدیع الباقی الراشد الصبور الا۔۔۔۔۔

۲۵، ان ابراهیم کان امة قانتا لله حنیفا ولم یمیک من المشرکین شاکر الافرہ اجبتہ

ووصلہ الی صراط مستقیم۔

۲۶، کل نفس ذرۃ النقص الموت واما تو فون اجور کم تا وما الحیوة الدنیا الا متاع الغرور۔

۲۷، پہلا چوترا۔ بیچے سنگ سرخ اوپر سنگ مرمر کی سلیں۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔

پتھروں کو اوندھا سیدھا جوڑ کر ستیاناس کر دیا۔ اب آپ خود ملاحظہ فرمائیے کہ کیا گت بنی پڑا۔

۱) وَلِلَّسَّالِقُونَ السَّالَهُو قَلِيلًا الْمُنْتَقُونَ فِي جَنَاتٍ النَّعِيمِ ثَلَاثًا وَلِبَرٍّ قَلِيلًا مَا.....  
 ۲) رَاكِلُو كَا۟سًا - رَا۟يِقِينَ وَيَصْلَحُونَ عَنْهَا وَلَا تَنُفُوا فَاَكَلَهُمَا اَللّٰهُمَا  
 مَالَتُهُ هُوَ حَوْصِي كَانَال -

۳) اللولوع الملکون جن ابما کانوا لعلیون لیسمعون قیما لغولہ بنیا ال  
 الملکون جنائ کانوا x یطعون لا فیما لغوا تایشا  
 قبلہ سلو ما سلو ما و اصحاب الیمین ما اصحاب الیمین۔  
 قلیل سلو سلو اصحاب

## مسجد قوت الاسلام کی شکستہ محرابوں پر کے کتبے

مسجد قوت الاسلام کی تین سرفیلک محرابیں سلطان التمش کے مقبرے کے سامنے کھڑی ہیں۔ تیسری محراب کا آخری پا کھا گر گیا اور ساتھ ہی اپنا کتبہ بھی لے گیا۔ سرکار کی طرف سے سنگ خارا کا ایک فیل پایہ بنا کر گرتی ہوئی آریح کو تھام لیا ہر در بندہ بھی دھڑام سے آن پڑتی۔ انہیں کے جوڑ کی سوا چار محرابیں لوہے کی لاٹ کے آس طرف ہاتی ہیں۔ ہمارے در سالم ہیں پانچویں محراب کا صرف اوپر کا ذرا سا سراپے سہارے متعلق کھڑا ہے۔ یہ ساری محرابیں بنتے بنتے ناتمام رہ گئیں اور اسی طرح ادھوری زیر سا کھڑی ہیں یعنی نہ ان کی کسی قسم کی حفاظت ہو نہ اوپر سائے غور کیجئے کہ کیسی تو کس سپر سی کی حالت اور اس پر گزرے (۱۷۲۰) برس اور اتنی ہی پر ساتیں ان کے سر پر سے گزر گئیں۔ حیرت ہے کہ اتنی بھی اب تک کیسے باقی رہیں۔ یہ محرابیں بہت بلند ہیں اور شبی بلند عمارت ہوتی ہے اتنی ہی اس کی بقا معرض خطر ہیں ہوتی ہے لیکن خدا جانے کس بلا کا مال سالانگیا ہے کہ صدیوں پر صدیاں گزر گئیں مگر وہ بھی جیش نہیں کھائی۔ بنائے وقت کوئی دقیقہ ان کی خوش نمائی کا اٹھا نہیں رکھا گیا۔ ان کے روکار پر سر سے پانچ کلام مجید کی آیات نہایت نفاست سے کندہ ہیں۔ کتبات مایقری نہیں رہے اول تو کافی جم جم کو نیست کھائی پھر گئی دوسرے حصہ زیرین کو جہاں تک کہ



ہاتھ پونچھا بہت نقصان پہنچا ہے۔ جا بجا سے حرف جھڑ گئے ہیں اور بلندی پر نگاہ کام نہیں کرتی۔ بہر حال جو کچھ پڑھا جا سکتا ہے اس کا قلم بند ہو جانا از بس غنیمت ہے کہ کل کو فنا کے ہاتھوں اس کو بھی بچا نہیں۔

شمس الدین ایش کے مقبرے کے سامنے جو بہت بڑی تین شکستہ محرابیں کھڑی ہیں ان پر یہ کہتے ہیں:-  
پہلا پاکھا۔ (۱) کلمہ تھا لوٹ گیا۔ (۲) کلمہ۔ (۳) چھوٹے طاق کے اندر قتل ہوا اللہ۔ (۴) آیتہ الکرسی۔ (۵) باہر کی

**تین بڑی شکستہ محرابوں پر کے کتبے**

بڑی لین بسم اللہ و سورہ ملک تا الیہ النشور۔

دوسرا پاکھا۔ اندر کا طاق (۱) کلمہ جلی خط سے۔ (۲) کلمہ خفی خط سے۔ (۳) شہد اللہ انہ لا الہ الا هو و المسککة و اولو العلم قانما بالقسط تا لا الہ الا هو العزیز الحکیم (۴) ما کان محمد ابدا احد من امرجالکم تا واعدلہم اجر اکریما۔ (۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اتنا فتحنا تا فان تطیعوا یونکم اللہ اجر احسن۔ تیسرا پاکھا تو گری گیا ہے۔

**سوا چار محرابوں پر کے کتبے**

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم و للہ ملک السموات والارض و اللہ علی کث شیئی قدیر ان فی خلق السموات والارض و اختلاف الیل و النہار بنا فاعرفنا۔ سورہ آل عمران پارہ ۴۔ ۱۰ و آج۔

(۲) بسم اللہ و احادیث ہیں جو برابر پڑھی نہیں جاتیں۔

(۳) تبارک الذی جعل فی السماء بروجا و جعل فیہا سواجا و قمر منیورا و الذین اذا القوا للفقول یسرفوا۔ پارہ (۱۹) الفرقان پر۔

(۴) احادیث۔

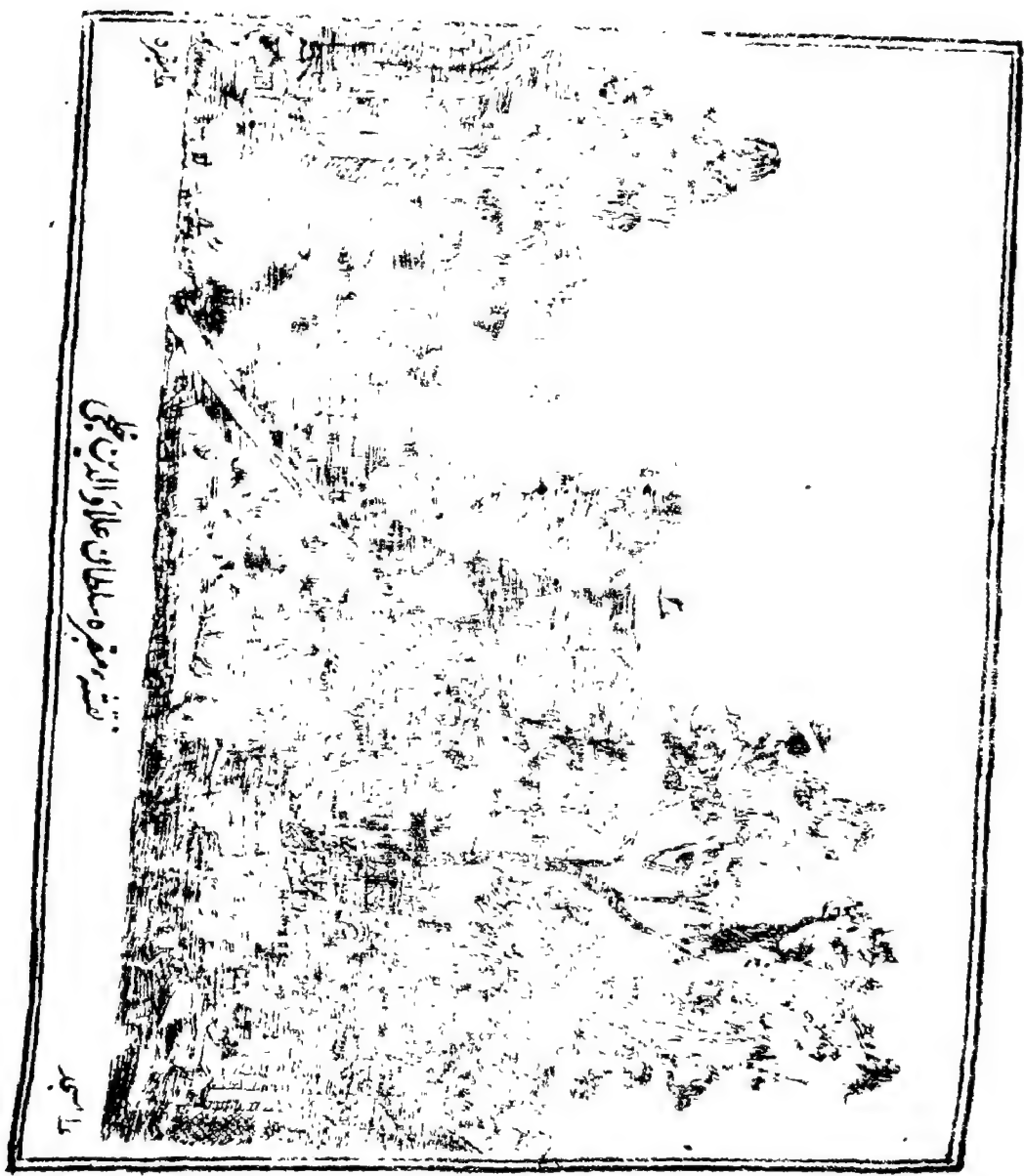
(۵) بسم اللہ سبحن الذی اسوی لیل و لیل تا حم و دنا لکم الکسۃ (پارہ ۱۵) سورہ بنی اسرائیل (۱۶) پڑھا نہیں جاتا۔

(۷) سورہ فتح پارہ ۲۷ از شریف و کان فذلک عند اللہ فوزا عظیما۔

(۸) سبحن اللہ حین تمسون و حین تصبحون و لہ الحمد فی السموات والارض و آگے ٹوٹ گیا ہے پارہ (۱۳) سورہ روم پر۔

(۹) اکبر اللہ لا الہ الا هو الحمی القہوم تا ان فی ذلک عبرۃ لا ولی الا مبصر۔ پارہ (۳) سورہ آل عمران





نقشه روضه سلطان علای الدین نجفی

طالعید

(۱۰) و سارا عواالی مغفرتہ من م بکم تاد الله یحب المحسنین دیاہ (۲۵) آل عمران (ع)  
 (۱۱) یا ایہا الذین امنوا ان تطیعوا الذین کفر وایرودکم علی اعقابکم فتقبلوا خسران  
 بل الله مولکم۔ (دیارہ ۴ سورہ آل عمران ع۔)

(۱۲) بسم الله الرحمن الرحیم۔ سبحن الذی اسرى بعبدہ لیلة من المسجد الحرام تاوکل  
 شی فیصلہ تفصیلاً۔ پارہ (۱۵) سورہ بنی اسرائیل (ع)۔ موجودہ پاکووں پر یہی آخری ہے  
 اور اس کے آخر پر فی شہر ۲۰ رذی قعد اور سنہ سبع عشر وستمائة پڑا جاتا ہے جو  
 ۶۱۴ھ ہوا اور یہی زمانہ سلطان اتمش کا ہے پھر خدا جانے کارسٹیفن صاحب نے  
 ۵۹۲ھ  
 ۶۱۱ھ کیے پڑے۔

## مقبرہ سلطان علاء الدین خلجی

۶۱۵-۶۹۵ھ  
 ۱۳۱۶-۱۳۹۶ھ

نہ گور سکندر نہ ہے متبر دارا  
 مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے  
 ۶۱۵ھ کی صبح کو علاء الدین خلجی

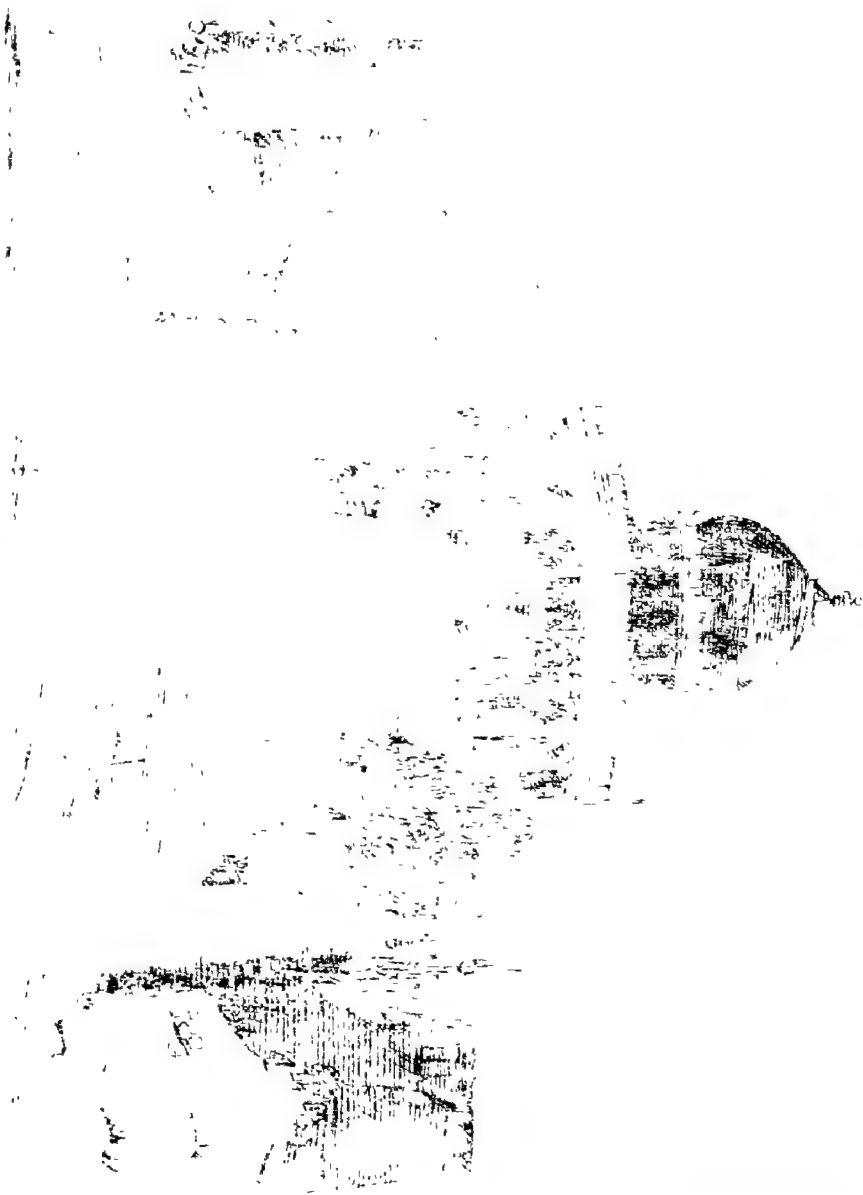
نے انتقال کیا۔ اس کا جنازہ سیری کے لال محل سے برآمد ہو کر جامع مسجد میں دفن کیا گیا۔  
 یہ وہی جگہ ہے جہاں عام روایت کی رو سے اور نیز سرسید کی تحریر کے موافق علاء الدین کا فرما  
 بتلایا جاتا ہے لیکن جگہ صاحب کہتے ہیں کہ وہ ایک سنگ مرمر کا نہایت عمدہ اور نفیس تقوید  
 سیری میں پڑا ہے جو امتداد زمانہ اور باہر کھلا پڑے رہنے سے زرد پڑ گیا ہے لیکن کوئی نہیں  
 جانتا کہ ایسا بیش قیمت اور بہتر تقوید کس کی قبر کا ہے عجیب نہیں وہ ضرور علاء الدین ہی کی قبر کا ہوگا  
 کیوں کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ علاء الدین قصر بزرگستون میں دفن کیا گیا تھا، لیکن یہ بات صریح  
 غلط ہے سرسید کے قول کی تائید تاریخ فیروز شاہی سے ہوتی ہے۔

فیروز شاہ تغلق کے عہد میں جن عمارات قدیم کی مرمت کرائی گئی ان کی فہرست میں یہ مقبرہ  
 بھی شامل ہے اس کی مرمت کے علاوہ ایک مندر کے کواڑوں کی جوڑی بھی چڑھائی گئی تھی  
 آبادار خانے اور مسجد قوت الاسلام کی غزلی دیوار جو در سے کے اندر ہے اس کی مرمت بھی اسی  
 زمانے میں ہوئی تھی اور چوکوں کا فرش بھی بچھوایا گیا۔ علاء الدین کی قبر مسجد کے صحن کے جنوبی  
 حصے میں ہے۔ گنبد کا احاطہ چار سو فیٹ لمبا اور دو سو فیٹ چوڑا ہے جس کے احاطے کی مغربی اور  
 جنوبی دیواریں علاء الدین کے جانشین شہاب الدین کے عہد کی بنی ہوئی ہیں۔ شمالی دیوار  
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھی پوری ہوئی ہی نہیں۔ یہی مشرقی دیوار اس کے پانچویں حصے کے

قریب مسجد قوت الاسلام اس حصے کے مغربی دیوار پر جو سلطان اتمش کا بنوایا ہوا ہے۔ گنبد کے صحن میں گوجاروں طرف رستہ کی لیکن اصل صدر دروازے شرق اور مغرب کی جانب ہی ہیں یہ مشرقی دروازہ سلطان اتمش کی بنائی ہوئی مسجد کی دیوار میں ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ مغربی دروازہ اس سڑک کی جانب ہے جو قطب صاحب کی لاٹ سے ادھم خالی کے مقبرے کو جاتی ہے۔ یہ دروازہ پٹھانوں کے زمانے کی سی عمارت معلوم دیتی ہے جو پتھر اور سیج کا ہے اور جو باقی عمارتیں اس احاطے میں ہیں وہ بھی اسی قسم کی ہیں۔ دروازہ چودہ فیٹ اونچا اور گیارہ فٹ چوڑا ہے جس کے اوپر سردل کی دیوار اور چارنیٹ بلند ہے۔ اگر ہم دروازے کے اندر جا کر دروازے کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوں تو ہماری داہنی طرف ایک کمرہ جس پر گنبد ہے دروازے سے بھی آٹھ فیٹ اونچا دکھائی دیتا ہے۔ اسی سے ملے ہوئے اور تین کمرے آٹھ مربع ہیں۔ ان کے آگے اور ایک گنبد دار کمرہ ہے جو پہلے کمرے سے چوڑا ہے اور بظاہر ایک دوسرا دروازہ معلوم دیتا ہے اس کی داہنی طرف بھی اسی طرح کے تین کمرے ہیں جیسے کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں مگر اس میں کا آخری کمرہ گر کر زمین کے برابر ہو گیا ہے۔ یہ بیان احاطے کے مغربی جانب کا ہوا۔ شمال کی طرف سب سپاٹ میدان ہے کوئی عمارت باقی نہیں رہی۔ جنوبی رخ پر تین گنبد دار کمرے ہوئے کمروں کے نشان باقی ہیں۔ علاء الدین کی قبر بیسچ دانے کمرے میں ہے جو ۵۰ فٹ ۴۰ انچ جس کے دونوں طرف رستہ ہے جو دوسرے کمروں سے اسے جدا کرتا ہے۔ بازو کے دونوں کمرے بیچ کے کمرے سے آدھے ہیں۔ ان کمروں پر کے گنبد گر گئے ہیں۔ دیواروں کا پلاستر جھڑ گیا ہے۔ روکار کی پتھر کی سلیس مٹی ہوئیں کہ لوگ نکال لے گئے۔ ان کمروں کے پچھواڑے کئی کوٹھریاں نشست کی چوبیس فیٹ چوڑی احاطے کی مغربی دیوار کی لمبان کے برابر تھیں جو سب گر پڑیں۔ ان کوٹھریوں کی جنوبی دیوار میں چھ طاق اور بیچوں بیچ میں ایک دروازہ ہے۔ جنوب و مشرق کی دیوار میں چھت پر چڑھنے کا رستہ ہے۔ گنبد اور تمام مکانات لمحفہ کی دیواروں کی استرکاری جھڑ کر خالی دیواریں کھڑی ہیں۔ احاطے کی مشرقی دیوار میں تین نیچی نیچی کوٹھریاں بحراب دار دروازوں سمیت اسی طرح کی ہیں جیسی کہ مغربی طرف ہیں۔ ان سے ملا ہوا ایک دروازہ ہے جو اس کے محاذ کے دروازے کا جواب ہے۔ غالباً یہ دروازہ بستی کے رخ پر تھا اور ادھر ہی سے قطب صاحب کی آبادی کے لوگ آمد و رفت رکھتے تھے۔ اس سے آگے بڑھ کے مسجد قوت الاسلام کی بڑھائی ہوئی مغربی



تصویر خانه و دروازه و مناره و برج و بارو



دیوار پر گنبد کے جنوب و مشرقی کونے میں اس مقبرے کے متعلق جو مسجد تھی اس کے کھنڈر ہیں۔ مدرسہ اور آب دارخانہ دونوں (جس کی مرمت فیروز شاہ نے کرائی تھی) مقبرے کی مشرقی اور مغربی دیوار سے ملے ہوئے حجرہوں میں تھے۔ چوں کہ لاٹ کے گرد کے گروے پڑے کھنڈروں کو صاف کر کے سڑکیں نکال دی گئیں ہیں اور ایک قسم کی چمن بندی ہو گئی ہے اس لئے موجودہ حالت اس مقبرے کی صرف یہ ہے کہ قطب صاحب کی لاٹ کے مغرب میں قریب ہی ایک خالی چار دیواری کھڑی ہے جس کے تین طرف ایک ایک دروازہ ہے۔ یہ مقبرہ اندر سے مربع ہے اور بیچ میں ایک خالی حیوڑا دو فیٹ اونچا ۳۵ x ۸۰ - ہے ہر جانب اسی پر قبر ہو گئی جو اب ناپید ہے۔ پلاستر کا تمام باقی نہیں خالی سنگ خارائی دیواریں کھڑی ہیں۔ اندرون مقبرہ فرش کسی قسم کا رہا ہی نہیں صرف بھری کوٹ کر ہموار کر دیا ہے گنبد گر کر زمانہ ہوا اب نری چار دیواری ہی چار دیواری باقی رہ گئی ہے اور شکل سے یقین آتا ہے کہ یہ اتنے بڑے جلیل القدر بادشاہ کا مقبرہ ہے۔ اس کے زمانے سے پہلے پہلے کی عمارتیں تاحد برقرار ہیں اور یہ ایسی تباہ ہوئی کہ اب صورت تک بھی نہیں پہچانی جاتی۔

دنیا میں تو دو دن کا فقط جینا ہے  
اور اس پہ یہ جسد اور بعض دیکھ کر  
ظاہر ہے کہ جام بسم کا نہ رہا  
اور حال سکندر کا تو آئینہ ہے

ادیم خاں کا مقبرہ یا بھول بھلیاں  
۹۶۹  
اور مسجد  
۱۵۶۱ ع

قطب صاحب کی لاٹ سے جو سڑک مہرولی کو جاتی ہے اس کی داہنی طرف ادیم خاں کا مقبرہ ہے۔ یہ مقبرہ اکبر شاہ بادشاہ نے ادیم خاں اپنے کو کے اور اس کی ماں ماہم انگو کے لئے بنوایا تھا۔ خان اعظم کے مقبرے کے ضمن میں ہم وہ واقعات لکھ آئے ہیں جس بنا پر آگرے میں اکبر شاہ کے محل میں اعظم خاں کو ادیم خاں اور اس کے ساتھ والوں نے قتل کر دیا تھا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ ”مرادیم خسروانہ کے گھمنڈ پر اعظم خاں کو مار کر ادیم خاں درانہ حرم سرے شاہی کے دروازے پر جا بھڑا ہوا۔ بادشاہ سلامت یہ سن کر شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے ہوئے معیار آمد ہوئے اور وہیں قاتل کی شکلیں کس لی گئیں اور اسی طرح بند باندھا یا سزا دے قتل میں قلعے کی فصیل سے نیچے لڑھکا دیا گیا۔“ شمس الدین محمد خاں انگو غزنوی المناطیب بر اعظم خاں



جو اکبر بادشاہ کی ایک دوسری رضاعی ماں کا شوہر تھا) کے قتل کا افسوس ناک واقعہ ۱۲ رمضان المبارک ۹۶۵ھ کو ہوا۔ بدایونی لکھتا ہے کہ مدقلعے کی فصیل سے دھکیل دینے کے بعد بھی اہم خاں سخت جان میں کچھ جان باقی تھی۔ بادشاہ نے اسے دوبارہ گردایا تب کہیں وہ مرا۔ چنانچہ مقتول خان اعظم کے ایک دن بعد اس کی تجہیز تکفین ہوئی۔ ماہم انگہ نے جب اڑتی پڑتی خبری تو اسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہاں کا مہتمم ہو چکا۔ ماں کی ماتا گو بیار تھی مگر دلی سے گرتی پڑتی اگر پونہچی۔ بادشاہ کے حضور میں بار بار ہوئی۔ بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے سوا اب اسے نے میرا (رضاعی) باپ کو قتل کیا میں نے جان کے بدلے تمہارے بیٹے کی جان لی۔ ماہم انگہ مزاج شناس تھی سمجھی کہ اب عرض معروض کرنا بے فائدہ ہے۔

بے فائدہ اب ہے۔ بچ و حرماں خود کردہ خویش راجہ در ماں بولی۔ جہاں پناہ نے جو کچھ کیا خوب کیا، یہ کہہ واپس چلی گئی۔ جو ان بیٹے کے بن تو مارے جانے کا بڑھیا ماں کو ایسا دھا کا بیٹھا کہ چالیسواں بھی نہیں ہونے پڑا تھا کہ اپنے بیٹے سے جالی اور اسی مقبرے میں اپنے بیٹے کے پاس دفن ہوئی جو اکبر بادشاہ نے بنوادیھا (از آئین اکبری ترجمہ بلاکین)

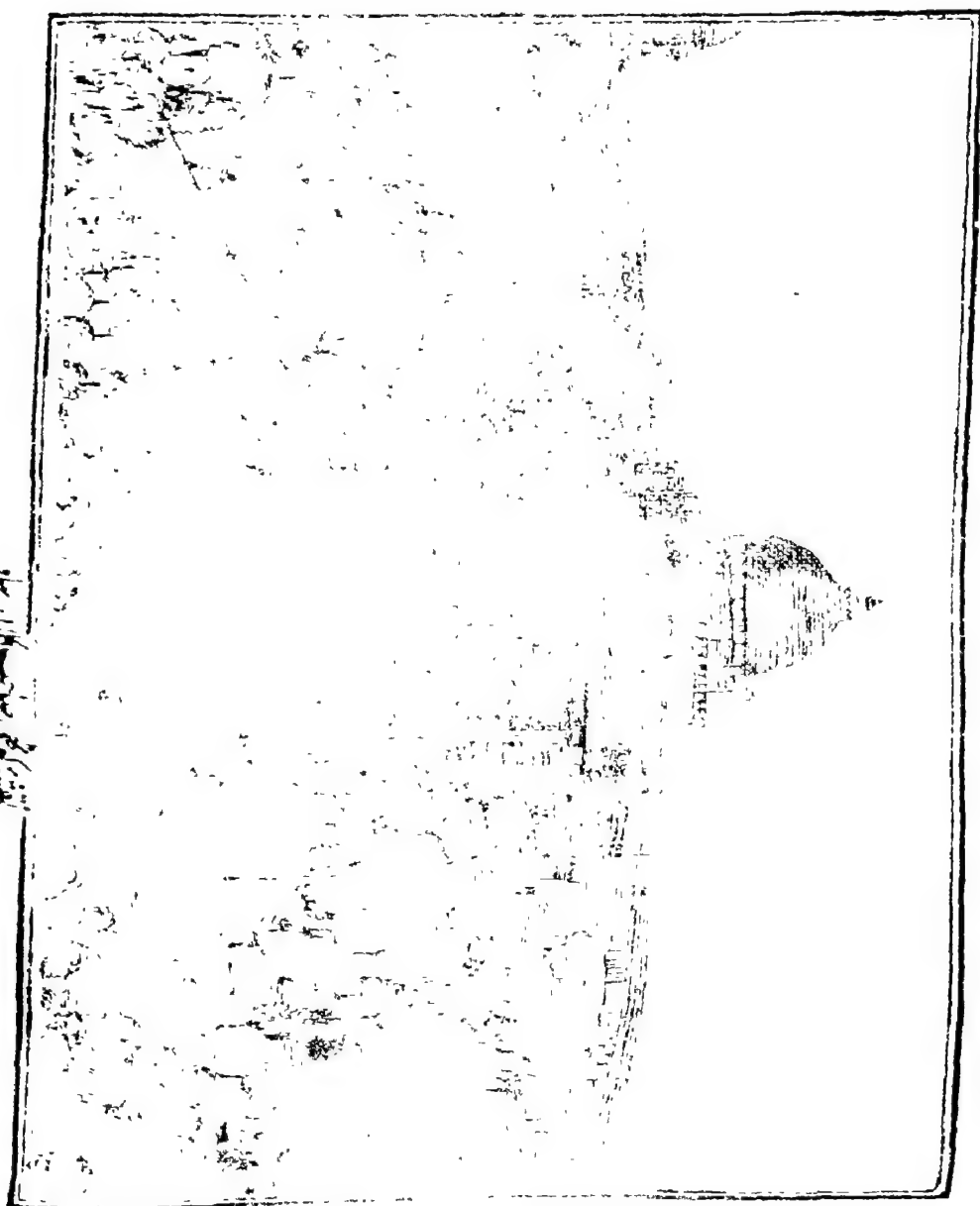
اب ہم مقبرے کی حالت کا چھ حال لیتے ہیں۔ پہلی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد مقبرے کا صحن ملتا ہے۔ یہ صحن سڑک کی سطح سے سترہ فٹ اونچا ہے۔ مقبرہ بہشت پہلو صحن کا قطر دو سو فٹ کا ہے۔ صحن کا وہ سترہ جوسڑک کی طرف ہے ہر طرف ہوا ہے۔ شمال مغرب کی دیوار میں جدھر سے قندراے چھوڑا کا راستہ ہے ایک چھوٹا سا دروازہ ہے اسی طرح کا ایک اور دروازہ جنوب مغرب کی دیوار میں بھی ہے جس میں سے اس مسجد میں جانے کا راستہ ہے جو مقبرے کے مغربی رخ پر کوئی بیس گز کے فاصلے پر ہے۔ احاطہ کی دیوار زمین سے دس فٹ اونچی ہے جس میں چھائیاں رکھی گئی ہیں لیکن اب بہت بڑا حصہ اس دیوار کا منہدم ہو کر شکل سے صرف ایک چوتھائی باقی رہا ہے۔ صحن کے آٹھوں کونوں پر ایک ایک برج بنی ہوئی ہے اور مقبرے کے گرد چھ فٹ اونچی کنگڑا ہے۔ دیوار اور برجیاں سب گھڑے ہوئے پتھروں اور چوٹے کی ہیں۔ برجیوں کے بیچ میں احاطہ کی دیوار سے چند فٹ ہٹ کر کچھ مکھنڈ ہیں۔ انہیں کہا جاسکتا کہ

وہ آیا منہدم برجیوں کے ہیں یا اُس چبوترے کے ہیں جو مقبرے کی رونق اور لوگوں کے آرام کے واسطے بنایا گیا تھا۔ مقبرہ ساٹھ فیٹ اونچا ہے اور چبوترے کی کرسی چار فیٹ کی ہے۔ مقبرے کی ساری عمارت بہشت پہل ہے درمیانی حجرے کے نزدیک غلام گردن بنٹو۔ برآمدے ہے۔ چبوترے پر سے گنبد کی بلندی ۲۲ ہے جس کے آٹھوں ضلعوں میں ہر طرف تین تین درمیں۔ ستوں ان دروں کے چوکون ایک کے اوپر ایک پتھر رکھ کر بنائے گئے ہیں۔ بعض بعض ستوں سنگ خار کے ایک ہی ٹکڑے کے بے جوڑ ہیں جن کے سرے اور پٹھکیں دوسرے قسم کے پتھروں کی ہیں۔ کولوں کے ستون ڈھیرے ہیں۔ چھت پر چار فیٹ اونچی جھانگی دار منڈیر ہے جس کے دونوں کولوں پر پتھر تھپہ فیٹ دیکھی برجیاں ہیں۔ درمیانی بہشت پہل حجرے کا قطر چھ فیٹ کا ہے۔ آٹھوں ضلعوں کے بیچ بیچ میں ایک ایک دہرے جس کی دونوں طرف دو دو فیٹ اونچا ایک ایک طاق ہے۔ گنبد کا قبة بیرونی رشت سے سولھا اضلاع کے چبوترے پر بنا ہوا ہے جس کی بلندی بارہ فیٹ ہے اور جس کے ہر ہر کولے پر ایک ایک چھوٹی برجی بنی ہوئی ہے۔ گنبد پتھر اور چولے کا بنا ہوا ہے جس پر استرکاری کی ہوئی ہے جس فطکار ارتفاع سولھا فیٹ ہے جس پر پتھر کا کمر کی کلس چڑھا ہوا ہے۔ گنبد کا قطر ۲۲ ہے۔ گنبد کے نیچے کی دیواروں کا آثار سات فیٹ کا ہے۔ درمیانی حجرے کی چھت کا اندر دینی حد بہشت پہل دیواروں پر کھترا ہے۔ گنبد ۱۵ کا ہے جس کی کل بلندی ۲۲ ہے اور یہ دیوار سولھا ضلعوں کی ہیں جن کے در بھی سولھا ہی ہیں جن میں سے ایک ایک ٹکڑا اور ایک بند ہے۔ جس کے اوپر جا کر پھر (۳۲) ضلعوں کی دیواروں پر گنبد لگا ہوا ہے۔ گنبد کی دیوار میں ایک طرف اوپر جانے کا زینہ ہے اور ایسا بھی رستہ بنا ہے کہ وہاں ہی دیوار کے پتھر ہیں اور اس میں ایک مقام پر ایسا دھوکا رکھا ہے کہ آدمی خیال کرتا ہے کہ جس رستے کو میں جاتا ہوں اسی رستے سے نیچے اتر جاؤں گا حالانکہ برخلاف اپنے قیاس کے اور اوپر چڑھ جاتا ہے اور پھر جب نیچے اترنے کا ارادہ کرتا ہے تو سبب اس کے کہ نیچے اترنے کا رستہ ایک کولے میں نظر سے پوشیدہ رکھا گیا ہے اسی رستے پر ان پڑتا ہے اور پھر اوپر چڑھ جاتا ہے اسی وجہ سے لوگوں نے اس مقبرے کا نام ”بھول بھلیاں“ یعنی ایسا مقام کہ جہاں آدمی بھول جائے اور چکر کھا جائے رکھا ہے۔

بہر حال قطب صاحب کی عمارتوں میں یہ بھی ایک مشہور اور قابل دیدہ ہے۔ اہم میں اکثر  
انگریز اہلکار کرتے تھے اور بطور مسافر نیکلے کے استعمال کیا جاتا تھا اسی سبب سے  
ادھم خان کی قبر کا تعویذ کوئی اتنی برس گزرے کہ اٹھا کر باغ غلام گردش میں ڈال دیا اور  
سطح زمین اپنے آرام و آسائش کے لئے برابر کر لی۔ جب ادھم خان کی قبر کے ساتھ  
یہ سلوک ہوا تو ان کی ماں کی قبر کا کیا پتہ چل سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں جب ادھم خان  
کی قبر اٹھا ڈی گئی تب ہی اس کی ماں کی قبر بھی نکال دی گئی ہوگی کیوں کہ بدوں  
اس کے نہ جگہ صاف ہو سکتی تھی نہ مقبرہ رہنے کے قابل ہو سکتا تھا۔

موجودہ حالت اس مقبرے کی یہ ہے کہ سڑک سے ۱۱۵ سیرھیاں چڑھ کر اچھڑ پختے  
پس چبوترے کے آٹھوں کونوں پر برج کھتے جن میں سے کچھ گر گئے کچھ باقی ہیں۔  
چبوترے بھی مقبرے کی مناسبت سے مشیت ہیں اور مقبرے میں اور چبوترے  
میں بچا کا فعل ہے۔ جب ترا بہت کشادہ ہے جس کا ہر ضلع ۵۰ سیرھیاں ہے۔ کمپونڈ کی دیوار  
شروع سے ۱۰۰ بلندی اور مندر پر ۱۰۰ اونچی ہے۔ گنبد کے چبوترے کی کرسی  
چوبیس کی ہے۔ چبوترے ہیاں چڑھ کر گنبد کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ گنبد کا ہر  
بیرونی ضلع ۱۰۰ سیرھیاں ہے۔ گنبد ہشت پہل ہے اندر سے قطر ۴۰ پا ہے۔ اوپر چھت میں  
آٹھ ساق کھلے ہیں آٹھ بندی دہری لین ہے۔ یعنی پھر اس کے اوپر طاقوں کی ایک  
ایسی ہی لین اور ہے۔ دروازے آٹھ ہیں جن کے دو طرفہ یا اللہ اور کلمے کے طفرے  
ہیں۔ غلام گردش ۱۰۰ عریض ہے اور دونوں کی چکلاں ۱۰۰۔ گنبد کی بلندی اجارے تک  
۱۰۰ اور اس سے اوپر ختم دیوار تک اور ۱۰۰۔ اس طرح صرف دیوار دیوار کا ارتفاع  
۱۰۰ ہے۔ گنبد و مندر ۱۰۰ دونوں منروں میں بیس بیس سیرھیاں ہیں۔ اس گنبد کے  
فقر میں رنگ کے کام کا کچھ حصہ باقی ہے۔ باہر وارجی کہیں کہیں رنگ آمیزی پائی جاتی  
ہے۔ چون کہ عرصہ تک یہ گنبد بطور مسافر نیکلے کے استعمال کیا گیا ہے اور انگریزی  
اصول کے موافق دھیت و اس یعنی سفیدی ہونا ضروری تھا دیواروں پر کئی کئی کوٹ  
سفیدی کے چڑھ جانے سے سارے نقش و نگار اور گلکاری ڈھک گئی ہے۔ یہی  
نصف فرش میں بھی ہوا ہے یعنی پہلا فرش باقی نہیں رہا اب تو گچ کر دی گئی ہے۔ جو تعویذ  
پہلے نکال دیا گیا تھا اب پھر اپنی جگہ پر لگا دیا گیا ہے جو سنگ سرخ کا ہے۔ ۱۰۰۔ ۱۰۰۔ ۱۰۰۔





آیتہ العظمیٰ مدظلہ العالی

اور آپ اونچا چوں میں کوئی تدرت نہیں۔ رہی ادھم خاں کی ماں کی قبر اس کا پتہ نہیں۔  
اس مقبرے کے متعلق جو مسجد اس کی اصلی حیثیت بھی باقی نہیں رہی کہ مرمت کے  
ساتھ اندر باہر استرکاری کرادی گئی ہے۔

## ادھم خاں کے بھائی کا مقبرہ

ہی جس میں اب سرکاری ڈاکٹر خانہ ہے۔ ڈاکٹر خانہ کے کی ضروریات کے موافق اس  
کی بھی شکست۔ بخت کی گئی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مقبرہ ادھم خاں کے بھائی کا ہے  
یہ چار بھائی تھے۔ ادھم خاں۔ ٹھانے خاں۔ عم خاں۔ محمد قلی خاں بس کو لوگ مشکلی خاں  
کہتے ہیں۔ عم خاں کے مقبرے کا بیان تو آگے آتا ہے اب یہ مقبرہ ہونہ ہویا ٹھانے خاں  
کا ہوگا یا محمد قلی خاں کا۔ دائرہ علم۔

## عم خاں کا مقبرہ

قطب کی لاٹ سے بجانب جنوب ایک سیل کے اندر  
ہی اندر مرفع پہاڑی پر ایک مقبرہ بنا ہوا ہے جو ادھم خاں  
کے بھائی عم خاں کا کہلاتا ہے۔ کتالیس سیر ہیاں چڑھ کے اوپر پونچتے ہیں۔ یہ  
گنبد پچاس فیٹ مربع ہے اور چار دروازے چار طرف ہیں جو ۱۰۰ پاؤں ۹۰ پاؤں ہیں۔

اندر سات قبریں چوٹے کچی کی ہیں جو بہت شکستہ ہیں اور فرش کے برابر ہو گئی ہیں۔  
طاس صاحب کی شکار گاہ

فصل سے ایک اور اونچی سی پہاڑی ہے اس  
پر ایک عمارت بنی ہوئی ہے جو طامس صاحب کی شکار گاہ کے نام سے مشہور ہے  
پہاڑ پر دو کنگورے دار برج ہیں جن کے بیچ میں ایک دیوار کھچی ہوئی ہے۔ پیرانے لوگ  
اسے سلطان شمس الدین التمش کی شکار گاہ کہتے ہیں۔ میرے خیال میں بادشاہ کی بنائی  
ہوئی کوئی سیر گاہ ہوگی جسے طامس صاحب نے درست کرالیا ہوگا۔

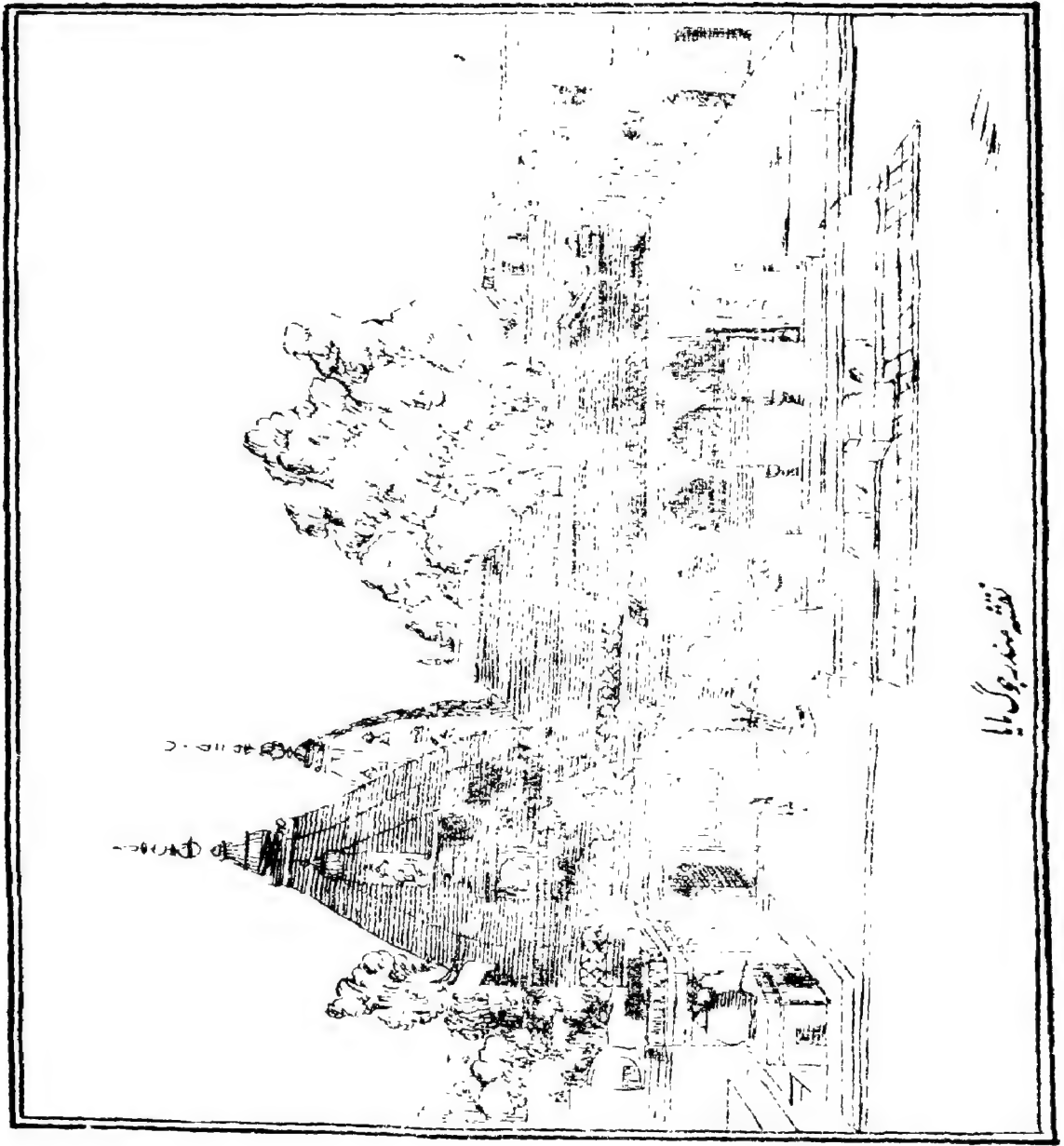
کوٹھی دکشا  
قطب صاحب کی لاٹ کے قریب ایک مکان نہایت خراب  
حالتہ ناقص و شکستہ محمد قلی خاں کے مقبرے کے نام سے  
مشہور تھا جو اکبر بادشاہ کے کوکا تھے اس لحاظ سے یا تو یہ عمارت  
اکبر اعظم کے عہد کی ہوگی یا جہانگیر بادشاہ کے وقت کی اس کو سرخیا نلس ٹکاف

مے جن کا شاہی لقب معظم الدولہ امین الملک اختصاص یار خاں طاس تیا فلس  
شکف صاحب بہادر فیروز جنگ صاحب کلاں تھا بنوایا اور آراستہ کیا  
اور گرد و درخت لکھ کر اسے۔ اب بالکل ویران اور ستہ حالت میں ہے۔ اب  
کو بھی دیکھنا جا کر وحشت کدہ ہو گیا ہے۔

**جوگ مایا کا مندر** | قطب صاحب کی لاٹ کے پاس بوسے کی لاٹ  
سے کوئی ۲۶۰ کے فاصلے سے سرحد یوسف سرا

پاسے مینار میں ایک اونچے احاطے کے اندر جوگ مایا یعنی مقدس دیوی کا مندر ہے۔  
کہا جاتا ہے کہ یہ مندر بہت قدیم اور راجہ پدھنٹر کے بنائے کا بنا ہوا ہے لیکن موجودہ عمارت  
کو دیکھو تو وہ سو برس کی بھی نظر نہیں آتی۔ ممکن ہے کہ مندر کی پرانی عمارت بوسیدہ ہو جائے  
تے نئے سرے سے بنایا گیا ہو۔ جوگ مایا کی پوجا تو کم سے کم آٹھ سو سال سے راجہ  
پتھور کے وقت سے مروج ہے لیکن اس کی ابتدا کا پتہ نہیں چلتا کہ کب سے اس دیوی  
کا استھان یہاں پر ہے۔ مندر کا احاطہ چار سو فٹ مربع ہے۔ احاطے کے چاروں طرف دیواریں  
ہیں۔ احاطے کے اندر مندر کو ملا کر کئی بائیں عمارتیں ہیں۔ جن کو اکبر شہی بادشاہ کے عہد  
کے ایک امیر سیہ حمل نے بنوایا تھا۔ اس مندر میں آس پاس تین برج الگ الگ  
ہیں اور جس برج کے آگے گھنٹہ لٹکا ہوا ہے اسی میں وہ پتھر کا ٹکڑا ہے جو دیوی کے نام سے مشہور  
ہے۔ اصل مندر کوئی خوب صورت اور دلکش عمارت نہیں ہے۔ ایک بھدی سی عمارت کے  
سامنے یہ مندر بنا ہوا ہے اور یہ عمارت بھی کچھ مندر سے زیادہ قدیم نہیں پائی جاتی۔ اصل مندر  
بتما مہا مع فرش سنگ سرخ کے یا سٹھ سال سے اول بنا تھا اور پھر بعد میں سنگ مرمر  
سے پائا گیا ہے۔ اس کی چوٹی پر سنہری گول جس کو ملا کر آسمان کی بلندی ہے۔ اس گول پر آئینہ  
لگا ہوا ہے جس کی پرچھا میں دور تک جاتی ہے۔ گول جس میں سنگ سیاہ کی دیوی کی صورت  
ہے ستر فٹ مربع ہے۔ دراصل یہ کوئی صورت بھی نہیں ہے بلکہ فرا ایک پتھر ہے۔ مندر کی چھت پست  
ہے جس پر چھوٹی چھوٹی برجیاں ہیں۔ حجرے کا دروازہ سنگ مرمر کا ہے۔ مقدس صورت  
ایک سنگ مرمر کے حوض میں رکھی ہوئی ہے جو دو فٹ چوڑا اور ایک فٹ گہرا ہے جس پر خرق  
غلاف ہمیشہ پڑا رہتا ہے اور اپنی کئی دو پچھتے چھت میں لٹکے ہوئے ہیں۔ ایک چوکی سنگ  
کی اٹھارہ انچ مربع اور نو انچ اونچی مورست کے سامنے رکھی ہوئی ہے جس پر چڑھا دیا اور پھول

نقشه مندرجہ بالا





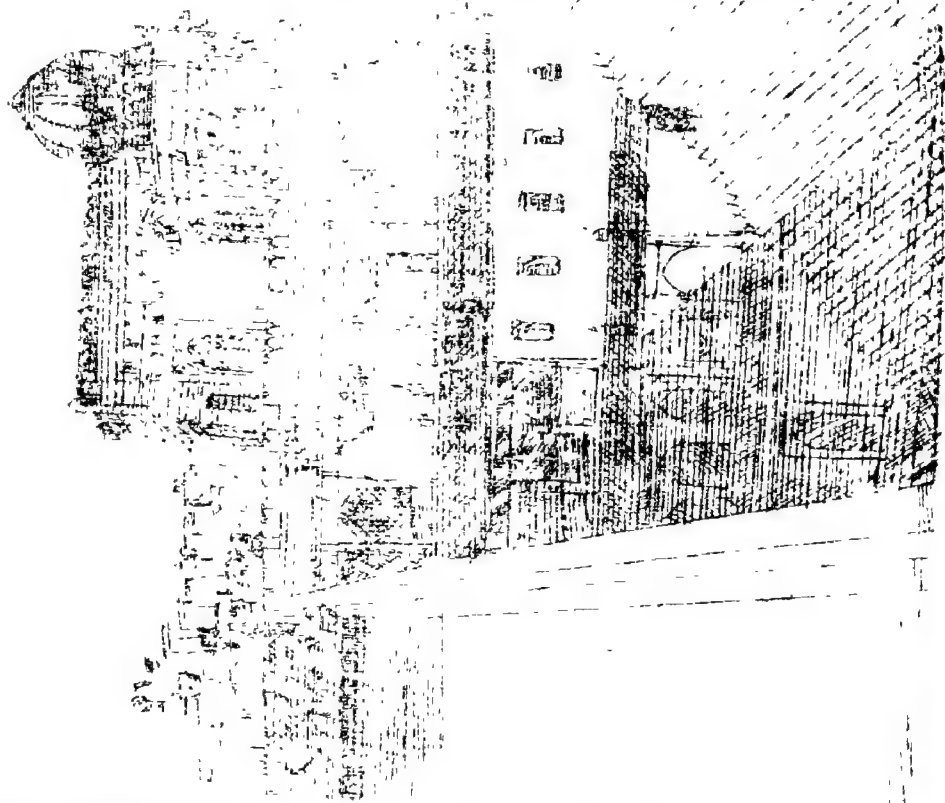
رکھے جاتے ہیں۔ شراب کا یہاں گزر نہیں۔ اکثر مندروں کی طرح یہاں کوئی گھنٹہ بھی نہیں  
 ہر کہتے ہیں کہ دیوی کو تختے کی آواز پسند نہیں۔ مندر کے سامنے آٹھ فیٹ پر ایک لوہے  
 کے پتھرے میں دو پتھر کے ستیر ہیں۔ پتھر یا پنج فیٹ مرلج اور دس فیٹ اونچا ہے۔ مندر  
 سے پتھرے تک کا راستہ پٹا ہوا ہے۔ چھت ہلکے تختوں کی ہے جس پر اینٹ اور چوٹے کا پلاستر  
 ہے اس کی چھت پر چار گھنٹیاں بجا ریوں کے لیے لٹک رہی ہیں۔ دیوی کی طبعی خاصیت بہت  
 غصیلی اور جابر بتلائی جاتی ہے یعنی جلال بہت ہے اور دنیاوی لذات سے بالکل متفرق اور  
 مندر کو شراب یا گوشت سے ناپاک کرنا بالکل پسند نہیں کرتی اس دیوی کا تفصیلی حال  
 سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتا جو جھگوت پران میں لکھا ہے کہ یہ دیوی کشن اور تار کی  
 بہن تھی جس کا یہ قصہ مشہور ہے کہ وہ بجلی بن کر لوپ ہو گئی اور یہاں آن پڑی۔ جب سے  
 یہ مکان جوگ مایاجی کا استھان ہو گیا۔ اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ رائے پتھورا  
 کی بیٹی مایاجی تھی جو حاجی روزہ کے پاس گئی اس وقت اس کے ساتھ بہت سی سہیلیاں  
 تھیں جس وقت رائے پتھور کی بیٹی مسلمان ہو گئی ان سہیلیوں نے یہ بات سوچی کہ اب  
 ہم راجہ کو کیا منہ دکھائیں گے اور جھگوان جائے وہ ہمارا کیا حال کرے گا۔ اس ڈر اور  
 شرمندگی سے سب کی سب ایک گوم میں جو اس مندر کے پاس تھا اور بعض کہتے  
 ہیں یہی کنواں تھا جو اب اس مندر کے پاس موجود ہے گر کر مر گئیں جب کہ رائے پتھورا  
 کو اس حال کی خبر ہوئی اس نے ان کی لاشوں کو نکالا اور اس مقام پر جہاں اب مندر  
 ہے پھونک دیا اور کہا کہ ”آنھوں نے بڑا جوگ کمایا“ جب سے اس کا نام جوگ مایا  
 ہو گیا اور پان پھول سٹھائی چڑھنے لگی اب رفتہ رفتہ یہ نوبت پونجی کہ یہ لوگ اس کو  
 دیوی کہنے لگے اور پوجا پتیری کرنے لگے اور مان منٹ مانگنے لگے غرض کہ یہ سب پوجاریوں  
 کی سن ترانیاں ہیں حقیقت حال کچھ معلوم نہیں ہوتی۔ لوگ اس دیوی کو کالکا دیوی سے  
 اچھا جانتے ہیں کہ وہاں توجو چڑھتا ہے یعنی قربانی ہوتی ہے اور یہاں پھول پتھر ٹری۔ احاطے  
 کے اندر پلنگ یا چار پائی لانے کی اجازت نہیں۔ لالہ ہر دیان سنگھ صاحب رئیس  
 دہلی نے وقتاً فوقتاً اس مندر کی تعمیر و ترمیم کرائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اچھی حالت  
 میں ہے۔ یہاں ہفتے وار ایک دن چھوٹا سا میلہ ہوا کرتا ہے۔

## راجوں کی بائیں (باؤلی)

۹۱۲ھ  
اور مسجد ۱۵۰۶ء

قطب صاحب کی لاٹ کے قریب جنوب  
و مغرب میں کوئی پانچ منٹ کے رستے  
پر ادھم خاں کے مقبرے کے جنوب  
میں یہ ایک عالی شان مکان ہے جس کو  
۹۱۲ھ میں سکندر شاہ لودھی بن بھلول شاہ لودھی کے عہد میں ایک امیر دولت خاں  
نامی نے بنوایا تھا۔ اس مکان کی لطافت اور نزاکت بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ یہ مکان  
چونے اور پتھر سے بنا ہوا ہے لیکن سنگین مکاناتوں پر ہزار درجے شرف رکھتا ہے۔ اس مقام پر  
ایک باؤلی ہے بہت نفیس و لطیف نہایت بڑی اور بغایت دل کشا بالکل سالم گویا ابھی  
معمار اٹھ کر گئے ہیں۔ کسی زمانے میں اس باؤلی کے مکاناتوں میں راج بستے تھے جب سے  
راجوں کی بائیں مشہور ہو گئی ہے مگر پھر راج جا کر مدتوں چار آبے تھے اور اب خالی پڑی ہے۔  
باؤلی کے شمالی رخ پر سیڑھیاں ہیں جو پانی کی تہ تک چلی گئی ہیں جن میں سے ستاون تو  
پانی کے اوپر ہیں اور نو پانی میں دکھلائی دیتی ہیں لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ سیڑھیوں کا سلسلہ  
باؤلی کی تہ تک ہوگا۔ باقی باؤلی کے تین طرف اونچی اونچی دیواریں کھڑی ہیں جن میں چار  
قطاریں محراب دار حجرہوں کی ہیں جو عرض و طول میں یکساں ہیں مگر تعداد میں مختلف۔ باؤلی کی  
دیواریں ۷۷ اونچی ہیں اور مشرق اور مغرب کی دیواریں ۷۰ المبی۔ اصل باؤلی کی چوڑائی ۷۷  
ہے۔ جب ہم نے دیکھا تو نو فیٹ پانی تھا مگر موسم بارش میں پانی بہت چڑھ جاتا ہے بلکہ حجرہوں  
کے نیچے کی منزل ڈوب جاتی ہے۔ باؤلی کے جنوب میں اوپر وار ایک ہشت پہل کنواں ۱۰۰  
قطر کا ہے جس میں مروے لگے ہوئے ہیں۔ باؤلی کے اوپر ایک بہت خوبصورت مسجد ہے جس  
کے دیکھنے سے آدمی کا دل خوش ہو جائے اور نہایت فرحت حاصل ہو۔ باؤلی کی مغربی  
دیوار کی سطح کے برابر مسجد کا پختہ صحن ہے جس میں چوکنے بچھے ہوئے ہیں۔ مسجد کا طول ۵۴  
عرض ۲۱ ہے اور بلندی ۲۶ ہے۔ مسجد میں دروں کی ہے جو ۹ - ۹ × ۶ - ۶ ہیں۔ چھت کے  
نیچے ایک بھاری چھتہ لگا ہوا ہے جو پتھر کے توڑوں پر لگا ہوا ہے۔ مسجد  
کی دونوں جانب چھت پر چڑھنے کا چھبیس چھبیس سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ تمام عمارت پتھر اور  
جولے کی بنی ہوئی ہے۔ چھت پر ایک کوٹھی دار گنبد ۴ مربع اور ۲ بلندی ہے۔ مسجد میں تین  
سیڑھیوں کا ممبر ہے اور فرش گچ کا ہے۔ لوگوں نے پکا پکاساری مسجد کو اندر وار سے کالا بھٹ

مکتبہ اسلامیہ



کر دیا ہر کپوں کہ مدتوں اس میں لوگ رہے ہیں۔

سجد کے پیش طاق پر بسم اللہ اور نین سطروں میں اسمائے حسنی اور منبر کے پاس والی محراب پر هو اللہ الذی لا اله الا هو عالم الغیب والشہادۃ تاختم سورہ عشر پارہ ۲۸ و ۶۷ سجد کے صحن میں پتھر کے ستون کھڑے کر کے ایک نہایت خوب صورت اور مستحکم کھلا ہوا چھتر بنا دیا جس میں ایک قبر ہے۔ اور باہر اس چھتر کے ایک قبر اور ہے۔ دولت خان کی قبر سنگ خارا اور سنگ سرخ کی ہے جو نو فیٹ لمبی اور چھ فیٹ چوڑی اور دو فیٹ اونچی ہے اس پر کسی قسم کا کتبہ سوائے کلمہ طیبہ کے نہیں ہے۔ البتہ مذکورہ بالا برج کی پیشانی پر یہ کتبہ بخط نسخ ہے۔

(۱) دراعہمد دولت ہمایوں سلطان الہ عظمہ المعظم المتوکل علی

(۲) السرحمان سکندر شاہ بن بھلول شاہ سلطان خلد اللہ ملکہ

(۳) و سلطانہ بنا کر دایں گنبد بند و امید و امر بہ رحمت پروردگار

(۴) دولت خاتون احسا قوم خواجہ محمد عمر ۱۰ ماہ رجب سنہ ۱۰۹۱ھ

یہ چو کھنڈی ۱۸۔ ۴ مربع ہے۔ چاروں طرف چار چار دریں ۳۔ ۱۰ چوڑے۔ گنبد کے اندر درود اکبر نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے۔ دولت خاتون کون بیوی تھیں معلوم نہیں۔

**دو برج** اس باؤلی کے پاس ہی ایک ٹیلے پر دو چو کھنڈی نما برج سنگ خارا کے بنے ہوئے ہیں۔

(۱) ۲۱۔ ۹ مربع۔ اس میں چار قبریں گچ کی ہیں اور چاروں قبریں مردانی ہیں۔ بائیں یہاں کے لوگ اس برج کو رضیہ سیکم کا برج کہتے ہیں حالانکہ سیکم موصوف کی قبر دہلی میں ہے نہ کہ یہاں۔ یہاں کی ایک قبر یہ سورہ ملک اور سورہ حشر کا آخری رکوع گچ میں کھدا ہوا ہے اور اسی طرح بیچ والی قبر پر آیتہ الکرسی ہے۔

(۲) اوپر والے برج کی طرح کا بارہ درہ راجوں کی بائیں کے شمال میں ہے۔ برج کے اندر کوئی قبر نہیں ہے مگر باہر چبوترے پر متعدد پختہ قبریں ہیں۔ یہ دونوں برج بے پتہ اور نامعلوم ہیں۔

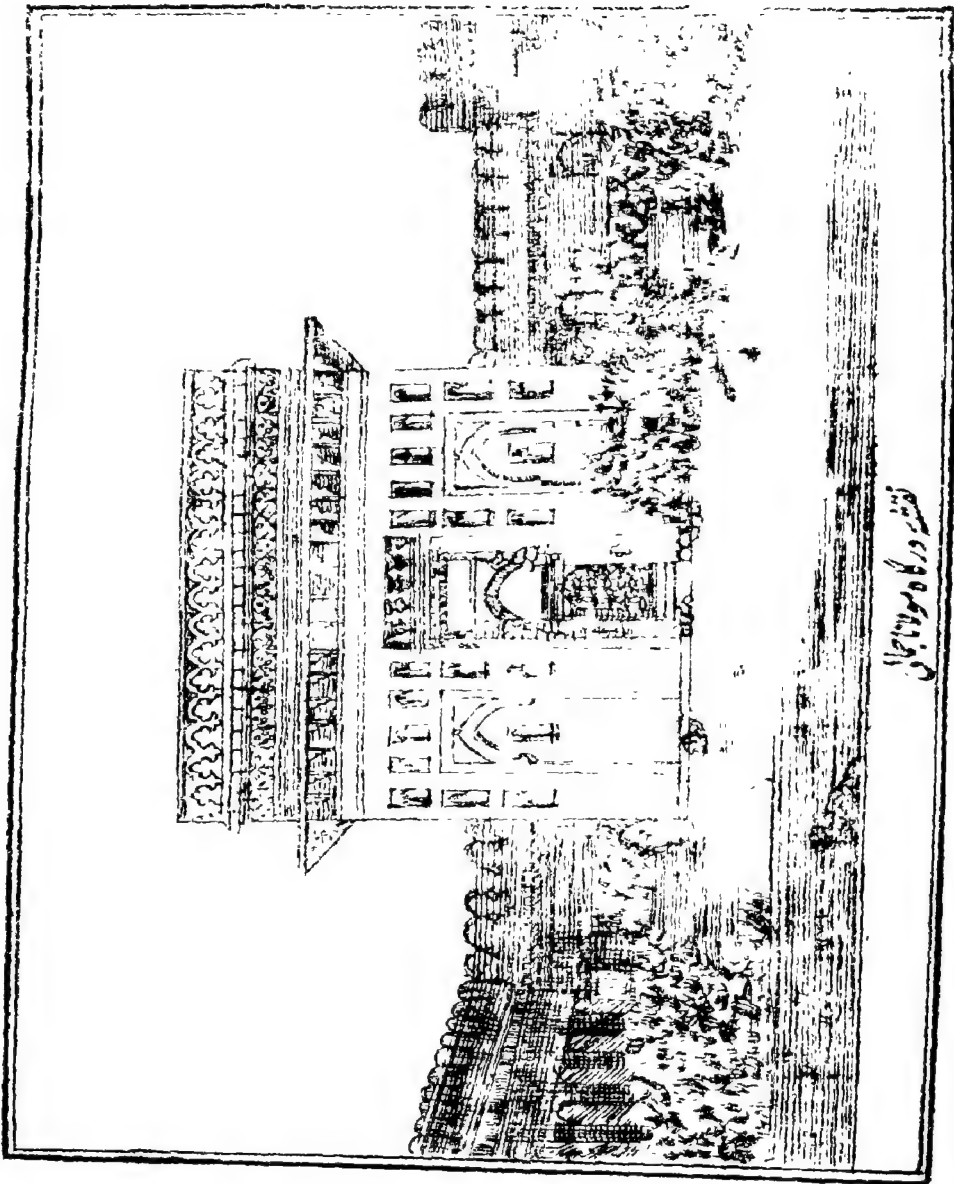
## مولانا جمالی اور کمالی کی

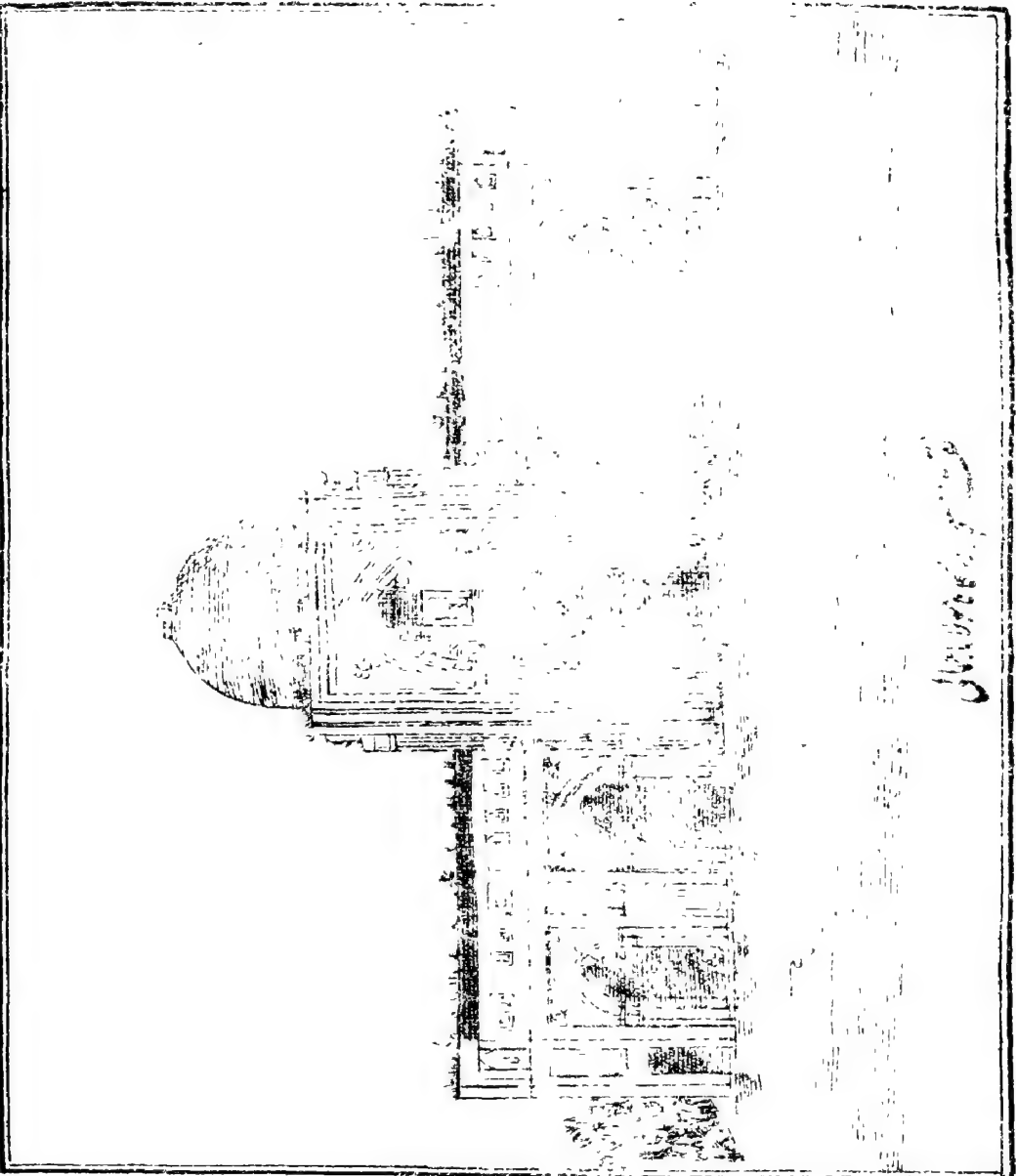
درگاہ اور مسجد ۹۳۵ھ  
۱۵۲۸ء

ہسبات من از کجا و این کار کجا  
در خور من ضعیف این بار کجا  
او صاف بزرگان ز شمار افز و منت  
در طاقت تقریر من زار کجا

شیخ فضل الدین جلال خاں جو حضرت جمالی کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک بڑے سیاح۔ عالم تاجر۔ نامی گرامی شاعر اہل اللہ تھے جن کے علم و فضل اور تقدس کا شہرہ دور دور تھا۔ درگاہ آپ کی راجوں کی بایں کے پاس پختہ باہر شاہ بادشاہ کے عہد کی بنی ہوئی ہے۔ آپ ایک بڑے باکمال شاعر تھے۔ شتوی غزلیں قصائد سب ہی کچھ کہتے تھے مگر قصائد آپ کے بڑے پر معنی اور پُر زور ہوتے تھے۔ آپ اہل جلالی تخلص کرتے تھے پھر جمالی تخلص کرنے لگے۔ آپ مولانا سہارا الدین علیہ الرحمہ کے مرید تھے۔ آپ کے حسن کلام کی وجہ سے دربار شاہی میں آپ کی بڑی وقعت تھی۔ آپ کے زمانے میں دہلی میں چار بادشاہ ہوئے۔ سکندر لودھی۔ ابراہیم لودھی۔ بابر اور ہمایوں۔ سکندر لودھی کے زمانے میں آپ کا نیر اقبال چمک رہا تھا اور طوطی بول رہا تھا اور اُس زمانے کے اولیائے کاملین میں آپ کا شمار تھا۔ اگرچہ ہمایوں بادشاہ کے عہد میں آپ کی وہ بات نہ رہی تھی پھر بھی متوسلان شاہی میں آپ کا مرتبہ بلند تھا۔ آپ کو تدبیری مباحث میں یدِ طولیٰ حاصل تھا اور سب آپ کے آگے سر تسلیم خم کرتے تھے حتیٰ کہ علماء اور فضلاء دیگر بلاد بھی آپ کا لوہا مانتے تھے ۹۳۵ھ میں آپ نے ایک مسجد اور یہ درگاہ اور پھر اپنا مقبرہ قطب صاحب کی پُرانی بستی میں راجوں کی بایں کے پاس بنوایا۔ یہ مسجد نہایت عمدہ اور بڑی شان و شوکت کی چونے پتھر سے بنی ہوئی ہے اُس کی خوبی وضع اور دل کشائی کا بیان نہیں ہو سکتا حقیقت میں یہ مسجد کسی زمانے میں بہت دل چسپ اور نہایت دل پسند ہوگی اس مسجد پر کوئی کتبہ یا تاریخ بنا نہیں اس سبب سے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مسجد کب بنی اور کس نے بنائی مگر یہ ظاہر ہے کہ درگاہ کے ساتھ کی مسجد ہے اور اُسی زمانے میں بنی ہوگی جب کہ درگاہ بنی۔ اس کی وضع قطع ہمایوں بادشاہ کے عہد کی عمارتوں سے بہت ملتی جلتی ہے اس لیے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ مسجد

مکتبہ دارالعلوم دیوبند





مکتبہ اسلامیہ کراچی

ہمایوں بادشاہ کے عہد کی بنی ہوئی ہے اور درگاہ کے ساتھ بنی ہے۔ اگرچہ یہ مسجد اس  
 ویران ہے مگر اگلے زمانے میں عین قطب صاحب کی آبادی میں واقع تھی چنانچہ  
 اس میں بھی ٹوٹی پھوٹی حویلیوں کے کھنڈر اس کے اطراف میں موجود ہیں۔ آپ  
 ہمایوں بادشاہ کے ساتھ گجرات تشریف لے گئے تھے اور وہیں ۱۰ ذی القعدہ ۱۵۵۶ء  
 میں آپ کا وصال ہوا۔ ”خسرو ہند و اقصیٰ“ آپ کی تلخ وفات ہے۔ آپ کی  
 نقش گجرات سے دلی لائی گئی اور پٹن حجرے میں آپ رہا کرتے تھے اُسی میں آسودہ  
 ہیں۔ مسجد اور درگاہ کے احاطے گو علی حدہ علی حدہ ہیں مگر ملے ہوئے ہیں چنانچہ مسجد  
 کی شمالی دیوار جو درگاہ کی جنوبی دیوار ہے درمیان میں راستہ بھی تھا جو اب بند کر دیا گیا  
 ہے۔ صحن مسجد ۱۳۴ × ۷۷ ہے جس میں جانے کا دروازہ مشرق کی دیوار میں ہے جو حال کا  
 ٹکڑا لا ہوا معلوم دیتا ہے۔ قدیم دروازہ جنوبی دیوار میں تھا جو ایک جدید دیوار سے جو مشرقی  
 اور مغربی دیواروں کو ملاتی ہے بند ہو گیا ہے۔ جمالی مسجد کی وضع قطع سوٹھ کی مسجد جیسی ہے فرق  
 صرف اتنا ہے کہ اول الذکر میں صرف ایک گنبد ہے اور آخر الذکر میں تین۔ جمالی مسجد کا  
 گنبد بودیوں کے زمانے کی آخر طرز کا ہے۔ مسجد ۱۳۴ لمبی اور ۷۷ چوڑی اور ۳۳ اونچی

۱۔ بسیار فاضل و باخرد و دیانت بوادہ در خوردی نام او جلال خاں بود و تخلص جلالی داشت چوں جوان  
 شد باشارہ پیر خود شیخ سماء الدین جمال خاں نام و جلالی تخلص کرد۔ سیر العارفین از تصنیفات اوست  
 و در زمان ابوالغازی سلطان حسین مزار تاجر اسان رفتہ و تا آخر عمر مزار ابدال دیار گزرا نیدہ و در سہ  
 مراجعت نمودہ معاصی سلطان سکندر بود۔ بابر شاہ بادشاہ احترام ادکما ہی بجای آورد و ہمایوں  
 بادشاہ را بہ محبت او سیلے موغور بوجہ ہوارہ یا او مجالست می نمود۔ از ابیات اوست ہے  
 مارا ز گرد کوش پیر اہمیت برتن دال ہم ز آب دیدہ صد چاک تا بدامن

تایخ نزلت از فجر او اصلین

محو ذات خدا جلالی بود	عاشق دست لالہ با لی بود
شعر نگین و تازہ آتش بجاں	ہست عشرت ذلے پیر و جواں
نقبش را بداں ز روے یقین	بود بے اشتباہ تفسر الدین
سال نقاش بغزت و تنگیں	

خردم گفت ماہ خلیہ بریں - ۱۲



ہر چھت سے گنبد تک اور دس فٹ کی بلندی پر مسجد پنج درمیانی محراب  
دیوار میں دو فٹ اندر دار کوئی چوڑا دروازہ چوڑی ہے۔ دیوار دوزستوں  
کے سرے جہاں سے محراب شروع ہوتی ہے سنگ سرخ کے ہیں جن پر عمدہ نقش  
نگار ہیں۔ نہیں کہا جاسکتا کہ کبھی یہ ستون چھت تک بلند تھے یا نہیں۔ محراب کی  
اندرونی حصے پر بھی مینت کاری۔ کے عمدہ نقش و نگار ہیں اور محرابوں کی پیشانی پر  
بھی خوش نمایاں بوٹے بنے ہوئے ہیں اور سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی پٹیاں  
چڑی ہوئی ہیں۔ محراب کے نیچے اُس دیوار میں جس میں بیچ کا دروازہ ہے ایک چھوٹی سی  
محراب دار کھڑکی ہے۔ اس کھڑکی سے تین پار فٹ نیچے وہ دروازہ ہے جس کا ذکر اوپر  
آیا ہے جو آبلند اور ۱۰ فٹ چوڑا ہے۔ اس دروازے پر بھی سنگ مرمر اور سنگ  
سرخ کی پٹیاں بیل بوٹے اور نقش و نگار ہیں۔ درمیانی محراب کی اوپر دھڑکی  
محراب میں ۱۴ اونچی اور دس فٹ چوڑی ہے بیچ کی محراب کی چھت دونوں جانب  
کی محرابوں کی چھت سے ۸ اونچی ہے۔ آخری بازو کی محرابوں کے دیوار دوزستوں  
میں دو طاق کم گہرے اور تین فٹ اونچے ہیں۔ بیرونی دیوار دوزستوں کی غلی  
محرابیں کھلی ہوئی ہیں اور ان میں سے مسجد پر چڑھنے کا زینہ ہے۔ چھوٹی محرابوں کی  
پیشانی پر بھی نقش و نگار ہیں جن میں بھورا اور لال پتھر لگا ہوا ہے۔ صحن مسجد میں چوکے  
نیچے ہوئے ہیں۔ پانچوں دروں کے جواب میں بچھیت کی دیوار میں بڑی بڑی  
دیوار دوز محرابیں ہیں۔ ان محرابوں میں سنگ مرمر کے ٹپکے اور نقش و نگار ہیں  
بیچ کے حصے پر گنبد جس کی چھت محراب دار ہے اور اطراف کے حصوں کی سطح۔  
درمیانی حصہ مربع ہے مگر اوپر جا کر شہت پہلو ہو گیا ہے۔ درمیانی حصے کے کونوں  
کی مثلثی جگہ میں عمدہ نقش و نگار ہیں۔ مسجد کی عقب کی دیوار میں بھاری بھاری توڑ  
جگہ کو پر کرنے کو لگا دئے ہیں۔ صحن مسجد کے شمال و مغرب کے کونے میں کوئی  
ستر فٹ مربع زمین فصیل تھا احاطے سے محصور ہے۔ احاطے کی دیوار دس  
فٹ اونچی ہے اور اسی میں مولنا جامی کا مزار شریف ہے۔ یہ احاطہ بھورے پتھر اور  
گچ کا ہے جس میں جانے کے لئے شمالی دیوار میں ایک پست دروازہ لگا ہوا ہے۔  
تمام دیوار میں طاق ہی طاق ہیں اور مغرب رخ کی دیوار کے طاق کھلے ہوئے ہیں۔

اس احاطے کے جنوب و مغرب کے کونے میں ایک حجرہ ہے جو غالباً خدام کے لئے بنایا گیا ہے اور یہیں وہ دروازہ تھا جس میں سے سجد میں جانے کا رستہ تھا جواب بند کر دیا گیا ہے۔ حضرت کے مزار کے مشرق میں ایک وسیع احاطہ ہے جس میں بہت سی قبریں ہیں حضرت کی قبر ۲۵ مربع اور ۱۱ اونچے حجرے میں ہے جس کا دروازہ جنوب کی دیوار میں ہے۔ دروازے کے سامنے اور عمارت کے گرد اگر دستگیریاں ہیں توڑ سکے ہوئے ہیں۔ اسی کے نیچے حجرے کے اطراف ایک کاشتانی اینٹوں کے کام کا پتھر ہے۔ حجرے کی سطح چھت کے اطراف بھی رنگین نقاشی کا کام ہے۔ دروازے کے دونوں طرف دو طاق ہیں جن کے اوپر چھوٹے چھوٹے طاق روشنی کے لئے بنے ہوئے ہیں۔ حجرہ شریف میں سنگ مرمر کا فرش ہے جس پر سنگ موسیٰ کی تحریر ہے۔ مغربی دیوار میں ایک چھوٹا سا سنگ مرمر کا طاق قبلہ کی طرف ہے جس پر یہ کتبہ ہے۔

لا الہ الا اللہ الملک المجید رسول اللہ المختار۔ اللہ (۴ مرتبہ) شہد اللہ  
انہ لا الہ الا اللہ والکلمۃ الاولوالعلم قائما بالقسط لا الہ الا اللہ العزیز  
بارہ (۳) س آل عمران ۱۸۔ الملک الواحد القہار لا الہ الا اللہ محمد الرسول  
یا اللہ۔

شمالی اور مغربی دیواروں میں سنگ سرخ کی جالیوں لگی ہوئی ہیں۔ ان جالیوں کے دونوں طرف جہاں مغربی دیوار میں دروازہ اور دیوار دوز محراب ہے روشنی اور ہوا کی آمد و رفت کے لئے دو فیٹ مربع طاق بنا دیئے ہیں۔ حجرے کی چھت اندر سے گنبد دار ہے جس میں نہایت عمدہ مگر ضرورت سے زیادہ نقش و نگار اور رنگ آمیزی ہے۔ حضرت کی قبر شریف حجرے کے پنج میں ہے۔ آپ کی دہلی طرف اور ایک قبر ہے جو آپ کے جانی کمالی صاحب کی کہی جاتی ہے۔ بائیں طرف ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ دونوں قبریں نہایت شگفتہ سنگ مرمر کی ہیں جو بہت مجلی کیا گیا ہے۔ قبروں کے تنوید سیدھے سامنے چھپے ہیں جن پر نہ کوئی نقش و نگار ہے نہ کوئی کتبہ۔ درگاہ کے اندر گنبد کے گرد چوڑے کی مینت کاری میں ذیل کی ہدف غزلیں آپ کی کہی ہوئی کھدی

ہوئی ہیں :-

## عزل

اگر کفر کشد سر سیاہ کاری ما  
 بود بجنو تو چشم امید داری ما  
 بہ آستان تو شرمندہ سگان تو ام  
 کہ شب قرار ندارد بآہ وزاری ما  
 اگر پردہ رازے تو محسوس یابم  
 فقر بفر نہاید بہ پردہ داری ما  
 بجاک کوسے تو در چشم مردماں خوایم  
 بہ نزد اہل نظر غنوت است خواری ما  
 زابر لطف تو شد تا پدید گرد گناہ  
 و لیک شستہ نشد دلخ شہساری ما  
 بر دزد جبر تو در سبکی و تنہائی  
 بجز نعمت زسد کس بنگساری ما  
 جمالیسا بدر یار التجاسی آر  
 کہ بہت برود دلدار ستگاری ما

## دوسری عزل

ز حد گذشت بشفق تو بے قراری ما  
 جمال عفو تو کہ آمدے بریں ز نقاب  
 اگر نہ دے غور قہریم از گنہ کاری  
 اسید بہت کہ رحم آمدی بزاری ما  
 جلال عفو تو کہ آمدے بریں ز نقاب  
 اگر نہ دے غور قہریم از گنہ کاری  
 بغزت جبروت و بجزمت ملکوت  
 اسید بہت کہ رحم آمدی بزاری ما  
 اگر پردہ راز تو پردہ دار شویم  
 ریم گرفتار از بیجا کساری ما  
 فرشتہ را نستر دجائے پردہ داری ما  
 نزدیک تشیع ابر کرم فرو شوئی  
 غبار جرم ز رخسار شہساری ما  
 نظر بسوے جمالی فلن ز روے عطا  
 سبیں بجانب سستی و حنم کاری ما

## قطع

اے رحمت تو از غضب برد گرو  
 دگر تہترالطف تو فرمود برو  
 جاسے کہ شد از خرم عفو تو سخن  
 آں جا گنہ خلق نسیب بجو

درگاہ گو مختصر مگر بہت خوب صورت اور بالکل درست حالت میں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کل کی بنی ہوئی ہے۔ اندر فرش سنگ مرمر کے چوکوں کا ہے جس میں سنگت سنی کی ٹیلیں پڑی ہوئی ہیں۔ آپ کی قبر کا تعوید ۶۔ ۵ x ۳۔ ۸ ہے دونوں قبریں ایک ہی وضع کی ہیں اور اللہ اللہ اور بیچ میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ حجرہ شریف اندر سے ۱۳۔ ۱۰ امرج ہے۔ دیواروں پر خدا جانے کس نفاس سے کج کی ہے کہ شل آئینے کے منہ دکھلائی دیتا ہے۔ دیواروں پر نقش و نگار کے علاوہ گنبد کی چھت پر جو بہت بلند نہیں لا جو دی رنگ کے ایسے گل بوٹے نکالے ہیں کہ چمن کھلا دیا ہے اور رنگ ایسا پائدار ہے کہ ذرا پھیکا بھی تو نہیں پڑا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نقاش نے قلم دھرا ہے۔ درگاہ کے سامنے ۲۶ x ۱۲ کا چوپڑ کا بہت نفیس فرش ہے جس میں سفید اور گردے رنگ کی چھ اینچ مربع ٹیلیں لگی ہوئی ہیں اور آج تک باوجود دروندن کے یہ فرش جمدا رہا ہے۔ سبحان اللہ کیسے بنائے والے تھے اور کیسے بنوائے والے۔ اسی فرش کے بیچوں بیچ ۷۔ ۱۳ پھوس ہے جو اب پاٹ دیا گیا ہے۔

آپ کی درگاہ کا احاطہ بہت وسیع انفصل ناکنگورے دار ہے جس کا طول و عرض ۱۱۲ x ۹۸ اور اونچان ۱۰ ہے۔ ساری دیواریں طاق طاق بنے ہوئے ہیں۔ اتنے بڑے احاطے کے اندر پورا کچ کا فرش تھا جو سب ضائع ہو کر کہیں کہیں کوئی کوئی ٹکڑا رہ گیا ہے۔ درگاہ کے احاطے کے اندر بجانب

## سنگ سرخ کی چوکھنڈی

چوکنڈی ۱۰ x ۱۲ امرج چوکھنڈی ہے جس کے بیچ میں سنگ سرخ کی ایک زنانی قبر ہے جس پر موقوف اللہ اللہ اور بیچ میں کلمہ ہے۔

دوسرا احاطہ ۱۰۰ x ۱۰۰ امرج طاق دار احاطہ ہے جس کی بلندی ۱۱ ہے۔

فرش پختہ تھا اب کہیں کہیں کنارے کنارے باقی رہ گیا ہے۔ اس میں بہت سی قبریں ہیں مگر سب کا انفصل بیان اور آچکا ہے۔ بڑی بھاری اور عالی شان بڑے مسجد

وسیع احاطے کے اندر یہ مسجد عمارت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مکمل نہ ہونے پائی اور ادھوری ہی رہ گئی کیوں کہ دو درکتبوں سے خالی رہ گئے ہیں۔

مسجد میں دو طرفہ منبتیں انتہی سیر معیوں کا زمینہ ہے۔ ممبر تک باقی نہیں۔ مسجد کا فرش صرف روڑی کارہ گیا ہے۔ داہنی طرف سے پہلے در پر (۱) کیسی البران لوٹا وادھو کما قبل المشق و المخراب تا داؤد لک ہم المتقون۔ پارہ ۲۔ س بقرة۔ ج۔ یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم السلام تا العلم ہم یرشدون۔ پارہ ۳۔ س بقرة۔ ج۔ (۲) آیتہ الکرسی فمن یکفر بک۔ اور تا ادخل علیھا ذکر یا المحراب تا ان الله یرزق من لیشاء بغیر حساب۔ پارہ ۴۔ س من آل حزن۔ ج۔ (۳) پیش طاق۔ وما جعلنا القبلۃ انی کنت علیھا تا ان الله بالناس لیسر وقت رحیم پارہ ۵۔ س ایس۔ ج۔ سجنت ربک رب العز و عزالہ مقون و سلم علی المرسلین والحمد لله رب العلمین۔ پارہ ۶۔ س صفت۔ ج۔

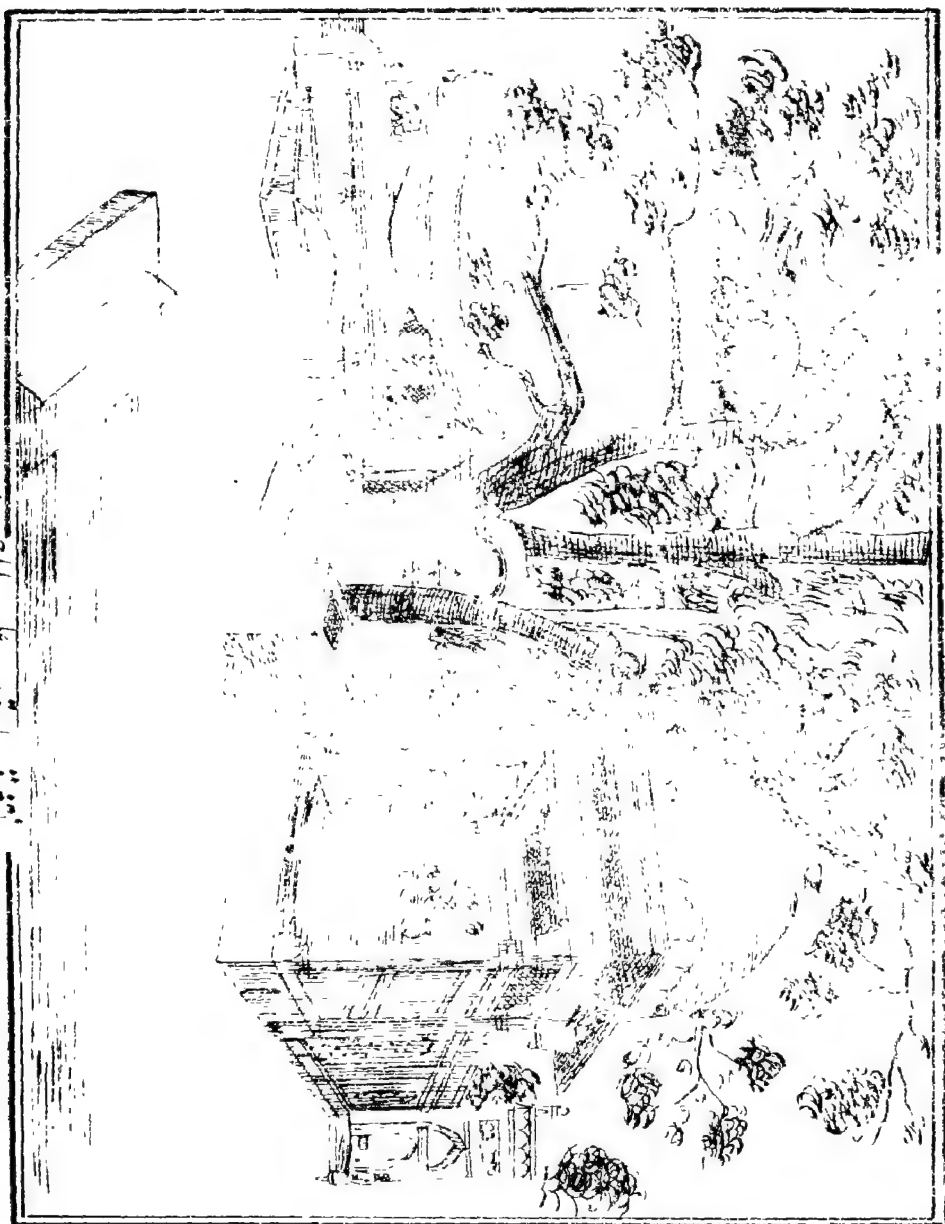
باقی دو درکتوں سے خالی رہ گئے ہیں۔ بیچ کی محراب سنگ مز کی ہے جس میں سنگ مرمر اور سنگ سرخ کی نہایت نازک اند نفیس مرغونیں بنی ہوئی ہیں۔ گو مسجد سنگ خارا کی ہر مگر باہر کی محراب کار و کار سنگ سرخ کا ہے۔ اور اس پر ایک بہت خوب صورت نشین سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔

**ایک برج** مسجد کے شمال میں ایک اونچے ٹیلے پر سنگ خارا کا ایک بہت پہلو برج بہت مضبوط بنا ہوا ہے جس کا قطر ۱۱ فٹ ہے۔ اور ہر ضلع طول میں ۷ فٹ ہے اور در کی بلندی ۱۰ فٹ ہے۔ مگر اس میں کوئی خبر نہیں رہی صرف بن گھڑے پتھروں کا فرش باقی رہ گیا ہے۔ مسجد اور درگاہ کے گرد دور دور تک مکانوں کے کھنڈر ہیں مکانوں کی پیار و پیواری اور محبوسوں کی دیواریں کھڑی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اب جنگل میں یہ درگاہ ہر پہلے اس کے گرد آبادی تھی۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی  
اوی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ

لے سرور اولیائے عالم  
ای قبلہ اصفیائے اکرم  
روے تو کہ آفتاب جن سے  
پیداشد از و ضیائے عالم

بیت القیاس علی الارض



حضرت خواجہ قطب الدین صاحب حسینی ہیں آپ کے نسب کا سلسلہ حضرت  
امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی خواجہ  
کمال الدین احمد موسیٰ اوشی ہے۔ آپ اوشش ملک ماوراءالنہر کے رہنے والے  
تھے حضرت خواجہ قطب الدین جو عموماً خواجہ صاحب سے مخاطب کیے جاتے  
ہیں بزرگان دین میں نہایت اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں۔ حضرت صرف ڈیڑھ یا ڈھائی  
ہی سال کے تھے کہ آپ کے پدر بزرگوار نے انتقال فرمایا۔ آپ شہر بغداد  
میں امام ابو اللیث شمر قندی کی مسجد میں بہارِ رجب المرجب ۳۲۵ھ حضرت  
معین الدین جن جینی سجری قدس سرہ العزیز کے مرید ہوئے اور مرتبہ  
خلافت پیرانِ حشمت سے حاصل کیا اور ایک مدت خواجہ بزرگ کے ساتھ بغداد شریف  
میں محنت و دیانت شائقہ کھینچی۔ جب خواجہ موصوف بغداد سے اجمیر شریف  
تشریف لائے تو بعد میں آپ بھی پہلے ملتان آئے بعد دہلی پہنچ کر آپ  
نے خواجہ بزرگ کی خدمت میں ایک عریضہ اشتیاقیہ لکھا۔ حضرت نے جواب  
دیا کہ روحانی نزدیکی کو مکانی فاصلہ نقصان نہیں پہنچاتا اور نہ پہنچائے گا اگر بابا  
بختیار تم کو دہلی میں رہنا چاہیے چنانچہ آپ دہلی ہی میں رہے مگر تین بار آپ کی  
زیارت کو اجمیر تشریف لے گئے۔ سراج الاقطاب میں لکھا ہے کہ آپ  
۵۸۵ھ فتح دہلی سے پورے تین سال پہلے راہِ پنجپور کے زمانے میں  
ہندوستان تشریف لائے اُس وقت سن شریف بیس سال کا تھا اور آپ  
تحصیلِ علوم سے فرائع حاصل کر چکے تھے آپ کو دنیاوی معاملات و امور سلطنت  
سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا آپ کا مشرب ہمیشہ صلح کل رہا۔ سراج الاقطاب میں لکھا ہے کہ  
آپ کے تعلقات سلطان محمد غوری سے سنگت نہ تھے مگر سلطان  
شمس الدین لہنس آپ کا بڑا معتقد تھا اُس کے زمان سلطنت میں آپ کا بڑا

۱۵ اوشش بر وزن موش ولایتِ فرغانہ میں ایک قصبہ ہے مابین سمرقند اور اندجان کے۔ آپ کی ولادت  
کے سال میں اختلاف ہے۔ کتب تواریخ سے آپ کی وفات یومِ دوشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۷۳۳ھ میں ہوئی اور  
وفات کے وقت آپ کی عمر چھ ہتر سال کی ثابت ہوتی ہے بلکہ صاحب اسرار لادیا لکھتے ہیں کہ سن شریف چھ  
ہتر سو برس کا تھا کیوں کہ آپ کی ولادت ماہِ رجب ۷۱۳ھ ہونا بھی جاتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔



بعد مقرر تھا۔ پہلے پہل آپ نے پانی کے آرام کے خیال سے موضع کیلو کھڑی  
 میں سب آپ قیام فرمایا اور کچھ دنوں وہیں رہے کہ شمس الدین لٹمس نے آپ کو  
 شہر میں لانے کی خواہش کی لیکن آپ نے انکار کیا مگر پھر بھی ہفتے میں دو مرتبہ  
 بادشاہ آپ کی خدمت میں بالاتزام حاضر ہوا کرتا تھا حالانکہ آپ کی اقامت کا فصل  
 پانچ کوس تھا۔ آخر بادشاہ بہت مصر ہوا اور آپ کو نہایت عجز و الحاح سے شہر  
 میں لایا اور اعزاز الدین کی مسجد کے پاس جو ایک پرفضا اور مصفا مقام تھا آپ کو  
 ٹھیرایا۔ شہر کے چھوٹے بڑے سب خواجہ صاحب سے رجوع ہو گئے۔ تھوڑے  
 دنوں بعد مولنا جمال الدین احمد بسطامی شیخ الاسلام نے انتقال کیا۔  
 بادشاہ نے چاہا کہ یہ خدمت آپ کو دے لیکن آپ کو دنیاوی معاملات سے  
 کیا تعلق تھا آپ نے ہرگز قبول نہ فرمایا۔ آپ دہلی ہی میں شامل ہوئے اور آپ  
 کے دونوں صاحب زادے سید احمد اور سید محمود صاحبان آپ  
 کے برابر ہی آسودہ ہیں بڑے صاحب زادے کا مزار تو کٹھرے کے اندر آپ کے  
 برابر ہی ہے اور چھوٹے صاحب زادے کا کٹھرے کے باہر آپ کی پائنتی بڑے صاحب  
 سید احمد بڑے صاحب جذبات و کمالات گزرے ہیں۔ سید محمود نے عالم طفلی  
 میں سات سال کی عمر میں ہی انتقال فرمایا۔ حضرت خواجہ صاحب کے مزار کے  
 سامنے خواجہ عبدالعزیز بسطامی اور پائنتی قاضی حمید الدین ناگوری مولنا بدر الدین  
 غزنوی اور امام الدین ابدال حضرت ضیاء الدین دست غیب خواجہ صاحب کی طایہ  
 کے صاحب زادے خواجہ شرف الدین بقال اور بہت سے بزرگان دین کے  
 مزارات ہیں۔ آپ کو حضرت خواجہ خضر سے عالم رویا میں ملاقات ہوئی تھی۔ آپ  
 کے کمالات خوارق عامات کرامتوں عجیب گویوں کی بہت سی روایتیں مشہور  
 ہیں مگر آپ نے خود کبھی اپنے کشف و کرامات کا اظہار نہیں فرمایا۔ آپ جب تک  
 زندہ رہے مرجع خاص و عام رہے اور گوکہ آپ کے جنازے کو بادشاہ وقت  
 نے کندھا دیا مگر آپ کے بے شمار مریدیں اور معتقدین کو جو عقیدت آج تک  
 انہیں کے مقابلے میں یہ امر کوئی قابل فخر بات نہ تھی۔ آپ نے اپنے وصال  
 کے وقت اپنا جبہ اور عصا اپنے مرید اور خلیفہ حضرت فرید گنج شکر کے پاس



بقام پاک پٹن جو ملتان کے قریب پہنچ دیا۔  
 رعایت یہ کہ جب ایک بار حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجیر سے وہلی  
 اس ضرورت سے تشریف لائے کہ آپ کے دو صاحب زادوں کا علاقہ  
 اجیر میں ایک گاؤں تھا وہاں کا تعلقہ دار تنخواہ دینے میں آپ کو ستانا تھا۔ آپ  
 نے صاحب زادوں کی خاطر دہلی چل کر بادشاہ سے مشاہرہ لانے کی آمادگی ظاہر  
 فرمائی۔ خواجہ بزرگ دہلی تشریف لائے اور حضرت قطب صاحب سی کے  
 مکان پر تشریف فرما رہے قطب صاحب نے فرمایا کہ آپ کو بادشاہ کے دروازے  
 پر جانے کی کیا ضرورت اور میں نہیں چاہتا کہ فرسی بات کے لئے آپ وہاں تک  
 تکلیف فرمائیں یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ مختصر یہ کہ آپ بادشاہ کے پاس  
 گئے۔ بادشاہ تو آپ کی ملاقات کا بھوکا ہی تھا آپ کی تشریف آوری کو بے غنیمت  
 سمجھا اور بہت خوش ہوا اور اسی وقت مقررہ مشاہرے کی اشرافیوں کی تحلیلیاں تیار  
 کیں۔ اسی مجلس میں رکن الدین حلوائی حاکم خطہ اودھ بھی آیا اور حضرت کے بلند  
 مرتبے پر بیٹھا بادشاہ کو یہ سوا ادبی ناگوار معلوم ہوئی آپ نے تاڑ لیا اور حسد  
 پیشانی سے فرمایا کہ جس وقت علو اور کاک موجود ہوتا ہے تو ہمیشہ علو کاک کے  
 اوپر رہتا ہے پس اگر حلوائی کاک سے اوپر بیٹھ گیا تو کیا بُرا ہوا۔  
 حضرت قطب صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ معین الدین صاحب دہلی  
 تشریف لائے اُس وقت شیخ نجم الدین صفرا دہلی کے شیخ الاسلام تھے اور  
 خواجہ بزرگ سے اُن سے قدیم رد البطلک خراسان سے تھے اور آپ کی  
 طبیعت میں چوں کہ انکسار بہت تھا آپ بے تکلف اُن سے ملنے چلے گئے وہ  
 ایک چوتھے کے بنوائے میں مصروف تھے ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔  
 آپ نے نزدیک جا کر السلام علیکم کہا اور کہا کہ شاید تم کو شیخ الاسلامی کا گھمنڈ ہے  
 جو قدیم دوستوں سے یوں بے رخی کرتے ہو۔ نجم الدین نے بہت کچھ معذرت  
 کی اور کہا کہ معاف کیجئے میں نے دیکھا نہیں ورنہ میں وہی جذبہ معتقدانہ مخلص  
 ہوں مگر آپ نے اس شہر میں ایک ایسے مرید کو چھوڑا ہے کہ اُن کے سامنے  
 میری خدمت پہنچ ہی نہ آپ سکرائے اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو میں بابا قطب الدین

کو اپنے ساتھ اجیر لے جاؤں گا۔ خواجہ بزرگ نے چندے دلی میں اقامت فرما کر مراجعت کا قصد فرمایا اور قطب الدین صاحب نے فرمایا کہ "بابا بختیار و فتنہ تو ایسا شہر میں مشہور ہوا کہ بعض لوگ تجھ پر رشک کرتے ہیں اٹھ اور میرے ساتھ چل، پہنچانچہ آپ نے بھی حضرت کے ساتھ اجیر جانے کا ہتھیہ کر لیا۔ یہ خبر مثل برق صاعقہ کے پھیل گئی جس سے دلی میں ایک تہلکہ عظیم برپا ہو گیا اور لوگوں نے حضرت معین الدین کے حضور میں واویلا اور منت سماجت کی کہ حضرت کو دلی ہی میں رہنے دیا جائے کہ جن کے دم قدم کی برکت سے ہم لوگوں کی جان میں جان ہوا اور شہر میں برکت ہے۔ یہاں تک کہ سلطان شمس الدین التمش یہ خبر سن کر پاپیادہ حضرت کی خدمت میں دوڑا ہوا آیا۔ چوں کہ ایک جم غفیر کی یہ خواہش تھی حضرت معین الدین نے یہ درخواست قبول فرمائی اور خواجہ بزرگ نے آپ کی مفارقت میں تمام شہر کا حال ایسا مضطرب و پریشان دیکھا تو فرمایا کہ "بابا قطب الدین تم یہیں قیام کرو میں نہیں چاہتا کہ تمہاری آتش جہانی میں خلق خدا کے دلوں کو کیاب کروں۔ جاؤ اس شہر کو ہم نے تمہاری پناہ میں سپرد کیا، قطب صاحب نے بھی قصد روانگی ملتوی فرمایا اور پھر آپ نے یہیں اقامت فرمائی اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔ آپ سے لوگوں کی حسن عقیدت اس درجے بڑھی ہوئی تھی کہ اب تک بھی آپ کا مزار مضبوط اور الہی ہے۔ سبحان اللہ عجیب مکان پرنور اور مقام کرامت نشور اور آستانہ فیض گنجور اور بارگاہ سرا سر سرد رہے کہ ہر درویش اور اُس کا مطلع خورشید سعادت اور ہر گوشہ اُس کا مشرق انوار ہدایت ہے۔ ہر سنگ اُس کا سحب گاہ سبحان بیت المعمور اور ہر ذرہ اُس کا بصیرت افزا ہے دیدہ تجلی طور۔ ہر طرف رواے شوارق رحمت رحمانی نور افشاں اور ہر جانب رشحات سحاب لطف یزدانی فیض رساں۔ باوجودیکہ مزار آپ کے زیر سما ایک انبار گل ہے مگر اُس کی خوشبو سے شمس گل و بوئے مشک تجل ہے اور باوصف کہ تربت پر کچھ گنبد و آرائش نہیں لیکن اُس کی عظمت و جبروت سے بارگاہ سلطانی اور شوکت خروگاہ آسمانی منفعیل ہے۔

تاریخ سلاطین افغانہ میں احمد یادگار راوی ہیں کہ محمد عادل شاہ سور کا سپہ سالار

اسی مول جب دہلی سے مغلوں کے مقابلے کو نکلا تو وہ آپ کے مزار پر حاضر ہوا اور منت مانی کہ اگر وہ دہلی فتح کرے گا اور مغلوں کو پس پا کر کے دہلی کے تخت پر متمکن ہو جائے گا تو وہ قبول اسلام سے مشرف ہوگا۔

جب آپ کے وصال کی خبر پاک پٹن میں پہنچی تو حضرت فرید شکر گنج دہلی شریف لائے اور حوض شمس کی مٹی لا کر آپ کی قبر پر ٹوکریاں بھر بھر کر ڈالیں چنانچہ آپ کی قبر شریف آج تک خام ہے بلکہ اس کا یہاں تک اہتمام ہے کہ ان ٹوکریوں کی مٹی کو اسی طرح چھوڑ دیا ہے سطح کو ہموار تک نہیں کیا۔ انھیں پر ایک سفید غلاف پڑا رہتا ہے۔

حضرت کے مزار کے گرد سنگ مرمر کا ایک نہایت نفیس جالی دار کٹھارا ہے۔ اونچا ۸ آدھ اپا سرخو رشید جاہ بہادر نے نصب کرایا ہے۔ کٹھارے کی نقاشی کا کیا پوچھا مگر کتبہ جو لگا یا ہے وہ ایسا بدخط ہے کہ اس نے کٹھارے کو بھی غیب لگا دیا۔ حال آنکہ نواب صاحب مرحوم و متغور نے حضرت نظام الدین اور روشن چراغ دہلی کی درگاہوں میں ایسی کٹھارے لگوائے ہیں ان پر تو بہت خوش خط کتبے ہیں اور ضرور ہے کہ یہ کٹھارا بھی جب ہی لگایا ہوگا مگر کتبہ غالباً بعد میں بے توجہی سے کہہ دیا ہے اور وہ یہ ہے۔

دگذرا نسیدہ غلامان غلام قدی محی الدین بہادر شمس الامرا

امیر کبیر خورشید جاہ لبست ویکم ماہ صفر المنظر ۱۳۰۰ ہجری،

حضرت مزار کے سراپنے دیوار میں بطور چراغ دان کے ایک طاق بنا ہوا ہے اس پر یہ خوش خط کتبہ ہے۔

۷۸۶

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

جائش سلطان الہند عرب نواز خواجہ معین الدین

خواجہ قطب الدین بختیار خاں کاکلی چشتی رح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ مجتبیٰ

جام شراب الفت آنا کہ بر کشیدند باندہ جاں بیازی گری گریا

چراغ دان مزار مبارک حضرت قطب الاقطاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۳ ربیع الاول ۱۰۳۵ھ

گزارا بندہ خاکسار سردار مرزا ساجد علی خان دہلوی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ  
فرا حسین مستنگ تراش

اکبر آبادی

آپ کے سر پہنے ایک اور وسیع احاطہ ہے اس میں بھی متعدد قبور بزرگان دین اور آپ بھی  
معتقدین کی ہیں۔ اس احاطے میں بڑے بڑے چار درخت کھرنی کے بہت پرانے ہیں کہتے  
ہیں کہ حضرت خواجہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے لگائے ہوئے ہیں پھر حال میں بہت  
پرانے۔ ان کا گھنا سایہ گرمی میں بڑا لطف دیتا ہوگا۔

۹۲۸ھ میں بزمان سلطنت شیر شاہ جلیل  
۱۵۶۱ء نامی ایک بڑے امیر وقت نے آپ کی قبر کے  
اطراف ایک وسیع احاطہ کھنچوایا اور شمال کی طرف

منتقل مجلس خانہ  
۹۲۸ھ  
۱۵۶۱ء

ایک دروازہ بنا کر یہ کتبہ نصب کیا:۔ (اشعار پر دروازہ منتقل مجلس خانہ)

وزمان آفتاب چرخ دولت شیر شاہ  
شاہ را برباب کوکب سوکب گردوں غلام  
ابن عظیم القدر در گاہ ہے کہ اندراب او  
صادق آمد قول بذا الباب من دار السلام  
بودست و چار و نہ صد سال از حجت کشد  
راہنامہ شیخ دیں پر در خلیل الحق تمام

اب یہ دروازہ بستی دروازہ کہلاتا ہے۔ دروازہ تو کچھ بڑا عالی شان نہیں ہے۔ اسی  
دروازے سے بسنت چڑھتی ہے اس سبب سے یہ نام مشہور ہو گیا۔ ۱۳ دروازہ ۱۲ ربیع الاول

کو بزمان عرس شریف غلاف خوشبو میں وغیرہ اسی دروازے سے چڑھتی ہیں۔ اسی  
دروازے کے پاس سماع خانے کی قدیم عمارت تھی جو اب شکستہ ہو کر سوائے وسیع

احاطے اور ایک شاں دار گنبد دار دروازے کے کچھ باقی نہیں رہا۔ اس احاطے  
میں اب صرف قبریں ہی قبریں ہیں بستی دروازے میں سے ایک چالیس گز

لمبی گلی چلی گئی ہے جو مکانوں کی پچھیت کی دیواروں اور صحن درگاہ کی دیواروں سے  
بن گئی ہے۔ اس گلی کے سرے پر چھ سیر مہیاں چڑھ کر مولانا فخر الدین کے دروازے

میں ہم داخل ہوتے ہیں۔ آپ شاہ عالم کے زمانے کے ایک بڑے امیر  
تھے۔ اس دروازے کے ایک جانب تین اور دوسری طرف ایک حجرہ ہے جو خدام

لے مبارک پور کوٹے کے معلق دار تھے۔ ۱۴



کے رہنے کے لیے بنے ہوئے ہیں۔

**دروازہ جانب حاطہ ملا موح**  
 دس برس بعد سلیم شاہ کے عہد میں  
 یوسف خاں نے ایک اور  
 دروازہ ۹۵۸ء میں بنوایا جواب  
 ۱۵۸۱ء

مسدود دروازہ ہے اور جس پر یہ کتبہ ہے۔

اشعار دروازہ جانب حاطہ ملا موح

مردمان مشہ جہان اسلام	شد بلند ہی در سپہر جناب
گرچہ مدست باب جنت را	لیس بائ بٹل ہذا الباب
کو دیکھے بنا کہ در بابش	یوسف ثانی از حق است خطاب
چوں ز تلخ نام کروم عرض	گفت در گاہ خواجہ اقطاب

اس دروازے کا نام مالن دروازہ مشہور ہے جو درگاہ کی مشرق جانب تھا۔ مالن دروازہ اس سبب سے کہلاتا تھا کہ ادھر سے کوئی مالن بھول اور چادر وغیرہ چڑھائے آیا کرتی تھی۔ اب یہ دروازہ گر گیا ہے اس سبب سے یہ کتبہ یہاں سے بحال کر ضمن مسجد کے سٹن جو تین حجرے توڑے گئے تھے مالن کے بنے ہوئے ہیں ان میں سے بیچ والے حجرے کی پیشانی پر لگا دیا ہے۔

**نوابان حج کی ٹھوڑا**  
 بستی دروازے میں داخل ہونے کے بعد سیدھے ہاتھ کی طرف مجلس خانے کے

دروازے کے ملحق ایک احاطہ ۵۵ × ۴۵ کا ہے جو حج کے نوابوں کی ٹھوڑا ہے۔ اس احاطے کے اندر مغرب میں ایک چھوٹی سی تین دروں کی مسجد ہے اسی کے صحن میں یہ ٹھوڑا ہے۔ اسی احاطے میں مسجد کی پشت پر ایک مکان تین در اور دو کوٹھڑیوں کا ہے جس کے صحن میں ایک برجی بھی بنی ہوئی ہے۔ صحن مسجد کے مشرق میں سنگ مرمر کے دو نقیش چبوترے ہیں۔ دونوں ۱۰ × ۳۔۳ طول و عرض میں اور دو فیٹ اوپے ہیں۔ دوسرے چبوترے کے گرد سنگ مرمر کا ایک جالی دار کٹھن ایک فٹ اوپا ہے۔ پہلے چبوترے پر دو قبریں ہیں ایک حج کے پہلے نواب نجابت علی صاحب کی اور دوسری ان کی بیوی کی۔ یہ



نجات علی وہ ہیں جن کو لارڈ لیک کے زمانے میں جاگیر عطا ہوئی تھی۔ دوسرے  
چبوترے پر نجات علی خاں کے صاحبزادے میر فیض محمد خاں کی قبر ہے جس  
پر سنگ مرمر کی لوح پر یہ خط تعلق نہایت خوش خط یہ کتبہ ہے۔  
لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

نواب چوں گذشت ازیں ایریاں سرے از جوش دروغم بہ عالم بہم زد م  
تاریخ خلش سر لوح مزاراد آرام گاہ فیض محمد المکرّم دوم  
اس قبر کی داہنی طرف ایک اور سنگ مرمر کی ایسی ہی قبر ہے مگر اس کے گرد نہ کٹھن ہے  
نہ لوح۔ یہ قبر میر فیض علی خاں کی ہے جو نواب عبدالرحمن خاں جھجر کے  
آخری نواب کے والد تھے۔ عبدالرحمن خاں کو ۱۸۵۵ء کے عہد میں بعثت  
بغاوت پھانسی دی گئی تھی جن کی نش کو سرکار نے اُن کی ٹھوڑاڑ میں دفن کر دیا۔  
اس کے علاوہ اس احاطے میں اور بہت سی قبریں ہیں۔ صحن مسجد سے شروع  
کریں تو پہلی لین میں تین قبریں ہیں (۱) چبوترے اور قبر سنگ مرمر۔ (۲) سنگ  
سرخ کی۔ (۳) ایک پست قبر چبوترے کی دوسری لین (۱) سنگ سرخ کے  
چبوترے پر دو قبریں سنگ مرمر کی۔ دوسرا چبوترے سنگ مرمر اس پر دو قبریں  
جس میں ایک سنگ مرمر کی ہے۔ ان دونوں چبوتروں کے بیچ میں ایک لین دو  
قبر۔ تیسرا چبوترے سنگ سرخ کا اس پر ایک قبر۔ تیسری لین۔ صحن مسجد پر  
ایک قبر چبوترے کی صحن سے اتر کر تین چبوترے سنگ مرمر کے ہیں جن پر نوابان جھجر  
کی قبریں ہیں اسی لین میں چوتھی قبر چبوترے کی ہے اور پانچویں قبر سنگ مرمر کی سنگ سرخ  
کے چبوترے پر ہے۔ چوتھی لین۔ سات متبریں پانچویں لین۔ چار خیتہ دو خام  
قبریں۔ اس لین کی گونے والی قبر چبوترے کی ہے یہ لوح لکھی ہوئی ہے۔

ہو القیوم

فرشتہ خصلت و عصمت پناہ و مرتبت عالی  
ہوئی دال بحق از حکم رب پاک پیہمتا  
جو پوچھا یا س من رضواں سے مسکا از شربش  
زہی جنت میں ممتاز از انسا گئی بو لا

یہ احاطہ پتھر جو بنے کا ہے۔ احاطہ کے بیچ میں نیم کا ایک بہت پرانا درخت ہے۔  
**شا کر خاں کا دروازہ**  
 ۱۱۹۹ھ

بیس گز کے فاصلے سے ایک اونچی دیوار میں ایک دروازہ نصب ہے اور دہائی طرف  
 ایک اور محراب دار دروازہ ہے جس کو ۱۱۹۹ھ میں بے بدشاہ عالم بہادر شا کر خاں  
 نے بنوایا۔ اب یہ دروازہ بادشاہی دروازہ اس وجہ سے کہلاتا ہے کہ بادشاہی  
 دروازے کے پاس ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اس دروازے کی پیشانی پر یہ تہہ ہے۔  
 اشعار پر دروازہ غزلی

نخلے کہ دیں گنج سعادت می رخت  
 آفر گہر شارت شا کر خاں سفت  
 گفتم چہ نویسم رقم تاریخش  
 رضواں بدرا سرار در جنت گفت  
**خواجہ نور المصطفیٰ متعمد خاں**  
**کی قبر ۱۰۸۴ھ**

کی دس فٹ بلند ہے جس کے اوپر دو فٹ اونچا اور کنگوراجی ہے۔ سر تھا فاس شکاف  
 کی قبر جو دہلی کے سینٹ جمیس کے گرجا میں بنی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ اس کا تعویذ پہلا جھج  
 کے نواب نے اپنے لئے خریدا تھا مگر ۸۵۷ھ کے غدر سے معاملہ درہم برہم ہو گیا  
 اور ایک مسلمان کی قبر کا تعویذ انگریز کی قبر پر نصب کر دیا گیا۔ اس احاطے میں اب متعمد خاں  
 کی قبر ہے جو اورنگ زیب کے عہد کا ایک خواجہ سرا تھا جس کا اصلی نام خواجہ نور  
 متعصب قلعہ مات گوالیار و آگرے کا قلعہ دار بھی تھا۔ اس احاطے کے  
 دروازے کی پیشانی پر سنگ مرمر کی ایک تختی پر ایک ایک مصرعہ بخط نستعلیق  
 نہایت خوش خط کندہ ہے کل دس تختیاں ہیں۔

بے بدشاہ عالمگیر محی الدین  
 کہ از مدش بے بدشاہ عالمگیر محی الدین  
 کہ از مدش بے بدشاہ عالمگیر محی الدین  
 کہ از مدش بے بدشاہ عالمگیر محی الدین



نوروز قبرش ہر کس تجلی یاب می گردد  
نور ساز خوش را نور قطب ربانی  
سوال سال تعمیرش چو اگر دبیان کردم  
جواب آمد الہی عاقبت سجد گردانی  
اس قبر کا تعوید بالکل سادہ و سادہ سنگ مرمر کا تین فٹ اونچا و تین فٹ اونچے چبوترے  
پر ہے۔ اس احاطے کے مغرب جانب پانچ دروں کی ایک سجدہ چوہ۴ لمبی اور ۸ چوڑی  
ہر جس کے صحن میں پتھر کا فرش ہر صحن ۵۰ فٹ چوڑا ہے۔ اس احاطے میں اور چار قبریں  
شاہزادہ مرزا ابی بخش صاحب کے خاندان کی ہیں۔ جو مرزا شریا جاہ کے والد تھے۔  
اس احاطے کے اندر چھوٹے پنج میں ایک بہت پُرانا نیم کا درخت ہے جو قبروں پر سایہ

کے ہوئے ہے۔  
**مراد بخش کی حجر**  
بادشاہی دروازے کے پاس یہ مجر ۳۶ فٹ ۴ اینچ لمبی جس کے  
اطراف سنگ سرخ کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ مجر کے اندر  
چھوٹی سی سہ دری اور ایک مختصر سی خانقاہ وہ بھی سہ دری  
بنی ہوئی ہے۔ اس خانقاہ میں ایک مجرہ بھی ہے۔ مجر کے اندر چار قبریں ہیں جن میں سے  
ایک سنگ مرمر کی ہے۔ دو قبریں سنگ مرمر کے تعوید کی ایک سنگ سرخ کے  
کھترے کے اندر ہیں جس کا چبوترے کا سنگ مرمر کا ہے۔  
اس مجر کے روکار پر یہ کتبہ ہے۔

پیر دستگیر	اللہ و محمد علی فاطمہ حسن حسین علیہ السلام	غوث الاعظم
در عہد جہاں پناہ شاہ عالم	تعمیر نمود خانقاہ و مسجد	تاریخ زعزل چون مجسم گفت
صدر شکر مراد بخش ہامدق	پیش در گاہ قلبین دنیا	ایں حجب و خانقاہ او کرو بنا

مراد بخش کے مجر کے پاس ایک پختہ حوض ۴۵ مربع چار فٹ عمیق پنج میں فوارہ بندش  
سنگ سرخ کی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ زیارت کو تشریف لاتے تھے تو اسی حوض  
میں دھو آرکے درگاہ شریف میں داخل ہوتے تھے۔  
یہ خانقاہ شاہ جہان نے بنوائی تھی۔

**گل چشم خاں کی مسجد** مراد بخش کے مجھ سے ذرا آگے بڑھ کر  
 گل چشم خاں کی مسجد ۳۰-۳۱ x ۳۶-۳۷

باہر سے ہے۔ دالان کا عرض آٹھ فٹ اس میں کوئی خاص بات نہیں۔

**مولانا فخر الدین کا مزار** ۱۱۹۹ھ  
 معتمد خاں کے احاطے کی بائیں جانب دروازے  
 کے اندر ۵۵ لمبی اور چھ فٹ چوڑی ایک دھلوں  
 ملی ہے جس کا دھلاؤ شمال سے جنوب کی طرف

پورے چار فٹ کا ہے۔ دائیں جانب قطب صاحب کے مزار مبارک کے احاطے کی  
 سنگ مرمر کی دیوار ہے اور بائیں طرف حضرت کی مسجد کی پشت کی دیوار ہے۔ اس گلی کے  
 سرے پر ایک سنگ مرمر کا دروازہ ہے جس کی سیدھی جانب مولانا فخر الدین  
 کا مزار ہے آپ مولانا نظام الدین اورنگ آبادی کے صاحب زادے اور خلیفہ ہیں  
 آپ کی ولادت ۱۱۲۶ھ میں بمقام اورنگ آباد دکن ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب  
 شیخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ سید محمد  
 گیسو دراز کی اولاد میں سے ہیں جن کا مزار پیرانوار گلبرگہ شریف میں ہے۔ آپ  
 اورنگ آباد میں پیدا ہوئے مگر پھر دلی میں آنے سے تحصیل علوم الہی کے بعد یاد الہی میں  
 قدم بڑھایا۔ سرگروہ کالمین میں سے ہوئے۔ تہتر سال کی عمر میں ۷۷۲ھ ہجری ۱۲۷۵ء  
 ۱۱۹۹ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی قبر زیر سما ہے۔ چوترا سنگ مرمر کا ۱۵ x ۸-۹ اور ڈھائی  
 فٹ اونچا ہے جس کے گرد نہایت خوب صورت جالی دار کٹھن ایک فٹ اونچا ہے۔ آپ  
 کے مزار کے سرائے یہ کتبہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم  
 بگذاشت فخر دین چوں مہماں سرانے خانی  
 سال وصال آن ماہ از غیب چوں بستم  
 تاج گفت با تق خورشید و جہانی  
 من کلام سید الشہداء مقبول الہی ۱۲۷۵ھ

آپ ہی کی چوترا سے پر ایک چھوٹی سی قبر سلطان التارکین شمس الدین اتش  
 کے بیٹے کی ہے جس کا تنویر آٹھ x ۱۰ اور نو اونچا ہے۔ مولانا فخر الدین کے چوترا سے  
 کی پانچویں ایک ستون سنگ مرمر کا بطور لائین کے کھم کے نواب علاء الدین خاں

مرجوم رئیس لوہار روئے بنوا دیا جس پر دو طرف قطب میں محضر صاحب  
شمع مزار عاشق صادق کندہ ہوا اور اسی کے جوڑ کا ایک اور ستون جو اس  
چراغدان متحد۔ مینو مقام عزالدولہ کندہ ہے۔ یہ دونوں ستون مولانا  
کے سنگ مرمر کے دروازے کے دونوں طرف ہیں۔

**دواور مزار** مولانا فخر الدین رح کے مزار کے سر اسنے یہ دو مزار او میں  
(۱) شیخ حسین دانا اور (۲) شیخ اسد دیا رح۔

مولانا فخر الدین کے احاطے میں اور خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے درگاہ کے احاطے میں  
بہت سے اولیاء کاملین اور کوسائے عظام اور عقیدت مندوں کی قبریں ہیں جن  
کی کیفیت خدام درگاہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

**سماع خانہ** درگاہ شریف کی مسجد کے قریب۔ ضابطہ خاں کا بنوایا ہوا ہے  
اگرچہ صحیح ہو تو ضابطہ خاں نے مسئلہ میں انتقال کیا ہے یہی زمانہ  
اس سماع خانے کی تعمیر کا سمجھتے۔ یہ ایک تین در کا دالان ہے۔ ۱۶ x ۹۔ محرابیں  
بلندی دار ہیں۔ سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے مگر چھت چوبی کڑیوں کی ہر چھت کے چاروں  
طرف چوکون برجیاں ہیں۔ سامنے بڑا لمبا چوڑا صحن ہے جو سار قبروں سے پٹا پڑا ہے۔ اسی  
صحن میں داؤد خاں کی بڑی بھاری باقولی ہے جس کا ذکر اپنی جگہ پر آئے گا۔

**ضابطہ خاں کی قبر** فرخ سیر کے پہلے سنگ مرمر کے دروازے سے  
گزرنے کے بعد سیدھی جانب کوئی دس گز کے

فاصلے پر بہت سی قبریں ہیں ان سے اور ذرا آگے بڑھ کر یعنی سماع خانے کے  
دالان سے ملا ہوا سامنے والا ایک سنگ مرمر کا چبوترہ ۱۱ x ۱۱۔ لم اور دو فیٹ  
اونچا ہے جس کے گرد ایک خوب صورت کٹہرا ہے چبوترے پر ایک پڑانا اور گھنٹا نیم کا  
درخت ہے جو قبروں پر سایہ نکلن ہے۔ اس چبوترے پر سنگ مرمر کی دو خوب صورت  
قبریں برابر برابر ہیں جن کے تقویدوں پر علامہ نقاشی کے کل من علیہا فان اور کلمہ  
اور گرد آیت الکرسی منقوش ہے۔ مردانی قبر ضابطہ خاں کی ہے اور زمانہ اس کی بومی  
محصورہ سکیم کی ہے۔ یہ وہی ضابطہ خاں ہیں جو سلطنت غلیہ کے قلع قمع کے بانی بیانی  
ہئے اور جن کے صاحب زادے عیلام قادر خاں تھے جو مفسدہ پردازی میں اپنے

باب سے کئی ہاتھ بڑھے ہوئے تھے۔

کہ زنگی بشتن نگر دو سفید  
اگر یہ بود زادہ شہر یار

زن پاک زادہ نداری اسید  
پرستار زادہ نیاید بکار

سمل خانے کے صحن

کی دوسری قبریں

پہلی قبر جو بائبل کی طرف ہر اس پر یہ کتبہ ہے۔  
سم اللہ۔ کلمہ۔ تاریخ وفات ۲۷۔ رمضان المبارک  
۱۲۵۴ھ بمطابق ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۷۶ء  
عبدہ نواب محمد کل خان قوم غازی سکندریہ آسٹریا

خان دیں دارحافظ قرآن

کرد رحلت زنگیتی گزراں

بود مقبول حق جواہر خاں

گفت سال وصال او ہانقہ

۳۴۰۰ء ہجری جان وقاسم جان دونوں بھائیوں کی قبریں ہیں۔ یہ قاسم جان دہری  
تھے جن کی مٹی میں مشہور ہے۔

۳۵۰۰ء ہجری جناب حافظ حکیم اجمل خاں صاحب حاذق الملک کے جد امجد کی قبر ہے جن پر کتبہ ہے  
ہو الحکیم۔ ہذا مرقدنا شریف العلماء محمد شریف خان اہلوسنت والجماعۃ۔ دیلا حساب  
۱۲۶۰ھ

۳۶۰۰ء نواب محلدار خاں کی قبر جن کا بانی دلی میں مشہور ہے۔

۳۷۰۰ء شیخ عین فیروز رحمت اللہ علیہ۔ مشہور ہے کہ خط کے دنوں میں مٹی کی گوسیاں بانٹ  
کرتے تھے جو موتی ہو جاتی تھیں۔

نواب علاء الدین خاں کی پٹوار | یہ قطعہ ایک حصہ ہے مرزا باہر  
کی کوٹھی کا جو لوہار و گے نواب

علاؤ الدین خاں صاحب نے خرید لیا تھا اس کے احاطے میں کئی قبریں ہیں۔

۳۸۰۰ء خواجہ انصاری شہید سید مخدوم علی بہادر معروف شہید ۳۲ھ۔

۳۹۰۰ء خواجہ انصاری الرحیم۔ مدفن۔ مرزا سعید الدین احمد خاں صاحب ۴۰ھ۔ ذی الحجہ ۱۲۳۷ھ ہجری  
یوم یکشنبہ۔

۴۰۰۰ء مدفن عین الدین احمد خاں بہادر ۴۸ھ۔ تعویذ پیکل بن علیخان اور کلمہ گرد آئینہ الکرسی۔

رفت از دنیا ہوئے دارالسلام

پہل خیاں الدین احمد خاں کشید

روز شنبہ سیرہ شہر صیام

گفت القاف ماضی سال وفات

سراہنے یا حی یا قیوم یا ذو الجلال والاكرام قائمہ و كاشفہ محمد رضی اللہ عنہ دہلو سے -  
اس احاطے میں كل سات قبریں ہیں جن میں چار سنگ مرمری ہیں باقی معمولی - یہاں  
ایک سہ درہ بنا ہوا ہے جس کے پھر میں بگڑی دار ہیں - کچھ قبریں سہ درے میں ہیں  
کچھ اُس کے سامنے کے محن ہیں -

**فرخ سیر بادشاہ کا دروازہ**  
فرخ سیر بادشاہ نے مزار مبارک کے گرد  
سنگ مرمری جالیاں اور سنگ مرمری دروازہ  
بنوایا جس کے اندر باہر یہ اشعار کندہ ہیں :-

کتبہ اندرون دروازہ - اللہ محمد ابن بکر عمر عثمان علی

ایتمام ترین مقام	اربعی کترین فلان شہید یار	با اعتقاد و معتقد کامل العیاد	ایتمام یافت
مستقل فرخ تہ	رفند قدسیاں بدیا بہشت عدن	تاریخ یافت حصار بہشت عدن	ایتمام یافت

کتبہ بیرون دروازہ اللہ محمد ابو بکر عمر عثمان علی  
از حکم بادشاہ جہاں خسرو انام  
گرد مزار خواجہ دین قطب نہ فلک  
تعمیر شد بجز زینبہ منتظم  
۱۲۵۲ھ میں خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ ابو ظفر سراج اللہ  
محمد بہادر شاہ نے حضرت خواجہ صاحب کے مزار  
مبارک کے گرد مندر کا ایک کٹہرا ۴ مربع دو فیٹ اوچا  
لگوادیا تھا اور اس کا رخبر سے مفاخرت سردی حال کی تھی مگر وہ کٹہرا امتداد زمانے سے  
بوسیدہ ہو جانے سے سرخو رشید جاہ بہادر نے اُس کی جگہ سنگ مرمر کا کٹہرا لگوادیا جس کا  
ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں -

**مندل کا کٹہرا**  
۱۱۵۲ھ

خواجہ صاحب کے مزار مبارک کے پائنتی قاضی  
حمید الدین ناگوری کی ترتیب ہے - نام آپ کا  
محمد اور باپ کا نام عطا تھا آپ بخارا کے  
**قاضی حمید الدین ناگوری**  
کا مزار

سہنے والے تھے۔ آپ بڑے عالم اور شلح وقت تھے۔ اول آپ کو شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ الدین سمرقندی سے فیض خلافت حاصل تھا اور ایک سال دو مہینے مدینہ منورہ میں رہے پھر حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے۔ بعد وفات خواجہ صاحب کے ۶۴۷ھ میں آپ نے انتقال فرمایا آپ کے لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے۔

”ہذا مرقد المنور قطب الاولیاء فی الآفاق وغوث الاتقیاء بالاسحاق الامام العالم العال  
الولی الفاضل الکامل شیخ حمید الدین نور اللہ مرقد المنورہ عمرہ الروضہ قادم الفقرا  
سلیمان بن شیخ بھیکہ سنۃ اربع و سبعین سہمائتہ وفات حضرت شیخ المحققین و  
قطب العارفین شاگرد بارگاہ قدس و طایفت کعبۃ النور و دریاے حقیقت جوہر کان  
طریقیت حضرت محمد محمود حمید بندگی شیخ محمد حمید نور اللہ مرقدہ در شب دوشنبہ یازدہم  
ماہ ربیع الثانی فی الحمد ذلک اللیل جاء الشمس سنۃ ۶۵۰ھ

**باندے کے نوابوں کی ہڑوار** عربی دروازے سے کوئی تیس فٹ

کی درگاہ کے احاطے کی جنوبی دیوار ہے جو سنگ مرمر کی ہے جس میں تین جالیوں ہیں۔ دوسرے سنگ مرمر کے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے بائیں جانب نواب صاحب باندے کا مجھڑ ہے جس میں سنگ مرمر کی چار اور سنگ باسی کی ایک قبر ہے۔ باندے کے نوابوں کی یہی سڑ دروازہ تھی لیکن حذر کے بعد سے یہاں دفن کرنا بند کر دیا گیا۔

**حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر**

**کی تعمیر کردہ مسجد**

سنگ مرمر کے دوسرے دروازے میں گزرنے کے بعد داہنی طرف ہم کو اور ایک احاطہ ملتا ہے جو احاطہ درگاہ کی مشرقی اور جنوبی دیواروں سے بنا ہے۔ یہ ایک مستطیل احاطہ ۸ × ۹ ہے جس کی مغربی دیوار کا سر ریع حصہ کاشی کام کی اینٹوں سے بنا ہوا ہے اور باقی دیوار پتھر چونے کی ہے۔ مغربی دیوار کے شمالی کونے میں ایک مسجد ہے۔ اس میں بھی کاشی کام کی اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ جب حضرت فرید گنج شکر تشریف لائے تھے تو آپ سیاح  
پہنچے بنوائی تھی۔ اس مسجد کے دونوں جانب کے در درمیانی محراب سے ٹھیک  
فصل پر نہیں بنائے گئے ہیں۔

**قطب صاحب کی مسجد** | خطاطہ خاں کی قبر سے داہنی طرف چلے اور

ہر تو قطب صاحب کی مسجد نے گی جو آپ کی درگاہ کی جالیوں کے پاس ہے کہ قدیم منزلت  
میں ہم پائیہ بیت المقدس ہر ارفیض و برکت میں ہے شک خانہ خدایہ۔ یہ مسجد ۸۳۳ھ  
جس کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ دو محرابوں کا کچا تھا یعنی صرف مٹی کا۔ اس حصے کو خود  
جناب حضرت قطب الانطاب نے مع اپنے ہمراہیوں کے کہ ہر ایک دلی کامل اور شیر  
بیشہ نمد و تقویٰ تیار کیا تھا۔ ۸۹۵ھ میں اسلام شاہ نے اس درگاہ کے  
گرد چار دیواری بنوائی اسی کے ساتھ اس کچے درجے کے آگے پختہ درجہ بنا دیا۔ اس کے  
بعد فرخ سیہ نے ۸۱۳ھ میں جس زمانے میں درگاہ کے گرد سنگ مرمر کا منجر اور  
دروازہ بنوایا اسی زمانے میں مسجد کے آگے بھی ایک اور درجہ بنا دیا۔ پس یہ تیسرا درجہ  
فرخ سیر کا بنوایا ہوا ہے جس پر بتایا گندہ ہے۔

مور و لطف و عنایات شہدہ والا جناب  
ساخت از روئے ارادت و ذریعہ اعتقاد  
باسروش غیب ہالف گفت در گوش خسرو  
خسرو فرخ سیر شائستہ مالک رقاب  
سجد زیا بناد سجدہ گاہ شیخ و شایب  
سال تالیخ بنالیش مثبت ربی مستجاب  
باہتمام کترین بیہ۔۔۔۔

موجودہ حالت اس مسجد کی بوجہ ترسیم کے بالکل نئی ہو گئی ہے پہلی حالت صرف اس قدر باقی ہے  
کہ پہلا حصہ جو خام تھا اس کا صرف ایک چھوٹا سا در باقی ہے جو بجنسہ تبر کا قایم رکھا گیا ہے اس  
کے آگے والان در والان ہے پھر در ۵۰ لمبا اور ۱۰ لم چڑھا ہے جس سے ملے ہوئے ہیں  
بطور ستور روم کے ہیں جس میں درگاہ شریف کا سامان شایانے وغیرہ رہتے ہیں۔ کہتے  
ہیں کہ یہ حجرے خانخاناں کے بنوائے گئے ہیں چنانچہ جنوب کی طرف کے حجرے میں کنک

۱۵ ایک وہ تھے جنہوں نے غار خدا بنایا ایک یہ ہیں جنہوں نے بنائے ۱۷ کے نام گوہی مراد  
رکشا دھند نے گواہ کیا کہ اس بے چارے کا نام بھی رہنے پا سہ ۱۶



بھی ہو اور انھیں مجروں میں کے درمیانی حجرے کی پیشانی پر مان دروازے کا کتبہ لاکر لگا دیا گیا  
ہو کیوں کہ مان دروازہ اب رہا ہی نہیں۔

## سجن مسجد کی قبور

(۱) شیخ نظام الدین ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ  
از شاہیر بزرگان است در زمان سلطان شمس الدین معصوم

خواجہ قطب الدین شیخ نظام الدین اولیا نیز اور ایدہ است۔ میرین در فواء الفواد می گوید  
کہ بندہ عرضہ داشت کرد کہ شہادت تذکیر او قصبہ بودید خرم خود آرسے ولے در آں ایام کودک  
بودم و رک معافی چندانی بمراد نبوده است۔ روزے در تذکیر اور ایدم بر در مسجد نعلین  
در پائے داشت آنرا از پائے بکشید و بدست گرفت و در سجده آمد و دو گانہ بگزار و من پیچ  
کس را در نماز برہنیت او ندیدہ ام دو گانہ باراحت بگزار و دو بالائے منبر رفت مقبری بود  
کہ اوراق اسم گفتندے خوش خوان اور آیتہ بخواند بعد از ان شیخ نظام الدین آغاز کرد  
کہ بخط بابائے خود نوشتہ دیدہ ام بہر سجن دیگر نگفتہ بود کہ این سجن در حاضران در گرفت  
ہمہ در گریہ شدند آنگاہ این دو مصرع بگفت

بر عشق تو ز بر تو نظر خواہم کرد جان و دم تو ز بر تو خواہم کرد  
این بگفت و نعرہ باز خلق برآمد بعد از ان دو مصرع بارہم دو مصرع بگفت آنگاہ گفت  
کہ اے مسلمانان دو مصرع دیگر این رباعی یادنی آید کہ ہمہ این من بر بطریق عجز گفت چنانکہ  
در ہمہ جمع اثر کرد آنگاہ قاسم مقبری آن دو مصرع یاد داد

ہر درد و دلے بجاک در خواہم شد پر عشق سے زگور بر خواہم کرد  
این رباعی تمام بگفت و فردا آمد۔ جد شیخ نظام الدین ابوالموید را شمس العارفین گویند  
و شیخ جمال کو لوی کہ مقبرہ او در کول است۔ از اولاد او است۔

(۲) بی بی سیارہ رحمۃ اللہ علیہا۔ والدہ شیخ نظام الدین ابوالموید بسیار بزرگ بود  
از متقدمین است۔ وقتے اساک باران شدہ بود مردم ہمہ دعا کردند و باران نیامد۔  
شیخ رشتہ از داسنی ماور خود بدست گرفت و گفت خداوند بجزمت آنکہ این رشتہ داسنی  
ضعیفہ است کہ ہرگز چشم نامحرم بر و نیفتادہ است باران بفرست۔ از شیخ این حرف  
گفتن و از خدا باران فرستادن۔ تمہر او در پہلو سے نماز گاہ کہنہ است کہ قبر حضرت  
خواجہ قطب الدین پس پشت آن واقع است۔ اب بھی اساک باران کی حالت



آپ کے مزار کو غسل دے کر نیاز دلاتے ہیں اور خداوند تعالیٰ بندوں پر اپنا فضل کرتا ہی  
**بی بی ہنبل کا مزار** صحن مسجد کے پاس چھوٹے سے احاطے کے اندر ہے۔ احاطے  
 میں ایک چھوٹی سی ٹھہر کی لگا دی ہے تاکہ لوگ اندر نہ جا سکیں

اس احاطے میں دو زنانی قبریں ہیں۔ ایک بی بی ہنبل خواجہ صاحب کی دایہ آسودہ ہیں  
 اور دوسری قبر خواجہ صاحب کی بیوی صاحب کی کہی جاتی ہے۔ والہ علم بالصواب۔

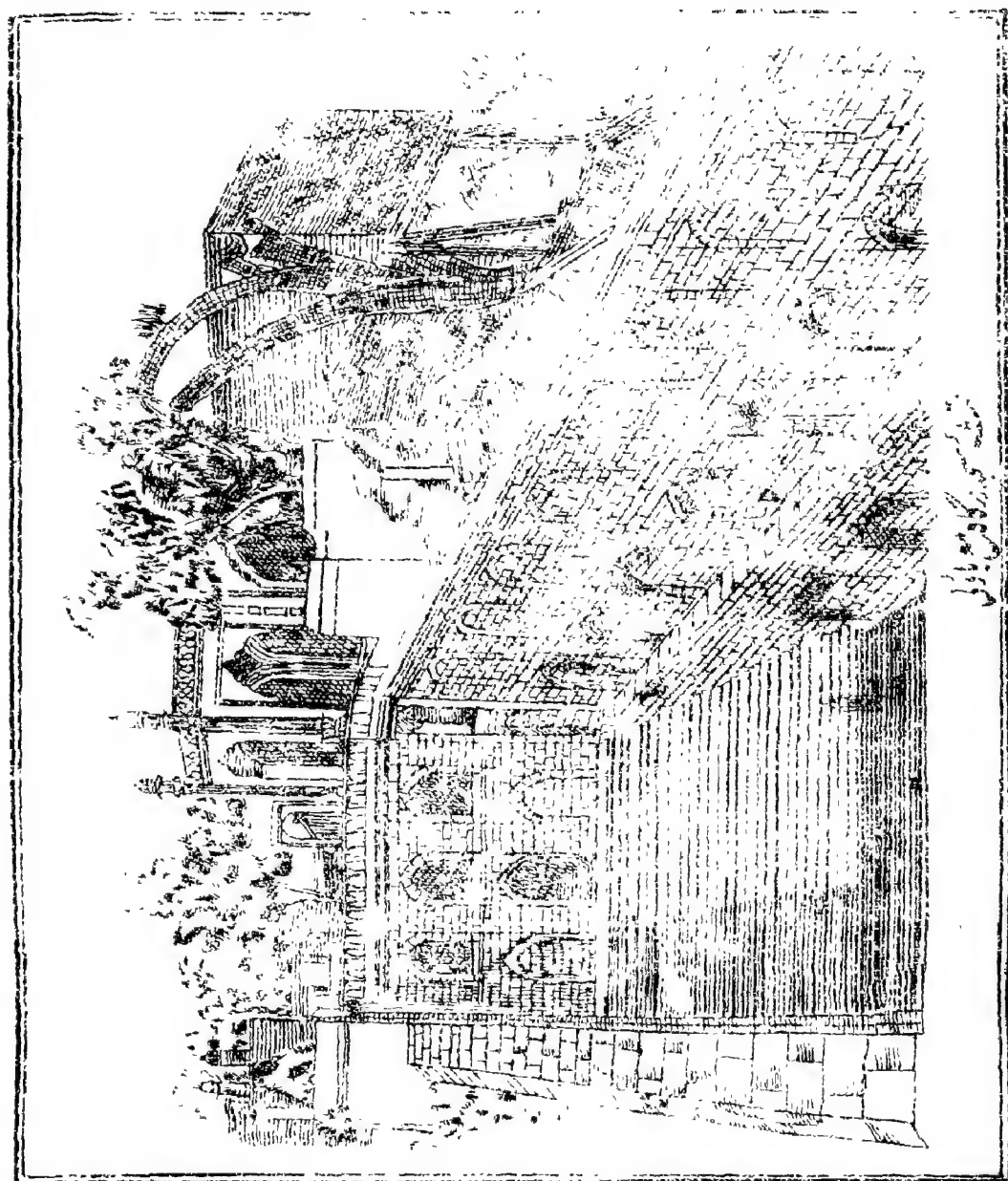
**احاطہ اولاد فرخ سیر** یہ بڑا وسیع احاطہ جس میں بارہ قبریں سنگ مرمر کی  
 ہیں اور انیس گچ کی۔ ایک قبر پر بسم اللہ کلمہ اور

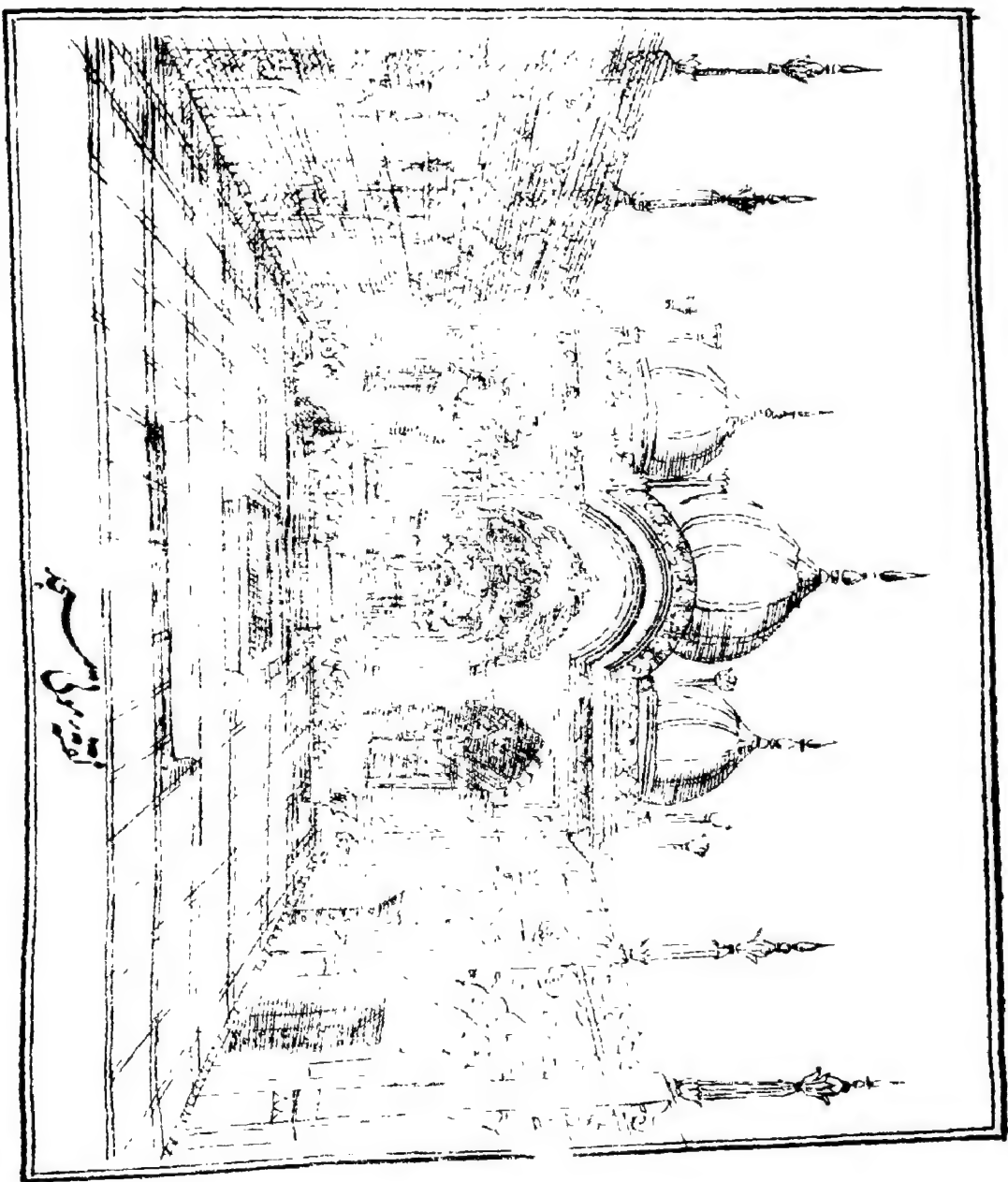
زنا یخ وصال مرزا دوسرے صاحب۔ دخیل فی الجنتی لکھا ہوا ہے۔ باقی قبروں پر آیتہ الکرسی  
 کل من علیہا فان اور کلمہ طیبہ کے طعنے ہیں۔ ان تمام قبروں میں ایک تعوید  
 سنگ مرمر کا بہت ہی عمدہ نقش و نگار کا ہے جس پر بڑی نفاست اور دیدہ ریزی  
 کا کام کیا ہے اور اس کے گرد آیتہ الکرسی بھی ایسی خوش خط لکھی ہے کہ دیکھنے کے قابل ہے۔

**حافظ داؤد کی باؤلی** قطب صاحب کی سجد سے پچیس گز کے فاصلے پر شرق  
 کی طرف یہ گہری باؤلی ہے۔ اگرچہ سجد فی نفسہا بے نظیر  
 تھی اور کچھ حاجت و مزید خوش نمائی کی نہ تھی۔ م  
 حاجت شاطہ نیست روے دل آرام را

۱۳۶۳  
 ۶۱۸۴۶

لیکن پانی نہ ہونے سے لوگوں کو بڑی تکلیف تھی اس نظر سے صرف یہ نیت ثواب نیم الدو  
 خلیفۃ الملک حافظ محمد داؤد خاں مستقیم جنگ نے اس مسجد کے پاس اپنی وریا دلی  
 اور فیض بخشی سے بہت عمدہ نفیس دل کشا اور دل ربا باؤلی اور اطراف کی عمارات  
 خاص خدام درگاہ کے لیے بنوا دیں کہ خلق اللہ کو ان سے آرام ملے اور یہ باؤلی کیا ہے گویا  
 سجد کا حوض ہے۔ یہ باؤلی سنہ ۱۲۶۳ھ میں بنی شروع ہوئی اور ۱۲۶۳ھ میں اس کی تعمیر ختم  
 ہوئی۔ یہ باؤلی حضرت نظام الدین اولیاء اور دولت خاں کی باؤلیوں کی طرح کی ہے۔  
 حافظ داؤد نہایت سخی اور بڑی ہمت والے آدمی تھے اور بڑے صاحب خاندان جن کے  
 نسب کا سلسلہ حضرت امام ابو حنیفہ کو فی رحمۃ اللہ تک پہنچتا تھا اور ان کے آبا و اجداد  
 ہمیشہ سے خاندان شاہی میں معزز و متاثر رہے۔ بہادر شاہ آخری بادشاہ دہلی نے  
 انھیں کے والد حافظ محمد خلیل سے استغفادہ کلام مجید کیا تھا۔ ان کو دربار حضور میں





المسجد النبوي

بڑا درجہ تقرب حاصل تھا اور وہ خدمت داروغگی نذر دنیا دار علاقہ خاندانی پر مشرف تھے۔ وہ بڑے بزرگ سراسر خیر محسوس تھے اور ہر دم ہر لحظہ حصولِ ثواب پر نیت مصروف رہتی تھی۔ یہ باؤلی (۹۶) فیٹ لمبی اور (۲۲) فیٹ چوڑی اور (۷) فیٹ گہری ہے۔ اس باؤلی میں عموماً چالیس فیٹ گہرا پانی رہتا ہے اور موسمِ بارش میں اس سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ باؤلی میں مغرب اور جنوب کی طرف سیڑھیاں ہیں اس وقت پانی کے اوپر (۷) سیڑھیاں تھیں جو تہ تک چلی گئی ہیں۔ مغرب کی طرف صدر دروازہ حجرہ میں دو منزلیہ محراب دار حجرہ ہے جو نو فیٹ اونچے اور سات فیٹ چوڑے ہیں۔ جن کی تعداد اور عرض حسبِ گنجائش مختلف ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ کی شمالی دیوار اور معتمد خاں کے مزار کی جنوبی دیوار کے درمیان جو رستہ ہے یہاں مغربی دروازہ میں سے نکل کر ہم ایک احاطے میں جا پونہ پچھتے ہیں یہیں بائیں

**مولیٰ مسجد**  
۱۱۳۱ھ  
۱۷۱۹ء

ہاتھ کی طرف مولیٰ مسجد ہے جس کو محمد مظہر شاہ عالم بہادر شاہ فرزند اورنگ زیب نے ۱۱۳۱ھ میں تعمیر کرایا۔ مسجد کے صحن میں سنگ مرمر کے مصلے ہیں جن پر سنگ موسیٰ کا حاشیہ ہے صحن کا طول و عرض ۴۵ x ۵۵ ہے۔ چوڑا دونٹ ادبچا ہے۔ مسجد دی ۵۴ x ۱۳ کی ہے۔ مسجد کے دونوں طرف دو حجرے ہیں جن میں شمالی طرف کا حجرہ جدید بنا ہوا ہے۔ پہلے حجروں کا رستہ مسجد کے اندر سے تھا۔ مسجد تمام سنگ مرمر کی انبائیت حسین بنی ہوئی ہے جس میں جایا سنگ موسیٰ کی تحریریں بڑا لطف دیتی ہیں۔ جب بنی ہوگی تو سنگ مرمر بہت شفاف ہوگا اور اسی وجہ سے مولیٰ مسجد کہلاتی ہے کہ اس کی آب و تاب مولیٰ جیسی تھی۔ مسجد کے تین گنبد ہیں کمر کی وضع کے نہایت خوب صورت اور سٹول جن پر سنگ موسیٰ کی عمودی پٹیاں پڑی ہوئی ہیں جس طرح بیاض چشم میں مردک سیاہ لطف دیتی ہے وہی بات ان گنبدوں میں ہے۔ گاؤ دم مینار چھ چھ فیٹ اونچے مسجد کے اُدھر اُدھر ہیں اور اسی طرح چھوٹی چھوٹی چار برجیاں نہایت نازک مسجد کی چھت کی دیوار میں ہیں جن میں سے دو دو دونوں کوئوں پر ہیں باقی رہیں دو ان میں سے بچ کے گنبد کے ایک ادھر ایک ادھر۔ چھت کے گرد نفیس کنگور ہے۔ میناروں پر تہا

خوش وضع برجیاں تھیں۔ لیکن پرانی ہو جانے سے گر جانے کا اندیشہ تھا۔ ابو ظہر محمد سراج الدین بادشاہ نے ۱۲۶۶ء میں ان کو وادیں۔ بادشاہ رسے نہیں اور کسی کو توفیق نہ ہوئی جو بنو ادین اس وجہ سے میناریں گنڈی گنڈی معلوم دیتی ہیں۔ شاہ عالم ثانی کے عہد میں اس مسجد کا بیچ کا گنبد مٹیچ گیا تھا انھوں نے اسی وقت ایسی عمدہ مرمت کرا دی کہ معلوم بھی نہیں ہوتا۔ اب گنبدوں کے کلس ٹوٹ گئے صرف ایک کونے پر کے گنبد کا کلس رہ گیا ہے۔ مسجد میں اب منبر تک بھی نہ رہا۔ مسجد کی جنوبی دیوار کی طرف پانچ سیڑھیاں چڑھ کر ایک پختہ دروازہ ہے جس کے باہر ایک احاطہ ہے۔ اس احاطے کے مشرقی اور مغربی رخ پر پختہ دیواریں ہیں اور جنوب کی طرف محراب دار تجرے ہیں۔ شمال کی طرف ایک اور محراب ہے جس میں خاندان سلطین دہلی کی قبریں ہیں۔ اسی سے ملا ہوا ایک قلعہ اور جس کا حصار ادھورا رہ گیا ہے یہ بیگم است اور دیگر ممبران شاہی کا دفن ہے اور یہیں شاہ آبادی بیہیم صاحبہ اور دیگر ممبران خاندان شاہی کی قبریں ہیں۔ احاطہ شمالی کا فرش سنگ مرمر کا ہے طول و عرض ۱۲۵ × ۶۵۔ اس احاطے کی سنگ مرمر کی دیواریں دس فیٹ بلند ہیں احاطے کا دروازہ جنوبی دیواریں مغرب کے کونے میں ہے۔

موتی مسجد کے پاس بہت تحفہ اور نفیس یہ عجیبی جو سر سے پاؤں تک سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے ایسا کہ اس کی پتلی موتی کی آب کو خاک میں ملائی ہے اور اس کی نمائش قصر بہشت

شاہ عالم بہادر شاہ  
کا حجر ۲۲  
۱۲۶۶ء

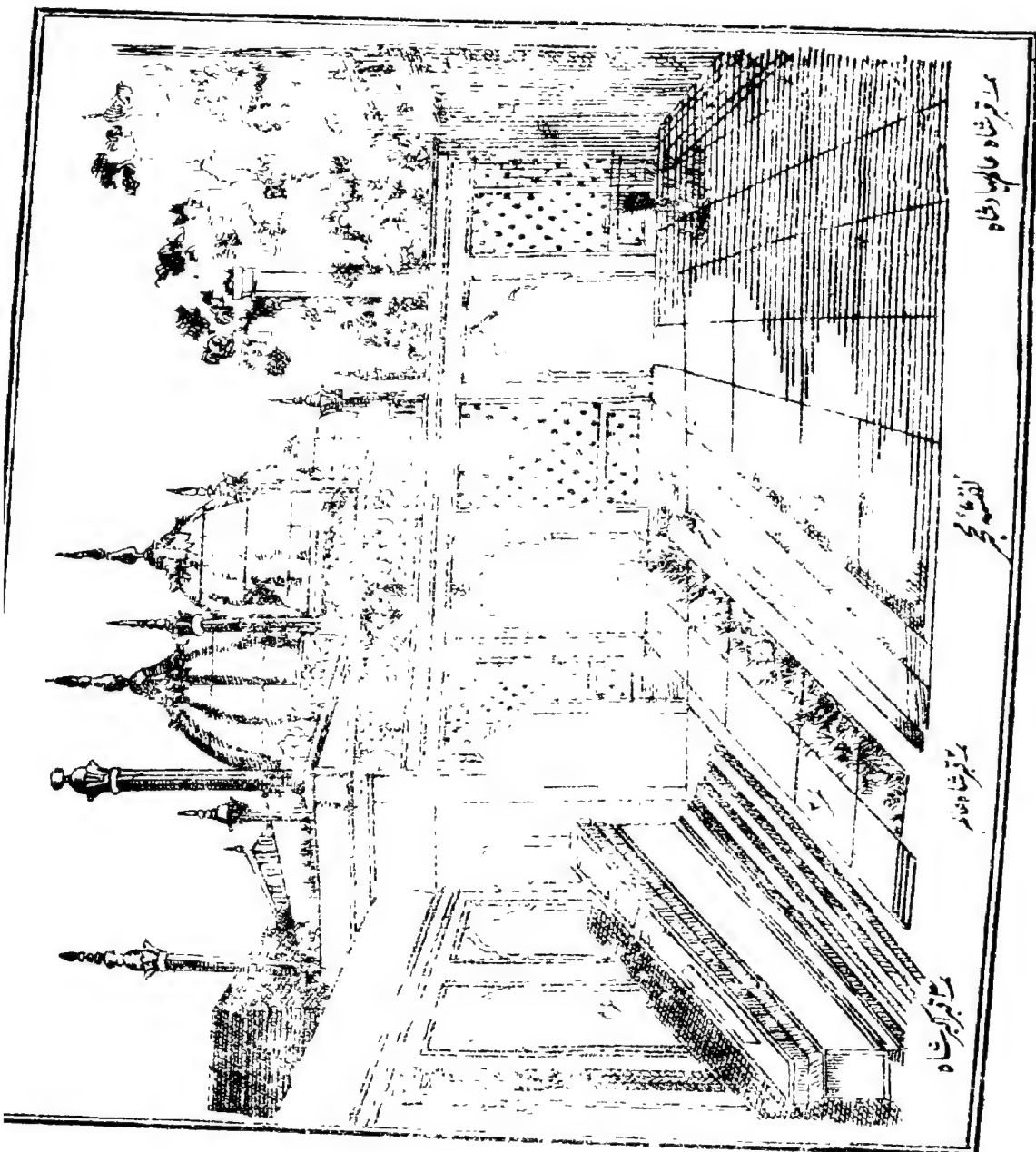
پر فوق لے جاتی ہے۔ یہ حجر ۱۲۶۶ء میں شاہ عالم بہادر شاہ کے صاحبزادے اور جانشین معز الدین جہاں دار شاہ نے بنوایا جس کا طول و عرض ۱۲۵ × ۱۸ ہے اور گرد سنگ مرمر کے دے اور چالیاں لگی ہوئی ہیں۔ جہاں دار شاہ خود ہا یوں شاہ کے مقبرے کے چوتھے پر مدفون ہیں۔ بعد اس کے سلطان عالی گوہر شاہ عالم ثانی بادشاہ نے ۱۲۶۶ء میں انتقال کیا وہ بھی اسی حجر میں رکھے گئے۔ پھر محمد اکبر شاہ ثانی نے ۱۲۵۳ء میں سفر آخرت اختیار کیا وہ بھی یہیں آسودہ ہیں جن کی تیسری قبر ہے محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ اور نگ زیب بادشاہ کے

مدرسه شاه عالمیادشاه

القطار

مدرسه شاه عالم

مدرسه شاه



فرزند اکبر تھے جو اورنگ زیب کے فرزند ان دعوی دار سلطنت میں سب سے زیادہ مہمیز ممتاز اور قابل تھے۔ اس بادشاہ نے سکھوں کی خوب خبر لی اور کئی فاش شکستیں دیں اور مرہٹوں کا بھی بخوبی استیصال کیا۔ بہادر شاہ نے عمر طبعی کو پونچ کر ستر برس چھ مہینے کی عمر میں انتقال کیا۔ پھر کی جالیوں کے اوپر سرائے کی طرف یہ بیت کندہ ہے۔

دعویٰ بامر مصطفیٰ علیہ السلام بادشاہ عالم را بود جنت جزا  
اس احاطے میں کل چار قبریں ہیں (۱) اکبر شاہ ثانی (۲) شاہ عالم۔ (۳) خانی۔ (۴) بہادر شاہ پسر عالم گیر ثانی۔ (۵) مرزا فتح محمد ولی عہد۔  
فرمان یہ کہ اسی احاطے میں مرزا فتح محمد سراج الدین بہادر شاہ ثانی کے ولی عہد کی قبر جو جنوں نے سیٹھ سے انتقال کیا۔ اس قبر کا تعویذ بھی سنگ مرمر کا ہے جو ۲۷۶ ہجری کے گرد دفن اور پانچا سنگ مرمر کا کھڑا ہے۔

یہ قبر ابو المنظر جلال الدین سلطان عالی گوہر  
شاہ عالم ثانی بادشاہ کی ہے جو عالم گیر ثانی کے بیٹے تھے۔ انھیں کے داہنی جانب ان کے بیٹے  
اکبر شاہ ثانی آسودہ ہیں۔ یہ قبر ۲۷۶۔ ۸ اور  
ایک فٹ دو انچ اوچی ہے۔ تعویذ پر کلمہ طیبہ اور کل من علیھا فان اور اطراف آیات قرآنی منقوش ہیں۔ اس قبر کے سرائے لوح پر یہ قطعہ کندہ ہے۔

ہذا القبر

دیجبل الجنة مشواہ

س ۲۲۱

ہوالنفار

شد مراوج تاجوری و حقیض خاک  
یعنی کہ شاہ عالم عالم پناہ کرو  
سید نوشت خامہ معجز طراز من  
وہ آفتاب روئے زہیں بودہ پیش از من  
درد اک از غبار کوف از اجل نہاں  
زہیں عالم انتقال بہ تربت گہ جہاں  
بیٹے کہ سال آفت زہر مصرعے عیاں  
شد آفتاب زہر زہیں آہ و اہساں

س ۲۲۱

الکاتب میر ظن رضوی

س ۲۲۱



# اکبر شاہ ثانی کی قبر

آس احاطے میں سب سے پہلی قبر ابو النصر  
معین الدین اکبر شاہ ثانی پسر شاہ عالم  
بہادر شاہ کی ہے۔ اس قبر کا تو نید سنگ معنی

کا ہے۔ یہ تو نید پہلے قاسم علی ہروی کی قبر کا تھا جس کے پائین میں وفات  
خواجہ قاسم علی ہروی، کندہ تھا جو چھیل دیا گیا۔ قبرہ ۷۰۰ اور پانچ انخبہ  
اونچی ہے۔ تو نید پر ہم اللہ اور کلمہ طیبہ اور بائیں طرف شیخ سعدی کا یہ شعر  
منبت کندہ ہے۔

ہر کہ آمد بجاں اہل فتنا خواہد بود      وانکہ پائندہ و باقیست خدا خواہد بود  
اور تو نید کی سیبہ ہی طرف یہ شعر ہے۔

خیز بیاں حضرت عمیر... یوم... دل خویش بند      بندید تو زعم... چونکہ بہ خواہد بود (پاکرم)

قبر کے سر اسنے تم۔ اونچی اور دفن چوڑی سنگ مرمر کی لوح پر سنگ  
موسیٰ کی چپکاری سے بہ خط نسخ یہ قطعہ لکھا ہوا ہے۔  
ہو اللہ العلیٰ الکبیر

لا اله الا الله محمد الرسول الله

شاہ اکبر فرورخ بخش جہاں      متخف گشت اسرافضاجیوں بدہر  
پی سال وفات گھٹ ظفر      عرش آسمان مگاہ عالمی قدما  
سر سید نے یہ قطعہ تاریخ وفات کا کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے۔

چوں برفت از جہاں شہ اکبر      شد سیہ آسمان ز دود جگر  
پائے شادی شکست و احمد گفت      سال تاریخ او "عم اکبر"

۱۳۶۳-۱۰-۱۲۵۳

## صرف دابہ

شاہ عالم ثانی اور محمد اکبر شاہ ثانی کی قبروں کے بیچ  
میں ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ فرزند اکبر شاہ  
ثانی کا سردار تھا جو اپنے باپ کے جانشین ہوئے اور ساڑھے گیارہ برس سلطنت  
میں کی لیکن ۱۸۸۷ء کے غدر نے سب سے بڑا ہتھ اس محمد بادشاہ پر صاف کیا  
اور پیری میں اُن کو یہ دافع دنگا گھر سے بے گھر۔ قطعہ سٹی سے اسی طرح بد ہوئے



جیسے کہ حضرت آدم جنت سے نکالے گئے۔ وطن سے جلا وطن اور ہندوستان سے باہر رنگون میں جا کر بقیہ زندگی غم و اہم میں کاٹی اور آخر کار آلام دنیوی سے ششہ میں نجات ابدی حاصل کی اور یہ جگہ ظلی کی خلی ہی۔ مٹی آن کی رنگون کی تھی وئی کی زمین کا پیوند کیسے ہو سکتے تھے اور یہ بات سچ ہوئی کہ ۵

دو چیز آدمی را کشد ز رزور کیے آب دانہ دوم خاک گور  
**شاہ آبادی بیگم کی قبر**  
 اس مجھ کے مغرب میں کوئی خانقاہ بنی ہوئی ہے  
 جس کے والانوں کی چھت گر گئی ہے اس کے  
 صحن میں آٹھ قبریں سنگ مرمر کی ہیں جن میں سے

ایک قبر شاہ آبادی بیگم صاحبہ کی ہے جس پر ایک لوح لگی ہوئی ہے بانی کسی قبر پر کتبہ نہیں ہے  
 یا افتتاح - کلمہ گرد آیتہ الکرسی

شہ آبادی آل ماہ زہرہ حبیب  
 بحسبم تاریخ باتف بگفت  
 کہ شد از قضا منزلش زیر خاک  
 خرامید در عین با جان پاک  
**حضرت خواجہ صاحب**  
 آپ بختیار کالی کے نام سے مشہور ہیں۔ بختیار کا  
 لقب تو آپ کو مرشد کی طرف سے ملا تھا اور  
 کالی کی وجہ تسمیہ مختلف طور پر بیان کی جاتی ہے۔  
**کے بعض حالات**  
 سیرالاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کے گھر میں اکثر شرافت

رہتا تھا تو آپ کی حرم محترم وقت ضرورت خواجہ شرف الدین بقال کی بیوی سے جو  
 پڑوس میں رہتی تھی اناج وغیرہ قرض کیا کرتی تھیں۔ عورتوں کی جیسی عادت ہوتی ہے ایک  
 دن بقال کی بیوی نے خواجہ صاحب کی زوجہ محترمہ کو طعنہ دیا کہ اگر میں وقتاً فوقتاً  
 تمہاری مدد نہ کرتی تو تمہارا کیا حال ہوتا۔ یہ بات شدہ شدہ خواجہ صاحب کے گوش مبارک  
 تک بھی پہنچی آپ نے اپنی بیوی کو قرض لینے کی قطعاً ممانعت کر دی اور ارشاد فرمایا کہ  
 یہ جو طاق ہے جس وقت تمہیں ضرورت ہو بسم اللہ کر کے اس میں ہاتھ ڈالو اللہ تعالیٰ  
 تم کو دے گا۔ چنانچہ جب آپ ہاتھ ڈالتے تھے گرم گرم کاک اس طاق میں سے نکلتے اور یہ بھی  
 روایت ہے کہ آپ کے سھلے کے تلے سے بہ افراط کاک نکلتے تھے اس واسطے آپ  
 دد کالی، مشہور ہوئے۔

افضل القوائد میں لکھا ہے کہ حضرت امیر خسرو نے سلطان المشایخ سے پوچھا کہ حضرت خواجہ صاحب کو کاک کی کیوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت آپ حوض شمس پر بیٹھے تھے اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی آپ کے ارباب نے کہا کہ اس وقت گرم گرم کاک ملیں تو کیا اچھی بات ہو۔ آپ نے فرمایا کیا کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا کھائیں گے۔ پس آپ اٹھ کر تالاب کی طرف تشریف لے گئے اور پانی میں سے گرم گرم کاک نکال کر ان لوگوں کے سامنے ڈال دیئے جب سے آپ ”کاک کی“ مشہور ہو گئے۔

کتاب فردوسیہ میں لکھا ہے کہ ایک دن بادشاہی نان باکی کے کاک جل گئے وہ بے چارہ گھبرا گیا کہ اب کیا کروں کہ اتنے میں حسن اتفاق سے آپ کا گزر اس نان باکی کی دکان پر ہوا آپ نے اسے پریشان دیکھ کر فرمایا۔ اے بیار کیا دیکھتا ہے تو بسم اللہ کر کے تنور میں ہاتھ تو ڈال۔ اس نے جو ہاتھ ڈالا تو اچھے خاصے سرخ سرخ کاک نکلے اور اسی طرح کئی بچاؤ میں آپ نے آستین جھٹکی تو کاک جھڑنے لگے اور اسی وجہ سے آپ کا نام کاک کی مشہور ہو گیا۔

نقل از کتاب سیرالادب لیا خواجہ صاحب اور شیخ جلال الدین تبریزی مثنوی میں شیخ بہار الدین نوکریا کے مہمان تھے کہ ایک رات فوج کفار کی مثنوی کے قلعے کے نیچے آگئی اور چاہا کہ شہر کو غارت کرے کہ ناصر الدین نیاپہ والی مثنوی ہر سہ بزرگان کی خدمت میں فوج کفار کے وضعیہ کے لئے آئے کہ خواستگار ہو اور بہت بے قراری ظاہر کی۔ اتفاق سے اس وقت خواجہ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا فبا چہ لو غایت کر کے فرمایا کہ اس تیر کو اپنے گھر لے جا کر دشمن کی طرف مارو اس نے ایسا کیا جس وقت وہ تیر فوج کفار میں پڑا ساری کی ساری تشر بتر ہو گئی۔

جواہر فریدی سے منقول ہے کہ جب سلطان شمس الدین کی سخاوت کا آوازہ چار دانگ عالم میں بلند ہوا تو ایران کی طرف سے ایک شاعر ناصری ایک قصیدہ چھپن بیتوں کا بادشاہ کی تعریف میں لکھ کر لایا۔ دلی پہنچ کر اس نے خواجہ صاحب کے تقدس اور کمالات کا حال سنا۔ آپ کے شان میں بھی ایک قصیدہ لکھا اور پہلے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فاتحہ پڑھی اور کہا جا بہت انعام ملے گا۔ شاعر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا فقار کا میں طوطی کی آواز کو سننا ہر بادشاہ متوجہ نہ ہوا۔ شاعر بے چارے نے خواجہ صاحب کو دل میں یاد کیا مٹا بادشاہ متوجہ ہوا اور کہا پڑھو قصیدہ کا مطلع یہ تھا:۔

ایک فتنہ از نہیں تو انہار خواستہ تیغ تو مال و میل ز کفار خواستہ  
قصیدے کے (۵۶) شعر تھے بادشاہ بہت مسرور ہوا اور چھپن ہزار رنگہ نقری انعام  
سرفراز ہوا۔ ناصری بے چارے کو کب توقع تھی کہ اس قدر زخیر انعام ملے گا۔ فوراً  
حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور جوندہ اپنے دل میں مانی تھی گزرائی۔ خواجہ  
صاحب نے وہ نذر اسی کو بخشی اور وہ خوش خوش اپنے وطن کو واپس گیا۔

سیر الاولیاء سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوری سفر کر کے دریا  
کے کنارے پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت کے تلے ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور  
درخت پر سے سانپ لٹک رہا ہے قریب ہے کہ اُسے دُس لے ناگاہ ایک بچھوٹا  
ہوا اور اُس نے ایسا ڈنک مارا کہ سانپ تڑپ کر ملیٹ گیا۔ ہم نے جانا کہ یہ شخص  
کوئی خاصان خدا ہے ہر جو اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنی حفاظت میں رکھا ہے۔ جب قریب  
پہنچے تو دیکھا کہ وہ شخص نشہ شراب میں مست پڑا ہے پس ہم کو حیرت ہوئی کہ یہ آدمی  
کیسا نافرمان اور وہ کیسا مہربان۔ اتنے میں غیب سے ندا آئی کہ ”ای عزیزان اگر میں  
صالحان و پارسایان را حفاظت کنم پس فاسقان و گناہ گاران را کہ حفاظت کنند؟“  
ہم اسی بات میں تھے کہ وہ شخص ہوشیار ہوا ہم نے سارا ماجرا اُس سے کہا وہ سن کر  
بہت شرمندہ ہوا اور شراب خواری و بدکرداری سے توبہ کی اور خدا کے دوستوں  
میں سے ہوا۔ ای عزیز! تمیز کر کہ جب وقت نیک آتا ہے اور ہوا مہربانی اور فضل کی جلتی ہے  
آدمی کیسا ہی خراب ہو ایک دم میں اُس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے اور مسند نشین  
اولیاء کرتا ہے۔ برخلاف اس کے اگر قہر کی گرم ہوا چلے سینکڑوں سجادہ نشینوں کو  
خراب کر کے غارت کرے

اسرار العارفین سے منقول ہے کہ آپ شبانہ روز مراقبہ میں رہتے تھے۔ جب نماز  
کا وقت ہوتا تو آنکھ کھولتے اور غسل اور وضو تازہ کر کے نماز پڑھتے۔ آپ کو صغریٰ  
سے نیند کا غلبہ بہت رہتا تھا اور آخر عمر میں شب بیدار تھے اور باقی عمر میں تلاوت  
قرآن شریف اور ذکر جلی و خفی کیا۔ آپ سالکوں اور برگزیدہ مجاہدوں میں سے  
تھے گوشہ خلوت میں رہتے تھے کم سوتے۔ کم کھاتے اور کم بولتے تھے اور ہمیشہ  
چلہ کشی کرتے تھے۔

جامع الکلام میں لکھا ہے کہ آپ ہمیشہ لب بستہ اور دل شکستہ رہتے تھے اور کوئی دم روئے سے عین نہ تھا اور مجربے کا دروازہ بند کر کے اکیلے بیٹھے رہتے تھے اور آپ کی زیارت کے لوگ بہت مشتاق ہوتے تو خادم جا کر عرض کرتا آپ ایک ٹھنڈا سانس لے کر اجازت دیتے جب لوگ آجاتے آپ کھڑے ہو جاتے اور سب پر نظر شفقت کرتے اور خادم کو اشارہ کرتے کہ سب کو ایک ایک پیالہ پانی کا دے کر رخصت کرے۔ جب تک لوگ پانی پیتے آپ کھڑے رہتے اور باتیں پسند و نصیحت کی کرتے رہتے۔ جب سب کو پانی مل جاتا تو آپ رخصت کر دیتے۔

افضل الفوائد میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں سلوک کا ذکر ہو رہا تھا آپ کو برہنہ غایت سرور ہوا آپ بار بار ٹھنڈے سانس بھرتے اور زار و قطار روئے جاتے تھے کئی دن آپ کی یہی حالت رہی مگر جب نماز کا وقت ہوتا آپ جماعت سے نماز ادا فرماتے اور پھر وہی حال ہو جاتا۔ کسی طرح صبر نہ آتا۔

مراد المریدین سے مروی ہے کہ آپ حافظ تھے اور اکثر اوقات کلام مجید کا درو فرماتے تھے۔ جب آتیش یاس و سر اس کی پڑھتے تو زار زار روئے اور اپنا سینہ ناخن سے فوجتے یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے اور جب ہوش آتا تو پھر تلاوت کرتے اور جب آتیش رحمت اور زمنا کی پڑھتے تو آپ کے چہرے سے بشاشت اور سکراہٹ ظاہر ہوتی اور دھج کر کے اور اپنے حسب حال اشعار پڑھتے اور پھر تلاوت کرتے۔

فوائد الفوائد میں لکھا ہے کہ آپ زہد و ریاضت چھپو ال کرتے اور اپنے آپ کو خلقت سے چھپاتے اور مریدوں کو بھی اخفا سے عبادت کی نصیحت فرماتے اور کرامت کے چھپانے کا حکم کرتے اور فرماتے کہ کچھ ضرورت نہیں ہے کہ یہ چیزیں مشہور ہوں۔ فقیر کے لئے مشہور ہونا سخت آفت کا سامنا ہے۔

افضل الفوائد سے منقول ہے کہ ایک دن عالم سرور و شوق میں ارشاد فرماتے تھے کہ جو کوئی راجت میں پورا اتر مقصود کو پہنچا اور جس نے زبان سے اُس کی حمد بھی تو یا اُس سے بامیں کیں اور جس نے کہ آنکھ سے اُس کا جمال دیکھا بنیا ہوا اور جس نے اُس کی وحدت کی شراب پی مرو کا مل ہوا اور اُس میں سستی پیدا ہوئی اور اُس کا غلغلہ بند ہوا۔ جیسا کہ حضرت نظامی فرماتے ہیں۔ قطعہ

چوست خلوتش کشتی فلک را خیمہ بریم زن  
ستون چرخ در جنبان طناب سماں در کش  
طریقش بے قدم می زن تمش بے زباں می گو  
جماش بے بصیری میں شراش بے جہاں در  
راحت الغلوب میں لکھا ہے کہ آب انشراح اہل و عیال کے فاقہ سے رہتے اور صبر  
فرماتے اگر ایسی حالت میں کوئی مسافر آکھتا تو آپ مولانا بدر الدین غزنوی کے  
پاس جو مرید اور خادم خالقہ کے تھے بھیجے اور اشارہ فرماتے کہ خیر پانی تو لاؤ کہ  
آج کا دن بخشش و عطیہ سے خالی نہ جائے اور مجلس میں پونہچ کر آپ ہر ایک مسافر کو پانی کا پیار ڈیٹے  
اسرار الایام میں لکھا ہے کہ جب آپ کو فاقہ ہوتا تو آپ اس کا اظہار کسی پر نہ فرماتے اور  
اگر احیاناً اس حالت میں بادشاہ یا کوئی امیر کچھ چیز بھیجتا تو آپ قبول نہ کرتے چنانچہ  
شمس الدین بادشاہ نے ایک مرتبہ ایک تھیلی انشرفیوں کی آپ کے پاس بھیجی اور  
کہا بھیجا کہ اگر آپ اس کو قبول کر لیں گے تو میں بہت ممنون ہوں گا۔ آپ نے فرمایا  
کہ واپس لے جاؤ اور بادشاہ سے کہو کہ میں تم کو اپنا بڑا دوست جانتا ہوں اور تم مجھ سے  
دشمنی کرتے ہو جس چیز کو خدا نے تعالیٰ دشمنی اور غضب سے اپنے کلام پاک میں یاد کرے  
اور تمام مصتول کو اس سے بدھیز کرنا بتا دے تو تم ہمارے واسطے ردارہٹے ہو اور  
ہم کو اس میں آلودہ کرنا چاہتے ہو۔

کتاب راحت الغلوب سے منقول ہے کہ شیخ فرید الدین گنج شکر راوی ہیں کہ  
ایک دن سلطان شمس الدین کا وزیر آیا اور ایک طشت پر از طلا اور ایک فرمان دس  
مواضع جاگیر کا لایا اور کہا کہ بادشاہ نے اظہار بندگی کر کے یہ فرمان اور طشت زراپ  
کے غلاموں کے لیے بھیجا ہے۔ خواجہ مسکراے اور فرمایا کہ ہمارے پیروں نے ایسے چیزیں  
قبول نہیں کی ہیں۔ اس لیے میں بھی نہیں لیتا۔ وزیر نے عاجزی و شرم کی آپ نے  
فرمایا کہ اگر میں آج ان کی متابعت نہ کروں اور جاگیر ات اور اس زر کو قبول کر لوں تو  
میں قیامت کے دن ان کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اور ان کے زمرے میں کیوں کر  
شامل ہوں گا۔ ان چیزوں کے طالب اور بہت سے ہیں ان کو دو۔ ناچار وہ  
سجہ دایا کے واپس چلا گیا۔  
ایک دن آپ کی خدمت میں قوال آئے اور اس شعر کو نہایت خوشنما اور دل ربا  
طو سے گارہے تھے۔

سرود حسیت کہ چندیں نسوں عشق در دست  
سرود محرم عشق ست و عشق مجرم دست  
یہ شعر سن کر آپ پر حالت طاری ہوئی اور کئی دن بے ہوش رہے دانہ پانی نہ کھایا  
مگر نماز کے وقت ہمیشہ ہوش میں آ جاتے تھے۔  
آپ نے اور قاضی حمید الدین ناگوری نے ایک دفعہ مجلس سماع منعقد کی جس میں  
بہت سے لوگ جمع ہوئے سلطان شہاب الدین غوری نے سنا اور کہا کہ امام ابوحنیفہ  
کے ہاں سنا نا حرام ہے اگر یہ میرے شہر میں گانا بجانا کریں گے تو میں ان کو نکال دوں  
آپ نے سنا تو فرمایا کہ ”جو شخص ظالم شخص ہے اس پر سماع بے شک حرام ہے اور ہم پر  
حلال ہے مجھ کو وہ کیا نکالے گا اگر خدا نے بھی چاہا تو وہ خودی نکل جائے گا، اس بات  
پر چند دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ غزنی جاتے ہوئے رہنک مقام پر گھر والوں نے  
اُسے مار ڈالا اور بھر پلٹ کر دلی آنا نصیب نہ ہوا۔

ادبیارا بہت قدر ست الہ تیر جہنہ باز گرداندر راہ  
کبھی آپ بے ساختہ شعر بھی کہہ دیا کرتے تھے چنانچہ یہ نظم آپ ہی کی ہے۔  
ای بگردن شمع رویت عالمے پر او نہ وز لب شیریں تو شور لبست در سر خانہ  
سن پچندیں آشنائی سن خورم خون جگر قطب کیوں گر گنا ہے می کند عیشش کن

گر سرد از تو بگو شمع کہ میرا سعدی تائب کو رباغ از و کرامت بروم  
در بدام بدرمگ کہ حشرم بالست از محدود کنناں تا بقیامت بروم

### علامت اور وفا

جب آپ کی عمر آخر ہونے آئی تو ماہ رمضان کھا کہ آپ کو منع ہونا شروع ہوا مگر آپ  
نے سارے روزے رکھے جب عید ہوئی تو عید گاہ تشریف لے گئے اور وہاں  
سے پلٹ کر جس جگہ آپ کا مزار ہے پونچھ کر چول کہ وہ جگہ مصفا اور پاکیزہ تھی دیر تک  
کھڑے رہے۔ آپ کے ہمراہیوں نے کہا کہ آپ گھر تشریف لے چلیے کہ لوگ  
زیارت اور مبارک باد کے لئے منتظر ہیں اور کچھ کھانا تناول فرمائیے اور لوگوں کو  
خصت کیجیے آپ نے فرمایا کہ ”اے جابر ابوے دہامی آید، یہ کہہ کر آپ کو بہت  
رقعت طاری ہوئی۔ اور فرمایا کہ میرا یہ دل چاہتا ہے کہ میرا دفن اسی زمین میں ہو اور اسی  
دقت مالک راضی کو بلو کر اس کو قنیت دی اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔

ایک روز شیخ علی سکری کی خانقاہ میں مجلس سماع تھی خواجہ صاحب بھی تشریف فرما تھے

قوال شیخ احمد جام کا تفسیر نہایت خوبی سے گارہے تھے جب اس شعر پوچھے۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را  
سرزماں از عیب جان دیگر است

تو آپ ایسے متاثر ہوئے کہ حالت نزع کی ہو گئی اسی حالت میں آپ کو گھڑاٹھا کر  
لائے اور چار دن تک اسی حالت میں رہے اور بار بار قوالوں سے اسی شعر کی تکرار

کراتے تھے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو ہوش میں آ جاتے اور نماز ادا فرماتے و مولینا  
غفر الدین زراوی اپنے رسالہ اصول السماع میں لکھتے ہیں کہ جب آپ کو سماع میں زیادہ

استغراق ہوا اور حالت دیگر گوں ہوئی تو آپ کے مرید حکیم تھمسل لدین صاحب کو جو اپنے  
زمنے کے بڑے حاذق طبیب تھے بلایا انھوں نے نبض دیکھ کر کہا کہ مدد! آپ کا

آتش عشق سے جل کر کباب ہو گیا ہے اور بگر آپ کا ٹھک غریبت سے کھل گیا ہے اب آپ کی سودا غریبت ویدار کے ہو چکی ہے

لَقَدْ لَسَعْتَ حَيَّةَ الْهَوَى كَيْدًا بِي  
اَلَا الْحَيَّةَ الَّذِي قَدْ شَغَفَتْ بِي

فَعِنْدَكَ رَغِيْبَتِي وَ سِرِّيَا قِي  
فَعِنْدَكَ رَغِيْبَتِي وَ سِرِّيَا قِي

قوال جب مصرعہ اول پڑھتے تو آپ کو سکون ہوتا اور مصرعہ ثانی سے تڑپ  
پیدا ہو جاتی بالآخر اسی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا کہ آپ کے سر مبارک کو

قاضی حمید الدین کے زانو پر تھا اور پائے شریف شیخ بدر الدین غزنوی کی گود میں  
کہ بدر الدین صاحب کی آنکھ جھپک گئی اور ایسا معلوم ہوا کہ آپ فرماتے ہیں کہ ابو الدین غزالی کے دوستوں کو منہ نہیں ہونے

مرا زندہ پندار چوں خویشتن  
من آمم بحب نگر تو آئی بہ تن

دار البقا کی طرف رحلت فرما چکے تھے شمس الدین التمش نے جب آپ کی وفات  
کا حال سنا جو روز و شب ۱۴ ربیع الاول ۸۶۳ھ کو تھینا (۵۲) اور بقولے

۴۲ سال کی عمر میں ہوا تو نوٹا دوڑا ہوا آیا اور خود آپ کو غسل دیا اور آپ ہی جنازہ  
کی نماز پڑھائی اور میت کو خود کندھا دیا۔ بادشاہ کو آپ کی صحبت کا نیک اثر ہوا تھا کہ خود

بڑا مستشرق اور سختی سے پابند صوم و صلوة تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے کبھی نماز کا وقت  
ٹلنے نہیں دیا قضا کرنا تو ایک دوسری بات تھی۔

۱۵ میرے بزرگ محبت کو ایسا ناگ ڈس گیا ہے جس کے لیے نہ کوئی طبیب ہی کافی ہو سکتا ہے  
نہ کوئی منتر ہی پڑھنے والا۔ البتہ جس دوست پر میں فریفتہ ہوں اس کے پاس میرا



جس دن آپ نے وفات پائی اسی سال سلطان شمس الدین التمش نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ حضرت کی وفات کی تاریخ کا یہ قطعہ ہے۔

فیض بخش جان بعدق یقین	قطب آفاق خواجہ قطب الدین
اسوہ دہر و قدوہ عالم	زبدۂ دودۂ بسنی آدم
لقبش بختار کا کی دان	مہت اولیٰ اکشیش برخواں
از ربیع تحت چار دہم	بود کاں قطب شد بچرخ ہنم
روز ترحیل آں دوشنبہ داں	بے شک دریب سے ستودہ جوان
عقل تاریخ نقل آں محسود	آب حنبت بقطب دین فرمود
باز گو سال نقل آں نامی	روح القدس روحہ السامی
عمر پنجہ و چار سالش بود	کاں زماں سوے عد نقل نمود
مرقد پاک او بہ دہلی داں	روز و شب فاتحہ ہر و بر خواں
سال نقش بہ بحر دیگر نیز	بیشکے گفتہ ام شنو بہ بیشتر

سال آں دلی نیک خو  
ہو بدر و در قطب الدین بگو

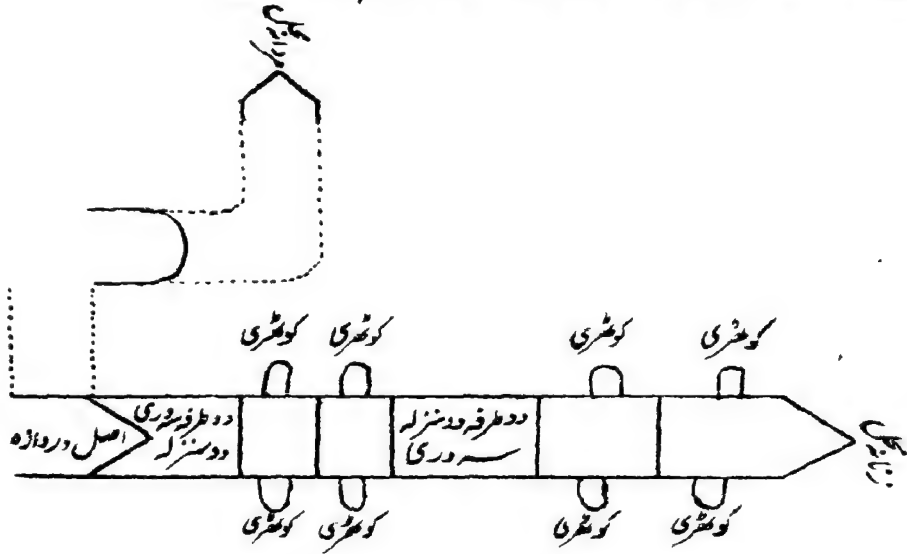
## خواجہ صاحب کی درگاہ کے باہر کی عمارتیں

**بادشاہی دروازہ** حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ کے باہر دروازہ ہوا بڑا عالی شان دروازہ ہے جس کی بلندی چھ اور عرض ۱۲۔ ۱۳ ہے اس پر چڑھنے کا دروازہ ہے۔ سیر مہیوں کا چکر دار زینہ ہے۔ لوگ اس کے درگاہ کا دروازہ کہتے ہیں اور میں اسے ایک جدا گانہ محل کا دروازہ سمجھتا ہوں کیوں کہ اس دروازے کے اندر بڑے بھاری محل کے کھنڈر ہیں۔ یہ دروازہ سنگ سرخ کا ہے جس پر سنگ مرمر کی پٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔ دروازہ بالکل درست حالت میں ہے۔ اور سہ منزلہ ہے جس کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے۔

(کتبہ بر صفحہ آئندہ)



سنہ ۶۲۱ھ میں اس دروازے پر چوہدری کریم بن صاحب المراد نے  
گفت دل سال بنا باب ظفر پائندہ باد  
دروازہ سات گہا یعنی ایک کے اندر ایک سات حصے ہیں اور مردانے محل  
کی طرف بڑے دروازے کے اندر بائیں طرف تین دروازے ہیں۔ ان دروازوں  
میں دھواڑھر بادشاہ کا باغی مع عماری کے چلا جاتا تھا۔



محل تو اب رہا نہیں مگر یہ بات ظاہر ہے کہ جس محل کا دروازہ ایسا نایاب ہو وہ محل  
خود کیوں نہ لا جواب ہو۔ دروازے کے حصوں کی بعض جھپٹیں لڑوی ہیں بعض چوبی  
کڑیوں کی ہیں۔ اسی کے پاس خاص محل کے کھنڈر ہیں۔ یہ دروازہ مغلیہ خاندان  
کے خاتم السلاطین بہادر شاہ مرحوم و مغفور کا بنوایا ہوا ہے۔

خاص محل کے عقب میں سر اے شاہی کی قدیم  
کے شاہی اور شکستہ عمارت ہے۔ اب اس میں زیادہ تر گیتے دا لے

ٹھہرتے ہیں۔ چو طرف ریل کھل جانے سے اب سر آئیں بیکار ہیں۔ سفروں کی  
ریل پیل بھٹیاریوں کی کشاکش اب نظر نہیں آتی۔ تہذیب یافتہ نئی روشنی  
والے ڈاک بنگلہ اور ہوٹل ڈھونڈتے ہیں معمولی حیثیت کے لوگ دلی سے سوچے  
سوچے چلے سیر پاتے ہیں دن گزارشاموں شام گھر آن داخل میراویں میں

رہے تو کون۔ بھٹیاریوں کا روزگار بند اب جدھر دیکھو خانساں  
اور پٹیلوں کا دور دورہ ہو۔

بادشاہی دروازے کے پاس شیخ سلیمان دہلوی  
کا مزار ہے۔ جو بہت خوب صورت قلمدان نالداوی  
تج ورہ سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے جو ۹۲۲ھ  
ہے۔ اس میں دو قبریں سنگ مرمر کی ہیں۔ پہلی

**شیخ سلیمان دہلوی**  
**کا مقبرہ ۹۲۲ھ**

قبر شیخ صاحب کی ہے اور دوسری اُن کے بھائی کی کہی جاتی ہے جن کا نام معلوم نہیں۔  
شیخ سلیمان بن عغان المندوی الدہلوی در ارشاد و ترتیب طابان و تلقین واذکار  
و اشغال درویشان یگانہ عصر بود۔ مسافرت بسیار کردہ و نعمتہا یافتہ۔ گویند کہ ویرا  
نقل ارواح کہ مرتبہ الیت از مراتب تصرفات نفس ناطقہ انسانی حاصل بود و بخت  
اُن از اکثر احوال قرون ماضیہ خبر دادے۔ گویند کہ دگر در تجوید قرآن یگانہ عصر بود و در  
معاملہ قرآن را پیش اُن سرور صلعم تجوید بنوودہ و شیخ عبد القدوس پیش او تجوید کردہ  
و مدینے مدید در خالفتاہ او بودہ۔ وفات او شب چہار دہم ماہ محرم ۹۲۲ھ و مقبرہ  
او عقب مقبرہ خواجہ قطب الدین است۔

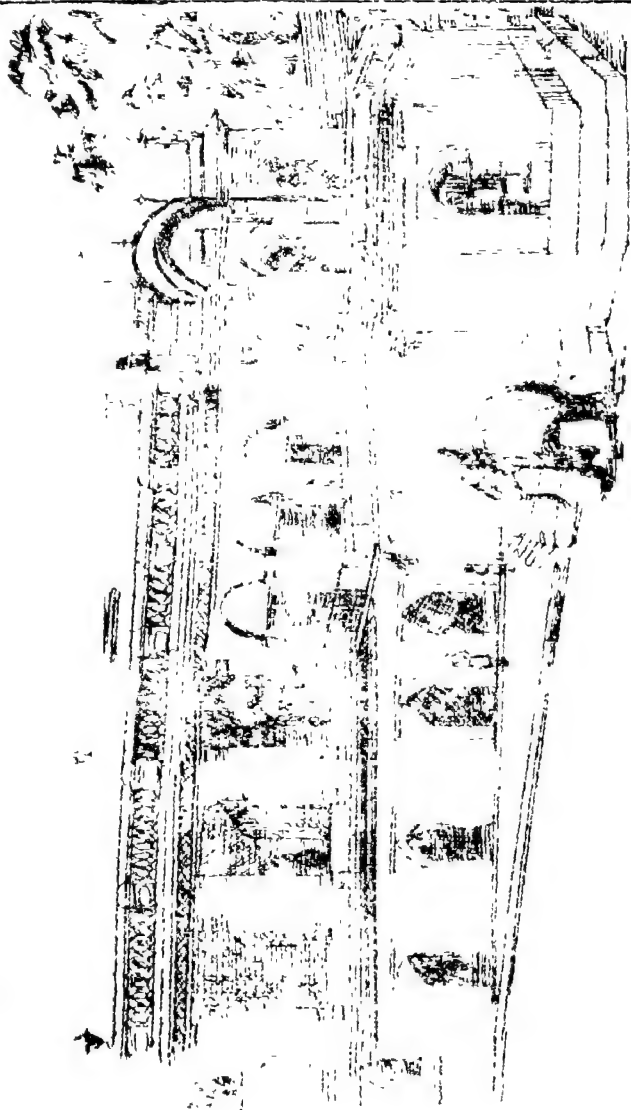
**مینا بازار اور باولی**  
بادشاہی دروازے اور غام محل سے مغرب  
مقابل جب بازار کی طرف چلیں تو مینا بازار ہے۔

یہ وہی بازار ہے کہ جس کے دورویہ بنگلے میں جو عرس شریف کے موقع پر بھاری بھاری  
کراے پر جاتے ہیں اسی کے شروع میں ایک بڑا غدار ہشت پہل کنواں ہے جو  
کہتے ہیں کہ اورنگ زیب نے بنوایا تھا۔ کنواں ہشت پہل بنا ہوا ہے جس کا  
ہر ضلع ۴۸۰ لمبا ہے۔ بہت عمیق اور کشادہ ہے۔ اب تک بھی کثرت سے اس کا  
پانی استعمال کرتے ہیں اور اچھی حالت میں ہے۔ بہت پختہ بنا ہوا ہے۔

**مسجد و مکان حکیم احسن اللہ خاں**  
سورگاہ شریف کے قریب یرمکان  
بہایت خوش نما سر راہ واقع ہے جو  
شہور زمانہ احترام الدولہ عمدہ الحکام  
۱۲۶۱ھ و ۱۲۶۳ھ

مفتد الملک حاذق الزمان حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب بہادر ثابست جنگ کا بنوایا ہوا ہے

نقشہ مکان مسجد حکیم حسن الدخان ہمدان



یہاں درشاہ کے دور آخری کے سب سے بڑے رکن رکین یہی تھے۔ مسجد اور مکان دونوں پر قطعات تاریخی لگے ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

### تاریخ مسجد

مسجد کے ساخت چوں محسنِ ممل  
احسن اللہ خان پاک سرشت  
اعظم ہر سال تاریخش  
خامہ ام وہ خانہ خدا بنوشت  
۱۲۶۱

### تاریخ مکان

از سال بنائے نو بدر گاہ  
پیر خردم نمود آگاہ  
بوداشت سر از دیارِ دہلی  
تعمیر تعمیر احسن اللہ  
اب اس مکان میں عیسائی لوگ رہتے ہیں۔ اسی کے پاس مرزا اثر یا جاہ کی  
حوٹلی بھی ایک قدیم عمارت ہے۔

**گندھک کی باؤلی**  
درگاہ کے باہر یہ ایک بہت بڑی باؤلی ہے۔  
۱۳۸۵ء تا ۱۳۸۸ء پانی کے اوپر کا محقق ہے۔ پانی کے اوپر  
۹۴) سیڑھیاں کھسی ہیں جس کا سلسلہ تہ تک چلا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ باؤلی  
شمس الدین التمش کی جو آئی ہوئی ہو طرز اس کا راجوں کی بائیں اور باؤلی درگاہ  
حضرت نظام الدین کا سایہ۔ باؤلی کے شمال کی طرف سہ دری ہے جس کے ایک  
کے اوپر ایک پانچ درہیں۔ اس باؤلی میں اب بھی پانی موجود ہے جو کسی قسم کے  
معدنی اجزاء گندھک وغیرہ سے مرکب ہے اور اسی وجہ سے یہاں نہانا امراض  
جلدی کو مفید ہوتا ہے۔

**بستی دروازے کے**  
درگاہ شریف کے بستی دروازے  
کے سامنے پنج میں رستہ چھوڑ کر دو  
نقار خانے قدیم زمانے کے بنے ہوئے  
ہیں کہتے ہیں کہ شیر شاہ (۱۵۴۰-۱۵۵۵ء)  
اور سلیم شاہ (۱۵۵۵-۱۵۶۲ء) کے زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔ درگاہ کا ایک

دروازہ قاضی کا دربار بھی ہے جو جنوب میں ہے۔

**راجوں کی بائیں کے پاس کا ایک و مقبرہ**

راجوں کی باؤلی کا حال اوپر آچکا ہے اسی کے پاس ایک نامعلوم مقبرہ ہے جس میں مرجع ہے جو بہت پہلے ہوا اور سنگ سرخ کے درہیں۔ اس گنبد میں دو قبریں ہیں نامعلوم۔ اسی گنبد کے پاس ایک بہت بڑا کھنڈر ایک مسجد کا ہے۔ مسجدوں کے اس طرح متعدد کھنڈر ہیں چنانچہ راجوں کی بائیں کے پاس اور دو ٹوٹی بھوٹی بڑی بڑی مسجدیں ہیں جو بالکل متہدم ہو گئی ہیں۔ عرض یہ کہ راجوں کی بائیں کے چوہدری بہت سے کھنڈر ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں یہ باؤلی آبادی کے وسط میں تھی اور اب تو کھنڈروں کے بیچ میں ہے کہ اکیلے اکیلے جاتے ہوئے بھی ڈرے۔

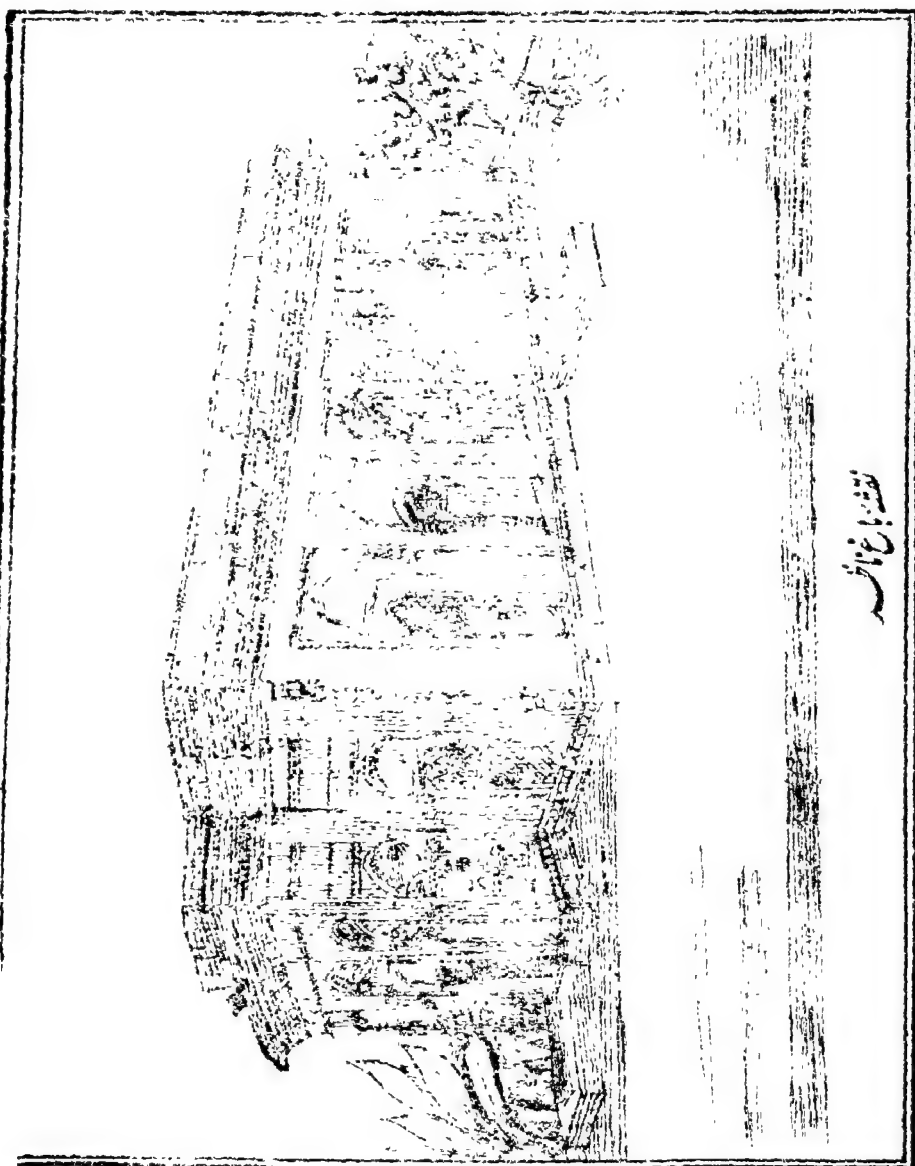
**ناظر کا بیان**

یہ باغ قطب صاحب کے جھرنے کے پاس ہے۔ جو سرسبز و شاداب اور ایک اچھی سیرگاہ ہے۔ اس میں مکانات مزعوب بنے ہوئے ہیں۔ پھول والوں کی سیر میں ہزاروں آدمیوں کا جھگمکا ہوا رہتا ہے اور بڑی رونق کامیلا لگتا ہے۔ اس باغ کو ناظر روز افزوں نے محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں بنایا تھا۔ اس کے دروازے پر یہ کتبہ ہے جس سے اس کا سال بنا معلوم ہوتا ہے۔

بفرمان محمد شاہ عادل	کہ بفرقش بود تلج تبارک
بنائے گلشن و قطب گردید	کہ گلہائیش زند و ضوان تبارک
بود سرسبز و ایم روز افزوں	بجق سورہ صا و تبارک
پیر تاریخ سانش گفت ہاتف	خدا یاری بود بالتر مبارک
سالہ بحری مقدمہ مطہرہ است جلوس مبارک محمد شاہی	

اس باغ کے گرد اگر تفصیل ناکسور سے دار نہایت مضبوط چار دیواری ہے جس نے اب تک بھی جنبش نہیں کھائی۔ البتہ مشرق کی طرف کی دیوار گر گئی ہے اور اندر چاروں طرف مکانات سنگین سنگ سرخ کے نہایت عمدہ بنے ہوئے ہیں اور ایک مکان

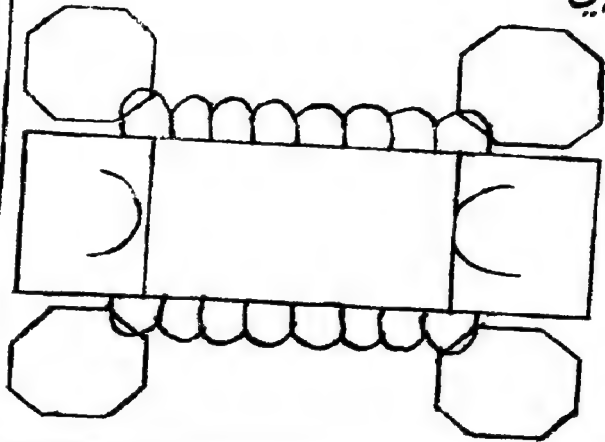
نقد و باغ نادر



بانع کے بچوں بیچ بنا ہوا ہے کہ وہ سب سے بڑا اور بہتر ہے۔ صدر دروازہ مغرب رو ہے  
سنگ سرخ کا ہے جو دہرا ہے جس کی بلندی ۳۴ ہے۔ دو طرفہ چھبیں چھبیں میٹر چھبوں کا زینہ  
ہے۔ چوبلی پٹ میں مگر شکستہ۔ دروازے کے اندر دو طرفہ دو منزلہ۔ درمیانی منزل  
یہ کہ دروازہ بڑا عالی شان ہے اور ایسے نفیس بانع کا دروازہ بھی ایسا ہی ہونا چاہیے  
تھا۔ گوا حاطے کے چار دروازے تھے مگر وہ معمولی حیثیت کے تھے صدر دروازہ  
یہی تھا جس پر کہ کتبہ ہے۔ پہلے یہ ایک کش بانع تھا اور اب ترا جھاڑ جھینکاڑ ہے۔ روشوں  
نالیوں اور کھار یوں کے نشان اب بھی موجود ہیں مگر جس میں ہل بھر جاے اور زراعت  
ہونے لگے تو اب کیا خاک رونق رہ سکتی ہے۔ بارہ دریوں اور پُر لطف شہ نشینوں  
میں جن کی نفاست اور پُر تکلف وضع قطع دیکھا کر اب بھی دل لوٹ جاتا ہے جب  
سویشتی باندھے جائیں اور ان کے گوبر کے چوتھہ ہر طرف لگے ہوئے ہوں اور ان کے  
پیشاب کی بو سے ناک نہ دی جا سکے اور جا بجا پویوں کے انبار اور بھسکے ڈھیر  
لگے ہوں ان کی کس سپرسی کی یہ حالت دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ بنانے  
والے نے روپیہ کی بکھیر کر دی اور اس مقام کو دل چسپ بنانے میں کوئی دقیقہ  
نہ اٹھا رکھا اور آج اس میں گدھے لوٹ رہے ہیں اور بجائے طرح طرح کے پھولوں  
کے تختوں کے زراعت ہو رہی ہے اور پھولوں کی بھینی بھینی مہک کے بدے گوبر اور  
سوت کی سڑاند ہے۔ کون سا پتھر کا کلیجہ ہے جو اس تباہی کو دیکھ کر ستاثر نہ ہو۔ اب بھی اس  
بانع میں اسی زمانے کے پرانے اور بڑے بڑے اٹلی۔ کھرنی۔ آم۔ جامن۔ نیم۔ شہتوت  
ذغیرہ کے درخت اور دو کنویں موجود ہیں۔

بیچ کی بارہ دری

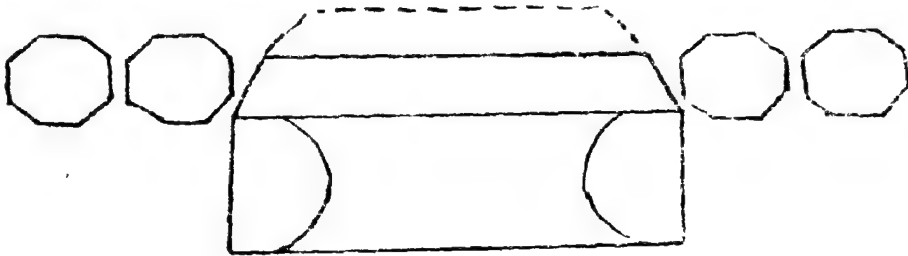
نہایت خوش نما اور بہت بڑی  
سنگ سرخ کی بارہ دری ہے  
نقشہ یہ ہے۔



دشہ کی طرف یہ بارہ درمی دوسرے والاٹوں کی ہر اندر سے ۳۵ x ۵ - ۴ -  
 باہر سے ۴۰ x ۸ - ۸ - شمال جنوب میں ایک ایک برآمدہ ہے۔ چاروں طرف  
 پختہ حوض ہیں جن کے بیچ میں فوارہ ہے۔ عین جانب کے حوض ایک ہی وضع قطع  
 کے ۵۰ x ۳۰ - ۱۹ - اور ۳۰ x ۳۰ عمیق ہیں۔ صرف شمال کی طرف کا حوض ذرا بڑا ہے۔  
 ۱۳ - ۸۰ x ۱۰ - ۳ - عین دو فیٹ باقی مٹی بھری ہوئی ہے۔ باہر سے عمارت کا طول و  
 عرض ۵۲ x ۲۶ - کرسی ۵۰ x ۵۰ بلند۔ پتھر کی سلوں کی لداوی چھت۔ گرد چڑھا چھ  
 جس کی سلیں جا بجا سے گر گئی ہیں۔ اس کے سامنے شامیانہ بھی تانا جاتا تھا۔  
 مردے لگے ہوئے ہیں۔

**مشرق کی طرف کا پتھر دروازہ** کے شرق میں یہ عمارت سنگ بنی  
 کی بہت نفیس بنی ہوئی ہے یہ عمارت

آٹا بلند ہے اور دو طرفہ ایکس ایکس سٹریٹھوں کا زمین ہے۔ شہ نشین کی دیوار میں  
 سنگ سرخ کی جالیاں باہر دار کو لگی ہوئی ہیں۔ جو سب ضائع ہو گئیں کہیں کہیں  
 کوئی ٹکڑا نکارہ گیا ہے۔ اس میں ایک دو چھتی بھی ہیں۔ نظری اور سرسری نقشہ یہ ہے۔



**جنوب کی طرف کا پتھر دروازہ** یہ بھی سنگ باسی کا پتھر دروازہ جس کی کرسی ۵۰ - ۲۰  
 اور شہ نشین کی کرسی اندر وار سے ۱ - ۴ - ہے۔ یہ  
 عمارت باہر سے ۳۵ x ۲۹ - عمارت کے گرد  
 چوڑی چوڑی سلوں کا چھبہ تھا سلیں اب جا بجا  
 سے گر گئی ہیں۔ اس عمارت کی چھت بھی لداوی ہے اور سلوں سے بچی ہوئی ہے۔





اور خوب انتظام بٹھلایا اور بخوبی بندوبست کرنے کے بعد اتھاس کیا کہ فقیر کو اب معاف کریں۔ بادشاہ نے آپ کا فرمان قبول کیا اور منصب صدارت سے سبکدوش کیا۔ ایام تشریق میں کہ زمانہ اکل و شرب اور ضیافت کا ہر اس بواح کے لوگ شہر کے باہر آپ کے مزار پر جمع ہوتے ہیں اور اس اجتماع کو ختم مولانا مجدد حاجی کہتے ہیں،

صحیح مسجد میں اور بھی بہت سی قبور ہیں جن میں سے صرف تین قبروں پر کہتے ہیں اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ سرکار کی طرف سے دو بیست تہ بنا کر ان تینوں قبروں کی بخوبی حفاظت کر دی ہے۔ پہلے تہے میں دو بہت پرانی قبریں ہیں۔ اور دوسرے میں صرف ایک لڑکے کی جس نے سات برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔

اللہ

(۱) وَكَانَ وَفَاتُهُ.... الْعَبْدُ الضَّعِيفُ..... المرحوم محمد بن علی بن عثمان

الملقب بنظام الدین (۲) فی الرابع من شهر المبارک رجب عام مباح ۱۰۸۵ھ

ثمان و ثلاثین و ستمائة (سنة)

یہ پتھر نگھے کی شکل کا محراب دار ہے۔ بڑی شکل سے اتنی عبارت کھلی ہے۔ اس پتھر کے کنارے کنارے نصف دائرے کی شکل میں آیۃ الکرسی منقوش ہے۔

دوسری قبر۔ لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ سَمِعْتُ سَوَّلَ اللهُ الْمُخْتَارِ سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَ الْمَلِكُوتِ وَ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَ الْجَبَرُوتِ۔

لا اِلهَ اِلاَّ اللهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِينُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ الصَّادِقُ الْاَمِينُ سُبْحَانَ الْمَلِئِكِ الَّذِي لَا يَأْمُرُ بِالْيَسْرِ وَ لَا يَنْهَى عَنِ الْفَحْشِ وَ مَسْرَأَتُنَا وَ رَبُّ الْمَلَايِكَةِ وَالْوُجُوحِ۔

تیسری قبر فرزند اعز قرۃ العین ثمرۃ القداۃ

آقا اسعد بن حسین لیس سالہ  
در ہفت سالہ علامہ اللہ

حفظ کرد و برحمت خدای پیر ست

پاس پاس دو گنبد اور ایک قناتی مسجد  
مسجد کی داہنی طرف رستے کے  
اُس پار ایک ہی دفعہ قطع کے

دو گنبد ہیں جن کے بیچ میں ایک کنواں ہے۔  
 (۱) ۲۹ مربع ہے۔ کوئی خاص نام نہیں۔ اس کے اندر دو قبریں ہیں۔ دو طرفہ چودہ چوہ  
 سیڑھیوں کا زینہ ہے۔ صدر دروازہ کی طرف جو رستے کے رخ پر ہی ایک سنگ رخ  
 کی شہ نشین ہے۔ جنوب رخ کے دروازے پر دو طرفہ طعنے کلمہ۔ بسم اللہ  
 سبحان اللہ والحمد للہ والہ الا اللہ والہ اکبر والہ حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم  
 گچ میں کھدے ہوئے ہیں۔ تین طرف دروازے ہیں مغرب کی طرف دروازہ  
 نہیں ہے۔ شمال کی طرف کے دروازے میں چوبی کواڑوں کے پٹ چڑھا کر  
 پولیاں بھر دی ہیں۔ بڑی مہربانی کی جس سے مقبرے کی حفاظت مقصود  
 نہیں بلکہ اپنی پولیوں کی۔

(۲) دوسرا گنبد کٹورے کا گنبد کہلاتا ہے۔ شاید کبھی اس کی چھت میں کٹورہ لٹکتا  
 ہو گا۔ یہ ۲۴ مربع ہے۔ اس میں بھی دو قبریں ہیں اور اس میں بھی پولیوں کا ذخیرہ  
 ہے۔ گویا تمام گنبد بنانے والوں نے اسی مقصد کے لئے یہ یاد گاریں بنوا دی ہیں  
 کے صرف سے قائم کی تھیں ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ آگے چل کر  
 ایک ایسا زمانہ آئے والا ہے کہ یہ گنبد نہ صرف گھانٹس پھوس اور مویشی کے  
 چارے کا سٹور ہوں گے بلکہ ان میں گاؤں داے اپنے مویشی باندھ باندھ کر  
 ان کو سندس بنادیں گے۔ اس گنبد کے باہر رنگ آمیزی کا کام بھی تھا  
 جس کا کچھ حصہ اب تک بھی باقی ہے۔ اس کے دروازوں کے دو طرفہ  
 اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتُہٗ یُحِبُّوْنَ عَلَی التَّقِیْ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا اُنْسِلَامًا  
 اور پھوٹے طاقتوں کے دو طرفہ چاروں طرف بسم اللہ کلمہ۔ یا اللہ لکھا ہوا ہے

اس مقبرے کے پاس مشرق کی طرف گنبد سے ملی ہوئی  
 ایک تنائی مسجد ہے۔ جس کے پیش طاق میں بہت سے کتبے ہیں۔

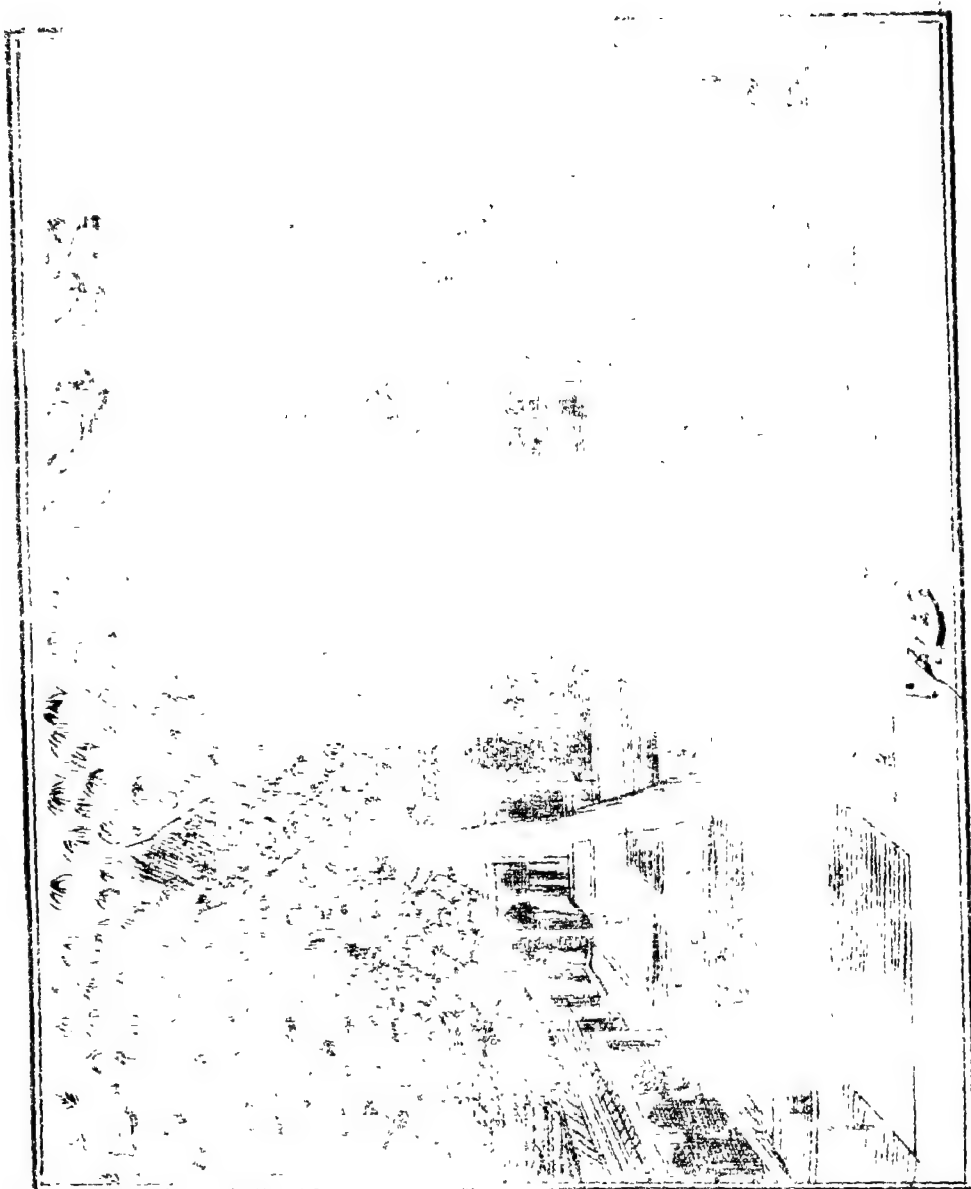
چوں کہ چوہے میں کھدے ہوئے تھے جا بجا سے بھر بھی گئے ہیں۔ اس دیوار پر رنگ آمیزی کا کام بھی  
 تھا جس کی کچھ جگہ اب بھی ہے۔ مسجد کا صحن عرض میں ۴۳ جو جس میں بہت سی بچہ قرب ہیں۔ کتبے یہ ہیں۔  
 (۱) بسم اللہ ایۃ الکرسی وہ قال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقصدوا ہوا الا ما لقی لا الضعاف  
 قالوا وما ہوا یا رسول اللہ قال اربعۃ الملوت والعماء والزہا و التجار قبیل وما ہم

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳) الملوك العلی... فاذا كان الراعی دنیا من رعی... فاذا كان الطیب  
مریضاً من مریضی الخلق والزهاده الخلق فاذا هان الذیاب صاماً... الله الله چه مرتبه۔ یہ کوئی حدیث  
شریف ہے جو جا بجا سے بھڑکائی ہو اس وجہ سے مسلسل عبارت نہیں پڑھی جاتی۔ یہ حدیث کسی  
کتب میں بھی نہیں ملی جو اس سے مدد ملتی۔ (۳) کلمہ۔ قل هو الله پوری اور اشہد ان محمد  
عبدہ ورسولہ والحمد لله...

**جھرنہ**  
قطب صاحب کا جھرنہ کہلاتا ہے جو درگاہ شریف کے پاس ہے۔ یہ کچھ  
عجیب و غریب۔ لطیف و نفیس۔ دل چسپ و دل کشا فرحت  
بخش و دل را سیر گاہ ہے جس کی سیر سے دل سیر نہیں ہوتا۔ درختا  
سر سبز و شاداب۔ نہر دوڑتی ہوئی حوض چھلکتے ہوئے یا غ جنت یاد دلاتے ہیں  
اور بہشت کا سما آنکھوں کے سامنے بھر جاتا ہے۔ پہلے پہل سلطان فیروز شاہ  
نے اس مقام پر ایک بند بنایا تھا چنانچہ جھرنے کی دیوار وہی بند ہے جو اب تک موجود  
ہے اور حوض شمس کا پانی روک کر نو تھکی نالے میں ڈالا تھا۔ وہاں سے یہی پانی تغلق  
آباد کے قلعے کی خندق میں پونہ چایا گیا تھا۔ چند مدت کے بعد وہ قلعہ تو ویران  
ہو گیا اور وہاں پانی جانا بھی موقوف ہو گیا۔ حوض شمس کا پانی اس بند سے نکل کر  
جھل میں ریاگاں جانے لگا تو ستائیس سو اب غازی الدین خاں فیروز جنگ  
نے اس بند کے آگے حوض اور نہر چاوری اور فوارے بنوا دیئے چاروں کا چھوٹا  
فوارہ دل کا اچھلنا ایک عجیب عالم دکھاتا تھا اور دل کو بجاتا تھا۔ اب وہ چاروں اور  
فوارے تو سب بند ہو گئے۔ کبھی کبھی دیواریں سے پانی البتہ رسنے لگتا ہے اور  
حوض میں تھوڑا سا جمع ہو جاتا ہے جھرنے کے چاروں طرف کچھ کچھ مکانات  
بنے ہوئے ہیں جن کا ذکر ہم مختصراً لکھتے ہیں:-

**مکانات جانب غرب** بجانب غرب اس دیوار سے لگ کر سنگ سرخ

جھرنہ انہیں مکانات کو کہتے ہیں۔ دالان کی چھت لداؤ کی آ۔ ۵ ادبھی ہے جس کے  
آگے ایک بہت نفیس حوض بنا ہوا ہے۔ چھت پر سے لوگ کودتے اور حوض میں  
تیرتے تھے۔ لوگوں کے کودنے کے وقت بڑا لطف ہوتا ہے کوئی قلا بازی کھا کر



کو دماہر کوئی جیک پھیری پھر کر اور کوئی چٹنی کھا کر اور بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ ایک قوی ہیکل آدمی کو کھڑا کیا اور دو آدمی اس کے کندھوں پر چڑھ گئے اور درختوں کی ٹہنیاں بچوں وار ہاتھ میں لیں اور سب سے نیچے کے آدمی نے زغند ماری اور حوض میں کودا اور جو اوپر چڑھے ہوئے تھے وہ بھی لامحالہ ساتھ ہی کودے اور اس طرح کے کودنے کو اصطلاح تیراکی میں "ورخت کا کودنا" یا "تھھاڑ جھنڈا" کا کودنا رکھا ہے۔ حوض طرح طرح کے تماشے برسات میں پھول والوں کی سیر میں ہوتے ہیں۔ اس دالان کی چھت ساری کی ساری اندر سے خالی ہے جس کے چھجے کے نیچے تیر و انبوے بطور قرار۔ کنگے ہوئے ہیں۔ اس چھت پر پانی چڑھتا تھا اور ان انبووں میں سے وہاں چھبوتی خفیں اور حوض میں گرتی تھیں۔ اس دالان کے اندر ہی ایک چار دیواری ہے۔ چوڑی جو ۳۰ فٹ کی اونچائی پر سے گرتی ہے۔ اس کے نیچے چراغ جلائے کے طاق بنا دیئے ہیں۔ چار دیواری چھوٹا اور اس میں چراغوں کا بھلانا بخندہ ایسا معوم دیتا تھا جیسا کہ آتش بازی کے چول جھڑ رہے ہیں یا مارے ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر لوٹ رہے ہیں۔

نظر آئی وہاں چاندنی کی بہار	کہ آنکھوں نے کی خیرگی اختیار
درہ بام یک لخت سارے سپید	ہر ایک عاق و عراب صبح امید
لبالب و چوڑی کی پاکبند نہر	پرسہ پندہ ماہستہ میں تیر نہر
اب نہر پر صاف جو غور کی	تو ٹہری گئی وہ ایک سور کی
بڑے اس میں فوہائے چھتے تھے	ہو اب وہ موتی سے ٹپے ہوئے
زمین نور کی آسماں نور کا	جدھر دیکھتے وہاں سماں نور کا
ہر کرتی ٹنگہ سر طرف کو گزر	نور آتا نہیں کچھ نظر

یہ حوض ۱۰۰۰ فٹ اور ساڑھے سات فٹ عمیق ہے۔ ایک فٹ دیکھ ایچ کا ہر حصہ اس حوض میں پانی آتا ہے۔ حوض کے ساتھ ایک بہت خوش نما نہر ۱۲ فٹ لمبی اور چھ فٹ چوڑی اور ساڑھے تین فٹ گہری ہے۔ اس نہر کا پانی چار دیواری پر بہتا ہے۔ یہ بڑی چار دیواری اس کے سوا شمال اور جنوب میں آٹھ منہ دو چھوٹی چوٹی چادریں اور میں جو چوٹی ہیں اور دو فیٹ کی بلندی پر سے گرتی ہیں۔ ان چادروں کے آگے ٹھہرے کی مینت ہے۔

سلامی پتھر لگا دیئے ہیں جن کے خاروں میں پانی اٹک اٹک کر لہر اٹا اٹکھیلیاں کرتا عجب  
خرام ناز اور معشوقانہ انداز سے جاتا ہے کہ اُس کی خوبی حیثیت تحریر سے باہر ہے۔ ان تینوں چادروں  
کے سامنے نہریں ہیں۔ بڑی چادر کے سامنے کی نہر سسلی۔ چوڑی چادر کے سامنے بھر گہری ہے  
اس نہر کے سامنے سنگ سرخ کا ایک بارہ درہ منڈوا آ۔ ۱۰۰۰ چوڑی چادر کے سامنے ایک  
پرانہ درخت جامن کا ہے اور کئی درخت آم اور نیم کے ہیں۔ موجودہ نقشہ اس کا یہ ہے:-



دالان

جھرنے کا

چھوٹی نہروں کے سامنے کی نہریں ۱۵۔ ۳۵ لمبی۔ ۲۔ ۱۰ چوڑی اور آٹھ اونچ گہری ہیں۔ اب  
سب ٹوٹ سا کر فوارے اور چادریں سب بند ہیں اور پانی جنگل میں بہ جاتا ہے۔ اب اس  
مکان کی خوبی اور نفاست کیا لکھی جائے نہ وہ مکان ہی رہا نہ وہ کین ہی رہے۔ نہ وہ عیش  
پسند طبعیت میں نہ وہ مذاق رہا۔ اب زمانے میں کچھ اور ہی ہوا چلی ہے۔ ہم اس ٹوٹی چھوٹی  
حالت کو بھی دیکھ کر سو ہوئے جاتے ہیں۔ چادروں کا گرنہ پانی کے دھواں دھواں کا غل  
جانوروں کا ہرے بھرے درختوں پر بچھ کرنا اور چھانا۔ کول کی کو کور پیچھے کی بی کہاں کی صدا  
مور کا جھنگارنا اور ناچار فاختاؤں کا گونجنا۔ خلقت کی کثرت اور ریل پیل۔ تماشا بیوں کا  
بن سنور کر عمدہ عمدہ رنگ برنگ کے لباسوں میں گشت کرنا۔ حسینوں کے جھرمٹ۔  
کھانے کی لاپ طبلے کی تھاپ۔ کٹوروں کی جو بکار۔ سودے دانوں کی بکار۔ دکانوں  
کی بجاوٹ۔ بار دوستوں کی لگاوٹ۔ پھول گچہ دل کی بہار۔ خوشبو و عطریات کی مہکار۔  
کچھ عجیب سما تھا۔ بلا سب اللہ یہ معلوم دیتا تھا کہ راجہ اندر کا اکھاڑ آیا پرستان زمین پر اتر آیا ہے۔  
بڑے ٹھڈے اب بھی یاد کر کر کے مزے لیتے ہیں بھلا ہماری تقدیر ایسی کہاں تھی کہ ہم اس  
بہار کو دیکھتے ہمارے نصیب میں تو بس یہی رہ گیا ہے کہ گل کی جگہ غار دیکھ کر قہقہے افسوس ملیں۔  
کھلی آنکھیں تو دیکھا کچھ نہ تھا جز غار گلشن میں بتانا باغیاں رو دو یہاں غنچہ یہاں گل عفت



## مکانات جانب شمال

۵۳-۱۲۲۱ م  
۳۷-۶-۱۸ م

اس طرف ایک دہرا دالان پختہ و سنگین بہت خوش نما بنا ہوا ہے جو طول میں ۳۱-۸ اور دونوں دالانوں کی چوڑائی (۲۴) ہے۔ یہ دالان ابوالنصر سعید محمد اکبر شاہ ثانی بادشاہ نے

اپنے عہد سلطنت میں (جن کا زمانہ ۵۳-۱۲۲۱ م تھا) بنوایا تھا جو اب بھی موجود ہے۔ یہاں سب مکانوں میں یہی ہر اعتبار سے بہتر ہے۔ اسی سے ملا ہوا ایک دروازہ ۱۱-۱۸ م ہے جس کی چھت چوبی کڑیوں کی ہے۔

## مکانات جانب جنوب

۱۲۲۱-۱۱۷۳ م  
۱۸۰۶-۶۱۷۵ م

اس طرف ایک سہ دروازا دالان ہے جس کی بغلی میں دو دروازے ہیں چنانچہ اسی وجہ سے وہ پنج درہ کہلاتا ہے۔ اور اگر ادھر ادھر کے دروازے ملا تو ست درہ ہو جاتا ہے۔ یہ شاہ جی کے بھائی سید محمد صاحب نے

ابوالنظر جلال الدین سلطان عالی گویر شاہ عالم ثانی بادشاہ (۱۱۷۳-۱۲۲۱ م) کے زمانے میں بنوایا تھا جس کا اب نشان تک نہیں رہا۔ البتہ پنج میں بہادر شاہ (۱۲۵۳-۱۸۳۷ م) نے ایسی سنگین بارہ دری بنوائی تھی جو اب بھی موجود ہے۔

## مکانات جانب شرق

۶۱-۱۱۳۱ م  
۶۸-۱۷۱۹ م

اس طرف کوئی مکان نہیں ہے پہاڑ ہی پہاڑ ہے۔ روشن اختر ابو الفتح محمد شاہ بادشاہ نے (۶۸-۱۱۳۱ م) ایک پھلوں پتھر کے اس پر لک پڑھنے اور پھسلنے کے رکھوایا تھا۔ یہ پتھر ۱۸-۳۷ م لمبا اور

۷-۷ م چوڑا تھا جو اب بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا۔ اب صرف لچھ لچھ نشان باقی رہ گیا ہے۔ دروازہ اس کا کچھ شان دار نہیں ہے معمولی آٹھ فیٹ اونچا اور ۷-۷ م چوڑا ہے۔ اس کو آہنی جٹکے کے کوڑھال میں چڑھا دیتے ہیں۔

جہیں پاس بہت سے آم کے درخت ہیں جو "امریاں" مشہور ہے۔ بھول والوں کی سیر میں سیلابی جھوٹے یہاں جھوٹے ڈالتے اور لمبی لمبی پتلیں

## امریاں

بڑھاتے ہیں۔ شہر کی تمام طوائف آتی اور شش بہت کی ڈوریاں مل کر شوق و ذوق کی پتلیں بڑھاتی ہیں۔ تماشہ بینوں اور واباشوں کی بے حیائی اور رندیوں کی کمانی کا اچھا ذریعہ ہے۔ اس مقام پر ایک قبر بھی ہے جس پر لکھا ہے





اپنے گنگے چلے آئے۔ بلا مبالغہ ساری دینی خانی ہرجاتی ہر اور چوریل کی بڑا آتی ہر کشتی کے چوریاں ہوتی ہیں۔ یہاں کے پرا۔ مٹے اور کباب بہت مشہور ہیں۔ بات بہ ہر بنگل کی ہوا اور اس پر چلنا پھرنا جو کس خوب لگتی ہر اور بھوک میں سبب ہی چیز اچھی معلوم دینی ہر سوائے اس کے اور کوئی خصوصیت نہیں۔ بادشاہی زمانے میں اس سٹاکا سنگ روپ کچھ اوہی تھا اور اب دلی والوں کو اس اتنی قدر جتنی قیمت ہر یہاں روپہ نہیں وہاں از خود ہی اوکھ ہوتا ہے۔

زمانہ دگرگوں شود و نفس  
مکڑ و بیت گونہ با تیج کس

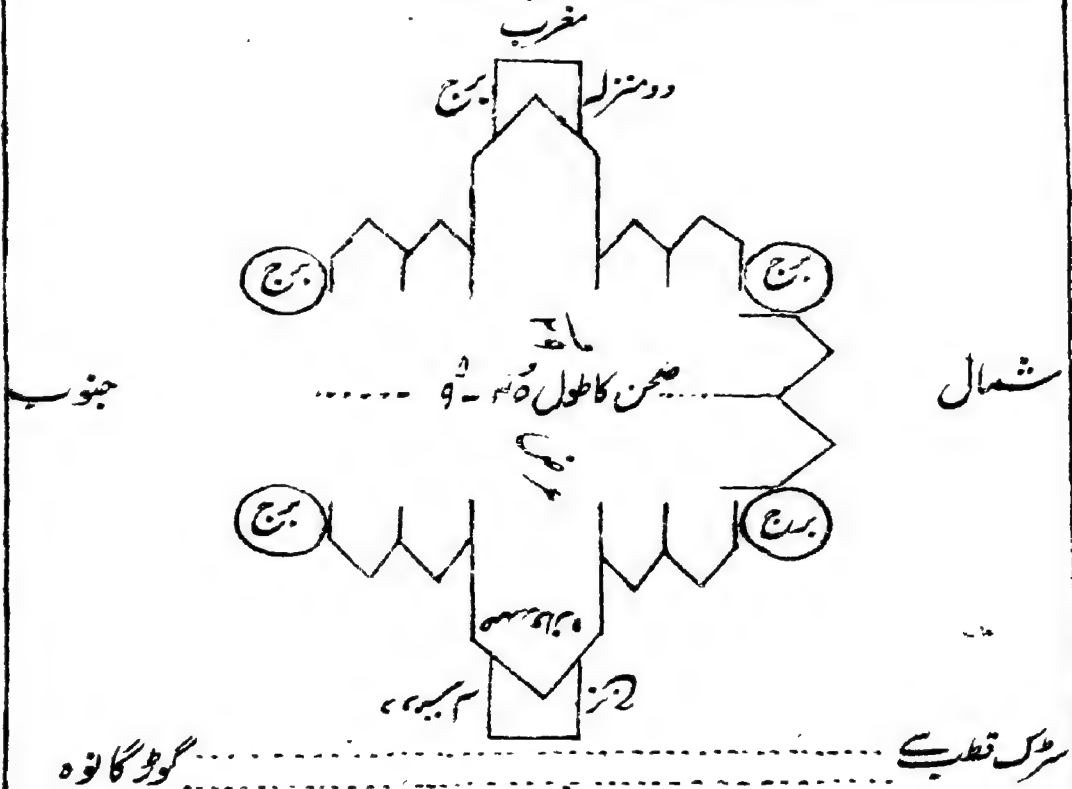
## گوڑ گالوں کی شرک پر کی عسارتیں

بادشاہی عسارتیں۔ اس کے لیے طائفہ کے ہر ایک کو جمع اور خستہ ویرانہ شرک سے ملتا ہوا ہے۔ اس کے مہراج احاطے میں چاروں طرف سے در سے مکان ان لوگوں کے واسطے بنے ہوئے ہیں جو الگ مکان پر سے کی حکم اپنا رہنے کے واسطے بنائے۔ باقی تین طرف کو تو بڑے ساقیوں کے لیے ہیں۔ دوسرے کو تو بڑے گیارہ فٹ اونچی برج سے کے ہیں جن کے سامنے بڑے کارآمد ہر مغرب سے رخ صدر و واڑہ ہر اور ہر۔ ہر چار چھبے ہیں۔ چاروں کونوں پر نو فوسٹ ہر کے رستے میں۔ شمال اور جنوب کے دو کونوں میں ایک ایک کوٹھری بھی رکھی گئی ہے جو کہ یہ سرائے وجودہ سٹی سے فرما ہے۔ یہ سرائے دیوان ہر۔

## جہازیں یا لال کشتیاں

ہیں کہ سرتاپا سنگ سرخ کا بنا ہوا ہر اور شیش محل بھی یہی کہتا ہر کہ کسی زمانے میں شیش آلات گئے ہوئے ہوں اب تو صرف جہاز کے نام سے مشہور ہر وجہ تسمیہ اس کی کچھ معلوم نہیں ممکن ہر کہ جہاز کی شکل کا مہوترا ہونے سے یہ نام پڑ گیا ہو۔ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ کسی سوداگر کا جہاز تباہی میں آ گیا تھا اس نے منت مانی تھی کہ اگر اس کا جہاز صحیح

سلامت آجائے گا تو وہ ایک مکان رفاد عام کے لیے بنا دے گا اور اس کی مراد پوری ہونے سے اس نے یہ مکان بنوا دیا۔ سنا جاتا ہے کہ بہادر شاہ یا درشاہ بھی اس محل میں ٹھہر کرتے تھے۔ سرسید نے تو لکھا ہے کہ وہ آپ گریڈ کر زمین کے برابر ہو گیا۔ صف نام ہی نام ہو گیا ہے، لیکن موقع پر تو اس محل کا بہت کچھ حصہ اب تک بھی باقی ہے اور اس وقت تو اس سے بھی بہتر حالت ہوگی۔ ہم موجودہ حالت کا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ پہلے تو نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔



شرک پر سے آٹھ میٹر حیاں چھ کر محل کے صدر دروازے میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ مکان مستطیل ہے چاروں کونوں پر چودہ چودہ در کے برج ہیں۔ صدر دروازے اور اس کے مقابل کے دروازے کے اوپر بارہ بارہ در کا برج ہے۔ یہ برج اور دروازے سنگ سرخ کے ہیں باقی اصل محل سنگ خارا اور چوٹے کا ہے۔ جنوب کی طرف کا ضلع گر گیا ہے باقی تین طرف کا حصہ جوں کا توں بچ رہا ہے۔ چاروں طرف لدا دی چھت کے علاوہ

اور حجرے ہیں۔ برجوں کے قبوں پر چینی کا لاجوردی کوٹ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محل کے اندر بھی چینی کا کام ہو گا لیکن جب پلاستری سارا جھڑ گیا ہے تو اب رنگ کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ عمارت کی بلندی چھت تک ہے۔ زیرہ چھت پر جانے کا پسند رہ سیرھیوں کا ہے۔

**بارہ درہ** جہاز محل کے سامنے سڑک کی بائیں جانب اونچے ٹیلے پر بارہ درہ ہے۔ اس کا گنبد سنگ خارا کا کچھڑا ہے۔ اس کے چو طرف دالان تھے اور بیچ میں یہ گنبد تھا۔ دالان تو سب گر گئے گئے گنبد باقی ہے۔ گنبد کے اندر ایک زمین دوڑ قبر چھری ہے اور گنبد کے باہر چبوترے پر ایک سنگ خارا کے نقود کی قبر ہے۔

**گورکنوں کی مسجد** چھترے کے پاس ایک اونچے ٹیلے پر اس سڑک کے بائیں جانب گورکنوں کی مسجد ہے۔ اس میں تین در

ادھر تین در ادھر بیچ میں نو سیرھیوں کا زمینہ۔ دروں کی اونچان چھ فیٹ اور چوڑائی ۱۲ ہے۔ چھت لداؤ کی ہے۔ سامنے مسجد کے صحن ہی مگر چوڑا شکستہ ہے اسی چوڑے کے نیچے جھڑا ہے۔ مسجد چوں کہ ٹیلے پر بنائی گئی ہے اس واسطے سڑک کے کنارے پانچ در کا ایک لداؤی دالان بنا کر اس پر مسجد کی عمارت بنائی ہے۔ یہیں سنگ خارا کا ایک بہشت درہ منڈوا آپ مرے ہے جس میں ایک زمانی قبر سنگ خارا کی ہے۔

**اولیا مسجد** یہ مسجد سی تالاب کے کنارے مشرق کی طرف سڑک کے لگی ہوئی دہنی طرف ۴۵ × ۳۶ کے ایک پست احاطے

میں واقع ہے۔ بعض جگہ تو دیوار تین ہی فیٹ اونچی ہے۔ اصل مسجد تو اب نہ ایک چبوترہ ہی چبوترہ ہے۔ صرف مغرب کی طرف ایک محراب چھ فیٹ کی بنی ہوئی ہے۔ مسجد کے صحن میں تین مصلے سنگ خارا کے ہیں جن کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ یہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور خواجہ قطب الدین صاحبؒ نے عید منیچا تھا اور

چوں کہ حضرت خواجہ صاحبؒ اور دوسرے بزرگوں نے خود بڑیاں ڈھو ڈھو کر یہ مسجد بنائی لہذا اولیا مسجد مشہور ہو گئی۔ اب اس کی مسجد کو ٹوٹوں نے پکا بنا دیا ہے اور ایک گہرائی ۲۶ دالان ۲۶ × ۱۲ کا ہے۔ گروڑ اور چوکوں کی چھت کا بنا دیا ہے اور سامنے صحن میں بیچ کا فرش کر دیا ہے۔ اس میں ایک بڑا کا بہت بڑا درخت ہے جس سے تمام

مسجد پر سایہ رہتا ہے۔ مسجد کی بلندی ۷۷ فٹ ہے۔ دروں کی اونچائی ۱۲ فٹ اور چوڑائی ۴-۵۔ ایک طرف زمین پر۔ مسجد کی چھیت کی دیوار میں دو کھلے دروازے ہیں۔ صحن میں ایک کنواں بھی ہے۔ حوض شمس میں اترنے کی آٹھ سیڑھیاں ہیں نیچے دارصل مسجد جس کی ایک چھوٹی سی قدیم محراب باقی ہے اور بہت چھوٹا سا ممبر بھی مٹا دیا گیا ہے۔ یہ حصہ ۳۲۲ ۱۰۲۷ء ہے۔ اکثر بزرگان دین مسجد کے اس حصے میں چلکشی کیا کرتے تھے اور موقع جی تحلیہ کا بہت عمدہ ہے۔ مسجد کی غزنی دیوار شمس تالاب سے عورتوں کے حصے سے ہے۔ اب حال میں مسجد کے جنوب میں ایک شہر روہیہ دالان نئی محمد اکرم اللہ نماں صاحب مرحوم رئیس دہلی نے بنوایا جس سے لوگوں کو بہت آرام ملتا ہے۔ مسجد کے پختہ صحن کے بعد ایک کونے میں خام صحن کے حصے میں کچھ خبریں بھی ہیں۔

اکراجل گرتن بے جاں تہ خاکش سپری  
نوائی کہ نگو نایش از یادبری

مقبرہ شیخ عبدالحق محبت دہلی

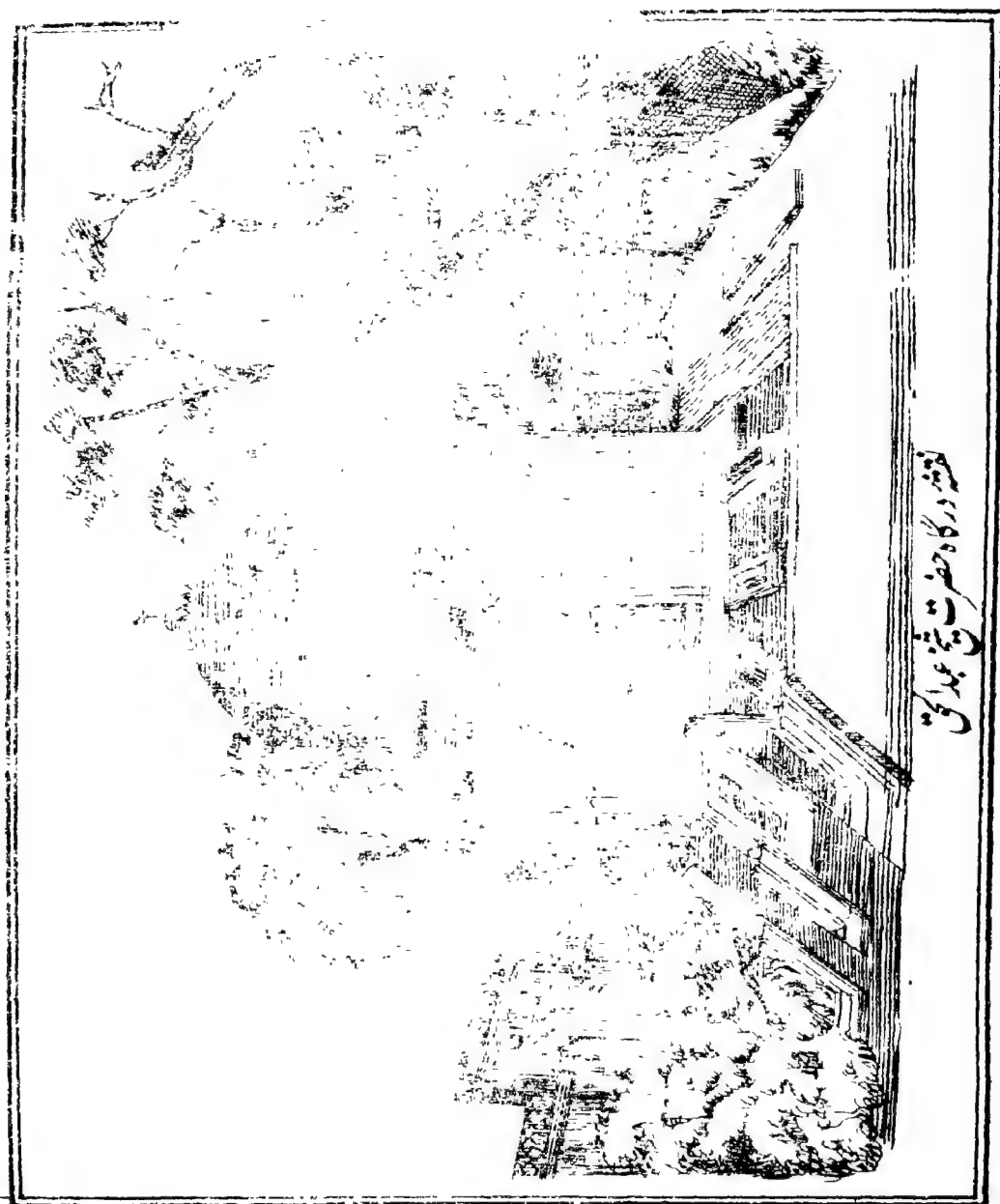
۱۰۵۲ھ

۱۶۴۲ء

حضرت خواجہ صاحب کی درگاہ  
سے آئے بڑھ کر پختہ درگاہ پر

تھوڑی دور چلنے کے بعد حوض شمس کے کنارے دہلی طرف آپ کا گنبد پختہ بنا ہوا ہے۔ آپ بڑے عالم متبحر محدث اور فاضل تبار اور جہانگیر کے عہد کے بڑے عالم ہند میں سب سے اول علم حدیث کی ترویج آپ ہی نے دی اور آپ ہی کی وجہ سے کلام رسول مقبول کی شہرت اس ملک میں ہوئی۔ آپ نے اعلیٰ آقا محمد اپنے وطن اصلی بخارا سے بعد سلطان محمد علاء الدین خلجی مابین ۷۹۷ھ و ۸۰۰ھ کے ایک جماعت کثیر کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور تخییر ملک۔ تجارت و بنیاد کے سامور ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ سیف الدین خواجہ جلال الدین بن عبدالباقی بن ستر سال کی عمر میں بعد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ انتقال کیا اس وقت آپ کی عمر ۲۴ سال سات ماہ کی تھی۔ آپ کی ولادت ماہ ۱۲ ۹۵۳ھ بمطابق ۱۵۴۷ء کے عہد میں ہوئی اور وفات ۲۲ ربیع الاول ۹۸۷ھ شامچاں کے عہد میں ہوئی۔ دہلی میں آپ تک موجود ہے۔ آپ کے والد ماجد فقیہ تلامذہ میں تھے اور آپ کی نوین بیشت میں مولوی محمد احسان الحق دہلی کے سربراہ آوردہ لوگوں میں تھے۔ ان کے فرزند اکبر خان بہادر مولوی محمد انور الحق صاحب (بقیہ صفحہ آئندہ)

نقشه درگاه حضرت شیخ عبدالحق



مقبرے کی نسبت مرآۃ الحقائق میں لکھا ہے کہ نواب مہابت خاں سپہ سالار عہد شاہجہاں نے آپ کی حیات میں بنوایا۔ نواب ممدوح کو حضرت سے عقیدت مفرط تھی۔ مقبرہ طیار ہونے کے بعد حضرت کی خدمت میں اطلاع دی گئی کہ مقبرہ طیار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ہم بھی طیار ہیں۔ سرسید نے لکھا ہے کہ یہ مقبرہ شیخ الاسلام نے بنوایا مقبرے کی شمال رو یہ دیوار پر یہ کتبہ نصب ہے۔

”ولیسم السراجین الرحیم۔“ مجھے از احوال کرامت منوال مقتدا سے وقت صاحب المفاخر ابوالمجد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اُن کے از مبادی شعور بطاعت حق و طلب علم کمر بستہ باوان بلوغ اکثر علوم دینیہ تحصیل کرد و دکن بہت دور سائلی از ہمہ آں قانع شدہ و کلام مجید اریہ گرفتہ۔ برسند نشست۔ وہم در عنقوان جوانی جاذبہ الہی در رسید۔ بیک بار دل از یار و یار بر گشتہ۔ متوجہ حرمین محترمین گشت۔ مدے مدیدہ آں مقامات شریفہ اقامت و زریہ باقطاب زماں و اولیایے کبار صحبتہا داشتہ بودائع ارجمند و رخصت ارشاد طالبان اختصاص یافت۔ و علاوہ آں تکمیل حرمین حدیث نمودہ با برکات فراوان بموطن مالوف مراجعت فرمود۔ و مدت پنجاہ و دو سال بحج بیت ظاہر و باطن تلکین یافتہ

(بعینہ صفت مولود) راجہ تانے کی رز پڑھنے کے بڑے نامور اور شہور میرٹھی تھے جو بڑے ذی علم باخدا اور صاحب تقویٰ تھے۔ فرزند وہ مولوی وحید الحق تھے جو جوان مرے۔ فرزند سوم مولوی سیف الحق صاحب ادیب بڑے پائے کے شاعر تھے جو دکن حیدر آباد میں پریس رپورٹر تھے یہ بھی لوفان مرے۔ چوتھے اور سب سے چھوٹے صاحب زادے خان بہادر مولوی شرف الحق صاحب خاکسار کے برادر بستی تھے اور حیدر آباد میں مستم بندہ تھے انھوں نے وہیں انتقال کیا اب گیارہویں پشت میں کئی صاحب ایم۔ اے اور بی۔ اے معزز عہد دل پر ہیں جن میں سے مولوی شرف الحق کے دو صاحب زادے جو میرے سگے بھانجے ہیں۔ ہیں۔ بڑے صاحب زادے ڈاکٹر شرف الحق۔ پی ایچ ڈی ڈاکٹر کالج کے سائنس کے پروفیسر ہیں اور چھوٹے ڈاکٹر شرف الحق۔ ایم۔ بی۔ سی۔ ایچ۔ بی۔ انوار قلندہ ٹوٹکٹہ ٹورنٹ سربکار عالی نظام کے ڈاکٹر ہیں۔ عرض ہے کہ حصول علم میں شیخ کا تصرف اب بھی جاری ہے اور طبع جھلک اس خاندان میں اب بھی نظر آتی ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ وہ علم الادبیات سے بدل کر علم الادبیات ہو گیا جو باعربی کے جگہ انگریزی نے لے لی ہو۔ سو یہ اقتضائے زمانہ ہے اور اب اسی کی ضرورت اور قدیم۔ شرف الحق نے بھی اس نوٹ لکھنے کے بعد ۱۹۳۲ء کو بعالم شباب پریس میں مقام ڈھاکہ انتقال کیا ۱۳

تکمیل فرزند اوطالبان بجا آورد۔ و بیشتر علوم سیماء بعلم شریف حدیث پر دانا  
 بہ نہجیکہ در دیار عجم احد کے راز علماء کے متقدمین و متاخرین دست نداده  
 ممتاز و مستثنیٰ گردید۔ و در فنون علمیہ خاصہ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف  
 چنانکہ علماء زمان اعتنا بآں ورزیدہ دستور العمل خود دارند۔ و اہل دانش از  
 و عوام بجاں خریداری می نمایند۔ تصانیف این فیاض والا گہرا از صغیر و کبیرہ  
 بحسب شمار ابیات ببالند ہزار رسیدہ است۔ و محرم ۱۲۵۸ھ میں نور اتم پر  
 بعالم عنصری داد و در ۱۲۵۸ھ تمام آگہی دکشادہ پیشانی بعالم قدس خرامید۔ تا  
 ولادت "شیخ اولیا"، و تاریخ رحلت دو فخر بعالم است۔

### قطعة تاریخ وفات حضرت شیخ

فاضل ہند شیخ عبدالحق	حامی شرع دین بہ نیک نسو
عالم و متقی و عارف بود	بعلم غریبہ واقف بود
شرح مشکوٰۃ از تصانیفش	تاری و فارسیست تالیفش
آنچہ اور اگر تصانیف ست	چہ نظم و چہ نثر تالیف ست
بتہائیش کہ در شمار آمد	ہنگی ہشتصد و ہزار آمد
عمر او بود یکصد و دہ سال	کاں زماں شد از سر لے طالع
سال نقلش خرد عیاں و نہفت	محل این بہشت مرتب گفت
مکن اور بشہر دہلی داں	مدفن او بشہر دہلی داں

شاہ عبدالحق صاحب رہ گنبد ۱۲۵۸ھ۔ ۳۰ مرجع ہے۔ دروازہ ایک ہی طرف جنوب  
 ہے۔ یہ گنبد ایک خوش نمابانغ اور پرفضا مقام پر واقع ہے۔ درخت اب تک بھی بہ  
 ہیں۔ مقبرے کے صحن میں آپ کی آل اولاد کی بہت سی قبریں ہیں مگر گنبد کے  
 آپ ہی کا مزار ہے۔ گنبد کے گرد چاروں طرف اجارے کی دیوار پر نہایت عمدہ  
 بڑے بڑے کتب و خط میں آیت الکرسی لکھی ہوئی ہے۔ گنبد اور اس کا فرش چوٹے لکڑی کا ہے۔ گنبد  
 سادہ سودا ہے کچھ تکلف اس میں نہیں کیا گیا مگر اس سادگی میں بھی کچھ عجیب لطیف  
 ۱۵۰۰ سال کم بختا ہے کہ اس شریف ہی آپ کا ۱۲۵۸ھ سال ہوتا ہے نہ کہ ۱۲۵۸ھ۔





مرغ بہر رود وے اندر سرود  
شیشہ مری کرد بولش حباب  
باد کہ بروے خط زیبا نوشت  
عمق درو کار بجائے کشید  
رفت زمیں را چو حجاب از میاں  
نیم فلک بہت بزیر زمیں  
بسکہ زمیں رفت ہمراہیش  
حوض نکویم کہ جہانے ز نور  
گرد وے از اہل تماشا گروہ  
قص کناں ماہی از آوار رود  
شیشہ خالی وہاں پر گلاب  
نسخہ ماہیت دریا نوشت  
کز تہ اور گشتہ زمیں تا پدید  
گشت پدید از تہ آب آسماں  
چوں تہش نیست زمیں آں میں  
گاؤ زمیں شد غرض ماہیش  
نور کز و دید کہ بد باد و ور  
دامن خیمہ شدہ دامان کوہ  
(امیر خسرو از سنوی قرآن السعدین)

یہ تالاب شمس الدین التمش نے ۶۲۲ھ میں بنوایا تھا اور اسی کے نام سے مشہور ہے۔  
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بقطب صاحب ہندوستان کے  
بہت بڑے بزرگ التمش ہی کے زمانے میں تھے اور بادشاہ کو بھی حضرت سے بہت  
عقیدت مندی تھی۔ اس حوض کے بنانے کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جناب  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ بادشاہ اور حضرت خواجہ صاحب دونوں کے خواب میں تشریف  
لائے۔ بادشاہ نے خواجہ صاحب سے خواب کی تعبیر پوچھی تو خواجہ صاحب نے فرمایا  
کہ جس مقام پر آپ نے حضرت علی کی زیارت کی ہے وہاں ایک تالاب بنو ادینا چاہیے۔  
چنانچہ بادشاہ نے تعمیل ارشاد خواجہ صاحب یہ تالاب بنو ادینا۔ جو حوض شمس کے نام سے  
مشہور ہے۔ تالاب کے گرد سنگ سرخ کی بندش تھی لیکن اب اس کا نام بھی باقی نہ رہا۔  
تالاب کا رقبہ ۵۰۰ چھوٹے پختہ ہے لیکن برسوں کی کس مہر سی کی وجہ سے بالکل مٹی سے  
اٹ گیا ہے اور اب ایسے ہی زور کی بارش ہو تو پیٹے میں کچھ پانی ٹھہر جاتا ہے ورنہ ہمیشہ  
خشک پڑا رہتا ہے۔ سلطان علاء الدین خلجی نے جب تالاب کی خراب حالت  
دیکھی تو گل بر آری اور مرمت کرا دی تھی اور اسی زمانے میں اس کے سچوں بیج ایک لداوی  
چبوتر جو نیچے سے خالی ہے بنا کر اس پر ایک نہایت خوش نما برجی بنا دی تھی جس کے  
سولھ استون آٹھ آٹھ فیٹ اونچے ہیں اور برجی کا مسقف حصہ ۲۴ مربع ہے۔

جس کے وسط میں براق کے قدم کا نشان ہونا کہا جاتا ہے جو تصدیق طلب ہے۔ دو صدی بعد محمد شاہ تغلق نے جب سنا کہ لوگوں نے شرارت سے آمدنی آب کے ذرائع سد و کر دیئے ہیں تو ان کو قرار واقعی سزا دی گئی آمدنی کے منافذ کھلوا کر صاف کرادیئے گئے اور تالاب کی بھی مرمت کرا دی۔ اسی تالاب سے قطب صاحب کے جھرنے پانی جاتا ہے اور اسی تالاب کا پانی تغلق آباد کے قلعے کی خندق میں جاتا تھا۔ حقیقت میں اتنا بڑا حوض تو کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ لوہے کی لاٹ سے یہ تالاب کوئی ایک میل کے فاصلے پر ہے اور یہ جگہ ادیا سے کرام۔ بزرگان دین اور بڑے بڑے مشاہیر کے مزارات اور قبروں سے پٹی پڑی ہے۔ اس تالاب کے گرد کی زمین تاریخی معرکوں کا مخزن ہے۔ اس سرزمین کے چپے چپے پر مقدس اور بہادر لوگوں کی ہڈیاں گڑی ہوئی ہیں جن کا سلسلہ برابر چھ سو سال تک جاری رہا۔ یہیں مشہور اولیاء مسجد ہے جس میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور خواجہ صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ نے سلمان بادشاہوں کی کامیابی کی دعا کی تھی۔ حوض کے جنوب میں اندھیرا باغ ہے جس کے اب دس پانچ سی درخت باقی رہ گئے ہیں۔ اور پانی پت کے کنبہ ہوں کی ہڑواڑ ہے اور مشرق میں اولیاء مسجد۔ اور لال محل ہے جسے جہاز محل بھی کہتے ہیں۔ مغرب میں مولانا شاہ عبدالنحی صاحب محدث دہلوی مفسر اخبار لاخیاں کا گنبد اور اس کے شمال میں ایک اُجاڑ باغ ہے۔ علاوہ اس کے بہت سے مزارات ہیں جن کا کچھ پتہ نہیں چلنا اور بعض مقامات یہ ہیں۔ بنجی شاہزادے کا باغ۔ شادی باغ۔ زین الدین زمر دین۔ شیخ وجیہ الدین خلیفۃ سلطان المشرع۔ شیخ امجد دہلوی۔ شیخ ادھن دہلوی۔ مولانا شعیب۔ سید نور الدین سیارک غزنوی۔ مولانا سہال الدین پیر مولانا جمالی کے مزار اور چاندنی چوترہ بنا کردہ محمد شاہ جواب باقی نہیں ہے۔ پیل دالی کوئیں۔ سوہن برج۔ یارانی چوترہ۔ چیل تن چیل من۔ مکہ دین علی شاہ۔ خالقاہ عنایت خاں۔ خالقاہ خواں۔ حفیظ الدین۔ ولی مسجد وغیرہ وغیرہ۔ ان بطوطے نے اپنے سفر نامے میں حوض شمسی اور حوض خاص کی وہ حالت جو قدیم زمانے میں تھی خوب دکھائی جسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اس حوض میں برسات کا ہی پانی جمع ہوتا ہے اور لوگ یہی پیتے ہیں۔ اس کا طول

دو میل اور عرض ایک میل کے قریب ہے۔ حوض کے مغربی جانب عید گاہ کی طرف سنگ بست  
گھاٹ چوڑوں کی شکل بنی ہوئی ہے اور پرتے بنے ہوئے ہیں۔ چوڑوں سے لب آب  
تک سیرتھیاں ہیں اور ہر چوڑے کے کونے پر گنبد بنا ہوا ہے جس میں بیٹھ کر تماشائی سیر  
کرتے ہیں اور حوض کے بچوں بچ بھی نقش پتھروں کا دو منزلہ گنبد بنا ہوا ہے۔ جب تالاب  
میں پانی زیادہ ہوتا ہے تو لوگ کشتیوں میں بیٹھ بیٹھ کر گنبد تک جاتے ہیں اور جو تھوڑا  
پانی ہو تو پونہیں آتے تھاتے رہتے ہیں۔ اس کے اندر ایک مسجد بھی ہے جس میں اکثر  
زادہ اور متوکل رہا کرتے ہیں۔ جب پانی بہت جاتا ہے تو کناروں پر خالیز بودیتے  
ہیں۔ خربوزہ گوجھوٹا ہوتا ہے مگر شیریں بہت ہوتا ہے۔ دہلی اور دارالخلافہ میں ایک اور  
حوض حوض خاص کے نام کا ہے جو حوض منی سے بھی بڑا ہے جس کے کناروں پر کوئی  
چالیس گنبد ہیں اور اس کے گرد اہل طرب رہتے ہیں اس سبب سے طرب آباد کہلاتا  
ہے۔ یہاں اہل طرب کا ایک بہت بڑا بازار ہے اور اس میں ایک جامع مسجد بھی ہے اور  
سوائے اس کے اور مسجدیں بھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ گالے بجالے والی عورتیں جو  
اس محلے میں رہتی ہیں رمضان شریف میں تراویح کی نماز پڑھتی ہیں اور جماعت  
بھی ہوتی ہے اور ان کے امام بھی مقرر ہیں۔ عورتیں تعداد میں بہت ہیں اور ڈوم ڈھائی  
بھی بہت ہیں اور میں نے امیر سیف الدین بہتی کی شادی میں دیکھا کہ جوں ہی اذان  
ہوئی ایک ڈوم وضو کر کے مصلیٰ بچھا نماز پڑھ کر اٹھ گیا۔

**مولانا وجیہ الدین پائی کا مزار** نہشتی تالاب کے مغربی کنارے پر  
آپ کا مزار ہے حضرت سلطان المشائخ  
کے آپ خلیفہ ہیں۔ ۳۳۲ تا ۴۳۲ طول و عرض اور ۲۔ ۹ اونچے چوڑے پر آپ کی قبر ہے  
اور یہیں ایک تیم کا درخت سایہ کیئے ہوئے ہے۔

مولانا شمس مندرتجربہ بودا استاد وقت و در زہد و ورع ممتاز و در آخر مرید شیخ نظام الدین  
اولیاء شد و کمال اعتقاد بخداست و داشت۔ نقل است کہ دیر می گفت و گفتی  
در پانی پست می رفتم و در اشائے راہ صوفی را دیدم پیدا شد و در دل من نوعی انکار آمد  
صوفی گفت یا مولانا چیزے مشکل داری و مرا در علم مشکات ماندہ بود ہر یکے را یا و گفتم  
او جوابہلے موجب می گفت چنانکہ خاطر من می آسود تا آن حد کہ مسئلہ قضا و قدر اہم بیان

شانی فرمود بعد از تمام بحث پر سید قوم پرستی گفتی گفتم مرید سلطان المشائخ والدین او  
گفت شیخ نظام الدین قطب ماست۔ قبر او بر سر حوض شمس است در خطیرہ قاضی  
کمال الدین صدر جہاں وقتلغ خاں کہ نسبت شاگردی بہ مولنا داشتند (از اخبار الاحیاء)  
**شیخ ادھن بلوچی کا مزار** مولنا شیخ عبدالحق کے گنبد کے مشرق  
میں کوئی سو قدم کے فاصلے سے آپ کا

مزار ہے جس پر یہ کتبہ ہے دو شیخ زین العابدین عرف ادھن رحمۃ اللہ علیہ، و ذمام اہل  
ایشان زین العابدین است عرف شیخ ادھن۔ دانش مند کامل بود متورع  
و متعبد و در غایت خشوع و انکسار و تادب و وقار صاحب الاخبار الاخبار از والد  
خود ناقل است کہ می فرمودند کہ پیچ کس را ندیدیم کہ در بیرون و درون یکساں باشد  
الا ایشاں بہاں آداب و اوصاف کہ در میان مردم می بودند درون خانہ نیز بودند و  
زبان ایشاں دایم بذکر اللہ مشغول بود و حلیہ در غایت جمال و نورانیت داشتند  
چنانکہ انوار علم و تقویٰ از جبین ایشاں لایح بود۔ اکثر احوال صائم بودے و در لغتہ  
احتیاط تمام داشتے۔ سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر لودی ایشاں را بجاست  
خوش خواند قبول نکردند و سے مرید مولنا سما والدین و شاگردیاں عبد اللہ  
طلبی است۔ وفات اور در ۹۳۲ھ است و مقبرہ اور جانب غزنی حوض شمس  
است،، (از اخبار الاخبار)۔

**چہل تن چل من** سڑک کی بائیں جانب ٹیلے پر ایک بارہ فیٹ  
مربع گنبد بنا ہوا ہے جس کا فرش ریل سٹون  
دین گھڑے پتھر کا ہے اس میں کوئی قبر نہیں۔ گنبد کے سامنے ایک پختہ فرش کا  
احاطہ ۳۵ × ۲۵ کا ہے جس میں برابر برابر چالیس قبریں ہیں۔ ان بزرگواروں کے حالات  
کچھ معلوم نہیں کہتے ہیں کہ چالیس ابدال کی قبریں ہیں۔ جو سید احمد کبیر کی اولاد سے ہیں  
اور اسی میں سید صاحب موصوف کی قبر بھی ہے۔ ٹیلے کے نیچے اٹھارہ سیڑھیاں اتر کر ایک تین  
مسجد ۳۲ × ۵ کی ہے جس کا منبر تک باقی نہیں ہے۔

**سوپن برج یا ہشتل** سڑک کی بائیں طرف۔ ہر یہ دراصل ٹروٹر  
مگر کس کی خبر نہیں اتنا بڑا عالی شان

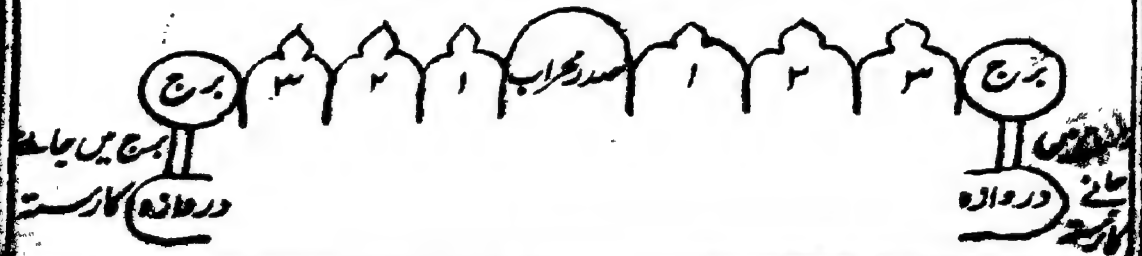
خوش نما برج ادھال اور حال کچھ کھلتا نہیں۔ ایک طرف تین دروں کا بڑا بھاری پختہ لداؤ کا بنا ہوا تین کمروں کا ہال ۱۲ × ۱۵۔ ۱۵ کا ہر جس پر تین گنبد ہیں اور سرے پر ایک مربع حجرہ ۱۵ × ۱۵ کا ہر جس پر ایک اونچا برج ہے اور یہی سوہن برج کہلاتا ہے۔ بعض ہشت محل بھی کہتے ہیں۔ اس مکان کے نیچے شہ خانہ بھی ہے اور اسی کے متعلق ایک قناتی مسجد ۱۱ مربع ہے جس کی پانچ پانچ دو طرفہ دیوار دوز محرابیں ہیں اور بیچ میں ایک بڑا پیش طاق۔ اس مسجد کا صحن پختہ ہے جس میں متعدد قبریں ہیں۔ اس کا صدر دروازہ مشرق کی طرف ہے اس کے آگے پھر ایک بہت اونچا اور وسیع چبوترہ ہے جس کی بیس سیڑھیاں ہیں۔

**دونا معلوم مقبرہ** | (۱) سوہن برج کے دروازے سے کوئی چھپیں قدم کے فاصلے پر بالکل بالمقابل ایک اونچے

ٹیلے پر سوٹھا سیڑھیاں چڑھ کر ۸ مربع ایک گنبد ہے جس میں قبر نہیں ہے۔ اسی کے پاس شمال کی طرف ایک چھوٹی سی تین دیوار دوز محرابوں کی قناتی مسجد اور چھوٹا سا چبوترہ ہے۔ (۲) اس مسجد سے کوئی پچاس قدم آگے بڑھ کر شمال کی طرف ایک دوسرا گنبد ۲ مربع دو دروازوں کا ہے ایک مشرق میں ایک مغرب میں۔ قبر اس میں بھی نہیں ہے جو دو حال سے خالی نہیں یا تو قبر تلف ہو گئی یا یہ کہ یہ برج اسی قسم کے ہیں جیسے کہ تاجر بنا بنا کر طیار رکھتے تھے جن کو ضرورت ہوتی تھی لے لیتے ورنہ یوں ہی خالی پڑے۔

**ہڑواروں کا جغفیہ** | سڑک کے بائیں ہاتھ کو سوہن برج کے مقابل ہڑواروں کا ایک سلسلہ دور تک

چلا گیا ہے۔ ہم سب کا حال یکجائی طور پر بیان کرتے ہیں۔ (۱) قناتی مسجد تین درادہر تین ادھر بیچ میں بڑی محراب۔ طول مسجد کا ۱۵۔ دونوں سروں پر دو گول برج ۱۵۔ ۱۵ قطر کے اور بیس دونوں طرف ایک ایک محراب دار ہے۔ اس طرح :-



اس کے سامنے ۶۹ چوڑا چوڑا جس پر متعدد قبریں ہیں۔ شمال جنوب میں ایک ایک دروازہ۔

(۲) ہشت پہل برج۔ قطر ۱۴۔ پنج میں ایک قبر گچ کی جس پر کلمہ کھدا ہوا ہے۔ دوسری ایک قبر اور تھی جس کا صرف نشان باقی ہے۔ پانچ در کھلے ہوئے۔ دومین اینٹ کی جالیاں ایک پیش طاق بجانب مغرب۔ اور اسی طرف قناتی مسجد کی دیوار دروں کی اونچان ۶ چوڑا ۳۔

(۳) پنج دری قناتی مسجد ۴۵ × ۲۰ مع چبوترہ۔ جنوب رویہ دالان ۱۵ × ۳۰۔ سیڑھیاں زینے کی سترہ۔

(۴) یہ سب سے بڑی بڑا ہے۔ ۵۰ × ۹۰ کا احاطہ اور پختہ فرش پر صمد ہا قبریں۔ قناتی مسجد ۱۱ × ۹۔ ۹۔ شکل یہ :-



جنوب میں پنج درہ دالان اور پندرہ سیڑھیوں کا زینہ۔ بارہ دری میں چھ قبریں گچ کی ہیں جن میں سے ایک حضرت مولنا سماء الدینؒ کی کہتے ہیں۔

مولنا سماء الدین جامع بود میان علوم رسمی و تحقیقی و تقوی و ورع از دنیا زیادت بر قدر مایحتاج اختیار نکرده۔ دسے مرید شیخ کبیر است نمبرہ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین البخاریؒ و گویند پیش مولنا سماء الدینؒ کہ از شاگردان میر سید شریف جرجانی بود آئند کردہ بودہ از ملتان بسبب بعضی وقائع کہ در آن دیار واقع شدہ برآمدند تنہا در زنجبہ نور و بیانہ وغیرہ آں گزرا نیدہ بعد ازاں بہ دہلی آمد و توطن کرد۔ سن کبیر در دہلی آخر عمر حاتمہ بصرش رفتہ بود حتی سبحانہ و تعالیٰ بے واسطہ علاج بصارت نہا ہوئے مذکورہ (از اخبار الاخیر)

(۵) بارہ دری سنگ خارا ۱۴ مربع۔ چھ قبریں۔ قناتی مسجد۔ پنج میں بڑی محراب اور صمد و دو محرابیں۔ دونوں سردں پر ایک ایک چھوٹی محراب۔ مومن۔ ۵ مربع۔



(۶) قناتی پنج درمی مسجد ۳۸ x ۲۸ - صحن میں قبریں۔

(۷) مسجد سقف ۳۶ x ۹ ۱/۲ صحن ۳۶ x ۲۸ - صحن میں قبریں۔

جہاں کل جو اس کے انبار تھے کروڑوں درم اور دینار تھے وہاں کیا بڑا خاک اور ہنگامے عجب کچھ زمانے کا نیرنگ ہے

شہر دہلی سے سات گوس جنوب کی طرف قطب صاحب کی لاٹ کے پاس یہ قلعہ پر تھی راج لے جو زیادہ تر

تچھورا کے نام سے مشہور ہے بنوایا تھا یہ راجہ سوہیور راجہ کا بیٹا اور وصال دیو چوہان فتح دہلی کا پوتا انیک پال

سوم کی بیٹی کے بطن سے تھا۔ جنرل کننگھم اس راجہ کی مدت سلطنت (۲۲) سال ۱۱۸۰ء بتلائے ہیں اور

سیر (۴۹) برس ۱۱۸۲ء لکھتے ہیں۔ سر سید

خلافتہ التواریخ پر سے قلعہ کی تعمیر کا سال ۱۱۸۳ء کہتے ہیں اور جنرل صاحب ہنود

کی چرائی اور قلمی کتابوں پر سے (جو سیرے خیال میں زیادہ معتبر ہیں) ۱۱۸۰ء تعمیر لگاتے

ہیں۔ اب ان میں قول مفصل کون کرے؟ جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ یہ قلعہ صرف ہند

کے شمال سرخ پر سے جو سندان بڑھتے چلے آئے تھے ان کی پیش قدمی روکنے

اور شہر کو ان کی زد سے بچانے کے لیے بنایا گیا تھا۔ محمود غزنوی کی اولاد نے

کچھ عرصے سے پنجاب پر اپنی حکومت جمالی تھی اور راجے تچھورا کی گدنی شیبی کے بعد

محمود غوری نے لاہور میں غزنوی حکومت کا قلعہ قمع کر ڈالا تھا جس سے پنجاب سے اس طرف

قلعہ راجے تچھور بقول

سیریت کبر فی ۱۱۹۸

۳۸ x ۳۶ بقول جنرل

کننگھم ۱۱۸۰ء

یا ۱۱۸۶ء

تدرج بڑھانے کا زبردست فہم لگا ہی ہوا تھا اس لیے ایک قلعے کے بنانے کی ضرورت داعی ہوئی۔ اب تو قلعہ باطل سنہدم ہو گیا ہے اور زرا نام ہی نام رہ گیا ہے کہیں کہیں ٹوٹی چھوٹی تفصیل کا کوئی ٹکڑا باقی رہ گیا ہے۔ اس قلعے کے کھنڈر اور سنگتہ دیواروں کو دیکھ کر اس کی عظمت و شان کا خاکہ زخروں سے ملے پھر جاتا ہے کہ کتنا بڑا یہ قلعہ تھا اور کیسے کیسے بڑے بڑے عالی شان حکم و مضبوط اس کے برج تھے اور کس انتہام اور کس قدر زرخیز کے صر نے سے بنا ہو گا یا آج صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ اس قلعے کے آثار اور نشانات دو دو تین تین کو کس تک معلوم ہوتے ہیں اور متسام





پتھورا کا محل اور مندر جہاں اب قطب صاحب کی لاٹ پر سب اسی کے اندر تھے۔ یہ قلعہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر بنا کر اور اس کے گرد پہاڑ ہی میں خندق بھی بنائی ہو اور اس خندق میں سارے جنگل کا پانی گھیر کر ایک بند بنا کر ڈالا تھا کہ بارہ مہینے بھری رہتی تھی۔ یہ قلعہ سب طرف سے شکستہ ہو گیا لیکن مغرب کی طرف کہ یہاں دو غزنی دروازہ تھا، تفصیل کا کچھ کچھ نشان باقی ہے اور غزنی دروازے کا بھی تو ٹاڈ صیر معلوم دیتا ہے۔ قلعہ کا بہترین مندر شمال و مغرب کی طرف سے ہے اور قطب صاحب کی لاٹ پر سے تو یوں نظر آتا ہے جیسا کہ منسلک ہے۔ قلعہ کے حدود کی ابتدا اجمادیم خاں کے مقبرے سے کرتے ہیں کیوں کہ قلعہ کی تفصیل اس مقبرے کے احاطے سے بالکل ملی ہوئی ہے۔ اس جگہ سے فصیل سیدھی مغرب کی طرف اُس دروازے تک چلی گئی ہے جو چاند سو فیٹ کا فاصلہ ہے۔ اور پھر فرار سے موڑ کے بعد شمال مغرب کی جانب پانویس ملی تک فصیل چلی گئی ہے یہاں سے شمال مشرق کی طرف رخ پڑتا ہے اور کوئی دو سو قدم آگے بڑھ کر تو رنجیت دروازہ ملتا ہے اسی سیدھی و دو سو قدم آگے جا کر ایک چراغ برج ملتا ہے جو اب بھی اچھی حالت میں ہے۔ کنگنم صاحب اس جگہ کو لال کوٹ کی مغربی فصیل قرار دیتے ہیں۔ تفصیل میں فیٹ چوڑی اندر خندق کی دہ سے ساٹھ فیٹ بلند ہے۔ خندق کی چوڑائی مختلف طور پر ۱۵ سے ۲۵ فٹ تک ہے۔ پہلے دروازے میں کوئی خاص بارت قابل ذکر نہیں ہے۔ دوسرا دروازہ درجیت دروازہ ہے جسے کنگنم صاحب مسلمانوں کا غزنی دروازہ لکھتے ہیں البتہ ایک بہت بڑا عظیم الشان بڑے معرکے کا مقام ہے جہاں تین دھس بنے ہوئے ہیں۔ یہ دروازہ آٹھ چوڑائی ہے جس میں پتھر کا ایک کھم سات فیٹ اونچا دروازہ اٹھانے اور گرانے کا اب تک موجود ہے۔ تفصیل کا یہ حصہ ”فتح برج“ پر ختم ہو جاتا ہے فتح برج کا قطر اسی فیٹ ہے۔ یہاں تفصیل کے شمال و مغرب میں پرانی عید گاہ کے ٹھنڈے ہیں جو ایک بہت وسیع اور بلند عمارت تھی جہاں دہلی کے لوٹنے سے پیشتر امیر تیمور کا کیمپ تھا اور دربار ہوا تھا (از سوانح عمیری تیمور صنفہ ستر جگر)۔ فتح برج سے تفصیل کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ نیچے دہلی شاخ شمالی رخ لے ہوئے راجہ پتھورا کے شہر کو محصور کرتی ہے اور بالائی شاخ سیدھی مشرق کی طرف قلعہ کے حصار کی ہے جو آگے واد کو بڑھی ہوئی ہے۔

اول الذکر شاخ "سوہن برج" سے جاملی ہے۔ جو بمقابلہ فتح برج کے ذرا پست ہے اور ان دونوں برجوں میں صرف دو سوفیٹ کا اتصال ہے۔ فتح برج اور سوہن برج کے درمیان بھی غالباً ایک دروازہ جیسا کہ ادھم خاں کے مقبرے کے پاس ہے تھا جس کا اب کوئی نشان سوائے اس کے نہیں کہ فصیل میں بقدر دروازے کے جگہ خالی چھٹی ہوئی ہے سوہن برج سے تین سوفیٹ کے فاصلے پر "سوہن دروازہ" ہے اور یہ بھی برائے نام ہے صرف فصیل کے ٹوٹ جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی ایک دروازہ تھا۔ یہاں سے فصیل بسمت جنوب ادھم خاں کے مقبرے تک جو نصف میل کا فاصلہ ہے نظر آتی ہے۔ فتح برج اور سوہن برج کے مورچوں کے درمیان بھی چھوٹے چھوٹے سلامی نماد دے تھے جو نیچے سے بہت پھیلے ہوئے تھے اور جن کے بالائی دود کا قطر کم تھا اور ایک دوسرے درمیان فصیل قائم تھا۔ یہ دوسرے گرگرا کر اب بھی تین تین فیٹ اونچے باقی ہیں۔ اس فصیل کے علاوہ ایک بیرونی فصیل اور بھی ہے جسے بطور حص (Faussebrave) کے بنایا تھا جو تین فیٹ اونچی ہے۔ سوہن دروازے سے پھر اونچی فصیل کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ اُچرے ٹھڑے نشانات سے جنوب کی طرف فصیل کا سلسلہ یوں معلوم دیتا ہے کہ انیک تال کے پاس سے گزر کر چھ "بھنڈ دروازہ" ملتا ہے اور فصیل ادھم خاں کے مقبرے پر جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ دوسری شاخ سوگڑ تک جنوب مشرق کے رخ پر چلی گئی ہے اور علار الدین ضلعی کے ماتام مینار کو اگر مرکز فرض کیا جائے تو ایک باقاعدہ ربع دائرے کی شکل ہوتی ہے جو مینار سے تین سوگڑ کے نصف قطر کو قائم کرتی ہے اور قوس کے آدھوں آدھ پر دہلی کی سڑک سے تقاطع کرتی ہے اور تعلق آباد کی سڑک کے قریب جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں سے ادھم خاں کے مقبرے تک کوئی تین مل تک فصیل کا پتہ نہیں ہے۔ جنرل کننگھم اس ربع دائرے کی شکل کو لال کوٹ کی مشرقی دیوار قرار دیتے ہیں لیکن انھیں کے اسسٹنٹ مسٹر بگلر جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے لال کوٹ کو مغربی فصیل اور ان کھنڈروں کی لین کے اندر ہی اندر محدود کرتے ہیں جو لین کے سوہن دروازے سے ادھم خاں کے مقبرے کو جاتی ہے۔ انیک پال کا لال کوٹ اور اسے چھوڑا کا قلعہ بالکل دو جگہ گانہ چیریں ہیں۔ عرض کننگھم صاحب بگلر صاحب کو برسر غلط کہتے ہیں کہ انھوں نے انیک تال کے تالاب کو لال کوٹ کی حدود میں شامل نہیں کیا لیکن سٹیفن صاحب کی رائے میں نصف

دائرے کی شکل کا خطہ لال کوٹ کی پرانی تفصیل کی جدید توسیع ہے جو قدیم زمانے کے قلعے کا اصلی جزو کسی طرح قرار نہیں دیا سکتا جس کی مغربی اور اندرونی تفصیلوں کا تفصیلی ذکر بنگلہ صاحب کر چکے ہیں۔ بنگلہ صاحب کی رائے نہایت تحکم اصول پر مبنی ہے۔ دونوں تفصیلوں کی ساخت اور نال سائے میں فرق پتہ ہے۔ جو کھلی دلیل اس بات کی ہے کہ نصف دائرے کی شکل کا کوٹ لال کوٹ کے پُرانے قلعے کا اصلی جزو نہیں ہے۔ سٹر بنگلہ اس کو صحیح طور پر علاء الدین خلجی کے زمانے کی توسیع خیال کرتے ہیں۔ ضیاء الدین برنی تاریخ فیروز شاہی میں لکھتے ہیں کہ جب مغلوں نے ۱۲۹۷ء میں دہلی پر پیش قدمی کی تو سلطان علاء الدین خلجی نے دیکھا کہ پرانی دہلی کی تفصیلیں خراب و خستہ حالت میں حالت میں تھیں۔ اس حملے کے وقت اہالی شہر کی سرکاری ناقابل بیان تھی اور جنگ و جدال کے چلے گئے تو یہ بات سن جانے والا تھا اور بہت مختتم سمجھی گئی اور لوگوں کی جان میں جان آئی۔ علاء الدین خلجی شہر کی اس محذوش حالت سے آگاہ تھا اس نے مغلوں سے مقاومت کے لیے پرانی تفصیلوں کی مرمت کرائی اور پُرانے قلعے کی توسیع کی۔ ۱۳۱۶ء میں قطب الدین مبارک شاہ اپنے بھائی شہاب الدین عمر کا جانشین ہوا تو اس نے بھی اس شہر اور پُرانے قلعے کی تعمیر کی تکمیل کی جس کو اس کا باپ علاء الدین خلجی ناتمام چھوڑ گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ علاء الدین خلجی اور مبارک شاہ نے بہت تعمیر اور توسیع کرائی چنانچہ بن بطلوہ جو دہلی میں ۱۳۳۳ء میں آیا تھا لکھتا ہے کہ قلعے کی تفصیل کا حصہ زرین پتھر کا بنا ہوا ہے اور بالائی اینٹ کا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تفصیل کا نیچے کا حصہ جو قدیم و ہندوؤں کا بنایا ہوا اور اوپر والا جدید حصہ مسلمانوں کا۔ اب پھر فتح برج سے چلیے جہاں سے تفصیل کی دو شاخیں بھوٹی ہیں۔ ان میں سے ایک شاخ جو مشرق کی طرف جاتی ہے وہ قلعے کی تفصیل ہے اور دوسری سیدھی شمال کی طرف چلی گئی ہے اور اس جگہ بچوں پنج میں ایک دروازے کا نشان ہے۔ اسی رخ پر تفصیل قریب قریب نصف میل تک جا کر جہاں پناہ کی شمالی ویران تفصیل سے جا ملی ہے۔ یہاں سے تفصیل کا رخ جنوب مشرق کو بیٹا ہے اور تین سو گز سے کچھ اوپر ہی اوپر جا کر ایک دروازہ ملتا ہے اور آگے جنوب کی طرف بڑھو تو جنوب مشرقی رخ پر ایک اور دروازہ ملے گا اور اس حصے کے درمیان میں دہلی بہرولی کی سڑک سے تقاطع بھی ہوتا ہے۔ اور ایک پاؤ میل پر ایک تیسرا دروازہ ملتا ہے جہاں قلعے کی تفصیل جہاں پناہ کی دوسری تفصیل سے

پھر لگئی جڑ آب یہاں سے فصیل کا رخ سیدھا جنوب کی طرف ہو گیا تھا۔ دریا یہیں  
 در حوض رانی دروازہ، اور اسی سیدھ میں آگے چل کر ایک پڑا بھاری دروازہ ہے جو ”بلایو  
 دروازہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں سے فصیل جنوب مغرب کی طرف پلٹی ہے اور  
 قطب صاحب سے جو تعلق آباد کو سڑک جاتی ہے اس سے تقاطع کرتی ہے۔ یہاں سے  
 آدھ میل کے پچ میں مدبر قلعہ دروازہ، ملتا ہے۔ یہاں سے فصیل مغرب کی طرف مڑی ہے  
 اور تین سو گز جا کر ایک دروازہ ملتا ہے جس کے باہر دھوس بنے ہوئے ہیں۔ یہاں  
 سے جالی آباد تک جو تین سو گز کا فاصلہ ہے فصیل کا سلسلہ ٹوٹ گیا ہے۔ پھر جالی بھدر سے  
 فصیل اہم خان کے مغرب سے سے جالی ہے۔ اس طرح یہ پورا حصار ختم ہوا اور جہاں سے  
 ہم نے شروع کیا تھا وہیں پھر آن پہنچے۔ قلعہ کے اطراف خندق ہے جس میں اس  
 پہاڑی حصے کا جو شمالی رخ پر ہے پانی جمع ہو کر تمام سال خندق میں رہتا ہے۔ اس بڑے  
 قلعہ کا تعلق کے زمانے میں ہی آیا تھا اس لئے اس قلعہ کی فصیل کی نسبت نکھار کہ  
 ”فصیل کا آثار“ ہے جس کے اندر حجرے بنے ہوئے ہیں جس میں رات کو پہرے والے  
 اور دربان رہتے ہیں۔ انھیں کوٹھڑیوں میں غلہ سامان برسر۔ گولی بارود وغیرہ کے  
 مخزن بھی ہیں۔ ان حجرہوں میں غلہ بکرا، بکریاں، محضو، تیرا، فیضیں اس اندر چوڑی ہے کہ اس کے  
 اندر ہی اندر سوار اور پیدل ایک سرے سے دوسرے سرے تک بے تکلف چلے  
 جاسکتے ہیں۔ اس قلعہ کے دروازوں کے نام ہم ادھر بتا چکے ہیں۔ کثر معتبر و داستان  
 دروازوں کو پُرانی دلی کا بتلاتے ہیں اور ساتھ اس کے اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں  
 کہ مسلمانوں کی عہد حکومت میں اسے پتھور کی پُرانی دلی کے بعض دروازوں کے  
 نام بدل بھی گئے ہیں۔ حضرت اسیر خسرو دلی کے بارہ دروازے بتاتے ہیں لیکن  
 اسیر تیمور کی روایت اور ستر بگلر کی تصدیق سے شہر کے دس دروازے  
 ہونا ہی زیادہ صحیح معلوم دیتا ہے۔ سر دست ستر بگلر کے کے نشان دادہ ”حوض دانی“  
 اور برقعہ، نامی دو دروازوں سے بحث کی جاتی ہے۔ جو بدایوں دروازے کے  
 شمال مشرق اور جنوب مغرب میں ہیں۔ قلعہ رائے پتھور کا نقشہ ملاحظہ کرنے  
 سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ حوض رانی کا موضع رائے پتھور اب کے شہر کی مشرقی  
 فصیل کے مقابلے میں جہاں پناہ کی جنوبی فصیل سے زیادہ قریب ہے۔ ملفوظات تیموری

جس کا حوالہ شہ ف الدین یزدی نے جایکا اپنے "ظفر نامے" میں دیا ہے اور اسی کا مسٹر بگلر بھی حوالہ دیتے ہیں اُس میں لکھا ہے کہ سلطان محمود اور ملو خاں جب قلعہ جہاں پناہ چھوڑ کر پہاڑوں پہاڑوں بھاگ گئے تھے تو اول الذکر تو "رانی دروازے" سے بھلا تھا اور آخر الذکر در قلعہ دروازے سے۔ ظفر نامے کو جو دیکھا تو یزدی نے صاف لکھا ہے کہ یہ دونوں دروازے یعنی حوض رانی اور برقعہ دروازہ جہاں پناہ کے جنوب میں تھے۔ غزنی دروازے اور برقعہ دروازے کا موقع محل تو شعیب ہی مگر باقی دروازوں کا ٹھکانا یقینی طور پر مقرر کرنا ناممکن ہے۔ قلعہ راجہ پتھور کے ضمن میں غزنی دروازے کا ذکر ادھر آچکا ہے۔ پُرانی دلی کا ایک یہ واقعہ قابل ذکر ہے جب کہ چند ملحدوں نے مل کر ۲۳ سالہ جامع مسجد پر یورش کی۔ ان میں کے کچھ لوگ تو "قلعہ نور" (جس کی جگہ معلوم نہیں) سے "معزی دروازے" پر جا پونہچے جو ایک مسجد کے دروازے کے مشابہ تھا۔ اب اس میں جو معزی دروازے کا ذکر آیا ہے اُس کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ "معزی دروازہ" جس کا نام تھا اس کی وجہ تسمیہ کے دو وجوہ قرار دیئے جاسکتے ہیں یا تو وہ ہندوؤں کا بتا یا ہوا دروازہ ہو گا اور معزی امراء نے قبضہ کر لیا ہو گا اور اپنی طرف سے یہ نام رکھ دیا ہو گا یا یہ کہ خود انھیں امراء نے بتوایا ہو گا۔ سلطان معز الدین محمد عرف شہاب الدین غوری کے عہد کے امراء کو مورخین معزی امراء کہتے ہیں۔ وہ بھنڈار کل "نام کے دروازے" کا بھی سراغ نہیں ملتا۔ غالباً یہ دروازہ لال محل اور جامع مسجد کے بیچ میں کہیں ہو گا۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ بانک حمید الدین کے پارٹی کے لوگوں نے حاجی مولیٰ کا بلوہ جو علاء الدین خلجی کے نقابے میں ہوا مختار فرمایا تھا۔ یہ لوگ غزنی دروازے سے قلعہ میں داخل ہوئے تھے اور شہر میں بلوائیوں سے کچھ جھڑپ ہوئے تھے بعد وہ بھنڈار کل دروازے تک پہنچ گئے۔ یہ دروازہ غالباً اُس نصب کا ہو گا جو قلعہ اور شہر میں مشترک تھی۔ بدایوں دروازے کی ہسٹری جدا گانہ ہے۔ ابن بطوطہ نے اسی کو سب سے بڑا دروازہ لکھا ہے اور واقعی یہ تھا بھی صدر دروازہ کیوں کہ اسی میں سے پُرانی دلی کے بڑازے کے مشہور بازار کا راستہ نکلتا تھا۔ اس دروازے کے سامنے فصیل میں حجرے بنے ہوئے ہیں جن میں شراب خواروں کو بند کیا جاتا تھا۔

یہی وہ دروازہ ہے جس کے سامنے علاء الدین خلجی نے مغلوں کو حوض رانی کے میدان میں شکست جاعے کر ان کے سر کاٹ کر دو مرتبے چبوترے بنائے تھے تاکہ آنے والی نسلوں کو عبرت ہو۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ حوض رانی کا میدان بھی تاریخی لحاظ سے عجیب و غریب مقام ہے جس میں بڑے بڑے ہیبت ناک واقعات ہوئے ہیں۔ باغی مغلوں اور بلوانی محمدین کا قتل عام اسی جگہ کیا گیا۔ ان میں سے کوئی تو ہاتھی کے پاؤں کے تلے روندواے گئے۔ کیونکہ ترکوں نے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے یا حبلاؤں نے سر سے پاؤں تک ان کی زندہ کھال کھینچ لی۔ اسی بدایوں دروازے پر غدار الدین خلجی نے شراب سے توبہ کی اور صراحی و جام اور تھامی نواز مات شراب نوشی کو توڑ پھوڑ ڈالا اور ساری شراب بہادی جو اس قدر تھی کہ سارے میدان میں ایسی کچھڑ ہوئی جیسی کہ برسات میں ہوتی ہے۔ یہ بدایوں دروازہ ہی بیرونجات کے محمد آدرجا بنگان و شاہان دہلی کے فیما بین قائمانہ حلوں اور محلہ کے کارزار کا پہلا مورچہ رہا ہے نیز اس دروازے سے بڑے بڑے جلوس نکلتے ہیں۔ تعمیر مالک کے ایچی یا سفیر جو کوئی بھی آیا۔ اسی دروازے سے۔ جب سے اس قلعہ سے مستقر سلطنت اٹھا دیرانی اور تباہی کا بیش خیمہ آیا۔ وہ دروازہ جو کبھی باب السلطنت تھا اب مٹی کا ڈھیر ہے۔ دوسرے دروازوں کے صرف نام ہی نام یاد رہ گئے ہیں۔ دروازہ موحض خاص، کا نام بھی کہیں کہیں تاریخ میں آیا ہے اور بغدادی، دروازے کا ذکر تو متعدد مقامات پر ہے۔ یہ وہی بغدادی دروازہ ہے جہاں ابراہیم لودی بادشاہ نے گوالیار سے ایک برنجی بیل لاکر استاد کیا تھا بریس ہم آج کوئی نہیں بتلا سکتا کہ یہ دروازہ تھا کس جگہ۔ قلعہ اور رائے پھور کی دلی کا گھیر قریب قریب (د) میل کے ہے۔ امیر تیمور نے چرائی دلی کے دس دروازے لکھے ہیں جن میں سے بعض باہر وار کو کھلتے تھے اور بعض جہاں پناہ کی طرف۔ یزدی اپنے قلعہ نامے میں اٹھارہ دروازے لکھتا ہے جن میں سے پانچ جہاں پناہ کی طرف کھلتے تھے۔ جنرل کننگھم امیر تیمور کے بیان کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اب ان دس دروازوں کا بھی ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں ملتا کہ کہاں کہاں تھے اور چلے کیسے کیوں کہ تفصیل تو جایا سے ٹوٹ گئی ہے اور بعض بعض



جگہ خالی چھٹی ہوئی ہے مثلاً شمالی مشرقی فصیل کی دیوار۔ ایرانی دلی اور جہاں پناہ کی مشترکہ دیوار  
 میں خالی جگہ موجود ہے۔ بہر حال نقشے میں دس دروازوں کی بجائے بتائی گئی ہے۔ ۱۹۱۱ء میں رائے تھوڑا  
 سے سلطنت منتزع ہو کر مسلمانوں کا دور دورہ شروع ہوا۔ دریائے گھگر کے کنارے  
 رائے تھوڑا جیسے بہادر۔ بیچ۔ جری اور دلاور چوہاں قائدان کے ممبر کا خاتمہ ہوا اور اسی کے  
 ساتھ اس کی تمام سطوت و جبروت بھی خاک میں مل گئی۔ پہلا مسلمان بادشاہ جس نے دلی  
 کو دارالسلطنت قرار دیا اور وہاں رہا قطب الدین ایبک تھا۔ شروع شروع میں تو رائے تھوڑا  
 ہی کا قلعہ سلمان بادشاہوں کی تخت نشینی کا مرکز اور دارالسلطنت رہا۔ آگے چل کر  
 جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے کلوکھری میں ملو شک لعل، محل بنوایا۔ جب سے ہی  
 رائے تھوڑا کا شہر مہرانی دلی، کہلائے لگا اور جلال الدین خلجی کا شہر منئی دلی، شہور ہوا۔  
 ابن بطوطہ نے بھی ہندوؤں کے شہر کو مہرانی دلی ہی لکھا ہے۔ رائے تھوڑا کے پانچ میل کے  
 محصور شہر کی سرزمین دلی بڑی بڑی شہور یادگاروں سے پی پڑی ہے۔ لوہے کی شہور لاٹ  
 جس کی دریافت سے ماہرین آثار قدیمہ چکریں ہیں اسی محاط کے اندر ہے۔ اسی میں ہندو  
 راجاؤں کے نامے ہوئے میوں مندر تھے جن کو مسلمانوں نے ڈھا ڈھوا کر ان کا  
 مال سالا اپنی مسجدوں میں لگا دیا۔ یہی خطہ دلی کے قدیم سلاطین کا دارالسلطنت  
 تھا۔ پیر قطب الدین ایبک قصر سفید نامی شہرہ آفاق محل تھا جس میں چھ بادشاہ یکے بعد دیگرے  
 تخت نشین ہوئے۔ اسی احاطے میں قطب صاحب کی وہ عجیب و غریب لاٹ ہے جو اولوچہ  
 سلمان بادشاہوں اور ہندو صناعتوں کی قابل فخر یادگار ہے۔ غرض یہ خطہ زمین کا عجیب و  
 غریب ٹکڑا ہے اسی میں سلطنتیں بنیں اور گویں۔ کسی بادشاہ کا عروج ہوا تو کسی کا زوال۔ کوئی  
 سرفراز ہوا تو کوئی پامال کسی کو خلعت ملا کسی کی گردن ماری گئی۔ کسی کے ہاں خوشی کے  
 شادیاں بنے بچے تو کسی کے ہاں کھرام بچ گیا۔ غرض کوئی بن گیا اور کوئی گبو گیا۔ کسی کو انباری  
 ملی تو کسی کو ذلت و خواری نصیب ہوئی۔ کسی نے جشن منایا تو کوئی قید میں سڑ سڑ کر مر گیا۔  
 لاکھوں کے سرتن سے جدا ہو گئے۔ خون کے ندی نالے بہ گئے۔ اسی میدان میں دندراو  
 ہمارا کی گروہیں ماری گئیں۔ قتل عام۔ غارت گری۔ آتش زنی۔ غرض کہ بے چاری دلی  
 پر جو کچھ ہلا آئی وہ سب اسی زمین پر گزرا۔ یہ زمین جنت اور دوزخ دونوں کے خواص رکھتی  
 تھی۔ جس سر کو آج تاج پہنائی تھی کل اسی کو خاک میں ملا بھی دیتی تھی۔



آرام تہ گنبدِ افلاک نہیں  
جز ورتہ جہاں یہاں خاک نہیں

جہاں ای برادرِ ناند بلس  
دل اندر جہاں آفریں بند بلس

خدا مانا طرب ہے اور اک نہیں  
پیما تہ گردوں میں کساں بادۂ عیش

## بابا حاجی روز بہ کا مزار

اس قلعے کی خندق میں ایک پتھر کی چار دیواری کے اندر نیم کے درخت کے تلے  
بابا حاجی روز بہ کا مزار ہے آپ بڑے دلی الترقی اور اوش کے رہنے والے تھے۔  
راکھ پھور کے وقت میں یہاں آئے اور اس خندق میں جہاں آپ کا مزار ہے آئے۔  
راکھ پھور کے وقت میں جو مجسم تھے انھوں نے ان کے آگے کو فال بد بھجوا کر راکھ پھور  
سے کہا کہ اس شخص کے آنے سے ایسا سلوم ہوتا ہے کہ قریب میں مسلمانوں کی عمل داری  
ہونے والی ہے اور ایسا ہی ہوا بھی۔ کہتے ہیں کہ راکھ پھور کی مٹی مایابی عرف بیلا رانی  
نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سیمان ہوئی چنانچہ آپ کے مزار کے پاس مشرق  
کی طرف جو ایک عورت کی قبر ہے وہ اسی لڑکی کی بھی جاتی ہے۔ جب تک آپ زندہ رہے  
ہزاروں سبند و شرف بہ اسلام ہوئے روز بروز شوکت اسلام کی زیادہ ہوتی گئی  
اور اسی وجہ سے روز بہ، آپ کا لقب پڑ گیا۔ آخر آپ نے انتقال فرمایا اور جہاں  
آج آپ بیٹھے تھے وہیں آپ کو دفن کیا۔ پورے حالات آپ کے کہیں نہیں ملتے۔  
آپ کے مزار کے مغرب میں قلعہ کی فصیل میں اب تک ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔  
بیلا رانی اسی دروازے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ سات  
سہیلیوں سمیت سلمان ہوئی تھی حضرت کے مزار کے قریب تین قبریں اور ہیں جو کہتے۔  
ٹھوڑے اور سانپ کی بتلائے ہیں۔ نیم کا درخت جس کی نسبت مشہور ہے کہ جو حصہ اس کا  
آپ کی قبر پر سایہ کیے ہوئے تھا وہ مٹھا تھا باقی کڑوا اب وہ درخت ہی نہیں رہا جو اس بات  
کی تصدیق ہو سکے نیم کے کڑوے میٹھے ہونے کی روایتیں اور مزاروں سے بھی  
نیسب کی جاتی ہیں اور یہ بھی ایک تصرف سمجھا جاتا ہے۔

## شیخ شہاب الدین عاشق کا مزار

راکھ پھور کے قلعے کے غرب میں فصیل سے  
کوئی نہارت دم ہٹ کر ایک احاطے کے  
اند ۱۲ پلج چو کھنڈی میں حضرت

۱۷۱۷ھ

موصوف کا مزار ہے جس پر بھی آپ کے نام کا کتبہ منہ کے لگا ہوا ہے تو یہ سنگ خارا کا ہے۔ پانہنی  
آپ کے ایک بہت چرانا سیلو کا درخت ہے۔ اس چوکھنڈی کے باہر پائین میں آپ  
کے بھائی کا مزار ہے جن کا نام بھی معلوم نہیں۔ اس مزار سے آٹھ سیڑھیاں چڑھ کر ایک  
چوترے پر سات قبریں ہیں جن کو سات بادشاہوں کی قبریں کہتے ہیں۔ یہی  
مقام تو وہ مقام ہے جہاں اور بادشاہ اور گدا میں تمیز نہیں ہوتی۔ قبریں بہت پرانی  
ہیں سنگ خارا کے پتھر جوڑ دیے ہیں جو سنہ کی بندش نہیں کی اور چوترہ بھی اسی طرح  
کا بنا ہوا ہے۔ اس چوترے کے قریب لشیب میں ایک لداوی درے کے اندر  
ایک چوٹا سا خام مزار ہے جو بی بی سرخ بے نام کے نام سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ  
یہ بی بی بھی کوئی بڑی عابدہ زادہ رائے پتھورا کے زمانے میں تھیں۔

**عید گاہ مراد الدین التمش**  
بہت پرانی اور نہایت بے مرست حاست میں  
ہے جس کی ایک وسیع چار دیواری ہے۔ مغربی رخ  
کی دیواریں میں آٹھ دیواروں پر محرابیں ہیں لکھوری اینٹ کی بنی ہوئی۔ عید گاہ  
کے پیچھے ایک چھوٹی سی سردی مسجد ہے جس کی چار دیواری سنگ خارا کی بند کی  
بنی ہوئی ہے اس پر یہ کتبہ نہایت خوش قلم بخط نسخ ہے۔

والاعلیٰ العظیم

ظفر چوں بزمیم آخون جی صفاداد میں مسجد کہنہ را  
پرسید سال مرست و عقل بگفت آفرینیک مرد خدا

سب کے صحن میں اوحد الدین کرمانی کا مزار ہے۔ یہیں ایک شکستہ چوترے  
پر چند قبریں ہیں جو پہلے بیسیوں کے مزار کہلاتے ہیں۔ عید گاہ کی پچھت  
کی دیواریں سے ہوتے چند مزار ہیں جن میں سے دو کے نام لوگ بتلاتے ہیں جتانہ و پیرا  
شیخ جلال الدین شہر یزدی اور تین قبریں بے نام ہیں۔

**تالاب پیراں**  
قلعہ رائے پتھورا کے مغرب میں ایک چوٹا سا تالاب ہے جس کے  
گرد چار دیواری ہے اس کو لوگ تالاب پیراں کہتے ہیں

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ تمس الدین التمش نے بنوایا تھا۔ چھان بین کا کوئی موقع نہیں جو لوگ  
کہہ دیں اسے امتنا صدقہ کہنے کے سواے اور کیا چارہ کار ہے۔

## بھیم کی چٹنگی

قلعہ کے مغرب میں پہاڑوں کی چٹانوں پر ایک پتھر  $۳ \times ۴$  عرض و طول میں اور دبازت میں  $۱۰$  رکھا ہوا ہے۔ چوں کہ وہ ادھر رکھا ہوا ہے اور باوجود اتنا بھاری ہونے ایک ہی آدمی اسے ہلا سکتا ہے۔ اس واسطے اس نام سے مشہور ہو گیا۔ بھیم جس کے نام سے شہر پالایا گیا اس کا پتہ نہیں کہ کون تھا۔ ہر سراسر فریب معجم و کہاں تاج مقفورہ و تخت خاقانی بے حقیقت ہر شکل موج سراب جام جمشید و راج ریحانی یہ جیوتڑہ بھی اسی زمانے میں بنا تھا جب کہ قصر فیروزی بنا۔

## جیوتڑہ ناصرہ

۶۲۵  
۶۲۶  
۶۲۷

اس کا نام ہی بتلا رہا ہے کہ سلطان ناصر الدین محمود (۶۲۵-۶۲۶ء) کا بنوایا ہوا ہے۔ جب جلال الدین خلجی نے علم بغارت بلند کیا اور قلعہ بند ہو کر کلوکھری کے پاس پہاڑ میں بچھ گیا اور کیقباد کا صغیر سن رکھادی کا بادشاہ ہوا تو اس نے اسی جگہ کئی مہینے تک دربار کیا۔ جب علاء الدین خلجی (۶۲۵ء) ملک دکن میں دیوگیری (دولت آباد) کو جو ہم سرحد و رنجل تھا۔ لوٹ کر دلی واپس آیا تو جو کچھ مال غنیمت لایا تھا اسی جیوتڑے پر سب بچھ لایا گیا تھا۔ یہاں امراء اور امین سلطنت سب جمع تھے اور یہیں اس نے جلوس بھی کیا اور دربار کے لئے ایک بڑا سیاہ شامیانہ تانا گیا۔ یہ تمام محلات قصر سفید کو شک فیروزی۔ کو شک سبزر۔ جیوتڑہ ناصرہ۔ رائے پھورا کے قلعے کے اندر ہی تھے اور امراء معززی خاندان غلامان کے بنائے ہوئے تھے۔ ہمایوں بادشاہ کے محل کا بھی سرانجام نہیں ملتا کہ وہ کہاں تھا۔ البتہ صرف اتنی بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ہمایوں دروازے کے پاس تھا بعض لوگ ہمایوں کا محل جہاں پناہ میں مبتلا تھے ہیں جب شاہی محلات کا یہ حال ہو کہ دھونڈے پتہ نہ لگے تو واسے بر حال بادشاہ کے مکانوں کے جن پر ہم آج فخر و ناز کرتے ہیں اور پھولے نہیں سماتے اور مونچھوں پر تاؤ دیتے ہیں۔

اسی نقش منبر پر ناز ہو جہاں اک طلسم خدا ساز ہو  
ہماری مثال اس چوہے کی سی ہو ایک ہلدی کی گرہ پا کر منپاری بن بیٹھا تھا۔ امیر تیمور کا  
تدم جب پرانی دلی میں آیا (۶۲۵ء) اور لوٹ مار شروع کی تو اس نے چن چن کر  
محلات کو بر لو اور تاراج کیا اور اس سے یہ محلات بھی نہ بچ سکے۔ یہ بتلانا

بہت مشکل پر کہ جن محلات کا ذکر اوپر آیا یا ان میں سے کوئی ٹوٹ کسوٹ سے بچا بھی  
یا نہیں (از ظفر نامہ مولینا شرف الدین علی یزدی)

رہنے والے ہیں یہ نادان کہ جانے والے

خاک سمجھے نہ مکانات کے بنائے والے

قصہ سفید  
۱۲۰۵

۱۲۰۵ء میں جب کہ رائے پھوراکو مرکز موٹھا برس ہوئے  
تھے قطب الدین ایبک نے ایک محل جو تاریخ میں قصر سفید کے نام سے مشہور ہے تعمیر  
کرایا تھا۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں سفید محل کا ذکر کیا ہے اور ضیاء الدین بنی نے  
جو تاریخ میں معزی محل کا بیان لکھا ہے وہ غالباً یہی محل تھا۔ ممکن ہے کہ ایک ہی محل کے دو  
نام رہے ہوں۔ ابن بطوطہ پتہ بتلاتا ہے کہ یہ محل بڑی مسجد کے پاس تھا۔ خدا کی قدرت  
اور زمانے کے فنا کرنے والے اور مٹانے والے زبردست ہاتھوں کو دیکھو کہ جو محل  
کسی زمانے میں بادشاہوں کے قیاموں سے منور اور مشہور زمانہ تھا اور جس میں تقدیروں  
کے فیصلے رات دن ہوتے تھے اور جشن شاہانہ بیارہتے تھے آج وہ ایسا پردہ دنیا  
سے مفقود ہے کہ ڈھونڈنے سے بھی اُس کا نشان نہیں ملتا۔ ملک بختیار خلجی جو شہنشاہ الدین  
غوری کا ایک بڑا نوجو سردار اور فاتح بنگال تھا وہ اسی محل کے احاطے میں لڑا تھا۔  
اسی محل کی چار دیواری کے اندر خاندان غلامان کے سب سے بڑے اور مامور  
بادشاہ سلطان شمس الدین التمش اور اُس کے پوتے ناصر الدین محمود شاہ نامور  
بلبن۔ اور دوسرے بھی چند بادشاہوں کی تخت نشینی کے جشن ہوئے۔ جلال الدین  
فیردز شاہ خلجی کلوکھری میں کی قباد کو (جس نے کلوکھری بسائی تھی) قتل کر کے بادشاہ  
ہو گیا مگر حسب دستور سلاطین ماضیہ تخت نشینی اُس کی بھی اسی محل میں ہوئی اور اسی طرح  
اس کے بعد اس کا بھتیجا علاء الدین خلجی بھی اسی محل میں تخت پر بیٹھا۔ تاریخ فرشتہ میں  
لکھا ہے کہ ناصر الدین محمود شاہ (۱۲۵۹ء) نے ہلاکو خاں کے لہجے کو اسی محل میں بڑی  
شان و شوکت سے باریابی سے سرفراز کیا تھا۔ محمود شاہ لعلی الرحیق تخلق آباد میں  
تخت پر بیٹھا مگر چالیس دن بعد پھر قصر سفید ہی میں باقاعدہ مراسم ادا ہوئے اور  
تدیم تخت سلاطین دہلی پر یہیں رونق بخش ہوا۔ یہ محل محض تخت نشینی یا دربار یا  
باریابی سفر اور اہلیان کے لیے مخصوص نہ تھا بلکہ کبھی کبھی اس میں ذی مرتبت لوگ قیام بھی

رہے ہیں۔ بعض وقت اس میں خون کے ندی نالے بھی بہ گئے ہیں۔ ملک اختیار الدین جو معز الدین بہرام شاہ کا وزیر تھا فرمان قضا شیم کے مطابق تخت شاہی کے سامنے دو ترکوں نے ۱۲۴۱ء میں قتل کیا۔ جب کبھی اور عظام میں شہد کی ضرورت ہوتی یا بیر و بجات کے حلوں کا خطرہ پیش آتا تو مجلس شوریٰ اسی محل میں منعقد کی جاتی تھی اور یہیں سے مقابلہ مقتلہ اور مجادلے کے سب مراتب استدائی طے ہوتے تھے (از طبقات ناصری)۔ بہرام شاہ کے جانشین کو جو اس محل میں نظر بند تھا کو شک فیروزی میں بختاب سلطان علاء الدین مسعود تخت نشین کیا۔ جب سے یہاں سے دارالسلطنت اٹھ کر دہلی چلی گئی اور یہاں کے محلات چھوڑ دے گئے بس تباہی شروع ہو گئی۔

عیش دنیا سے ہو گیا دل سرد

دیکھ کر رنگ عالم فانی

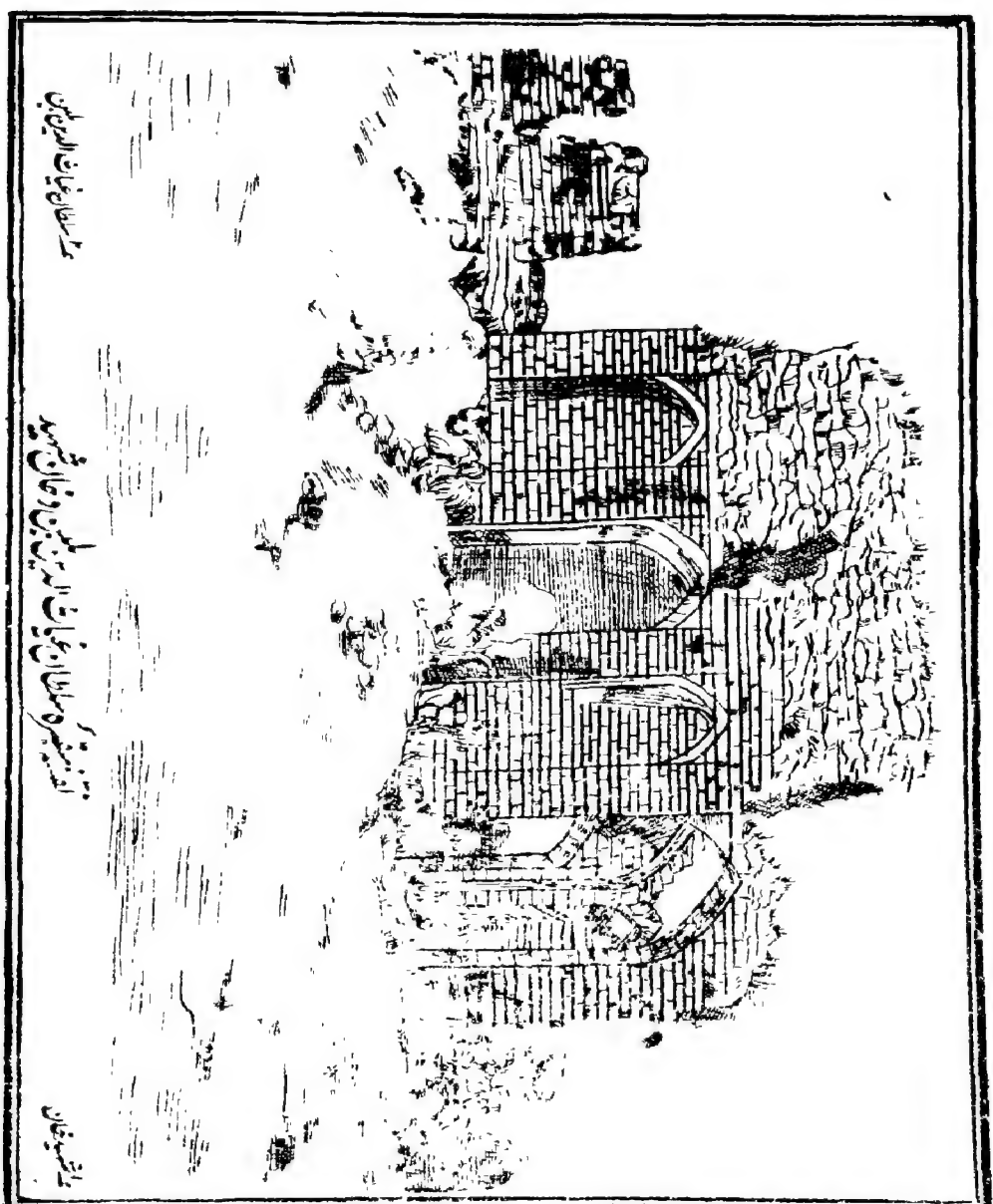
محفل غائب سلطان التمش نے بنایا تھا ۱۲۴۱ء

کوشک فیروزی

۱۲۴۱ء

جو سب سے بڑا محل تھا جس میں رضیہ سلطانہ کی والدہ یعنی سلطان التمش کی بیگم رہا کرتی تھیں۔ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ معز الدین بہرام شاہ کی جگہ سلطان علاء الدین مسعود شاہ کو ۱۲۴۱ء میں قصر سفید سے لا کر یہیں تخت نشین کیا تھا۔ اور اسی محل میں سلطان ناصر الدین محمود شاہ نے جو علاء الدین کے بعد بادشاہ ہوا اپنا پہلا دربار کیا تھا۔ باہرین کرد و فراب اس کا نشان نہیں ملتا کہ کہاں تھا۔ ایک کاش کھنڈ رہی باقی رہتے!۔ اب صفحہ دنیا سے بالکل مٹ گیا۔ صرف نام ہی نام رہ گیا۔ سطر جھگڑنے مسجد قوۃ الاسلام کے عقب میں کھدوایا تو کئی ٹوکرے سبز رنگ مٹی کی اینٹوں کے نکلے جن پر الفاظ عربی اور طرح طرح کے گل بوٹے منقش تھے۔ اس پر سے قیاس و موڑا گیا کہ یہ اینٹیں کوشک سبزی کی ہوں گی جن کا ذکر آگے آئے گا لیکن جنرل صاحب ان اینٹوں کا رنگ نیلا بتلاتے ہیں جس میں کچھ سبزی کی بھی جھلک مارتی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اینٹیں اسی محل کی ہوں یا کسی اور رنگین محل کی ہوں۔ گر پڑ جانے کے بعد اس پر طرہ یہ ہوا کہ زمین کے اندر مدفون۔ بھلا اسلی رنگ اور اس کی آب و تاب کیسے برقرار رکھ سکتی ہے۔ اسی نام کے مال سلسلے کی خوبی ہے جو اتنا بھی باقی رہا وہ نہ





مسلم سلطان بن المير

الشيخ محمد بن سلطان بن المير بن دقان

بن شيخ

لاکھ ہو جاتا۔

کوشک سبز  
۶۰۶  
۱۲۱۰ھ

کچھ نہیں جز طلسم خواب و خیال  
گوشہ فقر و بزم سلطانی

فقر فیروزی اور محمل دونوں ساتھ ساتھ بنے تھے۔

تاریخ میں اس کا ذکر پہلے پہل ناصر الدین محمود شاہ خلف سلطان اتمش کے عہد میں  
میں آیا ہے جس کی تخت نشینی محمل میں ہوئی تھی۔ اور یہیں اُس نے ہلاکو خاں کے  
سفیر کو باریابی کی عزت بخشی تھی۔ جب کہ جمعیت کی بیس قطاریں کلوکھری سے  
لے کر یہاں تک کھڑی کی گئی تھیں۔ لیکن فرشتہ اس واقعہ کا قصہ سفید میں ہونا  
لکھتا ہے۔ اور منہاج السراج صفیات ناصری میں کوشک سبز میں بتلاتا ہے اور یہی  
زیادہ قرین قیاس ہے۔ نصف صدی بعد رکن الدین پسر اصغر سلطان جلال الدین  
خلجی ہیں تخت نشین ہوا۔ جلال الدین خلجی کو علاء الدین خلجی (رکن الدین کے بیٹے) نے  
قتل کیا تھا غرض جشن دربار حکم احکام سبب سے ہوتے تھے۔ ظفر خاں بعد  
فیروز شاہ تغلق خاں جہاں سے ملنے دلی آیا تھا تو اسی محل میں اتارا گیا تھا۔

بزم تیج جہاں گیارہ گز قلعہ کشا  
جہاں سخن شد چون سخنراے  
بے بلا و گرفت یک فشردن دست  
بے قلاع کشووم یک فشردن پایے  
چو مرگ تاختن آورد پیچ سودداشت  
بقایقائے خدایت و ملک ملک خدا

کوشک محمل یا قلعہ مرز عن  
۶۶۶  
۱۲۶۵ھ

یادار الامان و شاہ عیاش الدین بلبن  
۸۶ - ۶۶۲ھ  
کی قبر ۸۷ - ۱۲۶۵ھ

۵ سرسید اس محل کا بانی جلال الدین فیروز خلجی کو بتلاتے ہیں اور سال تعمیر ۶۶۸ھ۔ لیکن  
کار شیخ صاحب نے کوشک فیروزی کو سلطان اتمش کا بنایا ہوا بتلایا ہے اور کوشک سبز کو  
بھی اسی زمانے کا بنایا ہوا بتلاتے ہیں۔ بہر حال اس محل کا وجود وقت تخت نشینی ناصر الدین محمود  
شاہ کے تھا اور جس کا سال تخت نشینی ۶۷۲ھ ہے۔ تو محالہ اس سال سے پیشتر کا بنایا  
ہوا ثابت ہوتا ہے۔ و اتساع علم بالصواب۔



اس محل اور قبر کے حالات چوں کہ ایک دوسرے سے ملے جملے ہیں۔  
 لہذا انجائی طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ سرسید لکھتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین  
 بلبن نے ۶۶۰ھ میں کوشک محل جسے لال محل بھی کہتے ہیں تعمیر کرایا تھا۔ اس  
 محل کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ تاریخ بھی سرسید کی بتلائی جوتی ہے جلال الدین  
 عہد بلبن کے سرداروں میں سے تھا۔ جب بلبن کا پوتا کیتبادی نوشی کی کثرت سے  
 نقوے اور فالج میں مبتلا ہو گیا تو جلال الدین قصر سفید میں تخت شاہی  
 پر جلوہ افروز ہوا۔ کچھ عرصے بعد کوشک محل میں گیا جو سلطان بلبن کا دیوان خاص  
 تھا۔ وہاں پونچھ کو ستر قدیم کے موافق گھوڑے سے اتر پڑا۔ مقرران خاص سے  
 ایک نے سبب پوچھا تو کہا کہ میں اس مکان کا ادب اس لئے کرتا ہوں کہ وہ میرے  
 آقا کا بنوایا ہوا ہے مجھے اپنی جان کے خوف سے مجبوراً بادشاہ بننا پڑا اور نہ  
 میں کہیں اور تخت شاہی کہیں؟ خاندان غلامان میں التمش کے بعد بلبن  
 ہی کا مرتبہ تھا۔ کوشک محل میں مختلف سلطنتوں کے مہندہ ذی مرتبت اشخاص  
 اس بادشاہ کی سپاہ میں تھے اور بڑے بڑے علماء و حکماء اور نامور اشخاص کا  
 ایک بڑا اچھا مجمع اس قدر روان بادشاہ کے گرد تھا۔ اس محل کے متعلق اور  
 اہم واقعات قابل تذکرہ ہیں یعنی سلطان بلبن اور علاء الدین خلجی کی وفات  
 ضیاء الدین برنی لکھتا ہے کہ در بلبن بادشاہ کی نعش سیری کے لال محل سے برآمد  
 ہو کر جامع مسجد کے سامنے دفن ہوئی، سٹیفن صاحب کی راز میں کوشک محل  
 راجہ تھورا کے شہر کے اندر تھا جو خلافت راے سرسید کے ہے۔ سرسید صاحب  
 اس محل کو درگاہ حضرت نظام الدین اویار کے قریب بتلائے ہیں جہاں پھر  
 اس کے ٹھنڈر کے نشانات اب تک بھی موجود ہیں۔ برنی نے یہ بھی لکھا ہے  
 کہ دو بلبن کے بیٹے کیتبادی نے شہر کے لال محل کی سکونت چھوڑ کر کلونہری میں  
 ایک نیا قلعہ بنایا تھا، شہر کے لفظ سے غالباً پراتی دلی مراد ہے اور جب کہ  
 بلبن نے قلعہ راجہ تھورا کو درست کرایا تھا تو یہ بات بعید القیاس ہے کہ اس نے  
 اپنا محل اس قلعے کی حدود کے باہر بنوایا ہو۔ سری میں کسی عمارت کا نام لال محل  
 کہیں سننا نہیں گیا بلکہ برخلاف اس پراتی دلی میں لال محل کا ذکر جایا جاتا ہے۔

اگر فرشتہ کی روایت صحیح سمجھی جائے کہ علاء الدین خلجی لال محل میں رہتا تھا اور وہیں وہ مرا بھی اور وہیں سے اُس کی نعش دفن کی غرض سے محلی تو یہ محل ضرور بلبن ہی کا ہوتا جو رائے پتھورہ کی دلی میں جس کو پانی دلی بھی کہتے ہیں ہوگا۔ سرسید لکھتے ہیں کہ وہ قلعہ مرزغن کو شک لعل کے پاس ہی بنایا گیا تھا اور بلبن اُس میں دفن کیا گیا، اس کے بھی کو شک لعل کے مقام کے تعین میں مدد ملتی ہے کہ بلبن کی قبر اور کو شک لعل دونوں رائے پتھورہ کی دلی کے حدود میں تھے اور قلعہ مرزغن بھی وہیں تھا۔ بقول امیر خسرو اور ابن بطوطہ کے مرزغن کو قلعہ عطلی سے کہا گیا ہے۔ مرزغن کو بلبن نے پیپہ میں دلی کی تخت نشینی کے وقت بنوایا تھا۔ وجہ تسمیہ اس کی کچھ معلوم نہیں ہوئی لغوی معنی تو اس کے دوزخ۔ گورستان اور اٹکھی ہیں۔ قدیم مورخین نے اس کو صرف ایک مکان سے تعبیر کیا ہے جو بالعموم ”دارالامان“ کے نام سے مشہور تھا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ ”اس محل میں فرض داروں کے قرضے چکائے جاتے تھے اور ہر شخص کے معاملات کا منصفانہ تصفیہ اس میں ہی ہوتا تھا۔ ہر دشمن کو یہاں پناہ اور امن ملتا تھا۔ تیرھویں صدی میں جب ابن بطوطہ دہلی میں آیا تو یہ محل موجود تھا چنانچہ اُس نے لکھا ہے کہ وہ بلبن نے ایک محل بنوایا تھا جس کا نام ”دارالامان“ تھا۔ بادشاہ اسی محل میں دفن ہوا اور میں خود اس کی قبر پر گیا ہوں۔“ بابر بھی اس محل میں آیا تھا اور بلبن کی قبر پر بھی گیا تھا اُس نے بھی کسی قلعے کا ذکر نہیں کیا۔ ابوالفضل نے البتہ اس محل کو قلعہ لکھا ہے جس کی تقلید مابعد کے لوگوں نے بھی کی ہے۔ امیر خسرو ابن بطوطہ مکان ”لے فقط سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۶۸۳ھ میں بلبن کا بڑا بیٹا جو ملتان کا گورنر تھا منسلو کی لڑائی میں لاہور میں مارا گیا۔ برنی لکھتا ہے کہ اس ناگہانی سانحے سے ملتان میں گہرام چڑ گیا اور اسی وقت سے شانہ اوکے کو خان شہید کا لقب ملا۔ بادشاہ کے صدمے اور الم کا کچھ نہ پوچھیے۔ دن کو دربار کرتا تھا لیکن ساری ساری رات اُسے ترپتے گزرتی تھی۔ اپنا لباس فرط غم سے چاک کر ڈالتا اور سر پر خاک مٹاتا تھا۔

ابن ماتم سخت است کہ گویند جواں مرو

گر میر نو دسالہ میر و مجھے نیست

اس وقت بادشاہ کا سن اسی برس کا تھا۔ بلبن کی سلطنت قریب الاختتام تھی اور اسی مدے میں گھل کر اُس نے ۶۸۶ھ میں انتقال کیا اور دارالسلام میں دفن ہوا۔ بلبن کی قبر قطب بنار سے چند سنت کا رستہ پر اور قطب صاحب کی ویران بستی کے گنبدوں سے جواب بالکل آجا پڑا سو گز کے فاصلے پر ہے۔ یہ قبر بڑے بڑے پتھروں کی چھوٹی چھوٹی دیواروں کے احاطے میں ہے جس میں چھوٹے چھوٹے طاق بنے ہوئے ہیں۔ اسی کے پاس ایک بہت بڑے احاطے کا نشان ہے جو غالباً کوئی محل سرا ہے تھی اور اغلب ہے کہ یہی محل دارالامان تھا۔ اب جو حالت قبر کی ہر وہ بس یہ ہے کہ خالی چار دیواری کھڑی ہے کہ جس کے سارے پتھر باہر کے لوگ اٹھاڑنے گئے اور دیواریں بحالت مہجور اور چوسنے کا ایک ڈھیم پڑاؤں ٹھیم اور پیاد کے دیکھنے سے دیوار کا آثارِ نونیٹ کا معدوم دنیا ہے۔ بلبن کی قبر انٹمش کی قبر سے دو چند بڑی ہے۔ اس کے گنبد کو گزے ہوئے کچھ بہت زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ اب بھی چو طرف لمبہ بکھرا پڑا ہے۔ قبر کا تعویذ تک دیگ اٹھاڑے گئے لیکن خالی قبر کا نشان اب بھی موجود ہے۔ اس گنبد کے چار دروازے ہیں۔ مغرب اور جنوب کے دروازے بہ نسبت مشرق اور مغرب کے دروازوں کے ذرا بڑے ہیں۔ مشرقی اور مغربی دروازوں کی پیشانی پر اب بھی چھٹے ستارے نشان کتبوں کے ہیں جو بالکل پڑے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ گنبد کے کونے باہر سے گول کپے ہوئے ہیں اور گنبد کی شکل بہت پہلو تھی۔ اسی کے قریب ایک اور چار دیواری ہے اس کا گنبد بھی گریڑا ہے۔ سرسید اس گنبد کو بلبن کے بیٹے خان شہید کا بتلاتے ہیں۔ یہ گنبد بہ نسبت بلبن کے گنبد کے بہت چھوٹا ہے اس میں قبر کا پتہ نہیں۔ اس گنبد کا دروازہ بہت بڑی محراب کا اور شادہ ہے مگر اب بالکل ٹرے کے قریب ہے۔ اس کی محراب کے اندرونی رخ پر دیکھنے سے کچھ جھلک رنگ کی بھی نظر آتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رنگین کام بھی تھا۔ شمالی دیوار میں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ جنوبی دیوار میں البتہ ایک دروازہ بلبن کے مقبرے میں آنے کا ہے۔ مغربی دروازہ اب تک موجود ہے۔ مغربی اور جنوبی دیواروں کے دروازے بہ مقابلے صدر دروازے کے جو مشرق رو ہے بہت چھوٹے ہیں۔ چھوٹے صحن کے گنبد کی دیواروں اور

محراب دار دروازوں کے نشانات اب بھی بعض جگہ ملتے ہیں۔ بڑے احاطے کے نشانات اور بھی زیادہ معدوم ہیں مگر پھر بھی کہیں کہیں نظر آجاتے ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ غیاث پور غیاث الدین بلبن کا بسایا ہوا جیسا کہ اس کے نام سے خود ظاہر ہے مگر یہ ایک معمولی سا گاؤں تھا جس کی شہرت پرانی دلی۔ کلہوٹری سیری یا تعلق آباد کی طرح نہ تھی۔

**لال کوٹ** ہم کو یہ معلوم نہیں کہ انگ پال اول کے کتنے جانشین تھے جنہوں نے اس کی دوبارہ بسائی ہوئی دلی میں سلطنت کی۔ جنرل کننگھم دو ہندی تسلیمی کتابوں پر سے لکھتے ہیں کہ انگ پال دوم جو گمار پال کا جانشین تھا اور جس نے سنہ ۱۱۷۵ء میں دلی بسائی تھی۔ اس نے اپنے آباد شہر کے پاس ہی ایک قلعہ بھی بنوایا تھا جو "لال کوٹ" کے نام سے مشہور ہے۔ دلی کے سینڈ ٹون کو بھاٹوں کی تحریرات میں کہیں لال کوٹ کا پتہ نہیں ملتا۔ راجیو لال صاحب آئری میجر ٹریٹ جو دلی میں سب سے زیادہ ان امور سے واقف ہیں ان کا خیال ہے کہ زمانہ مابعد کے کوٹنگھم کی طرح لال کوٹ بھی بادشاہوں کی اقامت گاہ رہا ہوگا۔ مگر چاند یا دوسرے مسلمان مورخین نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ جنرل صاحب کہتے ہیں کہ مسلمان مورخین لال کوٹ کو قلعہ راجیو پور کا ایک جزو سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے جداگانہ طور پر اس کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ موضع نہرولی کے باشندوں نے جہاں لال کوٹ کے ٹھنڈے ہیں کہتے ہیں کہ پتھورا کے مسند کے پاس لال کوٹ نام کی ایک بڑی مشہور عمارت تھی جینا پتھور شاعر کا بیانیہ کہ انگ پال نے بیاس کی بات سن کر غور کیا اور ایک محل بنا کر شروع کیا (کاٹواول پر تھی راج ریاس) مسلمان مورخین کے سکوت نے ہم کو بڑی شکل میں ڈال دیا ہے اور ان کا یہ سکوت ہمارے تحیر کا باعث ہے کیوں کہ یہ لوگ بڑے پائے کے اور تفصیلی وقائع نگار تھے۔ مقامی لوگوں کا کہنا کچھ زیادہ لائق اعتبار نہیں۔ اس پر یہ طرہ یہ کہ مسند و مورخین بھی اس معاملے میں بالکل سکت اور صارت ہیں۔ سٹر بگر نے جنرل کننگھم کی

رای کے خلاف لال کوٹ کی حدود سے مسلمانوں کے سمار کردہ  
مساور۔ نوے کی لاٹ اور خشک شدہ انگ تال سب کو خارج کر دیا ہے  
اننگ پال کا لال کوٹ غالب سنگ سرخ کا ایک بڑا محل تھا جس کی حیثیت  
کو یا تو چوہانوں نے بدل دیا یا یہ کہ اُن کی نظر ہو کر نیست و نابود ہو گیا۔

## انیک تال

بکرمی سن ۶۶۶ھ

یہ تالاب بہت قدیم زمانے کا بنا ہوا ہے  
جو کسی زمانے میں بڑی سیرگاہ رہا ہو گا اب تو آج بڑا  
پڑا ہوا جھان میں بھائیں کر رہا ہے۔ لوگ مایا کے مسند

کے شمال کے رخ پر سجدت الاسلام کے شمال و مغرب کی  
گوشے میں کوئی پاؤسیل پر جو ایک بڑا گہرا خلا نظر آتا ہے وہ اسی تالاب کا  
ہے جس کا طول شمالاً جنوباً ۱۶۹ اور عرض مشرقاً مغرباً ۱۵۶ اور عمق جسم  
ہے یہ تالاب راجہ انیک پال تورثانی دلی کے راجہ نے بنوایا تھا چنانچہ  
اُسی کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ ۱۱۷۱ھ تک یہ  
تالاب درست حالت میں تھا۔ اور علاء الدین خلجی (۱۳۱۶-۱۳۵۱ء) کی  
ادھوری لاٹ کی تعمیر کے لیے اسی تالاب سے پانی جاتا تھا۔ جس کی  
نالیوں کے نشانات اب تک بھی بعض بعض جگہ پائے جاتے ہیں۔  
اب یہ تالاب بالکل خشک ہے حتیٰ کہ موسم بارش میں اتنا بھی پانی نہیں  
ٹھیکر تا کہ اس کے شکم تو تر رکھ سکے۔

## انیک پور

بکرمی سن ۶۶۶ھ

یہ موضع بلب گڑھ کے سب ڈویژن میں تغلق آباد  
سے تین میل پر واقع ہے۔ یہ موضع اپنے اس  
بے نظیر بند یا پشتے کے لیے مشہور ہے جس سے  
پانی روکا گیا ہے۔ اگرچہ اس بند کی قدامت

کو خیال کریں جس پر صدیوں کی صدیاں کس میرسی کی حالت میں  
گزرتیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شمالی حصہ بند میں یہ فن تعمیرات کا بڑا  
معمارسی کام ہے۔ یہ بند ایک گھاٹی پر بنایا گیا ہے وہاں تالاب ہے۔ اسی  
عظیم الشان اور پُر شوکت بند کے شمال میں یہ موضع ہے جس کی

آبادی تھیں ہزار نفوس کی ہے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ اس گاؤں کو  
 راجہ انیک پال تنورتانی نے جو دتی کا راجہ تھا سمت ۳۲۰ - ۳۳۰ میں آباد کیا  
 تھا اسی کے نام سے یہ گاؤں موسوم ہے لیکن جنرل کننگھم اس سمت کو بلتھی  
 سمجھتے ہیں اور اس حساب سے موضع کی آبادی کا سال ۱۸۰۰ء قرار دیتے  
 ہیں۔ اسی راجہ نے پہاڑوں کے بیچ میں سیر و شکار کے واسطے ایک نہایت  
 نفیس بند بن کر پانی کور و کاہر۔ اس بند کے دو طرف تو پہاڑ ہیں اور  
 بیچ میں ایک چھوٹی سی گھاٹی تھی اس گھاٹی کو بند سے بند کر دیا۔ یہ بند  
 بالکل بختہ اور مستحکم ہے اور سرتاپا پختہ کا بنا ہوا ہے۔ بند پارہ میں ۵۰ چوڑا اور  
 ۲۰ اونچا ہے۔ اس بند کے بیچ میں ایک دروازہ گہرا اور ۲۰ چوڑا ہے۔  
 اس در کے سامنے تین نالیاں آٹھ آٹھ فیٹ اونچی بنی ہوئی ہیں یہ نالیاں  
 دیوار کی ساری چوڑائی میں دوڑی ہوئی ہیں۔ ان نالیوں کی دونوں طرف  
 پانی چھوڑنے اور بند کرنے کی کھڑکیوں (Sluice) کے نشان  
 اب تک موجود ہیں۔ اس محراب کے دونوں جانب ۳۷ - ۳۸ فیٹ  
 لمبی دیوار ہے جس کی سترہ سیڑھیاں اب موجود ہیں اور پرانے  
 زمیندار بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ہوش میں قند آدم سے سوا اور بچا  
 تھا اور کئی سیڑھیاں اور نکلی ہوئی تھیں جو اب دب گئی ہیں۔ موری اس  
 بند کی اتنی بڑی ہے کہ کھڑا آدمی اس میں سے چلا جاتا ہے۔ اگرچہ اس  
 بند میں اب پانی نہیں ٹھہرتا مگر پھر بھی جڑوں میں سے بارہ مہینے  
 پانی رستار ہوتا ہے۔ اسی زمانے میں راجہ نے اسی بند کے پاس ایک  
 پہاڑ کی چوٹی پر گاؤں کے شمال مغرب کی طرف ایک چھوٹا سا قلعہ بنانا  
 شروع کیا تھا۔ مشہور ہے کہ قلعے کی چار دیواری کے سوا اور کچھ  
 بننے نہیں پایا تھا۔ اب وہ چار دیواری بھی نہ رہی۔ کہیں کہیں سے دیوار  
 کا ٹوٹا چھوٹا نشان اب بھی دکھائی دیتا ہے۔ کنور بھوپال جو انیک پال کا  
 بارہواں بیٹا تھا اس جگہ آباد ہوا چنانچہ ایک عرصے تک اسی کی آل اولاد  
 بستی رہی چوتھی پشت میں مسمیٰ سا کرانے ایک گوجر نے گھر میں ڈال لی اور اس سے



اولاد جیلی چو تنور خاندان سے خارج ہو کر گوجر کہلائے اور یہی لوگ اب بھی بستے ہیں۔ اس قلعے کے ایک پہاڑ میں بلور کی کان بھی تھی جس میں سے بہت عمدہ بلور نکلتا تھا مگر کسی سبب سے راجہ نے اسے بند کر دیا۔

## سورج گنڈ

۵۶۷  
۶۶۸

سر سید بھاٹوں کی روایتوں پر سے اس عالی شان تالاب کو انیک پال کے پانچویں فرزند سورج پال کے وقت کا بتلائے ہیں یعنی سن ۱۷۴۳ء۔ ۱۷۶۶ء میں بنا کر۔ لیکن جنرل کننگھم اب بھی سمت کے حساب سے ۱۷۷۰ء زمان تعمیر شمار کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ تالاب اب بالکل خستہ و شکستہ حالت میں ہے مگر اس کے دیکھنے سے نظروں تلے اس کی عظمت اور شان کا وہ نقشہ چھرا جاتا ہے جیسا کہ یہ کبھی رہا ہوگا۔ اتنا بڑا بھاری تالاب ایسے دیرانے اور جنگل میں بننا دینا فتحہ اور کہانیوں میں تو سنائی مگر دیکھا کہیں بھی نہیں گیا۔ پچھلے لوگوں کے عزم میں خدا جانے کیا استقلال تھا۔ ان کے حوصلے کیسے بلند تھے۔ ان کے پاس دولت کس قدر بے شمار تھی جو ایسے ایسے کام کے لئے کھاگے کہ بن کا اب یمنہا محالات سے ہے۔ تالاب کے چاروں طرف کے دیرانے اور جنگل روں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگل میں جنگل تھا۔ شکم تالاب کا رقبہ چھ ایکڑ ہے۔ یہ تالاب دو موضعوں بہار پور اور گلڑ پور کے درمیان دی کے پہاڑی منبہ ان میں شہنر دہلی سے بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ تالاب کی شکل مدور نہیں ہے بلکہ بقول سسٹر ٹرلٹ کے اس کا سا را مغربی ضلع یا نکل سیدھا چلا گیا ہے۔ تالاب کے چاروں طرف پتھر کی پختہ سیڑھیاں ہیں جو نیچے سے اوپر تک سطح زمین سے جاتی ہیں۔ یہ سیڑھیاں نو دس فیٹ کی بلندی تک تو معمولی چٹان کی ہیں جیسی کہ عموماً تالابوں میں ہوتی ہیں لیکن اوپر جا کر سیڑھیاں بہت کشادہ ہو گئی ہیں اس کشادہ جگہ میں گچ کا پختہ فرش بنا دیا گیا ہے جو ایک قسم کے چوڑے چھلے چوڑے نظر آتے ہیں جو ایک کے اوپر ایک

تالاب کے گرد دوڑے ہوئے ہیں۔ تالاب کے غزنی رخ کے پیچ میں ایک منہدمہ مندر کا نشان معلوم دیتا ہے۔ تالاب میں سے مندر پر چڑھنے کی پچاس سیڑھیاں ہیں اور ان سیڑھیوں کے دونوں طرف ادبچی ادبچی دیواریں ہیں۔ مندر کی سیڑھیاں گھاٹ کی سیڑھیوں سے تالاب کی سطح آب کے نصف فاصلے پر جا ملی ہیں۔ مشرق کی طرف بھی ایک گھاٹ بطور جواب کے بنا ہوا ہے جو بالکل پہلے گھاٹ کی طرح کا ہے اور اس طرف بھی پہلے زمانے میں کسی قسم کی عمارت کا وجود کھنڈروں سے معلوم دیتا ہے لیکن وہ کھنڈر اس کی ایسی حالت میں ہیں کہ ان پر سے ہم قیاس بھی نہیں کر سکتے کہ جب کبھی یہ عمارت رہی ہوگی تو کس قسم کی ہوگی۔ تالاب کی شمالی دیوار کے پیچ میں مویشیوں کے لئے ایک ریٹ نا پھلواں گنو گھاٹ بنا ہوا ہے۔ اس گھاٹ سے اس ٹوٹی ہوئی دیوار کی طرف جو مغرب میں ہے سیڑھیاں نہیں ہیں جو غالباً اس عرض سے خالی چھوڑ دیا گیا ہے کہ اس طرف سے اس پاس کے پہاڑوں کا پانی بہہ کر تالاب میں جمع ہوتا ہے۔ تالاب کے چاروں طرف برجیاں بھی نہیں ہیں۔ اب تک شمال مشرقی جنوب مشرقی اور شمال مغربی کونوں کی طرف ملے کے ڈھیر بکھرے پڑے ہیں۔ اب رہا جنوب مغرب کا کونا یہاں بھی بجی ہی تو ضرور ہوگی مگر اب تو سیاٹ زمین پڑی ہے۔ تالاب سے ذرا ہٹ کر بھی اور مکانات اور برج محلے جن کا ملکہ تالاب سے آٹھ نو گز کے فاصلے پر پڑا ہے۔ تالاب کے شمالی کنارے پر ایک محل تھا۔ اس محل میں سے تالاب میں جانے کے لئے نہایت خوب صورت سیڑھیاں بنائی تھیں۔ وہ محل تو اب ہوا ہو گیا مگر سیڑھیاں البتہ باقی ہیں۔ بھاؤوں کی سدی چھٹے یہاں ہر سال نہان کا ایک میلہ ہوتا ہے۔ تالاب کے جنوب و مشرقی کونے پر اسی زمانے کا ایک پرانا دخت پیل کا کھڑا ہوا ہے جس کی پوجا ہوتی ہے اور ناریل یا جو کچھ اور چڑھاوا چڑھتا ہے وہ انیک پورا دیکھو اور کے برہمنوں کا حق ہے۔ یہ میلہ بالکل معمولی مہوٹا ہے کچھ بڑا نہیں ہوتا۔



## تاریخ نوشتہ جناب شاہ محمد چند اصبحی ضامی کوہ سوار نظامی صدر مدرس دہلی و درگ ضلع راجپور دکن

دہلی کا خلی روئے زمیں پر نہیں ہو آج  
اسلام و کفر نے کیئے یاں راجد بانیہ  
عزل و نصب رہا ہو زمانے کا قاعدہ  
آماجگاہ ابیض و اسود ہو اس کی شان  
ترک و عرب کی جان تھی اک بھی عہد تھا  
علمائے علم کے اسے مرکز کا فخر ہو  
عقلائے روزگار کی یہ بزم عام تھی  
ہر ایک علم و فن کے یہاں آزمودہ تھے  
یہ تخت گاہ اکبر و محمد و پد شکوہ  
آثار جن کے آج ہیں مشہور کائنات  
اس کو شرف ہو زرم کہ خاص و عام کا  
دنیا میں اس کا نام عروس السلاطین تھا  
آتے تھے اس کو دیکھنے سیاح نامور  
جس کا سواد باعث تسکین اضطراب  
ہر ذرہ ذرہ جس کا رہا جان آفتاب  
تاریخ اس کی لکھی بشیر مندی نے  
طرز بیان حسن ادا دکن فریب ہو  
کوثر میں جو موعلی ہو وہی یہ زبان ہو  
مبسوط واقعات ہیں دہلی کے بے بدل

مشہور ہو زمانے میں یہ آپ بے مدیل  
یہ جلوہ گاہ طرہ یہی شہر کی کھیل  
نمود آستان کچھی گلخن خلیل  
معیار خیر و شر کی ہو دنیا میں یہ دلیل  
رہتے تھے جس میں شیر و شکر کثرت و قلیل  
حکمائے بے نظیر کی یہ ساحت نزہل  
شعرا سے نامدار کی یہ مسند جلیل  
لیک ہی بساط پہ تھے یہاں اشرف و ذلیل  
یہ جلوہ گاہ حضرت اورنگ شاہ عقیل  
ہو چہ چہ فن عمارت کا خود وکیل  
رہتے تھے اس میں شیر فغن شہسوار سیل  
بازار حسن - حلقہ خوبان مہجیل  
دہلی تھی سرزمین پہ فردوس کی شیل  
جس کا خیال موجب آسائش طویل  
جان بخش کائنات رہی جس کی قال قیل  
جو فاضل یگانہ ہیں علامہ عدیل  
انداز گفتگو ہو روانی سلسیل  
سرایہ حیات ہو انداز قال و قیل  
حالات ہیں صحیح صحیح تاریخ ہو امیل

تاریخ الطباع بگفتہ سرورش غیب  
نامی بدل نویس کہ پے تاریخ بے مدیل

## قلعہ سرزغن ۶۶۶ھ

جب سلطان غیاث الدین بلبن بادشاہ ہوا اُس نے ۶۶۶ھ میں ایک قلعہ بنایا اور اُس کا نام سرزغن رکھا اب اس قلعہ کا نشان تک باقی نہیں رہا مگر لوگ کہتے ہیں کہ جہاں حضرت نظام الدین اولیا کا مزار ہو وہاں تھا۔ بلکہ اسی کی آبادی کا موضع غیاث پور نام ہے۔

## قلعہ علاول ۶۹۵ھ

جب کہ سلطان علاء الدین خلجی بادشاہ ہوا اُس نے اپنے عہد میں کہ ۶۹۵ھ سے شروع ہوا تھا ایک اور قلعہ بنایا اور اُس قلعہ کا نام سیری رکھا۔ چنانچہ اب بھی قطب صاحب کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو اُس قلعہ کا کچھ کچھ نشان پایا جاتا ہے۔ یہی قلعہ علاول بھی کہلاتا تھا۔

## سیری یا دہلی علانی

۳۱۳ھ ہجری

دیدم چغذ نشستہ در صبح و پکا

بر کنگرہ مقبرہ نوشرواں شاہ

فریاد کناں ز رو عجزت می گفت

کو اں ہمہ حشمت و منال آن جاہ

بقول سید علاء الدین خلجی نے ۷۱۳ھ میں سیری نام موضع کے پاس اسی نام کا ایک قلعہ بنوایا۔ یہ موضع راجی پتھور کے قلعے سے شمال و مشرق میں کوئی دو میل پر بے ہٹ کر ہے اب اس جگہ شاہ پور یا شاہ آباد آباد ہے۔ سغل حملہ آوروں نے دو مرتبہ پرانی دلی کو لوٹا۔ اس لئے علاء الدین نے راجی پتھور کے قلعے کو دور کیا اور اس کے علاوہ خود بھی ایک نیا قلعہ بنایا جس کا نام "سیری" رکھا۔ دلی کی پیادہ لوٹ کا بدلہ علاء الدین خلجی نے یوں لیا کہ اُس نے اُس قلعے کی بنیاد اور فصیلوں میں ایک دم سے آٹھ ہزار مغللوں کے چنوا دیئے۔ قلعہ کی فصیل پتھور چرنے کی پختہ بنی ہوئی تھی۔ یہ قلعہ کیا ہوا اعتبار عہدگی و استحکام عمارت کے اویس لکھنا

مقاصد فوجی کے اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ ۹۴۶ء میں شیر شاہ نے اس قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اس کا سارا مال مسالا اٹھوا کر ایک نیا شہر شیر گڑھ اپنے نام سے بسایا اور اس میں لگایا۔ تیمور نے سیری کی نسبت لکھا ہے کہ یہ ایک مدور شہر ہے جس کی عمارت بلند اور دیواریں اینٹ پتھر کی نہایت مضبوط بطور کڑھی کے ہیں۔ پرانی دہلی میں بھی اسی قسم کا ایک قلعہ ہے مگر وہ اس سے کچھ بڑا ہے۔ اس قلعے سے پرانی دہلی تک ایک نہایت مضبوط فصیل پتھر جوڑنے کی ہے۔ سیری کے سات دروازے ہیں چار باہر وار کوئین جہاں پناہ کی جانب اندر وار کو۔ یزدی نے اپنے ظفر نامے میں لکھا ہے کہ سیری کی شمال مشرقی فصیل سے پرانی دہلی کی جنوب مغربی فصیل تک دو طرفہ ایک اور فصیل بنائی گئی ہے اور اس کا بیانی قلعہ جہاں پناہ کہلاتا ہے۔ عبدالسلامی کی تیسری سلطنت سیری میں تھی۔ سلاطین خاندان غلامان نے باہنشاہ کے قیقاہ جو اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا سب قلعہ راہی پتھر راہی میں رہے۔ جلال الدین خلجی نے قیقاہ کے کلو کھری والے قلعے کی تکمیل کی جس کا نام بعد میں ”نیا شہر“ پڑا۔ اس کے نیچے اور جانشین علاء الدین خلجی نے سیری کا قلعہ بنایا جو ستائیس سال تک دارالسلطنت رہا۔ جس کے بعد سلطان غیاث الدین تغلق نے تغلق آباد کا ایک نیا شہر بسایا اور وہیں قلعہ بھی بنایا۔ قلعہ سیری کے ٹھیک مقام کی نسبت اختلاف ہے۔ برجمن - لوئی - کوپا و ہیمبل صاحب قطب صاحب میں بتلاتے ہیں۔ لفٹنٹ جرنل کس علاؤ کرئل لوئی اور مسٹر کوپ جھوں نے آثار قدیمہ دہلی پر نہایت عمدہ مضامین لکھے ہیں لیکن انھوں نے اس قدر تعمیل سے لکھا ہے کہ ان کی رائے استناد امیں نہیں کی جاسکتی۔ مسٹر ہیمبل علامتہ سوچ سمجھ اور تحقیق سے لکھنے والے ہیں لیکن جنرل کنگھم صاحب کی تحقیق سب سے زیادہ قابل توثیق ہے۔ چنانچہ سٹیفن صاحب نے بھی بہت کچھ چھان بین کے بعد بھی یہی رائے قائم کی ہے کہ اگر موضع شاہ پور وہ جگہ نہیں ہے جہاں کہ سیری کا قدیم شہر بنا تھا تو پھر یوں سمجھنا چاہیے کہ اور کسی دوسری جگہ تو اس کا پتہ چل بھی نہیں سکتا تیمور اور یزدی نے جو دہلی کے تینوں شہروں کا تذکرہ کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شہر کی آبادی کا شمالی مشرقی حصہ سیری تھا اور سیری کے شمال مغرب

میں دہلی شہر تھا جو سیری سے کہیں بڑا تھا اور ان دونوں کے بیچ میں جہاں پناہ کی آبادی تھی جو دہلی سے بھی بڑا شہر تھا۔ جنرل صاحب نے سیری کا مقام وہی قرار دیا ہے جہاں کہ فی زمانہ شاہ پور آباد ہے اور یہی راجہ مسلمان مورخین کی بھی یہی دہلی کو شاہ پور کے جنوب و مغرب میں بتلاتے ہیں اور جہاں پناہ کو دہلی اور شاہ پور کے بیچ میں اور ساتھ ہی اس کے شاہ پور کو دہلی سے چھوٹا بتلاتے ہیں۔ سیری کی خزانہ پوزیشن (تعیین مقام) کے متعلق برجس صاحب اور ان کے ساتھ اور چند اصحاب کی رائے ایک طرف اور جنرل صاحب کی رائے ایک طرف۔ مزید برآں جنرل صاحب کی رائے کی تائید میں بہت قوی دلائل موجود ہیں:-

(۱) قلعہ راجہ پتھورا کے باہر سیری کی بستی تھی۔ حوض رانی کے میدان کی طرح سیری کی زمینات بھی بطور کیمپ کے استعمال کی جاتی تھیں۔ جب کی قباوٹنے کے بعد سیری میں سیری کو دارالاقامہ مقرر کیا تو کہا جاتا ہے کہ کھنڈ کا مینہ تل پست میں تھا اور عیسویہ بیت میں تو قلب لشکرہ لامحالہ بچوں کے بیچ میں موضع شاہ پور میں آکر ٹھہرتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ سیری کی بستی قلعہ راجہ پتھورا کے باہر تھی اور مواضع اندر پت اور تل پست کے بیچ میں تھی۔

(۲) سیری کی بنیاد خواہ بطور شہر کے سمجھی جائے یا بطور قلعے کے یہ سبب ہو لیکن سیری کی بستی کا وجود ۱۱۹۹ء سے پایا جاتا ہے کہ وہ جتنا کہ کنارے پرانی دہلی اور نئے شہر دونوں کے بیچ میں سیری نام کی ایک بستی تھی جب علاء الدین خلجی کا بھانجا رکن الدین ابراہیم پرانی دہلی میں تخت نشین ہوا تو علاء الدین کا قیام سیری میں تھا (برنی)۔ اس زمانے میں سیری کے نام کا کوئی قلعہ نہ تھا تو علاء الدین لامحالہ سیری کی بستی ہی میں رہتا ہوگا۔

(۳) ۱۱۹۹ء میں سلطان علاء الدین نے بڑے تڑک و احتشام سے دہلی سے کوچ کیا اور اپنے خیام سیری میں نصب کرائے (برنی)۔ تو یہ خیام ضرور دہلی شہر سے کچھ فاصلے پر ہی ہونے غایت لافانی الباب شہر میں تو ہونا نہیں سکتا ضرور کے باہر ہی ہوگا۔

(۴) ایک دوسرے موقع پر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ علاء الدین نے شہر سے کوچ کر کے

سیری میں مقام کیا۔ شہر سے مراد پرانی دہلی ہے اس سے بھی ظاہر ہے کہ سیری ایک جداگانہ مقام تھا۔

(۵) مغلوں کے پایہ پر خطرناک حملوں نے علاء الدین خلجی کو دہلی کے پرانے قلعوں کی مرمت کرنے پر مجبور کیا اور اُس نے ایک نیا قلعہ بھی بنوایا پس اگر یہ نیا قلعہ پرانی دہلی کے اندر ہی ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اُس کا ایک جداگانہ نام سیری رکھا جاتا۔ ابوالفضل نے جو سیری کا ذکر کیا ہے بالکل غلط ہے کہ شہر بنا ایک جگہ ہو اور نام دوسری جگہ کا رکھا گیا ہو۔ جب کہ نئے قلعے کا نام سیری تھا تو یقیناً وہ راہ پتہ اور اسکے قلعے کی چار دیواری کے اندر تو بنا ہی نہ ہوگا۔ ہم اوپر امیر تیمور اور ریز دی کی تحریرات کا حوالہ دے آئے ہیں جن میں اُنھوں نے تین شہروں کا ذکر کیا ہے جو سب مل کر دہلی کہلاتے تھے۔ ابن بطوطہ نے ایک چوتھی دہلی بھی لکھی ہے یعنی ہندوؤں کی سائی دہلی پرانی دہلی اور سیری کو وہ مسلمانوں کا دارالسلطنت لکھتا ہے۔

اگر پردہ برگیری از روئے خاک

روی تابہ بستم زمیں درمخاک

قصر ہزارستون

سید شاہ

رخ نو عروسان مہوش بود

ہمہ فرق شاہان سرکش بود

پس و پیش او حیرت و حسرت است

سراپائے گیتی ہمہ غیرت است

سید شاہ میں جب علاء الدین خلجی سیری میں قلعہ بنا چکا تو اُس نے ایک محل بھی بنوایا جس کا

۱۵ چوتھی دہلی تو کچھ بھی تعجب کی بات نہیں رز دی بہرن صاحب نے اپنی کتاب میں سات دلیاں بتلائی ہیں پُرانی دہلی۔ سری۔ چکن آباد۔ جہاں پناہ۔ فیروز آباد۔ شیر شاہ کی دہلی۔ شاہ جہاں آباد۔ اور آٹھویں دہلی راہ سینا میں اب انگریزوں کے عہد میں بن رہی ہے۔ ص ۱۸۱ اللہ تعالیٰ عن حوادث الشریک





نام "ہزارستون" رکھا۔ اُس زمانے کے دستور کے موافق اس محل کی بنیاد اور سطحوں کے ہزاروں سرچن چڑھ گئے۔ جنرل کنتنگھم اس محل کا مقام قلعہ سیری قصبہ شاہ پور کے اندر یعنی نصف مغربی حصے میں بتلایا ہے۔ مسٹر بگلر نے اس کے خلاف قلعہ سیری میں جنوبی فصیل سے کچھ آگے بڑھ کے اس کے کھنڈور یافت کیئے ہیں۔ امیر تمور نے اس محل کو عمارت ہزارستون سے گڈمڈ کر دیا ہے جس کو محمد تغلق شاہ عرف جوہا شاہ نے عادل آباد عرف محمد آباد میں ۱۳۲۹ھ میں پچیس برس بعد بنوایا تھا۔ چنانچہ محمد شاہ تغلق نے زمانہ شاہزادگی لکھا ہے کہ "ہیکمات نے محل ہزارستون کے دیکھنے کی خواہش کی جسے ملک جوہا نے قلعہ جہاں پناہ کے اندر بنوایا تھا۔" کھنڈر کے دیکھنے سے اس محل کی اصلی شان و شوکت کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ امیر خسرو کہتے ہیں کہ "ملک کافور جو علاء الدین خلجی کا ایک نامور سردار تھا جب درنگل سے ملے شمار دولت لوٹ کر لایا تو وہ ساری کی ساری سنہری محل کے سامنے لوگوں کو دکھلائی گئی تھی لیکن تاریخ فیروز شاہی میں اسی واقعے کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے مگر وہ اس واقعہ کو قصر ہزارستون میں ہونا لکھتا ہے۔"

علاء الدین خلجی کی وفات ۱۲۹۷ھ کے پچیس دن بعد ملک کافور شیر عظم سلطان علاء الدین کو قطب الدین مبارک شاہ کے غلاموں نے اسی قصر ہزارستون میں قتل کر دیا۔ ۱۳۱۷ھ میں خسرو خاں کے ہندو ملازمین نے سلطان قطب الدین مبارک شاہ کو اسی محل کے کوٹھے پر قتل کیا جس کے چند مہینے بعد خسرو خاں بھی غیاث الدین تغلق شاہ کے حکم سے اُسی جگہ جہاں قطب الدین مبارک شاہ مارا گیا تھا اس کی بھی گردن ماری گئی اور جس طرح قطب الدین کا سر محل کے نیچے پھینکوا گیا تھا اس کی نفس بھی سر راہ پھینک دی گئی اور کہہ کر دو کہ نیافت کا مضمون صادق آیا۔ اور اسی سال اسی محل میں تغلق شاہ بھی تخت نشین ہوا اور سردار قطب الدین اور علاء الدین اپنے مرنے والے دوسرے بیٹوں کے ساتھ جو برا سلوک ہوا تھا اُس پر بہت رویا۔ اس مشہور محل میں ایسے ایسے اہم و سنگ تاریخی واقعات گزرے لیکن یہ کہ یہ محل کس قسم کا تھا کچھ پتہ نہیں چلتا سوائے اس کے کہ ہم اس کے نام پر اندازہ کر لیں کہ جس محل کے کہ ہزارستون ہوں گے وہ اسی مناسبت سے کہتی رہی



اور کیسی عظیم الشان عمارت ہوگی لیکن فنا کی دست درازی کا سبب شکاریں۔ دنیا کی ساری چیزیں فانی اور مٹنے والی ہیں چنانچہ اس محل کو لیجئے کہ با این شان و شوکت آج ہم کو ضرورت اس تلاش کی پڑی ہو کہ وہ کس مقام پر تھا۔  
ایسا سماں بناؤ جو بن کر گرا نہ ہو پیدا ہوا ہو کوئی بشر جو مرا نہ ہو

جہاں پناہ

۶۲۸  
۱۳۶۶ھ

ویرانہ دہلی میں جو گیا اک فاختہ مجھ سے یوں بولی  
پیغام نہ تھے اک دیتی ہوں سن ای غافل کو کو میری  
یہ ویرانے جو دیکھتے ہو معمور تھے آبادی سے کبھی  
یاں شہر بھی تھے باغات بھی تھے بستی تھی کنار جو میری  
گوچرخِ فلک کی گردش سے روپوش ہوئی محفل اپنی  
بر آج کے دن تک تجسس یہ چشمِ نظار جو میری  
شاہوں کے مقابر کو دیکھو عبرت کے مناظر کو دیکھو  
اینٹ اینٹ میں قصرِ جمشیدی ہو دیکھتی آنکھ ہر سو میری  
تھا شور جہاں تکبروں کا ہنگامے تھے جزاروں کے  
اب عالم ہو ہر چار طرف باقی ہو فقط کو کو میری  
نت رنگ نیا ہو دنیا کا مایوس نہ ہوا میرے خبرو  
کہتی ہو یہ کو کو میری۔ کہتی ہو یہ کو کو میری  
خاندانِ غلامانِ دہلی کے عہد میں قلعہ راہی پتھورا کے چو طرف دور دور تک بستی ہی بستی  
پھیل گئی تھی۔ میواتیوں کی لوٹ مار سے قلعے والے پریشان تھے۔ کیقباد کی  
ضعیف حکومت نے ان لیٹیروں کے حوصلے بہت بڑھا دیئے تھے سلطان  
علاء الدین خلجی کو تخت پر بیٹھتے ہی پہلے ہی مشکل پیش آئی کہ کھلے خزانے لٹس  
مچ رہی تھی۔ پانی بھرنے کے لئے جو عورتیں کنوؤں اور حوضوں پر جاتی تھیں ان  
کی جان غضب میں تھی۔ میواتیوں کا یہ آسان شکار تھا ان کے کپڑے تک  
اُتروا لیتے تھے اسی لئے مغرب ہونی کہ شہر کے دروازے بند ہو جاتے تھے۔  
یہ بادشاہ فیروز شاہ کی طرح نرم تھا اس نے اپنی سطوت اور جبروت کا سکہ اس طرح

بٹھایا کہ اُس نے میواتیوں کے ملک پر تاخت کی اور ایسی تلوار اور آگ برساتی کہ سب کے گھٹنے درست ہو گئے۔ جب مغلوں نے جلال الدین خلجی کے وقت میں دہلی پر حملہ کیا تو شہر کے مقامات کو لوٹ لاٹ کرتا ہوا دیا تھا اور جب جلال الدین خلجی سیری کی بنا ڈالی تو راجہ پتھور کے قلعے کے مقامات اتنے بڑھ گئے تھے کہ دونوں شہر مل گئے تھے اور موضع حوض رانی۔ ٹولی سرا۔ اور کھنڑی بھی اسی سلسلے میں آ گئے تھے۔ محمد تغلق شاہ کو خیال ہوا کہ تمام مختلف مقامات جو پرانی دہلی اور سیری کے بیچ میں پڑتے ہیں ان سب کو ملا کر میرے وقت میں ایک جداگانہ شہر بنیوں نہ بسایا جائے جس سے مغلوں اور میواتیوں کی روک تھام کے علاوہ سیری ایک یادگار بھی رہے چنانچہ میں یہ ارادہ پورا ہوا اور پرانی دہلی اور سیری دونوں کی آبادیوں کو فضیلیں کھڑی کر کے ملا دیا گیا اور جہاں پناہ نام رکھا گیا۔ شمال مغرب کی طرف کی فصیل قریب دو میل کے اور شمال جنوب و شمال مشرق کی طرف کی دو فصیلیں سوا دو میل لمبی ہیں۔ اور تینوں فصیلوں کی لمبائی پانچ میل ہے۔ شمال مشرق کی طرف کی دیوار سیدھی نہ تھی بلکہ ٹیڑھی تھی جیسی وہ تو گر گئی اور مشرقی دیوار کو سیدھی تھی مگر وہ بھی گر گئی اب یہی تیسری دیوار جو جنوب رخ پر تھی وہ بھی بالکل سیدھی تھی اس کا ایک ٹکڑا حصہ تو گر گیا تو باقی موجود ہے۔ اس نئے شہر جہاں پناہ کے تیرہ دروازے پرانی دہلی اور سیری کے ملا کر تھے۔ ان تیرہ دروازوں میں سے چھ تو شمال مغرب میں تھے جن میں سے ایک کا نام میدان دروازہ تھا لیکن یزدی اس کا نام حوض خاص دروازہ لکھتا ہے کیوں کہ وہ اسی نام کے حوض کی طرف کھلتا تھا (از تاریخ مبارک شاہی) باقی دروازے جنوب و شمالی رخ پر تھے۔ جن میں سے صرف دو کے ناموں کا اور پتہ چلتا ہے ایک حوض رانی دروازہ اور دوسرا برقعہ دروازہ۔ اس نئے شہر کے چار دیواری کے اندر ایک مشہور عمارت بدیع مترلی جس کو عوام جھے منڈل کہتے ہیں تھی جس کا بیان اپنے موقع پر آیا ہے۔ ابن بطوطہ جہاں پناہ کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ صرف محمد شاہ تغلق نے بسنے کی غرض سے بنایا تھا اور اس شہر کی تعمیر سے اُس کا ارادہ یہ تھا کہ پرانی دہلی۔ سیری۔ جہاں پناہ۔ اور تغلق آباد۔ ان سب کو ملا کر محصور

کر دیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ نے تفصیل کا کچھ حصہ بنوایا تھا لیکن چوں کہ مصارف و شمار ہوتے تھے لہذا ادھورا چھوڑ دیا۔ جنرل کنگھم جہاں پناہ کو دلی کا سا تو ان قلعہ لکھتے ہیں اور مشہور ضرب المثل ”سات قلعے یا باون دروازے“ کی صراحت یوں کرتے ہیں کہ حسب ذیل سات تو قلعے تھے۔ (۱) لال کوٹ۔ (۲) قلعہ راج پتھورا۔ (۳) سیری یا قلعہ علانی۔ (۴) تغلق آباد۔ (۵) قلعہ تغلق آباد۔ (۶) عادل آباد۔ (۷) جہان شاہ باون دروازوں کی یہ تفصیل ہے۔ لال کوٹ ۳۔ قلعہ راج پتھورا ۱۰۔ سیری ۳۔ جہان شاہ ۳۔ تغلق آباد ۱۳۔ قلعہ تغلق آباد ۳۔ عادل آباد ۲۔ جملہ ۵۲۔ لیکن سٹریٹجی اور منڈل اٹ تو قلعے لکھے ہیں اور یہی صحیح بھی ہے۔ کیوں کہ کنگھم صاحب نے کلوکھری اور غیاث پور کے قلعوں کو شمار نہیں کیا جو پہلے محصور تھے۔ رہا لال کوٹ اس کا شمار ہندوستانیوں کی روایتوں میں قلعوں میں نہیں ہے۔ ہندوستانی مورخین صرف تغلق آباد کے باون دروازے اور چھپن برج لکھتے ہیں لیکن کنگھم صاحب سولہا ہی دروازے لکھتے ہیں جو غالباً وہ دروازے ہوں گے جو اب باقی ہیں اور پھر جنرل صاحب نے تغلق آباد کے پاس دو اور چھوٹے قلعے جو ہیں وہ بھی چھوڑ دئے ہیں اور ان کے دروازوں کو بھی قلعہ تغلق آباد کے دروازوں میں شمار نہیں کیا۔

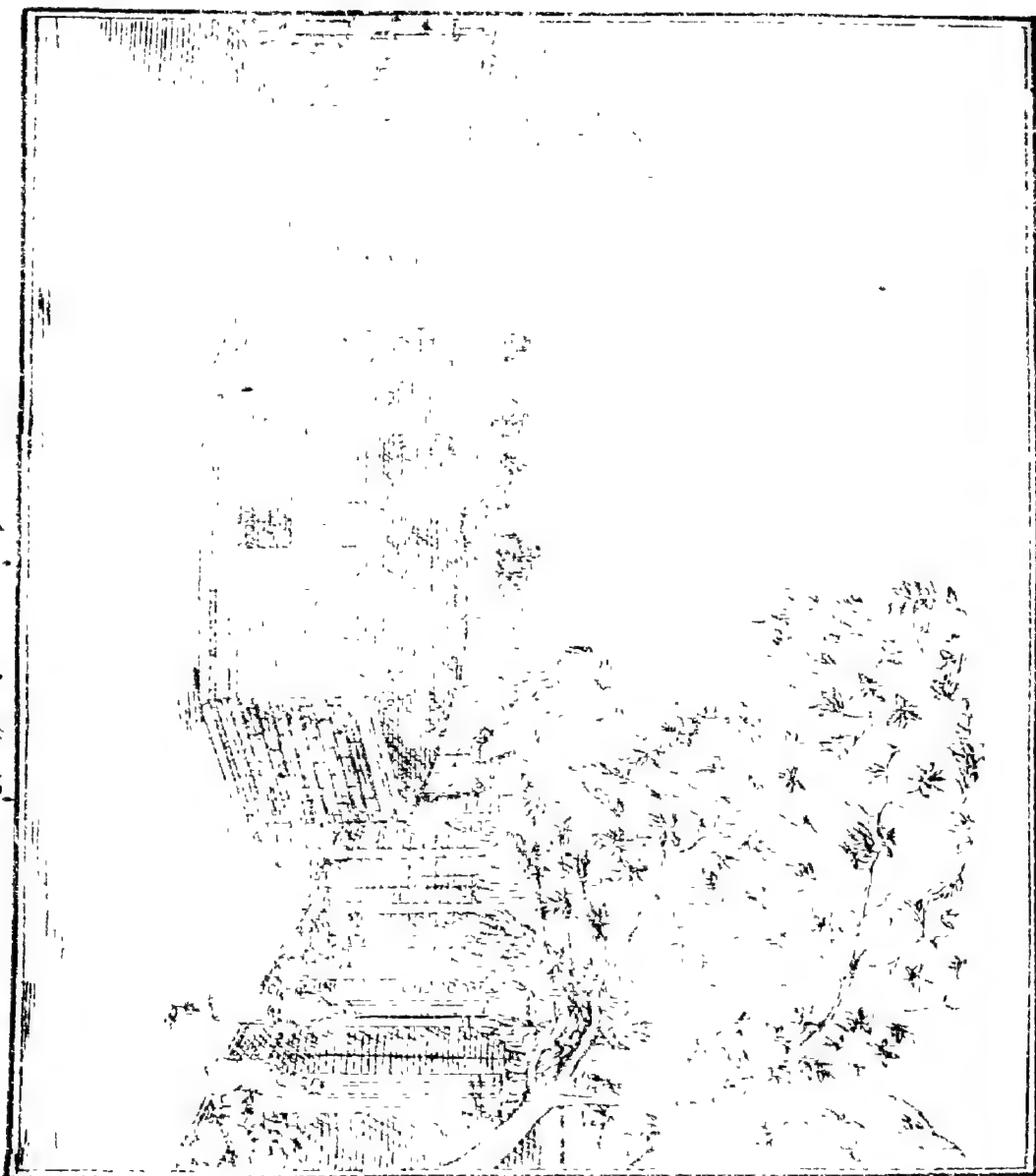
### باد منڈل

جہاں پناہ میں اس نام کا ایک وسیع چبوترا ہے جس پر سے اطراف و جوانب کا ایک عمدہ نظارہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چبوترا سلطان محمد تغلق کے قصر ہزار ستون کا ایک جزو ہے۔

### دوسرا باب سلطان غازی

یہ مقام قطب صاحب سے تین میل ہو مگر رستہ پہاڑی ایسا پتھر پلا ناقص اور نامہوار کہ ٹکسی تو ٹکسی یکے بھی نہیں جاسکتا ہاں بیل گاڑی چل سکتی ہے بشرطیکہ الٹ نہ جائے میں کہنے کو کہتے پر گیا مگر مجھے اپنے ہاتھ پاؤں تڑوانے نہ تھے گیا بھی پیدل اور آیا بھی پیدل۔ قطب صاحب سے جاتے ہوئے واسطے ہاتھ کو کچھوٹا مارا۔





نقشه درگاه حضرت سعد بن ابی وقاص

مٹا ہوا اور باتیں ہاتھ کو سوباقوں کا گنبد ہی جو ایک بارہ درہ ہشت پہل برج ہو۔  
 راست دروغ برگردن راوی۔ مشہور یہ ہو کہ اس میں ایک فقیر کی قبر ہو جس نے  
 اللہ تعالیٰ سے سوباتیں کی تھیں۔ یہیں ایک وسیع اور سچتہ فصیل نما احاطہ بھی ہو۔  
 اس گنبد کے شمال کی طرف ایک اور چار دیواری میں مولینا شعیب کا مزار ہو  
 آپ مولینا کمال الدین اور جمال الدین رحمۃ اللہ علیہما کے خلیفہ تھے۔ اس سے  
 آگے بائیں ہاتھ کو پامن کا مندر اور جو پٹہ ہو جس میں ہما دیو کا پنڈ ہو۔ یہ مندر ہشت پہل  
 ہو جس کا ہر ضلع ۶ فیٹ کا ہو۔ دو دروازے ہیں ایک جنوب میں دوسرا مشرق میں۔  
 مغرب کی جانب ایک نیا بیچ درہ دالان بنا ہوا ہے اور اسی کے پاس جو پٹہ یعنی چھوٹا سا تالاب  
 ہو جسے دکن میں گنڈ کہتے ہیں۔ اسی رخ پر اوپر کے دالان سے ہٹا ہوا ایک اور بیچ درہ  
 دالان ہو علاوہ اس کے سہ دریاں بھی ہیں مندر کے سامنے محن میں ایک پرانا پھل کا درخت  
 بھی ہوا اب مندر سے آگے ترے جے تو گنبد شی لال دلی کے کسی باغ میں ہے تالاب ہو  
 اس کے آگے جو کائوں ہو وہ سعود پور کہلاتا ہے۔ سامنے واکچہ فاصلے پر جو گنبد رنگ آہ تین ہیں سلطان غازی  
 کا مزار ہو۔

**مقبرہ سلطان غازی ۵۶۲۹ھ**  
**نصیب مازباغ آفرینش میوہ غم شد**  
**بہا کے را کہ پروردیم آخر کھل ماتم شد**

۱۵ عالم عامل در صورت وسیرت ملک مثال بود و عظمیٰ کہ بے نظیر زمان خود در زمانے کے اور  
 وعظ گفتم و قرآن خواندے بیچ کس اجمال عبور از انجا نمودے اگرچہ خود بارگاہ بر سر و ایستادہ شد  
 و استماع نمودے و اور اور وعظ بحسب اختلاف مقامات وعدو وعید حالات عارض شد۔ مجمع اکابر و علماء  
 شہر و پاس وعظ او حاضر شدند و اکثر از مولیٰ و اہالی شہر و راجہ شاگرد و بود و نہ و ہوا و مولانا سہباز بیچ  
 در آوان صفرا زبدہ لاہور بقصد تعمیل علم و دینی آمد و در تعمیل علم ریاضت شاکہ شہر و اہالیان در بدو ولت  
 سلطان ببول بودے منفی شہر شد و ہمیں پاسکوت فرمود۔ نفس راست کہ مولانا بہار در بعض اوقات آمد  
 و روغن از دکانہا گدائی کر دے و از ان چراغ ساختے و تمام شب بظلمت نہایت جوں روز شدے  
 از جہاں نان چھتے و بہاں قدر اکٹھا کر دے بدتباریں حال گزرا نید تا غلے بدست آورد۔ وفات مولانا  
 شعیب در ۵۶۲۹ھ و قبر او بالا کوٹ شہر است متصل غافلک زین الدین کرانہا نمان مکن بود۔ (از اخبار لاخیاہ)

ناصر الدین محمود شاہ خلف اکبر سلطان شمس الدین التمش لکھنؤی کا حاکم تھا۔ تمام اراکین سلطنت اور رعایا اسی کو ولی عہد مانتے تھے مگر حکم قضا و قدر اس کے خلاف تھا۔ انسان سوچتا کچھ ہو اور ہوتا کچھ ہو۔ شاہزادہ بیک ایک ایسا بیمار پڑا کہ جان نہ ہو سکتا جب اس کی وفات کی خبر ۱۲۲۹ھ میں دلی پہنچی تو اس سانحہ ہوش ربا سے شہر بھر میں ایک کھرام مچ گیا۔ جوان بیٹے کی موت کا داغ شمس الدین التمش کو ایسا پونہچا کہ جتنا غم کرتا تھوڑا تھا۔

۵

من چوں زیم کہ سینہ سن چاک کردہ اند  
نخست جگر بریدہ تیر خاک کردہ اند  
نغش لکھنؤی سے دلی لائی گئی اور موضع ملک پور میں جو قطب صاحب کے جنوب مغرب میں ساڑھے تین کوس پر ہی دفن کیا گیا۔ مرنے کے تین سال بعد ۱۲۲۹ھ میں باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے کا۔ قبرہ باپ کی چاہت کی آخری یادگار بنایا۔ اس مقبرے کا تہ خانہ بشکل ایک غار کے ہے اس واسطے غاری مشہور ہو گیا۔ تہ خانے کی وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد اسلامی سے پیشتر کا بنا ہوا ہے۔ مگر اس بات کا فیصلہ مشکل ہے کہ یہ عمارت سرے سے اہل ہنود ہی کی تھی یا یہ کہ مسلمانوں نے ہندو کا دیگروں سے بنوائی تھی۔ مسلمان اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے کہ اتنے بڑے بادشاہ نے اپنے چھوٹے بیٹے کو کسی ہندو بت کے میں دفن کرنا گوارا کیا ہو۔ گنبد ایک مربع پختہ احاطے کے اندر ہے۔ اسٹرکچر سی بوجہ کھنگلی کے سیاہ پڑ گئی ہے۔ گنبد کا چھوٹا چار فٹ ٹوائچ اونچا ہے۔ جس پر گول قیہ بنا ہوا ہے جس کے چاروں طرف برجیاں ہیں۔ گنبد میں داخل ہونے کا محراب دار و روازہ مشرق کی طرف ہے۔ صدر دروازہ احاطے کی دیوار سے تین گز بہت کر بغلی حجروں سے چار فٹ کے فاصلے سے ہے جس کے اوپر ایک نشیمن نما کھڑکی ہے۔ صدر وازہ تیس فیٹ اونچا اور ۱۲ فٹ چوڑا ہے جس کے اوپر آدھر کے در چار فٹ بہت ہیں۔ دروازے کی محراب کا احاطہ

سدن متن کے نیچے ملاحظہ فرمائیے ۳۴۶

۵ اس شہر کا قدیم نام گوڑ تھا۔ بنگال کے ہندو راجاؤں کا دار الخلافہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شہر کا نام لکھنؤی یعنی لکھنؤی تھا اور علاقے کا نام گوڑ بنگالہ تھا۔ ۱۲۰۳ء میں جب مسلمانوں نے ملک بنگال کو فتح کیا تو اپنا دارالحکومت اسی شہر میں رکھا اور تین سو سال تک (تحتیوث برصغیر آئینہ)



(مکتوبہ دربارہٴ شہر دہلی)

مسلمان بادشاہ اسی شہر میں رہے۔ بیچ میں کچھ دنوں بعد بادشاہ پنڈو میں جا رہے تھے جس کو حضرت پنڈو کہتے ہیں وہ بھی مالدرہ کے ضلع میں گوڑ کے قریب ہی واقع ہو۔

فیروز آباد بھی اسی شہر کے نواح میں واقع تھا۔ شمس سراج عقیق نے لکھا ہے کہ فیروز شاہ نے کشتہ میں لکھنؤ پر چڑھائی کی تو اُس وقت اس شہر کا نام فیروز آباد رکھا تھا لیکن یہ غلط ہو کیوں کہ اُس زمانے سے پہلے سکوں میں فیروز آباد نام درج ہو اور اغلباً یہ نام سلطان شمس الدین فیروز بن ناصر الدین بغرابن بلبن نے رکھا تھا۔ جب گنگا کی وہ شاخ جس پر یہ شہر واقع تھا سوکھ گئی اور اُس کا پانی کسی اور رستے بڑھ گیا تو دلدل کے باعث شہر کی آب و ہوا بگڑ گئی بنگال کے بادشاہوں نے اپنا پایہ تخت بدل دیا لیکن پھر بھی وہ ماکم نشین جگہ رہی۔ ۱۳۷۷ء میں اُس کو شیر شاہ نے لوٹ لیا اور ۱۵۵۷ء میں منعم خاں خاناناں نے جو اکبر کا سپہ سالار تھا اُس پر حملہ کیا۔ آب و ہوا کے بگڑ جانے کے سبب سے حمد آؤر لشکر میں وبا پھیل گئی اور خان خانان بھی وہیں مر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس زمانے کے بعد پھر گوڑ بالکل غیر آباد ہو گیا لیکن یہ غلط ہو کیوں کہ ابوالفضل نے جو آئین اکبری میں اس شہر کی بابت لکھا ہے اُس سے اس کی ترویج ہوتی ہو اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ شجاع کے وقت مغلی صوبہ دار اسی شہر میں رہے۔ حقیقت میں یہ شہر اُس وقت غیر آباد ہوا ہے۔ جب شاہ شجاع نے راج محل کو بنانے کا دار الخلافہ بنالیا اور اُس کے بعد آباد نہیں ہوا۔

بچیس تیس میل مربع میں مسجدوں اور بازاروں اور محلوں کے کھنڈر اب تک نظر آتے ہیں۔ اُڑنے کے بعد اس کثرت سے جنگل ہو گیا تھا کہ آدمی کو وہاں جانے دہشت معلوم دیتی تھی لیکن اب کچھ عرصے سے جنگل صاف کیا گیا ہے اور وہاں چھوٹی چھوٹی برکتیاں نکلتی چلی آتی ہیں۔ اُس کی اینٹوں سے انگریز آباد۔ مرشد آباد۔ مالدرہ اور پٹنیا کی عمارتیں بنائی گئی ہیں۔ اس کے دیرانوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ شہر کلکتہ سے کم نہیں تھا اور چھ یا سات لاکھ کی آبادی رہی ہوگی۔ اُس کی فصیل جو فقط شمال کی طرف بنی ہوئی تھی کھود کر دیکھی گئی تو اُس کی بنیادیں سو فیٹ چوڑی ہیں اور کبھی کہیں خندق کا نشان ملتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوا سو فیٹ سے کم چوڑی نہیں تھی۔ فصیل کے شمال مشرقی کنارے پر ایک محل کا کھنڈر پایا جاتا ہے جو چار سو فیٹ مربع تھا اُس کو راجہ بلال سین کا محل کہتے ہیں۔ فصیل کے باہر بھی آبادی کے کھنڈر ہیں اُس میں ایک تالاب سا گڑھی سولھا سو گز لمبا اور آٹھ سو گز چوڑا ہے اب تک موجود ہے جس کی بندش پختہ اینٹوں کی ہے اور پانی نہایت صاف اور خوش گوار ہے۔ قلعہ کے پاس ایک تالاب پیا س پاٹھی نام اب تک ہے (بقیہ نوٹ پر نظر آئیے)

لیکن اس کا پانی کھاری ہو کہتے ہیں کہ یہ تالاب قیدیوں کے استعمال کے واسطے بنایا گیا تھا۔ ابو الفضل نے بھی اس تالاب کو ذکر کیا ہے۔ قلعہ اور پیاس باڑی کے درمیان سنہری مسجد ہو جو ساٹھ گز لمبی اور بیس گز چوڑی اور بیس گز اونچی عمارت ہو۔ کہتے ہیں کہ اس کی چھت پتھریلی گنبد تھے۔ ابو الفضل آئین اکبری میں لکھتا ہے کہ ”جنت آباد پرانا سنہری۔ سپتہ پایہ تخت تھا جسے لکھنؤ اور بعضے کو کہتے تھے جمالیوں بادشاہ نے اس کا نام جنت آباد رکھا تھا۔ یہاں ایک بہت عمدہ قلعہ ہو اور شرق میں ایک تالاب ہو جس کا نام چھتیا بتیا ہو۔ اُس میں بہت سے تالپوں میں اگر سن بدلوٹ جائے تو سارا شہر ڈوب جائے۔ شہر کے شان میں ایک کوس کے فاصلے پر ایک عمارت اور حوض ہو جس کا پانی زہر کی خاصیت رکھتا ہو اس حوض کو پیاس باڑی کہتے ہیں جن قیدیوں کو مارڈانا منظور ہوتا تھا وہاں قید رکھتے تھے یہ پانی پی پی کر قوت سے دلوں میں مرنے جاتے تھے ہمارے بادشاہ نے اس کی ممانعت کر دی۔ شیخ اخئی مہراج لی خانقاہ بھی گور میں جو آپ سلطان شاخ حضرت نظام الدین اویار کے خلیفہ تھے۔ یہ خانقاہ شہر کے ایک وادے میں ہو جس کو سعد الدلوپ کہتے ہیں سارڈوگی تالاب کے شمال مشرقی گوشہ پر واقع ہو آپ کا وصال ۷۵۴ھ میں ہوا۔ بابر دروازے پر ایک کتبہ ہو جس پر ۹۱۴ھ درج ہو اور یہ دروازہ حسین شاہ بادشاہ بنگال کا بنایا ہوا ہو۔ خانقاہ غالباً سکندر شاہ کی بنائی ہوئی ہو لیکن بات تحقیق نہیں۔ کتبہ کی جگہ خالی پڑی ہوئی ہو۔ حکمت کے عجائب نگہ میں کچھ اہمیتیں گور سے آئی تھیں اُن میں غیاث الدین بن سکندر شاہ کا نام لکھا ہوا تھا اور سات سو کے اوپر کچھ اور لکھا ہوا ہو۔ کشتی صاحب کا خیال ہو کہ پیمائش کی رو سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ اہمیتیں اسی کتبہ کی جگہ کی ہیں لیکن یہ بڑا ایک قیاس ہی قیاس ہو ممکن ہو کہ صحیح ہو کیوں کہ یہ سلطان غیاث الدین سکندر شاہ کا بیٹا تھا اور وہ بادشاہ تھا جس نے خواجہ حافظ کو شیراز سے طلب کیا تھا اور آپ نے وہ غزل جس کا یہ شعر ہو اُس کے پاس بھیج کر لائے کا غدر کیا۔

شکر شکن شوند ہمہ طویان ہند نہیں قند پارسی کہ یہ بنگالہ می رود

کتاب اخبار الاخیار میں لکھا ہو کہ شیخ سراج الدین عثمان المشہور باخی سراج از مشاہیر خلفاء شیخ نظام الدین است و وہی از عنفوان شباب کہ ہنوز مو سے رہیں آغاز شدہ بود و حلقہ ارادت شیخ درآمدہ بود و در سلک خدمت گاراں پرورش یافتہ بعد از چند سال براسے ویدن والندہ بہ مقام کفون کہ آٹان ہو گور مشہور است رفت و باز بہ خدمت می رسید۔ در وقت عطلہ سے خلافت اور شیخ فرمود کہ اولیٰ حق (مقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

سنگ سرخ کا ہوا اورا جارے کے اوپر سنگ مرمر۔ ستونوں اور محرابوں وغیرہ پر جا بجا آیات قرآنی بخط نسخ و کوفی کندہ ہیں۔ چبوترے۔ دروازے کی بگلیاں۔ دیواریں اور برجیاں سب چوٹے کچی کی پختہ بنی ہوئی ہیں۔ دروازے پر پونچھنے کی سیڑھیاں وہی ہیں۔ پہلے آٹھ سیڑھیاں چڑھ کر تو چبوترے پر پونچھتے ہیں اور پھر چودہ سیڑھیاں ایں اور چڑھ کر ایک کمرے میں پونچھتے ہیں جو زمین سے چودھ فٹ اونچا ہی اور اسی سے گنبد کے صحن میں جا پونچھتے ہیں۔ صدر دروازے کی دونوں طرف صدر دیواریں دو محراب دار کھڑکیاں بھی ہیں اور احاطے کی دیوار کے دونوں سروں پر ایک ایک برجی براس میں بھی دو دو کھڑکیاں ہیں لیکن پتھروں سے چن دی گئی ہیں۔ اس طرف کا گنبد کا سطح سو فیٹ لمبا ہے۔ احاطے کی شمالی دیوار بھی پختہ ہو اس کے دونوں سروں پر برجیاں ہیں اور قیسری دیوار میں اس کے علاوہ اور چھ کھڑکیاں تین تین ملی ہوئی ہیں۔ احاطے کی غربی دیوار شمالی سرخ کے طرح کی ہے لیکن چوں کہ اسی کے وسط میں مسجد بھی ہے لہذا یہ دیوار کچھ آگے بڑھی ہوئی ہے۔ احاطے کے جنوب سرخ کی دیوار جا بجا سے گر گئی ہے اور اس کی بعض کھڑکیاں بھی بند کر دی گئی ہیں باقی حالت شمالی دیوار کی سی ہے۔ گنبد اندر سے بہت پر رونق اور آراستہ ہے۔ اندرونی دروازے کی دہلیز پر بہت کچھ نقش و نگار ہیں اور یہیں یہ کتبہ ہے:-

امر بہ بنائے هذه البقعة المباركة السلطان المعظم شاهنشاه الاعظم  
مالک رقاب الامم ظل الله في العالم ذوالامان... سلطان السلاطين شمس

(محمود دوم صغیر کریم)

دین کا علم است اور اچنداں نصیب از علم نیست مولنا فخر الدین زراوی عرض کر دکھ اور اوش سن ماہ عالم می کتم بعد ازاں مولنا فخر الدین زراوی تعلیم کرو۔ مولنا براے او تقریر سے تصنیف کرو اور عثمانی نام نہاد بعد ازاں پیش مولنا رکن الدین کافیہ و مفصل و قدوری و مجمع البحرین تحقیق کرو بعد از انتقال شیخ سہ سال دیگر تعلیم کرو و بعضے کتب از کتاب خانہ شیخ وقف بود چاہا و خلافت نامہ کہ از خدمت شیخ یافتہ بود باخود بروان دیار را بہ جمال ولایت خود بیا راست۔

در باب او غرض شیخ چنین رفتہ ہوگا و آئینہ بند وستان سہ۔ ۱۲

الدنيا والدين المخصوص بعنايت رب العالمين ابی المنظر ایلتمش السلطان  
ناصر امیر المومنین خلد الله ملكه ابی الفتح محمود تغمدہ الله بغفراته بجمیۃ  
جنانہ فی شہولہ ستہ تسع وعشیرین وستائے -

اس دروازے میں داخل ہو کر ہم ایک کمرے میں پونہچ جاتے ہیں جس میں سے  
صحن کا رستہ نکلتا ہے۔ اس کمرے کی چھت سنگ سرخ کی ہو مگر دیواریں سنگ مرمر  
کی ہیں۔ باہر وار سے بغلیوں کے دروازے کا جو حصہ نظر آتا ہے وہ درحقیقت  
دو چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیوں کی مشرقی دیوار ہے جو بڑے کمرے کے ادھر ادھر ہیں۔  
ان دونوں کوٹھڑیوں کی دیواریں اور چھت سب سنگ مرمر کی ہیں جس میں چار چار  
ستون ہیں۔ صحن میں پونہچ جانے کے بعد ایک پٹا ہوا حصہ ہے جس میں چھ  
دیوار دو زستون ہیں اور چھ ستون چھ چھ فیٹ کے فاصلے سے ہیں یہ دالان  
دیوار کی ساری لمبائی کی برابر نہیں ہے بلکہ صرف ۴۴ فٹ لمبا ہے۔ اس کے مقابل  
میں احاطے کی غزنی دیوار سے ملا ہوا ایک اور دالان ہے جو شمال سے جنوب کی طرف  
جا کر احاطے کی دیوار سے جاملتا ہے۔ ان دونوں دالانوں کے ستونوں میں تختیں  
ہیں۔ مغرب رخ کے دالان میں چودہ دیوار دو زستون ہیں جس کی شکل ایک  
پست گنبد کی سی ہے جس میں آگے بچکے ہوئے نقشین پتھر ہندوانی وضع کے  
لگے ہوئے ہیں۔ اسی دیوار کے بیچوں بیچ ایک تین در کی چھوٹی سی مسجد ہے۔  
اس مسجد کے دونوں طرف سنگ مرمر لگا ہوا ہے باقی لال پتھر ہے۔ مسجد کی دونوں  
جانب دو دالان سنگ مرمر کے ہیں جن میں بارہ ستون ہیں۔ ان کا وہ حصہ جو مسجد  
کے محاذی ہے سنگ مرمر کا ہے باقی سنگ سرخ کا۔ ان دو دالانوں کے سوا سنگ مرمر  
کے چار ستون بطور مسجد کے مکتبہ کے ہیں۔ اس طرح مسجد میں سنگ مرمر کے سات  
ستون ہوئے تین تو دروں کے سامنے اور دو ادھر ادھر۔ مسجد دس فیٹ مربع  
ہے۔ چھت مٹھن شکل کی سنگ سرخ کی قبة نما ہے۔ چوترا چھوٹا گنبد ۴۴ فٹ اونچا چوڑی  
کا بنا ہوا ہے۔ مسجد کی دیواروں اور محرابوں میں سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور مختلف قسم  
کے طے آبات قرآنی کے منقوش ہیں۔ مغربی جانب کے احاطے کی دیوار کی  
کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں۔ جنوبی رخ کی دیوار کے اندرونی رخ پر بیچ میں چراغ

جلائے کے طاق بنے ہوئے ہیں۔ شمالی دیوار میں کوئی خاص بات نہیں۔  
 اعلیٰ کے چاروں کونوں پر چونوک دار برجیاں ہیں وہ ہندوانی وضع کی ہیں۔  
 ناصر الدین کی قبر ایک بہت ہشت پہلو غار میں ہے۔ اس غار میں ستون کھڑے کر کے  
 بڑی مضبوطی سے پاٹ کر چھت پر ہشت پہلو چوڑہ، ۷ فٹ ۶ اینچ x ۴ فٹ اونچا بنا دیا  
 ہے۔ یہاں کوئی روشن دان نہیں ہے اور تہ خانے میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔  
 اس تہ خانے میں تیرہ سیڑھیاں اتر کر جانا پڑتا ہے جو چھپیں فیٹ عمیق اور اٹھارہ  
 فیٹ چوڑا ہے جس میں سنگ خارا لٹکا ہوا ہے۔ اس چھت کی سبھال کو چوڑہ  
 ستون لٹکائے ہیں جن میں سے آٹھ دھیرے ستون نو دیواروں سے لگے  
 کھڑے ہیں اور چار اکبر سے ذرا دیوار سے الگ ہیں۔ یہ ستون سلطان قمش  
 کے زمانے کے ہیں۔ اس تہ خانے کے ہشت پہلو اضلاع میں سے ہر ضلع  
 میں دو دو طاق ہیں۔ تہ خانے کا عمق ۶ فٹ ہے جو بلحاظ طول و عرض ۲۵ فٹ  
 ۹ اینچ مربع ہے گراخت اس کی ہشت پہل ہے۔ داخلی دروازہ جس کو کھڑکی کہنا چاہیے  
 جنوب کی طرف ۳ فٹ ۹ اینچ اونچا اور صرف دو فیٹ چوڑا ہے۔ اوپر چوڑا ہشت پہل  
 ہے جس کا ہر ضلع ۱۵ فٹ ۴ اینچ ہے۔ اندر چار قبریں ہیں جو نے پچی کی جن پر عرس کے  
 موقع پر جو ۱۷-۱۸ ذی قعد کو ہوتا ہے سفیدی کر دی جاتی ہے۔

(۱) ۹ فٹ ۷ اینچ x ۶ فٹ ۶ اینچ طول و عرض ۵ فٹ ۴ اینچ بلندی سلطان غاری  
 کی قبر ہے جو سب سے بڑی اور تہ خانے کی مغربی دیوار سے ملی ہوئی ہے۔  
 (۲) ۸ فٹ چار اینچ x ۵ فٹ ۴ اینچ بلندی ۴ فٹ ۴ اینچ بلندی سلطان غاری  
 (۳) ایک چھوٹی قبری سیڑھیوں سے ملی ہوئی کسی بچے کی ۳ فٹ ۴ اینچ x ۲ فٹ ۴ اینچ بلندی ہے۔

(۴) ۷ فٹ ۷ اینچ x ۶ فٹ ۲ اینچ بلندی ۳ فٹ ۸ اینچ بلندی سلطان غاری کی  
 مسجد کا ذکر اوپر آچکا ہے صرف اس کا پیش طاق ہی لکھا گیا ہے۔ سلطان غاری کی  
 قبر گویا اسی مسجد کے صحن میں ہے۔ یہ سارا پیش طاق سنگ مرمر کا ہے جو پہلے پہلے  
 کلمہ ادراد صر اللہ اللہ پھر وَاَنْتَ الْمَسْجِدُ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا اَسْ  
 کے نیچے اللہ۔ اس کے گرد خط کوفی میں آیات ہیں جو پڑھی نہیں جاتیں پھر

(۱) اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مَا قَانَ اللّٰهُ عَنِّيْ عَنِ الْعَالَمِيْنَ -

(۲) خط کو فی - سوائے بسم اللہ کے کچھ بڑھا نہیں جاتا -

(۳) اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا مَا كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا -

ستون سنگ مرمر کے ہیں - فرش گچ کا ہر پہلے سنگ مرمر کا تھا جس کی سلیں کہیں کہیں

باقی ہیں - پیش طاق کا قطعہ ۱۵ فٹ - ۷ انچ ۱۲ فٹ ۲۰ انچ - حصہ مسجد کے

چھ دروازہ چھ اُدھر بیچ میں پیش طاق ہو - صحن مسجد ۶۴ فٹ ۶ انچ - والان کا

سقف حصہ ۶۴ فٹ ۶ انچ - پیش طاق کے آگے سنگ مرمر کے چار ستونوں کا

برآمدہ ہو - کمپونڈ وال دس فیٹ اوپنچی ہو جس میں طاق طاق ہیں اس پر چڑھنے کا

بارہ سیڑھیوں کا زینہ ہو - اس احاطے کے چاروں کونوں پر برجیاں ہیں - مسجد

کے صحن کے سامنے مشرق رو یہ ایک بیچ درہ ہو جس میں صدر دروازہ ہو اور جس کے

ادھر اُدھر دو در ہیں - سات سیڑھیاں اتر کے صدر دروازے میں پونہچتے

ہیں - ان سیڑھیوں میں ایک سنگ سرخ کی ہو ایک سنگ مرمر کی - صدر دروازہ مشرق

پٹ چوبلی ہیں مگر بعد کے - صدر دروازے کے ہر دو جانب بغلی میں ایک ایک درہ

۷ فٹ - ۱۰ انچ مربع ہو - صدر دروازے کی سیڑھیاں بیس ہیں - دروازے کی

محراب کی بلندی ۲۲ فٹ - کنگورادو فیٹ - چبوتر ۴ فٹ - ۹ انچ - جملہ ارتفاع

۲۸ فٹ - ۹ انچ - چوڑائی دروازے کے بیرونی حصے کی ۱۰ فٹ - ۵ انچ - اندر

چوڑائی ۵ فٹ - ۸ انچ - بلندی اندر سے ۸ فٹ ۱۰ انچ - صدر دروازے کی

چوکھٹ سنگ مرمر کی ہو جس کے چاروں طرف کتبے ہی کتبے ہیں ایک کتبہ تو ہم اوپر

لکھ آئے ہیں باقی یہ ہیں :-

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - اِنَّمَا يَمُرُّ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مِنْ اَمْنٍ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ  
تَا اَنْ يَّكُوْلُوْا مِنْ الْمُهْتَدِيْنَ -

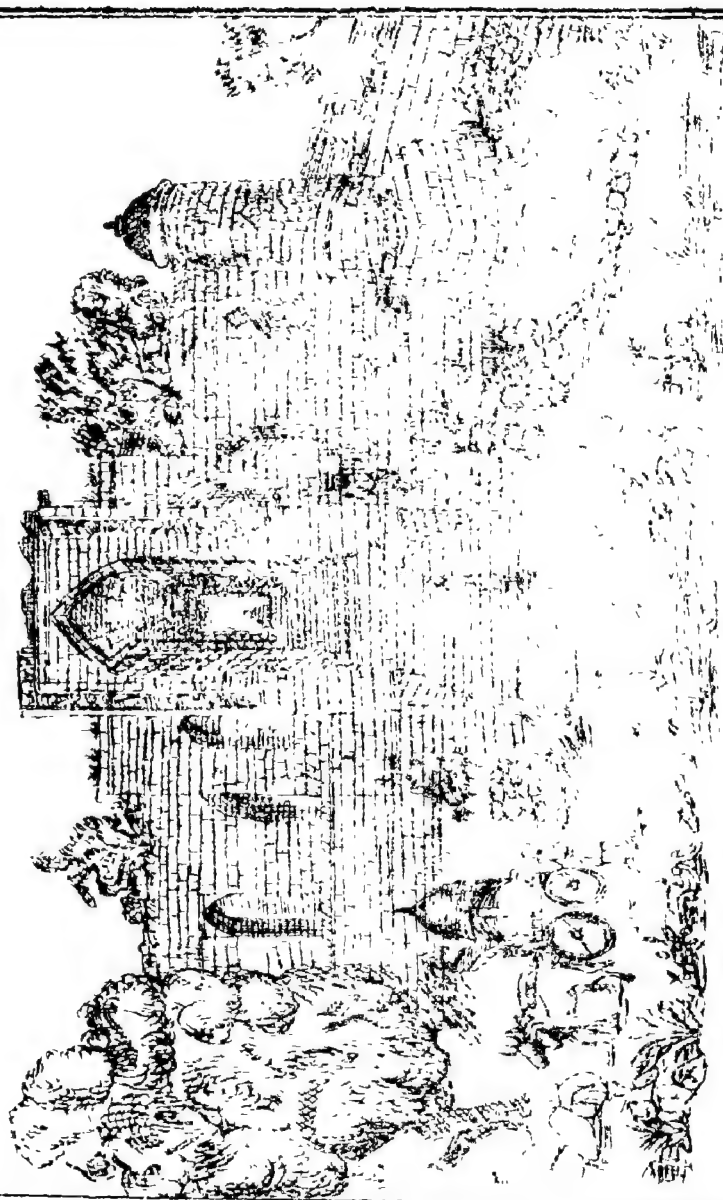
(۲) خط کو فی کا وہی کتبہ جو اوپر لکھا گیا -

(۳) بِسْمِ اللّٰهِ اور آیتہ الکرسی تا ہم فیما خال دون -

ہشت درہ | سلطان غاری کی درگاہ سے جنوب رخ سے ملا ہوا سنگ ظار کا



نقشه دروازه سلطان محمود خوری غازی







ایک کھلا بواہشت درہ ، افٹ قطر کا ہے۔ فرش باقی نہیں رہا قبر کا صرف نشان ہی نشان رہ گیا ہے۔ دروں کے سروں بوجھ سے سب ترخ گئے اس سبب سے ہر ہر در میں ایک ایک فیل پایہ کھڑا کر کے چھت کو اوڑھا لگا دی ہے جس سے چھت تھم گئی ورنہ کبھی کی گرجا جاتی۔ آٹھ اصلی در سنگ خارا کے نو فیل پائے نو احداث اب اس طرح سترہ در ہوئے۔ ہشت درہ ہشت پہلو عمارت ہے جس کے گرد سلون کا چوڑا چھوٹا جوبابا سے لگ گیا ایک آدھ سل رہ گئی ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس کا مقبرہ ہے۔

### منہدم مکانات

سلطان غاری کا مقبرہ ویرانہ میں نہ تھا جیسا کہ اب ہو چکا ہے آبادی کے بچوں بیچ میں تھا یا یہ کہ اس گنبد کی وجہ سے آبادی ہو گئی ہو بہر حال اس کے چو طرف دو دو عمارتوں کے کھنڈر پھیلے ہوئے ہیں۔ گنبد کے پاس ہی دو بڑے بڑے احاطوں میں مکانات پھیلے ہوئے ہیں۔ ان مکانوں کی صرف چار دیواریاں رہ گئی ہیں۔ ایک چھوٹی مسجد بھی تھی جس کی صرف غری دیوار رہ گئی ہے باقی گر گئی۔

### بڑی مسجد

اور ایک بہت بڑی مسجد غار کے مشرق میں ہے جس کی پشت غار کی جانب ہے۔ یہ مسجد بیچ درمی تہرے والا نوں کی ہے۔ باہر والے والاں کا شمالی رخ کا ڈیڑھ گنبد لگ گیا ہے۔ مسجد کا طول ۶۰ فٹ اور تینوں والاں کا چوڑا ۲۶ فٹ ہے۔ دروں کی چوڑا ۱۰ فٹ ۳ انچ ہے۔ تینوں والاں کے کل درچوبیس ہیں۔ فرش اور منبر باقی نہیں رہا۔ یہ مسجد سنگ خارا اور چوٹے کی ہے۔

### دو محلوں کے کھنڈر

اوپر والی مسجد کے سامنے ایک بڑے عالی شان اور وسیع محل کی چار دیواری کھڑی ہے جس کے اندر والاںوں کمروں کو ٹھریوں کی دیواریں کھڑی مکان کی پوری حیثیت

شان اور وسعت بتلاتی ہیں صرف چھت نہیں ہر۔ صحن بھی وسیع ہر جس کے چاروں طرف دالان اور پیش دالان تھے۔ اس سے ملا ہوا شمال کی جانب ایک اور محل جو سارے کا سارا گر گیا اب صرف بے چھت کا ایک دالان رہ گیا ہر جس کے تین در کھڑے ہیں اور اوپر اوپر بننے والی چھروں کی دیواریں۔ یہ دونوں محل بھی سنگ خارا اور چونسٹے سے ہیں۔ باقی چھوٹے مورتے گرے پڑے مکانوں کا کچھ شمار نہیں۔

غرض یہ کہ سلطان غازی کا مزار جس طرح اب دیرانے میں ہے کہ انسان کا نام نہیں اکیلے جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے پہلے اس کی یہ حالت نہ تھی بلکہ گنجان آبادی کے بچوں بیچ میں تھا۔

## رکن الدین فیروز شاہ اور معز الدین

### بہرام شاہ کے مقبرے

سے نامور ہے۔ میں دفن کردہ اند  
کونستیش بہ زریزہ میں یک نشانہ  
واں پیرا شدہ را کہ پیرند ز بر خاک  
نماکش چنان بخورد گز و ستخوار بنامند

رکن الدین فیروز شاہ سلطان ٹمس الدین التمش کا بیٹا تھا جو باب کی جگہ شعبان ۶۳۳ھ میں تخت پر بیٹھا۔ وہ تو ملک اعزاز الدین حاکم ملتان کی نسب سے کوئچاب کی طرف روانہ ہوا اس کے پیچھے امراء و ارکان سلطنت نے سازش کر کے جمعت سلطان رضیہ بیگم کو تخت پر بٹھا دیا۔ بادشاہ یہ خبر سن کر عجلت و آہی آہی آیا۔ یہاں آکر دیکھا بساط آتش گئی تھی۔ کلونکھری کے میدان میں لڑائی ہوئی گرفتار ہوا اور قید میں ہی ۶۳۳ھ میں مر گیا۔ اس نے صرف ۶ ماہ ۲۸ یوم سلطنت کی۔ مرنے کے بعد اپنے بڑے بھائی سلطان ناصر الدین محمود شاہ کے مقبرے کے قریب ہی موضع ملک پور میں ایک دوسرے گنبد میں دفن کیا گیا۔ رضیہ بیگم کے بعد ۶۴۰ رمضان ۶۳۳ھ میں بروز شنبہ معز الدین بہرام شاہ سلطان التمش کا چھوٹا بیٹا تخت نشین ہوا۔ وہ نے چارہ دو سال ایک چھپے دودن ہی سلطنت کرنے پایا تھا کہ نظام الملک ہندب الدین اور دوسرے امراء بادشاہ کو

جولی میں محصور کر لیا اور تین مہینے تک ہر روز لڑائی رہی آخر کا بادشاہ کو بڑا ٹکڑا  
۸ فروری ۱۶۵۹ء میں مار ڈالا اور وہ بھی یہیں ایک گنبد میں دفن کیا گیا۔

شریت سلطنت و جان جہاں شیرین است  
کہ شہاں از پیر او خون برادر ریزند  
خون آزاوہ دلاں راز پیر ملک میرز  
کہ ترانیز بہاں جرعہ بسا غریزند

رکن الدین کا مقبرہ معز الدین بہرام شاہ نے ۶۳۸ھ میں بنوایا اور معز الدین  
بہرام شاہ کا مقبرہ غلام الدین مسعود شاہ پسر رکن الدین فیروز شاہ نے ۶۳۹ھ  
میں بنوایا۔ سرسید دونوں مقبروں کی تعمیر میں ایک سال کا آگ کا چھبھٹا تھا  
لیکن یقینی طور پر نہیں معلوم ہو سکتا کہ رکن الدین کا مقبرہ کون سا ہی رہا بہرام شاہ کا  
کون سا۔ اسی واسطے دونوں کا ذکر یکجا فی طور پر کیا گیا ہے۔ دونوں گنبد  
میں بالکل ایک ہی وضع قطع کے ہیں۔ ان کے گنبدوں میں پتھر کی سلیں  
لگی ہوئی ہیں جن کے اوپر سترکاری ہے۔ گنبدوں میں آٹھ درہیں۔ ہر  
گنبد کے گود ایک چھوٹی سی سنگ بست بست چار دیواری جو جس کے  
مشرقی جانب ایک چھوٹا سا دروازہ ہے۔ گنبدوں کے اندراب کوئی قبر  
باقی نہیں ہے نہ کوئی کتبہ ہے۔ اگرچہ مہرولی کے گنبد بتلاتے ہیں کہ یہ فلاں  
کا مقبرہ ہے وہ فلاں کا گدا اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ ہم کسی گنبد کو کسی ایک  
شخص کے مخصوص کر سکیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ دونوں گنبد انتہائی عجیبوں  
اور دونوں بجائیوں کے ہیں۔ ان گنبدوں کے ستون تو کسی قدیم عمارت  
کے معلوم دیتے ہیں اور گنبد اس کے بعد کے بنے ہوئے نظر آتے ہیں۔  
سٹرٹ ٹریٹ ان گنبدوں کو فیروز شاہ کے بنوائے ہوئے کہتے ہیں کیوں کہ  
ان گنبدوں کی وضع قطع اہل ہنود کے قدیم زمانے کے گنبدوں سے  
مختلف ہے چنانچہ انھیں کے بجائی سلطان غازی کے گنبد کو ہی دیکھ لیجئے

جو یہیں یاس کے پاس کھڑا ہوا جس کی وضع ان سے بالکل الگ ہو اور صاف طور پر یہ گنبد زمانہ مابعد کے بنے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ اور بن گھڑ پتھروں کے بنے ہوئے ہیں جو خاص کر فیروز شاہی طرز تھا البتہ پتھر کی سی نہیں سلیں جو ستونوں کے اوپر چڑھی ہوئی ہیں وہ اس زما۔ بننے کی نہیں معلوم دیتیں۔ مسٹر بنگلہ ان گنبدوں کو مسلمانوں کی ایک معمولی طرز کی عمارت بتلائے ہیں کیوں کہ سلطان الحتمش کے زمانے سے مسلمان اس طرز سے واقف ہو چکے تھے مسٹر بنگلہ نے ان مقبروں کی مرمت جو فیروز شاہ نے کرائی تھی اس کا کچھ ذکر ہی نہیں کیا۔ خود فیروز شاہ نے تاریخ میں لکھا ہے کہ مقبرہ سلطان معز الدین پسر سلطان شمس الدین جو ملک پور میں ہو بالکل گر بڑا تھا حتیٰ کہ قبر کا نشان تک باقی نہ رہا تھا۔ میں نے گنبد چوترے اور احاطے کی تعمیر از سر نو کرائی سلطان رکن الدین پسر شمس الدین کے مقبرے واقع ملک پور کے احاطے کو میں نے بنوایا۔ نیا گنبد طیار کرایا اور ایک خانقاہ بنوائی۔

### تیسرا باب قطب صاحب تعلق آباد

پانچ میل کا فصل ہو۔ سیدھی شرک ہو۔ رستے میں لاٹ سے نکلتے ہی لاڈو سرائے ملتی ہو پھر داہنی طرف دو میل چھ فرلانگ پر سید العجائب کی بستی ذرا شرک سے ہٹی ہوئی۔ سارے تین میل پر خان پور جو تھے میل پر تیکری یہ دونوں گاؤں بھی شرک کی سیدھی طرف ہیں اس کے بعد قلعہ تعلق آباد بائیں طرف تعلق شاہ کا مقبرہ داہنی طرف آگے تعلق آباد کی بستی۔ قلعہ سے تین میل آگے بدر پور ہو اور یہیں تعلق آباد نام کا ریلوے سٹیشن ہو جو قلعہ سے چار میل اور دلی سے براہ ریل بارہ میل ہو۔

حضرت قطب صاحب کا چلہ | لاٹ سے چلتے ہی پہلے حضرت قطب صاحب کے چلے کا مہرک مکان ملتا ہو جو بالکل شرک کے کنارے داہنی طرف ہو

اور لاڈوسرا سے بائیں طرف - یہ ایک لداوی چھتے نما مکان جو تین درکامہ ۸x۲۲  
بلندی محراب ۶ فٹ - تینوں حجرے الگ الگ ہیں پہلا حضرت بابا صاحب  
فرید الدین گنج شکر کا چلہ ہے دوسرا حضرت قطب صاحب کا اور تیسرا خالی -  
چلہ شریف کے سامنے کا صحن ۴۰ فٹ مربع ہے - شمال کی جانب مسجد کا ایک چبوترہ  
ہے - تین درخت نیم کے ہیں - حضرت قطب صاحب کے چلے کے دریں میں سلاخیں  
لگا دی گئی ہیں - اس احاطے کے دو دروازے ہیں شمال میں ایک دوسرا  
جنوب میں دونوں کو لوسہ کی سلاخیں لگی ہوئی ہیں - احاطے کی دیوار گیارہ  
فٹ بلند ہے -

لاڈوسرا سے

عرف چنڈال پور

چلہ شریف سے دوسو قدم پر بائیں طرف لاڈوسرا  
کی بستی ہو لوگ اسے خدا جانے کیو چنڈال پور  
بھی کہتے ہیں - اس ذراچ میں سراسے کے نام  
پر بہت سی بستیاں ہیں مگر سراسے کسی میں بھی نہیں

شیخ شہاب الدین کی مسجد | یہ ایک بہت بڑی سہ درمی قناتی مسجد ایک وسیع  
احاطے کے اندر ہے - دیوار پر برجیاں اور گنگوڑ

سنے ہوئے ہیں - خواجہ شہاب الدین کے نام سے یہ مسجد مشہور ہے - مسجد  
کے بڑے احاطے کے اندر ایک چھوٹی سی چار دیواری کے اندر بہت سی قبریں  
ہیں - پہلو کے درخت کے نیچے دو قبریں ہیں جن پر زمانہ حال میں کتبے نصب  
کیئے گئے تھے جو کسی وجہ سے اٹھاڑ لیئے گئے - اسی احاطے میں ذیل کی  
قبریں ہیں :-

(۱) مولانا شہاب الدین امام اول سلطان المشایخ - آپ شیخ فرید الدین قدس سرہ کے  
فرزند تھے علوم و فنون و فضائل سے آراستہ -

(۲) رکن الدین امام دوم ایضاً

(۳) شیخ شہودیک (۴) فرید الدین چاک پڑاں -

۱۷ شیخ رکن الدین ابو الفتح بن شیخ صدر الدین بن شیخ الاسلام باباؤ الدین صاحب  
(بقیہ نٹ پور آئندہ)





وقتے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمود کہ ہرگزین با کسے نیکوئی و برکسے بدی نکرده ام  
 حاضران آن مقام ازاں کلام تعجب تمام نمودند و گفتند یا امیر المومنین شاید کہ بدی برکسے از شما  
 در وجود نیامده باشد فاما در نیکی چه می فرمایند فرمود حق جل و علا می فرماید مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ نَصَبٌ  
 وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا پس ہر نیکی و بدی کہ از من صادر و حادث شدہ باشد و حقیقت بر آن خود  
 و بر خود بودند بر دیگرے - من و صایا الشیخ متابعت بر اعمال آنست کہ و ارج را از منہا ہی و  
 منکارہ شرعی قولاً و فعلاً بند کند و از مجلس لایعتی پرینزد و بہر طالب را از حق مشغول کند یا یعنی  
 وقت اوست و از صحبت بطلالان احرار کند و برکہ طالب حق نیست بہ حقیقت بطلال است - در  
 مجمع الاخبار می نویسند کہ روزے سلطان شہید غیاث الدین خلکو شاہ از مولانا حمید الدین گنگ سہی  
 کہ وقتے از کرامات شیخ سماعندہ کردہ - مولانا گفت روز جمعہ خلق را دیدم کہ براسے قدم بوس نمج کدہام  
 و خاطر من گزشت مگر خدمت شیخ تسخیر دارو من نیز از خدمت منچ کس بمن تو جرمی کند باد و خدمت  
 شیخ بروم این مسئلہ از خدمت ایشان پریم کہ حکمت در سمت مضمضہ و استنشاق چیست چون  
 شبہ بنفعم در واقعہ خدمت شیخ ملوہ - حق من می کند چنانچہ تا روز شیرینی آنرا واجد بودم فکر کردم  
 کرامت عجیب است کہ شیطان بچہن عوام را از راه می برد پچاہ ترمی بایہ رفت مسئلہ بایہ پرسید چون  
 پچاہ بخد مت شیخ آدم فرمود و منتظر شما بودم بعدہ عن آثار ذکر و کہ جنابت برد و نوح است چنانکہ  
 و جنابت تن - جنابت تن از صحبت باذن حاصل شود و جنابت دل بہ صحبت نامہور - جنابت تن یا کہ  
 بہ آب شود و یا جنابت دل بہ آب دہادہ موگر و وجاہ فرمود کہ آب را سے صفت باید تا مہر فتنہ و دہادہ  
 جنابت باشد و آن سے صفت لون و طعم و ریح است ہذا شریع بریں شرح مضمضہ و استنشاق و  
 وضو مقدم فرمود تا طعم بہ مضمضہ تحقیق شود و بوسے بہ استنشاق باز فرمود کہ شیطان چنانکہ  
 صورت بنی نتواند شد بہ صفت شیخ حقیقی ہم نتواند شد زیرا کہ او را استاعت کامل بنی حاصل شد  
 و بعدہ فرمود مولانا حمید الدین از علوم قالی مالی است اما از علوم عالی مالی بہت - شیخ و رزاق  
 سلطان قطب الدین بن علاء الدین بدلی بشریعت آوردہ بود - شیخ نظام الدین در ان زمان  
 بر مسند ارشاد و تربیت جا داشت براسے استقبال او از مقام خود تا محض علانی رفت چون مجلس  
 سلطان قطب الدین را بحضور شریعت خود مشرف ساخت پرسیدہ کہ کدام کس از اہل شہر شمارا  
 اول استقبال کرو فرمود کسیکہ بہترین اہل شہر است و سلطان را ما شیخ نظام الدین فقارے  
 و محبان بود بعضے گویند کہ مقصود او از طلبیدن شیخ بہ کن الدین در غم و کسر شیخ نظام الدین بود و  
 لہذا بہینک علی بن ابی طالب چہ خطبہ کہ ایچہ او بود کرتا بود و اس کا مال اس پر ۲۴ از بقیہ ذات بر مقرر آید

## شیخ مخدوم حیدر کا مقبرہ

لاڈوسراے کے پاس ہی ٹرک کی داہنی طرف ایک معمولی سا گنبد ۱۹ فٹ مربع شیخ مخدوم حیدر کسی بزرگ کا ہر جن کو حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ کہتے ہیں۔ اس کا ایک ہی چھوٹا سا دروازہ اور اندر ایک ہی قبر ہے۔ آپ کا عرس دلی کے صابن گر لوگ کرتے ہیں آپ کے پچھواڑے زیر سما حضرت شاہ طیفور شامی کا مزار ہے۔

## سید العجائب یا سید الحجاب

اب سید العجائب نام کا گاؤں ہے۔ بعض پڑھے لوگ صحیح نام سید الحجاب کہتے ہیں حاجب کے معنی تو دربان کے ہیں لیکن حاجیوں کے سیر قافلہ ہونے سے انج رنگ کا یہ نام پڑا ہے۔

(تخلیص ثلث برصغور مستندہ)  
شیخ رکن الدین ایں کلمہ رفع توہم اوکرو واورا انیس توفیقنا سید ساخت۔ ایک بار شیخ رکن الدین درمرض بحسب عیادت شیخ نظام الدین آمد فرمود کہ عشرہ ذی الحجۃ میں بحسب دریاقت سعادت میں سجدہ سجدہ ہی کند من سعی کوہم تا سعادت زیارت شیخ المشایخ دریا جم۔ بعد ازاں شیخ نظام الدین رحلت فرمود و نماز جنازہ رات شیخ رکن الدین حاضر شد و گفت کہ بظاہر حکمت آں کہ مارا سہ سال در دہلی و شہرہ حصول ایں نعمت بود و در او فی مدت رجوع بوطن اصلی فرمود۔

۲۰ شیخ مسعود یک از اقربا سے سلطان فیروز است نام اصل او شیر خان است۔ در لباس اعلیٰ و اہل دولت بود۔ ناگاہ جذبہ از جذبات حق گریبان گیر حال او شد و بخت درویشان و صوفیہ بہت ایشان آمدہ مرید شیخ رکن الدین بن شہاب الدین امام شد۔ بغایت حالت سکرواشت و درستان بادہ وحدت و خیم کلمات خزانہ تحقیقت است سخن ستانہ می گوید۔ در سلسلہ پیشہ پیچہ کہ میں جنیر از حقیقت رافاسش گفتہ توستی نکرہ کرا و کرو بگویند کہ اشک او سجد سے گرم بود کہ اگر دوست کیے می افتاد می سوخت۔ در علم تصوف و توحید تصنیفات بسیار وارد و دیوان و اشعار وارد۔ قصائد و غزل و یاقی اقسام سخن در کتاب او موسوم بہ مہتدات است اکثر قصائد و اشعار امیر خسرو۔ اجواب گفتہ اگرچہ در بعض حصہ مواضع طریقہ شاعری نامی مانده اما بعضہ سخنان متین شاعرانہ نیز آمدہ۔ مراۃ العارفین نیز از تصنیفات اوست (از اخبار الاخیار)

۲۱ فرید الدین چاک پیراں۔ آپ کا حال کسی کتاب میں نہیں ملا لوگ کہتے ہیں آپ پر حالت بہت شدت سے عاری ہوتی تھی اس واسطے آپ کے گلے میں کھار کا چاک ڈال دیتے تھے کہ اس کو بھی لیکر آپ اڑ جاتے تھے واللہ اعلم بالصواب

کسی کتاب میں آپ کا حال احقر کی نظر سے نہیں گزرا۔ اس گاؤں میں سوا اہندوؤں کے مسلمان کا نام نہیں ہے۔ موضع سے بجانب شمال کوئی ایک میل پر ایک اونچے ٹیلے پر ایک پختہ چوڑہ ۱۲۰ × ۸۰ کا بنا ہوا ہے جس کے بیچ میں پانچ قبریں سنگ خارا کی ہیں اور تین چوڑنے کی۔ ۱۰ قبروں کے بیچ میں جو ایک قبر ہوا سے سید العجائب کی بتلاتے ہیں لیکن کوئی کتبہ نہیں۔ چوڑے کے مغرب رخ پر ۹۰ × ۷۰ دیوار ہے جس میں جالیاں بنی ہوئی ہیں جو شکل ایک قناتی مسجد کی ہے۔

اب گاؤں میں چلے تین چھوٹے چھوٹے گنبد برابر برابر ایک ہی لین میں ہیں جن میں گاؤں کے لوگ رہتے ہیں باقی گرمی پڑی عمارتوں کے کھنڈریں جن میں کوئی خاص بات نہیں۔ گاؤں کے پچھواڑے ایک دو گہی پختہ سہ دری سنگ ٹارا کی مسجد ۳۱ x ۱۰ فٹ - ۲۰ انچ ہے جس کے اندر وار کو چھ برج ہیں سب کھنڈ ہو۔ یہیں سنگ خارا کا ایک بارہ کھمبیاں دو ر بنا ہوا ہی بتیڈ سٹینڈ کی طرح کا جس کے اندر تین قبریں ہیں یہ مسجد کے سامنے ایک وسیع صحن قبرستان کا ہے جس میں سنگ مرخ کی نقوید کی متعدد قبریں ایک ہی کینڈے کی ہیں اور بہت پرانی ہیں جن پر کلمہ طیبہ اور سورہ اخلاص کندہ ہے اور جن پر خاص کتبے ہیں وہ ہم نقل کر دیتے ہیں :-

(۱) اَللّٰهُمَّ اِنَّاكَ عَفُوٌّ رَحِيْبٌ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنْ عَبْدِكَ الْمَشْتَقِ عَلَى نَفْسِهِ

(۲) بِحَبِطَتِهِ الْمَعْرُوفُ بِمَحْرَمَةٍ أَبُو بَكْرٍ بْنُ مَعْرُوفٍ بْنُ وَحِيدٍ الْقُرَشِيُّ -

۱۱، یا کَرِیْمُ الْمَعْرُوفِ یا قَدِیْمُ الْإِحْسَانِ -

(۲) اَحْسِنْ اِلَيْنَا بِاِحْسَانِكَ الْقَدِيمِ -

(۱) أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْغَنِيُّ الْعَلِيمُ

الدِّينُ عِنْدَ اللَّهِ إِلَّا سَلَامٌ مَا فَاتَ اللَّهَ سَرِيعَ الْحِسَابِ - پارہ دس سو تھالی مرتبہ

(۲) آیت الکرسی پوری -

ر ا ، شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة واولو العلم قائما بالقسط تا و

هو العزيز الحكيم

(د) سَرَّيْنَا سَرَّيْنَا أَنْشَأْهُ فِي الْإِسْلَامِ مَنَاتًا حَسَنًا وَاشْكِنَهُ جَنَّةً حَسَنًا

يَا مُحْسِنُ الْخَلْقِ أَحْسِنْ إِلَيْهِ وَاجْعَلْهُ بَعْدَ مَوْتِهِ حَسَنًا -

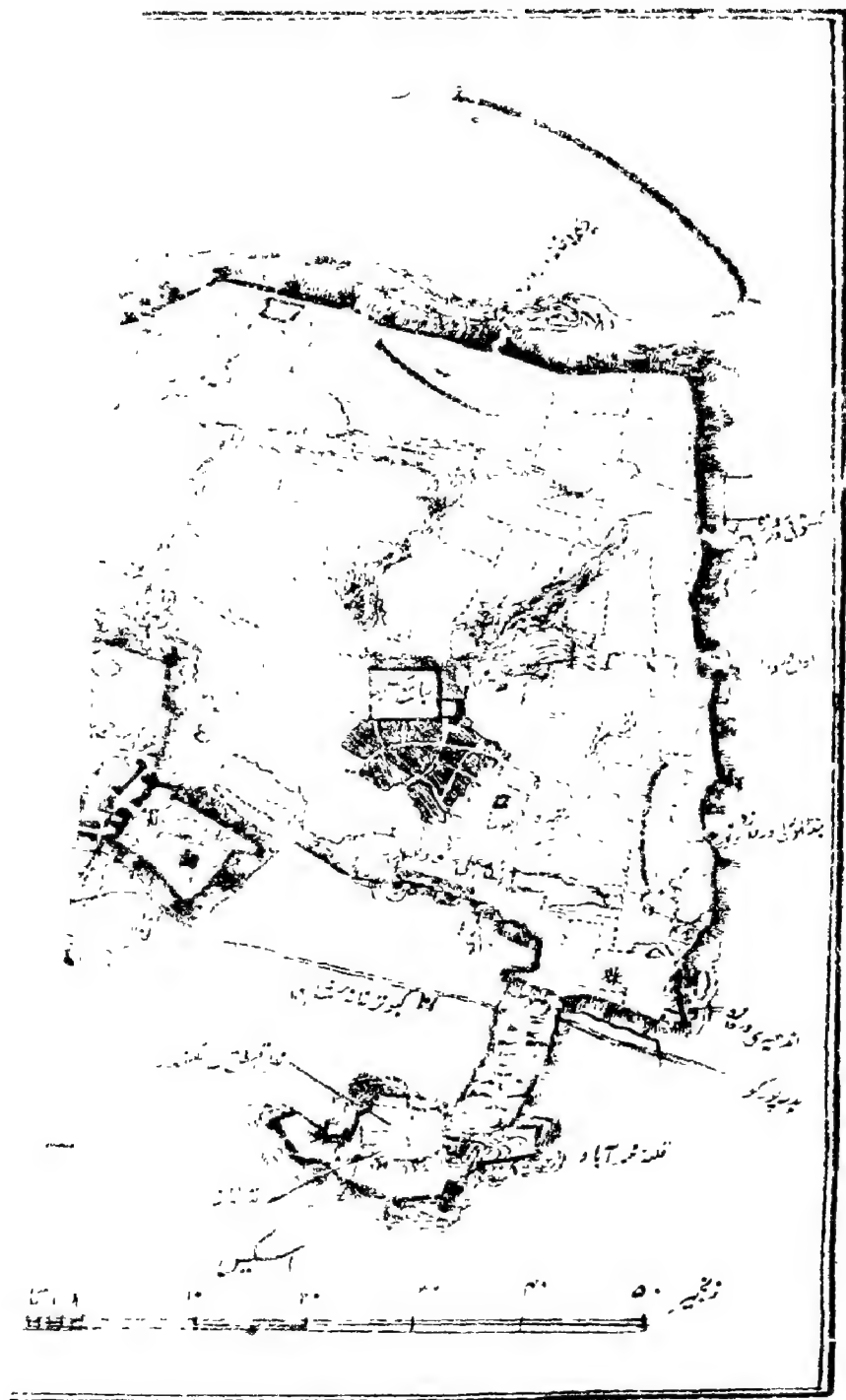
نام کے لحاظ سے یہ قبریں عربوں کی معلوم دیتی ہیں اور وضع قطع بہت پرانی ہو چکا ہے۔  
موقع نیو یارک کے لو جیو کے اہل کے مقبرے کے سامنے جو مسجد کا دروازہ کہلاتا ہے۔  
اسی طرح کی ایک قبر ہے۔

از بند پیش حق نتوان کرد  
آتش دید با ز نور حل

قلم او شہر تغلق آباد

*[Handwritten signature]*

بقلمہ اور شہر کے نام کے جنوب میں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے۔ اس کا نام ک  
ہی۔ آئی ہے۔ یہ قلعہ ایک چھوٹا سا قلعہ ہے۔ اس کا نام ک  
خراب لہذا جائے واسطہ ہے۔ اس کا قلعہ صاحب کو کہتے ہیں۔ یہ مقام پہلے  
تک قلعہ کے نام سے مشہور تھا۔ مگر شہر کے نام کی وجہ سے  
اس کا نام شہر کے نام سے ہو گیا۔ اور شہر کے نام سے  
اور قلعہ کے نام سے ہو گیا۔ اس کا قلعہ بھی ایک چھوٹا سا  
ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ یہ قلعہ ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ اس کا  
نیا شہر تیسری صدی میں جو تیار ہوا۔ اس کا قلعہ ایک چھوٹا سا  
اس کے نام سے ایک قلعہ نشان ہے۔ اس قلعہ کی شکل  
مشرق کی ہے۔ جس کے ایک طرف ایک چھوٹا سا قلعہ ہے۔ جن میں  
ایک ضلع میں جو تھا۔ اس کے ایک طرف ایک چھوٹا سا قلعہ  
میں آباد ہیں۔ اس کے ایک طرف ایک چھوٹا سا قلعہ  
جنوب و شرق کے قلعہ میں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے۔ اس کا  
تعلق آماو کا سا اور چار میل سے صرف ایک ہی فرلانگ کم ہے۔ قلعہ ایک مرتفع  
پہاڑی ٹیلے پر واقع ہے۔ چاروں طرف سے پہاڑی دروں سے گھرا ہوا ہے۔  
صرف ایک ہی طرف نشیب ہے جو غالباً خشک شدہ تالاب کا شکم ہے۔ قلعہ کی تفصیل  
بڑے بڑے بھاری پتھروں کی ہے جو غیر معمولی جسامت کے ہیں۔ تفصیلاً میں





میں دو سوستر لہ برجی دار چتر سے سٹنٹے ہوئے ہیں۔ اس فصیل میں سب سے بڑا بھاری پتھر جنرل صاحب نے دیکھا وہ ۲۷ فٹ لمبا اور ۱۷ فٹ اونچا چوڑا تھا۔ جس کا وزن چھٹن یعنی ۱۶۸ من سے زیادہ ہوگا۔ جس پہاڑی پر قلعہ بنا ہوا ہے اس کا جنوبی رخ ڈھلوان ہے اس مقام کی فصیل ۴۰ فٹ اونچی ہے۔ جس میں جا بجا بندوق مارنے کی جھانجیاں بنی ہوئی ہیں۔ جن پر سات فیٹ اونچا کنگورا ہے۔ اس اونچی فصیل کے عقب میں ایک اور ۱۵ فٹ اونچی فصیل ہے اور جہاں نشیب آگیا ہے بلندی یکساں کر کے کو فصیل کی بلندی ۹۰ فٹ تک پہنچ گئی ہے۔ جنوب و مغرب کے کونے میں بالاحصار سارے قلعے کے چھتے حصے میں ہے اور اسی میں ایک بہت بڑے عالی شان محل کے کھنڈر بھی نظر آتے ہیں۔ فصیل کے اندرونی رخ پر لداؤ کے متعدد حجرے ہیں جو بقول جنرل کنگھم قلعے کی فوج کے رہنے کے کو اڑھتھے۔ فصیل کے بعض حصے برج اب بھی بالکل درست حالت میں ہیں۔ فصیل کا رخ اندروا کو مٹھی عمارت کی طرح گاؤ دم ہے۔ قلعے کی وسعت۔ اس کی۔ نے انتہا مضبوطی اور چتر کو دیکھو نے انتہا مستحکم اور پاکہ دار۔ تعلق آباد کی عمارت کی نسبت ایک عجیب غیر منتظمت نشان و شوکت۔ کا خیال پیدا کرتا ہے زار آگیا لوجیکل رپورٹ جلد ۱ ص ۳۲ (۳)۔ کمیشن آرچر لکھتے ہیں کہ ”تعلق آباد کو دیکھتے ہی اس کی حالت ظاہری شان و شوکت و عظمت کا ایک ایسا نظارہ پیش نظر ہوتا ہے کہ میں نے اس سے بڑھ کر اور کبھی نہیں دیکھا۔ مجھے تعجب ہے کہ پتھروں کے اسٹنٹے بڑے بڑے لٹڈ (ڈیم) کیوں کھڑے کئے ہوں گے اور کس طرح (اوپر چڑھا کر) اپنے اپنے موقع سے جمانے لگے ہوں گے۔ تھارنٹن گزٹیر میں لکھا ہے کہ ”قلعے کی فصیل ایسی عظیم الشان ہو کہ اس کو اگر کبھی کچھ زوال آسکتا ہے تو بجز زلزلے کے اور کوئی حادثہ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔“ فرینکلن صاحب لکھتے ہیں کہ ”قلعے کی حفاظت نہایت مضبوطی سے مورچوں اور برجوں سے کی گئی ہے۔ قلعے کے اندر ہی شاہی محل بھی تھا۔ خطرے کے وقت شاہنشاہ یہاں ہر طرح محفوظ و مصلوں تھا کیوں کہ اس قلعے کی چڑھائی اب تک بھی بہت موڑ توڑ کی اور مشکل ہے۔ چٹانوں کی ڈھلوان کی



وجہ سے وہاں تک پہنچنا ہی متعذر ہے۔ قلعے کے پائین میں ایک بڑا وسیع اور عمیق تالاب ہے۔ جس سے ساری فوج کو پانی میسر آتا تھا۔ قلعے کے کھنڈروں پر جو اندازہ اس وقت کی عمارت کا کیا جاسکتا ہے اس کی نسبت مسٹر بکسر لکھتے ہیں کہ "صحن کی تین طرف اور بعض جگہ چاروں طرف مکانات ہی مکانات تھے۔ ہر مکان کی چار دیواری کے اندر جانے کا ایک ہی دروازہ تھا۔ عموماً دروازے کے سامنے ایک والان  $12 \times 12$  ہوتا تھا اور والان کی دونوں طرف دو دو کوٹھریاں ہوتی تھیں جن کا رستہ والان اور صحن میں نکلتا تھا۔ بعض جگہ والانوں کے پیچھے وار بھی متعدد چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں ہوتی تھیں۔ ہر کمرے میں کئی کئی طاق رہتے ہیں لیکن باہر کھلتی ہوئی کوئی کھڑکی نہیں ہوتی۔ قلعے کے صدر دروازے کی چڑھائی بڑی سخت اور اونچی اور پتھر پر ہے۔ چون کہ قلعے کے اندر کی اکثر عمارتیں منہدم ہو گئی ہیں تو ان کے سنبے سے رستہ اور بھی اٹ گیا ہے۔ یہ چڑھائی ایسی بے قصبہ ہے کہ چڑھتے چڑھتے دم چڑھ جاتا ہے۔ صدر دروازے بڑے بڑے پتھروں سے بنے ہیں۔ اس سے پیٹھ ہو کے میں جو پاس کے پاس اسی پہاڑ میں سے تراش لیے ہیں۔ تھکے کھکے تیرہ دروازے ہیں اور بالا حصار کے تین اس کے سوا۔ سرسید پور وایتوں کی بنا پر بیشتر لکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شہر اور قلعے کے ملا کر (۵۶) کوٹ (برج) اور (۵۲) دروازے تھے۔ لیکن جنرل کنگھم کا قول اس کے خلاف ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ تغلق آباد میں سات تالاب ہیں اور بڑی بڑی عمارتوں کے کھنڈروں کا تو کوئی شمار نہیں مثلاً جامع مسجد اور بوج مندر۔ جنرل کنگھم صاحب تغلق آباد میں برج مندر کا ہونا تسلیم نہیں کرتے اور سرسید بھی اس نام کا مندر جہاں پناہ میں ہونا کہتے ہیں اور یہی صحیح بھی ہے جس کی صراحت اپنے موقع پر آئے گی۔ فرینکلن صاحب لکھتے ہیں کہ "یہاں تین بڑی بڑی باولیاں بھی ہیں جو اب بھی درست حالت میں ہیں۔ یہاں بڑے بڑے بچہ تہ خانے بھی ہیں جو تیس سے لے کر چالیس چالیس

۱۱ قلعہ کے ایک برج کا نام شیر منڈل ہے ورنہ تغلق آباد کہاں اور بچہ منڈل کہاں۔ بچہ منڈل ہا  
بیلہ پور کے پاس ۱۲

سطح زمین سے گہرے ہیں۔ شاہی تہ خانے میں چھ مدور کمرے ہیں جنکی چھت محلوں پر تھمی ہوئی ہو اور چھت میں دو فیٹ قطر کا روشن دان بھی ہو۔ یہ کمرے بیس بیس فٹ قطر کے ہیں جو گرمی میں سرد خانے کا کام دیتے تھے۔ ان کمروں کے ساتھ ۴۰×۳۰ کے پختہ سنگ بست ۸ حوض بھی ہیں۔ علاوہ دو باولیوں کے تیسری باولی بالاحصار کے پاس ہے۔ بالاحصار تو بالکل تباہ اور نرا کھنڈر ہی کھنڈر رہ گیا ہے۔ بالاحصار کے پیچھے کا حصہ تو شاید کبھی آباد رہا ہو تو رہا ہو۔ قلعہ جس قدر دور سے بجایا جھک اور شان دار عظیم الشان معلوم دیتا ہے اندر جا کر اتنی ہی مایوسی ہوتی ہے کہ بجز ٹوٹی بھوٹی عمارتوں۔ کھنڈروں اور مٹی پتھر کے ڈھیروں۔ ویرانی اور تباہی کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ستیاچ جب اس ہیبت ناک نظارے کو چھوڑ کر باہر نکلتا ہے تو پھر عالی شان فصیل سے بفلک مورچوں کو دیکھتا ہے اور اس کی نظروں کے سامنے وہی سما پھر جاتا ہے کہ اس کا کبر جس قلعے اور شہر کی بیرونی حالت ایسی پر شوکت شان ہے اس کے اندر کیا کچھ نہ رہا ہوگا۔ کبھی تو قلعہ مٹا اور یہ ایک بڑا بھاری شہر یا ایسی بساط الٰہی کہ آج صرف گوبروں کا ایک کم حیثیت گاؤں رہ گیا۔ جس کا نام صرف اُن اُچھے پچھے مکانوں اور کھنڈروں کی بدولت چاروانگ عالم میں مشہور ہے اور دور دور سے لوگ زمانہ گزشتہ کی شان و شوکت غمت و جبروت کی اس نجی مٹی گری پڑی باقی ماندہ یادگار کو دیکھنے کے لیے برابر چلے آتے ہیں۔ دیکھتے ہیں اور حسرت و افسوس کرتے ہیں کہ فنا کے زبردست ہاتھوں کے سامنے سب خاک ہے۔

۵ زمین چین گل کھلاتی ہو کیا کیا بدلتا ہو رنگ آسماں کیسے کیسے جو بیان قلعہ تغلق آباد کا اور لکھا گیا وہ اس ویرانے کی بہت عمدہ تصویر ہے لیکن بطور قنیشنگ پچ (کیفیت مختتم) کے اتنا اور لکھا جاتا ہے کہ گو قلعے کے متعدد دروازے ہیں مگر سڑک کی جانب جو دروازہ ہے وہ تو بالکل معمولی سنگ خارا کا ہے اور اتنا بلند بھی نہیں کہ اس میں سے ہاتھی جا سکے سیڑیاں ساری ٹوٹ پھوٹ گئیں قلعہ تک پہنچنا بھی وقت طلب ہے۔ دروازے سے آگے بڑھنے کے بعد بائیں طرف ایک بڑا عمیق وسیع گڑھا ملتا ہے جس میں اب زراعت ہوتی ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی تالاب تھا جو خشک ہو گیا لوگ کہتے ہیں کہ نہیں یہاں پہاڑ تھا

اسی کو کاٹ کاٹ کر قلعے کے لیے پتھر لیے ہیں اس وجہ سے یہ گرٹھا ہو گیا ممکن تو  
 کہ ایسا ہی ہو گیا ہو مگر یہ گڑھا قدرتی طور پر چاروں طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے اور  
 ایک بنا بنا یا مضبوط اور قدرتی بنکات لایا ہے۔ اس کے بعد پھر ایک دروازہ ملنا کبر  
 اس کے اندر سے قلعے کی عمارتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے یہیں ایک قلندرانی چھت  
 کی چھوٹی سی شکستہ مسجد ہے لیکن قلعے کی وسعت اور مکانات کی کثرت کے لحاظ سے  
 بڑی مسجد اور کوئی رہی ہوئی جو ہم کو نہیں ملی۔ پہلے ہم سب سے اونچے برج پر  
 چڑھے جو شیر منڈل کہلاتا ہے اور اچھی حالت میں ہے اس پر سے سارے قلعے کی  
 عمارتوں کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں اور دور دور کا اٹھارہ ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ قلعے کے  
 اندر کی ساری عمارتیں کیا چھوٹی کیا بڑی سب کی چھتیں گر گئی ہیں چار دیواریں گئی  
 ہیں والان پیش والان کوٹھریاں غسل خانے پائے پائے۔ رہا ہر جگہ چھوٹے دروازے  
 اور باہر کے بڑے چھانک سب موجود ہیں مگر چھت کسی کی نہیں خدا جاسے عجیبوں پر  
 کیا آفت آئی تھی۔ مکانات چھوٹے معمولی حیثیت کے اور بڑے بڑے محل کی منظر  
 اور دو منزلہ اور بعض پر منزلہ سب قلعے میں دفن ہو چکے ہیں۔ بڑے محل ہیں بعض چک  
 خالی محرابیں گھڑی ہیں۔ جا بجا خاصے عجیبوں۔ مولی حیثیت کے لوگوں کے مکانات  
 بھی ہیں اور امرا کے عالی شان محل بھی۔ ساری عمارتیں سنگ خارا کی چوڑے سے  
 بنی ہوئی ہیں اور مکانات کی وہ کثرت اور پیچ بچ ہر کہل دھڑلے کو خالی جگہ نہیں۔  
 پہلے ضرور شریکیں اور رستے ہوں گے مگر اب تو ساری جگہ کوچھاڑیوں اور کانٹوں  
 نے گھیر لیا ہے۔ مکانات جو گر گئے ہیں ان کے طے اور پتھروں نے رہا سہا رستہ  
 بھی بند کر دیا اور ایسی چیقلش ہو گئی ہے کہ قدم دھرنا محال ہے۔ فصیل کے بڑے بڑے  
 برج بعض قائم ہیں بعض گر گئے کچھ گر رہے ہیں۔ فصیل بھی جا بجا سے گر گئی ہے مگر  
 پھر بھی بہت بڑا حصہ قائم و برقرار ہے اسی میں مقررہ فصل سے برج بنے ہوئے ہیں  
 عمارتوں کی موجودہ حیثیت سے نزاکت اور نفاست نہیں معلوم ہوتی۔ صدر دروازہ  
 بھی بعد از جس میں بڑی بڑی لمبی لمبی کڑیاں لگی ہوئی ہیں اور انہیں کڑیوں کا ٹاؤ  
 بھی ہے۔ شیر منڈل کے برج پر سے دیکھو تو دلی کا سارا شہر اور عمارتیں صاف نظر آتی  
 ہیں۔ شمال مشرق کی طرف ریل دوڑتی ہوئی نظر آتی ہے اور اس کے پیچھے اوکھلا

شمال کی طرف کا لکھا جی کا مندر۔ درگاہ حضرت نظام الدین کا گنبد۔ کلو کھر کی ریکوئیشن  
 بزمابوں کے مقبرے کا اٹھ۔ بے کی طرح کا سفید سفید خوش نما گنبد پرانے قلعے کی فصیل کا  
 کچھ حصہ۔ جامع مسجد کے مینار۔ لال قلعے کے وائرلس ٹیلیگراف کے اونچے اونچے  
 کچھ۔ صفہ جنگ کا مقبرہ۔ رات سینا کی عمارتیں وغیرہ۔ اب کہ سے کم  
 اتر دیا جیسے کہ قلعے کے اندر کے پتھر ہوئے پتھر ایک طرف کر دیئے جائیں کچھ  
 بھاڑی کٹھ اوی جائے کہ ذرا چٹنے کا راستہ نکل آئے اب تو بے ٹھوکر کھائے اور  
 باقی باؤں زخمی کیئے کے وقدم چلنا مشکل ہو۔ شیر منڈل کے پاس ایک بہت بڑی  
 منبر۔ باؤں ہو ۱۱۱ء۔ اور ستر فیٹ گہری جو دھ گئی ہو اور شام جیسا کہ  
 آت گیا ہو۔ یہ باؤں سنکا خاں۔ کہ بڑے بڑے ڈھیموں سے بنائی گئی ہو  
 اور سنکا خاں کی بندش چو طرف ہو۔ سپٹ سیر میاں بھی ہوں گی بن کا اب صحت نشا  
 رہ گیا ہو۔ باؤں کی سٹیل ہو۔ شمال اور جنوب کے دو طرف کی بندش کی دیواریں ایک  
 باقی ہیں اور یہی اُس کا طول جو مشرق مغرب میں کی دیواریں دھ گئی ہیں۔ یہیں ایک  
 بڑی بھاری لمبی اور گہری سرنگ جو ایک طرف بدرہہ رد ڈلی جانب قلعے کے  
 باہر نکل گئی ہو اور دوسرا رخ اُس کا جدا جانے کہاں تک گیا ہو۔ سرنگ کا ایک  
 دروازہ ہو تھوڑی دور تک دو طرف طاقی نما جہزے بہت ہوئے ہیں مگر تاریکی کے  
 سبب سے اندر جاتے ڈر لگتا ہو۔ آگے پہل کر جوں۔ سلسلہ مستطع ہو گیا ہو نری  
 سرنگ چلی گئی ہو جو تھوڑی دور آئے بڑھ کر پتھ گئی ہو۔ سرنگ میں بالکل اندھیر  
 ہو لاکھین ساتھ ہونا ضروری ہم دیسلانیاں کھینچ کھینچ کر نول ٹول کر قدم بڑھاتے تھے  
 پچاس میٹر میاں اُن کر ہم طہار کی میں پوچھے۔ شروع شدوع میں تو کچھ اجالا ہی پھر  
 اندھیرا لھب سیر میاں کچھ درست ہیں کچھ شکستہ جو درست ہیں اُن پر بھی روڑے  
 گر کر پاؤں نہیں جیتا۔ پہلے تو ہم سیدھے پہلے آئے اندھیرے کے ساتھ سر پر  
 چٹان بھی آگئی بیٹھ کر گھسٹنا پڑا اب کھر کی آئی جان میں جان آئی تاریکی سے روشنی  
 کی نعمت پائی۔ کھر کی کا پٹ پتھر کی سلوں کا ہو اُس کے پیچھے مٹی آٹ جانے سے  
 برا نہیں کھلتا کچھ بھڑا رہتا ہو دہلا پتلا آدمی تو خیر معمولی جسامت کا آدمی آرا تر چھا  
 ہو کر دوب و بار نکل جاسکتا ہو مگر موٹے آدمی کا گزر نہیں اب ہم قلعے کے دامن

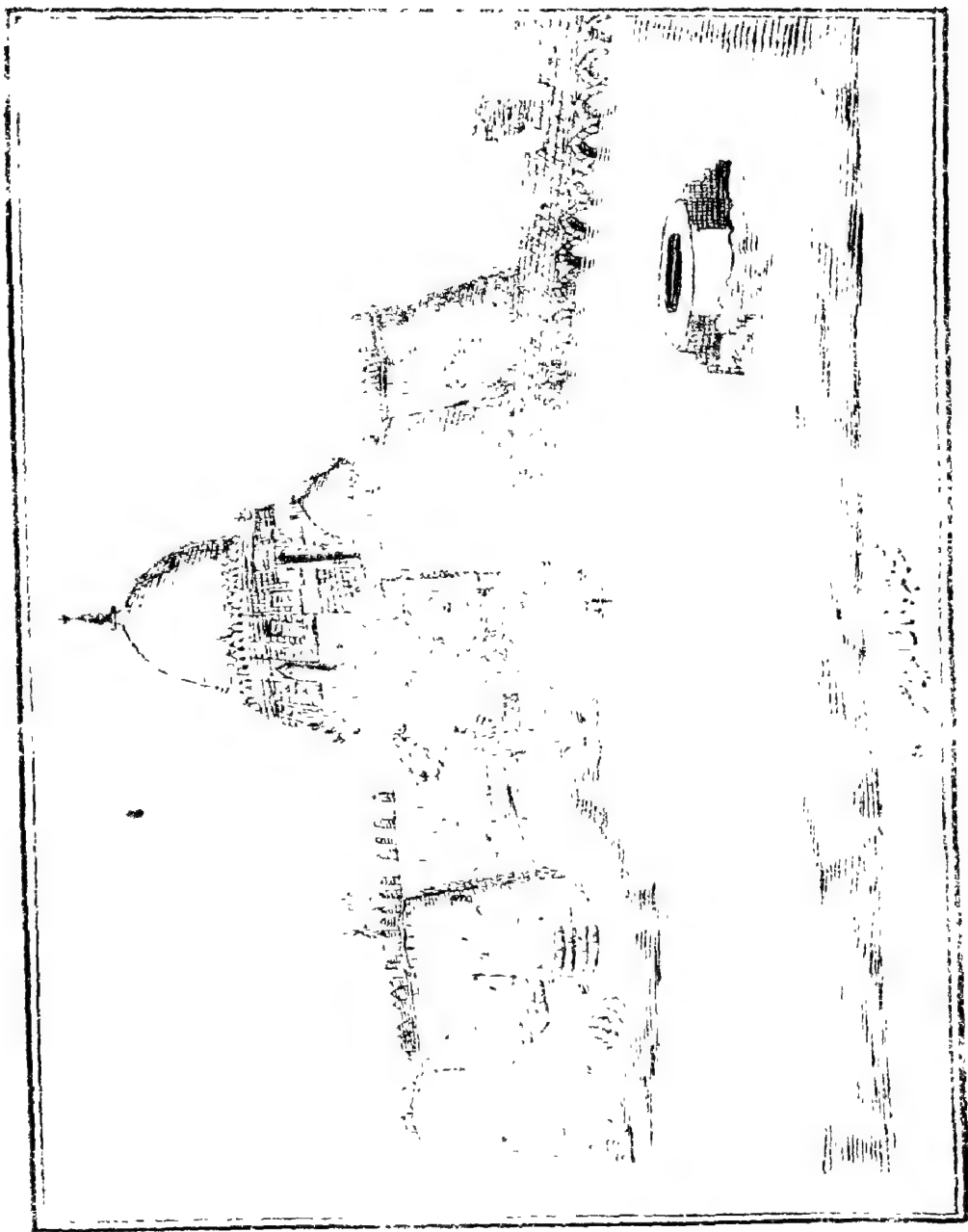
میں آگئے پھر ہاں سیریاں میں ٹوٹ پھوٹ گئیں غرض پھسلتے پھسلاتے شکر پر پہنچے  
کیوں کہ قلعہ بالکل شکر سے ملا ہوا ہے۔ قلعے کے دروازے اس وقت جو شہر میں  
وہ یہ ہیں۔ چکلا خانہ دروازہ۔ دھوبن دھوبنی دروازہ۔ نیم والا دروازہ۔ سولی دروازہ  
کھڑکی دروازہ۔ ہاتھی دروازہ۔ اندھیری دروازہ۔ بنداولی دروازہ۔ راول دروازہ  
بھٹولی دروازہ۔ کھجور والا دروازہ۔ چوک دروازہ۔ ہوٹری دروازہ۔ لال گھنٹی دروازہ  
تکھڑ دروازہ۔ طلائی دروازہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

## مقبرہ غیاث الدین تغلق شاہ

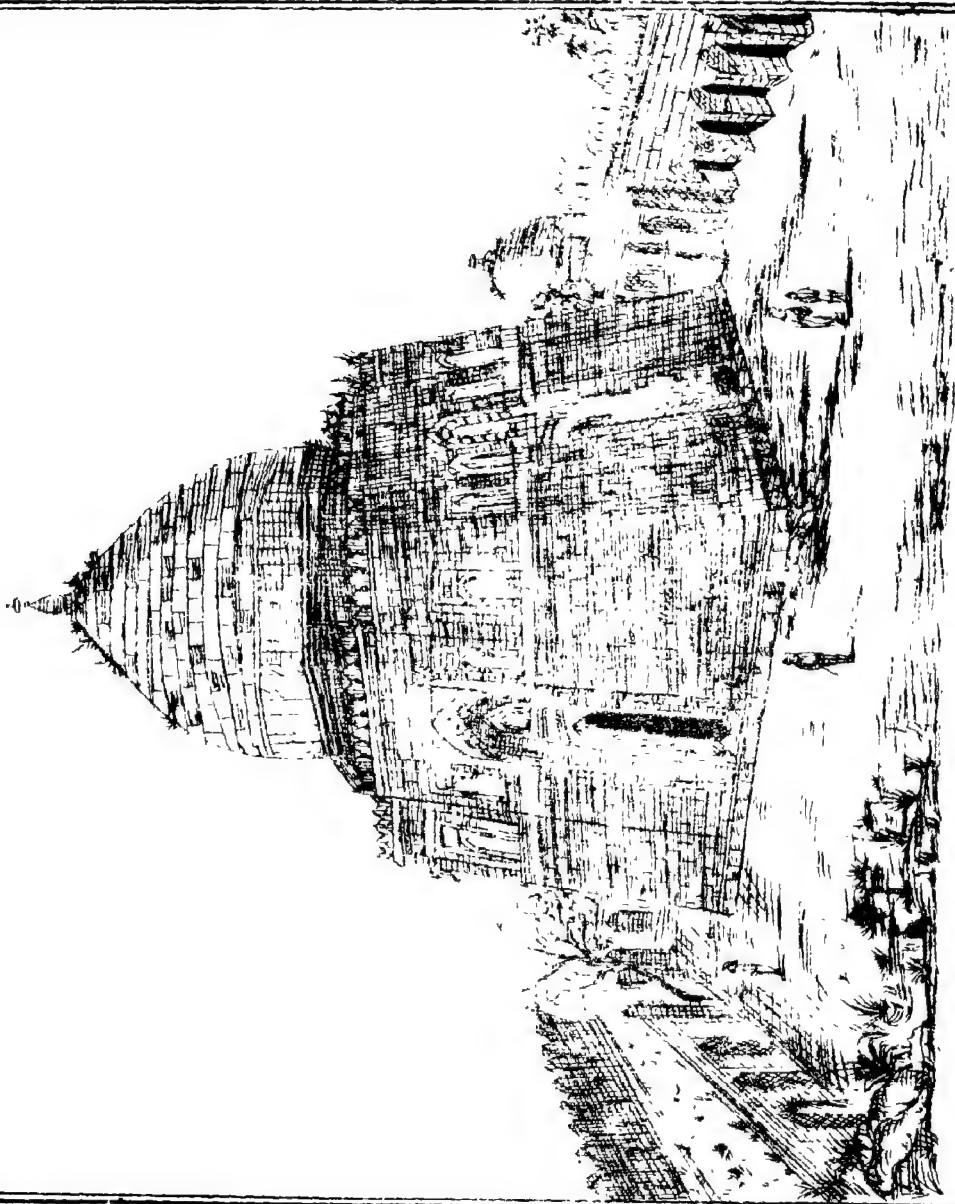
۲۵-۲۱ عہد ہجری  
۱۳۲۰-۲۵

ایں دہر کہ بود مدستے منزل ما  
نامد بجز از بلا و عسّم حاصل ما  
افسوس کہ حل نہ گشت یک مشکل ما  
رقیم دہزار حسرت اندول ما

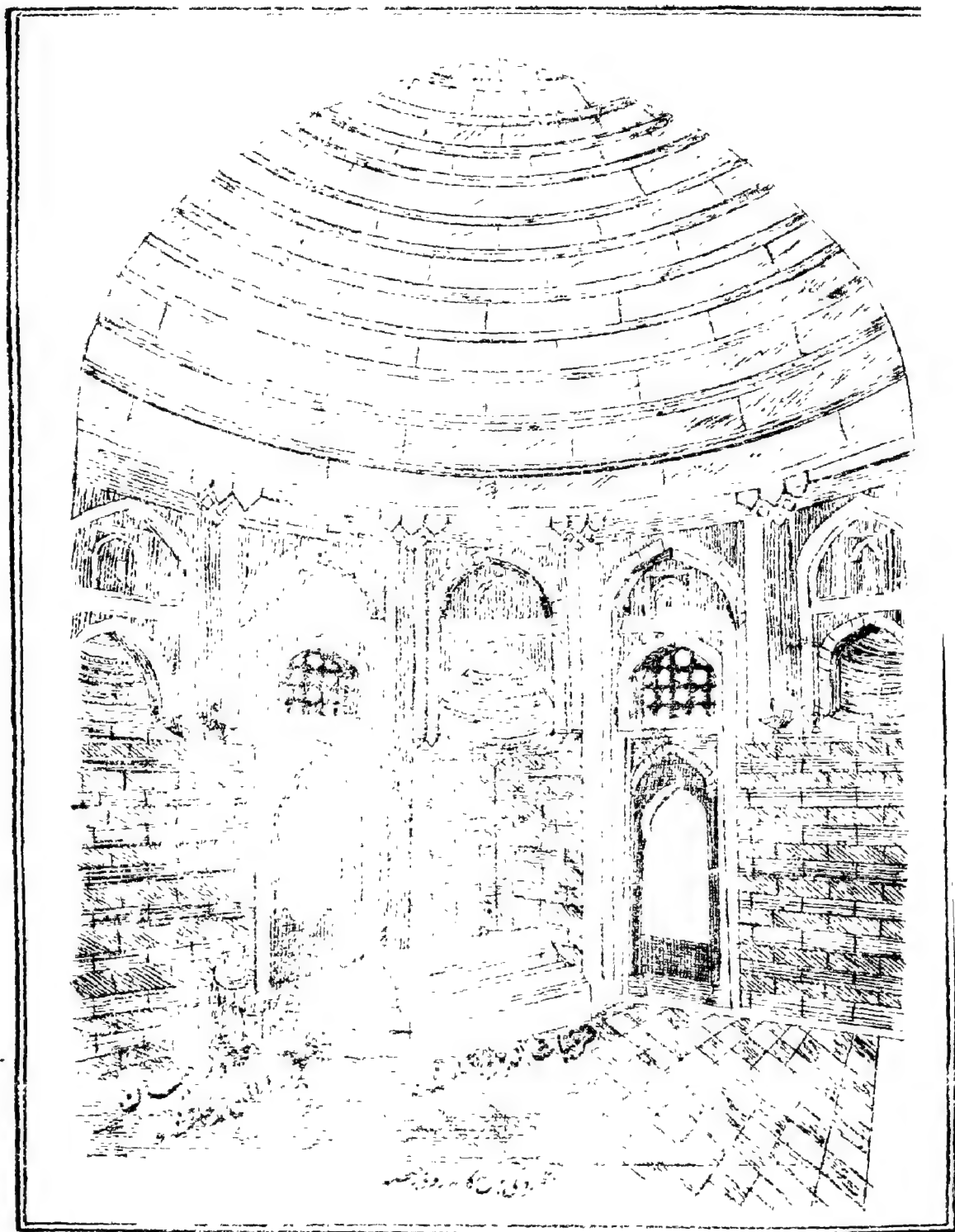
اس بادشاہ کا مزاج عجیب و غریب اور انوکھا تھا۔ لیکن بڑا جفاکش اور جبری تھا  
اس نے مغلوں کے دانت کھٹے کر دیئے اور پیا پیر چار حملوں کا منہ اس زور و شور  
اور قتل عام سے پھیرا کہ مغلوں کے پرچے اڑ گئے اور وہ ایسے مرعوب ہوئے  
کہ پھر اس بادشاہ کی زندگی تک تو مغلوں نے ہندوستان کا رخ بھی نہ کیا۔ اس  
بادشاہ کی غایت درجے کی جرأت۔ ہمت اور استقلال کے ڈنکے دنیا میں بچ گئے  
۲۵ عہد ہجری میں ہنگامہ پونہچ کروہاں کے صوبہ دار کی سرکونی کی اور اس کے گٹے میں  
رستی بند ہوا کہ گھسٹتا ہوا دلی بھجوا یا اور خود بھی بعد فتح و نصرت دلی کو واپس ہوا۔  
وہیں خبر لگ گئی تھی کہ بادشاہ کے غیاب میں چند بڑے بڑے لوگ کہہ رہے ہیں  
کہ میں اب بادشاہ دلی آچکا اور نجوی بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں لیکن  
اس اولوالعزم نے فدا بھی ان مہلات کی پروا نہ کی اس کا منہ سنا اور اس کا منہ  
اڑا دیا ان بادشاہی باتوں سے ذرا بھی اُس کی ہمت اور استقلال میں فرق نہ آیا۔  
حضرت نظام الدین اولیا بھی بادشاہ سے کچھ بدظن تھے اور کہا جاتا ہے کہ اُن کا  
رہجھاں خاطر شاہزادے محمد شاہ تغلق کی طرف زیادہ تھا اور وہی آپ کا مور و عنایات  
والطاف تھا۔ بادشاہ کو حضرت کا شاہزادے کی طرف ضرورت سے زیادہ متوجہ ہونا



بنو خورشيد الدين قلعہ







اور اپنے سے رکاوٹ ناگوار تھی حکم دیا کہ اُن سے کہہ دو کہ دلی سے چل جائیں اور یہ بھی کہا کہ خیر جس کے دل میں جو آئے کہہ لینے دو۔ ذرا مجھے دلی پہنچ لینے پھر دیکھنا کیسی ان سب کی خبر لیتا ہوں۔ آخر الامر بادشاہ کی آمد آمد کا غلغلہ بلند ہوا اور بھی معلوم ہوا کہ بادشاہ کی سواری دلی کے قریب تک آن پہنچی ہو اور اب کوئی دن باقی ہو کہ دلی میں داخل ہوگی۔ حضرت کے حلقے کے لوگ بادشاہ کی آمد آمد سن کر کھڑے کہ خدا جانے کیا واقعہ پیش آئے اور آپ کو ملتان قشربے لے چلنے کی صلاح دی۔ لیکن آپ کا بھروسہ خدا کی ذات پر تھا اور بڑے کو جو وقار و ستانت شمار تھے اور لَمْ تَخْشَعْ إِلَّا اللَّهَ (ہم سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے) پر پورا عمل رکھتے تھے۔ ذرا بھی آپ کو ہراس نہ ہوا اور جب آپ نے سنا یہی فرمایا ”ہنوز دلی دور است“۔ آخر کار بادشاہ افغان پور تک آن پہنچا جو دلی سے صرف چھ میل ہی۔ افغان پور ہی میں بادشاہ کے نزول اجلال کے لئے ولی عہد نے ایک چوبی محل طیار کرایا تھا جو صرف تین دن میں بنا کر کھڑا کر دیا تھا۔ خیارالین برنی مصنف تاریخ فیروز شاہی لکھتے ہیں کہ یہ مکان صرف بادشاہ کی شبشب استراحت کے لئے بنوایا گیا تھا تاکہ اس میں شب باس ہو کر صبح کے جلوس کے ساتھ شاہی سواری دارالسلطنت میں داخل ہو۔ بادشاہ کی سواری دوسرے محلے رونق افروز ہوئی اور اسی محل کو اپنے قدوم سمیت لزوم سے شرف بخشا۔ بادشاہ دوسرے کے خا۔ صے سے فارغ ہوا۔ اور دارالکین سلطنت باتھ و کھنجر کو باہر نکلے کہ اسی اشار میں بجلی گری اور چھت و صطرام سے آن پڑی۔ بادشاہ اور اس کے ساتھ اور پانچ چھ شخص دب کر مر گئے۔ ابن بطوطہ نے ایک اور ہیبت لکھی ہو اور بجلی گرنے کے مقابل میں وہ زیادہ قریب قیاس معلوم دیتی ہے۔ ابن بطوطہ نے پہلے تو اس عارضی عمارت کا حال لکھا ہے بعد یہ بھی لکھی ہے کہ وہ موقع و محل تاک کر ہی ایسی محکم سے بنایا گیا تھا کہ ذرا سی ٹھیس کے ساتھ و صطرام سے آن پڑے۔ غرض یہ کہ بادشاہ اسی محل میں اترا اور لوگوں کی دعوت کی اور لوگ کھاپی کر جدھر کے آدھر چلے گئے۔ ولی عہد نے معروضہ پیش کیا کہ ہاتھیوں کے جلوس نظر انور سے گزرے جو مقرون اجابت ہوا۔ بادشاہ چیتا بیٹا محمود بھی ہم کابھی

القصر حب با تھی اُس طرف سے گزر رہے تھے (تو خدا جانے کیا واقعہ پیش آیا) کہ ایک دم سے محل بیٹھ گیا۔ بادشاہ اور شاہزادہ محمود دونوں اُس میں دھب گئے۔ محمد شاہ گھبرا یا اور فوراً کدال پھاوڑے وغیرہ لائے کاغل مچایا مگر درپردہ انگلاروی اور شاموں شام تک کسی نے خبر نہ لی۔ شام ہونے کے بعد کہیں کھدائی کی نوبت آئی تو بادشاہ کی نعش اس حیثیت سے نکلی کہ بادشاہ تو اوپر تھا اور شاہزادہ نیچے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ شاہزادے کو بچا۔ نے کے لیے اوپر چڑھ گیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ کا دم بھل گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں زندہ تھا لیکن اُسے مار ڈالا۔ یہ واقعہ یکم ربیع الاول ۱۰۳۶ھ کو ہوا۔ نعش کو راتوں رات جا کر اُس مقبرے میں دفن کیا جو خود بادشاہ نے تعلق آباد میں بنوایا تھا۔ یہ سب چال بازی خواجہ جہاں وزیر کی تھی کیوں کہ وہ محمد شاہ کا طرفدار تھا اور اسی کی سفارش سے مرتبہ وزارت کو پونچھا تھا اور اُسی کا کلمہ پڑھتا تھا۔ ابن بطوطہ نے تو ساری بلا محمد شاہ تعلق کے سر دھردی اور باپ کے قتل کا مجرم اُسے ٹھہرایا اور پہلے سے بھی باپ بیٹوں میں کشیدگی تھی۔ باپ حضرت نظام الدین اولیاء کا صاف نہ تھا اور بیٹا اُن کا حد درجے معتقد اور ہمیشہ اُن کی مجالس میں آیا جاتا تھا چنانچہ حضرت نے حالت وجد میں تحت و تاج کی اُسے بشارت دیدی تھی۔ ابو الفضل وزیر اعظم اکبر شاہ بالکل اس بات کو بے اصل لکھتا ہی اور وہ لکھتا ہی کہ محمد شاہ تعلق پر فوراً بھی اُکھٹا نہیں۔ چون کہ محل جلدی میں بنوایا گیا تھا اُس کا گرجانا محض ایک اتفاقی حادثہ تھا۔ الغرض جب محمد شاہ تعلق تحت نشیں ہوا تو سب سے پہلے وہ حضرت کا قدم بوس ہوا اور جب حضرت کا وصال ہوا تو آپ کے جنازے کو کندھا بھی دیا۔ بقول ابن بطوطہ کے ”غیاث الدین تعلق کا مقبرہ خود اُسی کا بنوایا ہوا ہی اور ایسا ہی ایک مقبرہ اُس نے اپنی محبوبہ دارکنی زائیں ملتان میں بھی بنوایا تھا۔“ لیکن قول مرجم و معتبر یہ ہے کہ یہ مقبرہ محمد شاہ تعلق نے اپنے باپ کی وفات کے بعد برس کے اندر ہی اندر بنوایا۔ دارالامان کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ یہ وہ محل ہے جہاں بلین بادشاہ کی قبر ہے لیکن غیاث الدین تعلق کا مقبرہ بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ فیروز شاہ تعلق جو غیاث الدین تعلق کا پوتا تھا یہ لکھتا ہے کہ ”یہ مقام دفن اصحاب کیا

کاہی۔ میں نے اس میں صندل کی لکڑی کے دروازوں کی نئی جوڑیاں چڑھوائیں اور بزرگوں کے مزاروں پر شامیائے تنوائے اور پردے ڈلوائے۔

اس مقبرے کی حالت جو جنرل کنگھم صاحب نے اپنی رپورٹ میں لکھی ہے وہ یہ ہے۔ یہ مقبرہ ایک مصنوعی جھیل کے پیٹے میں بنا ہوا ہے۔ جس میں حوض شمسی کی چادر اور قلعے کے اطراف کے قدرتی نالوں کا پانی جمع ہوتا ہے اور کسی زمانے میں یہ قلعے کی خندق کا کام دیتا تھا جس سے ایک گوندہ محافظت بھی تھی۔ جھیل کی بیرونی شکل پانچ ضلعوں کی ہے۔ جو قلعے سے بذریعہ ایک چھ سو فیٹ لمبے محراب دار پست پل سے ملا دی گئی ہے۔ پل کے ستائیس درمیں۔ مقبرہ مربع شکل کا ہے۔ جو اندرونی ۳۸ فٹ اور باہر سے ۶۱ فٹ ہے۔ بیرونی دیواریں کنگو سے ۳۸ فٹ اونچان میں ہیں۔ جن میں فی فٹ ۳۳ برک کا ڈھلان ہے۔ اس حساب سے ۳۸ فٹ میں کل ڈھلاؤ ۱۲ فٹ کا ہے۔ دیوار کا آثار پائے میں ۱۱ فٹ ہے جو اوپر جا کر صرف چار فیٹ رہ گیا ہے۔ اتنی بلندی پر صحیح پیمائش کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا مگر جہاں سے گنبد شروع ہوتا ہے وہاں سے آثار چھ یا سات فیٹ کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ گنبد کا قطر اندر سے ۳۴ فٹ اور باہر سے ۴۴ فٹ اور بلندی ۲۰ فٹ ہے۔ گنبد تمام رنگ مر کا ہے۔ کل مقبرے کی بلندی ۷۰ فٹ ہے اور کھس جو سنگ سرخ کا ہے ملا لیں تو اونچان اتنی فیٹ کے قریب ہو جاتی ہے۔ گنبد کی چاروں طرف چار بڑے بڑے محراب دار چوبیس چوبیس فیٹ اونچے دروازے ہیں۔ گنبد کا داخلی دروازہ بڑے سے دروازے کے اندر ایک اور چھوٹا دروازہ ہے صرف ۵ فٹ وس اونچ چڑا ہے جس کی محراب میں سنگ مرمر کی موٹی جالی لگی ہوئی ہے۔ مقبرہ باہر سے مختلف رنگ کے پتھروں سے آراستہ ہے۔ جابجا سرخ پتھر کے ساتھ سنگ مرمر کے پتھر کے مائیں اوکارس لگانے سے دو بالارونی ہو گئی ہے۔ محرابیں سب سنگ مرمر کی ہیں اور ایک چوڑا پتھر سنگ مرمر کا جہاں سے محرابیں شروع ہوتی ہیں عمارت کے چاروں طرف دوڑا ہوا ہے۔ ایک اور سنگ مرمر کا چوڑا اور کھڑا پتھر جابجا فیٹ بلند سیدھی سطحوں کا جہاں سے کہ گنبد شروع ہوتا ہے گردا گرد ہے۔ موجودہ حالت اس مقبرے کی عمدہ اور نفیس رنگ کے پتھروں کی وجہ سے بہت دل خوش کن امد نظر فرمیں لیکن

زمانے کے امتداد سے کچھ اور نکھارا اور روپ اور حسن پیدا کر دیا ہو۔ سنگ سرخ کا  
چھوٹا تاشوخ رنگ جا کر ہلکا پازمی ہو گیا ہو اور سنگ مرمر کی شغافی اور چمک و مک اور  
جلا سے بھی خیرگی دور ہو کر اعتدال آ گیا ہو۔ غرض سرخی اور سفیدی کے رنگ میں جو پہلے  
تباہی مکی تھا اب ایک جان و دو قالب ہو کر ایسے کھل مل گئے کہ اُس میں ایک نئی  
لطافت اور توافقی پیدا ہو گیا ہو۔ مقبرہ مجموعی حیثیت سے فی الجملہ اچھی حالت میں ہو،  
(از آد کیا لوجیکل رپورٹ جلد اول صفحہ ۱۶۶)

جب کہ مستقل مزاج تجربہ کار سورما تعلق شاہ نے (۱۳۷۱ء) میں نئی دہلی کی جو اُس کے  
نام سے مشہور ہو بنا ڈالی تو اُسی کے ساتھ ساتھ اُس نے اپنا مقبرہ بھی بنوایا۔ جیسا کہ  
عموماً دستور ہے (کہ بادشاہ اپنی زندگی میں اپنا مقبرہ بنوا لیتے ہیں)۔ یہ مقبرہ کسی باغ  
میں نہیں بنایا گیا بلکہ ایک زبایت مضبوط اور محصور قلعے میں ایک مصنوعی جھیل کے اندر بنایا ہو  
کاؤ دم دیواریں اور مصر کی عمارتوں کے طرز کا مستحکم مقبرہ جو عظیم الشان حصار اور  
شان دار برجوں کے بیچوں بیچ ہو اس شہج بادشاہ کے لاثانی مقبرے کی تصویر  
نظر میں جمادیتا ہو جو بمقابلہ اُس کے مابعد کے ٹھنڈے دل والے اس پسند خاندان  
کے مقبروں سے جو نفیس اور برے بھرے باغوں میں ہیں بالکل ایک جداگانہ حیثیت  
رکھتا ہو (از ہسٹری آف آرکٹیکچر فرگسن صاحب جلد دوم صفحہ ۶۵۳)۔ مقبرے کا  
باہر کا دروازہ بڑا عالی شان سرخ پتھر کا بنا ہوا ہو جس پر تین سیڑھیاں چڑھ کے پونچتے  
ہیں۔ اچالے کی دیواروں میں بہت سے حجرے ہیں جو غریب غربا کے آرام کے لیے  
بنائے گئے ہیں۔ گنبد میں تین قبریں ہیں۔ بیچ والی قبر سلطان غیاث الدین تغلق کی  
ہو اور اس کے ادھر ادھر جو ایک ایک قبر ہو اُس کی نسبت یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا  
کہ کس کی ہیں۔ اس پر جو سنگ مرمر کا حظیرہ بنا ہوا تھا وہ خا جائے اُٹھا ڈلیا گیا یا  
ٹوٹ پھوٹ گیا۔ ان دو قبروں میں سے ایک تغلق شاہ کے حرم محترم محمد و بیہ جہاں  
کی کہی جاتی ہو اور دوسری محمد شاہ تغلق فرزند غیاث الدین تغلق شاہ کی جس نے بخار  
سے سندھ میں ۱۱۳۶ھ میں انتقال کیا۔

یہ امر واقعات تاریخی سے پایہ ثبوت کو پونچ گیا ہو کہ ہندوستانی شاہزادوں کی تعلیم  
کبھی ایسے عمدہ اصول پر نہیں دی جاتی جن سے اُن کے اوصاف اخلاقی راسخ

اور مستحکم ہو جائیں چنانچہ اس کی ایک کھلی ہوئی مثال محمد شاہ تغلق کے حالات ہیں۔  
یہ شخص تمام سلاطین ماضیہ دہلی سے قابلیت اور لیاقت میں بدرجہ با برصا ہوا تھا۔  
اس کی وسیع معلومات علوم و فنون و ریاضی کی اس درجے بڑھی ہوئی تھی کہ اس  
وقت کے علماء اور فضلا جنہوں نے اپنی ساری زندگی اکتساب علوم میں صرف  
کر دی تھی وہ بھی اس کی اعلیٰ درجے کی قابلیت کے معترف تھے۔ لیکن افسوس  
ہو کہ محمد شاہ تغلق ایک بیباک و بے رحم اور جابر تھا۔ بدقسمتی سے وہ اپنے جذبات  
پر قابو نہ رکھتا تھا اور اس کی چھبیس سالہ سلطنت مصائب و آلام کے واسطے  
مشہور ہوئی۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ اس میں صفات متضاد اور فوق العادت خصائل  
تھے۔ اس کی داد و پرش ایسی تھی کہ گویا ہاتھ میں پڑی نہ تھی مع ہذا خون کے  
ندی تالے بہا دینا بھی اس کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ ملکی پچیدگیوں اور بیماریاں نے بھٹے  
کے مقام پر اس کا خاتمہ کر دیا۔ سلطنت کی حالت اس وقت بہت متزلزل تھی۔  
اس کا بھانجا اور جانشین فیروز شاہ تغلق ایک ہر دل عزیز بادشاہ تھا اور ساتھ ہی  
اس کے بہت نرم دل بھی تھا۔ وہ ہمیشہ محمد بن تغلق کی سختیوں کو سخت تاسف کی نگاہ سے  
دیکھتا رہتا تھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے سب سے پہلے تلافی یافت اور مرحوم  
کی روح کو ایصال ثواب اور مواخذہ عقبی سے بچانے کی کوشش کی۔ گناہ و قسم کے  
ہوتے ہیں حقوق العباد و حقوق العبادوں شخص متضرر کے معاف کیے کے باوجود  
نہیں ہوتے۔ فیروز شاہ کی نیک دلی نے بہت کچھ اشک شونی کی اور لوگوں کے زخمی  
دلوں کو چنکا کیا۔ جن جن کے ہاتھ پاؤں اور ہاتھیں کٹوائی تھیں یا آنکھیں بھلو ڈالی  
تھیں سب کو بہت کچھ دے دلا کر استعالت اور دل جوئی کی اور ان کے تحریری معافی نامے  
ایک صندوق میں رکھ کر بادشاہ کے سر پہنے دفن کر دئے تاکہ ارحم الراحمین اپنی  
رحمت سے اس کی خطاؤں پر قلم غفور و رحیم کرے۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا  
ربا سخی

ممكن نہیں نجد سے عبادت تیری      لطف و کرم و عطا ہو عادت تیری  
قطرہ قطرہ ہیں گو کہ عصیاں میرے      دریا دریا مگر ہو رحمت تیر سی  
دلی میں سنگ سرخ کی عمارتیں کثرت سے ہیں لال قلعہ اور جامع مسجد میں زیادہ تر







مگر زمانہ حال کے پہلے کے اصلی کو اڑ نہیں رہے۔ کلس سنگ سرخ کا، ہوا پر کانو کدار  
حصہ ٹوٹ گیا حصہ زیرین باقی ہے۔ اس گنبد میں اسی چڑھنے کا کوئی زینہ نہیں رکھا گیا۔

مقبرے کے دروازے

کے پاس کا معلوم مقبرہ

سلطان محمد تغلق کے مقبرے کے کمپونڈ کے  
اندر مشرق کے کونے میں اور صد دروازے  
کے بائیں کونے میں خدا جا کس کی قبریں ہیں جو فیروز شاہ  
کی ترمیم کے وقت بھی موجود تھیں بس اتنا ہی

سیٹھ صاحب لکھ کر چپ ہو گئے اور سر سید نے تو اس برج کا ذکر ہی نہیں کیا۔ مقامی  
لوگ ان قبور کو محمد تغلق کے وزیر اور ان کی بی بی کی قبریں بتلاتے ہیں مگر نام کسی کا  
نہیں لیتے۔ مقبرے کے داخلی دروازے پر ایک مٹیا چوڑا کتبہ ہے جو باوجود غور کے  
مجھ سے پورا نہیں پڑھا گیا لیکن بادشاہ کا نام علاء الدولہ والدین صاف ہے  
جس کا زمانہ ۱۳۱۵-۱۲۹۵ء ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں یہ مقبرہ  
بنا اور طرز عمارت اور کتبوں کے خط کی روش بھی غلامی دروازے کی سی ہے۔ کتبہ  
میں سے صرف اس قدر عبارت نکلی ہے: ”باب عمارت خیریں در عہد ہمایوں  
جلس اعلیٰ ..... عالم علاء الدولہ والدین المظفر.....“

یہ مقبرہ ہے تو چھوٹا سا جس کا قطر ۱۹ فٹ ہے مگر بہت خوب صورت ہشت پہل نہایت  
پالس کیے ہوئے سنگ باسی اور سنگ خارا کا بنا ہوا ہے جس کا ایک ضلع ۱۱ فٹ ہے۔ اندر تو  
آٹھ در ہیں مگر دروازے دو ہی ہیں ایک جنوب میں دوسرا مشرق میں جو تنگ اور بہت  
ہیں اس سبب سے مقبرے کے اندر تاریکی رہتی ہے۔ گیلری ۵ فٹ ۷ انچ چوڑی ہے  
مقبرے کے اندر صرف دو قبریں ہیں ایک سنگ مرمر کی ۴-۳-۲-۱ فٹ ۳-۲-۱  
اونچے۔ دوسری گچ کی ۵-۴-۳-۲-۱ فٹ ۲-۱-۱ اونچی۔ ہر در کی محراب پر کلام مجید  
کی آیتیں کثرت سے لکھی ہوئی ہیں۔

جنوب کی طرف پہلی آریج۔ بسم اللہ۔ قل ھواللہ۔ دوسری۔ شہد اللہ  
آقہ لا الہ الا ھوتا ھو اللعنا نیز الحکیم اور آیتہ الکرسی۔ تیسری۔ بسم اللہ۔  
قل ھواللہ۔ چوتھی۔ پانچویں۔ چھٹی آیتہ الکرسی۔ ساتویں بسم اللہ۔ قل ھواللہ۔

آٹھویں مشہد اللہ اور آیتہ الکرسی -

**مشرق کی طرف** - پہلی آرج - بسم اللہ قل اللھم صا لک الملک، تو فی الملک من تشاء وتنزع - دوسری الملک ممن تشاء تا انک علی کل شیء قدیر - تیسری تو لیج اللیل فی النهار تا وتشرق تشاء بغیر حساب - چوتھی - بسم اللہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً تا ما تقدم من ذنبک - پانچویں - صا تا تا و منصرفک اللہ نصر أعزیزاً - چھٹی - هو الذی انزل السکینة تا واللہ جند السموات والارض - ساتویں تا فونرا عظماً - آٹھویں - ویعذب المنفقین والمنفقت تا عزیزاً حکیماً -

**بالائی محرابوں پر** - (۱) بسم اللہ سورۃ والفجر -

(۲) بسم اللہ سورۃ قل اور آیتہ الکرسی تا لہ ما فی السموات -

(۳) وما فی الارض تا لا یما شاء - (۵) وسع کرسیہ السموات تا

وهو العلی العظیم - (۶) لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم - دہ

قل ا تبتنی من الملک وعلستنی تا والحقنی بالصلحین - (۷) یسألونک

عن النحر والمیسر تا لعلکم تتفکرون -

اب صرف ایک کتبہ رہ گیا اور وہی بڑا اہم ہے جس میں بانی وغیرہ کا نام ہے یہ

جنوب رخ پر دروازے کی دلیز میں اندر وار لگا ہوا ہے - کچھ بہت اونچے پچھلی

نہیں ہے لیکن اول تو اندھیرا ہے دوسرے یہ کہ لوگوں نے چرنے اُتارنے کی

غرض سے روشنائی لگا لگا کر بالکل غارت کر دیا ہے صرف داو خاں مرحوم ہمار

پڑھا جاتا ہے باقی حصہ نہیں نکلتا اگر یہ کتبہ پڑھا جائے تو اس مقبرے میں کون کون

ہے صحیح طور پر اس کا پتہ معلوم ہو جائے -

## فصیل مقبرہ

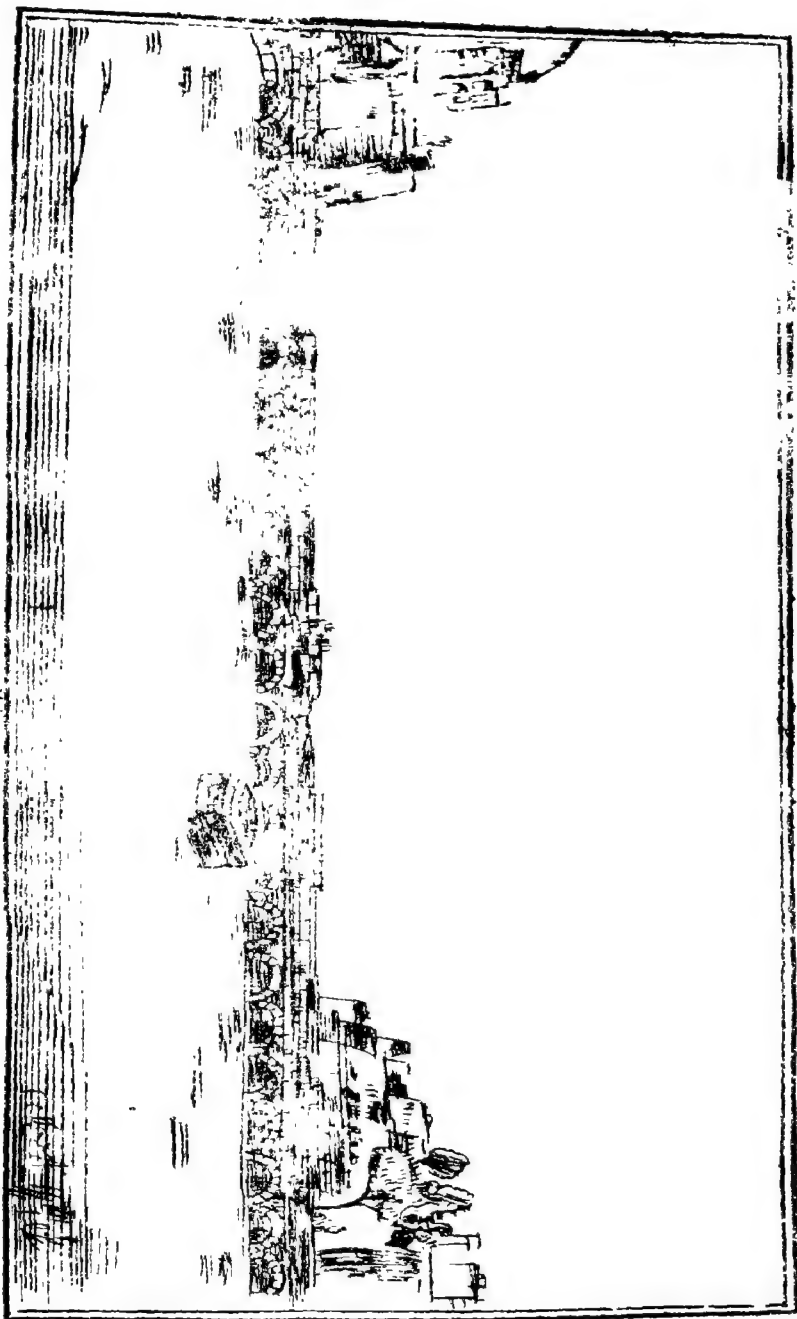
اس مقبرے کی فصیل اور دروازہ بھی نہایت شان دار

اور بقایت خوب صورت ہے - دروازہ تمام سنگ مرمر

کا ہے اور اس میں ایک والان ہے - تینیس سیڑھیاں چڑھ کر مقبرے کے

صحن پر پہنچتے ہیں - فصیل اس کی نہایت عجیب ہے - سمجھ میں نہیں آتا کہ





بنانے والے نے اُس کی فصیل ایسی میڑھی میڑھی کیوں بنائی شاید جس طرح کا پہاڑ ہوگا اُس لحاظ سے فصیل کو بیچ و خم دیتے ہوں گے۔ اگرچہ یہ مقبرہ تگونیہ کوٹ کر کے مشہور ہو یعنی مثلث پر یہ بھی غلط ہو اس واسطے کہ دونوں ساقیں اُس کی مستقیم نہیں ہیں اُن کے بیچ میں بھی ایک زاویہ منفرد پیدا ہو گیا ہو۔ فصیل میں قلعہ کی طور پر برج و بارہ بنے ہوئے ہیں۔ ایک برج تو اس مثلث پر جانب جنوب ہو اور دوسرا مثلث کے شرقی ضلع پر اور تیسرا اور چوتھا قاعدہ مثلث پر جانب شمال اور غرب بنا ہوا ہو۔ تیسرے برج پر ایک اور برج ہو اور اُس میں کچھ نامعلوم قبریں ہیں اور ضلع غربی میں مقابل برج شرقی کے چٹا کنواں ہو کہ اُس کا پانی مقبرے کے رہنے والوں کے ریح میں آتا تھا۔ فصیل کے اندر کے رخ حجرے فقرا اور ساکین کے رہنے کے بنے ہوئے ہیں۔ گرد اس مقبرے کے سلطان فیروز شاہ نے پانی کا بند بنایا تھا اور مقبرے اور قلعے کے دروازے کے بیچ میں پل باندھا تھا کہ اس سبب سے اس مقبرے اور قلعے کو عجیب رونق ہو گئی تھی۔

## مقبرے کا پل

یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ پل کس نے بنایا ہو لیکن قرینہ اس بات پر وال ہو کہ یہ پل فیروز شاہ بن سالار رجب کا بنوایا ہوا ہو جو سلطان محمد تغلق شاہ کے بعد تخت پر بیٹھا تھا۔ فیروز شاہ نے اپنے عہد میں بہت سے پل اور بند بنائے ہیں عجب نہیں کہ یہ بھی اُسی نے بنایا ہو۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو شاہ کے بعد یہ پل بنا ہوگا۔ اس پل اور پانی کے بند بندھنے کے سبب حقیقت میں اس قلعے اور مقبرے میں جان پڑ گئی ہو۔ مشرق کی طرف تو تعلق آباد کا قلعہ ہو اور مغرب کی طرف پہاڑ اور جنوب کی طرف عمارت ہزارستون شمال کی طرف سے پانی اگر قلعے کے نیچے کوسوں تک بھرا رہتا تھا اور اس مقبرے کے گرد پانی بھر کر عجیب عالم دکھاتا تھا اور یہ مقبرہ کٹورہ سا

معلوم دیتا تھا۔ پانی کا لہریں کھانا اور ٹھنڈی ہوا کا چلنا اور پہاڑوں پر سے  
سبزے کا دکھائی دینا جنت کی یاد دلاتھا۔ مقبرے کے چاروں طرف  
اس قدر پانی بھرا رہتا تھا کہ مقبرے میں جانے کو رستہ نہ ملتا تھا اس واسطے  
پہلے مقبرے کے دروازے سے قلعے کے دروازے تک بنایا گیا تھا  
سرسید نے جب ۱۲۹۳ھ میں آثارالصنادید لکھی تو اس وقت تک بھی مقبرے کے  
گرد پانی بھرا ہوا تھا مگر اب تو ایک قطرہ بھی نہیں زراعت ہوتی ہے۔ یہ بند  
پہلے بلیم گڑھ کے راجہ ناہر سنگھ کی عمل داری میں تھا جب ہی وہ شکستہ  
تھا اب سرکار نے اس کی مرمت کرا دی ہے۔ مقبرے سے سڑک تک پہل  
برقرار ہے اور سڑک کی دوسری طرف سے قلعے تک کا حصہ ٹوٹ گیا۔ اب  
یہ پل صرف ۹ فٹ چوڑا ہے جس پر ۳ فٹ اونچی سنڈیریز اور گہرا ۹ فٹ  
ہے۔ پہلی حالت قائم نہیں اب تو صرف رستے کے طور بنا دیا گیا ہے۔ درجہ بیت  
بھر جانے سے آٹ گئے ہیں۔ اگلے وقتوں میں بڑے بڑے نالے جو اس  
فواج میں جاری تھے اس بند میں کاٹ کر ڈالے گئے تھے اور قطب صاحب  
کے تھمس تالاب سے اس میں بارہ جہینے پانی آتا تھا چنانچہ جھرنے میں اب تک  
بند موجود ہے۔ اب وہ تالاب بھی ٹوٹ چھوٹ گیا اور اس کے شکم میں بھی زراعت  
ہونے لگی۔ غرض یہ کہ رائج آمدنی سدا دم ہو گئے اب پل صرف برائے نام  
باقی ہے۔

عادل آباد۔ یا محمد آباد

یا عمارت نہر استون ۱۳۲۸ھ

اسی زندگانی پر سب مست ہیں  
اسی نقش موہوم پر ناز ہے  
کوئی ملک گیری میں ملے تاب ہے

غضب ہو کہ دون ہو فصل بہار  
چڑھے گا چمن پر خزاں کا بخار  
یہی ہستی چند روزہ بھی ہے  
کہ دو دن میں ہو دفتر عیش طو  
کہ دو دن میں سب جو صلے پست ہیں  
جہاں اک طلسم خدا ساز ہے  
کوئی عیش و عشرت میں ملے خواب ہے

تخلیق آباد کے جنوب میں اسی قلعے کے ساتھ دو قلعے اور بھی ہیں جنوب مشرق کے کونے میں جو ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے اُس پر کا قلعہ محمد شاہ تغلق کے نام پر سے محمد آباد کہلاتا ہے اور چوں کہ بادشاہ کا پورا نام محمد عادل تغلق شاہ عرف فخر الدین مجونا تھا اسی کو بعض لوگ مادل آباد بھی کہتے ہیں اور ہزارستون سنگ مرمر کے اس میں لگائے تھے اس سبب سے "عمارت ہزارستون" بھی کہتے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان صرت بطور سیرگاہ کے پہاڑوں کے بیچ میں میدان ہے جس میں ہمیشہ پانی رہتا ہے اُس پہاڑی پر جو بالکل لب آب ہے یہ قلعہ بنایا اور شہر تغلق آباد کے دروازے سے اُس قلعے کے دروازے تک ایک پل بنایا اور اُسی میدان کے غرب میں اپنے باپ کا مقبرہ بنوایا اور مقبرے اور اس قلعے کے دروازوں کے پاس بھی پل بنوایا اور قلعے کی شمالی دیوار کے آگے پانی کے کنارے عمارت ہزارستون بنائی۔ اب تو اس قلعے میں کچھ باقی نہیں رہا ساری عمارتیں گر گرا گئی ہیں اور عمارت ہزارستون کا تو نام و نشان بھی باقی نہیں لیکن وضع و قطع مکانات کے لحاظ سے قرینہ مقتضی اس امر کا ہے کہ ہزارستون کی عمارت بارہ درمی کی وضع کی تھی اور دو منزلہ تھی بلکہ عجیب نہیں کہ سہ منزلہ بھی رہی ہو۔ اس قلعے کے تعمیر کی تاریخ فاذنجلو لھا۔ ہے۔ بعض لوگوں کو شبہ پڑا ہے کہ یہ وہی محل تھا کہ جس کے تلے عیث الدین تغلق شاہ دب کے مرا تھا حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے وہ چھوٹا سا محل افغان پور کے پاس تین دن میں پہنچا جاتا ہے میں بنا تھا جو بجلی کے صدرے سے گر پڑا اور وہ محمد تغلق نے زمان ولی عہدی میں بنوایا تھا اور یہ اپنی تخت نشینی کے بعد بنوایا۔ کہاں وہ کہاں یہ؟۔ ابن بطوطہ نے اس بادشاہ کی شان میں بہت کچھ زہرا گلا ہے اور بہت کچھ برا بھلا کہا ہے مگر الحق یَعْلُو اَیْ لَا یَعْلُو اُس کے منہ سے بھی یہ نکلا کہ یہ بادشاہ سب سے زیادہ محدث تھا۔ شہر تغلق آباد کے جنوب و مشرق میں جو قلعہ ہے اُس کے کئی نام ہیں جس معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہوں کے رد و بدل کے ساتھ مقامات کے نام بھی بدلتے رہتے ہیں۔ کوئی تو اسے "قلعہ شاہنشاہی" کہتا ہے کوئی "دھوبی کا قلعہ" کوئی "واہنا قلعہ" دونوں قلعے بالکل چھوٹے سکیل پر قلعہ تغلق آباد کی نقل ہیں۔ ان کی تفصیل بھی نیچے



پھیل ہوئی اور اوپر سے سکڑی جو بڑے بڑے پتھر کے ڈھیموں سے بنی ہوئی ہو اور حصار کے اندر  
 قلعے کے علاوہ بستی بھی تھی۔ عادل آباد کا دور کوئی نصف میل کا ہو اور دوسرے قلعے کا اس سے بھی کم۔  
 دونوں قلعوں کے اندر بالاحصار مرتفع مقام پر بنا ہوا ہو جو خود فصیل سے محصور ہو۔ عادل آباد کا  
 صدر دروازہ بالاحصار کا بھی داخل دروازہ ہو سب سے فصیل قلعے کے جنوب میں بستی کی طرف ہو مشرق  
 کی جانب تعلق آباد کے سلسلے کے شمول سے فصیل ڈھری ہو گئی ہو اور پل کے برابر دور تک چلی گئی  
 ہو خوشیہ میں بنا ہوا ہو۔ اس قلعے میں ہزار ستون نامی ایک مشہور محل تھا جو علامہ الدین غلیج کے  
 اسی نام کے محل سے بانٹل جدا تھا اور جو بعد میں جہاں پناہ کے حصار میں آگیا تھا۔ سر سید نے  
 اس محل کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے ستون سنگ مرمر کے تھے اور یہ محل سہ منزلہ تھا۔ لیکن اب تو  
 اس کے خلاف اسے ایک بڑا ہال لکھتا ہے کہ جس کے ستون چوبی و انش کیے ہوئے تھے اور چھت  
 بھی چوبی تھی جو پر نہایت عمدہ اور نفیس رنگ کیا ہوا تھا۔ دوسرا قلعہ گوجھو نامی مگر وضع قطع میں  
 پہلے قلعے کی طرح کا ہو۔ اس قلعے چاروں طرف مکانات اور بازارات کے ٹکڑے پڑے ہیں اور جا بجا  
 ٹکڑے ٹکڑے اور نقش و نگار کیے ہوئے پتھر وں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں۔

تعلق آباد کے پاس ہی ایک پہاڑ پر چار برج ہندوانی وضع کے  
 سنے ہوئے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہندوانی عورتوں کے ہیں جو اپنے شوہروں  
 کی وفات کی وجہ سے تپتی ہو گئیں اور زیادہ کوئی تفصیل معلوم نہیں۔

ستیوں کے مٹھ



ستیوں کے مٹھ (تعلق آباد)

حصہ سوم اشاعت دارالحکومت دہلی

## ضمیمہ (۱) فرامین شاہی وغیرہ

دہلی کے عجائب خانہ آثار قدیمہ واقع قلعہ میں بہت سے فرمانوں اور مراسلوں کو بڑی خوش اسلوبی سے سجایا ہے۔ یہ ایک نادر مجموعہ ہے جس کی نقل ہم ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ عجائب خانے کے فرامین کے علاوہ بھی کچھ دستیاں ہوئے تھے وہ بھی اس میں درج کیے گئے۔ فرمانوں کی خطاطی اور عبارت الی دونوں قابل قدر ہیں۔ اب اس نے میں نہ یہ خط باقی ہیں نہ یہ سیاہی میسر آتی ہو جو صد ہا سال کے بعد بھی ایسی سنبھلی ہو کہ گویا آج کا لکھا ہوا ہے۔ ان فرامین کے ملاحظہ سے پرانے زمانے کی شاہی مراسلت اور احکام کا طرز اس زمانے کے محصولات مقامی کے نام ایسے نظر سے گزریں گے جن سے ہمارے کان آشنا نہیں۔ فرامین کے نقل کرنے میں تا بہ امکان اصل فرامین کی طرز کتابت کا تتبع کیا گیا جو زمانہ حال کی اٹلنوہی کے طریقے کی پابندی نہیں کی گئی اور جہاں سطر ختم ہوئی ہو وہاں ایک چلیبہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ تمام فرامین اس قابل ہیں کہ ان کے نوٹ دیئے جاتے مگر اس صرف خطیر کے بار کا عمل ناممکن تھا پھر بھی آپ کو صحیح نمونہ دکھلانے کے لیے دو فرمانوں کے نوٹ دیئے ہیں اسی پر سے ان کی خوبی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱) فرمان سلطان علاء الدین خلجی بنام راجہ رتن سین راجہ چتوڑ مع جواب راجہ ہرودھ بلیح اقدس و ہمایون مار سیدہ کہ ان زبدہ راجگان عقیدت نشان کنیز خوش جمال فرخندہ خصال از جزیرہ سراندیپ آوروہ است باید کہ آں تحفہ صنعت الہی و نمونہ مذرت ایزوی را بزودی روانہ در گاہ فلک اشتباہ ماسازد ہر آئینہ بظہور این خدمت مشایستہ مورد تفضلات شاہی و مطمح نظر انصاف خسروی تواند بود و در صورت انحراف و نافرمانی بپاداشش کردار خواہد رسید۔

عرضی جوابی راجہ رتن سین | بر ضمیر آفتاب نظیر آں خدیو کشور گیر معنی نخواہد بود

کہ شاہان دین دار و خواقین سہولت شمار حریات محترقات و مخدرات محصنات قدویان  
خاص و جان نثاران با اختصاص رائگ و ناموس خود تصور نمی فرمایند و ذات قدسی صفات  
نویس از خلل الحق دانسته مخلوق الہی را بزرگسایہ حفاظت و امنیت خود نگاہ می دارند  
نه باغواہی و ترغیب شہوانی از حد حق پرستی و دائرہ خدا شناسی بیرون  
شتافتہ راہ نا واجب طرعی نمایند۔ حیث است کہ سبھا کا راجل فرماید و خضر طریقہ گری  
نہید۔ پاسباں را زود شدن نشاید و راعی را گرگ بودن نباید و اگر حق طوط  
ہمی اقتصانی کند بسم اللہ این گوے و این میدان۔

بیاد و نوش کن پیانہ چند      فدائے مقدمت پیانہ چند  
لیکن معلوم است کہ در عالم غیرت و ناموس فرہ باغور شیعہ ہمیشہ می کند و موبایلیماں  
مقابل میشود۔ اینک بخش جنت و مردانگی ما در صفت و شہادت و شیر دلی بکف  
وقت ضرورت چو نماد گیریز      دست بگیرد شیر شیر تیز

(۲) عرضداشت خان اعظم مرزا کوکلتاش و جواب فرمان اکبر بادشاہ

کہ از مکہ معظمہ فرستادہ بود و منقول از و ربار اکبری

کمینہ فراشان آستان کیواں مکان ملایک آشیان خاقان جمشید ہشان  
فریدون شان کیخسرو و سنگا گاہ کیومرث بارگاہ سکندر جاہ عالم پناہ انجم سیاہ  
آساں خرگاہ خلل سبجانی غور کو کہ بعرض میرساند کہ اسے انور بر طلب این غلام کمینہ  
فایض و عدا در گشتہ بود جان و دل را کہ خلاصہ آب و گل است با جمعی کثیر از رؤسائے  
اخلاص و اہتہال بخدست حجاب درگاہ گہیاں پناہ کہ مبداء سے سخا و منشا عظمت کبریا  
فرستادن چون مفتی عقل و فتویٰ قاضی گماں بلکہ یقین سجل بحرمان مجوری کہ در وہ  
شہ درماں نوشتہ دادہ بود و بر ناقابلی فرسودہ دست ملالت و ہر گزین کردہ ماند چون  
داست بر یقین کہ اعاویش تحریک اعدا موثر و کار اقاوہ فراج اشرف را بعینیت نوشتہ  
کہ بسامع جاہ و جلال رسانیدہ از کمینہ درگاہ منحرف ساختہ اند و ہاومی رائے عالم آرا

بساط بوسان آن درگاه به قتل و قمع این ستم گناه را بنمون گشته بخاطر رسید که چشم  
 خاکسارین می مقدار بر آید و در خدمت قابلان آندرگاه و آساں نشان پرورش میسر شد عظم خانی  
 و عزیز کوگی و حکومت گجرات سراسر از شده هم بواسطه این تشریفات بخاک نکه مغلطه  
 مقدس منوره رسانیده که با کافران هندوستان جمعی را که پروردگار خوان الوان الغام  
 و احسان بادشاه چهاں پناه باشد در یک خاک و در یک محل مدفون سازد و مختلانی  
 و غایت نئے ادبی است و لاجرم گجرات را که آنکه سموره و آل سلطنت بود به معتدال سپرده  
 غبار ملال و اختلال خویش را از گوشه خاطر خاکروبان آن آستان ملک آستان شسته  
 دست از مطالبات آنجا و پاسے ادب را کوتاه ساخته موافقی که محض بسعی طالبی  
 خود از معارج کفار جمع ساخته بود بدست عدل بیرون آورده از حلال ترین چیزها  
 دانسته سفر گزیده آن قدر جمعیت از مکاسبات مذکور بدست آورده که اگر خواهند منصب  
 اعظم خانی را در بارگاه بادشاه روم کی اشرف مکان ریح مسکون تصرف ایشانست  
 میتوان خرید - اما خلاصه همت مصروف آنست که وظیفه پر دم سستی مصالح پاک دین آن  
 ملک مقرر سازد و مدرسه بنام نامی حجاب بارگاه بنده پرورد حضرت غافقانی با تمام رساند  
 که تا انقراض عالم و زبان مورخان چنان باشد و خود را در مبحث علوم دینی و فکر شعری  
 عبارت از توحید و لغت و منقبت اصحاب بوده باشند و پاسے دولت روز افزون  
 اشتغال میداشته باشد - امید آنست که از رفیقان این کمترین غلامان بر حاشیه ضمیر  
 خاکروبان آستان عبارے نخواهند نشست بلکه طلب سخن چنان و عیب گفتگان که  
 عدم بود این معدوم است بحصول خواهد پیوست که منصب اعظم خانی و حکومت گجرات  
 و محشر عزیز کوگی را باین محروم نمیشوند بناچار جمع مذکورات را پیشکش می نمایند  
 نموده که ایشان را میسر نیست بدون بنده و ممکن که این کمینه را میسر باشد بدون  
 ایشان چون آخر انام نسیم لطیف شامل حال بوستان مطالب و مقاصد دیگران  
 شد و نهال امید و حقوق خدمت بنده را به محرومی خشک سالی بخشیدند - بنده  
 از فردوسی که نهاد عاقبت اندیشی باب گمان آن آستان چند کلمه گستاخی نموده بعرض  
 می رساند که بمبئی خاطر اشرف را از دین محمد صلی الله علیه و سلم بیگانه و متوجب می سازد  
 ماسا که دوست باشند و کمینه که نیک نامی دنیا و عقبی می طلبد دشمن و واجب الاخراج

باشم والا کار دنیا باز بچہ ایست نا پائدار بر حرف دوسہ خوش آمد گوئی آخرت  
بدنیا فروش اعتماد نباید کرو۔ ہمہ عالم را گوش پوش است۔ پیش ازین سلاطین  
بودہ اند کہ ہمہ صاحب تمکین بودند بیچ بادشاہی را دغدغہ نہ شد کہ دعوی پیغمبری و نسخ  
دین محمدی نماید۔ بل ما داسے کہ چون مصحف اعجازی چوں چہا را بار چند بار پسندیدہ باشد  
و شوق قمر با مثال این چیز با واقع نبود مردم میکنند یا رب دغدغہ چہا را یا رب وون کلام جہات  
رامی شدہ باشد۔ قلیج خان صفائی ظاہر و باطن و عصمت جلی دار و یا صادق خاں  
کہ شرف رکاب داری از بیرام خان یافتہ با ابو الفضل کہ شجاعت و حیالش ہجای  
علی و عثمان می تواند بود۔ بخداوند بخاکپا سے بادشاہ قسم جز غریز کسی کہ نیکنامی طلب  
باشد نیست و ہمہ دار بر خوش آمد و روز گذرانیدن دارند و آنکہ نیکنامی طلب بندہ  
است کہ تا بود جز حرف نیکنامی بر زبان نہ آید الحال ہم در مکہ مقدسہ منورہ کاری  
نخواہد کرد کہ خلاف نیکنامی باشد۔

خلاف پیغمبر کے رہ گزید کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید  
فرقہ کہ میان اکابر مجلس بہشت آئیں و بندہ کمترین است ہمین است کہ ابو القاسمی  
در فرمان بندہ اضافہ کردہ دیگران کا فرمان را بر مسلمانان ترجیح داد کہ بر مصحف  
لیل و نہار خواهد ماند۔ آنچه بر بندہ واجب است در آن تقصیر زنت والدعا۔

(۳) فرمان مہری شاہنشاہ جہانگیر۔ جس کی رو سے پچاس بیگہ اراضی پر گنہ  
سکیت میں فیروز خاتون زوجہ سید محمود کو بطور مدد معاش عطا ہوئی مورخہ ۱۰۱۵ھ جلوس  
مطابق ۱۶۰۶ء۔ پشت فرمان پر مہر غیاث الدین کی جو جو زیادہ اپنے خطاب  
اعتماد الدولہ سے شہور ہیں اور شہور نور جہاں بیگم کے والد تھے جو شاہنشاہ جہانگیر کی  
بہیتی بیگم تھیں۔ مہر میں یہ کندہ جو (مرید شاہ جہانگیر غیاث الدین)

درینوقت فرمان عالی شان سعادت نشان شرف اصدار فرمادہ  
یافت موازی پنجاہ بیگہ زمین افتادہ لایق زراعت بار آبھے از پر گنہ سکیت مسکار  
از ابتدا سے خریف تو شعان یل در وجہ مدد معاش مسماہ فیروز خاتون کو ج  
محمود وغیرہ با فرزند ان بموجب ضمن مقرر و مسلم شد کہ حاصلات آنرا افضل مسائل یل

وزیر ہر پیشہ خود خرچ و صرف نمودہ بدعا گوئی دوام دولت ابد قریب اشتغال منمودہ باشند  
می باید کہ حکام و عمال و جاگیر داران و کروریان حال و استقبال و استمرار و استقرار و انجمن  
اقدس اس علی کوشیدہ اراضی مذکور را پیمودہ و حکم بستہ بتصرف آنها باز گذارند  
اصلاً تغییر و تبدیل بدان مذہب و بعلت مالوہات و اخراجات مثل قلعہ و پیشکش و جریا  
و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و بیکار و بیکار و دہشتہ مقدمی و صدوقی قانون گوئی  
و ضبط ہر سالہ بعد از تشخیص خاک و تکرار زراعت و کل تکالیف دیوانی و مطالبات  
سلطانی فراموش نہ سازند و درین باب ۴ ہر سال فرمان و پروانہ مجدد و نطلبند و اگر  
محلی دیگر چیزی داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند از فرمودہ و نگذرنند تحریک فی التاریخ  
۳۱ ر خرداد ماہ الہی ۱۲۸۵ -

(۳) فرمان مہری شاہنشاہ شاہ جہاں جس کی رو سے عہدہ صدارت  
سرکار سنبھل اور بدایوں مع یومیہ دو روپیہ جس کی ادائی خزانہ اکبر آباد سے کی جائے گی  
بنام شیخ فتح محمد جو داماد تھے ملا عبد اللطیف کے مورخہ ۱۲ رمضان سہ جلوس  
شاہجہانی (۱۸) مطابق ۱۰۵۲ھ

اسد اکبر

درینوقت عالی شان سعادت نشان شرف اصدار و ایراد دریافت کہ خدمت  
صدارت سرکار سنبھل و سرکار بدایوں بغضیلتاب شیخ فتح محمد خویش ملا عبد اللطیف  
سلطانپور سے و مبلغ دو عدد روپیہ روزینہ بلا قصور از خزانہ دار الخلافہ اکبر آباد  
بشرط مذکور و روچہ مدو معاشش مشار الیہ حسب الضمن مقرر و مفوض باشد کہ کما فیض  
بلوازم و مراسم آن خدمت قیام و اقدام نمودہ و تحقیق فوقی و فراری ارباب مدو معاش  
و وظائف و بازیافت تغلب و لباس آنها ساعی موفورہ بتقدیم رسانیدہ موافق  
دستور و قانونی کہ درینولا مقرر شدہ ۴ بعمل آوردہ ہر سال نسخہ منقح دران باب  
درست داشتہ بدایوں ان الصدارہ میرسانیدہ باشد می باید کہ حکام و عمال مستعد  
ہمات و جاگیر داران و کروریان حال و استقبال و استمرار و استقرار و انجمن شرف بخش  
اس علی کوشیدہ دست تقدیم مومی الیہ را در امور متعلقہ آن امر قوی و مطلق داشتہ



تمامی اصحاب مد و معاش و وظائف را با اسناد و آہنہ بدو رجوع نموده بہ موجب تصدیق  
منظورہ معتمدین شامیدہ اراستہ و وظیفہ جمعی را کہ بازیافت نمایند بخواصہ شہر فیضیہ بنامہ  
و متصدیان بہات دیوانہ دار الخلافہ مذکورہ مبلغ ضرور را سامان و سرانجام نموده  
بموسمی الیہ میرسانیدہ x باشند و چیزی از اجماع قاضی و منکر و اندو اگر در محل دیگر  
چیزی داشتہ باشند انرا اعتبار کند سبیل جمیع اہل مد و معاش و وظائف آن  
سہ کار با آنکہ مشار الیہ را صدر مستقل خود ہا داشتہ تمام اسناد خود را x بدو نموده  
اراستہ جمعی را بتصحیح نرساند قابض و متصرف بودہ بدعا سے دوام دولت ابدی  
الاقتال اشتغال مینمودہ باشند از فرمودہ تخلف و انحراف نور و تحریر فی التایخ  
۱۲ شہر رمضان المبارک ششم جلوس بیمنت مانوس محفلہ ہجری۔

(۵) فرمان مہری شہزادہ داراشکوہ موسومہ راجہ ٹوڈر مل مرینہ

۲۔ محرم ۱۰۶۰ شہ ۱۶

لایق الحایہ والاحسان قابل الرحمہ والاقتان راجہ ٹوڈر مل بنایات x  
سلطانیہ مغن و سباہی گشتہ بدانکہ چون وزیر لا شیخ السہر و ادنواسہ ملا عبد اللطیف  
مرحوم بعرض عالیہ کہ آنحضرم بموجب فرمان مجستہ عنوان ظل سبحانہ خلیفہ ارحم  
یکقطعہ باغ و کثرت و وکاکین چند در مد قصہ سلطان پور داشت و در حالت حیات  
س و ثبات عقل ہمہ املاک خود را مع حوٹل مسماۃ اللہ رتہ کہ والدہ رافع باشد  
بطوع و رغبت خود x تملیک نمودہ و تملیک نامہ را بدستخط و مہر خود درست کردہ بلو  
داوہ چنانچہ رافع فرمان عالیستان و خط تملیک ضرور بدست ... پند احکم والا x  
شرف صدور یافت کہ آن شجاعت شعار بر طبق فرمان و تملیک نامہ بطور علم نمودہ

۱۱۔ دونوں جگہ کے حرمت کا غصب چٹ جانے سے ضائع ہو گئے ہیں۔ پہلی جگہ باقی اندہ  
سہو سیاق بہارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوش و حواس ہو گا۔ حقت کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ ۱۲۔





املاک مذکورہ ابراف مقرر و مسلم دار و قدغن نماید کہ احد سے بیوہ حساب و برخلاف حکم  
مزارحم و مستعرض احوال او نشود و دوران املاک مداخلت نماید و رین باب تاکید شناختہ  
تخلت نوازو - ۲۰ محرم سنہ ۱۰۶۸ ہجری -

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد والشكر

اگر سلمان

می شد برادر

(۶) پیدافران عالم گیری

۱۰۶۸

۱۶۵۹




دین ماسد سے محفوظ می ماند و از بلا سے  
سے وطنی و گمنامی بیحد و منقطع می ماند اما کیست که نشد



زبدۃ الاماثل والاقران لایق العنایت و الاحسان  
پیڈ نایک بعنایت بادشاہانہ مفتخر و مباہی بودہ بدانند کہ دریں دلا از پیشگاه خلافت و  
جهان بنانی اندر اه فضل و کرم نقیضات آن زبدۃ الاماثل والاقران غفوشده سر و لیکنی نصرت آبا

۱۷ یہ فرمان سنہ ۱۰۶۹ سال اول جلوس اورنگ زیب کاپیڈ نایک راجہ شورا پو ضلع کلبرگہ کے نام کا ہو  
اس پر ایک چھوٹی مہر جو بالکل مٹی ہوئی ہو اور دوسری مربع ہو جس میں طغرائے عونی ہو۔ لیکن دوسری  
دو فرمان چھتیسویں سال جلوس کے چکنا نایک دوسرے راجہ شورا پور کے نام ہیں ان پر بھی ایسی ہی  
مہر ہیں ہیں عین کی عبارت ہم نے غور و بین کی مدد سے بدقت تمام پڑھ لی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

بخط نستعلیق

نشان عالی متعالی  
پادشاہ  
چھان شاہ  
محمد اعظم شاہ

محمد بن ابوالفضل  
محمد بن ابوالفضل  
محمد بن ابوالفضل

محمد بن ابوالفضل



1. The first part of the document discusses the importance of maintaining accurate records of all transactions, both incoming and outgoing, to ensure transparency and accountability. It emphasizes the need for regular audits and the use of reliable accounting software to track expenses and income effectively.

The image shows a document page that is extremely faded and blurry. The text is illegible due to the quality of the scan. The layout appears to be a standard document with a header section followed by multiple lines of data or text. The page is oriented horizontally and contains no other visual elements like images or tables.

100

[illegible]

وغیرہ بدستور شد آد سابق مطابق فرمان والا حضرت بآں زبدۃ الاقران بجال حکم شد  
باید کہ اسید وار عنایات پادشاہانہ بودہ پام نایک پس خود را بہ طمانیت خاطر برکاب  
ظفر انتساب بفرستد کہ بنوازشات پادشاہانہ عطاے منصب سر بلند می یابد  
چهارم شہر رمضان المبارک سنہ احد جلوس والا قلمی گشت -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۷)

سیادت و تقابست مرتبت نجابت و شرافت منزلت فقاوہ دو دمان ارشاد و بیت خلاصہ  
خاندان رشاد و افاضت نیر جہانتاب برج رسالت اختر نور بخش اوج ولایت المختص بعوان  
الباطنی والظاہری شاہ حضرت قادری بغض ایزدی بہرہ ور باشند بعد از محضی نہانہ کہ سابقا  
حقیقت رسیدن مغل بموضع کرباسنگی و تکیوتہ بگارش فرمودہ بساعت تمانہ فرزند و لشکر و احشام  
عالیشان رفیع القدر بلند مکان سعود خاں را بحضور انور آوردن نگاشته شدہ بود اما تا حال از  
مکان ممکنہ عدول نکردند و احوال اینجا ایستہ کہ لشکر مغل در پی تخریب پرگنہ جگندی تیرول  
وغیرہ ملک سمو رشادہ و خان رفیع الشان شترزہ خاں را کہ حکم فرمودہ بودیم مغالیہ رست  
بدار الخلافہ امروز کہ تاریخ ششم است بمجر و اطلاع اخبار حادثات رسیدن و مغل نپلی  
مشاور الیہ می رسد یقین تصور نمودہ در حالتی کہ حقیقت مرقومہ بطلالہ در آید مع فرزند  
و لشکر و احشام خاں مغالیہ راہ دار السلطنہ پیش گرفته بیان  
والا رسیدن بآں سیادت پناہ ممکن و بیسر نخواہد شد مشہور است  
کہ کار امروز بفر و استغفار بآں زنہار چوں شود روز گرفتاری  
و گراست احوال بجز جنگ جدال قتل قتال صورتی دیگر مقصود نیست زیادہ آں سیادت پناہ دانانندہ

یا الدین محی  
پو مدو پو

نوٹ - یہ اصل فرمان مجہ کو سید احمد صاحب نبیرہ قادری جاگیر دار آناہ سور سے ملا جو بہ نیت خوش خدمتہ  
قلمی و اسکاخذ پر لکھا ہوا ہے۔ اس پر کوئی تاریخ نہیں ہے مہر دستی میں صرف مدد یامی الدین کندہ ہے جو فرمان کے  
واہنے حاشیہ پر ثبت ہے اور کسی وزیر کی معلوم ہوتی ہے کہ بلحاظ واقعات او آخر زمانہ سلطنت علی عادل شاہ  
خانی دعوۃ تاسوہ علیہ یا او اہل سلطنت سکندر عادل شاہ کا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں سید الیاس الخاں  
پر شترزہ خاں اور سعود خاں دونوں موجود تھے اور شترزہ خاں کے نام اور رنگ زیب کا فرمان سنہ ۱۰۴۳ھ لکھا گیا ہے  
(یعنی نوٹ برصغیر آجندہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

سپاست فدایت عتبت بنیابت شرافت فزادت تقاضه و دو دمان لربش و هایت خلاصه فدا علی شاه و  
شاه حضرت قادی

نیز به کتاب برج رسالت از توحش این ولایت المختص بطول الباطنی و الظاهری بفیض ایزدی

محدود و رباشند بعد از انقضی نامه که سابقا حققت رسیدن من موضع کرب را سکنی و یکو کتیکار

فرموده بمساحت مامنه فرزند بشکوه احسان عالیشان رفع الله بلند مکان مسعود خان را به سوره

آوردن نکاشته شده بود اما حال از مکان نمانده مدول کردند و احوال اینجا نیست که لشکر منعل در پی

تخریب پر کنه بکنند و دید دل نیه ملک مسموره شده و خان ملک السان شتره خان را که حکم

فرموده بودیم به الله راست بدار الخدا که امر کرده ما پنج ششم است بجزر اطلع و در قوما

رسیدند و منعل در پی شاه الله میر رسیدن تصور نموده در حالتی که حققت مرقومه بمطالعه

مع فرزند و شکوه و شکوه فاعله را از دار السلطنه پیش بفرستید و الی رسیدن

در خستیم و است پناه ممکن و میر نخواهد شد و است کار امر و زبیر و انکسار

چون شود روز دگر زبیرت کاری بکرامت الحان بحر جنبه و جدال قتل و قتل صورتی دیگر است و زبیر و انکسار

(۸) منشور مہری شاہنشاہ اورنگ زیب بعبطاسہ وہ بیگہ اراضی واقع پٹی ہیبت  
صوبہ لاہور بمسماۃ عایشہ مورخہ ۱۲ رجب ۱۱۱۹ھ - یہ فرمان بکالت شہزادگی نافذ ہوا ہی کیوں  
کہ اورنگ زیب گویا شہزادہ میں تخت نشین ہوا لیکن باقاعدہ طور پر تخت نشینی کا اعلان ۲  
رمضان ۱۱۱۹ھ کو ہوا یعنی اس فرمان کی اجرائی کے دو مہینے بعد۔

## البد اکبر

درینوقت منشور لامع النور شرف صدور و بمنزہ طور یافت کہ  
پٹی ہیبت پور میں سخافات صوبہ دار اسطنت لاہور از ابتدا سے رسیج تکذیل  
وروجہ مدو معاش مسماۃ عایشہ حسب الضمن مقرر شد کہ حاصلات آنرا  
فصل بفصل سال بسال صرف یتما ج خود نمودہ بدعای دوام دولت ابد طراز  
اشتغال میں نمودہ باشد می باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کوریان حال  
و استقبال در استمرار و استقرار این حکم والا کوشیدہ اراضی مذکور اپمیدہ  
و حکم بستہ بہ تصرف او باز گذار شدہ اکمل و مطلقا تغیر و تبدیل بدان ہند  
و بعلت مالو جہات و اخراجات مثل قتلہ و پیشکش و جزیانہ و ضابطانہ و  
محصلانہ و مہرانہ و داروغگانہ و بیگناہ و شکار و دہنجی و مقدمی و صدوری  
فانون گوئی و ضبط ہر سالہ بعد از تشخیص حک و تکرار زراعت و کل بکافیہ  
دیوانی و مطالبات سلطانی فراغت رسانند و ورین باب ہر سالہ سند  
مجدد فطلبند و اگر در محلی دیگر چیزی ویکروا شدہ باشد انرا اعتبار نگندند  
فرمودہ و رنگذند تاریخ ۱۲ اشہر رجب ۱۱۱۹ھ ہجری ست تحریر پذیرفت ۵

## در تہذیب و اصلاح

موجود ہر جس سے اندازہ اس فرمان کے سنہ گناہت کا لگایا جاسکتا ہے۔ قدیم زمانے میں ایسے  
فرامین طبع اور کمزور لگ کر آتے تھے اور کمزور ہر ایک طرف القاب اور دوسری طرف مانع تھے  
اور دیوانی سے پیغام مکتوب الیہ اور پشت پر مہر ہوتی تھی یہ طریقہ مراسلت کا میرے بکھے ہوئے اب فائدہ  
بہا و صراحت لا چک اولی کی مدارالہامی تک جاری تھا۔ اب انگریزی تہذیب نے ان سب قیود سے آزاد کر دیا۔

(۹) فرمان مہری اورنگ زیب بھٹا سے اراضی یکصد بیگہ درپر گنہ بہت سرکار سپہارنپور صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد نام مسماۃ صاحب دولت وکیل بطور مدد معاش مورخہ ۲۷ ربیع الاول ۱۰۶۳ھ جلوس م ۱۹۹۲ھ

درینوقت فرمان عالیہ شان فرخندہ عنوان پسر صدر یافت کہ موازی یکصد بیگہ زمین افتادہ لایق زراعت خارج جمع از پر گنہ بہت متعلق بکسار سپہارنپور من مضافات صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد و از خریف پارس مل در وجه مدد معاش مسماۃ صاحب دولت و غیرہ بحسب الضمن مقرر و مفوض باشد کہ حاصلات و آنرا فصل بفصل و سال بسال سرف مایحتاج خود ہانمودہ بدعای بقای دولت ابدیت اشتغال ینمودہ باشند و می باید کہ حکام عمال و جاگیر داران و کوریان حال و استقبال در استمرار و استقرار این حکم و الا و کوشیدہ اراضی مذکور را پیچودہ و یک بستہ بتصرف آنہا بازگذاشتہ اصلاً و طلقاً تغییر و تبدیل و بدل را نہ نهند و بجلت مالوجیات و اخراجات مثل قلعہ و پیشکش و جریانہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و دار و شوکانہ و بیکار و شوکار و دہ نیمی و مدعی و صد و دوی قانون گوی و ضبط ہر سالہ بعد از تشخیص چک و تکرار زراعت و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی فراحت زسانند و دریں باب ہر سالہ سند مجدد و تظہیر و اگر در محلی دیگر چیزی داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند تا پنج چہارم شہر ربیع الاول ۱۰۶۳ھ پنج از جلوس والا نوشتہ شد۔

(۱۰) فرمان مہری اورنگ زیب بھٹا سے یوپیہ عجم از خزانہ لاہور بنام محمد باقر نبیرہ عبداللطیف مورخہ ۱۹ شعبان ۱۰۶۳ھ جلوس م ۱۹۹۲ھ

درینوقت فرمان عالیہ شان سعادت نشان شرف صدور یافت کہ مبلغ یکروپیہ بلاقصور یوپیہ از خزانہ دار السلطنت لاہور در وجه مدد معاش محمد باقر نواسہ ملا عبداللطیف سلطانپوری کہ طالب علم کثیر العیال است حسب الضمن



مقرر و مفوض باشد انرا صرف x مایحتاج خود نموده بدعا بقار و دولت ابد مدت  
اشتغال بینموده باشد می باید کہ حکام و عمال x متصدیان مہمات و متکفلان کمالات  
و دارو و عسکان و مشرفان حال و استقبال آنجا در استمرار x و استقرار اینک  
اشرف اقدس اسلئے کوشیدہ مبلغ مذکور را از خزائن مملو و مہشار الیہ میرسانید  
باشند و از انجملہ چیزی قاصر و منکر نگردانند و درین باب ہر سالہ حکم و سند مجدد  
نظمند و اگر در محلی دیگر چیزی داشته باشد آنرا اعتبار نکنند تا بیخ کوز و ہم شہر  
شعبان سنہ شش از جلوس والا نوشتہ شد۔

(۱۱) سند مطلقا و مہری محمد شاہ بادشاہ بخط شفیعہ مشعر سرفرازی بر عہدہ  
قنارت پرگنہ جلیسر صوبہ اکبر آباد بنام شیخ محمد رضا سنہ جلوس (۱۱)

علین اشیاں

گماشتہای جاگیر دارن و کروریان و جمہور کنندہ پرگنہ جلیسر و غیرہ سکر  
و صوبہ اکبر آباد را اعلام آنکہ x وکیل شیخ محمد رضا ولد شیخ محمد عوض التماس نمود کہ  
موکل بموجب پروانہ عہدہ در قوم بست بہفت رجب سنہ الیہ x منصب  
قضای پرگنہ مذکور و غیرہ سرفرازی دارد و امیدوار است کہ پروانہ مطابق عہدہ  
مرحمت شود حسب الحکم اسلئے قلمی میگردد و کہ مشار الیہ را بدستور سابق حسب الفمن  
دانستہ دست نظمدیں مومی الیہ در امور متعلقہ انخدمت مستقل دانند x و دیگر را  
سہیم و شریک او ندانند درین باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آید بیختم  
شہر ربیع الثانی لہ

۱۱ فرامین و احکام میں بہ پاس ادب سطر میں جگہ چھوڑ کر نام بادشاہ کا بیشانی پر لکھ دیتے ہیں۔

۱۲ بجنسہ ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔

۱۳ فرامین پر سچاے دستخط کے صاف بنا دیتے تھے یا بیض کر دیتے تھے۔ ۱۲

(۱۲) فرمان مہری محمد شاہ بادشاہ متفہم عطا سے خدمت قلعہ داری ارکھی  
سہارک سورت اور خطاب بیگلر خان بہرہ جمادی الاولیٰ ششم جلوس م ۱۱۶۱ھ

لائق عنایت وقار خان بنوازش بادشاہی امیدوار ہوئے بداند  
کہ درین زمانہ بہمنیت اقتران فضل و کرم خسروانہ از راہ بندہ پرور می اور بہرست  
خدمت و حراست قلعہ ارک بندر سہارک سورت و عطا سے خطاب بیگلر خان انتقال  
بلکہ خاں حارس متوفی سرمایہ مفاخرت و میا بابت بخشید باید شکر و سپاس  
عنایت مقدس و سعی بجای آورد و در حفاظت قلعہ و توزوگ و بہت شام و موجود  
داشتن ذخیرہ مطابقت نظامہ مستقر بند و جہد و اہل کمال ہوشیاری و خبرداری  
بتقدیم رسانند پس اسور از حضور رسا طبع النور نگید موفور و اند چہارم جمادی الثانی  
سال سیم از جلوس والا نوشتہ شد۔

(۱۳) سند مطلقاً بنام نجیب الدولہ جن کو منصب سہ ہزاری اور غیاث الدین حیدر  
کا خطاب ملا۔ مورخہ ۳۰ محرم ۱۱۸۲ھ

تاریخ چہارشنبہ یکم شہر محرم الحرام  
ششمہ جلوس بہمنیت مانوس موافق ششمہ جمادی  
مطابق ۱۱۸۲ھ برسالہ امارت و نجابت  
و مرتبت و شہنامت و ایالت منزلت و دانائی  
مدارج و بین و دولت شناسائی مراتب ملک و ملت  
فرازدہ بواسطہ شوکت و جہمت طرازندہ بساط اہبت  
و عظمت اعتقاد خلافت و فرمان روا و اعما و سلطنت  
کشور کشای ظفر پیرای معارک جهان ستانی  
عیش آرامی محافل کامرانی مانج مناج ملک

نام چہارشنبہ یکم شہر محرم الحرام  
ششمہ جلوس بہمنیت مانوس موافق ششمہ جمادی  
مطابق ۱۱۸۲ھ برسالہ امارت و نجابت

بہمنیت

چو بیکر بنام

و مال بانی مہمانی دولت و اقبال و قیقہ یا سپہ  
 سران سلطانی رمز شناس x عالم مزاجدانی  
 جوہر مرات حقیقت و دوا فروغ شمع یک رنگی و صفا  
 ہمد و لک شامی مجلس خاص نجوم خلوت سراسر  
 صدق اخلاص کار فرامی سیف و قلم مدبر اسوہ  
 عالم قدوہ خوانین بلند مکان عمدہ امرای  
 عظیم شان مرید مرشد پرست بی ریز رنگ نفاوہ فدویان با فرہنگ استغبار  
 مجاہدان با عظم افتخار و لیزان معرکہ ارم - امیر صیانت تدبیر ممالک دار مشیر روشن ضمیر  
 عالی مقدار لازم الانتصاب والا عزازہ واجب الاحترام والا تیار رکن السلطنہ  
 پادشاہ سلیمان اقتدار بخشی الممالک - امیر الامرا ناصر الملک نجیب الدین نجیبان  
 بہادر ثابت جنگ سپہ سردار نوبت واقعہ انگاری گمترین خانہ زادان و نگاہ آسمانی  
 عقیدت التیام x اندرام قلمی میگردد و حکم جہاں ستار آفتاب شعاع شرف نفا  
 یافت کہ غازی (دی) الدین حیدر بہ منصب سہ ہزاری ذات و دو ہزار سوار و خطاب  
 خانی و بجاد رس x سرفراز باشد واقعہ بتاریخ دوم محرم الحرام سنہ ۱۰۰۰  
 تصدیق یادداشت قلمی شد

شرح دستخط  
 امارت و نجابت مرتبت \* دانائی مدارج \*  
 شہادت و اہانت مرتبت و مراتب ملک ملت فرازندہ  
 بین و دولت شناسائی و شہادت و شہادت و شہادت و شہادت  
 لوا سے \* شہادت و شہادت و شہادت و شہادت و شہادت و شہادت  
 اعتقاد و خلافت و \* فراوان روای اعجاز و سلطنت و شہادت و شہادت  
 ظفر پیرای مبارک چاہا بانی عیش آرامی \* مخالف کاوینی  
 ناچ سناج ملک و مال بانی مہمانی دولت و اقبال  
 دقہہ یا سپہ عالم مزاجدانی جوہر مرات  
 حقیقت



(۱۴۱) فرمان شاہ عالم ثانی متضمن عطا سے جاگیر الہیٹی محلہ کھنڈہ دوام جس کی آمدنی نو سو روپیہ تھی مورخہ ۱۱ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ جلوس مظہر ۱۱۹۵ھ

درین وقت میمنت اقران فرمان والا نشان واجب الاذان صادر شد کہ مبلغ یک لک و ہفتاد و پنج ہزار پست تصد و شصت و پندرہ سو روپہ موضع کلبہ وغیرہ عملہ پر گنہ شکر پور وغیرہ سہ کار صوبہ دار الخلافہ شاہ جہان آباد کہ مبلغ نہ صد روپیہ حاصل آست بابت محال جاگیر محمدی خاں عرف بہو خواص دو جہد انعام التمنائی حسین بخش وغیرہ متعلقان خان مشار الیہ با فرزند ان تصدیق و یادداشت و توفیر آنچہ از حسن تردد و بر جمع آں بیفزاید از ابتدای ربیع او وکیل حسب الضمن تقرر شد باید کہ فرزندان نامدار کا مکار والا تبار و وزرا کے ذوی الاقترار و امرائی علی مقدار و حکام کرام و عمال کفایت فرجام و مستعدیان مہمات دیوانی و متکفلان معاملات و سلطان و جاگیر داران و کروریان حال و استقبال ابداء و موہبہ اور استقرار و استمرار این حکم مقدس معلی کو شیدہ دامحماسی مرقومہ راسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن خالاً و محلاً بتصرف آہنا و اگر از اردو از صواد م تغیر و تبدیل مصوٰف محسوس دانستہ بعلت پیشکش صوبہ داری و فوجداری و مال و جہات و سایر اخراجات مثل قلعہ و محصلانہ و دار و خانہ و مضاربانہ و شکار و بیکار و دہنمی مقدمہ و صد و بی و قانون گوئی فراحم و متعرض نشوند و از کل تکالیف دیوانی و مطالبات خاقانی معاف و مرفوع القلم شمارند و ریں باب تاکید اکید و قدغن فرید دانستہ ہر سال سند مجد و نطلبند و اریک لنیغ کرامت تبلیغ والا تخلف و انحراف ننوازند بتاریخ ہفدہم شہر ربیع الاول سال بیست و دوم از جلوس ابداء نوسن معلی زیب تحریر یافت

(۱۵۱) نکاح نامہ مرزا شہاب الدین و مداری بیگم مورخہ شب، شوال ۱۱۹۵ھ مہری قاضی مرزا غلیل الرحمن جو نہایت مطلقاً اور مذہب ہی۔ یہ نکاح نامہ ۲۰ ستمبر ۱۱۹۵ھ کو قلعہ معلی میں بوقت قبضہ انگریزی ملا اور سرٹامری شوٹنگ کے

(Mr Imre Schweiger) عجاب خانہ واقعہ قلندر کو تحفہ دیا

## اطلعت بهذا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل النكاح سنة سنينة للانام وفصلاً قاطعاً متميزاً بين الخلال  
والاحرام حصناً حصيناً عن التفاحش والانام وتمتعاً في الديام والايام في الصلوة  
والسلام على من جاء به من بعدك اللهم صل على النبي وآله وصحبه وسلم  
ولكنا شروا فاني متكاثركم الائم يوم العرض واللقاء وعلى آله المعصومين واهل بيته الطيبين  
الابحداين وثيقه صحيحه شرعية نبويه بزيور صدق آراسته مشدود مبنی است برايكنه  
بتاريخ شب هفتم شوال المکرم سنة ١٢٨٥ هجرية مقدسة نبويه عليه التحية والثناء وورع  
عقد حاضر آمد حافظ نظام علي بن نو محمد کله نيل ثابت الوکالت بالنگات است از  
قبل تقنين نصيب مسماة دارسي بکيم بنت مرزا سوارنگا بشماوت مشاهدين  
العادلين اكرمين البالغين احمد همام زين الدين بن مرزا جعفر ونايهاد شيخه زين  
بن مرزا شهاب الدين وكيل مذکور نفس نفيسه مسماة مذکوره بموجب كتابين مبلغ  
پنج گاهه روپيه سکه راج الوقت که ثلث ازان معجل و نشان مندرج الی بقا النکاح  
برني وزوجيت ووجه دو دمان سلاطين نامدار مرزا شهاب الدين بن مرزا کھو  
داد و ناکھ مذکور نفس نفيسه مسماة مذکوره بموجب كتابين المذكورين خواست  
وقبول کرد وورعقد نکاح صحيح شرعي خود وراورد و بينهما ايجاب وقبول شرعي  
واقترشد و عقد نکاح منعقد گشت نکاحاً صحيحاً شرعياً جائزاً نافذاً علی سبيل  
الشهرة والاعلان ولا علی الطريق الخفية والکتمان مقرر وقع ذلک فی التاريخ شهر  
صدر و سنة اليه بصر

اس نکاح نامے کے حاشیے پر شاہزادوں کی گواہیاں حسب ذیل ہیں :-  
مرزا شهاب الدین (ناکھ) - مرزا کھو صاحب - مرزا ملو صاحب - مرزا محمد - محمود -

مرزا سر بلند تخت - مرزا خدا داد - مرزا بیو -

(۱۶) خط قاری من جانب لارڈ غلطو موسومہ مہاراجہ رنجیت سنگہ پنجاب  
سورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۸۵۷ء عروج غلاف طمانی ٹکلیاں اور افشاں کیا ہوا محض شکستہ جس کی  
پشت پر مہر گونہ خبرل بہادر کے دفتر کی ہے۔

مہاراجہ صاحب بسیار بہانہ شفیق دوستانہ استظهار مخلصانہ سلا  
بعد اشتیاق و ریاضت صلت ہو فوراً مسرت کہ متجاہذ التحریر و التقریر راست مشہود  
خاطر مہربانی مظاہر میدار و سوال و جواب x مطارحاتیکہ از وقت ورود شہادت  
و عوالم مرتب x اہبت و معالے منزلت شکست صاحب بہادر بدر بار آئم شفق x  
بعل آمدہ کیفیت آن مفصل از ارقام صاحب موصوف بدریافت مخلص رسید  
بعض مراتبیکہ و اثرات سے این گفتگو x و بظہور آورده موجب تحیر و تاسف خاطر  
اتحاد ما باشد x مقتضای گشت کہ مخلص بذریعہ قطعہ محبت نامہ کیفیت x  
ما فی الضمیر و مکتوبات خاطر خود محیطہ بیان درآرد x شفا مقصود از تعینانی صاحب  
موصوف بدر بار آئم شفق x ہمیں بودہ کہ معزی الیہ از کمابی خطر اتیکہ عا پیشدن آن x  
ممر و ایام نسبت بملک آئم شفق مقصود راست بخدست اطلاع دادہ x جہت اندفاع  
آن طرح اندازد مصلحت و موافقت ہر دوسر کار شود x چنانچہ صاحب موصوف  
تفصیل این اجمال را تصریحانہ x و ز خدمت آن شفیق بمعرض اظہار در آورده اند  
و اگرچہ در حقیقت تقریر انچنین سر شستہ موافقت غالی از انتفاع x این سرکار ہم  
نہست زیرا کہ گروہ خدلال پز و بیکہ متبع زیان رسانے نسبت بممالک سرکار شفق  
است x از معاندان این سرکار نیز مستحور لیکن در صورت پیشقدمی x آن گروہ  
مخوف و مصنون بودن ملک آئم شفق از آسیب و تعدی آہنا x بلا اعانت و امداد  
اہالی سرکار کہ بفضل الہی نظر بر مراتب قدرت و فرط استعداد و اقتدار خود ہا x  
اسباب حفاظت و حراست ممالک محروسہ بمجیع وجہ x حاصل و واصل دار و امرار  
محال است آزا نجا کہ بظاہر اسباب x صداقت این مقال بر وجہ حسن و روش



ستمین منقوش (حاشیہ بر آرمی سطروں سے) خاطر آشفتگی گردید  
 درین صورت بالفعل دریافت آیتھنے کہ  $\times$  آشفتگی اقبال سوال فرور کہ کمال  
 منفعت  $\times$  بل قیام سرکار آشفتگی دران متضمن است منحصر مشروط برین  
 داشته بودند  $\times$  که سرداران سکبان اینطرف رودستلیج که از متوسلان وزیر  
 سایه  $\times$  بجافلت این سرکار بستند ابالی این سرکار روادوست درازی  
 آشفتگی زیر تعلقات انہا شود موجب  $\times$  استعجاب خاطر اتحاد آثار گردیدہ معجزا  
 ہر گاہ انہم بظہور پیوست  $\times$  کہ آشفتگی باوجود معقول و سطور داشتن آیتھنے کہ در  
 مقدمہ  $\times$  سرداران فرور از مخلص استعجاب و استصلاح بعمل آید  $\times$  خود مع فوج  
 رودستلیج را عبور ساخته در ممالک انہا  $\times$  در آمدہ بتسخیر قلعات اقام نمودہ  
 بودند مکان استعجاب  $\times$  زیادہ از سابق لاحق خاطر مودت ذخائر گردیدہ مشفقا  
 مدارج و فایرستہ و اعتدال پڑوسہ ابالی سرکار  $\times$  انگریز ہا در بر آشفتگی  
 و جمیع رؤسا و سرداران این دیار  $\times$  بخوبی واضح و لائح است  $\times$  چنانچہ قوم مرہٹہ  
 در ایام تسلط خود  $\times$  بممالک سمت شمال ہندوستان از سرداران سکبان  $\times$   
 پیشکش و خراج میگرفتند و دست اختیار از سر انہا  $\times$  دراز و انہا را زیر اطاعت  
 خود مینداشتند  $\times$  بعد از ان وقتیکہ ابالی این سرکار محض جیت صیانت  $\times$  ممالک  
 محروسہ از دست پیش قدمی و زبردستی قوم مرہٹہ  $\times$  مجبوراً ارتکاب محاربہ پودختہ  
 بر ممالک ہندوستان  $\times$  مسلط شدند  $\times$  ایلاف و انجذاب قلوب سرداران  
 سکبان بذریعہ تثبیت سرشتہ فلاح و بہبود انہا پیشہا و خاطر خواہ شدہ  
 از اخذ پیشکش و خراج مال از ہر گونہ مطالبہ و  $\times$  فراخمت اجتناب مذیدہ سرداران  
 مذکورین را بلا قید و حصر در میان تعلقات انہا مختار گردانیدہ پس ہر گاہ  $\times$  ابالی  
 موصوف محض نظر بردفاہ احوال و استقرار اختیار  $\times$  سرداران مذکور در میان تعلقات  
 منقضیہ انہا  $\times$  از اجرائی حکومت واجبہ نسبت باہنا دست بردار شدند  $\times$  چہ جا  
 امکان باشد کہ ابالی موصوف روادار حکم  $\times$  سرکاری و گریز سر سرداران  
 سکبان کوہین تواند گردید  $\times$  از انجا کہ این معنی بر رانی ترین آشفتگی نیکو خاطر خواہ بود  
 در یصورت مخلص را یقین حاصل کہ آشفتگی از تقدیم ارادہ خود نسبت سرداران

منویرین معطوف العنان خواند گشت - مشفقاً بزودی بعضے مراتب سے  
 Minato (منو)

نقل لغافہ - بمطالعہ سا طعہ مہاراجہ صاحب بسیار مہربان شفیق دوستان  
 استقامت مخلصان مہاراجہ رنجیت سنگہ بہادر سلمہ اللہ نقائے موصوبہ یاد -  
 لغافے کے عرض پر - مرقومہ سہی ویکیم ماہ اکتوبر ۱۲۱۲ء عیسوی مطابق  
 دہم رمضان ۱۲۱۲ء ہجری

(۱۷) لارڈ آکلینڈ کا خط موصومہ ابو نصر حسین الدین محمد اکبر شاہ ثانی بادشاہ  
 دہلی مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۸۳۷ء جس میں لارڈ صاحب مغز نے حضور بادشاہ ولیم چہارم  
 کی وفات اور حضور ملکہ معظمہ و کٹوری کی تخت نشینی کی اطلاع دی ہے -

To His Majesty,

Abu Nasser Moryeen - ooddeen  
 Mohummad Akber Shah Badshah of Delhi  
 My royal and illustrious friend,

I have learned by Dispatches  
 recently received overland from England the mourn-  
 ful intelligence of the death of His most gracious  
 Majesty King William the Fourth, whom after  
 a happy and prosperous reign of seven years  
 it pleased the Almighty to call to his Mercy  
 on the 20<sup>th</sup> of June in the year of our Lord  
 One thousand Eight Hundred and Thirty  
 seven.

The late Sovereign by his many excellent

عبارات و کمال پرورنے سے یہ خط نامعلوم ہوتا ہے مگر اختتام عبارت پر لاث متا کے و متعلقہ لغافہ کی دلیل میں یہ بھی لکھ  
 رحیم اور کچھ عبارت ربی ہو - ۱۲

qualities, had greatly endeared himself to his subjects who deeply and unanimously lament his loss.

By the demise of His late Majesty the Imperial Crown of the United Kingdom of Great Britain and Ireland has solely and rightfully come to the High and Mighty Princess Alexandra Victoria, niece of the late Sovereign, who has been duly proclaimed, by the Grace of God, Queen of the United Kingdom of Great Britain and Ireland and Defender of the Faith. May her reign be prosperous.

Considering your Majesty as a sincere friend of the British Government I have deemed it necessary to communicate the above circumstances for your information.

In conclusion I beg to express the high consideration I entertain of your Majesty and subscribe myself—

Fort William      Your Majesty's Sincere friend  
Auckland

11<sup>th</sup> September 1837

(ترجمہ) بمحضور ابو نصر سعید الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ غازی۔

میرے شاہی اور وفاق دوست۔ اُن مراسلوں سے جو حال میں انگلستان

سے موصول ہوئے ہیں مجھے حضور بادشاہ ولیم چارم کی وفات کی خبریں ناک  
خبر ملی جو کہ بن کو خداوند تعالیٰ نے اپنی مرضی سے سات سال کی خوش اور باقبال  
سلطنت کے بعد ۲۰ جون ۱۸۳۷ء میں اپنی جوار رحمت میں طلب فرمایا۔  
مرحوم بادشاہ کو اپنی بہت سی صفات حسنہ کی وجہ سے رعایا بہت عزیز رکھتی تھی  
جو کہ یہی طور پر متفقاً اُن کی وفات کا ماتم کرتی ہے۔ حضور مرحوم کی وفات سے سلطنت  
متحدہ برطانیہ اعظم و آئرلینڈ کا شاہی تاج بالکل بے استحقاقاً علیا حضرت شاہزادی  
الکزنڈینا ویکٹوریا شاہ توتنی کی جیسے ہی کے قبضہ تصرف میں آیا جو بن کے بفضل خدا ملکہ سلطنت متحدہ  
برطانیہ اعظم و آئرلینڈ و حامی دین ہونے کا اعلان باقاعدہ طور پر کیا جا چکا ہے۔  
بتخیال اس امر کے کہ حضور سرکار برطانیہ کے مخلص دوست ہیں میں نے واقعات  
بالا کی اطلاع دینا ضروری خیال کیا۔ خاتمہ پر میں اُس واجب التعظیم خیال کا اظہار  
کرتا ہوں جو مجھے حضور کی ذات سے ہے۔

میں ہوں حضور کا مخلص دوست۔ آکلینڈ

(۱۸) فرمان مطلقاً آکریڈٹڈ۔ ثانی موسومہ کرنل اسکندر سہیل جلیوس (۳۰)  
جس پر دو طغریں طلانی درستی مہر ہے اور مہر پر چتر شانی کی شکل بھی بنی ہوئی ہے۔  
قول قرار استمرار پٹہ باسم ناصر الدولہ کرنیل جیمس اسکندر بہادر عالیہنگ۔  
آفتقیدت نہ از خانہ زاد قدیم الخاندان والا عرضی بانضمون گذرانیدہ کہ ٹھیکہ پتہ  
ربو پورہ از ابتدا سی ۱۷۷۷ء فصل لغایت ۱۷۸۷ء واجب شانزوہ سالہ بنام فدوی زادہ  
از حضور مقرر است x وراثتیاں ہفت سال منقضی گزیدہ و نہ سال باقیست از انجا  
کہ رعایا سقیم و ویران بود کہ شکار از انجا بجا طلبیدہ قریب چہل ہزار روپیہ در وجہ  
تقاویٰ مزارع ان سقیم x دواہ آباد نمود از قلت پیداوار سی کیچہ از تقاویٰ وصول شدہ  
و در مشغولہ حضور و الاسال بسال و فصل بفصل بلا توقف و بلا عذر از قرضوام او نمودہ  
زیر باری کثیر برداشتہ ام و آئندہ بتصرف x سی چہل ہزار روپیہ در آبادی و تعمیر آبادی  
بخدمت صورت فوائد و محاصل و گذارہ اینقدوی غیر ممکن باستحقاق خانہ زادگی قدیم

امیدوارم کہ پتہ مذکور مجموعہ زمرہ شخصہ شانزدہ ہزار روپیہ سالانہ بطور مستمر  
 سال بعد سال و بطناً بعد بطن بنام اینفدومی مقرر کردہ کہ باطمینان خاطر بصرف در دیگر  
 از قرضوام پرداختہ این فدومی و فرزندان اینفدومی جمیع زمرہ شخصہ حضور انور سال  
 و فصل بفصل داخل خزائن عامہ کردہ باشند لہذا بعد نظر اینکه آن عقیدت کیش  
 خانہ زاد این خاندان علیا است و در ادائی زمرہ شخصہ و صرف نمودن زر خطیر و جہت تعاونی  
 و خانہ آبادی مقروض و وزیر بار گردیدہ بمورد نقصانات و پرورش قدیمانہ پتہ ربوبی  
 تیول خاص از ابتدائی سال مجموعہ شانزدہ ہزار روپیہ سالانہ مساوی بطور  
 سال بعد سال و بطناً بعد بطن بنام ایصال مقرر کردہ شد باید کہ آن فدومی یا فرزندان  
 پتہ مذکور را استمرار سال بعد سال و بطناً بعد بطن بدینچشم محکم و مستقل برای علی الدولہ  
 بزمہ خود دانستہ بمخاطر جمع تمام بصرف زر دیگر پتہ مذکور را آباد ساختہ و جمع استمرار  
 سال سال و فصل بفصل داخل خزائن عامہ حضور والا کردہ باشند کمی بیشی پیدا  
 ذمہ خود شناسند و اگر خدا تخواستہ تصرف و پایمالی زبردست رود و بموجب تحقیقات  
 این حضور انور مجرائی خواہد یافت باید کہ فرزندان نامدار کائنات عالی نسب و آلاتار و  
 وزرائی ذوالاقتدار و امرای عالمقدار و حکام کرام و عمال کفایت فرجام و متصدیان  
 مہمات و دیوانی و مستفلان معاملات سلطانی و جایہ داران و کوریان حال و مستقبل  
 ابد و موبد را در استقرار اینچشم مقدس معلی بکوشند و بوجہی من الوجہ سوائی از زمرہ شخصہ  
 طلب نسا ندند و لوازمہ عہدہ داران و زمینداران و مقدمان پتہ مذکور آنچنان کہ ہر اُمید  
 و اطاعت و فرمانبرداری اہلکاران آن عقیدت کیش پرداختہ پیداوار محال و سال  
 و فصل بفصل ادا میگردہ باشند نوعی تخلف و انحراف نوازند بتاریخ بست و مہتمم شہر  
 شوال ہیمنت اشتمال شئی ام از جلوس معلی زیب تحریر یافت x

(۶۹) تصدیق نامہ متضمن اس امر کے کہ سرفراز خاں کو اکبر شاہ ثانی نے  
 پیرورشن فرما کر خطاب حبیب الدولہ حبیب الملک افضل الامرا شمشیر جنگ محنت مایا تھا  
 اور سلاج خانے میں ایک اعلیٰ عہدے قورخانہ اور حبیب خاص پر مقرر فرمایا تھا  
 یہ کاغذ ۲۰ ستمبر ۱۵۸۷ء کو بوقت فتح قلعہ انگریزوں کے ہاتھ لگا اور مقرر می شو کہ

عجائب خاٹے کو تحفہ دیا۔ یہ تصدیق نامہ سطلان مذہب ہر جس پر دو بڑی شاہی  
مہریں اور چودہ مہریں اور صاحبوں کی ہیں۔

حضرت محمد اکبر شاہ بادشاہ انارکلی برہانہ و مرقدہ

ولا تکفروا بالشہادۃ ومن یکتمہ فانہ آثم قلبہ واللہ بما تعلمون علیم

از انجا کہ بمقتضای آیہ کریمہ  
کتمانہ موجب شقاوت است x لہذا از حضرت سلاطین والاتباع عالی وقار  
علماء تقوی و صداقت التیام و مہذب امور اسلام و فقہار ہدایت و صفاحار  
کرامت x و ضیا و ثار و رؤسا رشوکت و حشمت آب و امراء امارت و ابیت نصاب  
این خاکسار ذرہ شہ منہ مقدار الخطاب بسر فراز خان x سوال میکند و استشہاد  
حق خود میخواہد بر این معنی کہ حضرت عرش آرامگاہ  
از عمر شیرخوارگی بخل عافیت و سایہ ملاطفت مثل فرزندان پرورش فرمودہ  
بتقرر معلّم و ادیب بہ تعلیم و تادیب x مشرف نمودہ بسن تمیز بتجین خدمت  
شایستہ کو عہدہ وابستہ اعلیٰ خدمت قورخانہ و حبیب خاص و خطاب حبیب الدولہ  
محب الملک افضل الامراء محمد سر فراز خان بہادر شمشیر جنگ در اقران و مثال  
مغز و ممتاز فرمودہ سند فرمان x و الا نشان مزین و شہنشاہی و طغر اشعر  
بمضمون مرقوم الصدور مصدرہ ششم رمضان المبارک سنہ سی و یکم طوس علی  
بنام خاکسار صا و روعطا فرمودند چنانچہ سایل فرمان کرامت ترجمان را فخر آویسند  
بدست x میدارد و نیز تا زمان رحلت فرمودن حضرت عرش سلطانی و حاضر کسی  
در بار خاقانی بمفہم و سر فراز ماند حضرتی را از حضرات ممدوحین بر صحت اینحال x  
و صدق ہذا المقال اطلاعی و آگاہی باشد حسبہ سید مہر گواہی خود برین قرطاس  
ثبت فرمایند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور شوند x

(۲۰) سر حلایس مشکاف کا خط تحریر مورخہ ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۰۳۶ھ بموسومہ  
دولت مظفر علیج الدین محمد بہادر شاہ ثانی جو حضرت ممدوح کے والد کی وفات پر لکھا گیا۔



To,

His Majesty

Abul Mozaffar Surajooddeen Muhammed

Behadur Shah Badshah Ghazi,

May it please your Majesty,

I have received with the deepest sorrow the mournful intelligence communicated to me by Mr Metcalfe of the demise of His Majesty on this melancholy occasion with sentiments of sincere and respectful condolence. I fervently Pray that your Majesty may be supported and comforted by the reflection that all things proceed from the Will of the Creator; and that it has pleased Almighty Providence to take unto himself your Majesty's venerable Father after a long and happy reign.

When time shall have mellowed recollections of a dear Parent, your Majesty will call up with pleasure to the remembrance of the amiable qualities which distinguished His late Majesty, and by which he will ever live in the memory of those who had the honor of approaching him.

I now beg leave respectfully to offer my sincere and heartfelt congratulations on your Majesty's succession



to the Throne of your ancestors.

May you be blessed with a long life, Health, Happiness and Prosperity.

Your Majesty's  
Faithful Servant

Agra

The 4<sup>th</sup> October 1837. C. T. Metcalfe

(ترجمہ) بحضور ابو المنظر سراج الدین محمد بہادر شاہ

بادشاہ غازی

التاس آنکہ میں نے اُس اندوہ ناک خبر کو جو سٹر میٹکاف نے حضور کی رحلت کے متعلق دی ہو نہایت افسوس اور اس الم ناک واقعہ کو مخلصانہ و مؤدبانہ خیالات تعزیت کے ساتھ سنا۔ میں گرمجوشی سے دعا کرتا ہوں کہ حضور کو اس امر کے تصور سے سہارا اور تسلی ہو کہ تمامی امثو خلاق عالم کی مرضی سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اور یہ کہ قادر مطلق کی اسی میں خوشی تھی کہ حضور کے والد ماجد کو ایک طویل اور خوش گوار مدت سلطنت کے اپنے نزدیک بلا لے۔ جب وقت حضور کے غم (والہم) کے اشتداد کو اپنے پیارے والد کی مقدس یاد سے نرم کر دے گا تو حضور کو حضور مرحوم کی اُن صفات پسندیدہ کی یاد گاری سے جس کے سبب سے وہ ممتاز تھے مسرت ہوگی اور یہی صفات ایسی ہیں جن کی یاد ہمیشہ کے لیے اُن لوگوں کے دلوں میں تازہ رہے گی جن کو (حضور مدوح) کی خدمت میں باریابی کی عزت حاصل تھی۔ اب میں ادب سے اپنی مخلصانہ اور ولی مبارک باد حضور کی اپنے آبا و اجداد کے تخت پر جلوس فرمانے کی پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ

آپ کو عمر کی ورازی۔ تن درستی اور اقبال مندی نصیب فرمائے۔ حضور کا  
وفادار خادم۔ سی۔ بی۔ مشکاف۔ مقام اگرہ۔ ہم راکتوبر ۱۱۸۵ھ

(۲۱) خط مطلاً بعبارت فارسی بخط شکستہ لارڈ الٹن براہموسومہ بہادر شاہ  
ثانی بادشاہ شہر اطلاع اخذ جائزہ عہدہ جلیلہ گورنر جنرل دہلی ۱۱۸۵ھ

ورقہ التاج افسر سلطنت و شہر یاری زیب افزائے اورنگ خلافت و چانداری  
خدیو مملکت عدل و رافت شہر یار کشور داد و نصفت خلد اسد ملکہ و سلطانہ۔  
بر لوح ضمیر منیر مہر تنویر مہر بن و مشکف میگرواند خیر معین و مامور شدن ارادتمند x  
در عہد ریاست ممالک محروسہ سرکار کمپنی انگریز بہادر متعلقہ کشور ہند شہر  
بذریعہ x و واسطہ تنولی واضح خاطر عاظر شدہ باشد بالفعل بیاس اطلاع  
بخاتمہ اخلاص نگار x می در آرد کہ عقیدت اشتغال بتاریخ بستم ہشت ماہ فروری  
۱۱۸۵ھ مطابق x شانزہم شہر محرم الحرام ۱۲۰۵ھ ہجری بدر الامارہ کلکتہ داخل گردید  
انجام و x اہتمام امور متعلقہ عہدہ مزبورہ بر خود لازم گرفتہ و یقین خاطر خطہ شفقت نظیر  
باشد کہ مدارج کمال اکرام و احترام نسبت مرتبہ خلافت منزلت و مراتب خلوص عقیدت  
نسبت بذات ستودہ صفات آنخدیو مملکت عدل و رافت و آستانہ ان x سلطنت شہان  
و متمنا سے ابراز آن سوارہ بیاس لوازم آسائش x آرمش منہ بان آن دو دمان  
قسیمکہ از طرف گورنر جنرل بہادر x سابق سمت و ضوح یافتہ از تولد عقیدت منزل  
منقش و منطبع خاطر ارادت مظاہر است و خواہد بود حق سبحانہ و تعالیٰ تادوام x  
ماہ و مہر و قیام سپہر آن ورقہ التاج افسر سلطنت و شہر یاران را بتائیدات غیب الغیب  
موبد و مشید داراد۔

(النبز) Ellenborough

۱۔ یہ خط غور اور توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گورنر جنرل بہادر سلطانین مغلیہ کو  
کس طرح مخاطب کرتے تھے۔ اس خط کے نیچے صرف لٹ صاحب کے دستخط انگریزی میں اور سب سے ۱۲

(۲۲) یہ خط جو ایک بیت بڑے مطلقاً مذہب کا قد پر نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے بہادر شاہ ثانی بادشاہ کا ہے جو ۹ شوال ۱۱۸۴ھ (۱۷۷۱ء) کو ملکہ معظمہ کو بین وکٹوریہ کے نام لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواہر واپر ہزار ان ستائش و ثنا تار پائے عرش عظمت و اجلا ل وقدیمی کہ اوراق متفرق افراد عالم بدحدوث البشیر ازہ بندی جہان آرائی شاہنشاہان والا اقتدار و خواقین نصف شہار مجلد و مجموعہ ساختہ و مظلومان کائنات و مہوفان موجودات را بدادرسی و حق پزوی بہ فرمانروایان نصف پرورد خسر و ان سعادت گستر از نعمای

۱۔ یہ طول و مفصل خط بلحاظ عبارت آرائی کے بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ چونکہ بیت بڑے کا غدر لکھا گیا ہے قلعہ کے عجائب خانے میں تین حصے کر کے آئینہ وار چکھٹوں میں بٹا گیا ہے۔ لفاظ ایک طبع و فریم میں ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کس خیال کے تھے کہ وہی عہد کی چند روزہ جدائی کی تصویر ہے۔ یہ عجیب ہٹ گئے برخلاف اس کے ملکہ معظمہ کو دیکھیے کہ اُن کے قیوں صاحب زادے کے بعد پیرے ملک ہند میں تشریف شریف لائے اور زمرہ بیٹے بلکہ بیویں اور چوتھے تک آئے اور خود بادشاہ سلامت مع ملکہ معظمہ کے رونق افروز ہوئے اور اب پھر پارس آت و یزیدی عہد بیاد کی تشریف آوری کی خبر سرت اگرام ہے۔ یہ فوق ہر عہد و استقلال اراک میں ہمارے اور انگریزوں کے۔ ہمارے شاہزادے بھونروں کے پلے بھلا کیے وطن چھوڑ کر باہر نکلتے اس خط میں بات قوم اتنی ہی ہر کہیں شہزادے کو آپ کی خدمت میں بھیجا اگر اُس کی جدائی اور دوسری گوارا نہ ہوتی۔ یہ بھی نظر کرنے کی بات ہے اور زری سخن سازی ہر درہ دراصل بادشاہ کو ایسا خیال بگھونہ آیا ہوگا۔ اپنے چندا میں ملکہ سے اظہار خلوص و عقیدت کا یہ ایک ذریعہ تھیرا یا ہے جسے بے انتہا لمبی چوڑی تمبید اور عبارت آرائی کے علاوہ گہرے سنہری کام سے لپیٹ دیا ہے۔ اس مشکل انشا پر داری اور عبارت آرائی کی قدر لندن میں کس کی ہوگی اور اس کی نفیس متنی اور مسج عبارت کی واد کس کی دی ہوگی اور جب اصل مطلب کی طرف غور کیا ہوگا تو بادشاہ کی اولوالعترتی استقلال بہت و جرأت ملک داری کی نسبت و انایان رنگ کا کیا خیال ہوا ہوگا ظاہر و باہر ہے۔ اگر اسی مطلب کو سیدھی سادی انگریزی میں لکھوا دیتے تو شاید کس تمام بکیرے اور کھڑک سے زیادہ موثر اور مفید ہوتا اس میں شک نہ ہو۔

نقد و قسم الثبیث فی غیر محلہ فرود شاہ گبر کے مصالحت خویش نکومی داند۔  
گھاسے گوشہ نشینے تو جا قضا عزروش روز مصالحت خویش خسرواں داخذ (من المصنّف)

کامیابی حقوق واجب نواخت و لالی ستلای خراوان بیش واقعا ایشا رجناب تقدس نصاب توادق کبر  
از اتحاد و ایلاف سلاطین و دیگر و بادشاہان والا گہر تشیدہ ترخیص اساسی سایش  
و آراش غلاق پر داخه و بار تباط و روابط محبت و انضباط ضوابط مودت سرداران عظام  
و حکام عالی مقام طرح انقلاص امن و امان زمان و زمانیان اذ داخه پاسداری عہود مسجد  
مواہیش سوتق بمقتضا سے آہ کچھ او فوا بالجمود و خمیر یافہ ذات بابرکات x ملوک ملکی صفات  
از تائید حکمت بالغہ دست تا گروہ تابعین و لاحقین بغواہی الناس علی دین ملوکہم انظر بقہ  
انبقہ را پیش گیرند و امتناع نقض عہد و ارتکاب خلاف نبواہی عظیمہ الذین یقننون العہد  
من بعد یثاقہ از تہدید قدرت کاملہ اوقا عموم عوام مرکب این حرکت x و مینم و با دسی این فعل  
و ختم نشوند و در غرور و دنا معدود و نقود محمود صلوٰۃ غیر محدود و ہدیہ بارگاہ ملایک پناہ  
حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ سلطان العرب و العجم فخر الانام کہف الامم آفتاب جہان تاب  
سپہر نبوت سپہر آفتاب علو و عظمت گوہر آبدار خند دہیت x حصہ دوم - صدف  
گوہر شہوار شفاعت سید الثقلین سرور خافقین مسند آراسی مقام قاب توسین  
شہبوا یضمار لیلۃ الاسری عارج معارج اقصی صلوٰۃ السد علی نبینا و عموما علی سائر الانبیاء  
خصوصا علی مسیح ابن مہم و علی آلہ الاطہار و اصحاب الکبار جمعین x اما بعد تحمید عالم حضرت  
کر و کار و ادای ہدای سی سرور و در کار بر مرآت ضمیر قدسی تخمیر اعلیٰ حضرت کیوان مشر  
سپہر جناب رخشنده کوکب آسمان سلطنت جہان داری درسی سمار خلافت و شہر یاری  
محمود اکاسہ و رشک افزا سے قیصرہ x شاہ مجاہد فلک بارگاہ خورشید کلاہ  
ستارہ سپاہ محی مراسم سیمہ کرم مکارم انگلشیہ آنکہ آوازہ کمال محدثین تاسر  
آفاق فرا گرفتہ وصیت عنایت مکرمتش باطراف و اکثاف عالم و ارسیدہ انجیبت  
داور عدش فلک کجور قمار سرنگون x و از خوف شحمہ سیاستش برق اشہار بار  
تفتہ دروں و در مصاف معرکہ شجاعتش رستم دوران ترسان و در میدان نیرو شہادتش  
مریخ فلک بر خود لرزان با تبارع احکام مطاعش سروران نامدار غاشیہ اطاعت  
برو و شش و د با مثال فرمان واجب الاف و عائش ملوک عالی مقام حلقہ فرمانبرداران  
انگلستان غلہ اسد ملکها و سلطانہا و افاض علی العالمین بر باد و احسانہا منطبق و نقش  
می گردانند کہ نظر سہواہن اتحاد این دو و مان از زمان حضرت خاقان منشیستان امیر محمود

گویند که صاحبقران و مجدداً از زمان حضرت جلال الدین عمرش آشیان اناراسه بریانین  
خاندان عالی شان و ابقا سه آل یگانگت و اتحاد تا این زمان و ظهور اتحاد و عنایت و  
امداد از ان دولت ابد بنیا و نسبت باین خاندان عظمت نشان که شمه از کیفیت این سنان  
در سابق آوان بذریعہ مکتوب و سفیر با مع و مجامع آن سرد قمرشانی شان  
رسیده است و احتمال اضاعت اوقات معدلت گسری و رعایا پروری آن کبفت  
امن و امان و از تکرار تذکاران بالغ است از سالها را و در سال نور حقه  
سلطنت و نور حدیقه حشمت بر خور دار کا مکار سعادت اطوار رسد و ثار فرزند احمد  
مرزا محمد جوان بخت بهادر که با وجود صغر سن آثار بزرگی از ناصیه اش پیدا است و آثار  
مختیاری از چهره اش و هویدا و رینعم که شعور کامل نمیباشد اکثر اوقاتش بطلب  
مرضیات خالق و رضا جوی خلق و خدمت والدین و رحم بر اهل قرابت و احقاق حق  
و ابطال باطل و شوق کسب کمال و اجتناب از خصائل اراذل بدرجه کمال مصروف  
اند و دویدن همین خصال با شرافت جوهر ذاتی خاطر مابد دولت را و در محبت آن  
نونهال و همیشه جویای ترقی مدارجش در حال و مال میدارد و بخدمت سر پا معدلت  
کمکون بود تا ملاحظه حال آن ستود و خصال باعث و فور توجه معدلت و پژوه بر حاش  
شود و نسبت فرزند می که سبب برادر زادگی هست و عمه را بر برادر زاده بیست خاطر  
برادر شفقتهای بیشتر از مادر می باشد افزایش یابد و در زمره فرزندان دست گرفته  
که مشایان باشکوه را پاسداری این بیشتر می شود و نسک گرو و حصه سوم و  
بیمین حفظ و حمایت آن معدن جود و عدالت از شر حسودان مصنون و مامون ماند  
لاکن و نور محبت و عدم تحمل کلفت مفارقت ازین اراده مانع آمد در نیال همین مناسب  
تصور شد که نقش مقصود را با رقام مختصری از احوال این نونهال و ارسال و  
نقش دست این خوش خصال ارتام یا بدیقین است که هرگاه این نقش بدست  
آن شاه قوی باز و رسید پاس دست گرفتگی بر دست همت و الا نهمت تنعم و واجب  
خواهد گردید و شاید مقصود از جلهاب خفا سر بر خور خواهد کشید و توقع از ان

سر کرفہ سلاطین والا شکوہ ایست کہ بعد ورنامہ نامی حاوی منظوری و قبول این مامول آگاہ فرمودہ دریں عالم ناتوانی و پیرانہ سالی از دست رنج این فکر طمانیت افزائی محاکمات و ممنون ہزاران ہزار شاہوکاری خواہند گردانید x اوسبوانہ تعالیٰ شانہ کہ ثمرات حسنات بر کافہ روزگار فواید واد پروری و نتائج عدل گستری مخصوص مہلوک عدالت شعاع منقسم مرتسم ساختہ از زور بازوی اقبال آن انجم سپاہ سینہ دشمنان پر غم و آرزو مند ان استعانت را خوش و x خورم و شاداب و دشتہ مہوارہ بآبیاری افضال لازمال گلستان دولت و سلطنت روز افزون سبز وریان چمنستان عدل و سعادت شگفتہ خندان دارا دالی یوم التناوہ لغافہ - ..... لت سپہر جناب شریا قیاب خشنودہ کو کعب آسمان جہان داری و تری سہار خلافت و شہر یاری محسود اکاسرہ رشک افزاے قیصر و شاہ عجماء فلک بارگاہ خورشیدہ امجدیہ مہر اسیم سیمہ کرم مکارم انگلشیہ شہید حشمت فریدیون شوکت نوشیروان عدالت حاتمہ بنت معدن مروت بیکران منبع الطاف ملی پایان جمشیرہ صاحبہ شفقتہ بیار مہربان ملکہ معظمہ و کنواریا صاحبہ خلد اسد ملکها و سلطانہ شرف باد x

(۲۳) لارڈ کالون کا خط موسومہ ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ و شاہ و شاہی مورخہ ۲۲ اگست ۱۸۵۷ء متعلق بہ انسداد گاوگوشی

To,

His Majesty Aboo Zaffar Surajooddeen  
Bahadur Shah Badshah Ghazi

۱۔ دراصل یہ خط مرزا جواں بخت کی ولی عہدی کی منظوری کے متعلق ہے۔ خدا جانے جواب بھی کچھ ملایا نہیں اور ملا تو کیا ملا۔ ع۔ امی بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ وہ بڑا ہی آلٹ گئی بادشاہت ہی نہ رہی تو ولی عہدی کیسی اور کس کی؟۔ یہ بھی عجیب بات سوچی کہ شاہزادے کے بچنے کی عوض پنجہ کا چربہ اتر کر بھیج کر دستگیری کی درخواست کی۔ وقت ہی ایسا ٹیڑھا آن پڑا تھا کہ نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟

آں کہ شیراں را کند روبہ خراج احتیاج است احتیاج است احتیاج است

من المصنف



My most esteemed and Royal Friend,  
I have received and attentively  
perused, Your Majesty's Waseega and  
its enclosures, regarding the restriction which  
has been placed upon the practice of Killing  
Cows in the city of Delhi.

My Royal Friend, The restriction I  
objected to have been imposed by the local  
authorities for the paramount object of the  
preservation of the peace of the City, and reference should  
be made by the parties, desirous of offer-  
ing a representation on such a point,  
to those authorities, as having full  
power to enquire and decide regarding it.

With sincere wishes  
of your Majesty's prosperity

Your Majesty's Sincere Friend  
Head Quarters  
22<sup>nd</sup> August 1854 S. R. Colvin

(ترجمہ) بہ حضور ابونظر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی -  
میرے محترم اور شاہی دوست حضور کا وثیقہ مشعر ان قیود کے جو شہر دہلی میں  
گائو کشی کے عمل و درآمد کے متعلق عائد کی گئی ہیں مع ملفوفات کے پونہ چاہئے  
میں نے بغور ملاحظہ کیا ہے میرے شاہی دوست جس شرط پر میں نے اعتراض



کیا تھا جو مقامی عہدہ داروں نے عائد کی تھی اور جس کی بڑی غرض شہر کا  
اسن قائم رکھنے کی تھی۔ فریقین جو اس معاملے کو پیش کرنا نہیں۔ اُن کو چاہیے  
کہ اس معاملے کو اُن عہدہ داروں کے سامنے پیش کریں جن کو اس کی تحقیقات  
اور تصفیہ کا پورا اختیار حاصل ہو۔

مقام مستقر  
۲۲ اگست ۱۹۵۵ء

اس۔ آر۔ کالون

### (ضمیمہ اول ختم ہوا)

قطعات تاریخی نوشتہ جناب لوی محمد عبدالحکیم صاحب سوم تعلقہ وار ضلع اچھر  
فتح مملکت دہلی مبارک باد

۱۳۳۶ھ

نہشت از طبع خود تاریخ دہلی  
شدہ آباد و بیاں تاریخ دہلی

۱۳۳۶ھ

(۱) بشیر الدین احمد مستنجم علم  
پر تاریخ چوں رفعم بہ فکرش

لکھی تاریخ نادر چشم بد دور  
جہالت سے ہوا میں سخت مجبور  
و اسی فکر میں کیوں تو ہر رنجور  
وقائع سلطنت دہلی مشہور

سیرت میں نے مثال جو صورت میں ہو جمیل  
فضل و کمال اور بھر کی ہو دلیل  
یہ فضل اور کمال جو از رحمت جلیل  
تصنیف لاجواب کی تھا تاریخ بی عدیل

۱۳۳۶ھ

(۲) بشیر الدین احمد دہلوی نے  
ہوئی جب فکر مجھ کو بہر تاریخ  
تو ہاتھ نے مجھے مژدہ سنایا  
سر انصاف سے تو کہہ دے تاریخ

(۳) تاریخ لاجواب لکھی ہو بشیر نے  
ہر کلمہ اس کا جامع و مانع ہو اس طرح  
تصنیف میں بہت سی کتب آئے لکھیں  
عبدالحکیم عرض کر از حضرت بشیر

## ضمیمہ دوم

## قیصر ہند ملکہ معظمہ و کٹوریادی گڈانجھانی کے مختصر حالات

موصوفہ دنیا سے کوئین و کٹوریادی کی جیتی جاگتی تصویر ملت گئی مگر احسان ہندی کی قلم سے لوگوں کے دلوں پر ایسا گہرا نقش ہو کہ نسلاً بعد نسل بھی محو نہیں ہو سکتی۔ ملکہ کی بے نظیر حکمرانی نے ثابت کر دیا کہ حکومت کا وار و مدار صرف مردوں ہی پر نہیں ہے بلکہ جو مرد کر سکتے ہیں وہ عورت ذات بھی کر سکتی ہے اور ملکہ نے تو اس سے بھی بڑھ کر دکھایا کہ جو مردوں سے نہ ہو سکا وہ اس نیک ذات عورت نے کیا۔ ابھی ملکہ لڑکی ہی تھیں کم سن کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے دست قدرت میں ایسی بڑی وسیع سلطنت دی۔ چونٹھ برس کی طول طویل مدت ان کے غل عافیت و حمایت میں ایسی گزری کہ دن عید رات شب برات۔ ان کے عہد مہریت مہد میں علاوہ توسیع سلطنت کے ملک اور رعایا نے ہر اعتبار سے بے انتہا ترقی کی اور ملکہ نے اپنی خوش نصالی اور جیتی نیکلی کے سبب رعایا کے دلوں میں وہ جگہ پائی کہ ایسی ہر دل عزیز کی کسی اور بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئی۔ جو بادشاہ ہوتا ہے اس کا اثر ملک و رعایا پر بڑا نالیک معمولی بات ہے لیکن یہ بات البتہ عجیب و غریب ہے کہ جس بادشاہ نے اس ملک میں قدم تک نہ رکھا اور کالے کوسوں سمندر وں پاریم سے دور اور نظر سے اوجھل ہو۔ یہاں کے حالات سے اسے چشم دید واقفیت نہ ہو وہ کیسی بیدار مغز ہوگی کہ ہزاروں کوئی سے اتنے بڑے ہندوستان پر حکومت کرتی رہی۔ ملکہ معظمہ کو اس پیرائہ سالی میں بھی اپنی رعایا برائیا کی بہبودی اور بہتری حالت کے مقابلے میں اپنے آرام و آسائش کا مطلق خیال نہ تھا یہ بات خانی از انجیب نہیں کہ باوجود اس کثرت مشاغل و انتہاک امور اہم و سترگ سلطنت کے انھوں نے کچھ کچھ اور بھی سیکھ لی اور خاص اسی عرض سے مولوی محمد عبدالکریم خاں صاحب بہادر سی۔ آئی۔ ای متوطن آگرے کو اپنا ہندوستانی سرکاری مقرر فرمایا اور ہندوستانیوں کی خاطر اداسداری

یہاں تک مرکوز خاطر اقدس تھی کہ آخری وقت میں بھی آپ کے جنازے کے پاس دو ہندوستانی مسلمان ملازمہ نگہبان رہیں جسٹن جوہلی میں بھی ہندوستانی فوج ہی کا بادی آپ کے جلوس کے ہمراہ تھا۔

اگر اس مبارک سلطنت کے زمانے کے مختصر اور ضروری حالات بھی لکھے جائیں تو ایک بہت بڑی کتاب بن جائے۔ اس مختصر مضمیمے میں سوائے چند ضروری اور اہم مطالب کے اور کیا لکھا جاسکتا ہے۔ یہ بھی اس تاریخ کی تکمیل کی غرض سے چیدہ چیدہ حالات و واقعات لکھ کر دیئے ہیں۔ دراصل یہ بیان اس کتاب کے پہلے حصے میں آنا چاہیے تھا مگر دیر کا نقشہ دکھانے سے بہت جگہ گھٹ گئی اور ضخامت بہت بڑھ گئی اس مجبوری سے حصہ سوم میں ملکہ معظمہ اور ان کے بعد کے دو اور بادشاہوں ان کے صاحبزادے اور پوتے کے حالات لکھنے پڑے۔

## پیدائش

ملکہ معظمہ ۱۸۱۹ء کو چار بجے صبح پیدا ہوئیں اس حساب سے آپ نے بیاسی سال کی عمر میں چونتھ برس کی طول طویل سلطنت کے بعد رحلت فرمائی۔ آپ محل کنسلٹن واقع لندن میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ٹولوک آف کینٹ تھا جو آپ کی ولادت کے چند ماہ بعد قضا کر گئے اور والدہ آپ کی نو میاؤں گٹوریا و جیس آف کینٹ تھیں۔ پیدائش کے ایک مہینے بعد آپ کے اصطفیاء کی رسم ادا ہوئی اور آپ کا اسم مبارک الگزیٹڈ رینا و گٹوریا رکھا گیا۔ اس مبارک رسم میں شہنشاہ روس الگزیٹڈ اور دوسرے عزیز و قریب موجود تھے۔ شہزادی و کٹوریہ کی تعلیم و تربیت کا اہم فریضہ ان کی بیوہ والدہ ماجدہ نے بڑے اہتمام اور عمدگی سے انجام دیا۔ سرواشر سکا مشہور فسانہ نگار نے آپ کے پانچ برس کے سن میں دیکھا تھا اور تب ہی کہہ دیا تھا کہ وہ اس صغیر سن بیٹی کی تعلیم نہایت حزم و احتیاط سے ہو رہی ہے اور ایسی سخت نگرانی کی جاتی ہے کہ کسی کو اتنا کہنے کا بھی موقع نہیں ملتا کہ وہ تخت انگلستان کی وارث ہیں، بچوں جوں جوں ملکہ کی عمر بڑھتی گئی ویسے ہی ویسے نگرانی کی ضرورت گھٹتی گئی۔ جب آپ نے بفضل خدا اٹھارویں سال میں قدم دھرنا تو آپ کی سالگرہ کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔

## تختِ نبی

اس سال گروہ کے چند ہی روز بعد آپ مالک تخت و تاج انگلیڈ ہوئے۔  
 جارج ثالث بادشاہ انگلیڈ کے چار بیٹے تھے اور ملکہ کے والد  
 ڈیوک آف کنٹ سب سے چھوٹے تھے۔ یہ ظاہر کوئی امید جناب ممدوحہ کے  
 مالک تخت ہونے کی نہ تھی مگر جناب ممدوحہ کا ستارہ اقبال چمک رہا تھا۔ ولیم چہارم  
 بادشاہ کے کوئی اولاد نہ ہوئی انتقال کے بعد اُن کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف کنٹ  
 اکلوتی صاحبزادی شاہزادی الگزینڈرینا و کٹوریہ کے فرق مبارک سے تاج انگلیڈ  
 نے زینت پائی۔ ان دونوں ولیم چہارم کی عمر تیرہ سال کی تھی اور اُن کو شش کی  
 شکایت تھی۔ سات برس سلطنت کرنے کے بعد ولیم چہارم نے ۲۰ جون ۱۸۳۷ء  
 کو دو بجے شب کے انتقال فرمایا۔ آرتھر ڈشپ اور کنٹیربری اور لارڈ جیمز لین دونوں  
 پانچ بجے صبح کے کننگٹن کے محل میں پہنچے۔ دربان کے بیدار کرنے میں بہت  
 دستکیں دینا پڑیں۔ گھنٹی کو بھینچا اور دروازے کو ہٹکھٹایا تب کہیں دروازہ کھلا۔  
 تب صحن میں داخل ہوئے۔ دربان نے خبر نہ لی اور تھوڑی دیر ان کو انتظار  
 کرنا پڑا پھر انھوں نے گھنٹی بجائی اور کہا کہ ہم شاہزادی کو ایک اہم خبر سے فوراً  
 مطلع کرنا چاہتے ہیں۔ تھوڑی دیر پھر سننا مارا اور کسی نے اگر جواب نہ دیا۔  
 پھر تیسری مرتبہ گھنٹی بجائی تو شاہزادی کی خادمہ آئی اور اُس نے کہا کہ ”شاہزادی  
 ایسی مٹی نیند آرام فرما رہی ہیں کہ میں اُن کو بیدار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔“  
 اس پر لارڈ جیمز لین نے کہا کہ ”ہم انتظام ملک کی غرض سے اپنی ملک کی خدمت  
 میں حاضر ہوئے ہیں اور وہ انتظام ایسا ضروری ہے کہ وہ اگر خواب استراحت  
 سے بیدار بھی کی جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔“ اس پر جناب ممدوحہ بیدار کی گئیں  
 اور چند ہی منٹ میں شبِ خوابی کی سفید گون پہنے سر کے بال پٹکے شانوں پر  
 بکھرے شال اوڑھے زری سلیپر پہنے برآمد ہوئیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جو کچھ  
 دیر لگی وہ خود بدولت کی طرف سے نہ تھی۔ جب آپ کو ولیم چہارم کی وفات اور  
 اپنے ملکہ انگلستان ہونے کی اطلاع ہوئی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈھیر  
 آئے کہ ایسی ذمہ داری کے بوجھ کو یہ کم زور کندھے کیسے سنبھال سکیں گے۔  
 غرض یہ کہ سوئی تھیں شاہزادی اور آنکھ جو کھولی تو انگلیڈ کی ملکہ تھیں!۔ جب آپ نے

بادشاہ کے انتقال کی خبر سنی تو یوں گوہر نشاں ہوئیں کہ ”میری طرف سے آپ کا زاد اکیچھے، جس وقت آپ تخت نشین ہوئیں آپ کی عمر کیا تھی صرف اٹھارہ برس لیکن وہ اس صغر سنی میں بھی اپنی بھاری ذمہ داریوں سے بخوبی واقف تھیں چنانچہ آپ نے برسرِ دربار ارشاد فرمایا: ”وہ بھاری ذمہ داری مجھ پر اس قدر دفعۃً کم عمری میں آن پڑی ہے کہ اگر مجھ کو اُس باری تعالیٰ پر جس نے مجھ کو یہ کام سپرد فرمایا ہے پورا بھروسہ نہ ہوگا کہ وہ میرے ادائے فرائض منصبی میں طاقت بخشنے لگا اور اپنے پاک و صاف خیالات اور رفاه عام کی بابت اپنی سرگرمی پر مجھ کو اطمینان نہ ہوتا جیسا کہ بچہ اور تجربہ کار لوگوں کو ہوتا ہے تو میں ایسی بھاری ذمہ داری سے بالکل پریشان ہو جاتی۔“ جناب ممدوحہ نے اُسی وقت پیشیں گوئی فرمائی تھی کہ ”ہمتی المقدور اپنی ہر درجے کی رعایا کو آسائش اور راحت پہنچانے کے لیے میں کوشش کروں گی اور اُن کے حقوق کی حفاظت استحکام کے ساتھ کروں گی۔“ ہر ایک عہدہ دار آپ کے سامنے دوزانو ہو کر دست مبارک کو بوسہ دیتا تھا۔ ڈیوک آف سکس ملکہ سے کسی قدر فاصلے پر تھے اور سب کبر سنی کے اس ریل پیل میں جناب ممدوحہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے یہ دیکھ کر حضور ممدوحہ نے اپنا دست شفقت خود اُن کی طرف بڑھایا۔ حضور ممدوحہ نے باوجود حداثت سن اپنے پہلے درباری فرائض کو اس حسن و خوبی سے انجام دیا کہ ارکانِ داعیانِ سلطنت متحیر رہ گئے۔

**شادی میمنت آبادی** تخت نشینی کے دو سال بعد ملکہ معظمہ کی زندگی میں سب سے ضروری اور اہم واقعہ

آپ کی شادی خانہ آبادی تھی جو ارفروری ۱۸۶۱ء کو پرنس الیگزینڈر کے ساتھ ہوئی جن کو شادی کے بعد پرنس آف ویلٹ کا لقب ملا اور جو آپ کے چچے بھائی تھے یہ شادی پولشک یا خارجی اسباب سے نہیں ہوئی بلکہ صرف باہمی محبت کی وجہ سے۔ ارفروری ۱۸۶۱ء کو ملکہ معظمہ نے افتتاح پارلیمنٹ کے وقت برفس لفیس اسس شادی کا ارادہ ظاہر فرمایا بلکہ اپنے شوہر سے تین مہینے عمر میں بڑی تھیں ۱۸۶۱ء میں پہلے پہل آپ کا تعارف شہزادے سے ہوا۔ تب ہی ملکہ کے دل میں اُن کی خوب صورتی اور دل فریب اوضاع و اطوار نے اپنا نقشہ جما لیا تھا حضور ممدوحہ

نے اس شادی کو نہ صرف اپنی خانگی مسرت بلکہ رعایا کے ملک کی بہبودی کے لیے بھی ضروری خیال کیا تھا۔ تین سال کے بعد پھر شاہزادے انگلستان تشریف لائے۔ ملکہ نے انھیں دونوں شہزادوں کے حسن و جمال اور اوصاف ایک پر جوش خط اپنے چچا شاہ بلجیم کو لکھا اور اس کے بعد اپنے وفادار شیر بیرن سٹاک مار کو تحریر فرمایا کہ ”پرنس ایڈورڈ نے میرا دل چھین لیا ہے اور آج صبح سے ہم دونوں نے تمام باتوں کا تصفیہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ جب آج لشب آف کینٹربری نے خانگی شہزادوں کے وقت آپ سے یہ دریافت کیا کہ بلحاظ اعزاز شاہی کہ اگر شادی کے خطبے میں لفظ تالیح خارج کر دیا جائے تو مناسب ہے۔ آپ نے فرمایا ”مائی لارڈ شادی کی رسموں میں سے کوئی چیز ترک نہ ہونے پائے میں یہ حیثیت ایک زوجه کے شادی کرنی چاہتی ہوں نہ یہ حیثیت ملکہ کے۔“ شادی کے بعد انیس برس تک اس شاہی جوڑے کے باہمی اتحاد و پاکب زانہ زندگی اور سادگی وغیرہ سے انگلستان کی رعایا کے دلوں پر جو عمدہ اثر ہوا اس سے ملک کو بے انتہا فائدہ پہنچا۔ بادشاہان سلف کے زمانے میں محلات شاہی اور باروں میں جو خرابیاں تھیں سب رفع ہو گئیں۔ ان ہر دو نیک زادوں کے عمدہ رویہ نے ایسا پیش بہا فائدہ ملک کو پہنچایا کہ جس کا حدود حصہ نہیں۔ ۲۱ نومبر ۱۸۴۰ء کو پہلی شہزادی پرنسس رائل تولد ہوئیں۔

**پرنس کنسرت کا انتقال** | شاہ ہو یا گدا سب کو مرنا ہوتا ہے۔ جموڑی ہو یا نخل ہام اللذات سب جگہ موجود دنیا میں آنا جانے کی خبر دیتا ہے۔ جس نے ماں کا پیٹ دیکھا وہ قبر کا گڑب گڑ دیکھے گا پر دیکھے گا دنیا میں موت جیسی یقین اور کوئی چیز نہیں۔ ۱۶ مارچ ۱۸۶۱ء کو ملکہ مغلمہ کی والدہ ماجدہ نے سفر آخرت اختیار کیا ابھی آٹھ سو نو تھیں ۱۴ دسمبر ۱۸۶۱ء کو شوہر کا دہا کا بیٹھا۔ یہ جوانی اور نڈاپا۔ امیر اکبر۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بڑے سے بڑے بادشاہ کی بھی کچھ نہیں ملتی۔ اس شاہنشاہ کے سامنے سب کے سر تسلیم خم ہیں جس کی بادشاہت ابدی اور ازلی ہے۔ پرنس کنسرت کے متعلق اس وقت پارلیمنٹ میں لارڈ ورنلی جو تقریر کی تھی اس کا ماحصل یہ تھا۔ پرنس ایڈورڈ کی وفات سے ہم نے اپنے ملک کا بادشاہ



کھویا ہے۔ ملکہ کے دستقل خانگی معتد اور متقل وزیر عظم تھے۔ ہمارے ملک کے بزرگ لوگ اور اس وقت جو جوان لارڈ اس کیسینٹ میں موجود ہیں وہ بالاتفاق تسلیم کریں گے کہ اس جرمن شہزادے نے جس عقل مندی اور مصلحت کے ساتھ ملکہ انگلستان کی اکیس سال خدمت ادا کی ہے ویسی ہمارے کسی بادشاہ میں نظر نہیں آتی۔ انگریزوں میں شادی اپنی پسند کی ہوتی ہے اسی طرح ملکہ نے بھی اپنے شوہر کو پسند فرمایا تھا۔ اس انمول جوڑے میں بے انتہا محبت تھی۔ حیف صد حیف کہ چند ماہ کے فاصل سے ماں کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا اور پھر جوڑا بچھڑ گیا۔ یہ دوسرا صدہ ماں اور شوہر کے انتقال کا جناب ممدوحہ پر ایسا پڑا کہ تمام ملک میں غم و الم کی ٹکٹا چھا گئی۔ میاں بیوی نے بل جل کر صرف اکیس ہی سال سرت و انبساط سے کائے کہ ملکہ عین عالم جوانی میں بیوہ ہو گئیں۔ جس قیامت کی رات ملکہ کے شوہر نے انتقال کیا جناب ممدوحہ نے فرط غم و الم سے فرمایا۔ ”آج میری نظروں میں دنیا اندھیر ہے۔ میرے حساب سے سب چیزیں مر گئیں“ لیکن اسی وقت دل کڑا کر کے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں تو کبھی کوتاہی کرنے والی نہیں“۔ سبحان اللہ کیا استقلال ہے اور کیسی ہمت ہے! شوہر کی وفات کے بعد کئی برس تک ملکہ غم و الم میں ایسی ڈوبی رہیں کہ گویا یہ وہ ملکہ تھیں جو کہ پہلے تھیں۔ لیکن زمانہ بڑا مصلح اور غم خفا کن ہے۔ جب صاحب زادے اور صاحب زادیاں بڑے ہوئے۔ پردان چڑھے۔ پوتوں اور نواسوں نے گھر کی چہل پل اور رونق بڑھائی تو لامحالہ غم کے اشتداد میں کمی ہوئی اور ملکہ معظمہ تھوڑی بہت کچھ کاروبار دنیا میں لینے لگیں۔

## ولی عہد کی خطرناک علالت اور دیگر حوادث

ہندوستان کے غدر کے بعد ۱۸۵۷ء میں پرنس آف ویلز کی خطرناک علالت نے ملکہ کے دل پر سخت صدمہ پونہ پڑا۔ شہزادے کی زیست کی اُمید

بہت کم تھی لیکن وہ کریم و کار ساز جس نے ملکہ کو ہمارے سروں پر ۸۲ سال کا قیام و برقرار رکھا اور ۶۴ برس اُن کی سلطنت کی برکات سے مستفید کیا



اس نے ان کے بعد ایک لائق و فائق شہنشاہ دینے کے لئے جو اپنی والدہ ماجدہ کے قدم بقدم چلے پرتس آف ویلز کو حیات تازہ بخشی کہ وہ آگے چل کر یہ لقب ایڈورڈ ہفتم ایک لائق تجربہ کار اور سربل عزیز بادشاہ بنے۔ ۱۸۶۲ء میں ملکہ کی ہمشیرہ عزیزہ کا انتقال ہوا اور ۱۸۶۸ء میں شہزادی الیس کے انتقال سے آپ کے دل پر سخت صدمہ ہوا۔ ۱۸۶۹ء میں زولوہ کی لڑائی کے وقت ملکہ کو کچھ کم بے چینی نہیں رہی اس پر طرہ یہ ہوا کہ کابل میں ریڈنٹ اور ان کے تمام لوگوں کا بیویوں نے قتل کیا اور اس کے بعد ایک چار سالہ جنگ ہوئی۔ ۱۸۸۸ء میں ملکہ معظمہ کے فرزند کہیں ویلوک آف ایلینی نے عین عالم شباب بکتیس سال کی عمر میں دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر انتقال کیا۔ دنیا دار المحن ہو فکر اور غم سے کوئی خالی نہیں۔ ملکہ کی عمر جوں جوں بڑھتی گئی انسوس ناک واقعات کی بھی ترقی ہوتی گئی۔ شہنشاہ جرس فریڈرک ریچینڈول آپ کے داماد نے انتقال کیا یہ دونوں جانکاہ صدمے ہنوز جناب محترمہ کو تازہ ہی تھے کہ ۱۸۹۲ء جنوری ۱۴ء کو ملکہ کے بڑے پوتے ویلوک آف کلیرنس نے عین عالم شباب یعنی (۲۸) کی اٹھتی جوانی میں اس وقت میں جب کہ ان کی تقریب شادی کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے ہو رہی تھیں سخت بخار سے انتقال کیا۔ شادی کے گھر میں صدف ماتم کچھ گئی۔ بڑھیا وادی کے غم زدہ دل پر کوہ الم لوٹ پڑا۔ ۵

گر پرنس و سالیہ میری عجیبہ نیت  
 اس ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد  
 ملکہ معظمہ کو بڑا بچے میں جوان بیٹے اور ہونہار پوتے نے بڑا دانع دیا۔ یہ دوسرا صدمہ ایسا نہ تھا کہ سارے ملک میں سنسنی نہ پھیل نہ جائے تھامی سلطنت میں ان حوادث کا سخت ماتم ہوا اور رعایا و برایا نے اپنی ملکہ کی مصیبت میں پوری ہمدردی کی جس کا ان کے قلب صافی پر بڑا گہرا اثر ہوا اور قلعہ آسپرین سے ۲۶ جنوری ۱۸۹۲ء کو ایک نہایت پرورد و اثر فرمان اپنی جان نثار رعایا کے نام بقلم خاص تحریر فرمایا۔ جو یہ ہے۔

دو میری سلطنت کے ہر خطے کی رعایا نے اس غمگین اور جانکاہ سانحے پر جو صرف

۵۰ حقیقی بہن تو آپ کی کوئی تھیں نہیں یہ کوئی رشتہ کی بہن ہوں گی۔ ۱۲

ایک حادثے کے سواے (شوہر کی وفات) سب سے زیادہ رنج و غم تھا مجھ پر اور ساری قوم پر پڑا ہی مجھے پھر اُس نہایت گہری خیر خواہانہ شفقت آمیز ہم دردی کا اظہار کرنا چاہیے۔ یہ مصیبت ناک سانحہ جب کہ دفعۃً میرے پیارے پوتے کی زندگی کا پھول غنفلوان شباب میں مرجھا گیا جو آئندہ بہت ہونہار تھا اور پسندیدہ اور علیم اور ہمیشہ سب کا پیارا تھا رشیدت ایزدی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لیے اُس کے غم زدہ والدین۔ اُس کی پیاری نوجوان دلہن اور اُس کی شہداد اوی کے لیے اور زیادہ مصیبت ناک ہو۔ ایسے وقت میں لاکھوں اشخاص کی موثر ہم دردی نہایت تسلی و ہر۔ میں خود اپنے بچوں کی طرف سے نہایت گرم جوشی سے سب کے احسان مندی کا اظہار کرتی ہوں۔ ہمارے ساتھ اس قسم کی ہم دردی کی شہادت اور میرے پوتے کی پسندیدگی کا اظہار جس کو میں بیٹے کی طرح چاہتی تھی اور جو خود بھی مجھ سے بیٹوں کی سی عقیدت مندی رکھتا تھا۔ ہمارے واسطے اس مصیبت میں امداد اور تسلی ہوگی۔ میرے حوادث میری سلطنت کے پچھلے تیس سالوں میں بے شک بہت بھاری ہوئے ہیں۔ اگرچہ وہ محنت۔ ترددات اور ذمہ داریاں جو میرے مرتبے سے جدا نہیں ہوتیں بہت بڑی ہیں تاہم میری دلی دعا ہے کہ خداوند کریم مجھے صحت و توانائی عطا فرمائے تاکہ اپنے پیارے ملک اور سلطنت کی بہتری اور خوشنودی کے لیے جب تک زندگی باقی ہو کام کرتی رہوں۔ دستخط و کٹوریل۔

اُس کے بعد اگست ۱۹۰۷ء میں آپ کے صاحبزادے ڈیوک آف کوبرگ جن کو لوگ زیادہ تر ڈیوک آف اڈنبرا کے نام سے جانتے ہیں۔ انتقال فرمایا۔ ان پر ہم صدمات سے جو جناب محنت کے دل پر پونہچے اُن کے غم و الم کا اندازہ بہت مشکل ہے۔

## اتفاتی حوادث

کہتے ہیں کہ بادشاہ کی جان کا محافظ اللہ سوتا ہو ورنہ ہزار دشمن ہزار دوست۔ ملکہ کی زندگی بھی ایک قدرت الہی کا نمونہ ہے کئی موقعوں پر آپ کی جان کو دیوانوں اور مجنوںوں سے بے انتہا خطرے پہنچے ہیں۔ شادی کے بعد ہی ۱۰ جون ۱۸۸۷ء کو ایک نوجوان شخص نے جس کا نام ایڈورڈ آکسفورڈ تھا آپ پر تفسنگ کر کیا جبکہ

آپ مع اپنے شوہر کے ایک کھلی گاڑی میں سوار تھیں۔ اُس نے ایک چھوڑ دو فیر  
کیں لیکن دونوں نشاؤں نے خطا کی اور ملزم گرفتار کر لیا گیا۔ اُس کی بھانسی کا حکم  
ہوا تھا مگر چم دار المجاہدین میں جس دوام کیا گیا اور آخر کار ۸۶ء میں اُس کی جان بخشی فرما کر  
جلاد وطن کر دیا۔ اس سلسلے پر ولایت میں بڑی ٹھیل پڑ گئی۔ ہزاروں تار مبارک باد کے  
آئے۔ بہت سے سپاہی نامے پیش ہوئے۔ اس کے دو سال بعد جب جناب  
ممدو محمد گرجے سے واپس تشریف لارہی تھیں تو ایک بد معاش نے چھ تفنگچے چلایا مگر گولی  
نے خطا کی اور ملزم بھاگ گیا دوسرے دن پھر اسی شخص نے ملکہ پر جبکہ وہ گاڑی میں  
سوار تھیں واکریا یہ بھی خالی گیا اس کی دفعہ وہ نابکار پکڑا گیا اور بھانسی کا حکم ہوا لیکن  
شاہی مرضی کے مطابق اُس کی جان بخشی ہوئی اور عمر قید پر اکتفا کیا گیا۔ جس دن یہ فرمان  
عطوفت نشان صادر ہوا اسی روز ایک کبوترے چھوکرے نے ملکہ معظمہ پر حملہ کیا لیکن شکر خدا  
کہ کچھ ہوا ہوا یا نہیں غرضی اسی طرح جناب ممدو محمد پر اسی قسم کے مجبوسہ الحواس لوگوں نے  
کئی حملے کئے۔ اگر جناب ممدو محمد مستقل مزاج۔ جری۔ اور مضبوط القوی نہ ہوتیں یا اور  
کوئی آپ کی جگہ ہوتا تو ضرور گھبرا جاتا۔ چند سال بخیر و خوبی گزرے پھر ۸۴۹ء میں  
ایک ایٹرش نے آپ پر خالی کار توں چلایا اور اس کے دوسرے برس ایک فوجی کپتان  
نے آپ کے چہرہ مبارک پر ایک بید مارا۔ ۸۵۲ء میں ایک اسیرش دیوانہ چھو کر  
آپ کے پاس جا گھسا جس کے ایک ہاتھ میں غرضی اور دوسرے میں پستول تھا۔  
دس سال بعد جب کہ آپ ونڈزر کے سٹیشن پر گاڑی میں سوار ہوتی تھیں ایک یولے  
مخض نے گولی چلائی۔ آپ پر صرف یہی حوادث پیش نہیں آئے بلکہ بچپن میں بھی ایک  
دفعہ آپ بندوق کی نو سے بال بال بچ گئیں۔ ایک لڑکا کسی چوڑیا پر نشانہ لگا رہا  
تھا کہ کھڑکی توڑ کر چپے آپ کے سر پر سے نکل گئے۔ جب آپ کی عمر چار سال کی  
تھی تو آپ کی گاڑی آٹ گئی تھی۔ ایک اسیرش سپاہی نے گاڑی کو آپ کے  
جسم مبارک پر گرنے سے تھام لیا۔ آپ کی عمر چودہ برس کی تھی کہ آپ ایک شستی پر  
سوار تھیں قضا رشتی کا متول ہوا کہ صدمے سے ٹوٹ گیا ممکن تھا کہ وہ آپ پر  
۱۵ اکثر دیکھا گیا ہو کہ بادشاہوں یا کسی اور بڑے آدمی پر حملہ کرنے والے اپنے آپ

گرتا اور خدا نخواستہ کچھ آپ کے دشمنوں کو نقصان پہنچاتا۔ مگر آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ اسی وقت ایک دوسری کشتی اتفاق سے آگئی اور آپ اُس میں سوار ہو گئیں۔ ایک دوسرا حادثہ کشتی کا اس سے بڑھ کر سوا کہ آپ جس کشتی میں رونق افروز تھیں اُس کی ٹکر کسی دوسری کشتی سے ہو گئی وہ کشتی آپ کے دیکھتے دیکھتے مع اُن آدمیوں کے جو اُس پر سوار تھے ڈوب گئی جس کا آپ کو بڑا افسوس ہوا مگر قدرت خدا کی کہ آپ کی کشتی باطل محفوظ رہی۔ ایک مرتبہ جب کہ آپ اور آپ کی والدہ بھی میں سوار تھیں گھوڑے بھڑکے اور لے بھاگے بڑی خیر گزری کہ ایک راہ چلتے نے جھپٹ کر گھوڑوں کو تھام لیا۔ اس کے سوا اور بھی ایسے کئی واقع پیش آئے ہیں مگر ہر حال میں خدا حافظ و نگہبان رہا۔

**اولاد** ملکہ معظمہ جہاں بہ اعتبار سے خوش نصیب تھیں وہاں اولاد کی طرف سے بھی اُن کی گود پیٹ بھری پڑی تھی۔ آپ کے پوتے پوتیاں نوا سے نواسیاں وغیرہ ملا کر خدا رکھے بھرا چر اکتبہ تھا لیکن ساتھ ہی اس کے آپ نے اپنے جگر گوشوں کی موت کے بڑے بڑے صدمے بھی اٹھائے۔ اول ہی آپ اپنے شوہر کے انتقال سے عمر بھر رنجیدہ اور ملول رہیں اور سوائے اکیس سال کے ساری عمر رنڈاپے میں تیر کی اور جوان جوان صاحبزادوں اور صاحبزادیوں اور پوتوں کے مرنے کے صدمات عظیم کو بھی نہایت تحمل و استقلال اور صبر و شکر سے برداشت کیا۔ مگر بڑھاپے میں اولاد کا دافع خدا نہ دکھائے اور آخر عمر میں آپ کو بہت بڑے بڑے صدمے اٹھانے پڑے۔ ایک نوجوان بیٹے ڈیوک آف ایلنٹی کا انتقال پھر جان جوان پوتے ڈیوک آف کلیئرس کا صدمہ اور تیسرے سب سے اخیر ڈیوک آف اڈنبرا کا انتقال ۱۹ء کا اس دار فانی سے کوچ۔ ان صدمات کا حال اُس ماں کے دل سے پوچھا جائیے جس پر یہ گزرے۔ ملکہ معظمہ کو نونچے ہوئے دل سب سے بڑی آپ کی وہ صاحبزادی تھیں جو بادشاہ جرمن کی خاتون محترم تھیں اور حال شہنشاہ جرمن کی والدہ۔ ۲۵ء پرنس آف ویلز جو شہزادی ڈنمارک سے منسوب تھے اور جن کے پانچ بچے تھے۔ جن میں کے چار زندہ ہیں۔ پرنس آف ویلز کے بڑے صاحبزادے ڈیوک آف یارک (حال ملک معظم جارج پنجم)

کے چار بچے۔ ایک صاحب زادی کے دو بچے۔ ایک ناکہ خدا اور ایک کے ادا مانہ ہیں۔  
(۳) شہزادی ایلینس ماڈمیری جو سات بچے چھوڑ کر ۱۲ دسمبر ۱۸۷۷ء کو فوت ہوئیں (۲۵)  
ڈیوک آف اڈنبرا جن کی خاتون شہنشاہ روس کی شہزادی ہیں۔ ان کے پانچ بچے ہیں۔  
ڈیوک نے ۱۹۷۱ء میں انتقال کیا۔ (۲۵) شہزادی ہلنا۔ پانچ بچے۔ (۲۶) شہزادی لوئی۔  
(۲۷) ڈیوک آف کنٹ جو پروشیا کی شہزادی سے منسوب ہیں تین بچے۔ جناب مملوح  
عرصے تک ہندوستان میں کمانڈران چیف رہے ہیں اور پھر ۱۹۰۳ء کے کارونیشن  
دربار میں بھی تشریف لائے تھے (۲۸) ڈیوک آف ایلینی جنہوں نے دو بچے چھوڑ کر  
۱۸۸۷ء میں انتقال کیا۔ (۲۹) شہزادی بیائرس (چار بچے)

آپ چھ بچے چھوڑ کر مری پوتے پوتیوں کو اسے نو اسیوں اور ان کی اولاد ملائی جائے  
تو جو مر گئے ان کو چھوڑ کر بھی (۳۱) ملکہ کی زندگی تک موجود تھے۔

**ڈیوک آف یارک کی شادی** پرنسس میری ڈیوک آف کلیئرلینس کی ٹیلیٹر  
تھیں وہ اچانک عالم جوانی میں عالم بقا کو

سد بارے انھیں سے ۶ جولائی ۱۸۹۳ء کو ان کے چھوٹے بھائی ڈیوک آف یارک  
ملکہ معظمہ جارج پنجم کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہو گئی جن کے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جواب  
پرنس آف ویلز ہیں اور جو ملکہ مرحومہ کے پڑپوتے ہیں۔ ملکہ معظمہ کی ایک بسوط  
سوانح عمری میں ہم نے ایک تصویر دیکھی ہے جس کا عنوان چارلشٹ یا چارلٹ پریمی  
اس تصویر میں ملکہ معظمہ اپنے اس چھوٹے سے پڑپوتے کو آغوش محبت میں لیتے ہوئے  
ان کے چہرے سے مسکراہٹ اور آثار سرت ظاہر ہیں۔ وائیلو بائیں پرنس آف ویلز لائے ہیں  
اور ڈیوک آف یارک (جارج پنجم) باپ بیٹے کھڑے ہیں۔ اس حساب سے جناب  
ممدوم نے چوتھی پشت دیکھ لی جو اس زندگی ناپائدار میں سوائے ایسے خوش نصیبوں  
کے دوسروں کو کم نصیب ہوتی ہے۔

**کچھ بچنے کی حسیٹی باتیں** ملکہ معظمہ کے متعلق بے شمار حکایتیں مشہور  
ہیں۔ جن میں خاص کر بچنے کی باتیں بڑی  
دل آویز ہیں۔ ہونہار بردے کے چکنے چکنے پات پوت کے پاؤں پالنے ہی میں معلوم

۱۲۔ بعد میں اسی بچے بھی ہوئے ہیں ۱۵ بعد میں ان کی بھی شادی ہو گئی۔ ۱۲۔

دیتے ہیں اچھوں کے اچھے ہی ہوتے ہیں۔ ملکہ معظمہ شروع ہی سے بڑی خلیق اور  
ملنسار تھیں۔ آپ اکثر ایک خچر پر سوار ہو کر نکلا کرتی تھیں جس پر ایک مکلف زین کے  
علامہ خچر کے گلے میں نیلے گنڈے بھی پڑے رہتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ  
راہ چلتوں سے اکثر پوچھ لیا کرتی تھیں۔ ”اچھے ہو“ اور سلام میں بھی خود تقدیم  
کرتی تھیں۔ جو لوگ آپ کو سبز کٹہرے کے اندر رہی گھاس کے تھتوں پر کھیلنے  
دیکھ لیتے تھے اکثر آپ کے ہاتھ چوم لیتے تھے۔ آپ نے بچپن میں بھی کبھی فضول  
خرچی نہیں کی حالانکہ گھر میں اندر کا دیا سب ہی کچھ تھا اور پھر ماں باپ کی اکلوتی اور  
لاڈلی شاہی گھرانے کی بیٹی جتنا کرتیں تھوڑا تھا مگر یہ رکھ رکھاؤ اور تعلیم کی خوبی تھی جو  
کفایت شعاری خمیر میں داخل ہو گئی۔ ایک مرتبہ کیا ہوا کہ ۸۲ سالہ آپ کسی سیلے میں  
تشریف لے گئیں تھیں۔ بہت سے عزیز واقارب دوست احباب کے لیے تحفے تحائف  
خرید لیے۔ میں آپ کو جو کچھ روپیہ سیوہ خوری کے لیے مانگو تھا وہ فٹ ہو گیا اس وقت  
آپ کو خیال آیا کہ اوہ فلاں بھانجے کے لیے کچھ نہیں لیا۔ آپ نے اس کے لیے ایک  
بکس پسند کیا جس کی قیمت بھی کچھ زیادہ نہ تھی صرف نصف کروڑ۔ دکان دار نے  
چاہا کہ آپ کی اور چیزوں کے ساتھ اس بکس کو بھی رکھ دے دام کوئی بھاگے جاتے  
تھے آجائیں گے۔ لیکن آپ کی گورنس نے کہا نہیں۔ اس وقت دام نہیں ہیں اس  
وجہ سے شہزادی خرید نہیں سکتیں۔ پھر دیکھا جائے گا آپ اس بکس کو نکال کر الگ  
رکھ دیجئے۔ شہزادی اس بات سے خوش ہوئیں اور جب سب معمول آپ کو میسج  
ملا تب آپ خچر پر سوار ہو کر آئیں اور اس بکس کو خرید لے گئیں۔ اس سے ہر شخص کو ایک  
عکسہ بنی حاصل ہوتا ہے کہ جب تک پیسہ ہاتھ میں نہ ہو اودھار کبھی بھول کر نہ کرے جو  
لوگ قرض سودا خریدتے ہیں وہ بے دھڑک جو دل میں آیا لے لیتے ہیں کیوں کہ  
دام تو اس وقت دینے ہی نہیں پڑتے جو بوجھ معلوم دے۔

آپ کی اکثر عادت تھی کہ اپنے گورنس کے ساتھ بازار تشریف لے جایا کرتی تھیں  
ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ ایک جوہری کی دکان پر کچھ خریدنے آئیں دیکھا کہ دکان دار  
کسی ایک اور نوجوان گاہک لیڈی کی طرف متوجہ ہو چو گھڑی کی ایک زنجیر کا سودا  
کر رہی تھی۔ زنجیر پسند کی۔ دام پوچھے تو بہت تھے۔ دام سن کر وہ لیڈی غل جھٹک



رہ گئی اور کہا۔ مدام بہت ہیں اور مجھ میں اتنی سکت نہیں۔ یہ کہہ کر چلی گئی کہ ”خیر کم داموں کی لے لوں گی“ شہزادی یہ سب ماجری دیکھ رہی تھیں۔ اُس کے چلے جانے کے بعد آپ نے دکان دار سے پوچھا کہ ”کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سیڑھی تھیں۔“ دکان دار وہاں میں جانتا ہوں کہ آپ نے فرمایا کہ ”جو زنجیر اٹھوں نے پسند کی ہے وہ تم اُن کو بھیج دو اور یہ بھی کہلا بھیجو کہ دکتور یا چاہتی ہو کہ تم اس کو اُس عمدہ صفت کے عوض قبول کر لو کہ تم نے جس چیز کو تم نے لے سکتی تھیں نہیں خریدی اور اپنی خواہش انسانی کو روکا۔“ گئی تریس کے بعد آپ کی ایک تصویر سرتاپا نئی لباس میں کھینچی گئی اور آپ کے جسم پر کوئی زیور نہ تھا۔ لوگوں نے التماس کیا کہ تصویر کھینچوانی ہو آپ کچھ تو زیور زیب تن فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں یہ تصویر تو میرے لوگوں میں جائے گی۔ جہاں تک میرے پس میں ہیں یہ بات یادوں کے فضول خیرچی کا سد باب ہو۔

ملکہ نے اس طرح اٹھایا کیا کہ غریب اور امیر سب کے ساتھ یکساں اخلاق اور پندیرہ اطوار کا برتاؤ کریں۔ ایک دن جب کہ شہزادی ملکہ میں اپنی والدہ کے ساتھ مقیم تھیں اپنے چھوٹے سے کئے کو لیے ہوئے اپنی ماں اور اتالیقہ کے آگے آگے دوڑ رہی تھیں کہ رستے میں اُن کو اپنی ایک ہم عمر لڑکی ملی جو تھی تو دیہاتی مگر لباس صاف ستھرا تھا۔ بوجہ ہم سنی شہزادی کا دل چاہا کہ اس سے کچھ بات کر دے تو اُنھوں نے یوں بات چھیڑی کہ ”میرا کشت بہت تھک گیا ہے کیا تم بہر بانی کر کے اسے اٹھا لو گی؟“ اُس خوش مزاج لڑکی نے جسے غیر نہ تھی کہ یہ لڑکی شہزادی ہی کہہ رہی تھیں ”ہاں کیا مضائقہ ہے اور جھٹ گئے کو گود میں اٹھا لیا اور دونوں برابر سنی خوشی باتیں کرتی چلی جا رہی تھیں تھوڑی دور جا کر اُس لڑکی نے کہا کہ ”میں تو تھک گئی اور آپ کے کتے کو زیادہ دیر تک نہیں اٹھا سکتی“ شہزادی نے ”کیا واقعی؟“ نامکن۔ تم تو ابھی تھوڑی ہی دور لائی ہو۔“ لڑکی۔ ”میں تو خاصی دور لے آئی اور مجھے اپنی خالہ کے ہاں جانا پڑا۔ اگر آپ کو کتے کو اٹھوانا ہی ہو تو آپ خود کیوں نہیں اٹھا لیتیں؟“ شہزادی نے ”تمھاری خالہ کون ہیں؟“ لڑکی۔ ”میں سنسن جانشین“ شہزادی نے ”کہاں رہتی ہیں؟“ لڑکی۔ ”وہ وہ سائے والے چھوٹے سے گھر میں جو پہاڑ کے دامن میں نظر آتا ہو۔“ یہ باتیں دونوں لڑکیاں کھڑی آپس میں کر رہی تھیں کہ اتنے میں شہزادی کی والدہ اور گھنٹ



بھی آگئیں۔ شہزادی۔ وہ میرادل تھاری خالہ سے ملنے کو چاہتا ہے۔ میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ آؤ ہم تم دونوں دوڑ چلیں، گورنس۔ (ملکہ کا ہاتھ پکڑ کر) شہزادی۔ نہیں۔ نہیں۔ آپ اس لڑکی سے بہت دیر باتیں کر چکیں۔ آپ کی اماں جان فرماتی ہیں کہ گھر چلیے، شہزادی کے لفظ کو سن کر بے چاری غریب لڑکی سٹپا گئی اور شرمائے لگی۔ لیکن ملکہ کی والدہ نے اسی وقت نہایت مہربانی سے اس لڑکی کی تحلیف فرمائی کا شکریہ ادا کیا اور ایک اشرفی اُسے انعام دی۔ وہ لڑکی بہت خوش ہوئی اور شکریہ ادا کیا اور دوڑی دوڑی اپنی خالہ پاس جا کر سب ماجری بیان کیا۔ وہ اشرفی ایک چوکھٹے میں جڑ کر اب تک ملکہ کی ملاقات کی یاد گار میں اُن کے مکان میں لگی ہوئی ہے۔

ملکہ کی ہمدردی اور نیک مزاجی کی بہت سی حکایتیں آپ کی تخت نشینی کے بعد کی بھی ہیں۔ ایک دن آپ کے ملاحظہ اور پسند کے لئے کچھ کنگھن پیش کئے گئے تھے۔ اُن میں سے آپ نے پچیس پونڈ کی ایک جڑی پسند فرمائی۔ اسی اثنا میں کسی لیڈی نے ایک قدیم عمدہ دار کی بیوہ عورت کی عرضی پیش کی۔ ملکہ نے عرضی پڑھی اور متاثر ہو کر وہ کنگھن تو دیئے رکھا اور اُس کی قیمت پچیس پونڈ اس بیوہ کو بھیج دی۔

برسوں سے ایک بڑھا کننگٹس کے محل کے سامنے والی سڑک جھاڑا کرتا تھا۔ ملکہ شہزادی کے زمانے سے جب کبھی گاڑی میں نکلتی تھیں اس بڑھے پر ترس کھا کر کچھ نفرتی سکے پھینک دیا کرتی تھیں۔ جب آپ خود ملکہ ہوئیں تو تو اُس بڑھے کی آٹھ شلنگ ہفتہ وار پنشن مقرر کر دی لیکن افسوس ہے کہ وہ بڑھا صرف چھ ہی مہینے جیا۔

ملکہ معظمہ نے اپنے والد کا تہہ منہ جو پچاس ہزار پونڈ تھا ادا کر دیا۔ آپ کو اس بات کا بھی علم تھا کہ اُن کی والدہ بھی کچھ قرض دار ہیں۔ اُن کی راست باز صاحب زادگی نے ہیک دن ناشتہ کے وقت میز پر ان کی رکابی کے پاس ایک لفافے پر گان کا نام لکھ کر رکھ دیا۔ انھوں نے جو لفافے کو کھولا تو کیا دیکھتی ہیں کہ اُن کے سارے قرضے کی ادائیگی کی رسیدیں اُس میں موجود تھیں۔

**ملکہ کی کام کی قابلیت** | ملکہ معظمہ کبھی کام کرنے سے ہچکچاتی نہ تھیں۔

اوّل زمان سلطنت میں سویرے اٹھ بیٹھے ہی سے کاغذات ملاحظہ فرمائے لگتی تھیں۔ لارڈ ملبرج ایک مرتبہ کاروبار کی ضرورت اور کثیر التعداد و غور طلب کاغذات کے پیش کرنے کی معذرت بھی کی۔ آپ نے فرمایا۔ ”یہ تو صرف ایک تبدیل مشغلہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے بھی آرام طلبی کی زندگی بسر نہیں کی۔ مجھے اپنے روزانہ سب قوں کو چھوڑ کر ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔“ لارڈ پالمرسٹن لکھتے ہیں کہ صرف ایک سال ۱۸۶۸ء میں اڑتیس ہزار مراسلات ملاحظہ اشرف سے گزرے۔ ایسے اہم دسترگ کاغذات کو اُن کے منسلکات کے ساتھ دیکھنا اور غور کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ذیل کے واقعے سے حضرت ممدوح کی غایت درجے کی انسانیت۔ نرم دلی اور پابندی اوقات کا حال معلوم ہوگا۔ آپ کے سٹاف میں ایک عہدہ دار بڑا جلد باز اور گڑبڑا تھا۔ ایک دفعہ وہ ملکہ کی حضوری میں سلطنت کی ایک بڑی بھاری تقریب کے متعلق کچھ احکام اور ہدایات لینے کی عرض سے حاضر ہوا۔ ملکہ معظمہ نے ساری تفصیل اُسے سمجھا دی خدا جانے کھیراہٹ میں اُس نے پوری طور سے سنا نہیں یا سنا اور باتیں ذہن سے اتر گئیں بہر حال وہ اُن ہدایات کو بھول گیا اور اب بہت سٹیٹا یا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ ملکہ معظمہ کی سمجھ مبارک تک بھی اُڑتی پڑتی یہ خبر ہو پہنچی۔ آپ خود بدولت کمرے میں تشریف لے گئیں اور منیر پر سے ایک تختہ پروگرام جو دست خاص سے ارتقا م فرمایا تھا وہ ایک عہدہ دار کو دیا اور کہا کہ فلاں صاحب کے پاس لے جاؤ اور اُن سے کہہ دو کہ وہ خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ میں نے جو کچھ اُن سے زبانی کہا تھا وہ سب اس کاغذ میں لکھا ہوا ہے اس سے اُن کو اُن امور کی تفصیل بخوبی معلوم ہو جائے گی، حضرت ممدوح بڑی پابندی سے اپنا روزنامہ بھی قلم بند فرماتی تھیں جو شہنشاہ ضروری واقعات سمجھتے تھے سب میں لگتی تھیں۔ سلطنت کی بہت اخباریں میں جو مباحثہ درمیان میں تھیں ان کو بہت عرصے تک لکھتی تھیں۔

**الوار کا دن** | الوار کا دن بالکل چھٹی اور عبادت کے لیے مخصوص تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سہتے کی شام کو آخر وقت ایک وزیر درود و دولت پر کچھ ضروری اور اہم کاغذات لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کاغذات ضروری اور

غور طلب ہیں شب کے وقت حضور کو تکلیف دینا نہیں چاہتا صبح سویرے حاضر ہوں گا، ملکہ۔ دوکل صبح؟ پھر مکرر فرمایا۔ دوکل تو اتوار ہی، وزیر۔ پیر و مرشد بجا ارشاد ہوا لیکن کام ایسا ضروری ہے کہ اس میں تاخیر کا محل نہیں، ملکہ۔ ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔ اگر کاغذات ایسے ہی سخت ضروری ہیں تو خیر کل صبح دیکھ لوں گی۔ صبح کو ملکہ مع اپنے درباریوں اور حوالی موالی کے گرجا تشریف لے گئیں۔ گرجا میں اس روز اتوار کے دن کی عظمت اور احترام پر ہی وعظ تھا۔ نماز کے بعد ملکہ اس وزیر کی طرف مخاطب ہوئیں اور استفسار فرمایا۔ مدآپ نے سنا۔ وعظ کیا تھا کچھ پسند آیا؟

وزیر۔ دیور سچی۔ سبحان اللہ! وعظ کا کیا کہنا فی الواقع بہت ہی عمدہ تھا، ملکہ۔ تو مجھے آپ سے اس امر کے پوشیدہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ اس وعظ کا مسودہ کل رات کو میں نے ہی پادری صاحب کے پاس بھیج دیا تھا۔ مجھے امید ہے کہ اس وعظ سے آپ صاحبوں کو فائدہ پہنچے گا،

اتوار کے سارے دن ان کاغذات کا کچھ ذکر نہیں آیا۔ رات کے وقت جب ملکہ وزیر کو سلام کر کے رخصت ہونے لگیں تو فرمایا۔ وہ مانی لارڈ اکل صبح آپ جس وقت چاہیں اگر آپ کو پسند ہو تو سویرے سات ہی بجے میں ان کاغذات کو دیکھوں گی، وزیر۔ دو اتنے سویرے حضور کو تکلیف دینا میں مناسب نہیں خیال کرتا۔ جلدی سے جلدی نو بجے بھی کافی ہے، حضرت اپنے ملازمین سے بھی اتوار کے دن غیر ضروری کام نہیں لیتی تھیں۔ نوکروں کے ساتھ آپ کا سلوک بڑی مہربانی اور شفقت کا تھا ایک بڑی دعوت پر پیش تھی۔ بیٹروالوں کو درست کرنا تھا۔ وہ عین وقت پر غیر حاضر ہو گئے اور اسی قصور میں خدمت سے موقوف کر دیئے گئے۔ آپ نے جب سنا تو فوراً بحال کر دیا اور فرمایا کہ وہ میں اپنے ملازموں کو سزا دینا نہیں چاہتی۔ آئندہ خیال رہے کہ اتوار کو ان سے کام نہ لیا جائے،

**قصاص کا حکم** ملکہ کی تخت نشینی کو ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ جناب ممدوحہ کو شاہی اقتدار زندگی یا موت کے برتنے کا اتفاق پیش آیا۔ ٹولک آف ونگٹن نے ایک فوجی حکم نامہ ایک سپاہی

کی پھانسی کا آپ کی منظوری کے لیے پیش کیا۔ اُس زمانے میں پھانسی کے لیے بادشاہ وقت کی منظوری مشہور تھی۔ آپ اُس کاغذ کو ملاحظہ فرما کر دستخط کرنے سے رُکے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا: ”کیا آپ اس شخص کی طرف سے کچھ کہنا نہیں چاہتے؟“ آیرن ڈیوک (رویں تن ڈیوک) ”جی کچھ نہیں۔ یہ تیسرا مرتبہ ہے کہ یہ شخص فرار ہو چکا ہے۔“ ملکہ: ”لوڈیوک!۔ ذرا پھر خیال کیجئے ڈیوک۔ بہت خوب حضور سب اسی کی حیثیت سے تو یقیناً یہ شخص بد ہے لیکن میں نے سنا ہے کہ اس کا رویہ بڑا اچھا ہے۔ شاید وہ اپنی خانگی طرز معاشرت میں اچھا ہوگا۔ ملکہ نے بتائے ہیں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور معاف کر لیں۔ اسے خوب صورت دستخط فرما دیجئے۔“ ملکہ حلقہ کو اس تکلیف دہ فریضے سے سبکدوش کرنے کے لیے آخر کار پارلیمنٹ سے قانون پاس ہو گیا کہ ایسے احکام رائل (شاہی) کمیشن سے جاری ہو کریں۔

آدھ تو عورت کی ذات یوں بھی نرم دلی تھی کہ  
**زخمیوں سے ہمدردی**

کر لیا کے بعد آپ نے خواہش کی کہ میں کچھ زخمیوں کو دیکھنا چاہتی ہوں جو چنگے ہو گئے ہوں اور قصرت کھم کو آسکتے ہوں۔ چنانچہ یہ اتباع ارشاد خداوندی چند لوگ حاضر کیے گئے۔ وہ سب ایک قطار باندھ کر ایک کمرے میں کھڑے کیے گئے۔ ملکہ نے سب کو بغور ملاحظہ فرمایا۔ ایک شخص سے مخاطب ہو کر یوں کہہ پڑاں ہوئیں: ”ملکہ! میں دیکھتی ہوں کہ تمہارا سید با بازو ضائع ہو گیا ہے۔ تم کہاں زخمی ہوئے تھے؟“ سپاہی: ”حضور خندقی میں! ملکہ! میں خیال کرتی ہوں کہ اب بھی جب سویم بدلتا ہے تو تمہارے دروہوتا ہوگا؟“ سپاہی: ”حضور بے شک مجھے درد کی کسک معلوم ہوتی ہے! سپاہی جب عرض کر رہا تھا تو اُس نے اپنی آنکھیاں اپنے دل کے رگھ لی تھیں مگر انگوٹھا وہ بائیں شانے کی طرف تھا کیوں کہ صرف بایاں ہی ہاتھ رہ گیا تھا۔ ملکہ نے ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا: ”میں نے اکثر سنا ہے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں؟ اگر ایک جانب کا بازو ضائع ہو جائے تو دوسری طرف بھی درد ہوا کرتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟“ سپاہی: ”مگر غلام کو معافی دی جائے تو غلام عرض کرے؟“ ملکہ: ”میں پسند کرتی ہوں کہ اس کی وجہ اسی شخص سے سنوں جس پر مبتی ہو بہ نسبت اُس شخص کے کہ جس پر یہ ماجری گزرا نہیں ہے۔“ سپاہی: ”حضور والا! ایک وقت وہ تھا کہ میرا ہاتھ صحیح سلامت تھا جس نے میں اپنی ملکہ کی خدمت گزار میں ہتھیار چلاتا تھا۔ اگر میرے ایسے ایسے پچاس ہاتھ بھی ہوتے تو بھی

ان کا سب قہقہے اپنی ملکہ کی خدمت کے لئے مخصوص کرتا۔ لیکن کیا کروں کہ اب وہ ہاتھی نہ رہا۔ اس بات کا سبب مجھے یہاں ہی (دل کی طرف اشارہ کر کے) ملکہ نے بھی دیکھا کہ وہ دل کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ آپ متاثر ہوئیں اور نہایت متاثر لہجے میں فرمایا۔ وہیں اس بات کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں، اور پھر مکرر یہی کلمات زبان فیض تر جان سے فرمائے۔ اس کے بعد چار شخصوں کو کچھ عرض معروض کرنا تھا ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔ پھر جناب ممدوحہ نے جنگ کی خوف ناک حالت۔ لوگوں کے مصائب۔ کنہیوں اور ملک کے متعدد نقصانات کا ذکر فرمایا۔ آخر کار جناب ممدوحہ ایک اور سپاہی کے پاس تشریف لائیں جو بمبیا کھیوں کے سہارے کھڑا تھا اس سے دریافت کیا کہ وہ تم کہاں زخمی ہوئے؟ سپاہی نے ایک بھٹی آواز اور اکھٹے لہجے میں کہا۔ دو گولی دن کے گئے میری ٹانگ میں لگی۔ ملکہ معظّمہ نے فرمایا یہ تو یہ بھڑا اسی مرتبے کا (یعنی کہ چھپا کہ پہلا سہا پہی تھا) لیکن پہلے میں خلعی ادب تھا۔ یہ اس کے عکس ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ ایک پیدائشی دربار دار تھا اور یہاں پہلے شخص نے کس خوبی اور شاہی آداب ملحوظ رکھنا کو جواب دیا اور دوسرے نے کیا اجدینا دکھلایا۔

کچھ خوشی کی باتیں

راج و راحت جہاں میں توام ہے کبھی شادی ہے اور کبھی عمر ہے

قبیصر ہند کا خطاب

دہلی میں ہوا جہاں تمام رجواڑے اور رئیس مع اپنی افواج و لوازمہ و تزئین و احتشام کامل جلوس سے موجود تھے۔ ایسا عظیم الشان جشن اس سے پہلے ہندوستان میں کبھی نہیں ہوا۔

جوبلی

۱۸۸۶ء کو ملکہ معظّمہ کے پچاس سالہ دور حکومت کی شکر گزاری میں ایک بڑا جلسہ تمام ملک میں ہوا جو گولڈن جوبلی یعنی جشن طلائی کہلاتا ہے۔ اس کے بعد ۱۸۹۶ء کو شصت سالہ سلطنت کی خوشی میں اس سے بھی بڑھ کر

دھوم دھام ہوئی جو ڈایا منڈ جوبلی جشن الماسی کے نام سے مشہور ہے۔ ہندوستان میں اس سرے سے اس سرے تک بڑی خوشیاں سنائی گئیں اور ہر مقام پر جلسے اور

جشن ہوئے لیکن لندن کا منظر عجیب و غریب اور قابل دید تھا۔ ملکہ معظّمہ کی سواہی

دھوم دھام اور جلوس سے برآمد ہوئی۔ اس وقت دوسری خوشی تھی۔ ایک یہ کہ جناب  
مردودہ کی حکم رانی پر ساٹھ سال گزرے اور دوسرے یہ کہ آپ کا زمان سلطنت یورپ کے  
کل بادشاہوں سے بڑھ گیا کسی بادشاہ کو اتنے دلفریب سلطنت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ اس  
بے نظیر تقریب کے دیکھنے کو چار و انگ، عظیم سے لوگ جمع ہوئے کیوں کہ ایسا نظارہ  
کاسے کو کسی کو نصیب ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی ساٹھ برس سلطنت کرے گا نہ کوئی بادشاہ اپنی  
قوم کا ایسا پیارا ہوگا۔ نہ یہ جوش و خروش ہوگا۔ ہر خطہ ملک کے جہاں جہاں وکٹوریہ کا جھنڈا  
لہراتا ہے سفیر اور ایچی تہنیت اور مبارک باد کو حاضر ہوئے۔ لندن میں آسمان ابرا اور رہتا ہے اور  
کمر سے دھندلا رہتا ہے گیارہ دن انفصال ابھی سے مطلع بالکل صاف تھا گویا آفتاب تم تاب  
نے بھی اس سین کے دیکھنے کے شوق میں افق مشرق سے گردن نکالی تھی۔ لندن میں ملک  
کی تاج پوشی سے لے کر اب تک جیسے ساٹھ سال کی غویل مدت گزر چکی تھی ایسا  
عظیم الشان جشن جس میں ہر شخص گن گنا اور سارے خوشی کے باجیس کھلی جاتی تھیں۔ نہیں  
ہوا تھا۔ صبح سویرے ہی سے تمام لوگ راستوں اور ریل پر سے ٹڈی دل کی طرح  
آمنڈ پڑے جس کی نظیر کسی قوم کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ دوسری سلطنتوں کے بادشاہ  
بھی یہاں تھے۔ اس تقریب میں پچاس ہزار فوج سڑک کے وہ طرفہ صف بستہ کھڑی  
تھی۔ ہندوستانی فوج کو یہ اعزاز حاصل دیا گیا تھا وہ بطور یاد دی گاڑ کے تھی۔ اس تقریب  
پر پیشگاہ خسروی سے ہندوستان اور کل ملان کی ایک مختصر تاریخ کے لفظانہ سے  
محبت ٹپکتی ہے اور وہ یہ ہے۔

دو میں تہ دل سے اپنی پیاری رعایا کا شکریہ ادا کرتی ہوں خدا ان کو برکت دے۔ اسینڈ  
کے مشہور گرجا میں جو شکرانے کی نماز ادا ہوئی اس کا کیا پوچھنا ہے۔ قوم کا ایک ایک شہید  
دل و جان سے اپنی ملکہ کی سلامتی کی دعا کرتا تھا۔ جناب معز اپنی رعایا کے اس اظہار  
عقیدت اور جوش و خروش سے نہایت متاثر ہوئیں اور بڑی شکل سے تحمل فرمایا ورنہ بڑے  
بڑے کڑے دل والے اس وقت آب دیدہ تھے۔ ہر شہر۔ ہر گاؤں حتیٰ کہ ہر مکان میں  
اس شب مبارک کو روشنی کی گئی۔ لندن کا تمام شہر اور بازار بقعہ نورین گیا تھا غریبوں  
کو کھانا کھلایا گیا اور بہت سے سیر تماشے ہوئے۔ اس کے سوا جو بلی کی دوامی یادگار میں  
دوا خانے۔ مسافر خانے۔ آرام گاہیں گھنٹے گھر وغیرہ بنا سکے۔ شب میں بحری قوت



ملاحظہ ہوا۔ (۱۶۶) جہاز آراستہ و پیرااستہ کھڑے تھے۔ ملکہ معظمہ بنفس نفیس دن بھر کی تقاریب کی تکان اور نقاہت کی وجہ سے اس سین کو ملاحظہ فرما سکیں اور اپنی طرف سے اپنے فرزند دل بند پرس آف دیز کو بھیج دیا تھا۔ اس موقع پر صرف شاہی مہمانوں کی اس قدر کثرت تھی کہ دوپٹل ٹرینیں بھر بھر گئیں۔ دن کو کچھ بہار تھی وہ تو بھی ہی رات کا سماں کچھ اور ہی تھا کہ ایک دم سارے جہازوں پر بحسلی کی روشنی جگمگانے لگی جو اندھیری گھپ رات میں نظروں میں کھلی جاتی تھی۔ تیس ہزار اشخاص سے اوپر ہی اور ان جہازوں پر ماسور تھے۔ تین ہزار گلوں نے جب ان اُحد میں چیر کر کاپڑ جوش نعرہ لگایا ہو گا تو کہ سماوی میں آس کی گونج کا محض تصور سے کام نہیں چلتا جس کے کانوں نے سنا ہو گا وہی اس کا لطف جانے۔

ملکہ معظمہ کی سلجی ہوئی سمجھ۔ بان نظری اور دینی سے نہایت تعجب ہوتا ہے وہ زود فہم اور معاشی کی تہ کو اس قدر جلد پونہ جیتی تھیں اور مال انہی اس درجے تھی کہ بڑے بڑے امرا و وزراء

## دوسرے سلاطین ہم عصر سے طرہ مرسلت

اور شیران مملکت آپ کی فراست سے دنگ رہ جاتے تھے جس کی بشیرت شالیں تاریخ میں موجود ہیں۔ دوسرے بادشاہوں کو جب بھی مراسلت کی ضرورت داعی ہوتی تھی تو آپ ہمیشہ طریقین کی غفلت اور وقار ملحوظ رکھتی تھیں آپ نے کبھی دب کر تحریر نہیں کی۔ یہ بات سب لوگوں کو یاد ہے کہ جناب ممدوحہ نے اپنے نواسے شہنشاہ ولیم کو کس طرح ڈانٹ کر لکھا تھا اور لوہیں قلب بادشاہ کو تو ایسی جربستہ تحریر کی کہ کسی بادشاہ نے شاید آج تک کسی بادشاہ کو نہ کی ہوگی۔ ملکہ کے طرز عمل سے یہ بات کبھی ظاہر نہیں ہوئی کہ ان کے سینے میں ایک عورت کا دل ہے۔ دوسرے بادشاہوں سے ان کے تعلقات دوستانہ تھے۔ رعایا کے ساتھ ان کی مصیبت میں بڑی ہمدردی فرماتی تھیں خصوصاً ایسے واقعات اتفاقی میں جیسے جہاز کی تباہی۔ ریل کا ٹکرا جانا۔ سعدنوں کا بیٹھ جانا اور کسی قسم کی خطرناک ناگہانی آفت۔ ایسی مصائب کے وقت سب سے پہلے آپ کا دست شفقت اور تسلی دراز ہوتا تھا خواہ کوئی تسلی آمیز فرمان جاری فرمائیں یا نقدی ادا فرمائیں۔ جناب ممدوحہ ایسی رقیق القلب تھیں کہ کسی کی تکلیف نہ دیکھ سکتی تھیں اور روتے کے ساتھ خود بھی بے اختیار رونے لگتی تھیں۔



## ہندوستان پر مہر کی نظر

ملکہ معظمہ یوں تو اپنی ساری وسیع سلطنت کی رعایا پر دل و جان سے فدا ہتیں مگر اہل ہند کی خاص جگہ آگے دلی میں تھی۔ جب کبھی ہندوستانیوں کو کوئی تکلیف پہنچتی تھی یا آپ کے تشفی اور ملی فرمائی۔ آپ نے بعض اوقات اپنے وزراء کے خلاف یورپین رعایا پر ہندوستان والوں کو ترجیح دی جس کی کھلی مثال غدر کے حالات ہیں۔ جب کہ ولایت کے سارے اخبار شیور و شعبہ مچار ہے تھے۔ گورے کالے پر مطاعن اور مظالم کی بوجھاڑ کر رہے تھے۔ غرض ہر شخص جوش انتقام میں بھرا ہوا اور پڑول تھا۔ لارڈ کیٹنگ نے جو اس زمانے میں گورنر جنرل تھے جناب محض کی خدمت میں اظہار واقعات کیا جس کے جواب میں بالفاق اسے گورنر جنرل ارشاد ہوا کہ وہ جناب ممدوحہ یہاں کی عام غلامی کی اس عام نکتہ چینی پر جو بلا امتیاز اعدائے اور خلاف شان مذہب عیسوی کی گئی ہے۔ افسوس کا اظہار فرماتی ہیں لیکن توقع کی جاتی ہے کہ یہ خیالات دیر پا نہیں ہیں۔ یہ صرف ایک اُبال ہے ان خوف ناک مظالم کا جو بے گناہ عورتوں اور بچوں پر توڑے گئے جن کے سینے سے کہم میں خون جم جاتا ہے اور دل خون آلود ہو جاتا ہے۔ ایسے خوف ناک افعال کے مرتکبین کے لئے کوئی سی بھی سزا سخت نہیں گویا امر بہت افسوس ناک ہے مگر سب خطا کاروں کے ساتھ پورا پورا انصاف ہونا چاہیے۔ لیکن عموماً ہندوستانی قوم وہاں کے صلح جو باشندوں۔ بہت سے مہربان ہندوستانی دوستوں چھوٹے ہم کو مدد دی ہے اور ہمارے سچے وفادار خیر خواہ ہیں بہت بڑی مہربانی کرنی چاہیے۔ ان کو معلوم کرانا چاہیے کہ کالے چڑے سے کوئی نفرت نہیں ہے۔ ان کی ملکہ کی کوئی خوشی اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ وہ ان کو خوش و خرم۔ راضی اور چھوٹا پھلتا دیکھیں۔

غدر کے بعد جب ملکہ معظمہ نے تمام سلطنت اپنے دست مبارک میں لی تو وہ مسودہ شاہی اعلان کا ملاحظہ اقدس میں پیش ہوا تھا اس میں کچھ زیادہ سختی تھی جس میں جائز انعام سلطنت کی قوت اور باد کے تحت جو مذاہب پر ناجائز اور خلاف مصلحت ریمارک تھے۔ جناب ممدوحہ نے نہایت سختی سے اس کی مخالفت کی اور تحریر فرمایا کہ ”ملکہ معظمہ اس جملے کو ناپسند فرماتی ہیں کہ وہ ان کو ہندوستانی مذاہب کی بیخ کنی کرنے کی قوت حاصل ہے“ ملکہ معظمہ اس بات کو ترجیح دیتی ہیں کہ اس مضمون کو اس طرز پر لکھا گیا ہے کہ ”ملکہ معظمہ اپنے مذہب کی محبت کا خاص تعلق رکھتی ہیں اور جس سے وہ ملی اور آرام پاتی ہیں وہ مانع ہے کہ وہ دوسرے ہندوستانی مذاہب میں مداخلت فرمائیں

اور یہ کہ ہمارے ملازمین کو ایسا کیا جائے کہ ہماری ان ہدایات کے موافق وہ موہو تعمیل کریں۔ حسب حکم جناب ممدوحہ اس اعلان کو پھر از سر نو لکھا گیا اور جناب ممدوحہ نے لارڈ ڈاربی کو اپنی قلم سے تحریر فرمایا کہ: "ما بدولت کو سہرت ہوگی کہ اگر اس تحریر کو لارڈ ڈاربی خود اپنی عمدہ انگریزی میں لکھیں اور کچھ وقت اس امر کو ذہن میں رکھیں کہ ایک عورت ذات بادشاہ براہ راست انتظام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیتے وقت اپنی دس کردار سے زیادہ رعایا سے خواہش کرتی ہے اور ایک خوشنوا جنگ (غدر) کے اعلان سے وہ وعدے کر رہی ہے کہ اس کی آئندہ سلطنت کیا کرے گی۔ اس کے سہری گورنمنٹ کے اصول تیار کئے جائیں۔ ایسے فرمان میں فیاضی، مراعات اور مذہبی آزادی کے خیالات کی خوشبو آنی چاہیے اور وہ رعایتیں بتلائی جائیں جو ہندو تہذیبوں کے ساتھ ساتھ ان کو رعایا کے برطانیہ کے برابری کے مرتبے میں رکھنے کی ہمت کی جائیں گی۔ اور جس سے تہذیب کے ساتھ ملک کی شادابی ہوگی۔ چنانچہ حضور نالی کے منشا کے مطابق پرنس کنسرت کے مشورے سے وہ اعلان شائع کیا گیا جو آج سارے ہندوستان میں اس دن و اساتھ اور فخر کا باعث ہوا اور اسی کی بدولت اہل ہند اپنے مذہبی عقائد اور افعال میں پورے پورے آزاد ہیں۔ اس اعلان کو حصہ اول میں درج کیا گیا ہے۔

**رہدگی کے آخری دن** آخری زمی کے آخری سالوں میں آپ کی صحت اچھی نہ تھی۔ آپ کی متعدی میں کچھ بھی فرق نہیں آیا تھا۔ شہر میں آپ شہر میں کو تشریف فرما ہوئے اور ۹ مئی کو کوئٹہ کالج ملاحظہ فرمایا۔ چودھویں کو شاہی ہاسپتال میں جس میں جناب کے (۵۳) زخمی زیر علاج تھے تشریف لے جا کر ملاحظہ کیا۔ اس موقع پر آپ نے دو شخصوں کو تھن بھی مرحمت فرمایا۔ اس کے دو دن بعد پیر جناب کریمیا اور غدر کے سو بہادروں کو ملاحظہ کیا اور ایلڈر شٹل میں افواج کو نشان مرحمت فرمائے۔ دوسرے دن بارہ ہزار فوج ملاحظہ سے گزری۔ اس موقع میں ملکہ آسٹریا کے قتل کی خبر آئی جس سے آپ کو بڑا صدمہ ہوا اور نیز وسٹ انڈیز میں طوفان سے چالیس ہزار آدمی غافل برباد ہو گیا جن میں سے تین سو جان سے گئے۔ اس سانحے سے خاطر خاطر بہت ملول رہی۔ آپ نے پھر فوج کو نشانات سرفراز کیے تیسری صبح کو آپ پھر ہسپتال میں تشریف لے گئے اور جناب سوڈان کے زخمیوں کو ملاحظہ فرمایا۔ ۱۹۹۹ء میں آپ کی ہشتاد سالہ سالگرہ بڑی دھوم سے منائی گئی۔ نومبر میں آپ نے

یہ سب میں ایک شفا خانے کا افتتاح فرمایا جو آپ کی جوہلی کی یادگار میں بنایا گیا تھا۔ ۲۶  
دسمبر کو آپ نے قلعہ وندرز میں عہدہ داران جنگ سوڈان کی بیسیوں اور بچوں کو  
چائے نوشی کی دعوت دی۔ منسلک میں آپ آئیر لینڈ ٹشرلیف نے گئیں۔ جہاں آپ  
کی تشریف آوری پر بے انتہا خوشی منائی گئی اور اسی طرح کئی دفعہ آپ نے فوج کو ملاحظہ  
فرمایا۔ آپ کی اس توجہ گرانمایہ اور محبت سے ساری فوج آپ کی جہاں نثار تھی۔ اسی سال  
کے اوائل میں یہ افواہ اٹھی کہ جناب مدوہ کی صحت اطمینان بخش حالت میں نہیں ہے مگر آپ  
حسب معمول ہواخوری کے لئے برآمد ہوا کرتی تھیں۔ سب سے آخری شاہی کام جو آپ  
نے فرمایا وہ لارڈ ڈارلٹن سے ملاقات تھی جب کہ وہ جنگ جنوبی افریقہ سے واپس آئے  
تھے اس وقت آپ نے ان کو ارل کا خطاب دیا۔

## آخری حالت اور وفات حسرت آیات

ملکہ معظمہ کچھ بہت دیر تک بیمار رہیں ان کی موت  
کی خبر بالکل اچانک آئی۔ مدراس میں راوی ہی  
کہ چند روز پیشتر حضور عالیہ کی مالک میں شخص  
اس خیال سے خوش تھا کہ ابھی ملکہ میں اس قدر

جسمانی اور دماغی توانائی باقی ہے کہ ملک رانی کا کام برابر چلائے پر قادر ہیں۔ چنانچہ حال کا ذکر ہے کہ  
جب جنوبی افریقہ سے آپ کی فاتح افواج انگلینڈ کو واپس ہوئیں تو آپ نے ان کو کچھ خود حوالہ  
فرما کر ان کے بعض افسروں کو ملائی تھے بھی مرحمت فرمائی۔ ۲ جنوری کو آپ نے لارڈ ڈارلٹن سے  
ملاقات کی اور فوج کی شجاعت اور دلیری کا شکریہ ادا فرمایا۔ ایک ماہ قبل حضور عالیہ قلعہ وندرز  
سے آسبرن تشریف فرما ہوئیں اور آپ کا قصد تھا کہ وسط فروری میں واپس تشریف لاکر  
اقلیم ولایت کی بعض مالک کا سفر تفریح فرمائیں۔ کرمس کا جشن آسبرن میں ہوا۔ اس وقت  
تک کسی ختم کی شکایت نہ تھی اور مزاج و باطن اچھا تھا مگر اس کے بعد ہی دفعۃً طبیعت  
میں ایک قسم کا تغیر واقع ہوا۔ ضعف و مانع کی علامات ظاہر ہونے لگیں۔ قلت اشتہا اور  
بد خوابی کی شکایت مزید برآں۔ اگرچہ باسباب ظاہر آپ کی حالت صحت تشفی بخش تھی مگر جنوبی  
افریقہ کی لڑائی میں تباہی خلق اندر سے آپ کے نازک اور پر رحم دل پر کچھ ایسا  
صد ہوا کہ اس کا اثر دماغ معلیٰ تک جا پونہا۔ چوں کہ حضور عالیہ نہایت مستقل مزاج اور  
بڑی ضابطہ اور صابر تھیں کہ سنہ سے کچھ نہ کہا نہ جزع فزع کی بلکہ دل ہی دل میں کڑھتی رہی

اس لڑائی میں جو عزیز جانیں ضائع ہوئیں اُن کا قلق غم و اہم اس قدر آپ پر طاری رہا کہ جو شخص آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھتا تھا وہ اس بات کو بخوبی دریافت کر لیتا تھا کہ حضور عالیہ تخت ملول ہیں اس کے ہمارے یہ خیال کہ یہ عظیم نہانی اثر کرتا رہا جس کے باعث و مانع ضعیف ہو گیا اور آپ کی عمر بھی زیادہ گئی ان صدات گراں کی تحمل نہ ہوئیں۔ جب برداشت کی طاقت تھی تو آپ نے اپنے جگر گوشوں کی موت کو تحمل و استقلال سے برداشت کیا اور صحت میں عکس نہیں آیا۔ بلکہ (بیچ بات یہ کہہ کر) آپ نے اپنے بچوں کی موت کا اس قدر غم نہیں کیا جو اپنے اپنے اُن فوجی افسروں اور سپاہیوں اور رعایا کی موت کا اپنے دل پر لیا جو کہ جنگ و فریقہ میں ہلاک ہوئے۔ وہ اپنے جہاں شہر آسروں اور اپنی ہر دل عزیز رعایا کی عاشق تھیں۔ آپ کی موت کی بڑی وجہ یہی صدرۂ جانکاہ تھا۔ ۱۸ جنوری سے علالت کے تاروں کی بھر مار شروع ہوئی۔ ۱۹ کو معلوم ہوا کہ حالت نہایت خطرناک ہے۔ بیویوں کو تو یقین ہو گیا کہ آخری حالت ہے اور چند گھنٹوں میں یہ چراغ گل ہو اچھا ہوتا ہے۔ ۲۱ کی صبح کو ذرا سکون ہوا (جسے سنبھالا کہتے ہیں) مگر پھر کرب شروع ہو گیا اور شب میں سخت بے چینی رہی۔ سوائے ڈاکٹروں اور تیمارداروں کے کسی کو آپ کے پاس اندھ جانے کی اجازت نہ تھی۔ ۲۲ کو تین مرتبہ شاہی خاندان کے لوگ آپ کے بستر کے پاس طلب کیے گئے آخری دفعہ سائے تین بجے دن کے اور پھر قریب دوپہر میں رہے۔ آپ کبھی کبھی ہوش میں بھی آجاتی تھیں لیکن اُسی دن سائے چھ بجے شام کے یہ ہوشی کی سی حالت میں صبح پرواز کر گئی۔ آپ کی نعش سلطنتی طور پر نہیں رکھی جا۔ گی لیکن خانگی ملازموں کو آپ کا دیدار دیکھنے کی اجازت ہے۔ چہرہ آپ کا بالکل آسودہ اور قفل تھا۔ ایسا معلوم دیتا تھا کہ گویا میٹھی نیند آرام فرما رہی ہیں۔ سینے پر دونوں ہاتھ اڑے رکھے ہوئے تھے اور ایک طلائی صلیب سینہ مبارک پر دھری تھی۔ دو ہندی اور ایک یورپین لیڈی میت کی نگہبانی کر رہی تھیں۔ تاروں سے معلوم ہوا کہ دولت انگلینڈ کے سارے ممالک میں خواہ اندرون انگلینڈ ہو یا بیرون درو عالم ایسا ہی محیط ہے جیسا کہ خاص لندن میں۔ دنیا کے سارے حصوں میں محکم علامات ہمدردی کی پائی جاتی ہیں جو اس نقش کے عمق پر دلالت کرتی ہیں جو ملکہ معظمہ نے سارے جہان کی خلائق کے دلوں پر جمار کھا تھا۔

**حضور عالیہ کے نشین** انتقال پر محل کے دوسرے حضور عالیہ کے ولی عہد پرنس آف ویلز تخت نشین ہوئے تخت نشینی کے بعد وجہ

سخت اندوہ و غم کے آپ نے ایک مختصر تقریر فرمائی۔ کیوں کہ فرط غم سے آپ کو یارا سے تقریر نہ تھا مگر بائیں ہاتھ ادا سے رسم کے لئے ذیل کی مختصر سی پیج دی۔ جنازہ ممدوح کے آئینہ جاری تھے اور جب اپنی مادر مہربان کا نام نامی آپ کی زبان مبارک پر آیا تو زبان قابو میں نہ تھی:-

یور رائل ہائینسز مائی لارڈز اینڈ ممبرس۔ آپ سے خطاب کرنے کا میرے لئے اس سے زیادہ دردناک موقع کبھی نہ ہو گا۔ میرا مقدمہ اور ریج آفیز فرض یہ ہے کہ میں آپ کو اپنی والدہ ماجدہ ملکہ مغظمہ کے انتقال کی اطلاع دوں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو اور تمام قوم کو بلکہ میرا یہ خیال ہے کہ تمام عالم کو اس ناقابل تلافی صدمے میں جو ہم سب کو ہوا ہر میرے ساتھ کیسی دلی ہمدردی ہے۔ مجھے اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے کہ میری ہمیشہ یہ کوشش رہے گی کہ اس با عظیم کے اٹھانے میں جو مجھ پر اب عائد ہوا ہے عالیہ حضرت موصوفہ کی اتباع کروں۔ میرا مصمم ارادہ ہے کہ میں کالٹیٹیوٹ کو پورے طور پر ملحوظ رکھوں اور جب تک میرے دم میں دم رہے اپنی رعایا کی بہبود اور ترقی کے لئے کوشش کر دوں۔ میں نے ایڈورڈ کا نام اختیار کیا ہے جس نام سے میرے اجداد میں سے چھ موم رہ چکے ہیں۔ اس نام کے اختیار کرنے میں میں ایلیبرٹ کے نام کی وقعت کم نہیں کرتا ہوں جو نام مجھے اپنے عظیم الشان ائرش والد سے جن کی وفات کا ریج ہمیشہ باقی رہے گا وراثتہ پونہ چاہیے اور جو میرے خیال میں باتفاق نام ایلیبرٹ دسی گڈ کے نام سے استحقاقاً ملقب ہیں میری خواہش ہے کہ یہ نام انھیں کے لئے مخصوص رہے۔ خاتمے پر مجھے پارلیمنٹ امداد قوم سے یہ توقع ہے کہ جو فرض عظیم مجھ پر وراثتہ عائد ہوا ہے اس کی انجام دہی میں وہ میری امداد کرے گی اور میرا مصمم عزم ہے کہ اپنی بقیہ زندگی میں اپنی تمام قوت کو اس فرض کے پورا کرنے میں صرف کر دوں۔

سرگرم نالہ اگر تاب شنیدن داری  
سینہ بشکافم اگر طاقت دیدن داری

## ہندوستان میں تم

ملکہ مغظمہ کی جائگاہ وفات پر ہندوستان کے کل مقامات پر خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہر قوم اہم مذہب کے لوگوں نے بے انتہا دلی ریج کیا جس کی نظیر ملنا محال ہے۔



اس خبر کے سنتے ہی سارے شہر دل و دیگھ مقامات میں بازار اور دکانیں بند ہو گئیں۔ شہر میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔ تمام خلقت بجز غم و اہم میں غرق ہو گئی۔ سوگواری کی گہری گھٹنا چھا گئی۔ بیاہ برات موقوف کر دیئے گئے۔ مختصر یہ کہ اہل ہند نے اپنی ملکہ کی وفات حسرت آیات پر ایسے حسرت و ملال کے اشک برسائے کہ شاید اس سے بڑھ کر کوئی عالم گیر غم آج تک نہیں ہوا اور یہ بڑی دلیل اس کی ہے کہ ملکہ معظمہ کو شخص دل و جان سے ممدوحہ کی نیک صفات اور رعایا سے سچی ہمدردی کے لحاظ سے بہت زیادہ عزیز رکھتا تھا کسی بادشاہ نے پہلے کے دلوں کو اس طرح مسخر نہیں کیا اور جب تک دلی محبت۔

مقتدیت ہندی اور جوش جاں نثاری نہ ہوا ایسا تاج غم کبھی حکومت کے دباؤ سے ممکن نہیں۔ ہم اس مقام پر دلائل کے بہادر کے اس تار کی نقل کرتے ہیں جو جناب ممدوحہ نے سکرٹری آف سٹیٹ کے نام روانہ کیا اور اس کا جو جواب ریاوہ بھی اسی کے ساتھ

ذیل روانہ کرتا ہوں تاکہ ہر چھٹی قیصر ہند کے حضور میں پیش کیا جائے۔

دو گورنمنٹ ہند نے کمال غم و درد کے ساتھ عالی جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند کی وفات کی خبر سنی۔ ہر حصہ ہندوستان سے ہر قوم و ہر فرقہ و ملت کی جانب سے بے ساختہ و بے ریا غم و اہم کی خبریں آرہی ہیں۔ گورنمنٹ۔ شاہنہاد سے اور رعایا بالاتفاق ملکہ قیصر کی وفات پر عزاداری کر رہے ہیں۔ جن کا یہاں اس قدر اعزاز و اکرام کیا جاتا تھا کہ کسی بادشاہ سابق کا نہ ہوا تھا اور جس کی نسبت وفاداری و محبت میں غرق ہو گئی تھی۔ دلی خیال تو یہ ہے کہ ہند کا صدر ملکہ کا نہیں بلکہ ماں کے انتقال کا ہے۔ سب اقوام کی جانب سے ہم آپ کی خدمت میں یہ التماس کرتے ہیں کہ ہر چھٹی بادشاہ قیصر ہند کے حضور میں ہمارے درد و غم و ہمدردی کے خیالات کا یقین دلاویں اور سلطنت برٹش کی تخت نشینی پر جناب ممدوحہ کے حضور میں ہماری عاجزانہ بندگی پیش فرمائیں۔

جناب سکرٹری آف سٹیٹ۔ بخدمت والیس رائے و گورنر جنرل ہند۔ ۲۹ جنوری ۱۹۱۷ء۔ دلی میں شاہ قیصر ہند سے مجھے فرمان صادر ہوا ہے کہ مرقوم الذیل جواب آپ کی خدمت میں جو حضور ممدوحہ نے اس

ایڈس کے جواب میں جس کو آپ نے گورنمنٹ اور شہزادگان و رعایا سے ہند کی جانب سے میرے پاس روانہ کیا تھا تاکہ میں اُس کو ہنر جیٹی بادشاہ قیصر کے حضور میں پیش کروں نہایت خوشی سے ارشاد فرمایا ہے۔ ”میں آپ کے پیام تعزیت میں وہ محبت اور خلوص پاتا ہوں جس کا نقش ملکہ قیصرہ نے اپنی طویل سلطنت کی عقل مندی اور انصاف پرستی اور اپنی سرگرم ہمدردی و صلاح خواہی تمامی حقوق سے اپنی رعایا کے دلوں پر بٹھایا تھا اور یہ کہ جناب ممدوحہ کے انتقال کے عالم گیر تاسف و اہم کے اظہار کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میری تخت نشینی پر جو رسوخیت و اطاعت بجالائی گئی ہے اُس کے تسلیم کرنے سے و الیان و رعایا سے ہند کو اطلاع دی جائے۔ جن کا ملک میں نے دیکھا ہے اور میں اُن کی محبت اور گرویدگی پر جو میرے تخت کے ساتھ ہر اعتماد و کامل رکھتا ہوں۔ اُن کی خوش حالی اور سرسبزی میں میری کمال دلچسپی اور دل بستگی رہے گی۔“

ملکہ معظمہ کا ایک دوسرا تار لم فروری ۱۹۰۱ء کا و الیان ریاست اور رعایا سے ہند کے نام کا جو حکمتہ سے ۵ منہ کو گورنمنٹ کی جانب سے شائع ہوا حصہ اول کتاب ہذا میں درج کیا جا چکا ہے۔

غضب کا سامنا آج وہ گھر سے نکلتا ہے  
دل مضطرب تڑپتا ہے کلیجہ کوئی ملتا ہے

**تجہیز و تکفین**

ملکہ معظمہ کے جنازے کے ساتھ فوج کی تعداد (۳۰۷۵) تھی۔ جن میں بلوچیکٹ اور ہترم کی فوج اور لوآباد ملکوں کے (۱۲۵) اور ہندوستانی فوج کے بھی ہیں سپاہیوں کی تعداد جس راستے سے جنازہ گزرا (۳۲۳۵) سپاہیوں کی قطار بندی کی گئی تھی۔ جنازہ کی گزرگاہ پر بے حساب استاد گاہیں باندھی گئی تھیں۔ تمام مکالوں پر پاتی پوشش کی گئی تھی۔ جنازے کے دیکھنے کے لیے نشستگاہوں کی اس قدر کثرت سے خواہش تھی کہ فی بے سایہ نشست گاہ چھ سے سات پونڈ تک اور ہر کھڑکی کا ایک سو پونڈ سے بھی زیادہ کرایہ دینا پڑا۔ مکالوں کے سامنے بے شمار ہار آویزاں کیے گئے تھے۔ ملکہ معظمہ کا جنازہ جس پر خلعت جلوس کا غلاف تھا اور جس پر تاج۔ کڑہ اور شاہی عصا رکھا ہوا تھا۔ جس کی مریح کاری اور چمک دمک دھوپ میں جگمگاہی تھی۔ ایک خاکی رنگ



کی توپ کی گاڑی جس میں آٹھ گھوڑے جتے ہوئے تھے اور گولڈاز مانگ رہے تھے یکم فروری کو دن کے ایک بج کر (۴) منٹ پر آسبرن کے قلعے سے براہِ مدہوار جنازے کے صندوق پر لیٹن میں یہ تحریر ثبت تھی۔ مکمل سلیم الطبع و زور اور ملکہ وکٹوریا اول حامی دین عیسوی ملکہ گریٹ برٹن و ایرلینڈ و قیصرہ ہند کی تعش یہاں آرام پاتی ہی، جنازے کے پیچھے ملکہ کے بڑے صاحب زادے یعنی ملک معظم ایڈورڈ معتم اور تین شاہ جہ من بہ لباس امیر البحر۔ ڈپوک آف کناٹ بہ لباس جنرل یا پیادہ ہمراہ تھے۔ ان کے بعد دوسرے اور چھ ہزار دے تھے بعدہ بہ سرکردگی ملکہ یعنی خاتون محترم بادشاہ ایڈورڈ معتم اور نو خواتین خاندان شاہی ماتی لباس میں چہروں پر نقاب پڑی ہوئی تین تین کی صفوں میں یا پیادہ تھیں۔ خلاصیوں نے جنازے کے بارگرا نما یہ کو دوش بدوش لے کر ایلبرٹ نامی جہاز پر ایک یا قوتی رنگ کے شامیانے کے تھ ایک گنبد نمابند چوڑے پر آسودہ کیا۔ شامیانہ چوڑے کھلا ہوا تھا تاکہ لوگ جنازے کو دیکھ سکیں۔ ایلبرٹا کے آگے آگے آٹھ ٹارپیڈ و جہاز تھے۔ جنازہ دول جنازے کے سات جہازوں کی صفوں میں سے گزرتا ہوا گلیسپورٹ میں شاموں شام پانچ بجے پونہچا۔ جب ایلبرٹا جہاز قریب آتا تو ہر ایک جہاز کی سپاہ نے صف بندی کر کے ماتی باجا بجا یا منٹ منٹ کے وقفے سے توپیں اس کثرت سے سروپیں کہ رستے بھر سمندر میں توپوں کی غمگین گرج اور باجوں کی دروا منداؤں برابر سنائی دیتی رہی۔ اُس شب بھر جنازہ جنگی جہازوں کی حفاظت میں رہا۔ آسبرن سے جنازہ نکلتے وقت کچھ عجیب عبرت ناک منظر تھا۔ ملکہ کے شہنائی نواز کوئی آدمی بل تک جگر پر چوٹ لگنے والا غمناک اور دل سوزی کاراگ بجاتے رہے۔ سولنٹ کے شمالی ساحل پر پانچ لاکھ آدمیوں کا ازدحام تھا۔ یہ مجمع ڈایا منڈ جوبلی سے بھی زیادہ مختار دوسری فروری کو آدمی رات سے ہی خلقت کے بے شمار ہجوم کے اہام کے لیے پورے جمع ہو گیا تھا کیونکہ رات سے ہی بھیڑ بھاڑ شروع ہو گئی تھی۔ صبح کی ساری ترشیں ٹھٹھاٹھس بھری ہوئی تھیں لوگ ہمیشہ پارک کی طرف جوق جوق چلے جا رہے تھے۔ تمام شب فوجوں کی آمد کا تانتا نکار رہا۔ جس مکان کو دیکھو ماتی کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ خود لندن میں لاکھوں آدمیوں کا مجمع تھا اور پھر باہر کے لوگ کچھ بھی بھر گئے

تھے۔ جنازے کو گشت کرا کے سینٹ جارج گرچا میں نماز جنازہ پڑھا گئے  
 کے بعد جنازے کو ایلبرٹ مموریل گرچا میں لے گئے جہاں دو شنبہ تک رکھا رہا۔  
 لندن کا مجمع کمال درجے خاموش اور باوقار تھا۔ ہر قسم کی فوج صف بہ صف آراستہ  
 وپیراستہ تھی۔ ارل رابرٹس فیلڈ مارشل کا عہدائے ہوئے اپنے سارے  
 سٹاف کے ساتھ تھے۔ اُن کے بعد جنازے کا مجمع تھا۔ جنازے کے تابوت پر لوازم  
 شاہی رکھا ہوا تھا اور اوپر سفید کشیم کا شامیانہ تنابوا تھا۔ جنازہ ایک توپ کی گاڑی  
 پر تھا جس میں آٹھ سفید گھوڑے بچتے ہوئے تھے اور گھڑ چڑھے سوار ہانگ رہے  
 تھے۔ جنازے کے پیچھے ایک نہایت عظیم الشان مجمع برٹش افسران شہزادوں کا  
 بسر کردی شاہ انگلینڈ و شہنشاہ جرمن تھا۔ ہر دو بادشاہ فیلڈ مارشل کے لباس میں تھے۔  
 بادشاہ جرمن ایک سفید جنگی گھوڑے پر سوار تھے۔ بادشاہ بلجیم مع اپنی ملکہ اور  
 شہزادیوں کے شاہی گاڑیوں کی ایک بڑی لمبی قطار کے آگے آگے تھے۔ سب سے  
 آخر کلونیئل اور ہندوستانی اور لٹیف گارڈ فوجوں کی جماعتیں تھیں۔ بہت سے  
 دایان ملک نیابت موجود تھے۔ انگلینڈ کے کل معززین۔ عمائدین سینٹ جارج گرچا  
 میں جمع ہو رہے تھے جہاں جنازہ ایک گنبد نما چوڑے پر رکھا ہوا تھا۔ تابوت پھولوں  
 کے ہاروں سے لدا ہوا تھا۔ ملکہ کی میت ایک پتھر کے صندوق میں اپنے پیارے  
 شوہر برٹش ایلبرٹ کے پہلو میں ۲۸ فروری ۱۹۱۷ء کو تین بجے شام کے آخری  
 منزل پہنچائی گئی اور اس طرح ایک نام آور۔ نیک نہاد۔ نیک دل۔ ہمہ تن خیر بزم  
 ملکہ کا خاتمہ ہوا۔ گو اُن کا جسم خاکی ہے خاک ہو گیا مگر اُن کے بے حد بے شمار احسانات  
 ایسے ہیں کہ کسی کے مٹاے مٹ نہیں سکتے فقط

(ضمیمہ دوم ختم ہوا)

قطعہ تاریخ نوشتہ جناب قضا حسین صاحب سب کپڑ پلو گیس ضلع میرٹھ  
 اگر حقوق تاریخ و سیر عرشی  
 توڑ جیسے غل تاریخ دہلی کی  
 نہ ہو کیوں بیے بدل تاریخ دہلی کی

## ضمیمہ سوم

شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم (ایڈورڈ پیلس میکل)  
کے حالات

ولادت ۹ نومبر ۱۸۶۱ء - تخت نشینی ۲۳ جنوری ۱۹۰۱ء وفات ۴ مئی ۱۹۱۰ء

مدت سلطنت (۹) سال ۳ ۱/۲ ماہ

بقوے کہ نیکی پسند و خدا دہ خسر و عادل و نیک را

آپ ۹ نومبر ۱۸۶۱ء بمقام قصر بکننگھم پیدا ہوئے۔ آپ بہت خوش رو اور باجمال تھے۔ آپ کے والد ماجد پرنس الیبرٹ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دو انگلیٹڈ کا آئندہ ہونے والا بادشاہ نہایت شکیں اور پیارا بچہ ہے، جب آپ خیرے تین مہینے کے ہوئے تو ۵ جنوری ۱۸۶۲ء کو سینٹ جارج چپیل ونڈر میں آپ کی رسم اصدطباع ہوئی۔ شہنشاہ فریڈرک ولیم ستونی فیصر خیرین آپ کے دینی باپ قرار دیئے گئے۔ یہ تقریب بہت بڑے پیمانے پر کی گئی اور نہ کثیر صرف ہوا۔

ملک انگلیٹڈ کا وارث تخت و تاج پیدا ہونے کی بڑی خوشیاں سنائی گئیں اور جان ستار۔ رعایا آپ کے دیدار مسرت آثار کی از حد مشتاق تھی اس لئے گوکہ آپ کی عمر اس وقت صرف دس ہفتے کی تھی مگر رعایا براہ کوی عہد کا جمال مبارک دیکھنے کی جائز آرزو کو پورا کرنا از بس ضرور تھا۔ اس موقع پر ونڈر پارک میں تمام افواج صف بندی کے ساتھ آراستہ و پیلاستہ کی گئیں اور شاہزادہ والا شان کا عالی شان محل کے ایک دریچے میں مستائقین دیدار پر بہار کو جمال مبارک دکھلا یا گیا۔

۱۵ جس طرح ہمارے ہاں بادشاہوں کی وفات کے بعد تعظیماً جنت آسیانی عرش مکانی۔ غلاماں غفران مکان وغیرہ مقب قرار دیتے ہیں اسی طرح وکٹوریادی گڈ یعنی نیک نہاد یا خیر مجسم اور ایڈورڈ پیلس میکل یعنی صلح کل ہے کہ آپ کے عہد سلطنت میں سوائے امن و امان کے کسی قسم کی جنگ نہیں ہوئی۔ ۱۳

## تعلیم و تربیت

آپ کی والدہ ماجدہ اور والد ماجد کو شہزادے کی تعلیم و تربیت کا بڑا اہتمام تھا چنانچہ ان دونوں اصحاب کی نگرانی میں تعلیم شروع ہوئی اور بسم اللہ مذہبی تعلیم سے ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کی انتہائی تعلیم آکسفورڈ کیمبرج اور اوڈنبرا کی نامی گرامی یونیورسٹیوں میں ہوئی۔ آپ کو ہر شعبہ اور صنیعہ کی تعلیم دی گئی مگر آپ کو تاریخ زمانہ لانی اور قانون کا خاص شوق تھا چنانچہ آپ نے بیرسٹری کا امتحان بھی پاس فرمایا تھا۔ آپ نے کئی جنگی امتحان پاس کیے۔ آپ اعزازی امیر البحر اور رائل نیوی رزرو کے اعزازی کمپن اور جرنل آرمی کے فیلڈ مارشل اور بہت سی انگریزی افواج کے کرنل ان چیف قرار دیئے گئے۔ ولایت میں دستور پر کہ سن رشد کو پونہچنے سے پہلے ولی عہد مذہبی اور اخلاقی جذبات کا امتحان آج لکچر لکھتے ہیں۔ لیتا اس میں بھی آپ تعریف کے ساتھ پاس ہوئے تب آپ اٹھارہ سال کی عمر میں ہوتے پر ہر نو ہفتہ کو ولی عہد گزٹ کیے جانے کے علاوہ آرڈر آف دی گارٹر کا اعزازی تمغہ بھی آپ کو دیا گیا۔ ملکہ مظہر نے آپ کو بلوغت پر اپنی نگرانی سے آزاد کرتے ہوئے ایک نہایت موثر تحریر بطور پند نامے کے کی جس کی بیش بہا اور مشفقانہ ہدایت کا اثر آپ پر مدتہ العمر رہا۔ ۲۰ نومبر ۱۸۵۹ء کو حضور والا کرمل برس وغیرہ کے ہمراہ ولایت جبرمن کو تشریف فرما ہوئے جہاں آپ کے والدین محترمین پہلے سے مقیم تھے۔ ۱۰ جنوری ۱۸۵۹ء کو آپ اٹلی کی سیاحت کو روانہ ہوئے اور لوپ آف روم سے ملاقات کی۔ وہاں سے واپس آکر آپ ایڈنبرا گئے اور ہالی روڈ میں قیام فرما کر پیر شغلہ حصول علم میں لگ گئے۔ آپ کو علم کسٹری کا بڑا شوق تھا۔ ڈاکٹر لین پے فیر کسٹری پر جو لکچر دیا کرتے تھے ان میں آپ خاص کر جایا کرتے تھے۔ یہ شہور بات ہے کہ پرنس ایلبرٹ اپنے بچوں کی تعلیم میں بڑے سخت آدمی تھے۔ جب آپ نے سنا کہ شہزادے اکثر ناول پڑھا کرتے ہیں تو آپ نے بلا کر فرمایا کہ ”مجھے یہ سن کر بے حد ملال ہوا کہ تم ناول خوانی آئندہ شاہ انگلستان کی تعلیم کے لیے موزوں سمجھتے ہو۔ شہزادے نے عرض کیا کہ میں تو سروس واپس کاٹ کے ناول پڑھتا ہوں۔“

۱۵ ناول بالعموم عشقیہ اور مخرب اخلاق ہوتے ہیں جیسے رینالڈز کے ناول۔ (بقیہ نوٹ برصغیر آئندہ)

انھیں دنوں میں آپ نے اعلیٰ جرمن اور فرانسیسی زبانیں بھی سیکھنی شروع کر دیں۔ اس کے بعد آکسفورڈ میں آپ کا زمانہ تعلیم باقاعدہ اور محنت کا گزرا جہاں آپ نے اپنے والد کی سخت نگرانی میں اپنی عادات کو بالکل باقاعدہ کر لیا۔ آپ ہمیشہ سات بجے صبح سے پہلے اٹھ کر لے تھے اور حاضری سے پہلے لم از کم ایک گھنٹہ مطالعہ کتب میں بہمک رہتے۔ جنگ کریمیا میں ملکہ معظمہ وکٹوریائے اہل کینڈا کی وفاداری کا ثبوت پاکر اپنی وریا دلی سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم بھی کبھی امریکن مقبوضات کی سیر کو آئیں گے مگر سلطنت کے امور و نظام نے آپ کو فرصت نہ دی حضور مہرودہ نے اہالی کینڈا کو لکھا کہ وہ ہم خود تو آئیں گے البتہ اپنے فرزند کو بطور نائب کے بھیجیں گے۔ امریکن اخباروں نے ہر جہاں جانب یہ مشرودہ پونہچا دیا۔ پریزیڈنٹ اضلاع متحدہ امریکہ نے اس مشرودہ جاں بحق کی خبر سننے ہی ملکہ معظمہ کی خدمت میں لکھا کہ وہ اگر آپ کے فرزند بہ حیثیت نیابت اس ملک میں تشریف لائیں گے تو ان کا استقبال بڑی گرم جوشی سے کیا جائے گا اور جس حصہ ملک میں قدم رنجنہ فرمائیں گے ہر جگہ یہی سلوک ہوگا۔ ملکہ معظمہ نے جواب میں لکھا کہ ہمارا فرزند آپ کا مہمان ہونا پسند کرتا ہے اور جب وہ وہاں سے واپس آکر ہم سے آپ کی عنایات اور تشریفانہ سلوک کا ذکر کرے گا تو ہمیں بے حد خوشی ہوگی۔ ۹ جولائی ۱۸۷۶ء کو شہزادہ دالاجاہ بندہ گا د آسبورن سے اپنے والد ماجد کی معیت میں امریکہ کے عظیم الشان سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ کی ہمراہی ڈیوک آف نیوکیسل۔ جنرل بروکس۔ کپتان گرے۔ ڈاکٹر ایکنڈ و غیرہ سات اراکین اعظم تھے۔ یہ معزز و محترم پارٹی ۲۵ جولائی کو سن جن واقع نیو فونڈ لینڈ میں وارد ہوئی۔ آپ کا استقبال بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ گاڑی کے گھوڑے کھول کر جوشیلی رعایا نے خود کھینچا۔ الغرض کہیں نہ پہنچ کر یکم ستمبر کو وہ کامبیل کو پونہچا جس کی اہمیت کے باعث آپ نے یہاں تک تشریف آوری کی زحمت گوارا فرمائی تھی۔ یعنی بہ حیثیت نائب ملکہ (تسلیمہ نوٹ صفحہ گزشتہ) اس میں شک نہیں کہ طرز ادا اور خوبی عبارت کے لحاظ سے جیسے وہ بے نظیر ہیں ویسے ہی اخلاقی نقطہ خیال سے ردی ہیں۔ مگر سکاٹ کے نادلوں میں یہ بات نہیں عبارت اور معنوں ہر دو اعتبار سے لا جواب اور لاثانی ہیں۔ ۱۲

انگلستان پارلیمنٹ کے دونوں ہئوسوں کا سنگ بنیادی نصب فرمایا اور دیا ہے  
 ماسٹر ٹیل کے ریلوے کے پل کا افتتاح فرمایا۔ پھر کنیڈا کے مختلف صوبہ جات اور  
 مشہور مقامات کی سیاحت فرماتے رہے۔ اس کے بعد اٹھارویں تاریخ بجانب  
 ہیلٹن چھبست فرما ہوئے جہاں آپ نے آخری دربار منعقد فرمایا اور ذرا عتیٰ انجن کے ایڈریس  
 کے جواب میں فرمایا:۔۔۔ حضور ملکہ سظمہ انگلستان کے ارشاد سے میں اُن کا نائب  
 ہو کر ٹیش شمالی امریکہ کی سیاحت کو آیا تھا۔ یہ کام اب ختم ہو گیا اور آج سے اُن تمام  
 فرائض کا بار میرے کندھوں پر نہیں رہا جو بحیثیت ملکہ انگلستان کے نائب ہونے کے  
 مجھ پر واجب تھا۔ اب میں انگلستان جانے سے پیشتر ریوٹ طریقے پر اس مشہور  
 ملک کی سیر کرنی بھی ضروری سمجھتا ہوں جس کے بزرگ باشندے اور ہمارے بزرگ  
 ایک تھے اور جن کی غیر معمولی ترقی کو ہر ایک باشندہ انگلستان باہمی دل چسپی سے  
 ملاحظہ کرتا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس انگریزی ساحل سے آگے قدم بڑھاؤں میں آپ  
 تمام صاحبوں کو محبت سے بھری الوداع کہنی چاہتا ہوں۔ خداوند کریم اس صادق اور  
 قابل عزت قوم کو اپنی منتخب نعمتیں عطا فرمائے۔“ اس کے بعد حضور عز اضلاع متحدہ  
 امریکہ کی سیاحت میں مشغول ہوئے اور ۲۰ اکتوبر تک فرائض حاصل فرما کے ۱۵ نومبر کو  
 پلائی متھ پونچے۔ یہاں وینڈز کیسل میں آپ کے والدین نے بڑی محبت سے  
 آپ کا خیر مقدم کیا۔ ۱۸۶۱ء میں آپ کی اقامت گاہ کے لیے باضابطہ طور پر  
 مارلبورگ ہاؤس تجویز کیا گیا۔

**سپاہیانہ زندگی** بادشاہ کی ذات میں ضرور ہر کہ قسم کی صفات  
 ہوں ملک داری کے نظم و نسق کے علاوہ اُس میں

ملٹری سپرٹ (فوجی دلوے) کا ہونا بھی لازم و متعمم ہے کہ اُس کی ذات اہل تسلم اور سیف  
 دونوں کا طبع و ادنیٰ ہے۔ جون سنہ ۱۸۶۱ء میں حضور دلاکراہ آف الگزنڈرا کے کیمپ میں  
 تشریف لے گئے۔ یہاں آپ گریڈیر گارڈز کی اول ملٹن کے ساتھ قواعد وغیرہ میں  
 شامل ہوتے تھے اور عام سپاہیوں کی طرح کیمپ کی ایک کالج میں رہتے تھے اور

۱۵ آپ کی تعلیم میں شروع سے اس بات کا خیال تھا کہ جہاں تک حصول علم کا تعلق ہے آپ کا ذاتی مرتبہ  
 شاہی اُس میں محل و ماسج نہ ہوا اور اسی لیے سامی کا بڑا خیال تھا جس کا بہترین نتیجہ یہ ہوا کہ (تھیٹوٹ برٹش)



ہر قسم کی فوجی ذمہ داریوں پر جفاکشی کے ساتھ کار بند تھے۔ آپ علی طور پر فوجی لئیف  
بسر کر چکے تھے اس لیے حضور کو فوجی لوگوں کی خوشنودی اور دل جوئی کا بڑا خیال تھا  
گراہ سے ہفتت فرما ہونے سے پیشتر آپ نے چھتیسویں بلٹن کو بطور اعزاز ایک جھنڈا عطا  
فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے کہ اس کی غرض کے علاوہ حضور کے جرنی تشریف لے جانے کی ایک  
اور بھی وجہ خاص تھی اور وہ ایسی وجہ تھی جس پر حضور مدوح کی آیتہ مسرت اور آرام کا  
دار و مدار تھا یعنی ڈنمارک کی شہزادی الکزیٹڈ رائن دلائل جرنی میں تھیں۔ آپ نے  
ان کے اوصاف حمیدہ اور ان کے سائل پسندیدہ کا شہرہ پہلے ہی سے سنا تھا اس لیے  
مناسب خیال کیا گیا کہ باہمی ملاقات سے تعلقات زن و شو کا فیصلہ کر لیا جائے چنانچہ  
شہزادے اور شہزادی صاحبہ کی اس اشار میں کئی ملاقاتیں ہوئیں اور ہر دو ایک دوسرے  
سے مل کر نہایت مسرور ہوئے یہاں سے مراجعت فرما لے گئے بعد آپ قصر فندرز  
میں ۱۴ نومبر کو تشریف لے گئے سرسری ہائیڈ کے ذریعے۔ آپ کو اطلاع ہوئی  
کہ آپ کے والد ماجد پرنس کنسٹنٹ نے انتقال فرمایا۔ یہ خبر وحشت اثر سن کر  
آپ کو بڑا بھاری صدمہ ہوا اور ۲۳ دسمبر کو سینٹ جارج اسپتال میں یونچ کر  
شریک خیمہ زد کھین ہوئے۔ کچھ عرصے بعد آپ نے ملکہ معظمہ کی ایما سے یورپ کا سفر  
کیا اور اسی کے ساتھ اس وقت کے پرنس و پرنسز کا سفر وغیرہ کی سیر کی۔

## شادی

یہ خبر عام ہو کر پشہور تھی کہ آپ کی شادی ڈنمارک کی شہزادی  
الکزیٹڈ رائن سے ہونے والی ہو مگر سرکاری طور پر اس کی تصدیق نہیں  
ہوئی تھی لیکن جب ملکہ معظمہ خود ڈنمارک کو تشریف لے چلیں تو اس خبر کی تصدیق ہو گئی چنانچہ  
فروری ۱۸۶۳ء کے اخباروں میں بھی یہ خبر علی التواتر شائع ہو گئی اور سرکاری طور پر  
بھی اس کی تصدیق کی گئی۔ شہزادی پہلے ہی انگلستان کے لوگوں کے دلوں میں گھر  
کر چکی تھیں اور بڑی ہر دل عزیز صال کر لی تھی اس لیے آپ شادی سے پہلے ہی  
۷ مارچ ۱۸۶۳ء کو لندن تشریف لے آئیں۔ ۱۰ مارچ کا دن انگلیٹڈ کی تاریخ میں ایک

(محملہ نوٹ صفحہ گزشتہ) سادگی آپ کے غیر میں داخل ہو گئی۔ ۵ لے ذوق تکلف میں ہر تکلیف سراسر  
آرام سے وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے۔ اگر شاہی اعزاز و احترام کی پچ لگی رہتی تو آپ کے مزاج کا انداز ہی

رنگ دکھانگ ہوتا۔ ۱۲



بڑا مبارک دن تھا۔ اس دن عام تعطیل تھی۔ سینٹ جارج کے مشہور گرجا واقع  
 لندن کیل میں ساڑھے گیارہ بجے دن کے موجودگی ممبران خاندان شاہی آرج  
 آت کینٹربری نے جمعیت آرج بشپ آف ایسٹون رسوم شادی لراکس حضور  
 ملکہ معظمہ نفس نفیس اس مبارک موقع پر تشریف فرما تھیں مگر اپنے شوہر کے غم میں تھی  
 لباس میں تھیں۔ اس تقریب پر شب میں سارے شہر میں علاوہ آرائش کے آتش بازی  
 چھوڑی گئی۔ صرف شہر کی آرائش کی لئے تین لاکھ پونڈ کی رقم منظور ہوئی تھی۔ صحت  
 شاہی دعوت اس دن پونڈ کے برتن استعمال ہوئے تھے اور مصارف کا کیا  
 کہنا۔ تحائف کا کچھ شمار نہ تھا جن کی مالیت دو لاکھ پونڈ کی کہی جاتی ہے۔ شہزادی کو جو کچھ  
 بیش بہا زیورات اور پارچہ بات ملکہ معظمہ کی طرف دیئے گئے تھے اس کے علاوہ  
 لندن کیٹی لئے ایک جزا کو گنٹھ دس ہزار پونڈ یعنی ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا نذر دیا۔ پارلیمنٹ  
 نے شاہزادہ ویلز کے لئے چالیس ہزار اور شہزادی کے لئے دس ہزار پونڈ سالانہ کی جائز  
 منظور کی۔ اب چوں کہ آپ متاہل ہو گئے پھر ضرورتاً زمین رہنے لگے اور عارضی طور  
 پر بود و باش کے لئے آپ نے ٹرانکور کو منتخب فرمایا ہیں۔ ۱۸ جولائی ۱۸۶۵ء کو  
 فرزند زینہ پیدا ہوا جن کا نام ایلبرٹ وکٹر کریمین ایلڈورڈ رکھا گیا۔ انومبر کو  
 حضور دالامع اپنی خاتون محترمہ کے بڑے عظم یورپ کی سیاحت کو تشریف لے گئے۔  
 فرانس۔ ڈنمارک۔ سٹاک ہوم وغیرہ مشہور مقامات ملاحظہ فرماتے ہوئے ۶ مئی  
 ۱۸۶۵ء کو اسکندریہ مصر پہنچے۔ وہاں سے چند دنوں بعد شاہی جہاز احمدیہ ترکی  
 میں پہنچا۔ بڑے بڑے ترکی افسر آپ کے استقبال کے لئے حاضر تھے۔ سلطان  
 محل واقع سلج بازار آپ کے قیام کے لئے آراستہ کیا گیا جہاں خود سلطان المعظم  
 بذات خاص شہم براہ تھے اور سیڑھیوں تک اپنے معزز مہمان کے استقبال کو  
 تشریف لائے۔ سلطانی حکم سے آپ کے لئے برقم کا سامان آرائش اعلیٰ  
 درجے کا ہتیا کیا گیا۔ سلطان کا کمرہ خاص جس میں آپ کو اتارا تھا بڑے بیش بہا ساز و  
 سامان سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ رات کو بیڈ بختا رہتا تھا اور صبح کو سلطان المعظم  
 آپ کی خدمت میں تازہ بتازہ گلہ استے اور نادریوہ جات کی کشتیاں بھیجا کرتے تھے  
 شاہزادہ ویلز اور سلطان المعظم نے ایک ہی میز پر خاصہ بھی تناول فرمایا۔ آپ شاہانہ

تذک و احتشام اور ظاہری عظیم نام سے بہت گہرا تھے اور سادی سودی طرز زندگی کو بہت پسند کرتے تھے۔ مزاج میں حد درجے کی سادگی تھی اور تکلفات سے کوسوں دور تھے۔ بہت سے سفرا آپ نے فلکمنہ (In congn) (اس طرح کہ کوئی نہ جانے) کیے۔ آپ کو بھیس بدل کر لوگوں میں گھل مل کر ان کے اصلی حالات زندگی دیکھنے اور دریافت کرنے کا بہت شوق تھا اور اس میں شک نہیں کہ بادشاہوں کے لئے نقص حالات کا یہ ایک عمدہ طریقہ ہے۔ چنانچہ قسطنطنیہ میں بھی آپ بھیس بدل کر دکانوں پر جا کر سامان خریدتے تو وہ خانوں میں جاتے لوگوں سے ملتے جلتے اور بے تکلف بات چیت کرتے اور گلی کوچوں میں مثل ایک عام شخص کے بے کھٹکے پھرتے تھے۔ ۱۸۶۹ء اپریل ۱۸ء کو قسطنطنیہ سے واپس ہو کر راہ میں جنگ کریمیا کے مشہور مقامات دیکھتے بھاسنے مع الخیر والحقیت اپنے وطن مالوف کو تشریف لے آئے۔

**زندگی اور موت کے بیچ میں** یورپ کی سیاحت سے واپسی کے کچھ دنوں بعد آپ تبدیل آب و

ہوا کی عرض سے کس کن اور سکالس کوہ ہائے ولبن اور کوہ وکلو وغیرہ آل چپ مقامات کی سیر کو تشریف لے گئے۔ وہاں سے تشریف لانے کے بعد نصیب اعدا مزاج و ہاج جاوہ اعتدال سے منحرف ہو گیا۔ ڈاکٹر نے آپ کو سکاٹ لینڈ جانے کا مشورہ دیا لیکن تبدیل مقام سے بجائے فائدے کے نقصان ہوا۔ سکالر ہارو پونچ کر تو طبیعت اس قدر بگڑی اور ایسی خطرناک بیماری لاحق ہوئی کہ جس سے بڑے بڑے تجربہ کار اور حافق شاہی ڈاکٹروں کے بھی چھکے چھوٹ گئے۔ ہر چند بہتر سے بہتر علاج کیا گیا مگر بے سود و زبرد خطرہ زیادہ بڑھتا گیا آخر کار ۲۲ نومبر ۱۸۶۹ء کو ملکہ معظمہ کو اس خطرناک علالت کا تار دیا گیا کہ دوشہزادے صاحب تپ محرقہ میں مبتلا ہیں۔ شہزادی الگزینڈرا شہبانہ اپنے معزز شوہر کی تیمارداری میں حاضر باش تھیں مگر اب مریض کی حالت اور بھی نازک ہو گئی۔ تمام انگلستان میں تلاطم مچ گیا۔ ہر شخص قصر سینڈرگھم کی تازہ ترین خبر معلوم کرنے کے لئے مضطر تھا مگر حضور کی حالت ساعت بساعت دگرگول ہوتی جاتی تھی۔ ہر کہ دمہ کو حضور کی جان کے لالے پڑ گئے۔ دسمبر کے اول ہفتے میں موت پائی۔

کی اسیہ منقطع ہو گئی۔ پادریوں نے کہا کہ جب علاج مفید نہیں تو اب دوا کا وقت باقی نہیں ہاں دوا کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جب تک سالس ہر اس بھی ہے۔ ملکہ معظمہ مع خاندان شاہی کے سینڈزنگھم پونج گئیں۔ ملکہ معظمہ نے جب اپنے نور نظر اور تخت جگر کی حالت دیکھی تو غشی کا عالم تھا آپ کسی کو پہچان نہ سکے۔ ولی عہد کی ایسی پاپو سانہ حالت سے سارے ملک میں سنسنی پھیل گئی۔ ہندوستان۔ کینڈا۔ اضلاع متحدہ امریکہ سب جگہ ہندو بہب و ملت کے لوگوں نے اپنے اپنے عقائد کے موافق مسجدوں۔ مندروں۔ گرجاؤں میں شہزادے کی صحت کے لئے نازیں پڑھیں خلوص دل سے گرگڑا گڑا گڑا کر بارگاہ شانی مطلق میں دعائیں کیں۔ اب ۱۴ دسمبر کا وہ دن آگیا جو آپ کے والد کی برسی کا تھا لوگوں کو وہ دم آنے لگا۔ طرح طرح کے توہمات دل میں آتے تھے کہ کہیں باپ کی طرح یہ بھی نہ چل بسیں۔ گو اتوار سے شگل تک آپ کی حالت معرض خطر میں تھی مگر اسی دن سے آثار افاقے کے نظر آئے اور بدخواہی اور کرب دونوں میں افاقہ ہوا۔ روز بروز طبیعت سنبھلتی گئی۔ ماں کی جان میر جان آئی بیوی کی باچھیں کھل گئیں۔ نیند اور غذا وہی چیزیں ضامن صحت ہیں۔ گہری نیند اور غذا کی طرف میلان ہو گیا اب صرف خفیف حرارت رہ گئی تھی تاہم صحت کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ جنوری ۱۸۷۷ء کے پہلے ہفتے میں آپ کو اس قدر توانا کی آگئی کہ آپ بتر علالت سے اٹھ کر چند قدم چلنے لگے اور اسی دن آپ کا کمرہ بدلا گیا۔ اب کیا تھا اگلا دن پچھلے سے بہتر ہوتا گیا۔ اب تبدیل آب و ہوا ضرور تھی ڈاکٹر دن کی رائے سے آپ جزیرہ وھیٹ تشریف لے گئے اور خدا نے وہ دن دکھایا کہ آپ تین درست و توانا لندن تشریف لائے۔ نیپلک نے پڑ ہی گرم جوشی سے آپ کا استقبال کیا۔ اس دن عام تعطیل رہی شان دار جلوس نکالا گیا اور اظہار مسرت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ چوں کہ آپ کو اتنی بڑی علالت کے بعد جیسی چاہئے ویسی توانائی نہیں آئی تھی نہ آپ پوری طرح جاق چوبند تھے لہذا ڈاکٹروں کی رائے سے بغرض تبدیل آب و ہوا پھر آپ سفر پر تشریف فرما ہوئے چنانچہ آپ اٹلی تشریف لے گئے۔ چوں کہ آپ میں نظر آنے والی بعض وجوہات تھیں کہ وہ زیادہ تھا اس لئے جہاں جہاں گزرے وہاں عجائبات روزگار کو نگاہ تھیں

و جس سے دیکھا۔ آثار قدیمہ کے دیکھنے میں گھنٹوں مصروف رہے اور جون کے مہینے میں اس سفر سے انگلینڈ واپس تشریف لے آئے۔

گر قدم پریشم با خواہی نہاد  
دیدہ در رہ می کم نامی روی

## سفر سیاحت

دنیا میں جو آیا ہی اگر اس نے سفر و سیاحت نہ کی تو کچھ بھی نہ کیا جیسا کورا آیا تھا ویسا ہی چلا گیا۔ حصول واقفیت عامہ کے لیے سفر سے بہتر کوئی چیز نہیں جس سے ہم جیسے چھوٹے موٹے آدمیوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ تجربہ بڑھتا ہے۔ عقل بختہ ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ بادشاہ جس کو سلطنت چلائی پڑتی ہو وہ اگر بھونرے میں پلے اور اپنی سلطنت کی مقامی حالت وہاں کے لوگوں کی سوشل لیف نہ دیکھے دوسرے ملکوں سے اپنے ملک کی حالت کا مقابلہ نہ کرے تو بادشاہ نہ ہوا شیر قاتلین ہوا شہزادہ معظم ایک بہت بڑے سیاح تھے آپ نے سویٹزر لینڈ۔ جرمنی۔ بحیرہ روم۔ اٹلی (روما)۔ جبرالٹر۔ ہسپانیہ۔ پرتگال۔ کوہ میں سیکڈ وئی۔ سکاٹ لینڈ۔ آئر لینڈ۔ کلاسکو۔ کینیڈا۔ ڈیون پورٹ۔ امریکہ۔ برگ رایل۔ کو برگ۔ ہیلٹن۔ واشنگٹن۔ نیویارک۔ بوٹن۔ پولینڈ۔ بیرشلیم (سیت المقدس) مصر (قاہرہ) اسکندریہ۔ قسطنطنیہ۔ دمشق۔ بحیرہ بالٹک۔ بیروت۔ سڈارٹونلز۔ مارسلیز۔ براٹسلاوا۔ پراگ۔ ڈنمارک۔ سویڈن۔ برلن۔ دایاناز۔ فرانس۔ سینٹ پیٹرز برگ۔ بلجیم۔ ہندوستان وغیرہ وغیرہ مقامات کو سب سے دوری اور اچھتی نظر سے محض سیر کرنے کی غرض سے ملاحظہ نہیں فرمایا بلکہ خیر و ہم نواب اکثر اوقات لباس بدل بدل کر لوگوں کے اصلی حالات طرز حکومت۔ وغیرہ سب باتوں پر نظر ڈالی۔ جہاں جہاں آپ گئے شاہانہ اعزاز سے آپ کا خیر مقدم کیا گیا جس سے دوسری سلطنتوں کے تعلقاً میں زیادہ پائمانہ اور استحکام ہوا۔ ہندوستان کے سفر کے حالات حصہ اول میں آگئے ہیں۔ اس سفر وسیلۃ النظر کے جو پوٹیکل فوائد ہوں گے وہ وہ جاتیں جن کے دست قدرت میں ملک کا رتق و فتق ہی ہم جیسے سوٹی سمجھ والے لوگوں سمجھتے ہیں کہ جب سے سلطنت کا خاتمہ ہوا ہم نے سنا کہ برٹش راج قائم ہوا بادشاہ رہا انگلینڈ میں اور ہم ہند میں۔ ہزاروں کوں کا فاصلہ پنج میں کئی ہندو حاکم

وہاں تک خیال کی رسائی بھی متعذر رہندوستان کے لوگ بادشاہ کے وجود خارجی کے دیکھنے کے عادی اب ان کو بادشاہ ملا خیالی خدا جانے کالا ہریا گور اور آدم خاکی ہری یا کوئی پتلا انسان ہری پافرشتہ۔ پرنس آف ویلز نے آکر اپنا جہاں مبارک دکھایا تب ہمیں یقین ہوا کہ ادھو بھی ملکہ کے بیٹے۔ ورولی عہد میں ادھو ہی آگے چل کر ہمارے بادشاہ ہونے والے ہیں جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی یاگ ہوگی۔ آہا یہ تو ہم جیسے ہی انسان ہیں ہمارے جیسے ان کے بھی ناک کان ہیں۔ خدا کے بندے ہم بھی اور یہ بھی فرق صرف اتنا ہے کہ وہ بادشاہ ہم رعایا وہ حاکم ہم محکوم۔ اب جا کر ہماری کھل سمجھیں آیا کہ جس طرح اکبر۔ جہاں گیر۔ شاہ جہاں اور اورنگ زیب بادشاہ تھے یہ بھی بڑے پائے کے بادشاہ ہیں بلکہ ان سے بھی کسی کسی باتوں میں بڑھ چڑھ کر ہیں وہ اسی ملک میں رہ کر حکمرانی کرتے تھے اور ان کا سن انتظام ایسا ہے کہ کالے کوسوں دیکھ نظروں سے غایب پھر بھی ہمارے حال سے باخبر اور ہم پر اس طرح سے حکومت کر رہے ہیں گویا کہ ہم ہی میں بیٹھے ہیں۔

۱۸۹۱ء میں آپ کی بیچاسویں سالگرہ خاص طور پر بڑی دھوم دھام سے منائی گئی اور تمام انگلستان میں جشن منایا گیا مگر ۱۸۹۲ء میں آپ کے لیے بڑا رنج و دہشت ثابت ہوا یعنی آپ کے بڑے صاحب زادے ولوک آف کلیئر نے جن کی شادی کی تیاریاں بالکل مکمل ہو چکی تھیں عین عالم شباب میں چند روز کی علالت سے انتقال کیا بڑھیا دادی کی مکر توڑ دی اور باپ کے کیچے پر وہ داغ دیا کہ ۵۵ من چوں زیم کہ سینہ من چاک کروہ اند تخت جگر بریدہ تہ خاک کروہ اند خمیہ اول میں اس سانحہ ہوش ربا کا ذکر ذرا تفصیل سے آچکا ہے۔

آپ کی اولاد میں ۱۸ جولائی ۱۸۶۶ء کو پیدا ہوئے۔ دہلی پرنس الیرٹ وکٹر

پائے۔ ہندوستان کا سفر بھی کر گئے۔ تعلیم اور سیاحت ہر اعتبار سے وارث تخت و تاج قرار پائے مگر زندگی نے وفات کی آمد ۱۸ جنوری ۱۸۹۲ء کو انتقال کیا سو ۲۵ پرنس فریڈرک ارنلٹ۔ پیدائش ۳۱ جون ۱۸۶۷ء ہو اپنے بڑے بھائی کے انتقال پر دہلی عہد قرار پائے اور انھیں کی منگیت سے آپ کی شادی ہوئی

ہو رہا ہے خدایہی ہرے بادشاہ جارج پنجم ہیں۔

”خدا ہمارے بادشاہ کو سلامت رکھے!“

(۳) پرنس لوئی وکٹوریہ الگزمینڈرا۔ پیدائش ۲۲ فروری ۱۸۶۷ء جن کی شادی ڈیوک فلیٹیف سے ہوئی۔ (۴) پرنس وکٹوریہ آسکا میری۔ ولادت جولائی ۱۸۶۸ء (۵) پرنس ہارڈیٹ ملکہ ناروے۔ ولادت ۲۲ نومبر ۱۸۶۹ء (۶) پرنس ایلیگزینڈرا۔ (جو پیدائش سے چند ہی دنوں بعد انتقال کر گئیں)۔

جس طرح اکثر ہندوستانی امرا و دروہا اپنے بچوں کا لارڈ پیار میں ستیاناس کرتے ہیں یہ حال یورپ میں نہیں بلکہ جس گھر میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اُس کو اُسی حیثیت سے تعلیم تربیت کی جاتی ہے اور ہمیشہ اُس کو اُس پوزیشن کے قابل بنایا جاتا ہے جو نیچرلی اُسے ملنے والی ہے۔ اسی اصول پر ایڈورڈ ویکٹم نے اپنی اولاد کو بڑے اہتمام سے یورپی طرح سے تربیت کی اور اعلیٰ درجے کی تعلیم دلوائی اور پھر سیاحت کر کے دنیا کے نشیب و فراز کا پورا تجربہ کر دیا۔

**اشغال و عادات** آپ کو کتب بینی اور اخباروں کا بڑا شوق تھا۔ گھوڑ دوڑ اور سائیکل کی سواری سے بھی خاص رغبت تھی۔ آپ

کی رحم دلی کے متعلق ایک روایت ہے کہ ایک دن آپ گاڑی پر جا رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک نابینا پر جا پڑی جو بے چارہ بازار کے اس سرے سے اُس سرے تک گزرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن لندن کا ٹریفک رستہ نہ ملتا تھا اُس کو دھکے لگ رہے تھے اور بے طور ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ اُس کی در ماندگی کی حالت دیکھ کر آپ کا دل نہ مانا آپ جھٹ گاڑی پر سے اتر پڑے اور اُس اندھے کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اس بھیڑ بھڑکتے سے پار کر دیا اور چپکے سے اُسے کچھ دیا بھی۔ چند دنوں بعد آپ کے نام ڈاکے ایک لمدان پونہجا جس پر یہ عبارت کندہ تھی ”یہ ناچیز تحفہ پرنس آف ویلز کی خدمت میں ایک ایسے شخص کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے جنہیں اُس نے سچے سچیموں کی طرح اپنے مرتبوں کو بالائے طاق رکھ کر ایک اُسے کی خدمت کرتے دیکھا ہے۔“



## پابندی ضابطہ

ایک دن آپ چند دوستوں کے ساتھ کھیتے کھیتے ایک شخص کے کھیت میں سے گزرے۔ کھیت والا تھاڑا۔ اور گیا کہ آپ لوگ بلا میری اجازت میرے کھیت میں کیوں گئے ایک شلنگ جرمانہ سیدھے ہاتھ سے دھردیجئے۔ آپ کے ہمراہیوں نے چاہا کہ آپ کا مرتبہ اسے بتلا کر دھتکار دیں لیکن آپ نے منع کیا اور اس سے معذرت خواہ ہوئے اور فوراً ایک شلنگ اسے دے دی۔

برآوردن کار اسید وار

بہ از قید بندی شکستن ہزار

آپ نے بہت سے کام بے ریا نیکی کے کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن آپ نورادیر سے باہر سے تشریف لائے

## مدرسہ کا ایک چھوٹا اور پرس آف بیز

دیکھا تو پچھانک پر ایک چھوٹا سا لڑکا کھڑا رو رہا ہے۔ آپ نے پہرے والے سے پوچھا یہ لڑکا کون ہے اور کیوں رو رہا ہے۔ سپاہی نے کہا حضور یہ چھوٹا ملکہ معظمہ کو دیکھنا چاہتا ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے یہی میں نے اس سے کہہ دیا۔ لاکھ بھجایا مانتا ہی نہیں جب سے کھڑا رو رہا ہے شہزادے نے مجھٹ مٹس لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا اور جری محبت سے کہا وہ بیاں اتم میرے ساتھ آؤ یہ پہرے والے تو میرے تابعدار ہیں ملکہ کو تم دیکھنا چاہتے ہو تو میں تم کو ضرور دکھلا دوں گا شہزادے نے اپنا وعدہ پورا کیا لڑکے کو لے جا ملکہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اس نے اس نیک بہاد ملکہ کو دیکھا کسی پیاری مگر نگین صورت تھی آپ نے بہت سے شفقت آمیز کلمات فرمائے لڑکے کا نام اور اس کی عمر پوچھی اور چلتے وقت اسے ایک اشرفی بھی دی۔

دل بدست آد کہ رج اکبر است از مراراں کعبہ یک دل بہتر است

یہ لڑکا اب بڑھا پھوٹا ہو گیا سارے بال سفید گالا ہو گئے ملکہ کے کریمانہ اور محبت بھرے الفاظ اس کے دل پر نقش ہیں اور اس کے نزدیک سب سے عزیز چیز وہی اشرفی ہے جسے اس نے اپنے کیچے سے لگا رکھا ہے۔ کوٹور یا اور ایڈوڈ دونوں کا وجود صفیہ دنیا سے مٹ گیا لیکن نیکی کے کام نہ کبھی مٹے ہیں نہ مٹیں گے۔ ان کے



نام ہمارے دلوں میں زندہ ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہیں گے۔

ایک مرتبہ آپ کسی دوست کے ساتھ پھرتے پھرتے ایک گاؤں میں جا نکلے۔

ایک بیک زور کا مینا گیا۔

تھوڑی دیر کے لئے آپ نے ایک نان بانی کی دکان میں آکر لیا لیکن مینہ کے

کھلنے کے آثار نہ تھے۔ آپ کے دوست نے دکان دار سے پوچھا کہ تمہارے

پاس کوئی چھتری بھی ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پاس ایک چھتری ہے۔ وہ چھتریاں

ہیں ایک نئی اور ایک پرانی۔ نئی چھتری تو میں کسی دھندلے کو بھی نہ دے دوں خواہ وہ

پرنس آف ویلز ہی کیوں نہ ہو ہاں پرانی چھتری حاضر ہے وہ بھی اس شرط سے کہ

آپ واپسی کا ذمہ لیں۔ اس کا مطلب کسی بڑے آدمی سے تھا۔ ہا پرنس کا نام آئرن

کل گیا۔ کیوں کہ اُن سے بڑا اور بڑا کون اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ پرنس

آف ویلز تو یہی ہیں۔ سخیار درخانہ و مارگہ جہاں میں کریم خرم وہ پرانی چھتری بھی

اس وقت معتمات سے ہو گئی۔ پرنس نے محل میں پہنچتے ہی اس کی عمر بامٹو

چھتری شکر پیسے کے ساتھ واپس کی اور اسی کے ساتھ ایک عمدہ نئی تہ دند

چھتری اور بھیج دی جس کو دیکھ کر نان بانی نے آنکھیں کھل گئیں۔ دیکھنے میں تو یہ

فراسی بات ہے مگر ایک بادشاہ فی جاہ کو ایسی جزئیات کا خیال رہنا کیا نعمت

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

الہی ہے کم ہے۔

جو بیش قیمت جوہرات سے لیا ہوا تھا اور اسی میں کوہ نور نامی شہر ہیرا بھی  
 دیا گیا تھا اس میں سب ملا کر (۳۶۸۸) ہیرے تھے یعنی کوئین و کٹوریا انجہانی  
 کے تاج سے بھی (۶۸۸) زیادہ۔ تاج پوشی کے اخراجات کے لئے سوا لاکھ پونڈ  
 کی منظوری ہوئی تھی چنانچہ زرین لیسوں اور درباری تلواروں اور موٹروں پر  
 (۳۵) لاکھ اور آرائش ادھلبوں پر پونے دو کروڑ روپیہ صرف ہوا۔ علاوہ  
 بہت سے ہندوستانی روسا و امراء وغیرہ کے سندوستانی فوج کے  
 ایک ہزار جوان اور سو جوان امپیریل سروس ٹروپس کے بھی مدعو کیے گئے تھے  
 ہندوستانی شاہی مہمانوں کو بڑی بڑی بھاری بھاری پرتکلف دعوتیں  
 دی گئیں جن کی تفصیل طول طویل ہے۔

لندن میں جشن کی تیاریاں بڑے  
 اہتمام اور زور شور سے اہلی پیمانے  
 پر ہو رہی تھیں اور مختلف دیار و  
 امصار اور ممالک کے سرز و محترم  
 مہمانوں کی تعداد کثیر آن پونجی تھی

## حضور کی ناکہانی علالت اور عین وقت پر جشن کا التوا

اور بظاہر اسباب اس تقریب کے بروقت انجام پانے میں کوئی کسر نہ تھی مگر  
 مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی کہ عین وقت پر بادشاہ سلامت کی طبیعت ناساز  
 ہو گئی ۱۳ جون کو مزاج کچھ کسل مندر ہا پھر اگلے دن کمر میں درد ہوا جو باوجود علاج  
 معالجے کے روبرو ترقی تھا۔ ڈاکٹروں نے آپ کو آرام لینے کے لئے کہا مگر ایسے موقع پر  
 آرام کہاں۔ ۱۸ جون کو تب بھی آگئی اور دہلیسلی میں آماں معلوم ہوا۔ ۲۲ جون  
 کو اس میں پیپ پڑ گئی جس کے لئے آپریشن ناگزیر تھا۔ آپ کو بہ مقابلے اپنی رعایا  
 اور مہمانوں کی مایوسی کے اپنی بیماری کا مطلق خیال نہ تھا ڈاکٹروں سے کہا کہ کوئی  
 ایسی صورت نکالو کہ یہ تقریب نہ رکنے ورنہ لوگوں کو بڑی ناامیدی تکلیف اور  
 حرج ہوگا اگر میں کھڑے ہو کر رسوم تاج پوشی ادا نہ کر سکوں تو خیر بیٹھے بیٹھے لیٹے  
 ہی رہی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ آپریشن کے بعد نقل و حرکت سراسر خلاف احتیاط  
 اور آپریشن کی تاخیر میں بھی مرض کے جڑ پکڑ جانے کا سخت خطرہ ہے۔ جب بادشاہ

کی جان کے ہی لالچے پڑے تھے کسی تاجپوشی اور کہاں کا دربار۔ جان ہی تو جہان  
 ہر۔ ارل آف مارشل نے اس شدید مجبوری سے جشن کے التوا کا اعلان  
 کر دیا۔ اس خبر کے سننے ہی ایک عام افسردگی چھا گئی اور مجمع کا تمام رخ شاہی محل  
 کی طرف ہو گیا اور مجمع جب تک کہ آپریشن کامیابی سے ختم نہیں ہوا اور لوگوں کی  
 جان میں جان نہ آئی وہاں سے نہ ہلٹا۔ ٹھیک بارہ بجے دن کے سر فریڈرک کے اوس  
 نے عمل جراحی نہایت کامیابی سے کیا۔ وہ پانچ گھنٹے انشتر دے کر گیارہ بجے تک  
 سب نکالی۔ اس کے بعد دو وقتہ ملک معظم کی حالت صحت کے بلکل شائع ہوئے  
 تھے۔ عمل جراحی کے بعد جب آپ نے آنکھ کھولی تو سب سے پہلے آپ نے  
 شہزادے ویلز سے کہا: کیا میری رعایا میری اس مجبوری کی وجہ سے مجھے معاف  
 کرے گی یا جس سے آپ کے اُس بے حد انس اور پیار کا پتہ چلتا ہے جو آپ کو  
 اپنی رعایا کے ساتھ تھا۔ آپ کی صحت یابی کے لئے انگلینڈ تو انگلینڈ تمام ممالک  
 اور ہندوستان میں دعائیں کی گئیں خدا جانتے کس کی دعا لگی کہ آپ کو صحت ہو گئی۔  
 زخم کے اندل اور پوری صحت کا اندازہ شکل تھا لہذا سفر اے دل خارجہ اور  
 جنگی جہازوں کو نصرت کرنا پڑا۔ لیکن ہندوستانی فوج کے لوگوں کو تو کہ اجازت  
 مل گئی تھی مگر وہ اپنی خوشی سے بادشاہ کی صحت حاصل کے لئے دعا کرتے ہوئے درود  
 پر پڑے رہے۔ بعض تقریبیں نہایت خطابات کا شائع ہونا۔ فوجی رویہ۔ روشنی۔  
 دربار لیوی۔ نیابت پرٹس آف ویلز۔ غربا کی دعوت وغیرہ پوری کر دی گئیں۔ ۳۰  
 جون کو بادشاہ کی صحت یابی کا اعلان کیا گیا اور اسی دن روشنی کے الاؤ جلانے لگے  
 ۳ جولائی کو فوجی رویہ اور لارڈ وینسٹون کی طرف سے ایک پرتکلف دعوت دی گئی  
 ۴ جولائی آف آفس میں دربار لیوی۔ ۵ جولائی غربا کی شاہی دعوت جس کے انتظامات  
 علاوہ آراکین سلطنت کے حضور پرنس آف ویلز اور ڈیوک آف کنارٹ آپ کے  
 چچا نے بھی خود جا کر ملاحظہ فرمایا اور حضور ملک معظم نے بھی لارڈ وینسٹون کو اس دعوت کا  
 خاطر خواہ انتظام کرنے کو لکھا۔ کہیں عربوں کی دعوت سمجھ کر دعوت کو بھی  
 لے آپ کو انڈی میں ہنگامہ نہ ہو۔ اس کی خدشہ جاری تھی جو ایک مہینہ کا دم اس  
 ہوتا۔ یہ وہ تحریری نوٹس جو کئی اہم کے متعلق بطور سرکاری شائع کیا جائے۔ ۱۳

غریب نہ سمجھ لیجیے گا۔ دعوت کا اندازہ اس پر سے کیجیے کہ فی کس للبحرہ کا صرفہ بیٹھا۔ دعوت میں (۲۵) لاکھ روپے کا بیان۔ دو لاکھ پچھری کانٹے۔ دس لاکھ بیچے استعمال ہوئے تھے۔ اتنی بڑی دعوت ایک جگہ کیے ہو سکتی تھی اس لیے ٹکڑے ٹکڑے کوکے مختلف مقامات پر ہوئی اور ہر جگہ شہزادہ ویلز بہ نفس نفیس تشریف لے گئے۔ غریبانے نہ صرف پیٹ بھر کر لذیذ کھانے کھائے بلکہ شہزادے کو دیکھ کر دل بھی خوش کیا۔ ۵

فرض کر دم کہ بیاد تو دلم خور سداست  
آخر اس دیدہ دیدار طلب راجہ علاج  
ارجو لائی کو حضور پرنس آف ویلز نے اپنے عالی شان ایوان میں ہندوستان کے معزز مہمانوں کو شرف باریابی بخشا۔ اسی شام کو گلڈ ہال میں نہایت اعلیٰ پیمانے پر چھ سو معزز مہمانوں کی دعوت ہوئی جس کے صدر لارڈ آئسٹل تھے۔ اس دعوت میں ہمارا راجہ صاحب بہادر کو ٹھہرا پور نے بھی تقریر فرمائی۔ ملک عظم کی طبیعت اب روز چاق ہوتی جاتی تھی ۲۶ جولائی کو آپ نے اپنے پریوی کونسلرز کو جہان پر طلب فرما کر جین تاج پوشی کے لیے ہر اگست کی تاریخ مقرر فرمادی اور بوجہ نقاہت کے بہت سی بیسوں کی کاٹ چھانٹ فرمادی۔ اس خبر سرت اثر سے پھر ملک میں جان آگئی بالخصوص ہندوستانی مہمانوں کو کہ وہ اسی دن کے اترتھار میں پڑے ہوئے تھے۔ تاج پوشی کی تقریب اپنی جگہ کیا کم سرت بخش تھی چہ جائیکہ جب اس کے ساتھ بادشاہ سلامت کی محبت و عافیت کا مژدہ جاں بخش بھی منضم ہو عرض وہری خوشی ہوئی۔ ۸ اگست کو آئسٹل پرنس آف ویلز اور جارج پرنس آف ویلز نے تمام والیان ریاست ہندی رڈ ساو افسران فوج کو مدعو فرما کر مراسم تاج پوشی کی تعلیم فرمائی۔

## تاج پوشی کا مبارک دن

تاج صبح سویرے سے توپوں کی گرج شروع ہو گئی ولیسٹن سٹراچی کا گرجا دہن بنا ہوا تھا جس شائع عام سے جلوس گزرتے

والا تھا صبح سویرے ہی سے لوگ آن ڈھلے تھے۔ جہاں جلوس تین بجے پہنچتا تھا وہاں بھی لوگ صبح ہی سے چشم براہ تھے۔ رستے میں آٹھ جگہ میڈ باجے کی ٹکڑیاں تھیں۔ اگرچہ عام طور پر درباریوں کی آمد آٹھ بجے ہی سے شروع ہو گئی تھی مگر ممبران

خاندان شاہی ۱۰ لاکھ روپے اور حضور شاہنشاہ ویلز مع اسٹاف اور ہندوستانی  
ایڈی کانگوں۔ مہاراجگان کو لھا پورہ ایڈر اور گوالیار کے جو گھوڑوں پر سوار تھے۔  
پونے گیا رہ بجے دربار میں پونے۔ حضور ملک معظم مع ملکہ معظمہ کے ٹھیک گیا رہ بجے  
قصر بکنگھم سے برآمد ہوئے چنانچہ جس وقت محل شاہی سے گھوڑوں نے پہلا قدم  
اٹھایا اسی وقت توپوں کے دھننے نے لوگوں کو چونکا دیا حضور ملک معظم اور ملکہ معظمہ  
دونوں ہشاش بشاش دو طرفہ بڑے تپاک سے لوگوں کا سلام لیتے ہوئے گیا رہ بج کر  
(۲۵) منٹ پر گرجا میں داخل ہوئے۔ دربار میں بادشاہ سے ودمنٹ پہلے ملکہ معظمہ داخل  
ہوئیں جس پر اپنی سکول کے طلباء نے دو خدا ملکہ انگلینڈ کا کو سلامت رکھے، کا  
ترانہ گایا اور دو منٹ بعد ملک معظم تشریف لائے جن کی ٹرین داسن کو کئی معززین اٹھا  
ہوئے تھے۔ بادشاہ کی تشریف آمدی پر لڑکوں نے دو خدا ایڈر وڈو سہتم کو ابدا لا باد  
تک زندہ رکھے گا گیت گایا۔ چوں کہ آپ کو اتنی ہی نقل و حرکت سے قدرے تھکا  
ہو گئی تھی اس لیے آپ کو ایک کمرے میں جو آپ کے آرام کے لیے بنایا گیا تھا لے گئے۔

**مراسم تاج پوشی**  
ساتھ گیا رہ بجے لارڈ وائسرائے  
اور ڈیوک آف ویون شاہیر بنے

چنے پہنے دربار حال میں آئے۔ ٹھیک گیا رہ بج کر  
(۲۵) منٹ پر بادشاہ سلامت مبارک میں رونق افروز ہوئے اور روم سقرہ شروع ہوئیں  
جن کی تفصیل کے لیے جگہ درکار ہے۔ بڑی رسم یہ تھی کہ بادشاہ سلامت کو تاج پہنایا گیا  
تخت پر آپ نے قدم دھرا اور خیر و برکت کی دعا ہوئی اور تمام ممبران خاندان شاہی اور حاضرین  
دربار نے اظہارِ ملامت کیا اور پھر توپوں کی سلامی پر اس مبارک رسم کا اختتام ہوا۔  
واپسی کے وقت جلوس کی وہی شان تھی جو آمد کے وقت تھی۔ سب کا سلام لیتے ہوئے  
بادشاہ محل شاہی میں داخل ہوئے لیکن مشتاقین دیدار شاہی کا جم غفیر محل کو گھیرے ہوئے  
تھا لہذا آپ دوبارہ پھر رعایا کی خاطر درشن دینے کو درستی میں برآمد ہوئے۔  
اسی دن مہاراج کمار ٹیگور بھائی بھانان کی طرف سے ایک ایڈریس  
مبارک بادشاہ ملک معظم کے حضور میں پیش کیا۔ اسی طرح خواتین ہند کی طرف سے  
نواب سیم صاحب مرشد آباد نے تہنیتی ایڈریس گزرا نا۔

## بادشاہ سلامت کا پیام رعایا کے نام

اسی دن ملک معظم کا یہ فرمان شائع ہوا:-  
”تاج پوشی کی تقریب سعید کے متعلق جو  
ہماری زندگی کا اہم اور عجیبہ واقعہ ہماری  
خواہش ہے کہ اپنی تمام رعایا کی نسبت جو خاص  
ہمارے وطن اور نوآبادیوں اور ہندوستان

میں آباد ہو اور جس نے اپنی گہری ہمدردی مابعد دولت کی خطرناک بیماری کے دنوں میں ظاہر  
کی ہے اپنا دلی شکر یہ ظاہر کریں کیوں کہ ہمارا خیال ہے کہ ہماری بیماری کے دنوں میں جو نگہبانی  
طور پر ظاہر ہوئی تھی ان سب کو سخت تکلیف اور رنج کا مقابلہ کرنا پڑا ہے کیوں کہ وہ اس  
تقریب کو تاخیر مقررہ پر نہایت فرحت و شادمانی سے منانا چاہتے تھے اور پھر اس  
ناگزیر طور پر مل جاتے تھے انہوں نے قابلِ تکریم صبر و اعتدال کا لحاظ رکھ کر دلی  
غلوں سے ہماری صحت اور سلامتی کی دعاؤں میں مصروفیت دکھائی۔ پس ان سب کو  
نوٹھی ہوئی کہ خداوند تعالیٰ نے ان کی دعائیں قبول فرما کر ہماری زندگی کو تمام خطرات  
سے بچا دیا اور ہم کو صحت و طاقت عطا فرمائی جس کا سچا شکر یہ ہے کہ ہم ان فرائض کو بوجہ  
حسن انجام دیں جو بلحاظ ایسی وسیع سلطنت کی فرماں روائی کے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔“

**قصر آسبورن کا قوم کو عطا کیا جانا** حضور ملک معظم نے کمال مہربانی  
سے محل آسبورن کو سوائے

چند خاص شاہی کمروں کے حضور ملک معظمہ آجانبانی کی یاد گاریں قوم کو عطا فرما دیا  
۲۱ اگست کو لارڈ میئر آف لندن نے پیشکش  
خداوندی میں حاضر ہو کر قوم کی طرف سے غسلِ صحت  
اندماج پوشی کی سرت میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے  
کا ایک چکمہ پیش کیا جس کو آپ نے بڑی خوشی

قوم کی طرف سے  
چوبیس لاکھ کا پیشکش

سے قبول فرما کر شفا خانوں میں دے دیا اور خود بھی امداد کا وعدہ فرمایا۔

**ہندوستانی روسا کی باریابی** اسی دن ہندوستانی و اہلیان  
ریاست کو شرف باریابی بخشا

اور ان کی دلی سرت و وفاداری پر اظہارِ شکر فرمایا۔



**ہندی فوج کا سلام** ۳۳۔ اگست کی سپر کو ہندوستانی فوج کے افسروں کو حضور ملک معظم نے اپنے دست مبارک کے تمنغے سرفراز فرمائے اور ہندوستانی فوج کے متعلق ہمت افزا کلمات بھی فرمائے۔

**بحری رویو** ۳۶۔ اگست کو بحری رویو ہاجس میں (۱۰۸) جہاز تھے اور رات کو روشنی بھی ہوئی۔

**پرنس آف ویلز کا ہندوستان پہنچنا** ۱۹۔ آخر ۱۹۰۶ء میں حضور ملک معظم نے حضور پرنس آف ویلز کو مع ان کی بیگم صاحبہ کے سیاحت ہند کے لیے روانہ فرمایا تاکہ وہ بھی اپنے والد ماجد کی طرح ملک ہندوستان کی مقامی حالت اور دایان ملک سے ذاتی واقفیت پیدا کریں۔

**پیام شاہی ۱۹۰۸ء** ۱۸۔ اعلان یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو جو کہ یکم نومبر ۱۹۰۸ء کو پورے پچاس برس ہو چکے اس لیے ملک معظم نے اس اعلان کی تجدید یکم نومبر ۱۹۰۸ء کو فرمائی۔ یکم نومبر کو اواران پڑی لہذا ۲۲ نومبر کو حضور وایسر نے لارڈ کنٹون نے جو تقریب دودہ جو دھپور میں تھے وہیں ذیل کا شاہی اعلان دربار میں پڑھا اور شائع فرمایا:۔

**اعلان شاہی موسومہ شہزادگان و اشخاص ہندوستان** ۲۲ نومبر ۱۹۰۸ء

”آج سے پچاس سال پیشتر ماحولت کی مامد شفقہ اور محترمہ پیش رو ملک معظم وکٹوریہ نے جو اس وقت تخت سلطنت پر تھیں مختلف اہم وجوہ کی بنا پر اور پارلیمنٹ کے شورے اور مضامندی سے اس ملک کی عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تھی جو اس وقت تک سلیسٹ انڈیا کمپنی کے زیر انتظام تھا۔ وہ عظیم الشان کام جو اس وقت نہایت استحکام سے عمل میں لایا گیا تھا اس کی یادگاریں مابعد دولت مناسب سمجھتے ہیں کہ اس اہم سالگرہ کے موقع پر دایان ریاست درغایا سے ہند کو مخاطب



کریں ساپ کی طویل تاریخ میں پچاس سال کی مدت نہایت تملیل ہے پھر بھی پینسٹ  
صدی جو آج ختم ہوتی ہے آپ کے تاریخی سیلابوں کے درمیان نہایت نمایاں  
اور ممتاز نشان کا کام دے گی۔ ملک براہ راست تخت کے ماتحت ہونے  
کے اعلان نے حکومت ہند کے اتحاد پر گویا مہر کر دی تھی اور اس سے ایک نئے  
عہد کا آغاز ہوا تھا۔ سفر چوں کہ نہایت دشوار تھا اس لیے ممکن ہے کہ بعض وقت  
رفتار سست معلوم ہو۔ مگر پیش ہدایات و اقتدارات کی بہت سی نہایت مختلف  
جماعتوں اور تقریباً تین کروڑ نوع انسان کے اتحاد نے ثابت قدمی کے ساتھ  
سلسل ترقی کی ہے۔ ہم اپنی گزشتہ صدی کی محنتوں کو صفائی نظر اور اطمینان  
قلب کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

جس قسم کی مشکلات ہر زمانے اور ہر مقام پر تمام انسانی حکومتوں کو پیش آتی رہتی  
ہیں وہ یوٹا فینوٹا اس ملک پر بھی پڑی ہیں لیکن تاج برطانیہ کے خدام نے ان مشکلات  
کا مقابلہ ایسی جفاکشی اور بہمت و سبر کے ساتھ اور ایسی دانش مندی اور استقلال  
کے ساتھ کیا ہے جس میں کبھی نقص یا لغزش واقع نہیں ہوئی۔ اگر کبھی غلطی واقع  
ہوئی تو مبادرت کی گورنمنٹ کے کار پر دازوں نے اس کی اصلاح میں تکلیف  
اور اشیاء نفسی کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ اگر کہیں نقص ثابت ہوئے  
تو ان کے رفع کرنے کے لیے فوراً طاقت و رہا ہتھ بڑھے ہیں۔

سلطنت کا کوئی ہاتھ خط اور و باکی مصیبت کو ٹال نہیں سکتا مگر تجربہ کار منتظموں  
نے تمام وہ تجاویز مل میں لائیں جو قابلیت اور سرگرمی کے امکان میں ہیں اور  
قدرت کی یہ ہیئت ناک مصیبتیں ایسی جلد رفع ہو گئیں کہ آپ کے ملک کی تاریخ میں  
اس کی نظیر نہیں ہے۔ آپ اپنی حدود کے اندر ہولناک جنگوں سے مامون و  
مصئون ہو گئے ہیں۔ قومی صلح کا سلسلہ کبھی نہیں ٹوٹا۔

۱۸۵۷ء کے اعلان شاہی میں ملکہ دکتوریہ نے آپ کو واثق یقین دلا ہوا تھا کہ  
ہندوستانی کی یہی آرزو ہے کہ ہندوستان کی حریت زندہ ہو مدفاہ عام کے کاموں میں ترقی ہو اور ملک  
پر حکومت تمام باشندگان کے فائدے کی خاطر کی جائے۔ اس اعلان میں وہ تجاویز ہیں جو آپ ہی کی آسائش  
اور ترقی کی خاطر وضع کی گئی اور مل میں لائی گئی ہیں یہ وہ تجاویز ہیں جو اپنی درست اور افادت میں مل میں

اور جو دنیا کے روبرو شہادت پیش کرتی ہیں کہ کس فیاضی اور ہم دردی کے ساتھ ان وعدوں کا ایفا کیا گیا ہے۔

ما تحت اور خود مختار مالیات کی ریاست کے حقوق و مراعات کا لحاظ کیا گیا ہے انھیں قائم رکھا گیا ہے اور ان کی حفاظت کی گئی ہے اور ان کی وفادارانہ خیر خواہی بھی مستحکم رہی ہے۔ مابعد دولت کی رعایا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو بوجہ اس کے مذہب یا عقیدے یا طریقہ عبادت کے تکلیف دی گئی ہو یا آزار پہنچا یا گیا ہو یا اس کے ساتھ رعیت برتی گئی ہو۔ کل رعایا نے قانون کی حفاظت سے نفع اٹھا یا ہے خود قوانین اس طور پر وضع کیے گئے ہیں کہ ان میں اس کے مذہب و قومیت اور آپ کی مراسم و روایات کا لحاظ رکھا گیا ہے جو آپ کی تہذیب میں جڑا کرے ہوئے ہیں۔ قوانین کو سادہ رکھا گیا ہے اور اس کے کل پرزوں کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ وہ ان قدیم جماعتوں کی ضرورتوں کے مطابق ہو سکے جو آہستگی کے ساتھ نئی دنیا میں داخل ہو رہی ہیں۔

مابعد دولت کی گورنمنٹ کے ساتھ بے شمار بنی نوع انسان کی قسمتیں زمانہ حال و زمانہ مستقبل کے لئے وابستہ ہیں پس یہ اہم ترین فرض ہے کہ ان مفسدانہ سازشوں کا جن کے لئے کوئی معقول وجہ یا جن کا کوئی مناسب مقصد نہیں ہے قوت بازو کے ساتھ استیصال کیا جائے۔ اس جانب واقف ہیں کہ یہ سازشیں ہماری مہم کو تانی رعایا کے کثیر التعداد و فاشعار حصے کے لئے سخت جال سل ہے پس اس جانب ان کو ہرگز اجازت نہ دیں گے کہ وہ اس جانب کو اپنے امن و عافیت کی تعمیر کرنے سے باز رہیں۔

چوں کہ مابعد دولت کو یہ منظور نہیں ہے کہ یہ قابل یادگار سالگرہ الخلف مرہم خزانہ کے نمایاں آثار کے بغیر رہے اس لئے مابعد دولت نے حکم دیا ہے جیسا کہ سالگرہ ۱۹۰۳ء کے دربار تاج پوشی کے قابل یادگار موقع پر حکم دیا گیا تھا کہ وہ لوگ جن کو مابعد دولت کی عدالتوں نے فتانوں کی خلاف ورزی پر سزا دی ہو ان کی سزائیں معاف یا مختلف درجوں میں کم کر دی جائیں اور مابعد دولت کی یہ خواہش ہے کہ ایسے غلط کار لوگ اس شاہی ترجمہ کو یاد رکھیں اس کے بعد اپنی غلط کاریوں سے باز آئیں۔

اس قسم کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اعلیٰ سرکاری عہدوں کے حاصل کرنے کے لیے قومیت کا امتیاز مٹا کر دیا جائے۔ مابعدولت کو یقین کامل ہے کہ جوں جوں تعلیم پھیلتی جائے گی تجربہ پختہ ہوتا جائے گا اور ہندوستان کے ذہین و قابل لوگوں کو ذمہ داری کے سبق اذہر ہوئے جائیں گے اور اس جانب ترقی کی رفتار مضبوط اور یقینی ہوتی جائے گی۔

ابتدائی سے قائم مقامی کا اصول مد نظر رکھا گیا تھا اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ مابعدولت کے والیس رائے اور گورنر جنرل اور دوسرے مشیر اس اصول کو ترقی دیں۔ اب کے درمیان جو قابل لحاظ طبقے ہیں اور جو ان خیالات کے قائم مقام ہیں جو برٹش حکومت نے قائم کیے ہیں ان جن کو برٹش حکومت نے ترقی دی ہو ان کو شہریت کی مساوات اور قانون سازی و حکومت میں زیادہ حصہ دیا جائے گا۔ ان مطالبات کے پورا ہونے سے مزید وجود و حکومت اور امتداد کو ضعف نہیں پہنچے گا بلکہ اس کو تقویت ہوگی۔ نظم و نسق اور زیادہ مکمل ہو جائے گا اگر وہ عہدہ دار جن کے ہاتھ میں اس کی ہانک ہے ان لوگوں کو جن پر وہ موثر ہیں یا قاعدہ میل جول کے زیادہ مواقع دیں اور نیز ان لوگوں کو جو ایسے البواب ہیں عام رائے پر پورا اثر ڈالتے ہیں میں ان مذاہب کا ذکر نہیں کروں گا جو اب بڑی تنہائی سے ان اغراض کے لیے مرتب کی جا رہی ہیں جو بہت جلد آپ کو معلوم کرائی جائیں گی اور مابعدولت کو یقین ہے کہ آپ کے معاملات کی مفید ترقی کا ایک ممتاز دور شروع ہو جائے گا۔

میں اپنی ہندوستانی اقوام کی شجاعت اور وفاداری کو تسلیم کرتا ہوں اور آغاز سال میں میں حکم دے چکا ہوں کہ ان کی جنگی دانش مندی ان کی پیشگوئی تعلیم و تربیت (آرٹسٹری) اور ان کی وفادار و مستعدی خدمت کی نسبت میری اعلیٰ درجے کی قدر دانی کو ایکستینشن میں لے کر ان کا موقع دیا جائے۔

ہندوستانیوں کی بہبودی ملکہ و کنٹوریٹ کو سب سے زیادہ عزیز تھی۔ جب سے کہ ۱۸۵۷ء میں گھبراہٹ ہوئی ہندوستان اس کے شہزادگان اور لوگوں کی بہبودی کو میں ایسا محبتانہ آرزو مندی سے دیکھتا رہا ہوں جو امتداد زمانے سے کم نہیں ہو سکتی۔ مابعدولت کے فرزند پرنس آف ویلز و شہزادی ویلز آپ کے درمیان سیاحت کر کے واپس آتے وقت آپ کے ملک کے ساتھ گہری دوستی اور

اُس کی بہبودی اور فلاح کا حقیقی اور عملی شعف اپنے ساتھ لائے ہیں۔ ہندوستان کے ساتھ ایسے مخلصانہ عملی بہدروی اور توقعات کے جذبات جو مابودت کے شعلہ کی خاندانِ ادریل کو ہیں یہ صرف ایک اظہار ہی جو درحقیقت ایک واقعی اظہار ہی اُس گہرے اور متحدہ ارادے اور مقصد کا جو اس سلطنت کے لوگوں کو ہے۔

وہاں کہ خداوند تعالیٰ کی حفاظت اور مہربانی دانائی اور باہمی خیر سگالی کو تقویت بخشنے جو ایک ایسے عظیم الشان مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے جو کبھی کسی علاقے یا سلطنت کے تاریخی زمانے میں حکمِ راء یا محکموں کو پیش نہیں آتا۔ آپ کا عہد گو بہت مختصر تھا مگر کام بہت بڑے بڑے ہوئے مثلاً رانی عمارت کی نگہداشت کے لیے ایک جداگانہ محکمہ آثار و عجائب کا قائم ہوا جس نے بہت سی ناوار الوجود تاریخی عمارتوں کو جو کس مہر سی کی حالت میں پڑی تھیں اچھی طرح سنبھال لیا جو بلحاظ بقائے نام سلاطین ماضیہ ایک بڑا اہم کام تھا۔ لارڈ کرزن (دائیں سرے کی حدت پسند طبیعت نے وہاں کے اور مشرقی بنگال کو ملا کر ایک نیا صوبہ ایک جدید لفظ کوئی کے ماتحت قائم کیا۔ آپ کا زمانہ چراسن ہونے کے سوا ملکی سود و بہبود کے لیے بھی بہت اچھا گزرا کیوں کہ آپ ہی کے زمانے میں شاہانِ یورپ نے آئے دن کی خوں ریز جنگوں کی موقوفی اور عالم گیر امن کے سوال پر توجہ کی اسی لیے آپ کو پیس میجر (امن پسند) کہتے تھے۔ آپ اپنی رعایا کو جائز حقوق دینے میں ہمیشہ فیاض طبیعت ثابت ہوئے۔ آپ کی تخت نشینی کے وقت انگلستان و ٹرینیوال کے بونروں میں جنگ جاری تھی مگر جب انگریزوں نے ٹرینیوال فتح کر لیا اور بونروں کے جنرل حضور مدوح کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ نے ان کی درخواست پر نہایت فیاضی سے جداگانہ پارلیمنٹ اور حکومت خود اختیاری منظور فرمائی۔

ہندوستان میں جب آپ نے ہندوستانیوں کو اعلیٰ ملازمت میں حصہ لینے اور انتظامی معاملات میں دخل دینے کے لیے جدوجہد کرتے دیکھا تو لارڈ کرزن جیسے مشہور مدبر نے پراکشل کونسلوں کے علاوہ امپیریل کونسل میں بھی ہندوستانیوں کے زیادہ سے زیادہ حصہ کی سکیم کو منظور فرمایا۔ انڈیا کونسل میں بھی ہندوستانی ممبروں کا لیا جانا منظور ہوا۔ حضور وائسرائے کی انگریزی کونسل کے مع وائسرائے کا چھٹا

کے سات خیمہ ہوتے ہیں جو پہلے ساتوں کے ساتوں پور میں ہوا کرتے تھے لیکن اب ہندوستانی بھی ہونے لگے۔

## انتقال پرملال

اکم مئی ۱۹۱۱ء کو آپ پیرس سے بعض پوٹیکل گتھیوں کو سلجھا کر تشریف لائے تو توڑی کو آپ کے گلے میں خراش شروع ہوئی جس نے خناق کی خطرناک شکل اختیار کر لی۔ اگرچہ پہلے بھی دو دفعہ آپ کو یہی شکایت ہوئی تھی مگر چوں کہ زندگی کے دن باقی تھے صحت بھی بھری اور اس دفعہ آٹافانائیں مرض ترقی کر گیا باوجودیکہ ایک چھوڑ سات ڈاکٹر جان توڑ گوش کر رہے تھے مگر موت کے آگے کس کی جتنی ہر مرض کسی کے قابو میں نہ آیا خلق کی نایاب مادہ ہو گئیں اور سخت کھانسی کے ساتھ عشی طاری ہوئے لگی۔ بیماری کی حالت میں بھی آپ کا سارا خیال اپنی عزیز عیال کی طرف بٹا ہوا تھا۔ جب آپ ہوش میں آئے تو بیمار داروں کی تشفی یوں فرماتے یہ کچھ کر نہیں۔ جس طرح پہلے آرام ہو گیا تھا اگر خدا نے چاہا تو اب بھی ہو جائے گا۔ ذرا فاقہ ہو جائے تو میرا منشا یہ ہے کہ دم واپس تک ملک و اہل ملک کی خدمت کروں۔ جس وقت لوگوں کو بادشاہ کی علامت کی خبر ملی تو سارے کاروبار بند ہو گئے اور لوگ سراسیمہ قصر شاہی کی طرف آپ کے لیے دعاے صحت مانگتے ہوئے دوڑے اور انٹرنیشنل ہال میں لوگوں کا ایک ٹھٹ لگ گیا کہ آرج بشب آف کنیٹر بری کی باریابی بھی دیر تک نہ ہو سکی۔ بادشاہ کے بستر کے گرد سارا خاندان شاہی جمع تھا۔ ابھی لوگ امید و بیم ہی میں تھے کہ یکایک حالت میں تغیر ہوا اور دم زدن میں روح پرواز کر گئی اور معاشا ہی جھنڈا سرنگوں کر دیا گیا۔ آپ نے ۶۷ برس کی عمر میں ۸ مئی ۱۹۱۱ء کو صرف سو اٹھ سال سلطنت کر کے انتقال کیا۔ آپ کی امن پسندی، نیک عزاجی اور ہرول عزیزی کی وجہ سے آپ کی وفات کا بہت رنج ہوا اور چوں کہ ہندوستان فطرتاً بادشاہ پرست واقع ہوا اس لیے اس ملک میں بھی بہت کچھ رنج و غم کا اظہار کیا گیا چنانچہ ہندوستان میں بہتے شمار جلسہ ہائے تقریب ہونے کے علاوہ جا بجا شہنشاہ کی یادگاریں قائم کی گئیں۔ لاہور میں پندرہ لاکھ روپے کے صرف سے آپ کی یادگار میں میو ہاسپٹل کی توسیع منظور کی گئی جس میں والیان ملک اور پبلک

کی طرف سے بھی معتد بہ چندہ وصول ہوا اور ایک آل انڈیا مہموریل دہلی میں  
قرار پایا جس کا سنگ بنیاد ۸ دسمبر ۱۹۱۱ء کو ملک عظیم جارج پنجم نے اپنے

دست مبارک سے رکھا۔  
۹ مئی کو سینٹ جمیس پبلس میں دوپہر کو ارکان و عائدین سلطنت جمع ہوئے  
اور جارج پنجم کی تخت نشینی کا اعلان فرمایا اس دربار میں حضور ملک عظیم مع ملکہ عظیمہ میری  
کے تشریف فرما ہوئے اور تخت نشین ہوئے۔ بعد مراسم تخت نشینی کے ذیل کی  
تقریر ایک پُروردہ لہجے میں فرمائی۔

”میرا دل اس وقت رنج و محن کا مخزن بنا ہوا ہے۔ بولنے کا یارا نہیں مگر کیا کروں اس  
وقت کا فرض مجبور کرتا ہے کہ کچھ کہوں اور جو کہوں تو یہ کہ والد محترم کی وفات کی خبر وحشت اثر  
کا اعلان عام ہو اس سانحہ جانکاہ سے جو غم کا پہاڑ ہم پر اور کل ماتحت مسلم و ہندو  
آپڑا ہے اس کا انداز ہمارا ہونے والی رعایا کا اظہار ہم درودی ہے جو ہمارے غم میں  
شریک ہو کر اپنے اس فرماں روا کے ماتم میں حصہ لے رہی ہے جس نے ان کی خوشی  
اور ترقی کو اپنی خوشی اور ترقی سمجھ رکھا تھا۔ کیا کہوں ان کے انتقال سے ہمارے  
سر پر سے نہ صرف پُر بزرگوار کا سایہ اٹھ گیا بلکہ ہمارا اعلیٰ درجے کا اتالیق امیر  
جلیل القدر شیر بھی کھویا گیا ہے۔ والدہ مکرمہ کے سانحہ رعایا کی طرف سے جو ہم درود  
ہو رہی ہے اس نے میرا دل اور بھی بڑھا دیا ہے۔ والد بزرگوار نے عنان حکومت  
اپنے ہاتھ میں لینے سے پہلے فرمایا تھا کہ دم واپس تک رعایا کے سود و بہبود کا خیال  
رکھوں گا چنانچہ جس خوش اسلوبی سے انھوں نے اس کو پورا کیا ہے وہ اظہارِ شکر  
ہی میں بھی یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میری زندگی کا اصول یہی ہوگا اور انھیں کے نقش قدم  
پر چل کر نالک غیر کے تعلقات کو اپنی رعایا کی بہبودی کی غرض سے اور بھی مستحکم  
کروں گا۔ مابعد دولت کو ان بھاری ذمہ داریوں کا بڑا ہی خیال ہے جن کا بوجھ و فہم  
ہمارے سر پر آ پڑا ہے اور ہم کو پوری توقع ہے کہ پارلیمنٹ جزائر برطانیہ کے رہنے  
والوں اور سمندر پار کی رعایا ہمارے فرض حکومت کی سرانجام دہی میں خاص مدد سے  
دریغ نہ کریں گے اور ہمیں اس قدر فائق ہے کہ پروردگار عالم عالمیان رعایا کی دعاؤں  
کے اثر سے میری وفات میں ایسی طاقت و ہدایت نمایاں فرمائیں گے جس سے



تمام گتھیاں سلجھ جائیں گی۔ ہماری تشکین خاطر کے لئے یہ بات کم کچھ کم نہیں ہو کہ  
ہماری ملکہ نے بھی ہماری رعایا کے سود و بہبود کے ان جملہ امور میں ہماری مدد  
کا خاص اظہار کیا ہے۔

May 10<sup>th</sup> 1910

ملکہ معظمہ الگزیٹڈ راکا قوم سے

ورد بھرا خط

Buckingham Palace

From the depth of my poor & broken heart  
I wish to express to the whole nation & our kind  
People we love so well, my deep - & felt -  
thanks for all their touching sympathy  
in my over - & whelming sorrow and unpeak-  
able & anguish - not alone have I lost & every  
thing in him, my beloved & husband but  
the nation too & has suffered irreparable  
loss & in their best friend, father & Sovereign  
thus suddenly called & away - may God give  
us all His divine help to bear this keenest &  
of losses. Which he has seen & fit to lay upon  
us - "It is will be & done." Give me a thought in

۱۔ یہ خط ملکہ معظمہ الگزیٹڈ راکے دست خاص کا لکھا ہوا ہے جس کا ذریعہ سب کریم کیا گیا  
تھا۔ اگرچہ ہم نے اس خط کا ترجمہ تاہم امکان بہتر ہے بہتر کیا ہے لیکن بھی کلام الملوک ملوک و العلام اس لئے  
اصل خط بھی نقل کر دیا ہے کہ الگزیٹڈ راکے اصحاب اس سے متفق ہوں۔ آپ کی والدہ یکتہ و سب سے بہتر ہوئی  
اس صاحب آپ کا سن شریف (۷۷) سال کا ہے اور بہ افضال الہی صحیح و سلامت میں (سن ۱۳۲۸) ۱۳



your prayers which will sustain & comfort me, in all I have to go through —

Let me take this opportunity of expressing my heartfelt thanks, for all the touching letters & tokens of sympathy I have received, from all classes high & low, rich & poor, which are so numerous that, I fear it will be impossible for me ever to thank every body individually. I confide my dear Son into your care who I know will follow in his dear Father's footsteps, begging & you to show him the true loyalty & devotion you showed his dear Father —

I know that both my dear son and daughter-in-law will do their utmost to merit & keep it —

Alexandra

۱۰ اگست ۱۹۱۰ء

بکننگھم پیس

ترجمہ

اپنے بیکیں و منعم دل کی تہ سے اپنی تمام قوم و رعایا سے کہہ بان جن سے ہم کو خاص  
محبت ہر آن کی دل پر اثر کرے والی ہم دردی کا شکریہ ادا کرتی ہوں جو انھوں  
سے میرے صدمہ پوش ربا و ناقابل اظہار حادثے میں ظاہر کی گئی تھی تو دنیا ہی

شوہر محبوب کے ساتھ ختم ہو گئی قوم کو بھی ایک سچے دوست اور باپ اور بادشاہ کے دفعۂ چلے جانے سے ایسا نقصان پہنچا کہ اس کی تلافی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس صدمہ عظیم کی برداشت کی قوت ہم سب کو عطا فرمائے جو اس نے ہمارے مناسب حال تصور فرمایا۔ مشیت ایزدی میں چارہ نہیں گے۔ آپ لوگ اپنی دعائیں مجھے یاد رکھیں جس سے میرے ہر حال میں تقویت اور تسلی ہو۔ مجھے اس بات کا موقع دیکھیے کہ میرے پاس جن لوگوں کے جاں گداز خطوط تعزیت آئے ہیں اور جنہوں نے اظہارِ ہمدردی کیا ہے میں ان کا دلی شکریہ ادا کروں۔ ان میں سب ہی درجے کے آدمی ہیں عالی خاندان بھی ہیں معمولی اشخاص بھی۔ امیر بھی ہیں غریب بھی۔ جو اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ ہر ایک کا شکریہ فرداً فرداً ادا کرنا ناممکن ہے۔ میں اپنے فرزند و لبند کو آپ صاحبوں کے سپرد کرتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے والد کے قدم بقدم چلے گا اور آپ لوگوں سے اس قدر عاقرتی ہوں کہ جیسی سچی وفاداری اور اطاعت اس کے پیارے باپ کے ساتھ کی ہو ایسی ہی اس لڑکے کے ساتھ بھی کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا فرزند و لبند اور میری بہو و دواؤں حتی الامکان اپنے آپ کو مستحق و اہل ثابت کریں گے۔

الکزیٹر را۔

## تجہیز و تدفین

جب تک آپ کا دفن ہو آپ کا جسد مبارک فیلڈ مارشل کے لباس میں رکھا رہا اور ہر روز ایک خاص وقت پر دعا کے بعد حسرت نصیب اہل خاندان کو چہرہ مبارک کی زیارت کرائی جاتی تھی۔ اعلانِ شاہی کی رو سے تدفین کی تاریخ ۲۰ مئی ۱۹۱۷ء یوم جمعہ مقرر کی گئی اور حکم دیا گیا تھا کہ اس عالم گیر ماتم کے روز عطیہ ایک نئے دن کے ہر جگہ دعلے مغفرت مانگی جائے۔ چنانچہ شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ ٹوپ گاڑی پر جنازہ رکھ کر فوجی جلوس کے ساتھ سینٹ جارج کے گرجا کے قبرستان کی طرف روانہ ہوا جس کے ساتھ خود مختار فرماں روا۔ سفیرِ نمایندہ قیصرِ چین دولی عہد دولت عثمانیہ کے علاوہ ہر قسم کے بے تعداد لوگ شامل تھے۔ قبرستان میں پہنچ کر آرج بشپ آف کنیٹربری نے پہلے انجیل کا کچھ

حسب پڑھانے پر حرم کے کچھ حالات اس طرح بیان کیے کہ سننے والوں کے دل ہل گئے۔ چنانچہ ایک طرف آنکھیں اور دوسری طرف رومال ترقیق تھے مغموم و مصیبت زدہ ملکہ الگرنیڈا لکھنے ٹیک کر دعائے مغفرت میں مصروف تھیں۔ جب جنازے کو بیوند خاک کرنے کا موقع آیا تو صندوق جنازے پر سے بوازم شہنشاہی الگ کر لیے گئے اور گارڈز کنگ ایٹ آرمرس نے دستور کے مطابق شہنشاہ متوفی کی تدفین کے بعد شہنشاہ موجودہ کا نام نامی علی رؤس الاثما و سنا یا۔ اس کے بعد قصر بکستگم میں ایک بڑی بھاری شاہانہ دعوت دی گئی جس میں قیصر جرمن کے علاوہ سات آٹھ بادشاہ اور ڈیڑھ سو کے قریب امراء و ارکان سلطنت شریک تھے۔ ملک معظم جارج پنجم نے اول تبری و بحری فوج کی نسبت اپنی ذاتی خصوصیات کا موزوں الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے نوآبادیوں کے ایڈمرالس کے جواب میں اتحاد و یک جہتی کے بے نظیر اور قابل قدر خیالات کا اظہار فرمایا جس سے ان کے خلوص و محبت میں ترقی ہو اور ہندوستانی رؤسا و رعایا کے اظہار عقیدت کی نسبت ارشاد فرمایا۔

والد مکرم کے انتقال پر ملاں کی خبر دہشت اثر سن کر والیان ریاست و رعایا سے ہند نے جو پیام بھیجا ہے اس میں

## پیام ملک معظم جارج پنجم

جس خاص ہم وردی و خیر خواہی کا ذکر کیا گیا ہے ہم اس کا دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس عالم گیر نام کا جس طریق پر اظہار کیا گیا ہے اس سے ہمارے دل پر خاص اثر ہوا ہے۔ ہم اپنی سیاست ہندوستان کے زمانے کو دل چسپی سے یاد کرتے ہیں اور ہندوستان کی یہودی کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ مابعد دولت کو اپنے ذاتی تجربے سے بخوبی معلوم ہے کہ والیان ریاست اور رعایا ہند کو ہمارے تاج کی خیر خواہی کا کیسا بھاری خیال ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ جس اطاعت کا اظہار ہماری جانشینی کے موقع پر کیا گیا ہے اس کا اعتراف خاص طور پر ہو کیوں کہ مابعد دولت کو بھی اپنی ہندوستانی رعایا کی یہودی کا اسی طرح خیال ہے جس طرح جدہ مکرمہ اور والد مکرم کو تھا۔

ایک نام

قرار پایا کہ چھ مہینے تک یعنی فبروری ۱۹۱۱ء تک بادشاہ و اس جہانی کا ماتم رکھا جائے اور اس کے بعد جشن تاج پوشی کی باضابطہ تاریخ مقرر ہو۔

اور اگر کین و عائد سلطنت دسمز اصحاب !

## پارلیمنٹ میں سب سے پہلی تقریر

تاجہ دولت اپنے عہد کی اس سب سے پہلی پارلیمنٹ کے افتتاح کرنے سے پہلے اس بھاری نقصان کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو اس حکومت کو والدِ مکرم کے انتقال پر پڑا ہے

ہوا۔ ابھی کوئی ایک برس ہی نہیں گزرا ہو گا جب جنوں نے

اپنے تخت کی پرچہ بی تھی اور کسی کو ہوا بے خیال ہی تھا کہ آپ کی زندگی و فائدہ کرے گی اور جس استعداد

سے آپ اپنی رعایائی خدمت کر رہے تھے اس قدر سرِ لے الزوال ہوگی۔ رضا بقضائے

اب شہنشاہِ عالم و عالمیان کے حکم کے آگے سر نہ خم کر کے میں آنجنابی کی مثال و

نمونہ قرار دے کر بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ایسے وقت میں جب کہ چاروں

طرف مجھ پر غم و اہم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ ہر طرف سے فساد اور جہاں نشا

رعایا کے ہم دردی سے بھرے ہوئے تعزیت ناموں نے میری ہمت بڑھا دی

اب میرے مختصر چچا دیوک آف کنات بھی جنوبی افریقہ والے مشن

سے تشریف لے آئے ہیں جہاں کے مختلف شہروں اور قصبوں سے

جب ان کا گزر ہوا تو بڑی خوشی کا مقام یہ کہ ہر ایک جماعت نے آپ کا

خاطر خواہ استقبال کیا۔ واضح رہے کہ ہمارا تعلق ملکِ غیر سے دوستانہ رہے گا

ہم ابھی سے بڑے اشتیاق کے ساتھ اس کانفرنس کا انتظار کرتے ہیں جس میں

ہمارے ذراے سلطنت خاص مع وزیرانِ خاص انجلیٹ میں آئندہ سہ ماہی میں اس

غرض سے اجلاس کریں گے کہ وہ اہم امور جو سلطنت کی طرف سے ان کی تحویل

میں دیئے جائیں ان پر غور کریں۔ ہمارا یہ بھی ارادہ ہے کہ یہاں کی تاج پوشی کے

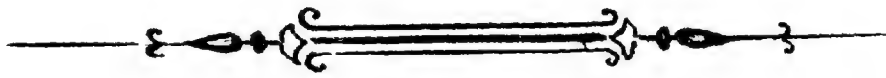
بعد ایک دفعہ پھر ہندوستان جائیں اور جلسہ تاج پوشی وہاں بھی خود بنفس

جا کے کریں۔ عن قریب آپ کے سامنے ایسی تجاویز بھی پیش ہوں گی جن کی

رو سے دارالحکومت و دارالامراء کے باہمی تعلقات کو ایسی صورت پر لایا جائے

کہ عملی کارروائی بلکہ حسن ظہور پذیر ہو جن مقاصد کے حصول کے لئے ابھی ارشاد

ہو چکا ہے آپ کے رد و رد ایسے وسائل سے پیش کیے جائیں گے جو پارلیمنٹوں کے اجلاس میں اس سے پہلے اسی غرض سے پیش ہو چکے ہیں کہ جن کبرسنوں کو باوجود ازکار رفتہ اور کبرسنی کے غریب ریف فنڈ سے امداد حاصل کرنے کا مستحق نہیں سمجھا جاتا اور جو خاص مستحق پیشہ ور اور ازکار رفتہ تاجروں کے روزینہ کے متعلق جرمیں دعا کرتا ہوں کہ پروردگار ہماری محنتوں میں برکت دے ۵



### ضمیمہ چہارم

## ملک معظم جارج پنجم دام سلطنت ہم کے مختصر حالہ

آپ کی ولادت شب درمیانی ۲۔ ۳ جون ۱۸۶۵ء کی شب درمیانی میں ایک بیج گراٹھارہ منٹ کو مارلبرو ہسٹوس کے قلعہ بالمورل میں ہوئی۔ آپ ایک ہی مہینے کے تھے کہ جس کمرے میں آپ اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش میں آرام فرما رہے تھے چھت کو آگ لگ گئی لیکن فوراً خیر ہو گئی۔ آپ کو اور آپ کی والدہ کو معاد دوسرے کمرے میں بھیج دیا گیا اور چھت اڑھڑوا دینے سے آگ فرو ہو گئی۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی والدہ کو بال بال بچا یا۔ آپ کے اصطبلغ کی رسم ۷ جولائی ۱۸۶۵ء کو فنڈز کنسیل کے سینٹ جمیس گرجا میں بڑی کروز سے ہوئی۔ آپ کی دادی صاحبہ نے نرس کی گود سے آپ کو لے کر آرج بسب آف کنیٹربری کے سامنے اصطبلغ کے لیے پیش کیا۔ آپ کے دینی باپ ڈیوک آف کیمرج اور دینی ماں اُن کی وچس نہیں۔ آپ کے بڑے بھائی پرنس ایڈرڈ کی اور آپ کی تعلیم ساتھ ساتھ ہوتی تھی عرف شناسی کے بعد آپ کی تعلیم پادری و بلیو۔ بک آف سلو کے سپر کی گئی اور انھیں جتلا دیا گیا کہ تعلیم میں شہزادگی کی خصوصیت کا لحاظ نہ رہے بلکہ جس طرح ڈیوڈ جان کے بچے پڑھتے ہیں یہ بھی پڑھائے جائیں چنانچہ پادری صاحب غلاوہ تعلیم

دنیوی کے دینی تعلیم پر بھی زور دیا کرتے تھے۔ اخلاقی تعلیم والدین نے اپنے ذمے رکھی اور واقعی بات بھی یہی ہر اکہ ماں باپ صبی دل سوزی اور کون کر سکتا ہے۔ دونوں شہزادگان حالات تبارایلبرٹ اور جارج ایک ساتھ رہتے ایک ساتھ پڑھتے ایک جان و دو قاب تھے کسب و مہر فورس نے چھپنے ہی میں یہ حکم لگا دیا تھا کہ بڑا اپنے باپ کی طرح کسی قدر ملول رہتا ہے چھوٹا خوش مزاج تیز اور زندہ دل ہے ایک اور مستند شخص نے لکھا ہے کہ "پرنس ایلبرٹ کا وقار زیادہ تھا۔ مخلوق ان کو خاص نظر سے دیکھتی تھی (خاص کر اس وجہ سے کہ آگے چل کر بادشاہ ہونے والے تھے) دونوں کی تعلیم ایک ہی طریقے پر تھی۔ گو دونوں کی عمر میں تھوڑی سی چھٹائی بڑائی تھی مگر چھوٹے صاحب قوی الحشہ تین درست اور نومند ہونے سے بڑے بھائی کے برابر ہی سہرا معلوم دیتے تھے بلکہ وہ اپنی حاضر جوابی۔ باریک بینی اور جرات کے سبب تمام ان مشاغل میں جن میں زیادہ سرگرمی اور آمدگی درکار تھی زیادہ نمودار اور ممتاز رہا کرتے تھے۔ ایک تیسرے صاحب کہتے ہیں۔ دونوں بھائیوں کو اس بات کا موقع دیا جاتا تھا کہ تاہ امرکان نیکی خوشی سے نہیں چنانچہ جس طرح ان کے والد ولی عہدی کے زمانے میں سینڈز کچھم میں رہا کرتے تھے ان کو بھی وہیں رکھا گیا تھا۔ ان دونوں میں استقلال۔ گرم جوشی۔ فرخ دلی۔ راست بازی کوٹ کوٹ کر بھری تھی چنانچہ کسی قصور کے اعتراف یا اصول کی پابندی میں دیکھتی تھیں مزا جی اور دیانت داری کو ملتا تھا۔ نہ دیتے تھے۔ ایک اور مورخ نے بچپن کے حالات میں لکھا ہے کہ دوپرنس جارج کی شوخی طبع اور تیزی عام طور پر مشہور ہے۔ ایک مرتبہ ملکہ وکٹوریہ کے ساتھ ناشتے میں جارج بھی تھے اور کچھ شرارت کر رہے تھے۔ آپ کو بچوں کی بے موقع شرارت پسند نہ تھی۔ پہلے تو آپ نے دو ایک دفعہ منع کیا لیکن جب نہ مانا تو کہا میز کے نیچے چلے جاؤ اور جب تک تم اچھے نہ بنو خبردار میز کے نیچے سے نہ نکلنا۔ بچے تو تھے ہی آپ نے کیا کیا کہ میز کے نیچے گھس سارے کپڑے اتار ننگے چم ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دادی صاحبہ نے فرمایا۔ اچھا اب بائرنکل آؤ۔ باہر نکلے تو اس حیثیت سے۔ ملکہ معظمہ دیکھ کر بے اختیار سسکادیں اور کہا کہ کپڑے پہنو۔ جب آپ کپڑے پہن چکے تو پیار کر کے اپنے برابر بٹھالیا اور



کہا کہ وہ صاحب زادے! جو پہلے خود دوسروں کا حکم ماننا سیکھتے ہیں وہی آگے  
 چل کر حکم کرنا بھی سیکھتے ہیں ڈیڑھ آٹھ سیرج اپنے روز نامے میں لکھتی ہیں سلاط  
 و کثور یا اپنے بچوں کو ہمیشہ علینہ رکھتی تھیں اس لیے بچوں کو ان دربار سے اختلاط  
 کا بہت کم موقع ملتا تھا۔ ان دونوں بھائیوں کی تعلیم میں بیار اور محبت سے کام لیا جاتا  
 ہی۔ انھیں ان کی والدہ فقہا بہر موقع پر اپنے ساتھ رکھتی تھیں جس سے ان کا میل  
 جمل اہل دربار سے بہ آسانی ہو گیا تھا۔ بچوں کو اپنے والدین سے قدرتی محبت  
 ہوتی ہے ایک شہرہ ملکہ و کثور یا شہرہ فرما تھیں اور ڈیڑھ آٹھ سیرج بھی بار بار  
 تھیں اور کاتے لیڈی بھی تھیں کہ ستے میں پرش جارج کھیلتے کھیلتے ان مکمل تیسری  
 ساری صاحب نے شہزادے کو اپنے پاس بلایا اور باتوں باتوں میں پوچھا کہ بھلا پو  
 تہاؤ کہ مردوں میں تمہیں کون سا نام بھلا معلوم ہوتا ہے۔ شہزادے نے کہا۔ ایڈورڈ۔  
 لیڈی۔ اور بھلا عورتوں میں؟۔ جارج۔ انگریڈرا۔ اور جب کتابوں میں سے  
 عمدہ کتاب کا نام پوچھا تو کہا۔ "سیری اٹ" جس میں سمندروں کے عجائبات ہیں اس  
 سے قیافہ شناسوں نے تاڑ لیا کہ ان کا نام بحری قابلیتوں میں خوب چلے گا۔  
 قبل اس کے کہ ان کو بحری کالج میں داخل کیا جائے اس اصول پر کہ امیر عرب  
 سب کو اپنا کام آپ کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے ان دونوں نو بہانوں کو مانع  
 باغیچے پھینتی باڑی۔ پولیشیوں کا رکھ رکھاؤ اور پرورشیں یہ ساری باتیں سکھائی گئیں۔  
 سینڈرنگھم تو آپ کے والدین کا گھر ہی تھا مگر دونوں شہزادے کو پن، سبب جن  
 ددار الحلافہ ڈوگمارک (اپنی انخیال کو بھی جایا کرتے تھے جہاں سیر و شکار کا مشغلہ  
 رہتا تھا۔ گریما کی تفصیلیں اپنے غلیبے بھائیوں قیصر جرمن اور زار روس کے ساتھ  
 بسر کرتے تھے پھر لندن کے مارلبورنوس میں آجائے آجہ پر سات کاموم اپنی دادی کے ساتھ  
 الینڈ کے شہر قلعے ایرل دی میں بسر کرتے۔ کچھ عرصے بعد پادری جان نیل ڈلٹن آپ کے  
 اتالیق مقرب ہوئے جنوں نے پرش کی تعلیم ایسی خوش سلیبی سے انجام دی کہ آپ کے والد ماجد بہت خوش ہوئے  
 جب خدا رکھے آپ ہوشیار ہوئے اور آپ کی باقاعدہ تعلیم کا وقت آیا تو عام خیال یہ تھا  
 کہ دوسرے شہزادوں کی طرح آپ اٹلن کالج میں داخل کیے جائیں گے مگر آپ  
 کے والد ماجد نے عمدہ امجدہ کے صلاح اور مشورے سے ونڈرز کے کپستان



پادری ڈولٹن کی نگرانی میں دونوں بھائیوں کو جون ۱۸۷۷ء کو بحری جنگی تجربہ حاصل کرنے کے لئے برطانیہ نامی جہاز پر بھیج دیا جو سو برس سے بحری سکول کا کام دیتا ہے جس میں دو تین سولڑ کے تعلیم پاتے ہیں۔ اس بات کی تاکید کر دی گئی تھی کہ ان کی تعلیم میں کوئی خاص امتیاز شہزادگی کا نہ کیا جائے بلکہ سب طلباء میں ملے جلے رہیں ہاں صرف سونے بیٹھنے کا کمرہ انگ دیا جائے جب پرنس تعلیمی کورس سے فارغ ہوئے تو ۱۸۷۸ء میں بیکانٹی نامی جہاز پر دنیا کی سیاحت کی ادیسی شہر کو لندن واپس تشریف لائے۔ ابھی آن کر دی ہی مہینے ہوئے تھے کہ یکم جولائی ۱۸۷۸ء کو پھر اسی جہاز پر بحری قواعد میں شرکت کی غرض سے چلے گئے۔ ہاں سے امر است کو واپس آئے۔۔۔ اکتوبر کو اسی جہاز پر جنوبی امریکہ جنوبی افریقہ۔ آسٹریلیا۔ چین۔ جاپان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ پر لسنوں کو آسٹریلیا بہت پسند آیا چنانچہ انہوں نے اپنے اپنے روزنامے میں لکھا ہے کہ یہ وطن کے بعد میں آسٹریلیا بڑا پسند آیا۔ ایڈیلیڈ میں آپ سیر کو جارہے تھے۔ شہر کے باہر کوئی ایک بزرگ صورت ایک بڑا سا جھنڈا لٹے ہوئے گھوڑے پر سوار جارہے تھے۔ گھوڑا بدکا۔ بڑھا بے چارہ بے طور گرا۔ آپ فوراً گاڑی سے اترے اور اس شخص کو اٹھا کر کمال مہربانی سے پوچھا کہ میں آپ کو چوٹ تو نہیں لگی؟ وہ لڑائی گاڑی میں آئے بٹھلا کر سرائے تک پونہچا دیا۔ (۱۸۷۷ء) میل کا سفر طے کر کے آپ امریکہ کو لوہو کو ہامہ (جاپان) پونہچے۔ جہاں جاپان کے بادشاہ میکاڈو نے آپ کے نزول اجلال کے لئے ایک شاہانہ محل آراستہ کر رکھا تھا۔ آپ کو شاہانہ جلوس کے ساتھ اس محل میں پونہچایا گیا۔ باہمی ملاقاتوں کے علاوہ بڑی خاطر مدارت ہوئی۔ شہر میں نشینی کی گئی۔ رعایا نے بھی آپ کا شاہی اعزاز کیا۔ آپ نے مشہور مقامات کی سیر فرمائی اور مختلف کھیل تماشے ملاحظہ فرمائے۔ آسٹریلیا سے جو عجیب و غریب جانور ہمراہ لائے تھے وہ شاہ میکاڈو کو بطور تحفہ دیئے۔ شاہ میکاڈو کو صبح جاپانی افسروں کے جہاز پر دعوت دی گئی۔ جاپان میں ہاتھ گردانے کا بہت رواج ہے آپ نے بھی ہاتھ گرد دیا یہاں پر وہاں کے پھول بڑی نفاست سے بنتے ہیں آپ نے

بھی ایک گلدستہ بنا کر انی والدہ ماجدہ کے لئے بھجوا دیا۔ آخری نومبر میں آپ  
 بیگم جہاز چھوڑ کر فلانی نامی جہاز پر سوار ہو کر چین کی طرف روانہ  
 ہوئے۔ جہاں آپ کے واسطے بڑی بڑی تیاریاں کی گئیں تھیں شینگھائی  
 میں آپ نے شکار کھیلا۔ ہانک کانگ میں کرسمس ہوا۔ نوروز کو سنگاپور  
 روانہ ہوئے۔ یہاں آپ کی مدارات میں چھ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ جب سیام  
 پونچے تو بادشاہ کی دختر لورہ خود مختار شاہزادے اور دالیان ریاست سے  
 کو آئے۔ بادشاہ سیام نے ملکہ محظہ کے نام خط دیا اور طلانی طشت نذر بھجوا دیا  
 اور شہزادوں کو چھوٹے چھوٹے خوب صورت طلانی پیالے دیئے۔ سلطان جہاز  
 نے آپ کو بڑے اہتمام سے اپنا مہمان کیا جہاں بودھ مذہب کے مندروں اور قدیم  
 عمارتوں کا آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ سفر بیت المقدس نکیم مارچ ۱۸۸۲ء کو پرنس  
 سوئیز پونچے جہاں ایم۔ ڈی۔ ریسرچ جو اسما عیلیہ میں آپ کا منتظر تھا۔  
 نہر سوئیز کا راستہ صاف کر رکھا تھا۔ دروز بعد اسما عیلیہ پونچے اور جب تک  
 بیگم جہاز اسکندریہ میں واپس نہیں پہنچا خدیو مصر کے مہمان رہے جنہوں  
 نے آپ کے استقبال اور مہمان داری کی بڑی تیاریاں کیں تھیں۔ احرام مصر  
 کی سیر فرمائی۔ بڑے مینار پر جب شہزادوں نے شام کی سیاحت کے  
 زمانے کے اپنے والد کے دستخط دیکھے تو وہیں دونوں بھائیوں نے اپنے  
 دستخط بھی کر دیئے اور اس سنگین پختہ عمارت کو ملاحظہ فرمایا جہاں بڑے بڑے  
 بادشاہوں اور نامور لوگوں کی نعشیں ہزاروں برس سے ایسا سلالہ کا محفوظ  
 کی گئی ہیں جو اب تک صحیح و سالم معلوم دیتی ہیں اس سیاحت میں برکش لے  
 سمراہ رکاب تھے جو مقامی حالات سے آپ کو واقف کرتے جاتے تھے۔ خدیو کی  
 کشتی میں آبشار کا ملاحظہ فرمایا۔ پھر وٹا شہرہ میں خاص طور پر ملاقات ہوئی جس  
 میں آپ نے خدیو کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا فرمایا۔ یہاں سے بیت المقدس  
 تشریف لے گئے۔ میجر کانڈی جو ۱۸۶۲ء میں آپ کے والد کے ساتھ اس  
 سفر میں تھے وہی شہزادوں کی سعیت میں بھی تھے۔ سب سے پہلے جاف  
 اترے۔ آخر مارچ میں برکش کانسل کے ساتھ علاقہ شام کا سفر کیا۔

مشرعہ مور نے جو آپ کے والد کے ساتھ بھی رہے وہاں کی سیر کرانی۔ آپ کی سیاست کے متعلق ملکہ معظمہ نے سلطان اعظم کو ایک اشتقاق نامہ لکھا کہ ان شہزادوں کو وہ تمام مقامات تہرکہ دکھلائے کی اجازت دیجیے گا جو شہر میں ان کے والد ایلبرٹ ایدورڈ کو دکھلائے گئے تھے۔ چنانچہ سلطان اعظم کی جانب سے بلجاظر وابط و اتحاد خاص ہر ایک موقع پر پرنسوں کے شایان شان خاطر مدارات کی گئی۔ روف پاشا مع ایک دستہ فوج یروشلم سے حیران پر استقبال کے لئے موجود تھے۔ جنہوں نے نہایت عمدگی سے مقابوہ عابد کی سیر کرانی۔ حیران میں آپ نے تاریخ کا وہ درخت دیکھا جو حضرت ابراہیم کے نام سے شہود جس پر پرنس بارج چڑھے بھی چنانچہ اس درخت پر چڑھنے کے ساتھ ہی وہ تمام قدیم واقعات جو انجیل مقدس میں درج تھے آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ وہاں سے بیروت واپس ہوئے اور سلطان ترکی کے علاقے سے رخصت ہونے سے پہلے بذریعہ تار سلطان اعظم کی مدارات کا شکریہ کرتے ہوئے روف پاشا اور احمد علی بیگ مصاحبین کی خدمات کا اعتراف بھی فرمایا اور مصاحبین کو تحفے اور تحائف بھی عطا فرمائے۔ ایتھنز دار الخلافہ یونان جاتے ہوئے سفر کی تھکان کے سبب درسدراور تپ کی شکاریہ پرنس جارج کا مزاج و ہاج کچھ ناساز ہو گیا اور اسی حالت میں الرشی کو جہاز ایتھنز پہنچا۔ شاہ یونان مع ملکہ جہاز پر استقبال کو تشریف لائے اور فوراً شاہی ڈاکٹر کو مقرر کیا چوں کہ مزاج عالی بے حظ تھا پرنس ایلبرٹ کٹر کو اپنے ساتھ لے گئے جہاں وہ ماموں ممانی سے ملے اور ایتھنز کے علاوہ الیٹیکا کے مناظر بھی دیکھے۔ الرشی کو کریٹ ہو کر بحر الکاہل کی کشتیوں کی دہر دیکھی۔ امتحان سر پر آپ نے اپنی تھکاوٹ دوپہینے رہ گئے تھے مریجن کو کرفیو روانہ ہوئے ولنا اور جبرالٹر کی سیر فرماتے ہوئے بندرگاہ لٹریل پہنچے۔ اس دوران پر آپ کے والد والدہ اور چند ممبران خاندان شاہی سینیٹ کے تھے۔ جہاز سے اتر سب کے سب ملکہ معظمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۸ اگست کو کارج بشپ آف سیٹ نے دینیات میں آپ کا امتحان لیا اور آپ کی

اعلیٰ قابلیت سے سرزد ہوئے اور اسی دن سہ پہر کو ونگھم گرجا میں دونوں  
 شہزادوں کی کنفرمیشن کی رسم ادا ہوئی جس کے خاتمہ پر آرچ بشپ نے ایک  
 جاج اور مانع اور موثر تقریر کے خاتمے پر ارشاد فرمایا: "وہاں شہزادو! خدا کرے  
 تمہارے ہاتھوں وہ باتیں ظاہر ہوں جو یہی شہزادوں کے سزاوار ہو سکتی ہیں۔ کام  
 کرنے کے لئے آپ کے سامنے ایک وسیع میدان ہے اور بہت کچھ بھلائی کر سکتے ہو۔"  
 پرنس جاج جب اپنے بھائی  
**ایکٹو لائف یعنی کاروباری زندگی**  
 پرنس ڈکٹر کے ساتھ جہاز پر

تجربہ اور دنیا کے بہت سے حصے کی سیر فرما چکے تو بڑے بھائی تو ولی عہد تھے ہی  
 آپ نے اپنے لئے بحری ملازمت کو پسند فرمایا۔ یکم مئی ۱۸۸۶ء کو آپ کینٹن جہاز  
 کے لفٹ ہوئے۔ ۱۸۸۹ء میں ٹارپیڈ و منبر (۷۹) کے کمانڈر ہوئے۔ ۲۰ جون ۱۸۹۰ء  
 کو تھمپسن کے کمانڈر ہوئے۔ حسب اتفاق ایک دن آپ کا جہاز سالونیکا  
 میں کوئلہ لینے کے لئے لنگر انداز ہوا تو وہاں کے ایک مقامی ترکی پاشا نے یہ سن کر  
 کہ ملکہ معظمہ کا پوتا اس جہاز پر ہے وہ کپٹن سے مل کر پرنس سے ملنے کی خواہش کی۔  
 کپتان نے آپ کو بلو ا بھیجا آپ کو ملا بھر دیا ہے تھے بے کیڑے بد لے دیے ہی  
 فوراً چلے آئے۔ ترکی افسر نے آپ کے سیاہی آلود لباس کی وجہ سے آپ کو نہیں  
 پہچانا اور متعجب ہو کر کہا کہ یہ کون ہیں؟ میں تو شہزادے سے ملنا چاہتا ہوں۔ کپتان  
 نے کہا یہی پرنس جارج ہیں۔ ترکی افسر۔ امیر اکبر بادشاہ کا پوتا اور یہ کام۔ کپتان  
 خدمت سے عظمت ہو اور اداے فرائض میں چھوٹے بڑے سب برابر ہیں۔  
 ترکی افسر۔ سچ ہے۔ "ہر کہ خدمت کرو اور مخدوم شد"

بے شک یہ ایک عمدہ مثال ہے مبارک ہو وہ ملک جہاں کے فرماں رواؤں کی  
 یہ حالت ہو اور یہ دنیا میں نام آوری پیدا نہ کریں گے اور ترقی نہ کریں گے تو کون کرے گا  
 مختصر لٹش جہاز کی کپتانی کے زمانے میں کسی ایک دوسرے جہاز پر ایک شخص ملازم تھا  
 جو اپنی نافرمانی اور بد چلنی کے سبب کئی دفعہ جہاز نے دینے کے علاوہ قید بھی ہو گیا  
 چکا تھا چنانچہ اس کے اعمال نامے میں ان امور کا اندراج تھا۔ اس کی حالت پر  
 ترس کھا کر اس کو اپنے جہاز پر بدلوایا اور اس کا اعمال نامہ دیکھ کر کہا دیکھو یہ باتیں

ایک بہادر سپاہی کے لئے کیسی نازیبا ہیں اگر تم مجھ سے پکا وعدہ کرو کہ اب سے ایسے کام نہ کرو گے تو تمہارے اعمال نامے کی کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ آپ کی ہم درگاہ کا اُس پر اتنا بڑا اثر ہوا کہ اُس نے اپنی ساری حرکات ناشائستہ سے توبہ کرنی آپ نے اُسی وقت اُس کا اعمال نامہ اُس کے روبرو ہی چاک فرما دیا۔ حسب معمول سر شام سپاہیوں کو لوگ شہر گئے یہ بے چارہ جھکڑ پر اگندہ روزی پر اگندہ دل جہاز پر ہی پڑا رہا۔ جب آپ کو اُس کی تنگ دستی کا حال معلوم ہوا تو اُسے بلا کر ایک پونڈ دیا اور کہا کہ تم بھی سپر کر آؤ۔ بالآخر آپ کے اس سلوک کا ایسا عمدہ اثر ہوا کہ وہ بیچ بچ کا ایک نیک اور محنتی شخص بن گیا اور غھوڑے ہی عرصے میں وہ ترقی کرتے کرتے یسوی کے عہدے پر جا پہنچا۔

اُس وقت میں شہزادہ جارج جہاز کے منتقل ہوتا ہوا دیکھا۔

جھک گیا اور فورٹ لیم آج کیوں جھٹکا اترتا  
بکسی چھانی ہوئی ہر تجھ پہ کیوں ای انڈیا  
کہہ تو ای انگلینڈ دیورپ تجھ پہ کیا مہ پڑا  
کس لئے غمگین ہو افریقہ و اسیا  
کیوں گلی کوچوں میں لندن تیرے ماتم پر آج  
مر گیا ہر کون عالی جاہ کس کا غم پر آج

شہزادہ ایلبرٹ وکٹر کا انتقال  
اور پرنس جارج کی ولی عہدی

میں پرنس آف ویلز رولتے آہ بھر کر دم بدم  
سارا شاہی خاندان ہر مٹلا سے درد و غم  
کون ہی آئی ہو دل جس سے یوں مرجھا گئے  
ادھ چھوٹے لٹ سائے رنج میں ہیں بے گماں  
افران ملی و فوجی ہیں مصروفِ فغاں  
بچ میں ہر کل رعیت موت تو نے کیا کیا؟  
ہیں پرنس آف ویلز رولتے ساتھ جس کا زاندار  
سن کے جس کا حال ہر ساری رعایا و لشکار  
جوڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہے

قیصر انگلینڈ و ہندوستان کے دل پر ہلکا  
ہر پرنس ویلز کے دل پر ہوا کوئی ستم  
پھول سے چہرے بھوں کے یک بیک کھل گئے  
لج ہیں غمگین گورنر جنرل ہندوستان  
صاحبان ملک کے بازو پہ غم کا نشان  
کس کے کمرے نے زمانے کو تہہ و بالا کیا؟  
یہ جنازہ کس کا اٹھا ہے بصد عز و وقار؟  
ہیں پرنس ویلز جس کو دیکھ کر یوں بے قرار  
یہ جنازہ حضرت شہزادہ وکٹر کا ہے



اٹھ گیا شہزادہ و شہر جاں سے ہاے ہاے  
 سلطنت کی آنکھ کے تارے پہ یازدھیر چھپائے  
 کیا سہیت ناک ہی ہر کام تیرا ای اجسل  
 اُس کی وہ صورت وہ سن احمد جوانی پابا  
 کر دیا اسی موت تو نے کس کو فانی ہاے ہاے  
 بولتی تصویر اے افسوس یوں خاموشش ہو  
 یاد کچھ کچھ کوسن چو سٹھ کی ماہ بنوری  
 آٹھویں تاریخ شہزادے کی پیدائش کی تھی  
 یہ جوانی اور مزاحمت تر افسوس ہر  
 اہی جہاں! پورے نہیں مگرے ابھی تک تین سال  
 دیکھ کر شہزادہ مرحوم کا خلق و جمال  
 کل جو تھا موجود سب میں آج وہ معدوم ہر  
 تھا ابھی لاہور میں جواک شفا خانہ کھلا  
 وال سے ملتی تھی مریموں اور عزیوں کو دوا  
 یہ شفا خانہ بنا جس کے سبب وہ مر گیا  
 سارے رائل فمیلی میں یہی پہلے شخص تھے  
 تھیں پرنس لیڈی آف ٹانگ کی لیڈی ہاے  
 چھوٹی کھلنے بھی نہ پائے پھول خود کھلا گیا  
 یہ وہ کم صد نہیں ہر جس کی ہم سب تاب لائیں  
 کیوں نہ مار بزم سے نہیں کیوں نہ ہم انہیں ہائیں  
 جو خدا چاہے کرے کچھ بس نہیں انسان کا  
 یا خدا ہے حضرت قیصر کو روز افزوں حیات  
 ہے پرنس ویلز کو بیٹے کے صدمے سے نجات

کیا سخت افسوس ہر ایسے جواں کو موت آئے  
 عیش و عشرت کا پلا یوں قبر کے کو نہیں جائے  
 کس قدر بنام دیکھا نام تیرا ای اجسل  
 اُس کی وہ باوقر ساری زندگانی ہائے ہائے  
 وہ نہیں ہر اُس کا غم اُس کی نشانی ہاے ہائے  
 یوں اہل بے ہوش کر دے اُس کو جودی ٹپا ہو  
 تیرے گئے کی ہوئی تھی کسی دنیا میں خوشی  
 آج اہل سن بالوں کے کچھ اپنے دل میں سمج بھی  
 پورے تباہند جس کا گھر بگھر افسوس ہر  
 آئے تھے ہندوستان میں وکٹر فرزند خال  
 ہند کی ساری رعایا ہو گئی تھی بس نہال  
 کل جو تھا زندہ سلامت آج وہ مرحوم ہر  
 آپ کے ہی نام سے اُس کی ہوئی تھی ابتدا  
 آن میں داں آن کر مر دکھ سے پاتے تھے شفا  
 داغ مرگ نو جوانی سب کے دل پر دھڑ گیا  
 خاندان میں اپنے جو شادی کو راضی ہو گئے  
 حقوٹے ہی سے دن بس باقی رہے تھے بیام  
 بیام سے پہلے ہی پہلے موت کا قتل آ گیا  
 یہ وہ صدمہ ہی ہیں ہر جس کو جلدی بھول جائیں  
 پر خدا کے حکم سے مجبور ارشد سر جو کھائیں  
 یہاں دنیا میں ہر یہ آدمی کچھ آن کا  
 اور پرنس آف ویلز کی بے غم ہے دنیا میں دوا  
 بخش دے شہزادہ وکٹر کی رمج پر مصائب

لطیف علی آسمان پر حامی و غم خوار ہو

مرنے والا ہی اکسب لا تو ہی اس کا یار ہو

پرنس ایلبرٹ و کٹرولی عہد ہونے سے ڈیوک آف گلینس کہلاتے تھے ان کی نسبت ڈیوک آف ٹاک کی صاحب زادی پرنس وکٹوریہ یا میری سے ہو چکی تھی۔ ۱۹۱۱ء میں کرسس کے تہوار کے وقت آپ کو کچھ انفلو انزا کی شکایت تھی اور فریج بٹاش نہ تھا۔ بعد میں شکایت بڑھ گئی اور ۱۲ جنوری ۱۸۹۲ء کو یعنی مرض جان لے کر ہی ملا۔ پرنس وکٹر کی جواں مرگی سے سارا خاندان نہیں سارا انگلستان اور ہندوستان ماتم کردہ بن گیا یہ تہراتر اصد مہ تھا ایک نوجواں مرگی۔ دوسرے دلی عہد کا اٹھ جانا۔ تیسرے شادی میں خانہ بربادی ہو جانا تیسری ہر تو محض اس بات سے کہ یہ مرحلہ ہر کہ وہ کو دیر پیش ہے۔ کوئی آگے کوئی پیچھے سب کو یہ سفر ناگزیر ہے۔ پرنس جارج کو برابر کے بھائی اپنے قوت بازو کے دفعۃً اٹھ جانے کا بڑا خلق ہوا۔ آپ کو بھیضہ ضروری جہاز کی خدمت پر سے طلب کر لیا گیا۔ ۲۵ مئی ۱۸۹۲ء کو پرنس کو حضور ملکہ مغلہ نے اڈورڈ ہفتم کا دلی عہد تسلیم فرما کر ڈیوک آف یارک۔ ایل آف انونیس سکاٹ لینڈ اور بیرن آف کلارنی آئر لینڈ کے خطابات دیئے۔ ۱۸ جون ۱۸۹۲ء کو آپ نے دلی عہد کا حلف لیا اور ۱۸۹۳ء میں ہوس آف لارڈز میں آپ بطور ڈیوک آف یارک کے شریک ہوئے۔

**شادی** | چوں کہ آپ کا سن شریف تیس کے لگ بھگ تھا آپ کی شادی کی نسبت چو طرف خیال دوڑایا گو بہتر سے بہتر یہی بات قرار پائی کہ پرنس وکٹر کی سنگیتر سے بہتر اور کون ہے۔ پرنس وکٹر سے سب قرار داد ہو کر ان کی موت نے جو کھنڈرت ڈال دی اشک ثونی بھی ہو گیا ۱۸۹۳ء کو اس انعقاد کا شاہی اعلان بھی نافذ ہو گیا اور جولائی کی سبھ گھڑی قرار پائی۔ اس شادی کی بہار کا بیان صفحہ قرطاس پر خارج از امکان ہے۔ بڑی دھوم دھام سے جلوس نکلا۔ ساری سڑکیں اور دستے پٹے پڑے تھے۔ شاہ لارک۔ زار روس۔ پرنس جرمن اور دیگر سلطنتوں کے سفیر۔ نرہائیس مہمان بے کپور قلعہ۔ ٹھاکر صاحب گونڈل۔ نرہائیس سر آغا خاں اور سارے ممبران دودمان شاہی اس مبارک تقریب میں شریک تھے۔ کنگیم پلیس میں شاہانہ



دھوت ہوئی۔

اس شادی سے لوگ نہال نہال تھے۔ دوٹھا دلہن کے دیدار کے واسطے بے قرار۔ ملکہ معظمہ آنجنائی کو اپنی عزیز رعایا کی دل جوئی فرض اولین تھا چنانچہ حضور ممدوح محل کی چھت پر مع دوٹھا دلہن کے برآمد ہوئیں اور رعایا کو خوب دل بھر کر دوٹھا دلہن اور عروسی جوڑے کے دیکھنے کا موقع دیا۔ مسٹر گلڈسٹون وزیر اعظم نے ملکہ معظمہ کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ۔ دوپرنس جارج کو ابھی کم سن ہیں مگر چشم بد و در اپنی صفات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے سبب رعایا کے دلوں کو سخر کر چکے ہیں۔ انھوں نے اپنی ساری عمر ملک کی اُس خاص بحری خدمت کی انجام دہی میں صرف کی ہے جس پر اُن کے اہل وطن کو بجانا زہر ہے۔

## حضور ملکہ معظمہ کا اعلان

جوش اور خوش عقیدتی کو بہت بڑا ہوا پایا آپ نے مراحم خسروانہ سے یفرمان عطا فرمایا:۔

”مابعد دولت اپنی رعایا کے اس جوش مسرت کے اظہار پر از حد خوش ہیں جو انھوں نے ہمارے پوتے کی شادی کے موقع پر ظاہر کی ہے۔ واقعی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیوں کہ ہماری رعایا ہماری شادی فیم میں سچی ہمدردی کا اظہار کرتی رہی ہے۔ مابعد دولت اپنی رعایا کی ہمدردی سے بخوبی آگاہ ہیں کیوں کہ ایسا رشتہ النجا جو رعایا اور شاہ کے مابین ہوتا ہے استحکام سلطنت کا باعث ہوتا ہے۔ حضور مابعد دولت اپنی رعایا کی اس دعا میں تہ دل سے شریک ہیں کہ جو ہمارے پیارے شہزادوں کی خوشی اور سلامتی کے لئے وہ منار ہے ہیں۔“

پانچ بجے شام کے قریب ایک چواسپہ گارڈی میں دوٹھا اور دلہن سواری ہو کر سینڈز ریکم کو روانہ ہوئے اور سارے رستے اُن پر پھولوں کی پھسار ہوتی رہی کیسٹمر ج میں مبارکباد کا ایڈریس پیش کیا گیا۔ آپ کو جس قدر خطاب ملے اُن کے ساتھ کوئی نقدی عطیات نہ تھے سوائے ڈیوک آف کارنوال کے کہ اس کی نواکھرو پیہ سالانہ آمدنی تھی۔

آپ کی بیگم صاحبہ کا بھی نولاکھ وظیفہ مقرر کیا گیا۔

**اولاد** (۱) پرنس ایڈورڈ ایلبرٹ کریمن جارج اینڈریو پیٹرک ڈیوڈ ویلز ولادوست

(۲) ایلبرٹ

پیدائش ۲۴ دسمبر ۱۸۹۵ء

ایلیس میری ڈیویس

۱۸۹۶ء (۳)

فریڈرک ایلبرٹ پیدائش

(۵) جارج ایڈورڈ

ولادت ۲۰ دسمبر ۱۸۹۷ء

فریسیس ولادت

وفات ۱۹۱۹ء



شاہزادہ ویلز

۲۴ جون ۱۸۹۴ء

فریڈرک آرچر جارج

(۳) وکٹوریہ الگزینڈرا

ولادت ۲۵ اپریل

ہنری ولیم

اسٹوارٹ ۱۹۰۰ء

الگزینڈرا اڈمنڈ

(۶) جان چارلس

۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء

۱۸۹۶ء میں آپس میں

بیگم صاحبہ کے سرکاری

طور پر ایرلینڈ تشریف لے گئے

## شادی سے ولی عہدی تک

گورنمنٹ ہوس میں جہاں آپ ٹھہرے تھے ایرلینڈ والوں نے ایڈریس پیش کیا بڑی شاندار دعوت ہوئی۔ آپ کوئی ایک ہفتے تک ڈبلن دارالخلافہ ایرلینڈ میں تشریف فرما رہے اور مختلف مقامات کی سیر فرمائی اور مناسب تقریریں کیں۔ پھر ۱۸۹۹ء اور ۱۹۱۱ء میں پروٹ طور پر ایرلینڈ کی سیر کو تشریف لے گئے۔ بیسویں صدی کے شروع میں بحرہند وغیرہ کی نوآبادیوں میں سلطنت کے اعلیٰ تعلقات کے متعلق بالکل نئی تحریکیں شروع ہوئیں دودھ دود کے علاقوں سے جنرل گارڈن کی مدد اور خرطوم کی دایہ کے لئے فوجیں آئیں جن میں نہ صرف ایرلینڈ اور کینڈن ہی شامل تھے بلکہ نیوزیلیڈ، لنکا، طسمانیا اور سنگاپور کی پلیٹیں بھی شریک تھیں چنانچہ ان نوآبادیوں کے لوگوں نے اپنی وفاداری اور نمک حلائی کے صلے میں پارلیمنٹ ملنے کی

خواہش کی۔ یکم جنوری ۱۹۰۱ء کو کوئین وکٹوریہ نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور اعلان فرمایا کہ جزائر نیو سکوٹیا و یلڈ وکٹوریہ یا جنوبی و غربی آسٹریلیا۔ کوئینز لینڈ اور طسمانیہ حکومت متحدہ آسٹریلیا کا من و ملتھ کے نام سے عطا کی جائے جس کے افتتاح کے لئے پرنس جارج ٹیڈوک آف یارک مقرر ہوئے لیکن اسی اثنا میں کوئین وکٹوریہ کی وفات کا سانحہ پیش آیا اور خیال ہوا کہ اب شاید پرنس نہ جاسکیں لیکن آخر کار یہی بات ٹھہری کہ ملکہ آجھانی کے فرمان کی تعمیل ہونی چاہیے اور ملک معظم آئڈورڈ ویکٹم نے عنان حکومت اپنے دست قدرت میں لیتے ہی ارشاد فرمایا کہ "مابدولت کو اگرچہ اس زمانے میں اپنے تخت جگر کی جدائی شاق ہوگی مگر اس خیال سے کہ والدہ مکرہ کی خواہشات کی تکمیل ہونی چاہیے اور چوں کہ انھیں اور ان کے ساتھ مابدولت کو بھی اپنی رعایا کے آئروڈسے بکھرے خاص دل آویزی پر اس لئے ہم نے قرار دیا ہے کہ آسٹریلیا کا دورہ موقوف نہ ہو بلکہ اس میں نیوزیلیینڈ کا دورہ بھی شامل ہو" پرنس کی روانگی کے لئے اوفرنامی جہاز آراستہ ویراستہ کیا گیا جس میں چھاپے خانہ لائبریری اور شفا خانہ بھی تھا۔ چھوٹے بڑے افسر ملا کر سو اچانسو ہمراہی تھے۔ ۱۶ مارچ ۱۹۰۱ء کو پرنس مع اپنی بیگم صاحبہ کے روانہ ہوئے۔ ۲۰ مارچ کو جبرالٹر میں پونچھے وہاں کے گورنر نے بڑا اہتمام کیا جبرالٹر سے مالٹا اور مالٹا سے عدن پہنچے جہاں پانچ میل تک ٹرک کے دورویہ آرایش کی گئی تھی۔ مختلف مقامات کے عرب ہر دار۔ سومالی لینڈ کے حکام اور افواج استقبال کے لئے موجود تھے مختلف سلطنتوں کے جہازوں سے میزوں پر ویلکم (خوش آمدید) کے پھریرے اڑ رہے تھے۔ افریقے پہنچتے ہی (۳) توپوں کی سلامی ہوئی۔ عدن میں آپنے آتش خیز پہاڑی چٹوں اور تالابوں کی تسیر کے بعد شہر کے مشہور مقامات ملاحظہ کیے جس کے بعد سڑک سی و نشاے ایڈریس پیش کیا اور پرنس کی طرف سے اکابر اور عظام کو دعوت دی گئی یہاں سے سیلازن روانہ ہوئے۔ کلکتہ پہنچتے پر شہنشاہی میوں نے ایڈریس پیش کیا۔ مختلف مقامات کے ملاحظہ کے

بعد دربار عام ہوا جس میں والیان ریاستہائے سیلون نے اطاعت و فرمان برداری کا اظہار کیا۔ عرونی پاشا جو بطور اسیر سلطانی یہاں تھے وہ بھی باریاب ہوئے۔ جن کو معاف فرما کر اپنے وطن مالوف بھجوا دیا۔ سنگاپور میں سلاطین ملایہ سے ملاقات ہوئی۔ سنگاپور کے گرد کے جزائر کی بھی سیر فرمائی۔ ۶ مئی کو آپ کا جہاز لمبورن کے بندر پر لنگر انداز ہوا جہاں آسٹریلیا کے چار جہازوں نے سلامی دی اور (۲۴) ہزار لڑکوں نے جو سمندر کے کنارے جمع تھے ہسپ ہسپ سٹرا کے نعرے لگائے اس موقع پر بے حد مجمع تھا اور گرو و نواح سے پونے چار لاکھ آدمی سمٹ آئے تھے۔ شاہی سواری کا بڑا بھاری جہلوس نکلا ایک بڑا سلسلہ فوج اور فیس گاڑیوں کا تھا تھنر ادے مع خاتون محترمہ کے ایک پرتکلف گاڑی میں سوار تھے آپ کے پیچھے بہت سی گاڑیاں تھیں۔ جہلوں کے دوسرے دن نمائش نگاہ دے مکان میں دربار لیوی ہوا لارڈ ہوپ ٹون گورنر جنرل نے ایڈریس پڑھا جس کے جواب میں تھنر ادے نے فرمایا: "اگرچہ جدہ ماجدہ کی زندگی میں ہی میرا یہاں آکر پارلیمنٹ کا افتتاح کرنا قرار پا چکا تھا مگر ان کے فوری انتقال پر مدال سے سب کو یہی خیال پیدا ہوا کہ شاید میرا یہاں آنالٹوی رہے لیکن والد مکرم نے اس فرمان کو پورا کرنے کا اعلان اپنی پہلی سپیج میں فرمایا۔ جنگ ٹرینیوال میں جس قدر امداد آسٹریلیا کے بہادروں نے دی وہ ابد الابد تک بھولنے والی نہیں۔ آسٹریلیا تاجِ برطانیہ کا ایک درخشندہ جواہر ہے۔ اس کی سرسبزی میں گورنمنٹ انگریزی کی سرسبزی ہے اور اس کی بہتری و خوشی ہمیشہ فرمان رواے تختِ برطانیہ کو ملحوظ خاطر ہے۔ اب میں والد مکرم کی طرف سے اس امر کا اظہار ضرور سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کو جنگ ٹرینیوال میں ہم دردی کی وجہ سے میں آپ کو ننہدہ کا سن و تھوہ دینے کا اعلان کرتا ہوں تاکہ جو اختیارات اس پارلیمنٹ کو حاصل ہوں ان میں عمل میں لانے میں تاجِ برطانیہ کی خیر خواہی اور ارادت مندی کو ترقی ہو اور آخر میں ہم احکم الحاکمین خداوندِ عالم و عالمیاں سے دعا کرتے ہیں کہ یہ اتحاد جو آسٹریلیا اور گورنمنٹ انگلشیہ کے مابین قائم ہوا ہے۔ رعایاے آسٹریلیا کی ترقی اور بہبودی کے حق میں اور بھی مفید ثابت ہو اور اس گورنمنٹ عالیہ کو اور بھی قوت ادا استحکام حاصل ہو۔ گچھر گومینز کمینڈ۔ نیو سوٹھ ویلز کے صدر مقامات کے دورے کے بعد جسٹرائر

مارشش۔ جاوا۔ نیوز ملینڈ۔ کیوبک۔ طسمانیہ وغیرہ دیکھے۔ جنوبی آسٹریلیا  
 سے جنوبی افریقہ تشریف لے گئے راستے میں جزیرہ مارشش میں چار  
 روز بقیہ رہا۔ ۱۳ اگست کو ورسن پور پہنچ کر سرکاری فوج کا ملاحظہ کیا جس میں لارڈ کچنر  
 بھی شریک تھے۔ زولو قوم کے بچپن سرداروں نے سلامی دی چوں کہ بونٹروں  
 سے جنگ چھڑے تھوڑے ہی دن گزرے تھے اس لیے درباری تقریر میں آپ  
 نے فرمایا۔ دودھا کرے زمانہ جو بڑے بڑے غموں کو بھلا دینے والا ہے یہاں کے باشندوں  
 کو بھی کامل صبر عطا فرمائے اور یہ ملک جلد ان مصائب سے نجات پائے۔ سرداران  
 حبش کے ایڈریس کے جواب میں فرمایا۔ دہماری دادی صاحبہ آں جہانی کو جو محبت  
 اپنی رعایا سے تھی والد مکرم بھی اُسے بوجہ حسن قایم رکھیں گے انھوں نے اپنی والدہ  
 محترمہ کا برتاؤ رعایا سے دیکھا ہوا ان شاء اللہ ان کے قدم بقدم چلیں گے اور انھیں  
 کی مثال کا نمونہ بنا کر حبش کی رعایا پر خاص توجہ سنبھال فرمائیں گے۔ کیپ ٹاؤن  
 کے لوگوں کی دعوت ہوئی انھوں نے بڑے خلوص سے ایک ٹو آپ کو نذر دیا کہ  
 دیتا چیز تحفہ اپنے شہزادے پرنس ایڈری (موجودہ دلی عہد ملک معظم جارج پنجم) کے  
 لئے قبول فرمائیے یہاں کی یونیورسٹی نے آپ کو چٹیلر مقرر کیا۔ یہاں آپ کیلینڈر  
 گئے جہاں لارڈ مٹھو گورنر جنرل تھے (جو ہندوستان میں بھی سترہ سال تک گورنر  
 جنرل رہے) اس نو آبادی کے دارالصدر کیوبک نے بھی ایڈریس دیا اور  
 یہاں کی شہر یونیورسٹی نے آپ کو ایل ایل ڈی کی ڈگری دی۔ شہر تارینچی  
 مقامات کی سیاحت کے بعد اٹھا وہ یونیورسٹی اور دیگر درس گاہوں کو ملاحظہ فرمایا  
 پھر وٹکوورا اور وکٹوریا دیکھنے کے بعد اس لیے سفر کا خاتمہ ہوا۔ واپسی کے وقت  
 آپ تارینچیو۔ آبشار نیا گرا دیہ کرکننگٹن پور سینٹ لارنس پونچے۔ ۱۹  
 اکتوبر کو سیلی فیکس اور ۲۲ کو نیو فونڈ لینڈ پہنچے جو بحیرہ العافیت وطن حلال  
 ہوئے۔ چوں کہ ۹ نومبر ۱۹۰۱ء کو آپ کی عدم موجودگی میں آپ کو باقاعدہ طور پر  
 دلی عہد امدارل آف چیپٹر مقرر کیا گیا تھا اس لیے لندن کی تشریف آوردگی  
 پر آپ کا جلوس شاہی حیثیت سے بڑی دھوم دھام سے نکلا۔ سفر سے واپسی پر  
 گلڈ ہال میں آپ نے ایک سحرۃ الآرا اسپیچ فرمائی جس میں سفر کے تجربات و باتیں



پچھلے حالات اور وہاں کے لوگوں کی تعداد اور خیر خواہی کے حالات حب وطنی کے ساتھ  
ہزار فوج کی قواعد اور سب کیفیتیں مفصل بیان کرنے کے بعد آخر میں یہ فرمایا کہ اگر  
ہمارے انگلستان کے کاریگران لوگوں کی ضرورت کے مطابق مال تیار کریں اور  
ان منڈیوں کو ہاتھ میں رکھیں تو معقول فائدے اٹھا سکتے ہیں اس کے بعد آپ  
چند سال وطن میں رہے۔ اگرچہ آپ کی ولی خواہش تھی کہ سلطنت کے ان حصوں  
کو دیکھیں جو باقی رہ گئے ہیں لیکن ملک معظم کی ناگہانی عدالت کی وجہ سے جشن تاج پوشی  
مورک گیا تو ایسی نازک حالت میں آپ کیسے جاسکتے تھے۔

## ولی عہد کی حیثیت سے ہندوستان کی سیاحت

جب آپ تاج پوشی کے دربار پر باضابطہ ولی عہد  
مقرر ہوئے تو آپ کے والد ماجد نے خواہش  
ظاہر فرمائی کہ آپ ہندوستان جا کر دیکھیں چنانچہ  
لارڈ کرزن وائسرائے نے یکم جنوری ۱۹۰۵ء  
کی دربار تاج پوشی کی سچ میں اس بات کا اعلان  
فرما دیا تھا۔ ملک معظم نے ۱۹۰۵ء آپ کی سیاحت کا وقت مقرر فرمایا اور یہ  
بھی مشورہ اہل ہند کو سنایا کہ آپ کی لیڈی صاحبہ بھی ساتھ ہوں گی۔ رینیون نامی  
جہاز جس میں ڈیوک آف کانٹا ہندوستان تشریف لائے تھے وہی آپ کے  
لیئے آراستہ کیا گیا جس میں کھانے۔ سونے۔ نشست۔ تاج۔ ہسپتال۔ لیسبری  
لنڈر دیگر ضروریات کے کمرے جدا جدا سجائے گئے۔ آپ کے مصاحبین میں سر  
والٹر لارنس اور کئی نامور اصحاب تھے اور اسی طرح لیڈی صاحبہ کے ساتھ چند نامور  
لیڈیاں تھیں۔ ملک معظم نے آپ کی سیاحت کا تفصیلی پروگرام اپنی ذاتی ٹکرائی میں  
مرتب فرما دیا تھا اور یہ بھی اعلان فرما دیا تھا کہ کوئی تحفہ قبول نہ کریں گے البتہ نیو نیپلین  
اور دیگر جماعتوں کے ایڈریس مع شکٹ (صندوقچی) کے منظور فرمائیں گے۔  
۲۹ نومبر ۱۹۰۵ء کو آپ کا جہاز مع خدم و حشم کے سپہرہ کے وقت بندرگاہ بمبئی میں پہنچا لارڈ  
اور لیڈی کرزن استقبال کے لئے موجود تھے۔ آئرلینڈ سرفیروز شاہ مہنتہ نے  
کارپوریشن کی طرف سے مبارک باد کا ایڈریس پڑھا جس میں اس طرف بھی  
انتظار تھا کہ وہ شہنشاہ سلیم شاہی خاندان کی پہلی لیڈی ہیں جنہوں نے سرزمین

ہندوستان کو اپنے قدم بہت لزوم سے مغتخر فرمایا۔ ولی عہد بہادر کا جواب۔ مد کوئی بیس برس ہوئے ہوں گے جب کہ والد مکرم نے اس جگہ تقریر فرمائی تھی۔ اگرچہ ان کی سیاحت کا نام نہ مثل خواب ہی مگر وہ اس کو فراموش نہیں کرتے وہی اشتیاق مجھے بھی کشاں کشاں لایا ہے اور میں تہ دل سے مشکور ہوں کہ آپ نے اس خواب کو سچ کر دکھایا ہے۔ والد مکرم کے قدم بقدم چلنے سے اس بارے میں ہم پرانی روایات کو مستحکم کر دیا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ ہماری آیندہ تسلیں بھی اس کی تقلید کریں گی۔ میں نے پندرہ گوار اور جدہ ماجدہ سے ہندوستان اور ہندوستان والوں سے محبت ترکہ میں پائی ہے اور ایام طفولیت سے ہندوستان کے ساتھ مہربانی سے ملنا خوش اخلاقی اور بہادری کو منسوب کرتے آئے ہیں اور ہم بو ثوق کہتے ہیں کہ یہ ابتدائی خیالات آیندہ چند ماہ کے تجربے سے اور مضبوط ہو جائیں گے۔

بھئی میں شان دار جلوس کے علاوہ پبلک نے نہایت پر جوش استقبال کیا۔ والیان ریاست۔ ہندو مسلمان پارسی جٹلکینوں سے ملاقاتیں کیں۔ کئی بلوں (پتیلی گھر) اور خاص خاص حرفتی کارخانوں کو ملاحظہ فرمایا ایک عالی شان دربار میں شرکت فرمائی اور چھ روز کے قیام کے بعد اندور تشریف لے گئے یہاں سرکار عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال، مہاراجہ صاحبان ریوال۔ اور چچا۔ دیتا۔ چرکھاری اسے ملاقات فرمائی اور ایک شان دار دربار میں ان والیان کو منہ پہناے جو ملک معظم نے بھجوائے تھے۔ رزیدنسی میں ایک گارڈن پارٹی ہوئی جس میں مہاراجہ دیتا کے ایک ہاتھی نے خوب خوب کرتب دکھائے۔ شام کو غریب کو کھانا کھلایا گیا۔ بلکر کے رسالے اور بھوپال کے لائسنز کی قواعد بہت پسند آئی۔ ملک معظم کی یادگار میں کنگ ایڈورڈ ہال کا افتتاح فرمایا۔ اودر پور میں آپ نے زندہ بکتر وائے بہادر سپاہی اور تیس گھوڑوں سائینوں اور ہاتھیوں پر سوار ملاحظہ فرمائے۔ ہنر بانس کی حرف ایک ہی سانی سن کر اور نیز ان کی قادر نشانہ بازی پر حسین و آفرین کی۔ یہیں خورد سال ٹھاکر صاحب بیدار بھی بار بار ہوئے جو وہی تلوار لگائے ہوئے تھے جو ان کے والد کو غصہ کی وفات سے خدمت کے صلے میں ملی تھی۔ اودر پور کی جیل کا نظارہ بہت پسند آیا۔ جی لوہے ہنر بانس مہاراجہ صاحب بہادر کو دلا بہت پسند میں شرف۔ بابائی معاملہ ہو چکا تھا یہاں شاہی مکت



کے علاوہ شیر کا شکار بھی ہوا۔ مہاراجہ صاحب نے آپ کی تشریف آوری کی یادگار  
 میں انڈین فئین رلیف فنڈ میں عطیہ سابقہ کے علاوہ تین لاکھ روپیہ عطا فرمایا۔  
 ہزار کمیشن اپنی تلوار نکال کر آپ کے قدموں پر رکھ دی۔ سیرکامپیرس ہاں کے مہاراجہ  
 صاحب کو بھی ولایت سے نیاز حاصل تھا بڑا پر جوش استقبال ہوا جنگلی کبوتروں اور  
 سور کا شکار ہوا۔ آپ کی تشریف آوری کی مسرت میں اپنی فوج کا بقیہ بے غفہ  
 بھی امپیریل سروس میں دے دیا۔ شاہزادے صاحب نے سیرکامپیریل کور  
 کی تعیناتی۔ لاہور میں انٹسٹ گورنر بہادر پنجاب اور دیگر حکام کے علاوہ والیان ریاست  
 ہائے کشمیر۔ پٹیالہ۔ بہاولپور۔ جلیند۔ نابھہ۔ لیپور۔ تھلہ۔ مٹری۔  
 سر مور۔ مالیر کوٹلہ۔ فرید کوٹ۔ چمبر۔ سکیت وغیرہ استقبال  
 میں شریک تھے۔ سارا شہر راستہ تھا۔ میونسپلٹی اور پنجاب ایسوسی ایشن کی  
 طرف سے ایڈریس پیش ہوئے۔ شہر میں بھی جلوس نکلا۔ والیان ریاست اور  
 بعض معززین کو شرف باریابی دیا گیا۔ چھاننی میاں اسپر میں فوجی قواعد ملاحظہ  
 فرمائی جس میں ریاستوں کی فوجیں شامل تھیں۔ نابھہ کے چار روزہ قیام کے بعد  
 شاہزادہ کا منبر آیا۔ یہاں تمام سرحدی رؤساء و قبائل حاضر تھے۔ آپ نے  
 درجہ خیبر۔ لنڈی کوتل۔ علی مسجد وغیرہ۔ جدی مقامات کو بھی ملاحظہ فرمایا۔  
 آفریدی جڑگوں نے نہایت خلوص و عقیدت سے عرض کیا کہ ہمارے سرادر  
 ہماری جائدادیں حضور پر نشا رہیں اور اپنے دستور کے موافق شہد کے چھتے  
 اور بھیڑیں نذر دیں۔ راولپنڈی میں لار وچنر کمانڈر ان چیف نے  
 آپ کو وہ ۲ ہزار فوج کی مشقی جنگ دکھلائی۔ جموں میں بڑی دھوم و ہام  
 رہی دعوت اور روشنی بڑی پر لطف تھی۔ آپ کی تشریف آوری کی یادگار  
 میں پرنس آف ویلز کا کالج قائم ہوا۔ غرابو کھانا کھلایا گیا۔ آپ نے چار ہزار  
 امپیریل سروس ٹروپس کا ملاحظہ فرمایا۔ امرتسر میں وزیر بار صاحب کا  
 مشہور سنہری مندر اور خالصہ کالج ملاحظہ فرمایا اور ایڈریس قبول فرمایا۔  
 جن کیسکٹ میں ایڈریس تھا اُس پر دربار صاحب کا نہایت خوب صورت  
 نقشہ کندہ تھا۔ دہلی۔ تاریخی مقام ہر۔ قلعہ۔ قطب صاحب کی لاش۔ پہلوں در۔

صفدر جنگ کے مقبرے۔ جامع مسجد۔ غدر کی یادگاروں میں سے فلکیک سٹاف  
 ہندو راؤ کا مکان سب جگہیں ملاحظہ آندیس سے گزریں۔ مقامی رو سا بھی  
 باریاب ہوئے۔ آگرہ۔ بڑی چیز۔ تاج محل اور دوسری مشہور عمارتیں مثل قلعہ  
 و مقبرہ اعظم والدہ سکندرہ وغیرہ ملاحظہ ہوئیں اور ملکہ و کٹوریا کے سنگی مجسمہ کا  
 انتقال فرمایا۔ ۲۰ دسمبر کو الیاء۔ یہاں کے بہاراجہ سے بھی آپ کی پہلی ملاقات تھی  
 آپ نے ایک بہت بڑا نادرجلوںس ہاتھیوں کا نکالا۔ ہاتھیوں کے روپہلی سنہری  
 ہودے اور عماریاں اور ان کی سجادٹ اور جھیل جھیل کرتی ہوئی جھولیں گھنٹے  
 عجیب کروفر اور ایک تادر نظارہ تھا۔ دوسرے دن دربار میں نہر ہائیس تخطیما  
 اپنی سند سے نیچے اتر آئے۔ فوجی قواعد دکھائی اور اس خوبی سے کام کیا کہ  
 لوگ دنگ رہ گئے۔ ریاست کے دعوہہ کالج دکھلائے پھر شکار ہوا جس میں  
 آپ نے ایک شیر مارا۔ بڑا دن بھی یہیں ہوا۔ شب میں بڑی بھاری دعوت ہوئی۔  
 لکھنؤ میں سرجمیں لاٹوٹس لفٹ گورنمنٹ تعلقہ دار صاحبان اودھ  
 استقبال کیا۔ بڑا بھاری جلوس نکالا گیا جس کے بعد ریڈیو اور دیگر مشہور عمارت  
 کا ملاحظہ ہوا اور تعلقہ دار صاحبوں کا ایڈریس قبول فرمایا۔ یہاں آپ نے شاہ مینا  
 کے میدان میں مدیکل کالج کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا  
 جو تعلقہ داران اودھ نے آپ کی تشریف آوری کی یادگار میں قائم کرنا تجویز کیا  
 تھا اور جس کے لئے سر ہارکورت بٹلر چیوڈشیل سکریٹری موجودہ لفٹ گورنمنٹ  
 بہادر نے بڑی سعی فرمائی اور تعلقہ دار صاحبان اودھ کی دریا دلی سے بارہ لاکھ  
 روپے کی خطیر رقم ایک قلیل عرصے میں جمع ہو گئی۔ اس چندے میں بڑی بھاری  
 بھامی رقیں راجہ مرقدق رسول خاں۔ راجہ سر علی محمد خاں محمود آباد اور بہار راجہ  
 صاحب بلرام پور کی تھیں۔ ۲۹ دسمبر سے ۶ جنوری تک کلکتہ مقام رہا۔ لاٹوٹس  
 گورنمنٹ جنرل نے مراسم استقبال کے ساتھ ایک ایڈریس پیش کیا۔ امپیریل  
 کیڈٹ کور کے ممبروں کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ گورنمنٹ ہوسٹس ہیں  
 ایک دوبار لیوی بڑے اعلیٰ پیمانے پر ہوا جس میں بڑے بڑے مقامی لوگ حاضر  
 تھے۔ حضور نے گنگر اولن گورنمنٹ کو مجنڈے تقسیم فرمائے۔ گھوڑ دوڑ

ملاحظہ فرمائی۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۷۶ء میں کلکتہ میدان میں بڑی بھاری پریڈ ہوئی اور دوسرے اسی میدان میں ہندوستانیوں کے کھیل تماشے اور جلسے ہوئے۔ کلکتہ کے صوبہ کے روسا کے علاوہ تہت کے تاشی لامہ۔ بھوٹان اور سکیم کے روسا بھی موجود تھے۔ وکٹوریہ میموریل ہال کا سنگ بنیادی رکھتے وقت حضور نے ارشاد فرمایا: ہم یہاں آج ایک بہت بڑے رنج و محنت کی یادگار قائم کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ اس موقع اور قلمون ملک میں مجھ کو ادھیری بیگم کو قریباً ہر روز اس بات کا ثبوت ملتا رہا کہ ہندوستان کس وسیع طریق پر اپنی اول ملکہ قیصرہ کی محبت کا جواب دیا ہے۔ اس عجیب و غریب طریقہ اظہار شکر گزاری نے ہمارے لیے ایک لازمی طور کے فخر اور گرم جوشانہ امیدوں کو پیدا کر دیا ہے۔ تاج محل جس نے ہم کو سرور و مفتون کر دیا اپنی خوبیوں میں آپ ہی نظیر ہی لیکن آئندہ نسلوں کے زمانے میں ایک بہت بڑی ملکہ کی یادگار جس کی ہم دردی نے فاصلے اور وسعت کی دیواریں توڑ دیں ایک مورخ کے دل میں ویسے ہی خیالات پیدا کر دے گی جو تاج محل کو دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں۔

ہمارا آج سراسر ایشیور سنگھ بہادر آف درہنگ نے شہزادہ دالاجاہ کے حضور میں ایک لاکھ روپیہ کی گرانٹ در رقم اس غرض سے پیش کی تھی کہ حضور جس کا خبر میں پسند فرمائیں اسے لگا دیں۔ اس میں سے نوے ہزار روپیے آپ نے مکمل کالج کو محنت فرماتے۔ کلکتہ سے وارہنگ دیکھ کر فرجنوری کو آپ بارک پور میں رہے اور پھر مچھا جاتے جاتے و ددن رنگولن میں اقامت فرمائی۔ ماندلے۔ میں آپ نے ہاتھیوں کے جنگل سے بڑی بڑی شہتیں لائے ان کے اٹھانے اور چڑھانے کے عجیب و غریب کام دیکھے کہ حضرت انسان بھی حیوانات کو کس طرح سدا کر اپنے قابو میں کر لیتے اور کس خوبی سے اپنا کام نکالتے ہیں۔ ماندلے جو ہزار مندروں کے لیے مشہور ہے یہاں کے مشہور شوے و گین ادرار کان کے مند حضور نے ملاحظہ فرمائے۔ یہاں کی جھیلوں اور دلدلوں میں بطون کا شکار ہوا۔ مدراس۔ یہاں کے گورنر لارڈ وائیکٹھل نے مع والیان ریاست کے استقبال فرمایا۔ گونڈرا ایک جنگی قوم لوگوں کا عجیب و غریب تاج آپ کو ملاحظہ فرمایا گیا۔ شاہی دعوت۔ جلوس اور روشنی سب قابل دید تھی۔ میسور۔ دعوت ہوئی۔ ٹیکنیکل کالج سرنگاپٹن میں حیدر علی خاں

اور تیسرے سلطان کا مقبرہ ملاحظہ فرمایا اور ہاتھیوں کی گرفتاری کا تماشا جو کھیدا کہلاتا  
 ہوا اور بڑی بہار کا تماشا ہر دیکھا۔ ۸ فروری کو حیدر آباد وکن ہندوستان کی سب  
 سے بڑی ریاست میں قدم رنجہ فرمایا۔ ریلوے سٹیشن پر حضور پرنور اعلیٰ حضرت  
 ہندگان عالیٰ تعالیٰ نواب میر محبوب علی خاں بہادر مرحوم و مغفور نے بنفس  
 نفیس استقبال فرمایا۔ جلوس سے سواری آئی دوسرے دن صبح سویرے  
 سکندر آباد میں جو بڑی فوجی چھاؤنی ہر پٹہ ہوئی جس میں کوئینز اور ون حبیبینٹ  
 کو جنرل نے تقسیم کیے گئے۔ حضور پرنور باوجود اپنی صاحبزادی کی سخت علامت کے  
 نہایت استقلال سے شریک رہے اور وہیں آپ کو خبر انتقال کی بھی پہنچی مگر آپ نے  
 ایسا ضبط کیا کہ ذرا بھی ظاہر نہ ہونے دیا۔ شاہزادے کی مہمان داری کا انتظام بڑے اعلیٰ  
 پیمانے پر تھا گو حضور پرنور کو اپنی بڑی صاحبزادی کی جواں مرگی کا سخت صدمہ تھا مگر آپ نے  
 فرمایا کہ سارے لوازمہ مہمان داری کے پوری طرح ادا کیے جائیں۔ گو ساری تقاریب  
 حسب پرگرام ہوئیں مگر اداسی چھا گئی تھی۔ جب شاہزادے کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے  
 بڑا افسوس کیا اور گہری ہمدردی کا اظہار فرمایا اور شاہزادی صاحبہ محل میں تعزیت کو تشریف  
 لے گئیں۔ چوں کہ راقم بھی ان تقاریب میں حاضر تھا مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہزادہ  
 والا جاہل زریڈنٹ صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ آپ نے ہم کو صاحبزادی صاحبہ  
 کی ایسی شدید ملالت کی اطلاع نہیں دی ورنہ ہم اس موقع پر اپنا آنا ملتوی کرتے۔  
 شکار بھی ہوا جس میں آپ نے ایک شیرنی۔ دو چیتے اور ایک تیندوا مارا۔ وکٹوریہ  
 زنا نہ ہاسپٹل کا افتتاح بھی آپ نے فرمایا۔ ۷ فروری کو سواری باد بہار ہی  
 الورائی یہاں بھی پورا پورا انتظام تھا۔ مشہور مقامات ملاحظہ ہوئے اور دعوت ہوئی۔  
 بنارس میں شان دار جلوس نکلا۔ مشہور مقامات ملاحظہ ہوئے۔ گنگا میں روشنی کی  
 بڑی بہار رہی۔ جن بہادر گورکھوں نے کانگرے کے زلزلے میں نمایاں خدمات کی تھیں  
 ان کو تحفے مرحمت ہوئے۔ ہندو کا کج کا ملاحظہ ہوا۔ سینی اینی بسنٹ  
 کے مال میں چائے نوشی فرمائی۔ بنارس کے بعد نمپال کا قصد کیا مگر وہاں ہمسید  
 بھوٹ پرے سے ملتوی رہا اور پچاسے اس کے دوبارہ گوالیار میں دو ہفتے تک آپ  
 مصروف سیر و شکار رہے جہاں راجہ صاحب بہادر نے جنگلات میں کافی انتظام فرمایا تھا

۱۲ مارچ کو آپ محمد بن کالج علی گڑھ مسلمانوں کی سب سے بڑی تعلیم گاہ میں تشریف لائے۔ بڑا تیسرا سر آغا خاں اور نواب حسن الملک بہادر فتح ٹرسٹیوں اور معززین کے استقبال کیا۔ آپ کالج کو بڑے شوق سے ملاحظہ فرمایا اور ایڈریس بھی قبول کیا اور سرمد علیہا الرحمہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ بعد میں تمام ٹرسٹیان کالج کے ساتھ بیچ تناؤل فرما کر عزت افزائی کی۔ شملہ کی سیر فرمائی۔ ۱۲ مارچ کو کوئٹہ تشریف لے گئے جہاں سرمدی سرداروں نے آپ کا بڑے ٹپاک سے استقبال کیا۔ خان قلات اور جام بیلا سے بھی ملاقات کی۔

سیاحت ہند بخیر و خوبی ختم فرما کر ۱۲ مارچ کو آپ کراچی میں داخل ہوئے یہاں آپ نے کوئٹہ و گوریا کے سنگ مرمر کے مجسمہ کا افتتاح فرمایا۔ بلوچی جمہور (۱۳۰) کا مظہر فرمایا جس کے کرنل خود بدولت ہی میں اور حکم شاہی کے مطابق خطابات اور تحفے محبت فرما اس تمام سفر میں بہار جبہ کراچی سرسبز تپا سب تک بہادر بہار جبہ ایڈر آپ کے ہمراہ تھے جو یہاں سے رخصت ہوئے۔ علی گڑھ ہندو اور خالصہ کالجوں میں آپ نے اپنی نصا ویر کو اپنے دستخط سے مزین فرما کر بطر۔ یادگار دیں اور ہر جگہ کے سجاد گاہوں میں معقول نذرانے بھی چڑھائے۔ ۱۹ مارچ کو آپ کراچی سے اسی جہاز میں جس میں کہ تشریف لائے تھے روانہ ہوئے۔ کراچی سے رخصت ہوتے وقت آپ نے یہ فقرہ فرمائی۔ ”جو لوگ میدانی ملکوں کی سخت تکلیف رساں آب دہوا میں رہ کر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں میں نے ان کی حالتوں کو فراموش نہیں کیا۔ ہم کو بخوبی معلوم ہے کہ قحط کے دنوں میں صابر اور محنتی کاشتکاروں پر کیا کیا گزرتی ہے“ راستے میں مصر دیکھتے ہوئے پورٹ سمٹھ کی بندرگاہ پر رونق افروز ہوئے وہاں آپ کے صاحبزادے اپنے والدین سے ملنے کے لیے موجود تھے۔ لندن پونچھے تو بڑا بھاری استقبال ہوا وزیر ہند۔ وزیر عظمیٰ لارڈ کرزن کے علاوہ حضور ملک سظم مع ملکہ الگزینڈرا موجود تھے۔ بخیر و خوبی سفر ختم ہونے پر دست منظر ایسی میں نماز شکرانہ ادا کی گئی۔ آپ کی سع الخیر واپسی پر گلڈ ہال میں ایک چوٹی پر مختلف دعوت دی گئی جس میں بڑے بڑے امراے انگلستان کے علاوہ چند ہندوستانی معززین بھی موجود تھے۔ آپ نے ایک بہت بڑی اسپرچ اس سفر کے شعلی دی جس کا اقتباس یہ ہے۔



وہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اس ہندوستان کے سفر کا میرے دل پر کیا اثر ہوا تو  
 میں فوراً یہ جواب دوں گا کہ ہندوستان کی سیر کو جب ہم لوگ جاتے ہیں تو اس کی  
 وسعت کا مطلق لحاظ نہیں کرتے۔ اس کا رقبہ روس کو چھوڑ کر کل یورپ کے برابر  
 ہے جس میں تیس کروڑ مختلف قوموں فرقوں اور نسلوں کے لوگ بستے ہیں جن کی  
 نشستگاہیں کا معیار جہاں اور خیالات مختلف ہیں۔ ہندوستان کی وسعت۔ اس کی  
 عظمت۔ اس کی مختلف آب و ہوا۔ سر بفلک برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ  
 نامتناہی ریگستان۔ بڑے بڑے دریا۔ عظیم الشان عمارات اور قدیم رہائش گاہیں  
 ہم کو محو حیرت بنا دیا۔ ہندوستانیوں کا صبر و استقلال۔ سیدھی سادہ زندگی۔  
 اطاعت شعاع عقیدت مندی مذہبی جوش کا خاص خاصہ ہے۔ ہم سے یہ بات مخفی نہیں  
 رہی کہ ہمارے انصاف اور ایمان داری پر ہندوستانیوں کو کافی بھروسہ ہے جہاں تک  
 ہم نے ہندوستانیوں کو دیکھا اداں کی نسبت سنا ہی ہم اس کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ  
 کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر طرز حکومت میں ہمدردی کا عنصر اور بڑھا دیا جائے تو  
 ہندوستان کی حکومت بہت ہی آسان ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی بطور  
 پیشین گوئی کہتے ہیں کہ اگر ایسا کیا جائے تو جو معاوضہ ہندوستانیوں کی طرف سے پیش کیا جا  
 وہ خاصہ ہو گا۔ وہ انگریز جو ہندوستان میں حکومت کرنے کے لئے جاتے ہیں انہیں  
 چاہیے کہ ہندوستان جا کر خود اہل ہند کی ضروریات کو دریافت کریں اور حاکم و محکوم  
 میں ایسا رشتہ اتحاد قائم کریں جس سے انگلستان اور ہندوستان کے باہمی  
 تعلقات اور بھی مستحکم ہو جائیں۔ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بے اثر  
 نہ رہے اس کے بعد ہی ۲ نومبر ۱۹۴۷ء کو پنچا سالہ زمان سلطنت کا اعلان شائع فرمایا۔  
 (جو دوسری جگہ درج ہوا ہے) جس میں حضور ملکہ معظمہ کا مشہور فرمان ۱۹۴۷ء کا دہرایا گیا۔  
 ۱۹۴۹ء میں توسیع کونسل کا قانون پاس کر کے وائسرائے کی کونسل میں ہندوستانی  
 ممبروں کی تعداد بڑھا دی اور وائسرائے کی اگرز کی کونسل میں بھی ایک ہندوستانی کا  
 تقرر منظور ہوا۔ سرکری آف شپٹ کی کونسل میں بھی دو ہندوستانیوں کا شمول ہوا۔  
 پہلی کونسل میں ریسٹ آنریبل سید امیر علی کو لیا گیا۔ آپ نے چلتے چلتے  
 ارشاد فرمایا تھا کہ وہ ہمیشہ ہندوستان اور ہندوستانیوں کو گوشہ خاطر میں رکھیں گے۔

بادشاہوں کا قول قول ہوتا ہے آپ نے اس وعدے کو خوب نباہا۔ حیدر آباد دکن میں جب رودھوی کی طغیانی کی بلا لے لے دریاں آئی تو آپ ہی نے سب سے پہلے حضور نظام کو ہمدردی کا پیام بھیجا۔ جو معزز ہندوستانی اس کے بعد انگلستان پہنچے ان کو محل شاہی میں مدعو فرما کر اعزاز باریابی بخشا چنانچہ والیان ریاست اور روسا کے علاوہ قابل ترین آدمیوں میں سے بھی آنیبل مسٹر گوگلے کو بھی اپنے محل خاص میں کھانے پر مدعو فرمایا۔

سیاحت ہند کے بعد کچھ عرصے تک آپ وطن میں رہے۔ ۱۹۷۶ء میں آپ اپنی چھیری بہن یو جین وکٹوریہ آفٹین برگ کی شادی کی تقریب میں شریعت لے گئے۔ جب وہ دھادہن گرجا سے واپس آ رہے تھے اور ان کے بعد کی گاڑی میں آپ تھے کسی نے دونوں گاڑیوں کے بچوں بیچ تاک کر بم بھیجنا مگر فضل خدا مثال حال تھا کسی کو صدمہ نہ پہنچا البتہ چند اور عورتوں کے آگے آگے تھے ہو گئے۔ پھر آپ اپنے بہنوئی پرنس جارج آف ڈنمارک کے بارو کے بادشاہ ہونے پر تاج پوشی کی تقریب میں شرکت کی۔ حکم صاحب کے تشریف لے گئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد بطور نایب ملک معظم کیونیک اور کینیڈا کے شریٹھری تہوار میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے ایک عظیم الشان فوج کلاسیک ہریم کی بلند یوں ملاحظہ فرمایا۔ ۱۹۷۹ء میں اپنی ذات جاگیر کار نوال کا سرٹ پر پانچ دن میں مددہ کر کے کاشتکاروں سے نہایت رحم و انصاف کا برتاؤ کیا اور اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا کہ میں اس کو اپنا فرض اولین سمجھتا ہوں کہ تم لوگوں کے آرام و خوشی کا بند و بست کروں تاکہ میرے کاشتکار پہلے مجھ کو اپنا دوست سمجھیں اور بعد ازاں قانچہ و ستیں ہرگز ان کا آرام اور خوشی میری بھی خوشی کا باعث ہوگا۔

بالکل بے تکلفانہ اور سادی سودی گزران کرتے ہیں کسی پر شاہی دباؤ ڈالنے کے روادار نہیں۔ امیر عرب کے ملنے میں بڑی کشادہ پیشانی اور کرمانہ اخلاق سے۔ عہد شلخ پر میوہ سرسبز زمین کے پورے مصداق ہیں۔ گفتگو میں اگرچہ محتاط ہیں مگر جب تقریر کرنے لگتے ہیں تو ہوبہو نقشہ سامنے کھڑا کر دیتے ہیں۔ آپ کا کلام بالکل صاف و سلیس چھوٹے چھوٹے

## ذاتی حالات



جملوں کا عام فہم اور بڑا پراثر ہوتا ہے۔ ہر معاملے پر نہایت فراخ دلی اور صفائی قلب سے  
 اظہار رائے فرماتے ہیں جس سے الجھا ہوا معاملہ بھی سلجھ جاتا ہے۔ ہمدردی اور فیاضی  
 دونوں صفات اللہ تعالیٰ نے آپ میں کوٹ کوٹ کر بھردی ہیں۔ مصائب  
 اور حوادث میں سب سے پہلے آپ کا دست کرم بڑھتا ہے۔ ۱۸۹۶ء کے ہندوستان  
 کے قحط اور ۱۹۰۴ء کے کانگریس کے زلزلے میں آپ نے ہمدردی کا تار دیا  
 اور صیبت زدوں کے لیے ولایت میں چندہ کھولا۔ اسی طرح ہسپتالوں محتاج خانوں  
 اور غرباء کے ہر قسم کاموں میں امداد دیا کرتے ہیں۔ تعلیم کے کاموں سے بھی  
 آپ کو بڑی دل چسپی ہے چنانچہ آپ نے اپنی تاجپوشی کی یادگار میں پچاس لاکھ  
 روپیہ سالانہ کی بیش قرار امداد منظور فرمائی۔ کتب تواریخ سے آپ کو خاص دل چسپی  
 ہے۔ باوجود بادشاہ ہونے کے بھی جب بھی آپ کو کوئی چرنا رفیق یا بحری فوج کا  
 ملازم مل جاتا ہے تو آپ اُس سے بڑے تپاک سے ملتے ہیں اور جن رئیسوں سے  
 بزمان دلی عہدی تعارف ہو گیا تھا بادشاہ ہونے پر بڑے خلوص سے ملے  
 چنانچہ ہر ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر بیکانیر کو پنا ایڈی کانگ مقرر فرمایا۔  
 اور شتی عبدالکریم صاحب سی آئی ای انڈین سکریٹری حضور ملکہ معظمہ کے پوتے  
 کو خاص شرف باریابی بخشنے کے واقعات آپ کی قدما پروری کی عمدہ مثالیں  
 ہیں۔ کھیلوں میں کرکٹ۔ بلیرڈ۔ گھوڑ دوڑ۔ باکسنگ اور شکار کی طرف میلان  
 طبع ہے۔ پر لے ٹکٹ جمع کرنے کا آپ کو بڑا مذاق ہے۔

جایج آر۔ آئی

جیسا کہ ہم اعلان شاہی مطبوعہ ۹ جولائی  
 ۱۹۱۰ء میں مع ادر امور کے اپنے  
 شاہی ارادے کا اظہار شاہنشاہی دربار  
 تاجپوشی منعقد کرنے کے متعلق کر چکے

اعلان شاہی دربارہ  
 تقریر تاریخ تاجپوشی

ہیں جس کے مطابق ہماری پیاری ملکہ آئندہ جون میں دیسٹ منسٹر کے گرجا میں  
 کوہن تسلیم کی جائیں گی۔ ہم نے اس مبارک تقریب کو خداوند تعالیٰ کی برکات و نایاب  
 سے منعقد کرنے کے لیے ۲۲ جون ۱۹۱۱ء کو پنجشنبہ قرار دیا ہے۔

پس ہم اس اعلان شاہی کے فدیے نہ صرف اطلاع دیتے بلکہ اس تقریب منعقد پر فرائض مقرر کرتے ہوئے اپنی پیاری رعایا کو حکم دیتے ہیں کہ وہ فرائض جس جس عہدے اور پوزیشن اور جس قسم کے یا جن جن لوگوں کو ادا نسران ماتحتوں اور مہمانوں کے متعلق ہوں ہمارے دربار کارومین میں خدمات انجام دینے اور اس تقریب کو کامیاب بنانے میں مدد دیں۔

اس موقع پر گل تیس تقریبیں ہوں گی جن کے جواب دہ ڈپٹی ہوں گے اور ہر ایک شخص جس کے متعلق کسی فرض کی ادائیگی عائد کی گئی ہو وہ خود یا اس کے ماتحت اسے جس وجوہی انجام دیں ورنہ اگر بغیر عذر اور ہماری اجازت کے کسی نے کوتاہی کی تو اس کا تمبیازہ بھگتنا پڑے گا جس کی بابت ہم بعد میں سوچیں گے۔

جیسا کہ ہم نے اس اعلان شاہی میں اظہار کیا ہے اور اس سے پہلے ۱۹ جولائی کے اعلان میں ظاہر کر چکے ہیں کسی طرح بھی ہمارا ارادہ تبدیل نہ ہوگا کیوں کہ ہم اس خیال کو شاہی مرضی خیال کر کے دربار تاجپوشی کو جو وسٹ منسٹر ہال میں منعقد ہوگا ایک مسرت آمیز تقریب خیال کرتے ہیں۔ مابعدولت کی پیشگاہ سینٹ جمیس سے آج ۷ نومبر ۱۹۱۷ء

کو مابعدولت کے جلوس کے سال اول میں صادر ہوا۔ خداوند تعالیٰ حضور ملک عظم کو سلام پہنچا چوں کہ جون کا مہینا موسم خوش گوار ہونے سے برس کی رانی کہلاتا ہے اس لیے عموماً رسم تاجپوشی اسی مبارک مہینے میں کی جاتی ہے۔ جلوس کی گزرگاہوں پر تاریش اور دیباہیں کا انتظام بڑے بھاری پیانے پر کیا گیا۔ ویسٹ منسٹر ایبی میں سات ہزار مہمان حلیل القدر کی نشست کا بندوبست کیا گیا۔ تمام یورپ کے سلاطین اور سفراء کو دعوت دی گئی جن میں سے بہت سے شریک ہوئے۔ ملکہ وکٹوریا کی تاجپوشی پر ساڑھے دس لاکھ اور ایڈورڈ ویکٹم کے وقت میں پونے انیس لاکھ صرف ہوئے

لیکن اس دفعہ بہت بڑا اہتمام تھا اور ۱۵ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ دربار کا وقت ساڑھے نو بجے مقرر تھا مگر آٹھ بجے تک اکثر صاحبان نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی تھی۔ ٹھیک ساڑھے نو بجے سواری مبارک لبواری گچھی رونق افروز ہوئی اور ایبی کا مغربی دروازہ آپ کی آمد کے لیے کھول دیا گیا۔ سب سے اول ولی عہد جرمنی

بعد شہر اویاں آئیں جب وہ بیٹھیں تو گل بجاجس کے ساتھ ہی شاہی خاندان کے

ممبروں کی آمد شروع ہوئی جن میں سب سے پہلے حضور ولی عہد بہادر تشریف لاکر صف اول میں ٹھہر گئے۔ آپ کے ایک طرف ڈیوٹ آف کمانڈ اور پرسی آرمر اور دوسری طرف پرسی اور پرسی جلوہ فرما تھیں پھر آچپٹا بجا اور حضور ملک معظم رونق افروز ہوتے ہی سب ماضی میں سر و قدر مودب کھڑے ہو گئے بعد میں ملک معظم بڑی شان و شوکت سے تشریف لائیں۔ اس کے بعد ملک معظم اور ملک معظم منصفے پر تشریف فرما ہوئے اور مراسم تاجپوشی اصول منقرہ کے موافق ادا ہوئے جو بہت طویل طویل میں شالیقین خواہاں تفصیل انگریزی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ بعد اختتام مراسم پھر اسی جلوس اور شان و شوکت سے جیسے کہ سواری باد بہاری رونق افروز ہوئی تھی شاہی گاڑیوں پر سوار ہو کر رعایا سے مست تاق کے جم غفیر کے سلاموں کا جواب دیتے ہوئے محل کتبیم کو تشریف لے گئے۔ شب میں بڑی بھاری دعوت محل شاہی میں ہوئی غریبا کی ایک بڑی تعداد کو بھی کھانا کھلایا گیا۔ شہر میں روشنی کی گئی اور آتش بازی چھوڑی گئی۔ دربار سے فراغت کے بعد ہندوستانی روس اور کی باریابی ہوئی جن میں مہاراجہ صاحب بہادر اندور۔ مہاراجہ صاحب بہادر بڑوہ۔ ٹھاکر صاحب بہادر گوندل۔ ٹھاکر صاحب بہادر شاہ پورہ۔ سر آغا خان تھے۔ لندن کی تاجپوشی کا وہ جشن جس میں پنتیاہیں لاکھ صرف ہوئے ہوں اس کا بیان پنتیاہیں سطروں میں کیے سما سکتا ہے لہذا جو کچھ لکھا گیا اس کو محض ایک جھلک سمجھنا چاہیے اس قابل دید اور پر تکلف جشن کی خبر کا انصراف بڑے گروفر سے لندن میں ہوا۔ چوں کہ ملک معظم نے ملک ہندوستان میں بمقام مہرلی بنفس نفیس رونق افروز ہو کر اپنی تاجپوشی کی تقریب ہمایوں کا انعقاد فرمایا لہذا اس کی کیفیت حصہ اول میں درج کی گئی ہے۔

۱۹۱۴ء میں جب کہ دنیا کی ساری قومیں ایک ایسی ہولناک لڑائی میں جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی ایک دوسرے کو تباہی کر رہی تھیں اس سحر کے عظیم من غنیمت ہندوستان کی قابل قدر ولی و قادی کو خوب دیکھ لیا۔ کئی سپاہیوں کو وکٹوریہ ایوارڈ ملی۔ ہندوستانی فوج کے ہر طبقے نے یورپ۔ ایشیا اور افریقہ میں بلا تفریق ملت و مذہب غما ہندو ہو یا مسلمان یا سکھ یورپیوں کے ساتھ ساتھ ایک جان و مال ہو کر اس طرح مل کر حقیقی اور براہ راست انداز کی بڑی کجبرد و اعتماد کا ہمہ ہو گیا۔

اور حضور ملک معظم کا ارشاد بہت بجا ہے کہ ہندوستانی رعایا کے خانگی اور ملک تعلقات میں آئندہ روز بروز اتحاد اور موافقت کا عنصر غالب رہے گا۔ توقع کی جاتی ہے کہ حضور اقدس و اعلیٰ جو یہ مشاورت اپنے دانش مند وزرا اور ارکان سلطنت وقت فوٹو اصطلاحات فرما رہے ہیں وہ ملک اور رعایا برائے حق میں مفید ثابت ہوں گی اور ہر آنے والا وائسرائے جو سلطنت کے نظم و نسق کے بارگراں کو اپنے دوش پر لے خداوند کریم سے ایسی قفل سلیم اور وہ دانش مندی بخشنے جس کی ضرورت ایسی ملک سلطنت کے لیے نہایت ضروری ہے جس کی نظیر دنیا میں نہیں ہے اور نیز یہ کہ ہندوستان کی تمام مختلف قومیں اپنے بادشاہ اور حکام کو پوری وفادار نہ انداد میں جس کے بدون کسی سلطنت کی ترقی ناممکن ہے۔ جنگ کے آغاز میں جو اعلان شاہی ۱۲۱۹ء میں شائع ہوا ہے وہ اور ۱۹۱۹ء کا وہ اعلان غطوفت نشان جو مسٹر مانتھیگو وزیر ہند اور لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے کی تجویزوں پر صادر ہوا ہے نہایت غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔

## ۱۹۱۴ء کا پیغام شاہی من جانب ملک معظم خارج چیم

حضرت ممدوح کی بالذات حکم ران گورنمنٹوں اور رعایا کے نام

گزشتہ چند ہفتوں سے مابعد دولت کی سلطنت کے کل لوگ خواہ وہ ہوم سلطنت کے ہوں یا مابعد البحر کے یک دل اور یک جہت ہو کر اس خطے کی مقادوست اور انسداد کے لیے جو قیام سولینزیشن اور امن انسانی پر کیا گیا ہے ایسے آمادہ ہو گئے ہیں کہ جس کی تعمیر نہیں ہے۔ یہ مصیبت ناک معرکہ میرا برپا کیا ہوا ہے میری ساری پیکارا من کی طرف تھی۔ میرے وزراء نے ایسے جھگڑے کو جس کو میری سلطنت سے تعلق نہ تھا ٹھنک کر مرنے اور اختلاف مٹانے کی سر توڑ کوشش کی۔ اگر میں ان معاہدات کے علی الرغم علیحدہ کھڑا ہوتا جس کی ایک فریق میری سلطنت تھی۔ سرزمین بلجیم ویران ہو جاتی اور اس کے شہر اجڑ جاتے۔ جب کہ فریج قوم کا وجود خود میں معرض خطر میں تھا تو میں گویا اپنی وقت کو بڑھاتا اور اپنی سلطنت اور نسل انسانی کی آزادی کو تباہ کرتا۔ میں خوش ہوں کہ

سیری سلطنت کا ہر حصہ اس فیصلے میں میرے ہم خیال ہے۔ معاہدات کی اچھیت۔ حکم رانوں اور لوگوں کے موافق کاسب کے مقدم خیال رکھنا برطانیہ عظمیٰ اور اس کی سلطنت کی ہمیشہ سے میراث رہی ہے۔ سیری خود حکم راں سلطنتوں کی رعایا نے بلا شائبہ شک ظاہر کر دیا ہے کہ وہ دل و جان سے اس اہم فیصلے سے ہم زبان ہیں جس کے اختیار کرنے کی ضرورت داعی تھی۔ ماولا المبحر کی سلطنتوں کی وفاداری اور جاں نثاری کے متعلق میرے ذاتی علم نے مجھے اس اُمید پر آمادہ کر دیا ہے کہ وہ بطیب خاطر بڑی کوششیں کریں گے اور بڑے نقصانات برداشت کریں گے جو معرکہ حالیہ کے ساتھ مستلزم ہیں۔ جس طرح پورے طور پر انھوں نے اپنی خدمات اور ذرائع آمدنی مابعدولت کے اختیار میں دے دیئے ہیں اس نے مجھے احسان مندی سے محلو کر دیا ہے اور مجھے فخر ہے کہ میں دنیا پر اس امر کے اظہار کے قابل ہوا ہوں کہ میرے ماولا المبحر کے لوگ بھی اس حق بہ جانب معاملے کو کامیاب انجام پر پہنچانے کے لئے ایسے ہی تلمے ہوئے ہیں جیسے کہ ممالک متحدہ کے لوگ۔

کینیڈا کی سلطنت۔ آسٹریلیا کی جمہوری سلطنت اور نیوزیلینڈ کی سلطنت نے اپنی بحری افواج مابعدولت کے اختیار میں تفویض کر دی ہیں جو سلطنت کے لئے اب تک جی اچھی خدمات کرتے رہے ہیں۔

کینیڈا۔ آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ میں زبردست حملہ آور شکر محاذ کی خدمات کے لئے تیار کیے جا رہے ہیں اور جنوبی افریقہ کی یونین نے تمام انگریزی افواج کو سبک دوش کر کے تمام اہم فوجی ذمہ داریاں اپنے ذمے لے لی ہیں جن کا انصرام سلطنت کے لئے بے انتہا قیمتی ہوگا۔

نیو فونڈ لینڈ نے اپنی بحری شاہی رزرو فوج کی شاخ کی تعداد کو المضا عف کر دیا ہے اور محاذ کی عملی کارروائی میں حصہ لینے کے لئے ایک (معقول) تعداد سپاہیوں کی بھیج رہے ہیں۔

کینیڈا کی سلطنت اور پراوشل گورنمنٹوں کی جانب سے سامان رسد کے کثیر تعداد اور قابل قدر تحائف میرے بحری اور فوجی دوستوں شکروں اور ممالک متحدہ کی مصالحت کی تخفیف کے لئے روانہ ہو چکے ہیں جن کا لڑائی کی پھیل میں ہونا لازمی ہے۔

اس طریقے سے میری سلطنت کے ماوراء البحر کے تمام حصص نے باوجود یکہ ان کے حالات اور مواقع مختلف ہیں اصول اتحاد سلطنت کو یقینی طور پر ثابت کر دیا ہے۔

## ہندوستانی رؤساء اور رعایا کے نام

ان بہت سے واقعات میں سے جن کے سبب مابعد دولت کی سلطنت کے باشندے ایک دم اتحاد اور راست بازی کی محافظت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں کسی چیز نے میرے دل پر اس سے زیادہ اثر نہیں کیا ہے جتنا کہ اُس ولولہ جاس نشاری نے جو میرے تخت کے ساتھ رعایا اور باج گزار رؤساء والیان ہند دونوں نے ظاہر کیا ہے (اور نیز اُن کے جان و مال کے فیاضانہ پیشکش نے جو انھوں نے سلطنت کے معرکے میں کیا ہے۔

اس معرکے میں پیش قدمی کے لیے اُن کے ہم آہنگ مطالبے نے میرے دل پر خاص اثر کیا ہے اور اس محبت اور خلوص کو اعلیٰ ترین درجے پر پہنچا دیا ہے جس نے میں بخوبی جاننا ہوں کہ ہمیشہ سے ہندوستانی رعایا کو اور مابعد دولت کو وابستہ کر دیا ہے۔ ہندوستان کا وہ قابل قدر پیغام خیر سگالی اور یگانگت جو انگریزی قوم کو فوراً ۱۹۱۳ء میں میری واپسی کے وقت دہلی میں میرے دربار تا جوشی کے سنجیدہ مراسم کے بعد پیش کیا تھا مجھے یاد ہے اور اس آزمائش کی گھڑی میں میں ایک بھر پور فخر اور ایک شرفیاء فیاء اس اطمینان کا جو آپ نے دلایا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ اور ہندوستان کا سچوگ ناقابل انفکاک طور پر جوڑا گیا ہے پاتا ہوں۔

## اعلان شاہی

ہاجہ سچم لفضل ایندھی تاجدار دولتہائے متحدہ برطانیہ عظمیٰ ڈاکٹر لیتڈ و مقبوضات برطانوی ماورائے بحر شاہ۔ دین پناہ شہنشاہ ہند کی طرف سے مابعد دولت کے دائرہ سرانے اور گورنر جنرل ہندوستانی والیان ریاست اور مابعد دولت کی تمام رعایا کے ہند بلا امتیاز نسل و مذہب کو بعد از سلام واضح ہو۔ کہ (۱) ہندوستان کی تواریخ میں آج سے ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ مابعد دولت نے



ایک ایسے قانون کی شاہی منظوری عطا کی ہے۔ جو ان عظیم تواریخی تدابیر میں شامل ہوگا جو اس سلطنت کی پارلیمنٹ نے ہندوستان کے نظام حکومت کی بہتری اور اسکے باشندگان کے اطمینان کی افزونی کے لیے وقتاً فوقتاً منظور کی ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے ایکٹ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی بہادر کے ربرخت باقاعدہ نظم و نسق اور عدل و انصاف کے انتظام کی غرض سے وضع کیے گئے تھے۔ ۱۸۳۳ء کے ایکٹ نے ہندوستانیوں کے لیے سرکاری عہدوں اور ملازمت کے دروازے کھول دئے تھے۔ ۱۸۵۸ء کے ایکٹ کی رو سے عمان حکومت کمپنی بہادر کے ہاتھ سے کلکتر تاج برطانیہ کی طرف منتقل کر دی گئی۔ اور ہندوستان کی موجودہ پبلک زندگی کی بنیاد پڑی۔ ۱۸۶۱ء کے ایکٹ نے ہندوستان میں نیابتی مجالس کا بیج بویا اور اس بیج نے ۱۹۰۹ء کے ایکٹ سے نشو و نما حاصل کی۔ جو ایکٹ اب قانون کی صورت میں منظور کیا گیا ہے۔ اس کے زیر اثر باشندگان کے منتخب شدہ نمائندوں کو حکومت میں مخصوص حصہ تفویض کیا جاتا ہے۔ اور یہ ایکٹ بعد میں مکمل ذمہ دارانہ حکومت کا راستہ بتاتا ہے۔ اگر جیسا کہ مابعد کو کمال اُمید ہے۔ وہ پالیسی جو اس ایکٹ کی رو سے اختیار کی جاتی ہے۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی تو اس کے نتائج انسانی ترقی کی تاریخ میں نہایت اہم ہوں گے۔ اور اس وقت مناسب اور بحال ہے کہ مابعد دولت تھیں آج اس امر کی دعوت دیں کہ مٹی پر غور کرو۔ اور ہمارے ساتھ آئندہ کی اُمیدوں میں شریک ہو۔

(۲) جبکہ ہندوستان کی خیر و فلاح ہیں تفویض کی گئی ہے۔ ہمارے شہنشاہی گھرانے اور ہمارے خاندان نے اس کو ایک مقدس امانت تصور کیا ہے۔ ۱۸۵۸ء میں ملکہ معظیہ وکٹوریا آجہانی نے باضابطہ طور پر اپنے آپ کو اپنی ہندوستانی رعایا کے ساتھ انہیں فرانس کے احساسات سے وابستہ کیا۔ جن سے وہ اپنی دوسری رعایا سے وابستہ تھیں۔ اور ان کی مذہبی آزادی اور قانون کی مساوی اور غیر جانبدار حفاظت کا یقین دلایا۔ اس پیغام میں جو ہمارے پیارے والد عظم شاہ ایڈورڈ ویکٹم نے ۱۹۰۳ء میں ہندوستانیوں کے نام ارسال فرمایا تھا۔ اعلان کیا تھا کہ ان کا مصمم ارادہ ہے کہ انہی ہمدردانہ اور منصفانہ انتظام حکومت کے اصولوں کو غیر متغیر انداز سے برقرار رکھا جائے۔ پھر ۱۹۰۷ء کے اعلان میں اعلیٰ حضرت آجہانی نے گزشتہ پچاس سال کے وعدوں کی تجدید کی۔ اور اس ترقی



ایک نظر باز گشت ڈالی۔ جوان کی وجہ سے نپور میں آئی تھی۔ ۱۹۱۷ء میں تخت نشین ہونے پر خود مابدولت نے ہندوستان کے والیان ریاست اور باشندگان کے نام ایک پیغام بھیجا تھا جس میں مابدولت نے ان کی وفاداری اور مطابعت کا اعتراف کیا تھا کہ ہندوستان کی خوشحالی اور شان و آوازی ہمارے لئے ہمیشہ انتہائی دل چاہی اور آہنگی کا موجب ہوگی۔ ایک سال بعد مابدولت نے علیا حضرت شہنشاہ بیکم کی معیت میں ہندوستان کا سفر کیا۔ اور اپنی اس ہمدردی کا جو مابدولت کو اس کے باشندوں کے ساتھ ہوا اور اپنی اس آرزو کا جو مابدولت کے دل میں ان کی بہتری کے لئے برقرار رہا۔

(۳) یہ وہ جذبات محبت و شفقت ہیں جن سے مابدولت اور ہمارے پیشرو متاثر ہوتے رہے ہیں۔ ساتھ ہی پارلیمنٹ اور اس قلمرو کے باشندگان اور ہمارے جو عہدہ دار ہندوستان میں ہیں۔ ہندوستان کی اخلاقی اور مادی ترقی کے لئے یکساں سرگرمی سے مستعد رہے ہیں۔ ہم نے ہندوستان کے لوگوں کو ان کثیر التعداد برکات سے مستفیض کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو خدائے تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہیں۔ لیکن ابھی تک ایک عطیہ باقی ہے جس کے بغیر کسی ملک کی ترقی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس عطیہ سے لگا کے باشندگان کا اپنے معاملات کا انتظام اور اپنے مفاد کی حفاظت کرنے کا حق مراد ہے۔ بیرونی حملوں کے خلاف ہندوستانی مافعت کا کام تو اسپیرٹل مفاد اور افتخار کا مشترکہ فرض ہے۔ مگر اس کے اندرونی معاملات کا انصاف ایک ایسا بوجھ ہے جو ہندوستان جائز طور پر اپنے کندھوں پر اٹھانے کی تمنا کر سکتا ہے۔ یہ بارگراں تمام و کمال حیثیت سے اس وقت تک نہیں اٹھایا جاسکتا جب تک کہ وقت کے گزرنے اور تجربہ کے حاصل ہونے سے لوگوں میں اس کے اٹھانے کی طاقت پیدا نہ ہو جائے لیکن اب ان کو تجربہ کی ترقی اور انجام دہی کی قابلیت کے ساتھ ساتھ ذمہ داری کی زیادتی کا موقع دیا جائے گا۔

(۴) مابدولت کی نیابتی مجالس کے حصول کے واسطے اپنے باشندگان ہند کی روز افزوں تمنا کو سمجھتے ہیں۔ اور آسے ہمدردی سے ملاحظہ کرتے رہے ہیں۔ یہ تمنا قلیل ابتدا سے شروع ہو کر کاکے سمجھدار طبقہ میں اپنے اثر کو رفتہ رفتہ مضبوط کرتی گئی ہے۔ تحریک ہندوستانی حدود کے اندر کراخلاص اور جرات سے ترقی کرتی گئی ہے۔ اور اس بدنامی کو مٹا کر زندہ رہی ہے۔ جو مختلف اوقات اور مختلف مقامات پر نافرمان لوگوں کے رویہ سے جو محب الوطنی کے

بھیس میں سرکشانہ افعال کا ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ اس خواہش پر عائد ہوتی ہے۔ اسلئے زور  
کو اسی نصب العین سے جن کے لئے برطانوی اقوام کی دولت مشترکہ جنگ عظیم میں لڑتی رہی  
ہے اور زیادہ تقویت پہنچی ہے۔ اور اس حصے سے جو ہندوستان نے ہماری مشترکہ جدوجہد  
اندیشوں اور فتوحات میں لیا ہے۔ اسے اپنے دعوے میں تائید حاصل ہوتی ہے۔ حقیقت میں  
سیاسی ذمہ داری کی خواہش کا سرچشمہ ہندوستان کے ساتھ برطانوی تعلق کی بنیاد میں  
موجود ہے۔ انسانی تواریخ اور خیالات کے زیادہ گہرے اور زیادہ وسیع مطالعے جس کا موقع اس تعلق  
سے ہندوستانی لوگوں کو حاصل ہوا ہے۔ لازمی طور پر اس پر زور کو پیدا کر دیا ہے۔ اس کے بغیر ہندوستان  
میں اہل برطانیہ کا کام نامکمل رہ جاتا ہے۔ اس لیے وہ تداویر دانشمندانہ تھیں جن سے کئی  
سال پہلے نیا بیتی مجالس کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ اکثر منزل منزل وسیع کیا گیا۔ تاہم  
اب ہمیں نظر آ رہا ہے کہ ذمہ دارانہ حکومت کی راہ میں ایک اور قدم بڑھایا گیا ہے۔  
(۵) اسی ہمدردی اور پیش از پیش دلچسپی کے ساتھ مابعد دولت اس راہ پر ترقی کے متمنی ہوں گے۔ یہ راستہ  
آسان نہیں اور منزل مقصود کی جانب قدم زن ہونے میں مابعد دولت کی رعایا کے ہند کے  
تمام طبقوں اور قوموں کو اس میں بردباری اور استقلال کی ضرورت ہوگی۔ مابعد دولت کو  
اعتماد ہے کہ یہ اعلیٰ صفات یقینی طور پر پیدا ہو جائیں گی۔ ہم نئی مجالس عامہ پر اعتماد کرتے ہیں۔ کہ  
وہ ان لوگوں کی خواہشات کی دانشمندی سے ترجمانی کریں گی۔ جن کے وہ نمایندے ہیں اور ان  
عوام کے مفاد کو بھول نہ جائیں گی جنہیں ابھی حقوق انتخاب نہیں دیے جاسکتے۔ مابعد دولت لوگوں کے  
لیڈروں یعنی آئندہ کے وزراء پر اعتماد کرتے ہیں کہ وہ اس ذمہ داری کے لئے تیار ہوں گے  
غلط فہمیوں کو برداشت کریں گے اور سلطنت کے مشترکہ مفاد کی خاطر بہت اشیاء سے کام لیں گے  
اور اس امر کو یاد رکھیں گے۔ کہ صحیح حب الوطنی فرقہ بندی اور جماعت مار حدود کی پابندیوں سے  
بالا تری ہے۔ اور مجلس قانونی کا اعتماد قائم رکھ کر غیر ضروری اختلاف کو دور کرنے اور عادل اور مہربان  
حکومت کے ضروری معیار کو قائم رکھنے کے لئے مابعد دولت کے عہدہ داروں کے ساتھ  
مشترکہ بہبودی کی خاطر شریک کار ہوں گے اس کے ساتھ ہی مابعد دولت اپنے عہدہ داروں  
سے متوقع ہیں کہ وہ اپنے نئے شرکائے کار کا احترام کریں گے۔ اور ان کے ساتھ مل کر مروت  
اور ہم آہنگی سے کام کریں گے۔ باشندوں اور ان کے نمائندوں کو آزادانہ مجالس کی جانب  
پراسن پیش قدمی میں امداد دیں گے۔ اور ان نئے کاموں میں زمانہ ماضی کی طرح مابعد دولت کی

رعایا کی ایماندارانہ خدمت کے اعلیٰ ترین مقصد پورا کرنے کا تازہ موقع پائیں گے۔

(۶) اس موقع پر ہماری یہ صادق آرزو ہے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ہماری رعایا اور ان لوگوں کے درمیان جو ہماری طرف سے حکومت کے ذمہ دار ہیں۔ بخش کے تمام نشانات محو کر دیئے جائیں جو لوگ زمانہ ماضی میں سیاسی ترقی کی سرگرمی میں قانون کی خلاف ورزی کر چکے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ مستقبل میں قانون کا احترام کریں۔ اور جو باس اور باقاعدہ حکومت رکھنے کے لئے ذمہ دار ہیں۔ ان کے لئے یہ ممکن ہونا چاہیے کہ ان نا جائز سرگرمیوں کو فراموش کر سکیں۔ جن کا انہیں السدا ذکر نا پڑا تھا۔ ایک نیا دہ شروع ہو رہا ہے۔ لازم ہے کہ اس کا ایک مشترکہ مقصد کے لئے ہماری رعایا اور حکام کی باہمی شرکت کے عزم سے آغاز ہو۔ اس ہم اپنے فائسراے کو پائیت کرتے ہیں۔ کہ وہ ہماری طرف سے اور ہمارے نام پر سیاسی مجرموں پر انتہائی دھت تک مراحم خسروانہ کا استعمال کریں جو فائسراے کی رائے میں امن عامہ کے متناقص نہ ہو۔ ہماری آرزو ہے کہ اس شرط پر اس رعایت کو ان اشخاص تک سپج کر دیا جائے جو گورنمنٹ کے خلاف جرائم کے پاداش میں یا خاص خودی قوانین کے ماتحت مستعید ہیں۔ یا جن کی آزادی پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان لوگوں کو جو اس سے نفیض ہوں۔ آئندہ روش اس ترجم کی موزونیت کو ثابت کر دے گی اور ہماری تمام رعایا اس قسم کی روش اختیار کرے گی جس سے آئندہ اس قسم کے جرائم کے لئے قوانین کا نفاذ غیر ضروری ہو جائے۔

(۷) برطانوی ہند میں نئے نظام ترکیبی کے نفاذ کے ساتھ ساتھ ہی مابہر دولت نے بخوشی و البیان ریاست کی ایوان مشاہدت کی قیام کے لئے منظوری عطا فرمائی ہے۔ مابہر دولت کو اعتماد ہے کہ ان کے مشورے ریاستوں اور ان کے والیان کے لئے دائمی طور پر مفید ہوں گے۔ ان مفاد کو ترقی دیں گے۔ جو ان کے علاقوں اور برٹش انڈیا میں مشترک ہیں۔ اور بہتیت مجموعی سلطنت کے لئے فائدہ مند ہوں گے۔ مابہر دولت اس موقع پر دوبارہ پھر ہندوستان کے والیان ریاست کو اپنے عزم مصمم کا یقین دلاتے ہیں کہ ان کے استحقاقات حقوق اور مراتب کو بدستور سابق برقرار رکھا جائے گا۔

(۸) مابہر دولت کا ارادہ ہے کہ اپنے فرزند و لبند پرنس آف ویلز کو آئندہ موسم سرما میں ہندوستان بھیجیں تاکہ وہ مابہر دولت کی طرف سے والیان ریاست کے نئے ایوان مشاہدت اور برطانوی ہند میں نئے نظام ترکیبی کی افتتاحی رسم ادا کریں۔ مابہر دولت کی دعا ہے کہ ان کو ان لوگوں میں ایک جہتی اور اعتماد نظر آئے۔ جن پر ملک کی آئندہ خدمت گذاری منحصر ہے تاکہ ان کی محنتیں اور

ہوں اور ان کا نظام حکومت تدریجی ترقی سے وابستہ ہو۔ مابعد دولت اپنی تمام رعایا کے ساتھ ہم آواز ہو کر خدائے بزرگ و برتر کے حضور میں دعا کرتے ہیں کہ اس کی مشیت اور ہدایت سے ہندوستان آگے سے زیادہ خوش حالی اور فائز البالی حال کرے اور اسے سیاسی آزادی کی انتہائی وسعت نصیب ہو۔  
۲۵ دسمبر ۱۹۱۹ء

(ضمیمہ چہارم تمام ہوا)

## خاتمہ

در شمار ارچہ نیامدو کے حافظ را  
شکر کیں محنت بے حد و حساب آخر شد

لے  
تَحَنُّنَكَ اللَّهُمَّ أَنْ مَنَنْتَ عَلَيْنَا بِذِيكَ الْكَافِرِ وَتَشْكُرُكَ أَنْ أَحْسَنْتَ إِلَيْنَا  
بِمَا كُنْتَ تَحْتَدُّهُ أَنْ ذَهَبَ مِنْ جَلِيلِ الْكَافِرِ وَفِيهِ عَلَى نَبِيِّكَ الْمَلَكِ  
بِمَا هُوَ ابْنُ مَنْ تَبَرَّاتِ إِلَهُ رَأَى وَ عَلَى إِلَهٍ وَأَصْحَابِهِ وَ أَتْبَاعِهِمْ يَسْتَعِينُونَ  
عَلَى اخْتِنَانِهِ الْمَفَاخِرِ يَعْنِي الْكَافِرِ -

اَنْتُمْ يَلْعَنُ كَا اَكْبُ عِلْمِ  
يَا حُبًّا لِلَّهِ ذُو لَهْ قَدْ حَوَّكُمْ  
نے اُفتدا اِچرا فِی غَلَبَتِ الْكَافِرِ  
كُلَّ عَتَبَةٍ وَ كَا ذُو لَهْ الْفَخَارِ  
دوبرس کی لگاتار محنت کے بعد خدا کا کہ آج میں اس کہنے کے قابل ہوا کہ غ اِس بارگزار  
بودا شد جبہ بجا شد یعنی میں کتاب کی تدوین سے فارغ ہوا۔ اگر میں اس انتظار میں رہتا کہ کتاب

۱۵  
اگر الترم تیری حمد و ثنا کرتے ہیں اس احسان کے لیے کہ تو ہمارے مقاصد بر لایا اور ہم تیرا شکر کرتے  
ہیں اس بات پر کہ تو نے ہم پر احسان کیا کہ جس سے لوگوں کے ذہن تیز ہو جائیں گے جیسا کہ بڑی کتابوں  
کے مطالعے سے ہوتا تھا اور صلوة اور سلام تیرے پیچھے ہوئے بنی پر جو ایسے اوصاف والے ہیں کہ وہ شعور  
ہیں ستاروں اور شمس و قمر سے ادا ان کی آل و اصحاب پر امداد تا بعین پر ہم تجھ ہی سے استمداد کرتے ہیں ان  
فخر و دل پر جو تیری مدد سے ہم کو حاصل ہوئے ہیں رتم دنیا میں علم کے ستارے ہو اگر چاہو سورج غائب  
ہو جائیں تو تمھاری روشنی سے پیروی کی جاسکتی ہے۔ سنو جی اللہ کی محبت بھی کسی دولت ہی جو تمام عزتوں پر  
فخر مزید کے ساتھ عادی ہے۔ ۱۲

پوری ہوئے جب چھپے تو شاید سیری زندگی دفنانہ کرتی ع تا سال دیگر کہ خور و زندہ کہ ماند ؟  
 وہ تو خدا کا شکر کہ تصنیف اور چھپائی دونوں کام ساتھ ساتھ چلتے رہے جس سے اُمید بنتی  
 ہو کہ دیر سویر کتاب شائع ہو جائے گی۔ جلدی کے مارے کہ کسی طرح یہ کام سلٹ جائے کتاب  
 بہ تغارین چار جگہ چھپ رہی ہو اور چار ہی کاتب لکھ رہے ہیں لیکن لکھائی اور چھپائی نہ سیر  
 ہاتھ کا کام ہو نہ میرے بس ہو۔ تقاضا اور تقاضائے شدید اور مصارف کی برداشت میرا  
 ہر اُس میں ذرا ڈھیل نہیں اب جن کے ہاتھ میں کام ہو خدا انھیں توفیق دے کہ تن دہی  
 سے اُسے انجام کو پونہ چائیں اور خاکسار کو زحمت مزید کے انتظار سے بچائیں۔ انواع و اقسام  
 کی جو جو فتنیں کاتبوں کی سبب جاننا برداری اور اہل مطابع کی خلاف توقع سہل انکاری کی  
 جو مجھے پیش آئیں اور پیش آرہی ہیں نہایت دل آزار اور دل شکن ہیں۔ مگر سہ  
 چہ تو اب کرو مرد ماں امیر نہ باہیں مرد ماں بیاید ساخت

میں حصہ اول میں منشی اشتیاق احمد صاحب شہسپتی نظامی کا شکریہ ادا کر چکا ہوں مگر کچھ اور صاحبوں  
 نے بھی میرا ہاتھ بٹایا جو ان کی شاکرت کا اعتراف بھی من لم لشکر الناس فلم لشکر اللہ تقاضائے  
 انصاف ہے۔ منشی حافظ محمد یوسف صاحب اور عزیز اختر حسن صاحب اور سیری عزیز  
 محمدرات عصمت حامدہ بیگم اور اشرف جہاں بیگم صاحبان بھی میرے دلی شکر اور  
 انتہا کی مستحق ہیں کہ انھوں نے کاپیوں اور پروف کے مقابلے اور تصحیح میں کافی مدد دی۔  
 جزا ہن اللہ احسن الجزاء۔ اتنی بڑی کتاب کا لکھنا جس کی تین ضخیم جلدیں ہیں۔ سیکڑوں کتابوں  
 کی آرٹ پلٹ۔ مقامات اور عمارات کی دیکھ بھال کے لیے دواؤں پر جب نظر کرتا ہوں تو  
 خواہ کوئی داد دے یا نہ دے میں خود کہتا ہوں عی ازاں تن ضعیف مرا ایں گماں بنود۔ مگر  
 فضل خدا شامل حال تھا یہ شکل آسان ہو گئی۔

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردو اگر خارے بود گلہ ستہ گردو  
 خدا کرے کہ کتاب لوگوں کی پسند آئے تو سیری محنت لکھنے لگے اور مراد میرا سلام  
 دہلی مارچ ۱۹۲۰ء  
 بشیر العقیلہ الی اللہ عفی عنہ

## انگریزی سلطنت کے بعض اہم تاریخی واقعات

سنہ	خلاصہ
۱۷۰۱ء	(ایسٹ انڈیا کمپنی کا عہد)
۱۷۰۶ء	ملکہ الزبتھ کا چارٹر (فرمان)
۱۷۰۸ء	چارلس دوم کا چارٹر (فرمان)
۱۷۰۹ء	ہم سر کمپنیوں کا انضمام۔
۱۷۱۳ء	ریگولیشن ایکٹ (گورنر جنرل بنگال)
۱۷۱۳ء	پٹ کا انڈیا ایکٹ (بورڈ آف کنٹرول)
۱۷۱۳ء	نجدید چارٹر
۱۸۱۳ء	(ہند کی تجارت کھول دی گئی)
۱۸۳۳ء	کمپنی کے تجارتی حقوق کی تسخیر چین کی تجارت کا اجراء
۱۸۵۳ء	سول سروس کا امتحان مقابلہ
۱۸۶۲ء	باقاعدہ طور پر کمپنی کا توڑا جانا۔
۱۸۵۶ء	غدر۔ (ہندوستان برادر است تاج شاہی کے تحت میں)
۱۸۵۹ء	رنٹ ایکٹ۔
۱۸۶۰ء	تقریرات ہند۔
۱۸۶۱ء	قانون کونسل۔ سول سروس ہند کا قانون۔ ہائی کورٹوں کا چارٹر۔
۱۸۶۳ء	اسیر دست محمد خاں کا انتقال اور امیر شیر علی خاں کی جانشینی
۱۸۶۶ء	اوڈیسہ کا خط
۱۸۶۹ء	نہر سوئز کا افتتاح۔
۱۸۷۰-۷۱ء	ہنری ایل ہائیس شاہزادہ ویلز کی سیاحت ہند
۱۸۷۶ء	کوسٹل پرقبضہ
۱۸۷۷ء	دربار قیصری۔



سنہ	خلاصہ
۱۸۷۷-۷۸	جنوبی اور مغربی ہندوستان میں قحط
۱۸۷۸-۷۹	دوسری جنگ افغانستان۔
۱۸۸۵ء	معاملات پنجہ۔ تیسری جنگ برما۔
۱۸۸۶ء	برما کے بالائی حصے کا ضم۔
۱۸۹۰ء	پرنس ایڈورڈ وکٹر کی تشریف آوری ہندوستان میں۔
۱۸۹۲ء	کا انتقال پرمال۔
۱۸۹۵ء	مہسم چترال۔
۱۸۹۷ء	بھٹی میں طاعون کا شیعہ۔
۱۸۹۸ء	مہسم تیراہ۔
۱۸۹۹ء	ترونج سکے طلائی۔
۱۹۰۰ء	قحط
۱۹۰۱ء	ملکہ معظہ وکٹوریہ کا انتقال اور شہنشاہ معظہ ایڈورڈ ہفتم کی تخت نشینی
۱۹۰۳ء	امیر عبدالرحمن خاں کی وفات اور امیر حبیب اللہ خاں کی جانشینی
۱۹۰۳ء	دربار تاجپوشی ملک معظہ ایڈورڈ ہفتم۔
۱۹۰۴ء	مہم تبت۔ یونیورسٹیوں کا قانون۔
۱۹۰۵ء	بنگال کی تجزیہ۔
۱۹۰۵ء	پرنس جارج کی سیاحت ہند بطور ولی عہد۔
۱۹۰۵ء	دہلی میں ہنریم جی امیر حبیب اللہ خاں کی تشریف آوری۔
۱۹۰۶ء	خیالات بانویانہ۔ انڈیا کونسل ایکٹ۔
۱۹۱۰ء	شاہ ایڈورڈ ہفتم کا انتقال اور ملک معظہ جارج پنجم کی تخت نشینی۔
۱۹۱۱ء	ملک معظہ وکٹوریہ کی کینڈا میں رونق افروزی۔ دوبارہ تاجپوشی۔
۱۹۱۲ء	لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل پریم اندازی سے قاتلانہ حملہ۔



سنہ	خلاصہ
۱۹۱۲ء ۱۱ نومبر ۱۹۱۹ء ۱۹۱۹ء	یورپ کی عظیم الشان جنگ - جرمن وار کا آغاز - اختتام جنگ یورپ - ہنریجیٹی اسپر جیب السد خاں کا قتل اور ہنریجیٹی امیر امان اللہ خاں کی جانشینی - کابل وار کا آغاز اور مصالحت پر اختتام - شاہی اعلان مزید ۲۵ دسمبر ۱۹۱۹ء

## گورنر جنرل صاحبان کی فہرست

سلسلہ	سنہ	نام گورنر جنرل بہادر
۱	۱۸۵۷ء	۳
۱	اکتوبر ۱۸۵۷ء	۱ (۱) بنگال کے فورٹ ولیم کے گورنر جنرل سب گولڈن ایکٹ ۱۸۵۷ء
۲	ستمبر ۱۸۵۷ء	۲ ریمٹ آنریبل وارن ہیسٹنگز سکوائر - (یکم فروری ۱۸۵۷ء)
۳	اگست ۱۸۵۳ء	۳ سر جان میکفرسن (۱) اول (مار کوئیس) کارنوالس
۴	مئی ۱۸۵۸ء	۴ سر جان شور (لارڈ ٹینٹون مٹوخت) - (مارچ ۱۸۵۸ء)
۵	۳۰ جولائی ۱۸۵۵ء	۵ سر ایلیو رڈ کلارک (۱) اول آف مارننگٹن (مار کوئیس ولزلی)
۶	۱۸۰۷ء	۶ مار کوئیس کارنوالس (دو بارہ) - (۵ اکتوبر ۱۸۵۵ء)
۷	۱۸۱۳ء	۷ سر جارج بارلو (۱) سر جارج بارلو
۸	۱۸۲۳ء	۸ بیرن (ارل آف) مٹوادل -
۹	۱۸۲۳ء	۹ ارل آف مائٹرا (مار کوئیس آف ہیسٹنگز) -
۱۰	یکم اگست ۱۸۲۳ء	۱۰ یکم جنوری ۱۸۲۳ء - جان ایڈم سکوائر
۱۱	یکم اگست ۱۸۲۳ء	۱۱ بیرن (ارل) ایچرٹ (۱) مارچ ۱۸۲۳ء ولیم ہارڈن ہیری اسکوائر

سند	نام گورنر جنرل بہادر
۱	۳
۸	جولائی ۱۸۲۸ء لارڈ ولیم کیونڈش بینک۔ (۲) گورنر جنرل ہند حسب چارٹر ایکٹ ۱۸۳۳ء لارڈ ولیم کیونڈش بینک ۲۰ مارچ ۱۸۳۵ء سر چارلس (لارڈ مٹکاف)
۹	یکم مارچ ۱۸۳۴ء پیرن (دارل آف) آکلینڈ۔
۱۰	۱۸۳۴ء پیرن (دارل آف) آکلینڈ۔
۱۱	۱۸۳۴ء سرہری (دارل آف) ہارڈنگ۔
۱۲	۱۸۳۸ء ارل (مارک گویس) آف دیلہوڑی۔
۱۳	۱۸۵۶ء دارل آف گورنر جنرل ہند (دارل آف) کیننگ۔ (۳) گورنر جنرل ہند ایسے حسب اعلان ملکہ محکمہ کوئین
۱۴	یکم نومبر ۱۸۵۸ء ارل کیننگ۔ ارل آف ایلمن اول۔ (۱۸۶۳ء سر رابرٹ نیپیر (لارڈ نیپیر آف میگڈالا۔ ۱۸۶۳ء سر ولیم ڈینٹون۔ سر جان (لارڈ) لارنس۔
۱۵	۱۸۶۲ء ارل آف میو۔ (۱۸۶۲ء سر جان سٹریچی (۱۸۶۲ء
۱۶	۱۸۶۹ء لارڈ نیپیر آف میچس ٹون۔ پیرن (دارل آف) مارٹن بروک۔
۱۷	۱۸۶۲ء پیرن (دارل آف) ٹن
۱۸	۱۸۶۶ء مارک گویس آف پین
۱۹	۱۸۸۰ء ارل آف ڈفرن (مارک گویس آف ڈفرن اینڈ آف)
۲۰	۱۸۸۲ء مارک گویس آف لینڈ ٹون۔
۲۱	۱۸۸۸ء
۲۲	۱۸۹۴ء ارل آف ایلمن دوم۔
۲۳	۱۸۹۵ء پیرن (دارل) کرزن آف لڈسٹن۔ (۱۹۰۳ء لارڈ پیتھل) پیرن (دارل) کرزن آف لڈسٹن (دوبارہ)۔
۲۴	۱۹۰۳ء

سلسلہ	سنہ	نام گورنر جنرل بہادر
۱	۲	۳
۲۴	۱۹۰۵ء	ارل آف ٹنٹو (ثانی)۔
۲۵	۱۹۱۰ء	یرن ہارڈنگ آف پشستر۔
۲۶	اپریل ۱۹۱۶ء	لارڈ چیسفورڈ (موجودہ وائیکس رائے و گورنر جنرل)
نوٹ:۔ جن ناموں کے نیچے خط کھینچا ہوا ہے وہ ماضی اور قایم مقام تھے۔		
نوٹ:۔ جو صاحب قانون بدلتے پر بدستور قایم رہے ان پر جداگانہ نمبرز نہیں ڈالا گیا۔		
اتنے وائیکس رائوں میں صرف ایک لارڈ کرنن ہی ایسے تھے جو ولایت تشریف لے گئے		
اور دوبارہ گورنر جنرلی پر آئے۔ ۱۳۔		

## انگلستان کے بادشاہوں کی فہرست

سلسلہ	نام بادشاہ	زمانہ سلطنت	سلسلہ	نام بادشاہ	زمانہ سلطنت
۱	۲	۳	۱	۲	۳
۱	ولیم اول	۸۷-۶۱۰۶۶	۱۳	رچرڈ دوم	۹۹-۶۱۳۷۷
۲	ولیم دوم	۱۱۰۰-۶۱۰۸۷	۱۳	ہنری چہارم	۱۲۱۳-۶۱۳۹۹
۳	ہنری اول	۳۵-۶۱۱۰۰	۱۴	ہنری پنجم	۲۲-۶۱۴۱۳
۴	سٹیفن (آف بلا)	۵۴-۶۱۱۳۵	۱۵	ہنری ششم	۶۱-۶۱۴۲۲
۵	ہنری دوم	۸۹-۶۱۱۵۴	۱۶	ایڈورڈ چہارم	۸۹-۶۱۴۶۱
۶	رچرڈ اول	۹۹-۶۱۱۸۹	۱۷	ایڈورڈ پنجم	۸۳-۶۱۴۸۳
۷	جان (ریکلیٹنڈ)	۱۲۱۶-۶۱۱۹۹	۱۸	رچرڈ سوم	۸۵-۶۱۴۸۳
۸	ہنری سوم	۷۲-۶۱۲۱۶	۱۹	ہنری ہفتم	۱۵۰۹-۶۱۴۸۵
۹	ایڈورڈ اول	۱۳۰۷-۶۱۲۷۲	۲۰	ہنری ششم	۱۵۰۹-۶۱۵۰۹
۱۰	ایڈورڈ دوم	۲۷-۶۱۳۰۷	۲۱	ایڈورڈ ششم	۵۲-۶۱۵۰۹
۱۱	ایڈورڈ سوم	۷۷-۶۱۳۲۷	۲۲	میری اول	۵۸-۶۱۵۵۲

۱	۲	۳	۴	۵	۶
نام بادشاہ	زمانہ سلطنت	نام بادشاہ	زمانہ سلطنت	نام بادشاہ	زمانہ سلطنت
۲۳	الزنجبہ	۳۱	۶۱۵۵۸ - ۱۶۰۳	جارج دوم	۶۱۵۳۷ - ۶۰
۲۴	جیمس اول	۳۲	۶۱۶۰۳ - ۲۵	جارج سوم	۱۷۶۰ - ۱۸۳۰
۲۵	چارلس اول	۳۳	۶۱۶۲۵ - ۴۹	جارج چہارم	۱۸۳۰ - ۳۰
۲۶	چارلس دوم	۳۴	۶۱۶۴۹ - ۸۵	ولیم چہارم	۶۱۸۳۰ - ۳۷
۲۷	جیمس دوم	۳۵	۶۱۶۸۵ - ۸۸	وکیل ریا	۶۱۸۳۷ - ۱۹۰۱
۲۸	ولیم سوم اور مری دوم	۳۶	۶۱۶۸۹ - ۱۷۰۲	ایڈورڈ ششم	۶۱۹۰۱ - ۱۹۱۰
۲۹	ایلی	۳۷	۶۱۷۰۲ - ۱۴	جارج پنجم	۶۱۹۱۰ -
۳۰	جارج اول		۶۱۷۱۴ - ۲۷		

شاہ بالبقائے عمر تو باشد ہزار سال  
لیکن بایں حساب بعد حثمت و جلال  
سلسلے ہزار ماہ و ماہ ہے ہزار سال  
یوم ہزار سال و ساعت ہزار سال

منظر

پھر پائے تخت شاہی سلطان نے سنوارا  
یورپ کے دل سے نکلا ارمان اک ہمارا  
خورشید بن کے چمکا مغرب سے وہ ستارا  
علمی ترقیوں کا بڑھتا چلا ہے پورا  
اب خواب ہو گئے ہیں افسانہ ہائے وارا  
کرتی ہیں ان کی رمیں اس جشن کا نظارا  
وہ آفتاب اب ہو دہلی میں جلیوہ آرا  
دنیا پر ایک پیرادہ جان جارج پنجم  
انصاف کی مجسم تصویر ہو تو یہ ہے  
تدبیر ہو تو یہ ہے تقدیر ہو تو یہ ہے  
میں خواب سلطنت کی تعبیر ہو تو یہ ہے

اگر سرزمین دہلی چمکا ترا ستارہ  
گیتی فروراب ہو وہ خسرو معظم  
دنیا ترے گزے کو جس نے کیا منور  
تعلیم اس نے دی ہو یہ گرمی نگہ سے  
موجودہ سلطنت کے دیکھ آ کے کارنامے  
گزارتے ہوئے سلاطین میں پردہ عدم میں  
برطانیہ حکومت کرتی ہو ناز جس پر  
وہ کون عدل گستر سلطان جارج پنجم  
مرفس سلطنت کی توفیق ہو تو یہ ہے  
دیکھو یہ ہے اس کی دیکھو حکومت اس کی  
دنیا کو جگہ دے میرا زور و سلطنت

بس دیکھنے کے قابل ہر سو نوشت اس کی  
اشایاں پر اس کی شاہی دنیا ہر سب سی کی  
اس کی نگہ کی ہمت ہر دشمنوں پہ غالب  
دنیا کی ساری قوموا اس پر فدا ہو دل سے  
یہ تمہارے رحمت ہوں کے مجھے مبارک

قدرت کے معلوم کی تفسیر یہ تو یہ ہے  
اجمال یہ تو یہ ہے تفسیر یہ تو یہ ہے  
ترکش میں تیرے دنیا گرتے ہو تو یہ ہے  
حق میں تمہارے کوئی اکسیر یہ تو یہ ہے  
سلطان کی پاسے ہوئی دہلی کو یہ مبارک  
(محمد ہادی عزیزی لکھنوی)

فہستہ ان اردو اور فارسی کتابوں کی جن سے مدد لی گئی

نام کتاب	مصنف	نام کتاب	مصنف
۱	آثار الصنادید ۱۲۴۴	۱	استشفاع والتوسل
۲	اخبار الاخبار ۱۲۸۰	۲	آثار الصالحین
۳	اخبار الاخبار	۳	وسید الرسول
۴	یادگار دلی ۱۹۵۵	۴	دیوان ذوق
۵	دلی گئیڈ	۵	آب حیات ۱۸۴۸ء
۶	روضۃ الاقطاب	۶	نخبر الاولین ۱۲۶۵ء
۷	سوانح عمری حضرت	۷	دیوان غالب
۸	نظام الدین دلیا	۸	یادگار غالب
۹	نواہد الفوائد	۹	مرآۃ المتعالمین
۱۰	سیر الاولیاء	۱۰	تاریخ دیبارتاجپوری ۱۹۱۸ء
۱۱	سیر المتعالمین	۱۱	یادگار دیبارتاجپوری ۱۹۱۸ء
۱۲	در پیر اکبری ۱۸۹۹ء	۱۲	سوانح دلی ۱۸۹۹ء
۱۳	تذکرۃ العابدین	۱۳	سوانح دلی ۱۸۹۹ء
۱۴	امداد العارمین	۱۴	سوانح دلی ۱۸۹۹ء

مصنف	نام کتاب	۱	مصنف	نام کتاب	۱
۳	۲	۱	۳	۲	۱
اکبر علی خاں افسوس	یادگار داغ	۳۴	خان بہادر پیرزادہ	عجائب الاسفار شیخ	۲۲
شاہ جہاں پوری	صحیفہ زیریں سنہ ۱۹۰۲ء	۳۵	مولوی محمد حسین	ابن بطوطہ کا سفرنامہ	۲۳
نول کشور پریس لکھنؤ	آئین اکبری	۳۶	ایم اے	۱۸۹۰ء	۲۴
۱۹۰۵ء	تاریخ فرشتہ لکھنؤ	۳۷	حافظ محمد سلیم حیدر جوی	خواتین سنہ ۱۹۱۴ء	۲۵
نواب شمس الدولہ	ماثر الامراء	۳۸	سید ظہور الحسن	مزارات حضرت اول	۲۶
شاہ نواز خاں	مزارات اولیائے	۳۹	قومی پریس دہلی	ودوم سنہ ۱۹۱۵ء	۲۷
محمد عالم شاہ	دہلی ۹۱-۱۸۸۱ء	۴۰	فاکس بشیر الدین احمد	تاریخ بجا نگر سنہ ۱۹۱۲ء	۲۸
خانی خاں	نتیجہ للباب	۴۱	۶	واقعات مملکت	۲۹
شمس سراج عقیف	تاریخ فیروز شاہی	۴۲	۶	بیجا پور سنہ ۱۹۱۵ء	۳۰
شمس العلماء شبلی نغانی	اورنگ زیب عالمگیر	۴۳	خان بہادر قاضی عزیز الدین	حیات قیصر سنہ ۱۹۱۵ء	۳۱
غدر کے متعلق متفرق	پرایک نظر	۴۴	طاس ٹیم پل صاحب	ذکر شہنشاہ جارج پنجم	۳۲
نظموں کا مجموعہ	فغان دہلی سنہ ۱۳۱۳ھ	۴۵	حافظ عبد الرحمن اقرسی	مفتاح التواریخ سنہ ۱۹۱۵ء	۳۳
۴۶	حضور ملک معظم ایڈووٹ	۴۶	نواب محمد اسحق خاں	سیاحت ہند سنہ ۱۹۱۵ء	۳۴
ہفتم کے مختصر حالات	۴۷	۴۷	۴۷	کلیات شیعہ و	۳۵
۴۸	۴۸	۴۸	۴۸	حسرتی سنہ ۱۹۱۷ء	۳۶
۴۹	۴۹	۴۹	۴۹	آثار اکبری سنہ ۱۹۲۲ء	۳۷





فہرست انگریزی کتابوں کی جو مشورہ کی گئی ہے۔

1. Archaeological Survey of India Report of the year 1971-72 Delhi and Agra Vol. IV by Beglar and Cooley under the Superintendence of Major General R. Cunningham C.S.I. Director General of Archaeological Survey of India 1874
2. The Archaeology and Monumental remains of Delhi by Lt. Col. Stephens. 1876
3. Life of H. M. Queen Victoria, G. Barnett Smith 1887
4. Picturesque India, W. S. Loane 1891
5. Delhi past & present. H. C. Farnshaw. 1902
6. Seven Cities of Delhi. Gordon Risley Hearn. 1906
7. Keen's Handbook of visitors to Delhi. 1906
8. Royal tour in India 1905-6, Stanley Reed 1906
9. Storia del Mogor, 1658-1708, Niccolo Manucci 1908
10. Sketches of Rulers of India Vol. IV Babar, Akbar & Aurangzeb, G. D. Oswald. 1908
11. Life of Akbar. Col. Malletson. 1908
12. Loane Pool's Life of Aurangzeb
13. Delhi the Imperial City, Renton Denning 1911
14. All about Delhi, G. A. Natesan & Co. 1911
15. Coronation Durbar. Pundit Banker Rao 1911
16. The Book of the Coronation Loane & Co. 1911
17. Delhi Durbar Railway, Burt & Freeland 1911
18. History of India, Sri Hemalata Devi. 1911



- 19 Imperial Coronation Durbar. 2 Vols. 1911
- 20 The Portrait Book of our Kings & Queens <sup>Khosla Bros.</sup> 1911
- 21 The King & Queen in India, <sup>Ware & Passco</sup> Stanely Road 1911
- 22 A Handbook to Agra & the Taj, E. V. Havell 1912
- 23 Delhi Museum Catalogue. 1913
- 24 Indian History. E. Marsden. 1914
- 25 The Historical Record of the Imperial Visit to India 1911. Compiled from Official Records. 1914
- 26 Easy Stories from Indian History. E. Marsden 1915
- 27 The Oxford Students History of India Vincent <sup>A. Smith.</sup> 1916
- 28 History of India, Ram Prasad & Man Mohan 1916
- 29 History of India, Thompson.
- 30 The King's Indian Allies, St. Nichol Singh 1916
- 31 List of Muhammadan & Hindu Monuments  
Shahjahanabad Vols I & II Gordon Sanderson 1915-16
- 32 V. R. I. Her Life and Empire, Marquis of  
Lorne, His Grace the Duke of Argyll.
- 33 Edward VII, his Life & Times, Sir Richard Holmes
- 34 From Cradle to Crown, J. E. Vincent.
- 35 King Edward VII, Thomas Nelson & Sons.
- 36 George V Our Sailor King, Robert Hudson
- 37 Medieval India, S. Lane Poole.
- 38 Report of Lady Hardinge Medical College  
and Hospital for Women and Children  
1918

## تقاریظ اور قطعات تاریخی

سیرے جن کرم فراؤں نے ایمانا الغیب میری نئی کتاب کو سر ہار اور فرط محبت سے تقریظیں اور قطعات  
تقریظی لکھ کر میرا حوصلہ بڑھایا ہے میں ان سب صاحبوں کی اس عنایت بے غایت کا دل سے شکر گزار  
اور ممنون ہوں۔ ع کرم کر دی الہی زندہ باشی۔ کسی چھوٹے چھوٹے قطعات تاریخی اصل کتاب میں جہاں  
طی وسیع کر دیئے گئے ہیں جو ذرا بڑے تھے یا جن کی گنجائش نہ ہو سکی یہاں وہ رکھے جاتے ہیں۔  
تقدم و تاخر قطعات میں کسی کو ترجیح بلا مرجع دینا سر کو ز غلط نہیں میرے گوشہ دل میں سب کی یکساں جگہ ہے۔  
تقریباً طول پذیر و پُر تاثیر از قلم چکیدہ رقم جناب خواجہ حسن صاحب نظامی دام مجید  
”غریب دہلی کی ایک اور تصویر“

بھاری دہلی کی بگڑی سنوری شکل کی میسوں تصویریں مسلمانوں اور آئمہ یزوں نے اتاری ہیں  
یعنی دہلی کی تاریخی۔ عمارتی۔ ترقی۔ سیاسی سرگزشت پتھر و پوہ میں مسلمان مصنفوں نے کتابیں لکھی ہیں  
گر مخفی تصویر۔ نئی تاریخ۔ نئی سرگزشت۔ ابھی حال میں تیار ہوئی ہے جو دہلی کے مشہور محقق اور  
مورخ کی قلم سے لکھی گئی ہے۔ مولانا بشیر الدین احمد صاحب غلط فہم مولانا حافظ میرا چھٹا  
مرحوم ایک لائق اور مخفی مصنف ہیں۔ ان کے والد ماجد نے جو سر ہار اور دوزبان میں علمی و اصلاحی کار  
ناموں کا چھوڑا ہے مولانا بشیر الدین احمد صاحب اس کی حفاظت ہی میں کوشش نہیں کرتے بلکہ  
رات دن اضافہ کی سعی کر رہے ہیں۔ وہ اپنے پدر بزرگ کے اکلوتے وارث ہیں اور جسے ان کی  
موجودہ علمی و ادبی خدمات اور ان کے والد کی شہرہ آفاق کارگزاریوں کا لحاظ کر کے ان کو وارث الادب  
بالکل جائز خطاب دیا ہے جو ہندوستان کے تمام اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ مولانا بشیر الدین احمد صاحب  
سیاست حیدر آباد میں کلکٹر تھے پٹنن لے کر گھر پر آئے تو آ۔ ام طلبی اور عیش و عشرت میں وقت ببا و  
نہ کیا جو آج کل بے فکر دولت مندوں کا ایک لازمی شعار ہو گیا ہے بلکہ رات دن تصنیف و تالیف میں مصروف  
رہنے لگے۔ چنانچہ چند سال کے عرصہ میں دس بارہ کتابیں انھوں نے تیار کر لیں جن میں زیادہ حصہ فانی و نسوی  
اصلاح کا ہے جس سے مولانا کو خاص مناسبت ہو لے جی ہر اور جو ان کے والد کا مقصود و زندگی بھی تھا  
مولانا کی ان اصلاحی اور تعمیری کتابوں کو ملک میں خاص محبت سے پڑھا جاتا ہے اور صرف بے لگ ہی ان کو پسند  
نہیں کرتی بلکہ سلطنت میں بھی یہ کتابیں مقبول ہیں اور ابھی حال میں گزشتہ سال صوبہ دہلی کی گورنمنٹ نے  
ایک حصول انعام ان کی ایک اصلاحی کتاب پر دیا ہے۔ مولانا کو ۲۰۰۰ روپے اور قدامت کے ہونے سے ایک  
اصلی نکتہ ہے۔ قیام دکن کے زمانہ میں انھوں نے تاریخ پنجاب اور کے نام ایک نہایت ضخیم کتاب لکھی تھی

جوانی وزنی ہو کہ میں اٹھا کر چلوں تو ہانپ جاؤں۔ اس میں سلاطین و کن کے تذکرے اور انار قدیم کے حالات و تصاویر تھیں اور معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے نہایت محنت و تلاش سے اس کو تیار کیا ہو گا۔ اب گورنمنٹ دہلی کی خواہش سے انھوں نے دہلی کے انار پر ایک زبردست اور تاریخی بیجا پور کے طریقے پر مستند کتاب لکھی ہے۔ جس میں دہلی قدیم و دہلی جدید کے تمام جزو کل حالات ہیں اور جو ایسی ہیئت و ترتیب سے قلم بند ہوئے ہیں کہ اس کتاب کو دہلی کی تصویر کہہ سکتے ہیں جیسا کہ میں نے عنوان میں لکھا ہے۔ انگریزوں نے جو کتابیں دہلی پر لکھیں ان کو ناپسند نہیں کیا جاتا مگر اس کتاب کو جو مولانا بشیر الدین احمد صاحب نے لکھی ہے یقیناً بہت پسند کیا جائے گا کیوں کہ یہ اردو زبان میں ہے اور ایسے شخص نے لکھی ہے جو انگریزوں کی نسبت دہلی کو اور اس کے حالات کو زیادہ گہرائی سے دیکھ سکتا تھا اور دہلی تعلق سے قلم بند کر سکتا تھا جیسا کہ کیا گیا ہے۔ اگر انسان کوئی مشہور ہے۔ تو مولانا بشیر الدین احمد صاحب نے لکھنے کی سبب سے اس میں جو اتنی جلدی تصنیف تیار کر دیتے ہیں جس پر انگریزی مشینوں کی بنی ہوئی اشیا کا یہ شہور اشتہار ہی فقرہ صادق آتا ہے۔ ہاتھوں کے چھوٹے بغیر تیار ہوتی ہیں نہیں جانتا وہ اس کبر سنی میں اتنا زیادہ۔ اتنا جلدی اور اتنا عمدہ کام کیوں کر کر سکتے ہیں؟ مجھ کو بھی دو صفحے میں ایک مستقل اور دو سو صفحے کی تصنیف تیار کر دیئے گا مگر ہر مولانا مذکور کی تیز نگاری کے سامنے میری سر بیج النولی بھی مات ہے۔

مجھے امید ہے کہ مولانا کی یہ تاریخ تصنیف دہلی کی یادگاروں میں ایک مفید و دل چسپ اور مستقل یادگار ہوگی اور آئندہ نسلیں اس سے اخذ کرنے کا فائدہ اٹھائیں گی جس طرح کہ آثار الصنادید مصنف سر سید احمد خاں مرحوم سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ یہی میری دعا ہے اور یہی میری آخری اور دلی خواہش ہے۔

لے اگر یہی عجیب کی رفتار ہو کہ دو برس لگ گئے تو مشین نہیں چمکتا ابی جوں کی چال چلا ہو لیکن بات یہ ہے کہ خواجہ صاحب کی فکر و حکم میرے صاحب کو بھی محاسن میں ٹوٹا لے گئی۔ اسی حضرت ہاتھوں کے چھوٹے بغیر چہ معنی قبل یہاں تو ہاتھوں کے علاوہ پاؤں بھی کھینچتے کھینچتے چھلے پڑ گئے کیوں کہ عمارت کے دیکھنے کو کوسوں سے دیکھنا نہیں پیدل چلنا پڑا لیکن جس تکلیف اور زحمت کے بعد راحت ہو ایسی تکلیف بھی اچھی۔ لے میں بتاؤں۔

رباعی۔ خوش رہتے ہیں لکھیں کامرانوں کی طرح  
 جہنم سے روٹنے پہلو انوں کی طرح  
 (بقیہ نوٹ پر صفحہ ۵۲۰)

تقریظ عربی تحریر فیاض ابن عالم بے بدل مولوی فضل  
منشی قاضی جناب مولوی نور محمد صاحب مدرس فارسی عربی  
سینٹ شیفنری ہائی سکول دہلی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وسلاماً على عباده الذين اصطفى

إِذْ عَلَّمَ ابْنُ اللَّهِ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَقَالَ لِهَؤُلَاءِ إِنِّي عَلَّمَهَا فَأَمَرَهَا فَقَالَ أَلَا تَتَذَكَّرُونَ  
وَجَعَلَ فِيهَا أَنْفُسَ ضِيَاءٍ وَالْقَمَرَ قَدْ جَعَلَ الْأَرْضَ ذَاتَ قَرَارٍ وَتَشْتَبِهَا مِنْ كُلِّ رُوحٍ يَخْتَرُ  
تَدْرِي أَلَا لَهَا كَرَجْرَجٌ فِيهَا لَتَكُنْ مِنْ أَسْيَابِ الْعَيْشَةِ لِسُكَّانِ الْبَرِّ وَجَعَلَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ الْمَاءِ  
حَيَاتًا وَخَلَقَ الْإِنْسَانَ وَجَعَلَهُ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ وَأَنْزَلَ مَعَهُ الْقُدْرَةَ وَالْمِيزَانَ وَعَلَّمَهُ مَا لَا يَلْمُ  
وَاخْتَمَمَهُ بِالسَّاطِنَةِ وَالنَّبِيِّ وَوَحَّشَهُ كُلَّ شَيْءٍ وَكَرَّمَهُ تَحْرِيمًا وَالْهَيْبَةَ دَقَّةً الْفَسَّاحِ  
وَأَتَقَاهُ لِلنَّازِلِ وَبَنَى الْبَيْتَ وَفِي الدُّرِّ وَتَحَاثَرُوا وَخَلَقُوا الْأَرْضَ مِنْ حَقِّهِمْ كُلُّهَا  
وَهَرَصُوا وَهَمُّوا وَالْأَمْصَارُ وَالْمُدُنُ الْمَشِيدَةُ وَجَاءَتِ الْقَارُونَ وَفَتَتْ تَمْرَ جَرَكِ الْأُخْرَى  
وَمَكَّتْ دَسْطَ الْفَنَاءِ مَسْلُطٌ عَلَيْهِمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مِنْهُ وَالْبَشَرُ إِذَا هَابَ رَيْسُ عِلْمِهِ  
وَأَفَى وَصَدَقَ مَا كُنْهُ وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ وَكَفَى مَنْ كُنْ كُنْ عِبَادَتِهِمْ كَيْدٌ وَفِي الْأَرْضِ كُنْ

تو کلمہ زنت صغیر گزشتہ دل بن سکھون ان کہیں جو کرتے ہیں میر ہنس بل کے پیر کی کو جانوں کی طرح

۱۔ ایں کار از تو آید و مردان چنین کنند۔

۲۔ دیکھیے کہیں نظر نگاہ ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ جناب و او آپ نے

سنا ہوا کہ دور کے موصول سہاؤ نے۔ مع عالم ہے افسانہ ماورد و ابھی۔

۳۔ جو کاتروں اور سطح والوں کی ہر بات سے باسی ہو گئی۔

۴۔ میں کہاں کہیں ہوا ہے بہشت۔ ناز کو زیدم بطاعت زشت۔ ہاں اگر ۲۔

۵۔ رگوں کی دھانے کر بہت مضبوط کر دی۔

۶۔ اب میں مقصد مالی نتوانیم رسید ہاں اگر لطف شما پیش نہ دگے چاہے۔

۷۔ لطف

وَيُظْهِرُونَ إِلَى آثَارِ الذِّينِ سَقَرُهُمْ فِي الْفَنَاءِ وَحُصُونُهُمْ الْمُحْصَنَاتُ وَصُرُوحُهُمْ الْمُرْفَعُونَ  
 الْكُتُبُ الْكُبْرَى الْكَبِيرَةَ عَلَى عُرُوشٍ مُنِيرَةٍ وَهُمْ تَمْلِكُونَ بِمَعْرِيدِ كُرَاهِي  
 وَلَكِنْ كَانَ دِيْنُكَ مِنْ أَكْثَرِ مَا ظَهَرَ الْأَرْضِ وَأَكْثَرُ مَا رَأَيْتَ لِقَاعِدِ يَلْ كَلَّ وَجْهَهُ الْأَرْضَ  
 فِي الْأَثَارِ الْقَدِيمَةِ وَأَمَّا مِصْرُ عِنْدَ بِلَادِ مَلِكٍ عَمَّا كَشَيْتَ لَا يُعْتَدُّ بِهِ وَكَفَّ مِنْ بَيْتِ  
 مَعْلُومٍ بِهَا وَقَصْرٍ مَشِيدٍ وَكَأَيِّنْ مِنْ حُصُونٍ وَصَحْبٍ بِهَا لَا يُعْلَمُ بِأَنْبِيَاءٍ وَعِمَارَاتٍ الْقَدِيمَةِ  
 خَارِجَةٍ عَنْ حَدِّ الْمِصْبَاءِ وَأَقْعَةٍ مَسَافَةٍ طُلُوعُهَا سَبْعَةٌ وَعِشْرُونَ مِيلًا وَعَرْضُهَا  
 تِسْعَةٌ أَمْيَالٌ هِيَ أُمُّ الْبِلَادِ وَمَشْهُورَةٌ فِي إِكْتِنَافِ الْعَالَمِ الْمُتَمَدِّينِ لَا تَعْمُرُ جَعْلُ لِلْأَرْضِ  
 وَتَقَرُّ سُلُوكُهَا بِمَعْرِفَتِهَا فِي الْخُرُوجِ أَثَارِهَا الْقَدِيمَةِ الْعَجِيبَةِ كُتُبُهَا كَثْرَتُهَا  
 أَسَاسُهَا وَكُنْزُهَا الْبَاهِتُ لِقَاعِهَا وَهِيَ أَرْضُهَا وَمِنْ هَذَا إِذَا لَيْسَ أَحَدٌ عَنِ الْكُتُبِ  
 أَحَادٌ بِحَمْلِهِ إِلَّا شَارَ وَعِمَارَاتِ الدِّهْلِ لَا يَحِلُّ فِي جَوَاهِرِ الْكِتَابِ حَذْوُهَا وَكَذَا  
 حَفَافِ نَهْدِ أَيْتِكَ فِي ذَلِكَ الْمُقْصَدِ الْعَالِي بَلْ يَقُولُ قَوْلًا مَدِيدًا بِالْعَدَمِ  
 وَجُوْدِ الْكِتَابِ هَكَذَا أَكْثَرًا عَلَى سَبِيلِ الْإِتِّفَاقِ لِوَحْدِ الْكِتَابِ الْغَيْبِ  
 عَلَى أَخْبَارِ الذِّينِ خَلَدَ مِنْ الصَّنَاءِ دِيدٌ فِي هَذِهِ الْبُلْدَةِ الْكَلْبِيَّةِ وَالْأَرْضِ  
 الْمَلُوكُ وَأَشَارَهُمْ وَحُصُونُهُمْ وَصُرُوحُهُمْ الْمُشِيدَةُ كَأَحَدٍ هُوَ الْوَحْدُ  
 يَشْمَعُ بَعْضُ النَّاسِ عَلَى بَعْضٍ فِي الْفَنَاءِ وَخَلْقُ الْمَوْجِ وَالْحَيَاتِ الْبِلَادِ عَلَى أَنَّ  
 مَكْنَفَ قَلْبِ الْعَلَمَةِ الْخَيْرِ الْخَيْرِ وَصَاحِبِ الْفَضْلِ الْعَظِيمِ الْمَوْلَانَا الْمَوْلَى  
 قَبِيلِ الدِّينِ أَحْمَدُ خَلَفَ شَمْسِ الْعُلَمَاءِ الْمَوْلَانَا الْمَوْلَى  
 كَانَ مِنْ أَحْمَدَ الدِّهْلِ الْوَحْدِ الْأَوَّلِ إِسْمُهُ السَّامِيُّ شَالِحٌ مَعْرُوفٌ  
 فِي أَكْثَرِ الْهَيْدِ إِلَى تَسْوِيْدِهِ الْكِتَابِ الْجَامِعِ لِبَيَانِ حَيْثُ الْأَمَلِ  
 تَلَقَّدَ سَلَمٌ مِنَ الْخُصُونِ وَالْمَقَابِرِ وَالْمَسَاجِدِ الْكُبْرَى بَعْضُهَا قَائِمَةٌ  
 وَالْأُخْرَى عَلَى سَبِيلِ الْفَنَاءِ وَالْحَقُّ أَنَّ فِي مَنَاطِقِهَا عِبَرَةٌ  
 وَتَأْخِيرٌ وَالتَّبَيُّانِ يَخْتَصُّ الْمَلُوكَ الذِّينَ كَمَلُوا عَلَى سِرِّ سُلْطَنَتِهَا  
 مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ جَعَلَهَا اللَّهُ تَائِمَةً الْهَيْدِ وَاللَّهُ وَدَّ الْمَعْرِفَةَ الْوَحْدِ  
 هَذَا الْكِتَابُ الْجَامِعُ الَّذِي أَخْتَارْتُمِنْ كُتُبِ الْأَخْرِ لِعَمْرِ قَلْبِ  
 تِلْكَ الْعَجَائِبِ وَالْعَجَبِ كُلِّ الْعَجَبِ أَتَى مَا مِنْ رَحْلٍ وَلَا يَابِسٍ



الَا هُوَ جَاءَ مَعَهُ وَفِي سَلَاةٍ عِبَادَتِهِ وَحَقِّهِ بَيَا نَحْمُ  
أَجَدُ دِيَانٍ يَحْمَدُ عَزْدًا كُلِّ شَا فِي كَأْخَارِ الدُّنْيَا  
خَلَامٍ مِنَ الْأَمَمِ فِي هَذِهِ الْبُقْعَةِ الْمُقَدَّسَةِ دَهْلِي سُبْحَانَهُ لَنْتَكُنَّ نَحْمَدُ  
إِنْ خَيْرٌ جَلِيلٌ فِي الزَّمَانِ كِتَابٌ -

کلام بلاغت نظام و فصاحت انضمام لسان

الہ آبادی مدظلہم العالی

ہیں علم کی محفل کی رونق دہلی میں لشیر الدین صاحب  
اک دم ہم پر ان کے والد کی وجہ میں سعادت مند سپر  
گو علم کا چرچا تھا ہر سو پیدا ہوئے تھے والے بھی  
جب گلشن علم مولانا سے تارہ و رنگیں گل یہ کھلا

مالی جن لائے ان کے ہندوستان کی تاریخ  
تصنیف کو جاری ہے جس میں علم و فن و ہر  
بوسطہ کل س دم تک ہی کی کوئی تاریخ نہ تھی  
”دہلی کی پہلی تاریخ“ اس فقرے میں سال طبع ۱۳۷۰

۱۵ دہلی میں آپ تشریف لائے ہوئے تھے اور حضرت سلطان الشارح کی درگاہ شریف میں جناب خواجہ حسن صاحب  
نظامی کے پاس فروکش تھے میرے والد مرحوم نے صرف جناب معز کو نیاز تھا بلکہ آپ کے خاندان سے تعلیم  
خاص اس زمانے سے تھے جب کہ میرے والد الہ آباد میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ اس آن بان اور اس  
کے لوگ اب پیدا نہیں ہو سکتے تھے۔ بڑے شوق سے حاضر خدمت ہوا تھا  
اُس سے زیادہ آپ کے خلوص اور شفقت بزرگانہ سے مالا مال آیا۔ باپ کو کیسے دیکھتا کہ مرچکے تھے آپ  
دیکھنے اور جاننے والوں کو دیکھ کر قلب مضطرب ہو گیا۔ آپ نے جب سنا کہ نذیر احمد کلر کا ہے باوجودیکہ علی  
مضمحل تھے کھڑے ہو کر گئے دیکھا یا مجھے باپ کی محبت یاد آئی۔ ان کی نورانی شکل دیکھ کر آنکھوں میں آنسو  
بھرا۔ اُس روز ایسی حالت تھی کہ بہتیرا کہنا چاہا مگر زبان کل گئی کچھ نہ کہا گیا۔ دوسری ملاقات میں  
دعا سے ضروری الاظہار عرض کرنا چاہا پاس ادب اور آئین کی بیماری سے زبان پکڑی مگر عرض باقی رہی  
ہوتی پر میں بطور تبرک آپ کے قطعہ تیار بنی کا طلبکار تھا۔ جذب عالم پوری کا مادہ دہلی کی پہلی تاریخ  
جو بہترین تھا آپ کی خدمت میں اس عرض سے پیش کیا کہ زحمت جستجو اور طبیعت پر تفکر کا بار نہ ہو  
نظم کو ویسے کی خواہش کی یہ قصہ مختصر میری ملاقات میں یہ مرحلہ محض میری خاطر سے حل ہوا البتہ بزرگوار

# قطعات تائیں نوشتہ جناب اکھور صاحب جذب متصبر

عالم پوری رضلع راجپور

بے شک اگر جذب بشیر احمد نے  
اس کی تاریخ جو کوئی پوچھے

لکھی ہو وہی کی اچھی تاریخ  
کہہ دو تم "وہی کی پہلی تاریخ"

۱۳۳۴ھ

وہ

روشن میں مہر کی طرح جب آپ کے صفات  
ہاں کر چکے ہیں وقف جہاں آپ اپنی ذات  
آنکھوں سے بس لگا تاہی مثل تبرکات  
ہر فقرے میں ہی آپ کے اک کوزہ نبات  
مردان علم دوست ہوں یا ہوں محذرات  
اور خوب جانتے ہیں کہ دنیا پر بے نبات  
کوزے میں بند کرئیے دنیا کے واقعات  
ایسا ناک قدیم دار حکومت کے واقعات  
سچ ہی بقائے نام بھی ہی دائمی حیات  
چھاپے گئے یہ خط وہی کے واقعات

کب مجھ سے ہوتا ہے جناب بشیر دین  
حسن جہاں بھر کے ہیں میں نہیں ہر شک  
تصفیف کرو جتنی کتب ہیں۔ انھیں جہاں  
ہر نقطہ بے نظیر ہی رہا بات لا جواب  
فیض آپ کی کرتبے اٹھاتے ہیں ایکساں  
خاموش کیے بیٹھیں گے عالم میں بے نظیر  
تاریخ تین جلدوں میں لکھی ہی بے نظیر  
اس طرح سے کسی نے مفصل لکھی نہیں  
میں کیا کہ اک جہاں ہر صنف کا شرح خواں  
تاریخ اس کتاب کی یوں جذب نے کسی

(نفیہ نوٹ برصغیر گزشتہ) وہ جذب معز کی ناسازی گوارا ہے نصرت کی متقاضی نہ تھی میری ناچیز تصنیف کے  
چار چاند لگ گئے۔ آپ نے مجھ ناچیز کو بن داسوں خرید لیا۔

دل بدست آو کہ حج اکبر است

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است۔ من المصنف ۱۲

۵۱ گئے میں اکثر محققین نے وہی لی ہیں اس حساب سے وہ بڑھ جاتے ہیں لیکن بعض  
بعض شامل رہ ۱۲۳۳ اور محمود کوٹنے کی بھی ملیں گی اور اس میں غنہ میں غنہ  
ہی اختیار کی گئی ہو۔ ۱۲



# ایضاح نامہ فی علم سرائیکی زبان و ادب مولوی محمد صدیق حسن صاحب سنیگری نوی

یہ تاریخ دہلی کی با حسن تحسیس  
ہر اک میں ہر حاصل انہیں حق تہدیس  
یہ اپنے زمانے کے سبحان و تہیں  
یہ اپنے ادب کو ہر کفیل پہ تہیں  
یہی اس کی تاریخ تہر سو تہیں

بشیر احمد دہلوی نے لکھی ہے  
تصنیف مولف مورخ میں کامل  
یہ اپنے زمانے کے علامہ و ہر  
تہذیب زمانہ سہیر ان کی تصنیف  
حکاماً واجب اک سن کو دیکھ میں نے

- (۱) زمانے بھر میں یہ بہتر سے بہتر
- (۲) ابھی پر مے میں ہر پے کے اندر
- (۳) لگا کر سر پہ دینا چے کا جہور
- (۴) پری بن کر جب آئے گی باہر
- (۵) گریں گی جلیاں حاسد کے تل پر
- (۶) کہ خود موقع پہ کی تحقیق جا کر
- (۷) تو اپنی کتب دنیا کی پاکشہ
- (۸) تواریخوں میں ہی بہتر سے بہتر
- (۹) سلاطین سلف کی زندہ پیکر
- (۱۰) دفتینہ پر زگو ہر اے خوشتر
- (۱۱) حروف اشعار سے ادل کے لے کر
- (۱۲) ہوئے پیداسن عیسیٰ سراسر
- (۱۳) شروع کے حرف ادل سے اشکر
- (۱۴) کیے حامل سن ہجری سراسر
- (۱۵) سنیگری اس قطعہ سے نکلیں برابر

- (۱۶) رقم کی ہر بشیر الدین نے تاریخ
- (۱۷) بنایا ہر دین دنی کو تسکین
- (۱۸) درنا یا اب مضمون مرصع
- (۱۹) مزین طبع کے زیور سے موکر
- (۲۰) نگاہ برق کو خمیرہ کرے لگی
- (۲۱) صحیح میں واقعات اس میں تم سب
- (۲۲) سنی بھی اور دیکھی بھی ہیں میں نے
- (۲۳) خدا شاہد کہ یہ تاریخ وحلی
- (۲۴) حمارت کہن کا تارہ نوٹ
- (۲۵) خزینہ پر ز معلومات تا در
- (۲۶) ہوئی تاریخ کی جب فکر محب کو
- (۲۷) سب اعداد ان کے جب ہیں نے فلا
- (۲۸) سن ہجری ہر مصرعے اے آخر
- (۲۹) عدما بجد کی رو سے جب نکالے
- (۳۰) حساب ابجد کا ہر تاریخیں و دنوں

بشیر احمد دہلوی نے لکھی  
مکہ خوب تاریخ دہلی چھی

(۳۱) یہ تاریخ دہلی کی جامع کتاب  
سنیگری اس کی تاریخ جڑ سے تم

## قطعہ تاریخ نوشتہ جناب مولوی حکیم لطیف احمد صدارت میں مستطاب ضلع ساران

شہر زمان مولوی ال ال ڈی  
 بشیر ان کے بیٹے ہیں حق دہر جائز  
 دکن میں رہے مدتوں یہ کلکٹر  
 ہو سقوم کے کام میں آکے مصروف  
 شب و روز مشغول تصنیف و تالیف  
 نہانت میں یکتا متانت میں فائق  
 تمام ان کا عالم میں ہی نام رئیس  
 نظیر و مثال ان کی عالم میں عنقا  
 مقولہ ہو گوگوں کا میرا عقبہ  
 اٹھائے قلم سانسے ان کے آسے  
 اگر وارث الاسنہ ان کو کہیے  
 وطن کے ہی خواہ و حامی و مدد  
 تاملی قلم رویں علم و عمل کے  
 ضرورت بہت رہبری کی ابھی ہر  
 جوہلی کے دل میں تھی مدت حیرت  
 بجد جہان داری جہانچہ پسم

ہی تصنیف و تالیف میرا شہن کی  
 کہ یہ دولت لالہ ال ان سے پائی  
 وظیفہ ملا ان کو خواہش پر اپنی  
 دعائیں لگے لینے خلق خدا کی  
 یہی ان کا روزہ ہی ان کی روزی  
 ہر پر زور ان کی طبیعت غضب کی  
 کہاں ہی نہیں روشنی ان کے ہم کی  
 عرب کے عجیب تک نہیں کچھ یہ غطفی  
 کہ میں اس زمانے میں یہ فخر دہلی  
 کسی کو اگر کچھ ہو دعوایے علمی  
 تو روز باں ان کے گھر کی ہو ٹی  
 شب و روز در فکر اصلاح قوم کی  
 لکھی اپنے والد کی آباد کرسی  
 خدا ان کو دے زندگی خضر کی سی  
 اب ان کے قلم کی بدولت وہ بخلی  
 بصد کامیابی یہ تاریخ لکھی

تاریخ گوئی میں آپ کو بڑا ملکہ و نظم آپ کی بہت جہتہ آمد ہوتی ہے۔ نہیں لے آپ کو کبھی دیکھا نہ آجئے  
 مجھے گرسا ہا سال سے دور بیٹھے دوستی کو ایسا نباہ رہے ہیں کہ میا اس کا حق ہی آپ کی خوش  
 اخلاقی اور قابلیت نے میرے دل میں خاص جگہ پیدا کی ہے۔ آپ نہ صرف میری  
 ہر کتاب پر کئی کئی تاریخیں لکھ دیتے ہیں بلکہ ہر نیچے کی پیدائش اور امن کی تقاریر شیلادی وغیرہ پر  
 بھی اعتبار محبت فرماتے ہیں غرض خاکسار کو اس قدر زیار احسان کیا ہے کہ آپ کے شکر یہ ہے  
 ہمدرد یا جو نہ لکھیں۔ آجئے ایک چھوڑ چاٹھے لکھے ہیں۔ ایک یہاں اور زمین اور جگہ حسب موقع  
 جن کتاب میں آگئے ہیں۔ ۱۲ من المصنف۔

غیر اس کے لکھنے کا ان کو صلہ دے  
سیریندا اخلاق تہذیب اور بے  
لگڑ اس میں شاید ہی ایسی کوئی ہو  
اب اس تازہ تصنیف کا ذکر سن کر  
کسی سے نہ پوچھنا نہ سوچنا نہ سمجھنا  
مصنف کی خوش نیتی کی بدولت  
کہ از ہر سال الہی فلک سے  
پھر اب عیسوی کوئی پوچھے تو کہہ دو

یہی باب دہلے دلی ہی ہمارا ہی  
کبھی ہر انھوں نے کتاب میں بیعت کی  
کہ میں نے لکھی ہو نہ تاریخ جس کی  
ہوئی دل میں پیدا پھر اک لکھ دے  
نہ پھر اس میں فکر رسا سے مدد دے  
ہوئی ای لطیف اس میں تاغیغی  
نہ آئی مدد کا رشتا ہاں دہلی  
کہ ہر درجہ المستلح تاریخ دہلی

۱۹۱۵ء

## تاریخ طبع زاد جناب برکت شیر خاں صاحب ادیب میٹھی سابق ایڈیٹر ہمدرد و مصنف کتب متعددہ

ایر بشیر الدین احمد دہلوی  
جائیں علامہ دوران ہیں آپ  
خوبیاں ہر مصنف کی مرحوم سے  
اس زمانے میں نہیں دیکھا سنا  
وہ وہ لکھی ہیں کتابیں لا جواب  
آپ کی تصنیف میں پاتے ہیں ہم  
فہم میں آج سے فوراً دیکھ کر  
کچھ نہیں تعقید الجھن۔ انتشار  
صاف اور شستہ عبارت دیکھ کر  
خوب کی تحسیر یہ تاریخ نو  
میں نہیں ہر نامور جتنے ہوئے

آپ کے اوصاف ہوں کیوں کریاں  
کیوں نہ ہوں پھر نکتہ سنج و نکتہ دال  
درجہ والائیں آئیں بے گساں  
و نشیں و فی اثر ناور بیاں  
معترف خوبی کا جن کی اک جہاں  
مستند دلی کی نکسالی زباں  
اتنا سیدھا سادہ عمدہ ہر بیاں  
نشر ہر اک چشمہ شیریں وصال  
نقش حیرت کیوں نہ ہوں ہل نعل  
دہلی والوں کی ہر جس میں مستان  
جی و تمام یا ہیں زیر استعانت

۱۵ یعنی میرے والد مرحوم - ۱۵ -

ان کی صنعت ان کے فن ان کے کمال  
 طرح خواں جس کا جہاں ہر آج تک  
 کچھ ہیں ایسے بھی نہیں بن کا مزار  
 دامن صحرائیں ہیں آسودہ خواب  
 کون تھے کیا جانے کس کا ڈھیر زور  
 دیتی ہر سب کا پتہ تاریخ یہ  
 کیں مصنف نے بہت جانکا ہیاں  
 بالیقین مجموعہ خوبی ہر یہ  
 لکھ کے سن طبع کیے غنیمت  
 خوب ہر تاریخ بے مثل اور ادیب

کارندے سب کے کرتی ہر عیاں  
 کرتی ہر ان کی بیاں یہ خوبیاں  
 نام باقی ہر نہیں لیکن نشان  
 خاک تک جس کی نہیں دامن کشاں  
 بے خبر ہیں مردوزن خورد و کلاں  
 تھے یہاں ابن فلاں ابن فلاں  
 اجر دے اس کا خداوند جہاں  
 کیوں نہ ہو منظور چشم مردماں  
 لطف کے لبریزی گو د استاں  
 رہنمون یاد گار رشتگان

۵۱۳۳۸

تاریخ رقم زدہ جناب رفعت شیر خاں صاحب لیبب فرزند ادیب صاحب  
 کاتب کتاب ہذا

وہ تاریخ دہلی لکھی آپ نے  
 ہر تصنیف بھی آپ کی بے مثل  
 ہوئی فکر تاریخ کی جب مجھے  
 بشارت دی بالقلم نے یہ ادیب

مفصل لکھا جس میں دہلی کا حال  
 کہ خبر طرح سے آپ ہیں بے مثال  
 فلک پر جس میں کو نہیا خیال  
 کہ لکھ دیجے تاریخ اہل شمال

۱۳ ۲۸

الحمد للہ علی احسانہ کہ حصہ سوم واقعات دارالحکومت دہلی تاریخ خیموں کے  
 ختم ہوا

نوٹ: یہ سیدھی کہ کتاب ۱۳۳۵ھ میں شائع ہو جائے گی مگر خدا بھلا کر یہاں کا جنسوں نے ایک سال محکمہ کو  
 مل کا ملائی سب کے کچھ تاریخیں لکھ کر اس کی ہیں اور کچھ ایک سال مالک کی

